



New Era Magazine



NEW ERA MAGAZINE

Novels | Articles | Poetry | Interviews

از قلم رشاد حسین

دل پترہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(مکمل ناول)

دل پتھر کا

ازرمشا حسین

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

چھوٹی سی زندگی ہے

ہر بات میں خوش رہو،

جو چہرہ پاس نہ ہو

اس کی آواز میں خوش رہو

جو لوٹ کر نہیں آنے والے

ان کی یادوں میں خوش رہو

کل کس نے دیکھا ہے؟

اپنے آج میں خوش رہو۔

ڈائی ری پہ لکھنے کے بعد اس نے مسکرا کر اس کو بند کیا اور ٹیبل پہ سر رکھ دیا ایسے ہی وہ

ٹیبل پہ سر ٹکائے بیٹھی تھی جب اس کی بڑی بہن کمرے میں آ کر بولی۔

آرزو اب سو جاؤ رات کہ گیارہ بج رہے ہیں۔

اف اپنی کونسا پہلی دفعہ رات کہ گیارہ بجے ہیں جو آپ ایسے کہہ رہی ہیں۔ آرزو نے

اس کی بات سن کر منہ بگاڑ کر کہا۔

محترمہ پہلی دفعہ گیارہ نہیں بجے یہ ہمیں پتا ہے پر میں یہ بات تمہیں کئی دفعہ بتائی

ہے کہ جلدی سو جایا کرو تمہاری وجہ سے مجھے بھی دیر ہو جاتی ہے پہلے اسکول میں اور

اب میں نہیں چاہتی کہ کالج بھی میں تمہاری وجہ سے دیر ہو جاؤ۔ روشنانے اس کے کمرے کی کھڑکیاں بند کرتے اس کو تیز آواز میں کہا۔

ہائے آپنی اتنا بڑا جھوٹ تو نہ بولے اللہ گناہ دے گا۔ روشنا کی بات سن کہ آرزو نے اس کی طرف مڑ کر ڈرانے والے انداز میں کہا۔

گناہ کیوں ملے گا مجھے میں نے کیا غلط کہا ساری رات تو تم یا تو اس ڈائی ری لکھنے میں لگاتی ہوں یا کوئی اور شغل جس کی وجہ سے صبح کو تمہاری آنکھ وقت پہ نہیں کھلتی اور میں آجاتی ہوں بار بار تمہیں جگانے پر مجال ہے جو میری آرزو ٹس سے مس ہو۔ روشنا اس کے سامنے کھڑی ہو کر ہاتھ کمر پہ ٹکا کر بولی۔

تو کونسا میں نے کہا ہوتا ہے آپ سے کہ آئے اور مجھے جگانے کی زحمت کرے۔ آرزو اپنی جگہ سے اٹھ کر بیڈ پہ آکر لاپرواہی سے بولی۔

تم نہ کہتی ہو پر اماں اور بابا تو کہتے ہیں نہ کہ آرزو کو ساتھ اٹھا کہ لایا کرو۔ روشنانے اس کے لاپرواہ انداز دیکھ کر کہا۔

اچھا میں تو سونے لگی ہوں آپ بھی جا کر آرام کرے ایسا نہ ہو کہ کل کالج میں پہلے دن ہی لیٹ ہو جائے۔ آرزو اپنا گلابی نائیٹ سوئیٹ بیڈ سے اٹھا کر بولی۔

اچھی اچھی باتیں کرو اور تم یہ ڈریس الماری میں کیوں رکھ رہی ہو۔ روشنانے پہلے اس کو ٹوکا بعد میں اس کو اپنا نائیٹ سوٹ الماری میں رکھتے دیکھا تو سوال کیا۔

وہ جیسے کہ میں نے پہلے بتایا آپ کو کہ ہم سونے لگے ہیں اس لیے ہمارا آج نائیٹ سوٹ پہننے کا کوئی ی موڈ نہیں۔ آرزو نے آرام سے بیڈ پہ لیٹ کر اس کو آگاہ کیا۔ اللہ آرزو پتا نہیں کب تم بڑی ہوگی سترہ سال کی ہو عقل کرو کچھ۔ روشنانے اس کی بات سن کر ہاتھ اپنے ماتھے پہ مار کہہا کیوں کی آرزو ہمیشہ سُستی دیکھاتی تھی کام میں چاہے پھر اپنا ہی کیوں نہ ہو۔

گڈ نائیٹ آپ آپ اپنے کمرے میں جا کر سو جائے اور سوچے کہ رینگ کرنے والے سین ئی ر لوگوں سے کیسے بچے گی آپ۔ آرزو نے آرام سے اس کو مفت مشورہ دیا۔ میں جارہی ہوں ورنہ تم نے میرے سر میں درد کر لینا ہے روشنانے باہر جانے کی طرف بڑھ کہہا۔

ہا ہا میں نے تو بس آپ کو خبردار کرنا چاہا۔ آرزو نے قہقہہ لگا کر کہا جب کی روشنا پاؤں پٹختی باہر چلی گئی آرزو اس کے غصے کا سوچ کہ پھر سے ہنس دی اور ٹیبل پہ پڑی اپنی ڈائی ری کو دیکھا اور سونے کے لیے آنکھیں موند لی۔



لپینے سے شرابور وہ اپنے کمرے میں ایک سائیڈ پھ گیلری میں لگے پیننگ بیگ پہ لگے مارے جارہا تھا بلیک بنیان جینز پینٹ پہنے وہ ہر چیز سے غافل تھا بنیان سے اس کے گورے اور مضبوط بازو صاف ظاہر تھے اُپر سے اس پہ چمکتا پسینہ ایسے ہی پیننگ بیگ پہ مکے برسانے کے بعد اس نے اپنے ہاتھ میں بندھا بلیک رومال کھول کر رکھا اور اپنے ماتھے پہ چپکے بال ہٹائے اور گیلری سے نکل کر کمرے میں آیا جہاں اس کا ملازم ٹرے میں جو س کا گلاس تھا مے کھڑا تھا زیاد مضبوط قدموں سے چلتا اس کے پاس آیا اور ایک ہی گھونٹ میں سارا جو س ختم کر کے خالی گلاس واپس ٹرے میں رکھا اور خود بیڈ کے قریب سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اپنا موبائل اٹھا کر چیک کرنے لگا۔

سروہ اسرار صاحب آپ کو اپنے کمرے میں بولا رہے تھے۔ ملازم نے جھکے سر سے اس کو کہا اس کی بات پہ موبائل پہ ٹائی پنگ کرتی انگلیاں رک گئی تھی اور اس نے اپنا سر اٹھا کر اپنی ایک آنکھ کی آئی برواٹھا کر اپنے سے کچھ دور کھڑے ملازم کو دیکھا۔

میں اپنی بات دوہرانے کا عادی نہیں کتنی دفعہ بتا چکا ہوں اپنے صاحب اور ان کی بیگم کا پیغام مجھ تک نہ پہنچایا کرو سمجھ نہیں آتا ایک دفعہ کے کہے میں۔ ملازم جس کا نام شبیر تھا اس کا جھکا سر زیاد کی دھاڑ پہ مزید جھک گیا تھا۔

سوری سر۔ اس نے معذرت خواہ لہجے میں کہا۔

گیٹ لاسٹ۔ زیادہ کڑے تیوروں سے کہا زیادہ کہنے پہ وہ جلدی سے کمرے سے نکل گیا۔

ہاں احمد میں بس کالج کہ لیے نکلوں گاتب بات کرتے ہیں۔ اس کہ جانے کہ بعد زیادہ نے اپنے دوست احمد کو کال کر کے کہا اور اپنا موبائی ل بیڈ پہ پھینکنے والے انداز میں رکھ کر واشروم کی جانب فریش ہونے چلا گیا دس منٹ شاور لینے کہ بعد وہ اپنے وارڈروب کے سامنے کھڑا ہوا اور اپنے کپڑے نکالنے کہ بعد چینجنگ روم چلا گیا وہ جب وہاں سے آیا تھا ریڈ شرٹ اور بلیک جینز پیٹ اور بلیک جیکٹ میں ملبوس تھا ڈریسنگ مرر کے سامنے آکر اس نے اپنے بال سیٹ کیے اور پرفیوم خود پہ چھڑکنے کہ بعد وہ گاڑی کی چابیاں اور اپنا موبائل لیتا کمرے سے نکلتا باہر آیا۔

شبیر۔ وہ سیڑھیاں اترتا اپنے ملازم کو بولانے لگا جو اس کہ پکارنے پہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

میرے کمرے سے کالج بیگ لیکر میری گاڑی میں رکھ آؤ۔ زیادہ نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر حکم دیا۔

جی۔ ملازم تابیداری سے بولتا سامنے سے ہٹا زیادہ ڈائی ینگ ٹیبل پہ آیا تو بنا کسی پہ نظر گھمائے اپنی جگہ پہ بیٹھا اور ناشتہ کرنے لگا۔

سب کے ساتھ بیٹھنے کہ کچھ آداب ہوتے ہیں۔ اسرار صاحب جو اس کے باپ تھے انہوں اس کو بے نیازی سے بیٹھ کر کھاتے دیکھا تو اس کو ٹوکا۔
مجھے نہیں پتا ان آداب کا بکوز یہ سب ایک ماں سکھاتی ہے اور وہ میری ہے نہیں اس لیے میری طرف سے معذرت کوئی ی مجھ سے آداب کی امید نہ رکھے۔ زیاد سلائی س منہ میں ڈالتا بنان کی طرف دیکھے بولا۔

زیاد باپ ہے تمہارا کچھ لحاظ کرو۔ اب کی ابرار صاحب نے ناگوار لہجے میں کہا۔
شکر یہ تا یا جان مجھے بتانے کا ورنہ مجھے پتا ہی نہیں تھا کہ میرا باپ بھی کوئی ی ہے۔ زیاد ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر ممنونیت لہجے میں بولا ابرار صاحب اس کو اپنا مزاق اڑاتا دیکھ کر ضبط کہ گھونٹ بھر کہ رہ گئی بے جب کی سمایا بیگم جو اس کی سوتیلی ماں تھی وہ بولی۔

زیاد میری جان میں تمہاری ماں کہ جیسی ہوں تم مجھے بھلے ماں کا درجہ نہ دو پر میں تم سے عینی اور اشرف کی طرف چاہتی ہوں۔ انہوں نے اپنے سامنے بیٹھے اپنے بچوں کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

ہاؤ کائی بینڈیو آر بٹ ایم ہارٹ لیس۔ زیاد اس دو غلی عورت کو دیکھ کر مصنوعی مسکراہٹ سے کہا جس کہ ظلم کی داستان آج تو اس کو یاد تھی اور اب وہ اپنے پیار کا بتا رہی تھی۔

زیاد آخر ہم کب تک تمہاری یہ بد اخلاقی برداشت کرے گے۔ اسرار صاحب نے سب کی بات اور موجودگی کو نظر انداز کرتے پوچھا۔
نہ کرے میری بلا سے۔ زیاد سر جھٹک کہ بولا۔

زیاد بیہویوئی رسیلف۔ اسرار صاحب نے میز پر ہاتھ مار کہ کہا۔
میں یہاں اپنا بریک فاسٹ کرنے آیا ہوں آپ کی سیاسی تقریر سننے نہیں۔ زیاد اپنی جگہ سے اٹھ کر بغیر کوئی تاثر لیے بولا۔

ہم سب کو پریشان کر رکھا ہے تم نے وہ بات تمہیں سمجھ نہیں آتی اور اپنے بریک فاسٹ لنچ کی پڑی ہے۔ اسرار صاحب بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر غصے سے بولے۔
اور ڈنر کی بھی۔ زیاد نے ان کی بات پہ لقمہ دیا اس سنجیدہ حالت میں زیاد کی بات سن کہ عینی اشرف اور ابرار صاحب کہ بچے زارون اور کشمالا کی ہنسی نکل گئی۔
میں تنگ آ گیا ہوں تم سے زیاد تم نے کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی جہاں مجھے شرمندہ نہ کیا ہو۔ اسرار صاحب غصے سے ہانپتے بولے۔

تو بیس سال پہلے مجھے بھی وہاں چھوڑا ہوتا نہ جہاں کالی رات میں میری ماں کو چھوڑا تھا یہ خیال کیے بنا کہ وہ کہاں جائے گی کالی اور طوفانی رات میں جہاں ان کا آپ کہ سوا کوئی سی سہارا نہ تھا۔ زیاد ان کہ مقابل کھڑا ہوتا سرخ آنکھوں سے دیکھ کہ بولا۔
اسرار آپ رلیکس کرے ورنہ آپ کا بی پی شوٹ کر جائے گا۔ وہ کچھ کہتے کہ سمایا بیگم ان کو کندھوں سے تھامتی فکر مندی سے بولی۔

ہاں لیجائے ان کو کہیں شوٹ ہونے پہ آپ کو اڑانہ لے جائے۔ زیاد ان دونوں پہ ایک ناگوار نظر ڈالتا بولا اور تن فن کرتا باہر کی طرف چلا گیا جب کی سمایا بیگم سب کہ سامنے اپنی اس بعزتی پہ کلس کہ رہ گئی۔ ماہی بیگم ابرار صاحب کی بیوی جلدی سے زیاد کہ پیچھے آئی۔

زیاد بات سننا۔ انہوں نے پیچھے سے آواز دی ان کی پکار پہ زیاد جو اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا اس کہ قدموں کو بریک لگی۔

مجھے بات کرنی ہے تم سے۔ ماہی بیگم نے سنجیدگی سے کہا۔

جی کہے۔ زیاد احترام سے بولا اگر وہ گھر میں کسی سے بات کرتا تھا تو وہ ماہی بیگم تھی۔
اپنا رویہ تبدیل کرو زیاد سب کو پریشانی ہوتی ہے اور اب تو اپنے باپ کو معاف کرو اور ان سے صلح کرو۔ انہوں نے اس کی ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھ کہ کہا۔

صلح کرنے سے میری ماں یا میرا بچپن واپس آ سکتا ہے۔ زیادہ سوال کیا۔
 نہیں زیادہ بیتا ہوا وقت کبھی لوٹ کہ نہیں آ سکتا اس لیے تم گزرے وقت کی وجہ سے
 اپنا آج اور کل مت خراب کرو۔ ماہی بیگم نے گہری سانس لیکر کہا۔
 جس طرح گزرا وقت واپس نہیں آ سکتا اسی طرح میرا دل ان کی طرف سے صاف
 نہیں ہو سکتا۔ زیادہ کہتے ہی گاڑی میں بیٹھ گیا اور گیٹ کی طرف ریورس کی۔ ماہی
 بیگم نے دکھ سے اس کی جانب دیکھا جو پتھر کا بن چکا تھا کوئی ی جذبات نہ تھا جس نے
 اس کو چھوا ہو۔



یہ صبح میٹھائی کی کہاں سے لائی تھی تم؟ روشنا کالج کے لیے تیار ہو کر جب باہر آئی تھی تو
 آرزو کو گلاب جامن کھا کہ دیکھا تو پوچھا۔
 ہماری گلی میں اڑ رہے تھے تو ایک ہم نے پکڑ لیا۔ آرزو نے گلاب جامن منہ میں ڈال
 کہ شرارت سے جواب دیا۔

سدھر جاؤ۔ روشنا نے ہلکے سے اس کے سر پر تھپڑ مار کہ کہا جس پہ اس نے آنکھیں
 گھمائی۔

ہماری پڑوس میں جو راشیدہ ہے نہ اس کی بیٹی کا رشتہ پکا ہو گیا ہے اس لیے وہ صبح
 میٹھائی لے آئی تھی۔ زرینہ اس کی ماں نے جواب دیا۔

ماشاء اللہ۔ روشنانے ان کی بات پہ مسکرا کر جواب دیا۔
آپنی حسرت سے نہ مسکرائے آپ کی بات بھی پکی کر لئیے۔ آرزو نے ایک اور گلاب منہ
میں ڈال کہ اس کو چھیڑا۔

آرزو بڑی بہن ہوں تمہاری اور یہ کیا اتنا کھاتی رہتی ہوں پہلے کیا کم موٹی ہو جو میٹھا کھا
کہ اور اپنا وزن بڑھا رہی ہو۔ روشنانے پہلے گھوڑ کہ پھر اس کہ صحتمند جسم پہ مزاق
چوٹ کرتے کہا۔

آپ کو کیا پتا گلابی گال اور صحتمند ہونے کا بھی اپنا چارم اور مزہ ہوتا پر آپ کیا جانے اتنی
سوکھی لکڑی کی مانند جو ہیں۔ آرزو نے بنا اس کی بات کا برا مانے خوبصورت مسکراہٹ
سے اپنے گلابی گالوں کی طرف اشارہ کرتے کہا جو روئی کی طرح گورے اور نرم سے
تھے۔

ماشاء اللہ میری بیٹی کو نظر نہ لگے اتنی خوبصورت بیٹی اللہ نے ہمیں دی ہے۔ زرینہ بیگم
آرزو کی بات سن کہ جلدی سے اس کی طرف آکر بلائے لینے لگی۔
اماں آج اس کو نہیں مجھے دعا دے سخت ضرورت ہے دعا کیجئیے گا کہ پہلا دن اچھا
گزرے۔ روشنا اپنا بیگ پاس ٹیبل پہ رکھ کہ زرینہ بیگم سے بولی۔

میں تو سب کہ لیے کرتی تمہارا دن اچھا گزرے گا خوش اب۔ زرینہ بیگم اس پہ
آیۃ الکرسی پڑھ بولی۔

جی اور تم آرزو دعا کرنا۔ روشنانے مسکرا کر ان جواب دیا پھر آرزو سے مخاطب
ہوئی۔

بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟ آرزو نے پرسوج لہجے میں پوچھا۔

کیا مطلب اگر دعا کروں گی تو کچھ لوگی بھی۔ روشنانے گھور کہہا۔

مجھے بھی تو کچھ فائی وہ ہو۔ آرزو نے شان بے نیازی سے جواب دیا۔

کیا چاہیے۔ روشنانے سانس بھر کہہا۔

اب آئی ہیں نہ آپ کی بات پہ ادھر بیٹھے۔ آرزو نے پر جوش ہو کر اس کو اپنے پاس
بیٹھایا اور کہہا۔

زیادہ کچھ نہیں بس آپ کالج میں جیسے انٹر ہوگی اس سے لیکر کالج سے ایکڑٹ ہونے

تک مجھے ساری باتیں بتائیں گی۔ آرزو نے ہاتھوں سے اشارہ کرتے بتایا۔

توبہ ہے تم سے تو۔ روشنا اٹھ کہ بولی اور اپنا بیگ لیا۔

کیا توبہ؟ آرزو نے آنکھیں پھاڑ کہہا۔

کچھ نہیں اماں بابا چلے گئی دفتر؟ روشنانے زرینہ بیگم سے سوال کیا۔

ہاں وہ تو سات بجے ہی نکل گئی تھی۔ زرینہ بیگم نے بتایا۔
اچھا میں بھی نکلتی ہوں خدا حافظ۔ روشنان سے گلے ملتی اپنا بیگ سنبھالتی باہر نکل
گئی۔

آر و جب تک تمہارے اسکول کی چھٹیاں ہیں تب تک تم گھر کے کاموں میں میری مدد
کروایا کرو۔ زرینہ بیگم کچن میں جا رہی تھی پھر رک کہ آرزو سے کہا۔
ہاں ہاں کیوں نہیں۔ آرزو نے جلدی سے کہا

شبابس آؤ پھر کل رات اور صبح کہ برتن پڑے ہیں تم وہ صاف کرو تب تک میں صحن
میں مشن لگاتی ہوں کپڑے دھونے کے لیے۔ زرینہ بیگم نے ہونک بنی آرزو سے کہا۔
اماں کیا برتن کمرے میں کچھ کام ہے وہ نیٹا کہ آتی ہوں۔ آرزو ان کی بات میں شک
سے نکل کہ جلدی سے بھاگ بھاگ گئی۔

کام کا کہو تو موت پڑتی ہے ان کو۔ زرینہ بیگم آرزو کی چلا کی سمجھ کہ بڑ بڑا ہٹ سے بولی
اور خود ہی کام کرنے کے ارادے سے کچن میں چلی گئی۔

آرزو کمرے میں آکر اپنی چھوٹی سی ٹیبل کہ پاس آکر اپنی ڈائی ری اٹھائی اور بیڈ پہ
چڑھ کہ اس کو اپنی گود میں رکھ کر خالی صفحہ کھولا اور سائیڈ سے پین اٹھا کر اس پہ لکھنے
لگی ڈائی ری پہ لکھنا اس کا پسندیدہ کام تھا کچھ دیر تک وہ سوچتی رہی کہ کیا لکھے پھر کچھ یاد

آنے پہ اس کی آنکھیں چمک اٹھی اس نے جہاں سے اپنی ڈائی ری اٹھائی تھی وہاں
اپنے پسندیدہ ناولز کو دیکھا جو پانچ چھ تھے بس جو وہ نجانے کتنی دفعہ پڑھ چکی تھی وہ ان پہ
نظر ڈال کہ ڈائی ری پہ جھک کہ لکھنے لگی۔

میرادل جس دل پہ فدا ہے۔

وہ حیا کامیاں ہے۔

امامہ کاسائی بان ہے۔۔۔ زر نور کا خاندان ہے۔۔۔

سعدی کی پھوپھو کامیاں ہے۔۔۔

اشعر آفندی کا سالہ ہے۔۔۔

میرادل سب پہ فدا ہے۔

اپنے لکھے الفاظ پڑھ کہ وہ خود پہ ہنسی پڑی اور سائی یڈ پہ لکھا۔

میری پیاری ڈائی ری۔۔۔

یہ مت سمجھنا کہ میں دل پھینک ہوں جو ہر کسی پہ اپنا دل فدا کرتی ہوں یہ سب تو میں
نے تمہیں ہنسانے کے لیے کہا ورنہ تم تو جانتی ہو میں کتنی اچھی ہوں اور میرادل ہے
کوئی ی سرکاری ادارہ تھوڑی ی جو ہر کوئی ی اس میں داخل ہو سکتا ہے ہمارادل تو بہت
مضبوط ہے اس میں انٹر ہونا بہت مشکل ہے وہ تو آج کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا لکھیں اس

لیے یہ لکھ دیا اور تمہیں اب میں بتا دوں نمر احمد کا نیا ناول آنے والا ہے جس کا نام مالا ہے تمہیں تو نہیں پتا پر شاید اس کہ کچھ ایک دو قسطیں بھی آچکی ہوگی پر میں ابھی تو نہیں پڑھنے والی تمہیں تو پتا ہے نہ مجھے سسپنس برداشت نہیں ہوتا اور اگر میں پڑھ لوں گی تو مجھے اگلی قسط کا انتظار ہوگا جس میں ایک مہینہ تو لگ ہی جانا ہے بس اس لیے میں خود پہ جبر کر کہ بیٹھی ہوں جب اینڈ ہو جائے گی تو میں پڑھ لوں گی اور یہ دو تین سال میں کیسے رہوں گی یہ تو میں اور میرا خدا جانتا ہے دو تین سال میں کہہ رہی ہوں شیور نہیں ہوں پر ظاہر ہے ایسے ہی تو لگنے ہیں نہ کچھ غلط اندازہ بھی نہیں میرا مجھے نہ بس ایک بات سمجھ نہیں آتی نمر احمد، عمیر احمد، اور سمیر احمد یہ اتنے زبردست ناولز لکھ کیسے لیتی ہیں اور ان میں سسپنس کیسے ڈال دیتی ہیں میں جتنا سوچتی ہوں اتنا حیران ہوتی ہوں مطلب کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اتنا زیادہ اچھا لکھاری کیسے بنا سکتا ہے جن کہ ہر ایک لفظ میں سحر ہوتا ہے جس میں سب پڑھنے والے جکڑ جاتے ہیں خیر اگر میں ان باتوں میں لگ گئی تو پھر تو رات ہو جانی ہے آج بس تم سے اتنی ہی بات کرنی تھی تمہیں تو پتا ہے نہ ناولز گھر میں بس میں ہی پڑھتی ہوں آپنی کو کوئی دلچسپی نہیں اور ایک میری سہلیاں ہے جن کو ماشا اللہ سے ناول کا پتا ہی نہیں کہ وہ کیا ہوتے ہیں یا کیا ہوتا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ میں جب جو ناول پڑھ لوں اس پہ کسی کہ ساتھ آرام سے

بیٹھ کہ تبصرہ کرو پر میری یہ خواہش ہی ہوتی اگر تم میری زندگی میں نہ آتی کسی کہ پاس
 اتنا وقت جو نہیں ہوتا میری ناولز کہ بارے میں سننا لوگوں کو لگتا ہے ناول پڑھنا وقت
 کا ضائع ہے اور کچھ نہیں ان کو کیا پتا ناول ایک نشہ ہے جو اس میں پڑ جائے پھر باہر ہی
 نہیں نکلتا اور نہ نکلنا چاہتا ہے اور وقت کا ضائع وہ ناول ہر گز نہیں ناول میں تو ہر انسان
 کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتا ہے میں تو بہت کچھ سیکھی ہوں جیسے اگر میں بتانے پہ آؤں تو
 الفاظ ختم ہو جائے میری ناول پڑھنے کا سفر تو تمہیں پتا ہے نہ کہ کڑی دھوپ سے
 شروع ہوا تھا وہ ایک ناول جو بس کچھ پیچیز کی تھی اس نے مجھے اتنا امپر لیس کیا کہ یہ دن
 اور آج کا دن میں ناولز کی شوقین ہو گئی کیا کہانی تھی نہ اس ناول کی پر افسوس کہ مجھے
 اس رائی ٹر کا نام نہیں یاد پر مجھے ان کے کرداروں کہ نام آج تک یاد ہے ہیر و جو میر داد
 ہوتا ہے پر بچپن میں اس کو اپنی ماں ٹیپو بولاتی تھی اور ہیر وئی ن طلحہ میں آج تک اس
 ناول سے امپر لیس ہوں کیوں کی اگر میں وہ ناول نہ پڑھتی تو شاید مجھے ناولز کا شوق ہی
 نہیں ہوتا اور نہ میں کچھ سیکھ پاتی اس ناول کہ بعد تو میں نے بہت سے ناول پڑھے جس
 کو اگر میں لا محدود کہوں تو غلط نہ ہو جیسے کہ شہر زاد، خواب شیشے کے، شہر تمنا یہ میرے
 پسندیدہ ناولز میں شامل ہیں رقص بسمل بھی ہوتا اگر اس کے آخری اپیسوڈ میں تیمور کی
 ڈیٹھ نہ ہوتی اس کو گولی لگی تھی رائی ٹر اس کو بچا سکتی تھی پر نہ بچایا اس نے مطلب کہ

حد ہے وہ اتنے وقت بعد مل پائے تھے اپنی زندگی کی شروعات کرنے والے تھے اور
 تیمور مر گیا میں اتنا روئی تھی کہ بس نجانے کیا کر گزرنے کا دل کیا شاید رائی ٹرز
 ظالم بھی ہوتے ہیں تیرا عشق مجھے لے ڈوبا فف اللہ اس میں زارون کی موت اور
 آفرین کی موت نے تو بس خون کہ آنسو والا نے پہ مجبور کیا تھا کتنا سوچا تھا انہوں نے
 اپنے بچے کہ مطلق اور وہ خیر ناولز کی باتوں کو چھوڑتے ہیں ورنہ میں نے تمہیں بھی
 رولا ڈالنا ہے ایک تم ہی میری ساتھی ہو جو میری ہر فضول بات سننتی ہوں اور شکایت
 بھی نہیں کرتی۔



تمہاری آرزو
 ڈائی ری اس نے بند کی اور گہری سانس بھری کبھی کبھی وہ ایسے ہی جذباتی ہو جاتی تھی
 ڈائی ری لکھتے لکھتے وہ شوخ مزاج کی تھی پر نرم حساس مزاج بھی زیادہ تھی افسانوی
 کرداروں کو حقیقت سمجھ کہ ان کا دکھ درد محسوس کرتی تھی ان کا غم اس کو ایسے لگتا کہ
 وہ سوچنے پہ مجبور ہو جاتی کہ کیا کوئی حقیقت میں اتنا کچھ برداشت کر پائے گا یقیناً ہاں
 یقیناً نہیں۔



زیاد اپنی گاڑی سے نکل کر جلدی سے جا رہا تھا جب سامنے سے آتے وجود سے
 زبردست سا ٹکرا ہوا روشنا جو جلدی سے کالج کے اندر جانا چاہتی تھی تبھی سامنے والے
 انسان کو دیکھ نہ پائی اور ٹکرا لگنے کی وجہ سے وہ نیچے گر پڑی اور سامنے والے نے
 اٹھانے کا فرض ادا کرنا ضروری نہیں سمجھا۔

یو اسٹوڈنٹ اندھے ہو میں نظر نہیں آئی تمہیں یا جان بوجھ کے کیا۔ روشنا زمین پہ اپنا
 بازو دیکھتی زیاد کو غصے سے کہا جو اس کو گڑتے دیکھ کر بیزار سے دیکھ رہا تھا اس کی
 بات پہ وہ سخت تاثرات لیے نیچے گڑی لڑکی کو دیکھا جو بادامی رنگ کہ کرتا پا جامے اور
 اس کے رنگ کہ ڈوپٹہ اوڑھے اس کو سنار ہی تھی۔

سلی گرل غلطی تمہاری ہے دیکھ کہ چلنا تھا اور دوبارہ مجھ سے اس لینگو تاج سے بات کی تو
 اپنے حشر کی زمیندار خود ہو گی۔ زیاد نے اپنا بیگ دوسرے کندھے پہ رکھ کہ حساب بے
 باک کیا۔

بات کرنے کی تھمیز ہے نہیں اور مجھے بول رہے ہو کہ میں اپنی زبان سنبھالوں۔ روشنا
 اٹھ کر اس کے مقابل کھڑی ہوتی بولی۔

تم جانتی نہیں میں کون شاید نئی ہو اس لیے ویل ڈونٹ وری جلدی جان جاؤ گی
میں کو ہوں۔ زیادہ تمسخر اڑانے والی نظروں سے اس کو دیکھتا اپنے راستے چل دیا جب کی
روشنا کلس کہ رہ گئی۔

جاہل، بد تمیز، ایڈیٹ، لفنٹر، لوفر آوارہ، روشناس کو جاتا دیکھ کہ گالیاں دینے لگی اور
اپنے ڈپارٹمنٹ تلاش کرنا کا سوچتی جلدی سے کالج کہ اندر داخل ہوئی۔
ہے سویٹ گرل کین آئے ہیلپ یو؟ روشناس اندر بڑھ ہی رہی تھی تو تین لڑکے اس کے
سامنے کھڑے ہو کر بولے۔

نو تھینکس۔ روشناس ایک نظر ان پہ ڈال کہ بولی۔
آپ نئی ہو نہ تو وی کین ہیلپ یو۔ اس کہ انکار پہ دوسرے لڑکے نے اس کے
ساتھ قدم ملا کر کہا۔

کہانہ نہیں چاہیے مدد پھر کیوں کتوں کی طرح پیچھے آرہے ہو تم لوگ۔ روشناس نے رک
کر اونچی آواز میں ان کو سنایا جو زیادہ کا غصہ وہ اس پہ نہ اتار پائی ان تینوں پہ نکالنا چاہا۔
اوہ لیڈی ہم بس تمہاری مدد کرنا چاہ رہا تھے اس میں اتنا غصہ کیوں کر رہی ہو پیار سے
بھی کہہ سکتی ہو۔ روشناس کی بات پہ ان کو غصہ تو بہت آیا پر لڑکی سمجھ کہ ضبط
کر گئی۔

مدد کرنے کا اتنا شوق ہے تو کسی اور کی کرو سڑک پہ بہت لوگ ملے گئیں۔ روشنا چبا چبا کہ لفظ ادا کرتی نکل گئی۔

کیا چیز تھی یار۔ وہ جو حیرت سے اس کو جانا دیکھ رہے تھے تب تیسرے لڑکے نے کہا جو بالکل خاموش تھا۔

انتہا کی خردماغ تھی۔ پہلے لڑکے نے غصے سے کہا۔

چلو چھوڑ یار صبح سے بہت اسٹوڈنٹ کی ریکنگ کی ہے اس کی نہیں ہوئی تو بھی خیر ہے۔ دوسرے نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔ وہ جیسے ہی جانے کے لیے مڑے تو زیادہ کو سینے پہ بازو باندھے کھڑا پایا جوان کو سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔
تو کب آیا تجھے پتا تھا نہ آج نیو اسٹوڈنٹ آئے گے تب بھی دیر آیا۔ پہلا لڑکا اس کے ہاتھ ملا کر گلے لگتا بولا۔

بس دیر ہوگئی کیا کہہ سکتے ہیں تم لوگ بتاؤ کون تھی وہ لڑکی۔ زیادہ نے بتا کر پوچھا۔ کوئی نہیں بس وقاص نے کہا کہ لڑکی کو غلط گائیڈ کرتیں ہیں پر وہ لڑکی اف ف تو بہ انگارے چبار ہی تھی بات کرنے وقت۔ پہلا لڑکا جس کا نام احمد تھا وہ بولا۔

اووہ۔ زیادہ نے ہونٹ گول کے اسٹائل میں سکیرٹے اور وہ چاروں سیڑھیوں کی جانب آگئی تھیں۔

اور نہیں تو کیا ہمیں کہہ رہی تھی کہ ہم اس کو پیچھا کر رہے ہیں وہ بھی کتوں کی طرح دوسرے لڑکے نے جلے انداز میں بتایا جس کا نام وقاص تھا اسکی بات پہ تیسرا لڑکا ہنس پڑا جس کا نام علید ان تھا۔

جو بھی ہو پر غصے میں بھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ علید ان نے جیسے ان کی بات تردید کی۔

شٹ اپ۔ وقاص اور احمد نے ایک ساتھ گھور کہ کہا زیاد ہنس دیا جس پہ علید ان کھسیانا ہو کہ سر کھجانے لگا۔

میری ہمایوں سے بات ہوئی تھی کل آجائے گا۔ پنڈی سے۔ زیاد نے ان تینوں کو اطلاع تھی۔ ہمایوں ان کے گروپ کا تھا جس کا کام بس پڑھنا ہوتا تھا اپنا بھی اور ان چاروں کا بھی ایک زامز میں بھی ان سب کا ساتھ دینا یہ چاروں تو کتاب کھول کہ دیکھتے بھی نہ تھے۔

شکر ہے ہمایوں کو واپسی کا خیال تو آیا میں تو پریشان ہو گیا تھا دو دن بعد اسائی منٹ جمع کرانے کی آخر تاریخ ہے۔ احمد نے شکر ادا کرنے والے انداز میں کہا۔

اور نہیں تو کیا۔ وقاص نے جلدی سے احمد کی بات پہ اتفاق کیا۔

تم اداس لگ رہے ہو گھر میں پھر لڑائی ہوئی کی کیا؟ علیدا ان نے اس کو خاموش دیکھا تو پوچھا۔

دفعہ کرو گھر والوں کو۔ زیادہ بیزاری سے بولا۔

مطلب میرا شک ٹھیک ہے۔ علیدا ان گہری سانس بھر کر بولا۔

کلاس کا وقت ہو چکا ہے چلے۔ وقاص ان سب کو دیکھ کر بولا۔

ہاں چلو ورنہ پروفیسر ہمدان نے اندر گھسنے نہیں دینا۔ احمد نے کہا۔ پھر وہ چاروں اپنی کلاس کی جانب چلے گئی۔ وہ کلاس میں اپنی ڈیسک پہ آئے تو وہاں A گروپ ان کی جگہ پہ بڑے حق سے بیٹھے تھے زیادہ نے جب دیکھا تو اس کے دماغ کی نسیں غصے سے ابھر پڑی۔

اٹھو۔ زیادہ ان کے سامنے آکر بولا جب کی وہ تینوں بھی اس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ وائے۔ زاویار نے کہا ان کے دوستوں اور زیادہ کہ گروپ کا آپس میں بہت پرانہ جھگڑا ہوتا وہ سب کوئی ایسا موقع نہیں چھوڑتے تھے ایک دوسرے کو نیچا دیکھانے کے لیے۔

جتنا کہا ہے اتنا کرو بھول گئی ہو کیا یہاں ہم بیٹھتے ہیں تم جیسے لوزر لوگوں پیچھے بیٹھتے ہیں۔ زیادہ اس کی جانب جھک کے مزاق اڑانے والے انداز میں بولا۔

حد میں رہ کر بات کرو۔ زاویار اس کو دھکا دے کر اپنی جگہ سے اٹھ کر تیش میں بولا جس سے اس کے دوست ماہر اسفند اور شان بھی اٹھ گئیے کلاس میں بیٹھے لڑکے لڑکیاں بھی ان کا تماشا دیکھنے لگے۔ زیاد اس کی حرکت پہ ضبط کیا اور ہاتھ کہ اشارے سے احمد کو کچھ کہا جسے سمجھ کہ وہ تینوں زاویار کی سائیڈ سے گزر کر ان کا بکھر اسامان اٹھا کر پھینکنے لگے زاویار جو نا سمجھی سے ان کو دیکھ رہا تھا جلدی سے ہوش میں آ کر چیخ کر کہ بولا۔

دماغ ٹھیک ہے تمہارا یہ کیا کر رہے ہو؟

لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ زیاد آرام سے ڈیسک پہ ٹانگ کے اپر ٹانگ چڑھا کر بولا۔ ماہر جو علید ان کے سامنے ہی تھا اس کو اپنی بیگ میں ہاتھ ڈالتا دیکھ کر فورن سے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے اس کی ناک پہ مکہ دے مارا علید ان نے اپنا ہاتھ منہ پہ رکھ دیا اور ناک کہ اپر ہاتھ رکھ کہ دیکھا جہاں نازک جگہ ہونے کی وجہ سے خون نکل پایا تھا۔

تیری یہ مجال۔ علید ان غصے سے کھولتا اس پہ مکوں کی برسات کرنے لگا جس اسفند اور شان اس کے بچاؤ میں آ کر علید ان کو اس سے دور کرنے لگے احمد اور وقاص جو مزے

سے علیدا ان کا جوش دیکھ رہے تھے ان دونوں کو بیچ میں آتا دیکھ کر خود بھی میدان میں کو دپڑے کیوں کی کلاس روم تو کہا جاسکتا نہیں تھا۔

زیاد تمہارا مسئی لا کیا ہے جو بلا وجہ اپنے دوستوں سے کہہ کر یہ سب کروا رہے ہو۔ زاویار زیاد کے سامنے کا استفسار کرنے لگا۔

مجھے تمہیں اپنے مسئی لے بتانے کا شوق نہیں۔ زیاد نے اس کے پیروں سے لیکر چہرے تک انگلی سے اشارہ کرتے کہا جس پہ آس پاس کے اسٹوڈنٹ ہنس پڑے۔ زیاد۔ زاویار غصے سے اس کو مکہ مارنے ہی لگا تھا جب زیاد نے ویسے ہی بیٹھے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھا جہاں ان کے پروفیسر کو آنے میں بس دو منٹ تھے۔

یہ غلطی، غلطی سے بھی مت کرنا۔ زیاد اس کا پکڑا ہاتھ زور سے دبائے بولا۔ لیو مائے ہینڈ۔ زاویار اپنا درد برداشت کرتا بولا۔

وہ دیکھو۔ زیاد نے پیچھے دیکھنے کا کہا جہاں وہ کتوں جیسی حالت کرتے اب بس چیلینج کرتی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ زاویار اپنے دوستوں کے بگڑے چہرے دیکھ کر مٹھیاں بھینچ لی وقاص اور علیدا ان احمد کی شرٹ کے بس کا لہر ہی پھٹیں ہوئے تھے کیوں کی انہوں نے اپنے چہروں کا بچاؤ زیادہ کیا تھا۔

یہ کیا ہو رہا ہے کلاس ہے کے مچھی مار کیٹ۔ زاویار کچھ کہتا اس سے پہلے ہی پروفیسر
ہمدان کلاس میں اینٹر ہو کر عبدالرحمن لہجے میں بولے ان کی آواز سن کر سب اپنی جگہ پہ
بیٹھ گئے جب کی وہ ایک طرف کھڑے ہو گئے۔

کلاس ہے سر۔ زیادہ نے فرمانبرداری سے جواب دیا۔

گڈ کے آپ کو یاد ہے پھر بتانا پسند کریں گے آپ کے یہ سب کیا حال بنا دیا
ہے۔ پروفیسر ہمدان نے طنز یہ پوچھا۔

سر ایسا کچھ نہ ہوتا اگر یہ زاویار اور اس کے پالتوں ہماری بات مان لیتے۔ زیادہ نے کندھے
اچکا کر کہا۔

تمہیں پتا بھی ہے کس سے بات کر رہے ہو آؤ میرے ساتھ تم سب باقی باتیں اب
ایڈمن کے آفس میں ہو گی۔ پروفیسر ہمدان تیکھی نظر ان سب پہ ڈال کے بولا اور باہر
چلے گئے وہ بھی ان کی تقلید میں ایڈمن کے آفس داخل ہوئے۔ پروفیسر ہمدان
نے آکر ان کو ساری بات بتائی جس پہ انہوں نے خشمگین نگاہوں سے ان کو دیکھا زیادہ
ان کے اسطرح دیکھنے پہ پاس پڑی چیٹی رہ پہ بیٹھ گیا۔

یہ آپ کے باپ کا آفس نہیں۔ ایڈمن وقار نے اس کو بنا اجازت کے بیٹھتے دیکھا تو
کہا۔

باپ کا آفس نہیں تو کیا ہوا باپ یہاں ہر مہینے ٹکڑا فنڈ دیتا ہے جس کا آدھا حصہ آپ کی جیب میں ہوتا ہے۔ زیادہ اخلاقی کی ساری حدیں کر اس کرتا بولا۔

زیادہ آپ کو دیکھ کر لگتا نہیں کہ ایک اچھے خاندان سے تعلق ہے آپ کا۔ ایڈمن وقار نے آہستہ مگر سخت لہجے میں کہا جس پہ زاویار اور اس کے ساتھی مسکرانے لگے۔

ویسے ہی جس طرح آپ کو دیکھ کر نہیں لگتا کہ آپ

زیادہ زبان سنبھال کے بات کرو عمر اور عہدے دونوں میں تم سے بڑے ہیں۔ پروفیسر ہمدان نے غرانے والے انداز میں اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ٹوک دیا۔

انسان کی تعلیم بتاتی ہے اس کا اخلاق پر شاید آپ کو پڑھا کر آپ کے والدین نے وقت اور پئی سوں کا ضائع کیا ہے بس۔ ایڈمن وقار نے افسوس سے اس کی جانب دیکھ کر کہا زیادہ کی آنکھیں ان کی بات پہ لہوں پکانے کی حد تک لال ہو گئی تھی۔ علیدان نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اس کو کنٹرول کرنے کا کہا۔

مجھے بھی یہی لگتا ہے پر کیا کرے میرے فادر چاہتے ہیں کہ میں یہاں پڑھ کر بعد میں ان کا بزنس سنبھالوں۔ زیادہ نے قہقہہ لگا کر خود کا مزاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

تم سب کو ایک ہفتے تک کالج سے خارج کیا جاتا ہے۔ ایڈمن وقار اور بحث کرنے کے بجائے حکیمہ لہجے میں کہا۔

پر ہماری کوئی غلطی نہیں۔ زاویار نے احتجاج کیا۔

You all may be go now،

ایڈمن وقار نے ان کو نکل جانے کا کہا جس پہ سب باہر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد وہ پروفیسر ہمدان سے مخاطب ہوئے۔

اسرار صاحب سے درخواست کیجیے گا کہ وہ اپنے قیمتی وقت سے چند گھنٹے نکال کے ہم سے ملے۔

جی۔ پروفیسر ہمدان نے یک لفظی جواب دیا۔

تم سب کو زیادہ چوٹیں تو نہیں آئی؟ زیادہ کالج کے مین گیٹ سے نکل کر باہر آکر ان سے پوچھا۔

نہیں ہم ٹھیک ہے تم ٹھیک ہو۔ احمد نے جواب دے کر سوال کیا۔
مجھے کیا ہونا ہے ٹھیک ہوں ایسے طعنے سننے کا میں بچپن سے عادی ہوں۔ زیادہ تلخی سے بولا۔

تم کو ایڈمن سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ علیہ ان نے اس کو ملامت کی۔
ایک ہفتے تک کیا کرنے کا پلین ہے؟ زیادہ اس کی بات نظر انداز کرتا بولا۔

کچھ کچھ بناتے ہیں پلین اور گھر میں صفائی بھی تو دینی ہے نہ کے ایک ہفتے کالج سے کیوں
سسپینڈ کیا گیا ہے۔ وقاص نے ہنس کر کہا۔



روشنا جیسے گھر میں آئی تو آرزو جھٹ سے اس کے لیے گلاس پانی کالا کر اس کو دیا اور
اس کو صوفے پہ بیٹھایا۔

یہ آج اتنی کرم نوازی کس خوشی میں؟ روشنا پانی پی کر اس سے سوال کیا۔
پانی پی لیا آپ نے اب بتائے سب۔ آرزو اس کے ہاتھ سے گلاس لیتی تجسس سے بولی۔
کیا بتاؤں۔ روشنا کو اس کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔
کیا مطلب کیا بتاؤں کالج میں انٹر ہونے سے ایکڑ تک بتائی ہیں۔ آرزو نے منہ بسوڑ
کے اس کو جواب دیا۔

شروعات ہی خراب تھی۔ روشنا اپنا اور زیادہ کا ٹکراؤ یاد کر کے بولی۔
بتائے کیسے۔ آرزو نے سوال کیا
میں جیسے ہی کالج جا رہی تھی نہ تو وہاں ایک بد تمیز لڑکے سے میرا ٹکرا ہوا۔ روشنا نے منہ
بگاڑ کے بتایا۔

ہاؤ رومانٹک۔ آرزو نے ہاتھ اپنے گالوں پہ رکھ کر کہا۔

بکومت اتنا بد تمیز تھا کہ کیا بتاؤں لڑکیوں سے بات کرنے کی تھمیز تک نہ تھی۔ روشنا نے مزید بتایا۔

دیکھنے میں کیسا تھا۔ آرزو نے اشتیاق سے پوچھا۔

ہینڈ سم تھا۔ روشنا نے زیادہ کا خوبصورت چہرہ یاد کرتے کہا پھر بتایا۔ ہیزل گرین آنکھیں جس سے زہانت ٹپک رہی تھی۔ آرزو نے اس کا جملہ بیچ میں اچک لیا۔

جس سے مغروریت ٹپک رہی تھی۔ روشنا نے گھور کے کہا اووہ۔ آرزو نے ہنس کے کہا

ہاں بس دوبارہ اس سے ملنا نہ ہو۔ روشنا نے اٹھتے کہا اب تو ملنا ملنا لگا رہے گا ایک کالج کے جو ہیں۔ آرزو نے صوفے پہ اپنے پیرا پر کرتے کہا ڈپارٹمنٹ الگ ہے اور شاید سینئر ہو میرا۔ روشنا اس کو بتاتی اپنے سامان لیتی وہاں سے نکل گئی۔

ہائے میں کب کالج جاؤں گی اور ہینڈ سم سے ملوں گی۔ آرزو اپنے ٹانگوں کا حصار بنا کر ان پہ اپنا چہرہ رکھ کر خود سے بولی۔

دیکھ میری محبت کا دستور

توں مجھ سے، میں تجھ سے دور۔

آرزو اپنے بابا سے کال کر کے پوچھو کے کب آئے گے۔ وہ سوچو میں مگن تھی جب
 زرینہ بیگم کچن سے کفگیر پکڑ کر باہر آ کر اس سے بولی
 کیوں اس کفگیر سے ان پہ حملہ کرنا ہے کیا۔ آرزو کی شرارت کی رگ پھڑکی۔
 شرم کو آرزو لہجہ پہ کھانا کھانے آئے گے یا نہیں وہ جاننا چاہ رہی تھی میں۔ زرینہ بیگم نے
 تاسف سے اس کو دیکھ کے کہا

اچھا کرتی ہوں لینڈ لائی ن سے کال مجھے بھی فون لیکر دے نہ۔ آرزو نے کہہ کر اپنا
 دکھار دیا۔

انٹرکلیئی رکھ لو اور ابھی اتنے پیسے ہیں بھی نہیں کے سمارٹ فون تمہیں لیکر
 دے۔ زرینہ بیگم نے اس کو کہا۔

میری سب دوستوں کے پاس ہے۔ آرزو اداس ہوئی۔
 تمہارے پاس بھی ہو گا اداس کیوں ہوتی ہوں۔ زرینہ بیگم نے اس کو پچکارا۔
 ہم جاتے ہیں بابا کو کال کرنے۔ آرزو اٹھ کے بولی۔ زرینہ بیگم بھی پھر دوبارہ اپنے
 چھوٹے سے کچن میں چلی گئی۔



تو کہیں کہاں جائے گا اب؟ زیادہ نے جب علید ان کو اس کے گھر کے پاس ڈراپ کیا تو اس
 نے اترنے سے پہلے سوال کیا۔

مسجد؟ یک لفظی جواب۔

اچھا۔ علیدان ہنس کہ بولا۔

ہنسنے کی کیا بات؟ زیاد کو اس کو ہنستا دیکھ کر پوچھا

نہیں ایسے ہی مطلب تم جو ہر وقت ہر کسی کو سناتے رہتے ہو تمہیں دیکھ کر کوئی ی کہہ نہیں سکتا کہ تم نماز بھی پڑھ سکتے ہو تمہیں دیکھ کر یہی لگتا ہے کہ تم نے کبھی مسجد کی شکل بھی نہیں دیکھی ہوگی۔ علیدان نے مسکرا کر بتایا۔

جو جیسے سمجھے آئے ڈونٹ کی ئی۔ زیاد نے آنکھیں گھما کر جواب دیا۔

پتا ہے پر ایک راز کی بات پوچھو؟ علیدان اس کی طرف تھوڑا جھک کے بولا۔

جلدی پوچھو مجھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ہے۔ زیاد نے گھڑی پہ وقت دیکھ کر کہا۔

ایک تو بات، بات پہ وقت نہ دیکھا کرو۔ علیدان چڑ کہ بولا پھر زیاد کے گھورنے پہ بولا۔

تم اپنے لیے دعا مانگتے ہو؟

نہیں۔ زیاد نے بنا دیر کیے جواب دیا۔

پھر نماز کا فائی دہ وہ تو دعا کے بغیر ادھوری ہے۔ علیدان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

میں نے یہ کہا کہ میں اپنے لیے دعا نہیں مانگتا یہ نہیں کہا کہ مانگتا ہی نہیں۔ زیاد نے

اس کو کنفیوز کیا۔

کیا مانگتے ہو اور کس لیے؟ علیدا ان نے پوچھا۔

یہ میرا اور میرے رب کے بیچ کی بات ہے۔ زیاد نے اس کو ٹالا۔

سہی بھئی نہ بتاؤ پر میری مانواپنے لیے ایک لڑکی کی دعا مانگا کرو جو تمہیں بہت زیادہ

پیار کرے۔ علیدا ان نے مزے سے مشورہ دیا۔

شکر یہ پرا بھی مجھے دیر ہو رہی ہے تو تم گاڑی سے اُترو۔ زیاد نے گاڑی کا لوک کھول کر

اس کو باہر جانے کا اشارہ دیا جس پہ علیدا ان منہ کے زاویے بگاڑتا نکل گیا۔ زیاد اس کو جاتا

دیکھ کر گاڑی اسٹارٹ کر کے مسجد کی طرف موڑ دی۔



بن سا جن جھولا جھولو، میں واعد اکیسے بھولوں۔ آرزو گانا گاتی روشنا کے کمرے میں

آئی اور گول گول گھمنے لگی روشنا جو اپنا کمرہ صاف کر رہی تھی اس کو ایسے خوشی سے

جھومتا دیکھا تو پوچھا۔

خیر ہے اتنا خوش کیوں ہو؟

کیوں کی میرے پاس ناخوش ہونے کی وجہ نہیں۔ آرزو اس کے بیڈ پہ آرام سے لیٹتی

بولی۔

اچھا مجھے لگا جانے کو نسا خزانہ تمہارے ہاتھ لگھ گیا۔ روشنا سر جھٹک کر بولی۔

میں کسی خزانے سے کم ہوں کیا۔ آرزو ایک ادا سے اپنے سلکی بال دوسرے کندھے پہ ڈال کے بولی۔

تمہاری عمر میں یہ نے انٹر پڑھ لیا تھا اور ایک تم ہو جو ابھی انٹر میں ایڈمیشن لیا ہے۔ روشنا نے اس کو کہا۔

ہممم میں تو B.S.C بھی کئی کر جاتی اگر دو سال فیل نہ ہو جاتی تو آپ تو انٹر کی بات کر رہی ہے۔ آرزو نے کروٹ بدل کر جواب دیا۔

تمہارا کوئی مقابلہ نہیں ہر بات کا جواب ہوتا ہے۔ روشنا نے گھور کر کہا۔

نوازش پر ایک بات تو بتائی یں۔ آرزو نے مسکرا کر جواب دیا پھر پوچھا۔

کیا۔ روشنا نے اپنے کپڑوں کو الماری میں رکھ کر کہا۔

جس سے آپ کی ٹکر ہوئی تھی اس کا نام کیا تھا۔ آرزو نے سوال کیا۔

مجھے کیا پتا۔ روشنا نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

ہائے میں ہوتی تو فورن سے نام پوچھ لیتی۔ آرزو نے سیدھا لیٹ کر جواب دیا۔

آرزو بس تمہیں پتا لگا وہ ہینڈ سم تھا تو تم نے اپنے ناول کے ہیرو سے اس کو ملا لیا۔ روشنا

نے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھ کر کہا جو مسکرا کر اپر کو دیکھ رہی تھی۔

اور نہیں تو ہیزل گرین آنکھیں کتنی خوبصورت ہوتی ہے بندہ تو کمال کا ہو گا نہ۔ آرزو نے بتایا۔

بچی ہی رہنا تم۔ روشنانے الماری کا پٹ بند کرتے کہا۔
اسکول کی چھٹیاں دو دن بعد ختم ہیں۔ آرزو نے کچھ دیر بعد خاموش رہتے پھر کہا۔
سہی ہے تم بھی مصروف ہو جاؤں گی پھر پڑھائی میں۔ روشنانے جواب دیا۔
ہاں مجھے موبائل چاہیے تھا۔ آرزو نے مزید کہا۔

تکے کے نیچے ہے میرا موبائل اٹھالوں میں نے نیوگیم انسٹال کی ہے تمہارے لیے۔ روشنانے مسکرا کر کہا۔

مجھے اپنا چاہیے۔ آرزو نے اٹھ کر کہا۔

اپنا مطلب۔ روشنانا سمجھی سے بولی۔

آپی یا اپنا مطلب پر سنل کیوں کی سب کے پاس ہے سوائے میرے۔ آرزو نے اٹھ کے کہا۔

آرزو گھر کے حالات تمہارے سامنے ہے پھر بھی ایسی بیجا ضد کیوں میں نے بہت سال پہلے جب ٹیوشن کے پئی سوں اور اپنی پاکٹ منی سے لیا تھا۔ روشناس کے پاس آکر پیار سے بولی۔

ہمیں نیند آرہی ہے گڈنائی ٹ۔ آرزو اس کی بات سن کے بنا اس کی طرف دیکھ کر کہتی
 کمرے سے نکل گئی روشنائی گہری سانس لی وہ جانتی تھی آرزو جس طرح چھوٹی
 بات پہ خوش ہوتی تھی ویسے ہی اداس بھی ہو جاتی تھی آرزو اپنے کمرے میں آکر
 ڈائی ری لکھنے کا سوچا وہ کرسی پہ بیٹھ کر ٹیبل سے اپنی ڈائی ری اٹھا کر ورق گردانی کی پھر
 خالی صفحہ کھول کے اس پہ لکھنے لگی اس جگہ کو وہ اپنی رائی ٹنگ ٹیبل کہتی تھی۔

ہر کوئی ی میرا ہو جائے

ایسی میری تقدیر نہیں

میں وہ شیشہ ہوں

جسکی کوئی ی تصویر نہیں

درد سے رشتہ ہے میرا

خوشیاں مجھے نصیب نہیں

مجھے بھی کوئی ی یاد کرے

میں اتنا خوش نصیب نہیں۔۔۔

لکھنے کے بعد اس نے ایک طائی رانہ نظر اس صفحے پہ ڈالی یہ اس کی پسندیدہ شاعری تھی
 اور جب وہ اداس ہوتی تھی تو یہی لکھتی تھی۔ آیاز مرید کے باپ مرید صفدر ایک

اسکول میں استاد تھے ان کی تین بچے تھے ایک آیاز مرید اور دو بیٹیاں جن میں ایک کا نام فرزانہ تو دوسری کا افسانہ نام تھا آیاز صاحب اپنے باپ کی موت کے بعد کراچی میں ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اور ایک دفتر میں نوکری کرتے تھے جن میں ان کا اچھا خاصا گزارا ہو جاتا تھا اولاد میں دو بیٹیوں کی زمینداری پڑی تو ان کے اخراجات اور پڑھائی کے خرچے کے لیے انہوں نے اپنے دفتر میں رات کی شفٹ پہ بھی نوکری کرنا شروع کی تھی تاکہ ان کی اولاد کو کسی تنگی کا احساس نہ ہو روشنا کو بڑے کالج میں داخلہ کے لیے روزینہ بیگم نے اپنے جہیز میں ماں سے ملا کچھ زیور بیچ دیا تھا جس پہ آیاز صاحب نے اعتراض تو کیا تھا پر انہوں نے یہ کہہ کر ان کو چپ کر دیا کہ وہ اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم دلانے چاہتی ہیں زیور کا کیا ہے وہ تو آتے جاتے رہے گے ابھی ان کی پڑھائی کی اہمیت رکھتی ہے پر پھر بھی روشنا کے تین سال ضائع ہو چکے تھے B.S.C کے بعد اس نے پڑھائی بند کر دی تھی اور بچوں کو گھر میں ٹیوشن دینا شروع کیا تھا تین سال یہ سلسلہ جاری رہا پھر روزینہ بیگم اور آیاز صاحب کے کہنے پہ اس نے کالج میں داخلہ کر لیا تھا جب کی آرزو ابھی فرسٹ ایئر کے ایکزامز سے فارغ ہوئی تھی وہ کہنے کو تو سترہ سال کی تھی اپنی آپنی سے چار پانچ سال چھوٹی پر اپنی باتوں اور حرکتوں سے وہ بارہ سال کی لگتی تھی وہ شوخ چنچل مزاج کی

تھی پر جب اس کو کچھ پسند آتا وہ نہ ملتا تو اس کا دل اداس ہو جاتا تھا جیسے مہنگے کپڑے خرید کر نا اس سے میچنگ جیولری سینڈل اور گھومنا پھرنا ایسے بہت سے معصوم ارمان اس کے دل میں دفن تھے مگر اس نے کبھی اظہار نہیں کیا تھا کیوں کی اس کو پتا تھا جہاں وہ رہتی تھی وہاں یہ سب ممکن نہیں اور اب اس کو اپنا موبائل خریدنے کا دل تھا جس کے ملنے کے اثر اس کو نظر نہیں آرہے تھے وہ روشنا کی نسبت کچھ صحتمند تھی جب کی روشنا کافی سمارٹ تھی آرزو خوبصورت بہت تھی اُپر سے اس کا ہیلدی ہونا گورا رنگ اور گلابی گال کالی آنکھیں گھنے بھورے سلکی بال اس کی خوبصورتی میں روشنا بھی کم تھی یہ بات روشنا کو بھی سمجھ میں آتی تھی پر وہ ان بہنوں میں نہیں تھی کے اپنی بہن کو خود سے پیارا دیکھ کر جلے اور دوسری طرف آرزو اپنی خوبصورتی سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس کو لگتا تھا کہ روشنا زیادہ پیاری ہے وجہ اس کا سمارٹ ہونا تھا اس کو اپنے موٹے ہونے پہ افسوس نہیں تھا اس کے خیال سے جو جیسا ہے اچھا ہی ہے کیوں کی وہ جانتی تھی وہ موٹی نہیں بلکہ صحتمند تھی اور ان دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔



زیادہ گھر آیا تو رات کے دو بج گئی تھی وہ جیسے ہی ہال سے گزر کر سیڑھیاں چڑھنے لگا تو اندھیرے اور رات کے سناٹے نے اس کا استقبال کیا وہ جانتا تھا سب اس وقت نیند کے مزے لوٹ رہے ہو گے ایک وہی تھا اس گھر میں جس کی کسی کو پرواہ نہ

تھی زیاد کہ تو یہی سوچ تھی وہ کمرے میں آیا اور لائی ٹ اون کر کے پورے کمرے کی جانب دیکھا جو ڈارک برائی ون کمر سے انٹرنی رکھا گیا تھا زیاد دھپ کر کے بیڈ پہ لیٹ گیا اور سامنے دیوار کو دیکھنے لگا بھوک اس کو لگی نہیں تھی کیوں کی وہ باہر سے کھا کر آیا تھا گھر میں کھانا وہ کم ہی کھاتا تھا زیاد نے گہری سانس اپنے اندر کھینچی اور آنکھیں بند کر لی کیوں کی وہ ابھی اپنا ماضی یا بچپن یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔



آج ناشتہ پہ آپ کا بڑا صاحبزادہ نہیں آیا۔ وہ اس وقت صبح کے ناشتے کے لیے ڈائی ننگ ٹیبل پہ تھے جب ابرار صاحب نے سب پہ ایک نظر دیکھ کر اسرار صاحب سے پوچھا جو سربراہی کر سی پہ بیٹھے معمول سے زیادہ سنجیدہ لگ رہے تھے۔ ہو گا اپنے کمرے میں ساری رات آوارہ گردی کرنے کے بعد گھر آیا ہو گا اور سویا ہوا ہو گا ابھی تک اور کام کیا ہے اس کا کالج تو ڈھنگ سے جایا نہیں جاتا اس سے ایک آوارہ گردی اور بد تمیزی کے رکارڈ قائم ہے اس کے۔ سمایا بیگم کو تو جیسے موقع مل گیا تھا زیاد کی شان میں کچھ بولنے کا اس لیے نخوت سے بولی۔

سمایا بیگم۔ اسرار صاحب نے تنبیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا جس پہ وہ بس ہونہہ کرتی رہ گئی پھر انہوں نے زیاد کے کام کرتے ملازم شبیر کو آواز دی۔ جی بڑے صاحب۔ شبیر فورن سے ان کے سامنے آکر سر جھکا کے بولا۔

زیاد کہاں ہے ابھی تک اٹھا نہیں کیا؟ اسرار صاحب اس سے سوال کیا۔

جی میں ان کے کمرے کے پاس گیا تھا کمرالاک تھا تو میں واپس آگیا۔ شبیر نے ان ڈائی ریکٹلی ان کو زیاد کے سونے کا بتایا۔

تمہیں جگانا چاہیے تھا اس کو۔ اسرار صاحب اس کے جواب سن کے بھرم ہوئے۔

دروازہ لاک تھا اور ان لاک بھی ہوتا تو میں کیسے جگا سکتا تھا ان کو زیاد صاحب تو پھر مجھے اپنے کمرے کی گیلری میں لیکر جا کر وہی سے گرا دیتے۔ شبیر نے منمناتے بولا۔

ایکزامز سر پہ ہیں اس کے اور ایک یہ ہے جس کو پرواہ تک نہیں۔ اسرار صاحب سر پکڑ کر بولے۔

گستاخی معاف کرئیے گا بھائی می جان مگر یہ فکر آپ اس کے بچپن میں دیکھاتے تو آج حالات مختلف ہوتے اور اب وہ ماشا اللہ سے پانچ نہیں پچیس سال کا ہے دو سال بعد اس کے بزنس کی پڑھائی پوری ہو جائے گی اس کو اب کسی کی ضرورت نہیں بیس سال پہلے تھی اس لیے آپ اس کو ٹو کننا چھوڑ دے ورنہ وہ اور باغی ہو جائے گا۔ ابرار صاحب سنجیدگی سے کہتے وہاں سے اٹھ گئیے جب کی اسرار صاحب اپنے چھوٹے بھائی می سے یہ باتیں سن کر شرمندہ ہو کر رہ گئیے۔

اور چڑھاؤ اس کو سر پر جب دیکھو اپنی منمنائی کرتا رہتا ہے۔ سمایا بیگم بڑبڑاتی ہیل کی ٹک ٹک کرتے وہ بھی اٹھ گئی ان کے جانے کے بعد اشرف عینی کشمالا زارون نے بھی اپنا بیگ اٹھایا اور کالج کے لیے نکل گئی۔

بھائی ی پتا نہیں کب ڈیڈ کو معاف کرے گی۔ وہ چاروں گاڑی میں بیٹھے تو عینی نے کہا۔

کرے گا پر شیورٹی نہیں اس بات کی کیوں کی وہ تو ہم پہ ایک نظر ڈالنا گوارا نہیں کرتا ہمارا قصور نہ ہونے پہ بھی۔ اس کی بات کا جواب فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے زارون نے دیا جب کی اشرف گاڑی چلانے میں مصروف تھا۔

ہاں یہ تو ہے پر ہم اس کے کزن ہے ہم سے بات کرنی چاہیے۔ کشمالا بیگ سے اپنا موبائل نکال کے بولی۔

ہم تو ان کے اسٹیپ سسٹر برادر ہیں نہیں کرتے ہماری کیئی جیسے بڑے بھائی کی کرتیں ہیں تو تمہاری کیسے کریگا۔ اشرف جو خاموش تھا اس کی بات پہ کہا۔

کیوں کی تم لوگ چچی سمایا کی اولاد ہو اور زیادہ بھائی کی ان سے بہت نفرت کرتے ہیں وجہ ہمیں پتا نہیں پر ہماری ماما سے تو وہ ٹھیک سے بات کرتے ہیں پھر بھی ہم سے

نہیں۔ کشمالانے ان تینوں کی جیسے بولتی بند کردی باقی کا سارا راستہ خاموشی سے کٹا تھا۔

ماہی بیگم زیاد کے کمرے کے پاس آئی اور ڈپلیکیٹ کی سے دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی جہاں رات کا سماں تھا ابھی انہوں نے پوری کمرے میں نظر گھمائی جہاں بس اندھیرا تھا وہ گہری سانس بھر کر کھڑکی کے سامنے پردے ہٹا دیئے اور گیلری کا دروازہ کھول کے سورج کی روشنی کو اندر آنے کا راستہ دیا پھر وہ ان کی نظر جہازی سائی یز بیڈ پہ پڑی جہاں زیاد اپنے اُپر کمبل لپیٹے ان کی کاروائی سے بے خبر نیند کے مزے لوٹ رہا تھا وہ چلتی اس کے پاس آئی اور اس کے چہرے سے کمبل ہٹایا جہاں اور اس کے چہرے کو دیکھا جہاں سنجیدگی نہیں بلکہ بچو جیسی معصومیت تھی ماہی بیگم نے مسکرا کر اس کے بکھرے سلکی بالوں کو اس کے ماتھے سے ہٹایا تو ماضی کی ایک بات ان کے دماغ میں آگئی جب بچپن میں زیاد ان کے پاس آتا تھا۔

چچی جان میں آپ کے ساتھ سوؤ مجھے اپنے کمرے میں ڈر لگتا ہے۔ پانچ سال زیاد کشن بازوں میں دبائے ان کے دروازے کے پاس کھڑا کہہ رہا تھا وہ اپنا سر جھٹکتی زیاد کو آواز دینے لگی۔

زیاد اٹھ جاؤ

زیاد

زیاد۔ انہوں نے اب کی زور سے اس کا نام لیا تھا زیاد کے سوئے وجود میں ہلکی سی جنبش ہوئی اور وہ اپنی آنکھیں کھول کے نا سمجھی سے ان کی طرف دیکھا اور اٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر اپنی آنکھیں مسلنے لگا۔

آپ اس وقت یہاں؟ زیاد نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا
تمہیں اٹھانے آئی تھی کیا بات ہے آج اتنی دیر تک سوتے رہے اور کیا کالج نہیں جانا
تمہیں طبیعت ٹھیک ہے نہ۔ ماہی بیگم نے بتا کر پھر سوالوں کی بوچھاڑ کر ڈالی اور آخر
میں فکر مندی سے اس کی چمکتی پیشانی پہ ہاتھ رکھ کر ٹیمپریچر چیک کرنے لگی زیاد ان کی
فکر مندی دیکھ کر مسکرایا اس طرح اس کے دائی یں گال پہ ڈمپل نظر آنے لگا جو اس
کے خوبصورت چہرے کو مزید سحر انگیز بنا رہا تھا زیاد نے ان کا ہاتھ پکڑ کر عقیدت سے
بوسہ یا اور اپنے دونوں میں لیکر بولا۔

میں ٹھیک ہوں اور میں کالج نہیں جاؤں گا چھٹی پہ ہوں اور آپ کی محبت کا شکریہ۔
زیاد سال میں جانے کتنی دفعہ تو اور تمہارے دوست خارج کیے جاتے ہو۔ ماہی بیگم اس
کی چھٹی کا مطلب سمجھتی تھی اس لیے اس کی بات کے آخر میں بولی۔

اب میں کیا کروں ان کو میرا آپسند نہیں تو۔ زیاد کندھے اچکا کر سارا الزام کالج والوں پہ لگا دیا۔

فریش ہو جاؤ تم پھر ناشتہ کرنے نیچے آ جاؤ۔ ماہی بیگم نفعی میں سر ہلاتی بولی۔
دل نہیں۔ زیاد نے جواب دیا

کھانے کا تعلق دل سے نہیں پیٹ سے ہوتا ہے۔ ماہی بیگم اس کے ماتھے پہ چپت لگا کر بولی۔

کیا بنایا شبیر نے۔ زیاد ان سے پوچھا۔

اس نے نہیں میں نے تمہارے لیے پراٹھے بنائے ہیں ناشتہ تمہاری پسند کا ہے اس لیے نو خمرے اور جلدی سے آ جاؤ پھر مل بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ ماہی بیگم اس کے اپر سے کمبل ہٹا کر بولی۔

آپ نے کیوں کیا ابھی تک ناشتہ؟ زیاد موبائل کی اسکرین آن کر کے اس پہ وقت دیکھ کر بولا جو گیارہ کا وقت بتا رہی تھی۔

کسی نے بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا اب تم سوالات کا سیکشن ختم کرو۔ ماہی بیگم اس کے کمرے کی حالت ٹھیک کرتی مصروف انداز میں بولی۔

اچھا پھر بحث ہوئی۔ زیاد تلخ مسکراہٹ چہرے پہ سجا کر بولا تو ماہی بیگم کچھ نہ بولی۔



آرزو چھت سے جا کر سوکھے کپڑے اتا کر لائو۔ زرینہ بیگم روشنا کا موبائل لیے ناول پڑھتی آرزو سے بولی۔

اماں قریب ہی تو ہے چھت آپ جا کر اٹھالائے۔ آرزو نے بنا اپنی جگہ ہلے ان کو مشورہ دیا جواب میں زرینہ بیگم نے اپنا جوتا اتار کر اس کو دے مارا جو سیدھا اس کے ہاتھ میں لگا تھا۔

بہت ہڈ حرام ہوگئی ہو تم آرزو اٹھو جاؤ جو کہا ہے وہ کرو سارا دن کرتی کیا ہو جواب بھی جواب دے رہی ہو۔ زرینہ بیگم نے ٹھیک ٹھاک اس کی کلاس لے ڈالی۔ اماں یار اتنا زور سے کون مارتا ہے۔ آرزو اپنے ہاتھ میں پھونکیں مار کر ناراض نظر اپنی ماں پہ ڈال کر کہا۔

جاتی ہو یا اور مرمت کروں۔ زرینہ بیگم نے اپنے دوسرے پیر کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

جاتی ہوں۔ آرزو موبائل صوفے پہ رکھتی برا منہ بنا کر بولی۔ یہ ڈوپٹہ پہنتی جاؤ۔ اس کو بغیر ڈوپٹے کے جاتا دیکھ کر انہوں نے آدھا صوفے اور آدھا قالین پہ لٹکتا اس کے ڈوپٹے کی طرف اشارہ کرتے نیا حکم دیا۔

اماں اپنے چھت پہ ہی جارہی ہوں کونسا باہر جو آپ ایسے بول رہی ہے۔ آرزو نے بیزار نظر اپنے ڈو پٹے پہ ڈال کر ان سے بولی اس وقت آرزو پیرٹ کلر کے گول فراق اور اور پاجامے میں تھی پیرٹ کلر اس کے چہرے کے رنگ پہ کھل اٹھا تھا بالوں کی اس نے چوٹی بنا رکھی تھی جو پیچھے کمرے پہ جھول رہی تھی وہ ایسے ہی اپنے حلیے سے لا پرواہ رہتی تھی مگر زرینہ بیگم کو اس کی یہ بات بری لگتی تھی کم عمری اور اس کی خوبصورتی ان کو ہر وقت پریشان رکھتی تھی وجہ آرزو کا شوخ مزاج اور نا سمجھ ہونا تھا جو کسی بات پہ نا غور کرتی تھی اور نہ کچھ سمجھتی تھی۔

آرزو ہر بات پہ ضد نہ کیا کرو چھت پہ پورا محلا نظر آتا ہے جہاں آوارہ لڑکے بھی ہوتے ہیں اور تم جو بس ایسے ہی دندناتی پھرتی ہو۔ زرینہ بیگم نے تنگ ہو کر کہا یہ لیں پہن لیا۔ آرزو ڈو پٹے اپنے سر پہ پہنتی بولی اور چھت پہ چلی گئی اور وہ جیسے ہی وہ کپڑے اٹھانے لگی سامنے والی چھت پہ کھڑے لڑکے نے اس کو دیکھ کر کہا بڑے وقت بعد اپنا دیدار کروایا ہے۔

بکو اس بند کرو اپنی۔ آرزو نے غصے سے متمتاتے چہرے سے اس کو گھور کر کہا جو اس کی ہی ہم عمر کا تھا۔

کیا بات ہے اپنے غبارے جیسی شکل میں گیس کیوں فل کی ہے۔ وہ اب دیوار پار کرتا اس کے سامنے آکر بولا۔

خبردار عاشر جو تم نے میرے چہرے کو غبار اکھا تو۔ آرزو نے ہاتھ کی انگلی سے اس کو وارن کرنے والے انداز میں کہا۔

اچھا بابا اچھا نہیں کہتا میں کچھ۔ لڑکا جس کا نام عاشر تھا وہ اپنے ہاتھ کھڑے کرتا بولا۔

بیٹھو۔ آرزو نے پاس پڑی چار پائی پہ بیٹھ کر اس کو بھی بیٹھنے کا کہا۔

نوازش۔ عاشر اس کے کچھ فاصلے پہ بیٹھ کر آنکھ و نک کرتا بولا۔

تم چھت پہ کیا کر رہے تھے۔ آرزو نے کھوجنے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا

کچھ نہیں بس گھر میں گھٹن ہو رہی تھی تو یہاں تازی ہوا لینے چلا آیا۔ عاشر تو پہلے اس کے اس طرح پوچھنے پہ گڑ بڑا گیا پھر کچھ سنبھل کے کہا۔

یہ جنوری میں تمہیں کونسی گھٹن ہو رہی تھی جو تم دھوپ میں بیٹھنے کے بجائے چھت پہ چلے آئے۔ آرزو کو اس کی بات پہ یقین نہیں آیا۔

میری چھوڑو تم بتاؤ اتنی غصے میں کیوں تھی پہلے۔ عاشر نے باتوں کا رخ اس کی طرف موڑا۔

یہ دیکھو۔ آرزو نے اپنا ہاتھ اس کی طرف کر کے کہا جہاں زرینہ بیگم کا جوتا لگنے پہ اس کے ہاتھ کی پشت پہ اسکن پہ کھڑوچ آگئی تھی اور لال نشان بن گیا تھا آرزو کی اسکن کچھ زیادہ ہی ملائی م نرم تھی۔

خالا سے پھر جوتا پڑا۔ عاشر اس کا ہاتھ تھام کر بولا اور نرمی سے وہاں اپنی انگلیاں گھمانے لگا۔

اور نہیں تو کیا۔ آرزو نے شکایت کرنے والے انداز میں کہا۔
اچھا موڈ خراب نہ کرو تم اپنا میں تمہیں اپنی بائی یک پہ آئی سکریم کھلانے لے جاتا ہوں۔ عاشر نے اس کو بچوں کی طرح پچکار کے کہا۔
پئی سے تم بھرو گے۔ آرزو خوش ہوتے بولی۔

بلکل تم نے کب اپنی منی مجھے دی ہے۔ عاشر اس کا ہانچ چھوڑ کے بولا۔
تو بہ اب ایسا بھی نہیں اور تم آج مجھ پر اتنے مہربان کیوں ہو رہے ہو۔ آرزو نے مشکوک نظروں سے اس کو دیکھ کر سوال کیا

آرزو پلیز یہ جاسوس کم بنا کرو تم میرا موڈ آج ٹھیک تھا تو سوچا تمہیں آفر کروں ویسے بھی میری پیاری اور موٹو کزن پلس دوست ہو۔ عاشر نے اس کا گال کھینچ کر کہا۔
چلو پھر اور بائی یک آرام سے چلانا۔ آرزو اٹھتی اس کو ہدایت دیتی بولی۔

تم یہ کپڑے خالا کو دے آؤ اور ان سے اجازت لو تب تک میں چلیج کر لوں۔ عاشر دیوار
دوبارہ پار کرتے بولا۔

اوکے۔ آرزو کہتی بھاگ کر سیڑھیاں اترنے لگی۔

اتنی دیر کیوں کی۔ وہ جیسے ہی کپڑے زرینہ بیگم کے پاس رکھنے لگی تو انہوں نے پوچھا
عاشر سے باتیں کی اور اب میں اس کے ساتھ باہر جا رہی ہوں آئی سکریم
کھانے۔ اجازت کیا لینی تھی آرزو سیدھا ان کو بتایا۔

تمہارے بابا کو عاشر سے اس طرح بات کرنا اور باہر جانا پسند نہیں۔ زرینہ بیگم نے
بتایا۔

کیوں خالا کا بیٹا ہے ہمارا اور میری عمر کا آپ تو جانتی ہیں ہماری کتنی اچھی دوستی
ہے۔ آرزو اپنے بال ٹھیک کر کے بولی۔

وہی تو میرا تنانیک فرمانبردار بھانجہ ہے۔ زرینہ بیگم نے کپڑے تہہ کر کے بولی۔
اچھا میں جا رہی ہوں۔ اس سے پہلے وہ اپنے بھانجے کی اور تعریف کرتی آرزو اپنا ڈوپٹہ
سنجھالتی باہر چلی گئی۔

اسلام علیکم خالا۔ آرزو دبے پاؤں لائی ونج میں آتی نصرت بیگم کو پیچھے اپنے حصار لیکر
بولی۔

و علیکم اسلام۔ مجھے تم سے بات نہیں کرنی۔ انہوں نے اس کے ہاتھ ہٹا کر ناراضگی سے بولی۔

ہائے یہ ظلم کیوں۔ آرزوان کی بات سن کر اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر ڈرامائی انداز میں بولی۔

یہ سامنے گھر ہے پھر تم لوگوں کو توفیق نہیں کے اپنی خالا سے ان کی خیر خبر پوچھے۔ وہ صوفے پہ بیٹھتی ہنوز ناراض بھرے لہجے میں بولی ان کی بات پہ آرزو نے زبان دانتوں تلے دبائی تھی عاشق بلیک شلوار قمیص پہن کر وہاں آیا آرزو کو ایسے کرتے دیکھ کر مسکرا کر نفعی میں سر ہلانے لگا اور اپنی ماں کے ساتھ بیٹھ گیا

ماشاء اللہ میرا بیٹا کتنا پیارا لگ رہا ہے۔ نصرت بیگم عاشق کی بلائے لیتی بولی جو مسکرا رہا تھا آخر کو آرزو کا کزن پلس دوست تھا ایک جیسی خصوصیت تو ہو گی نہ اتنا بھی نہیں۔ آرزو منہ بسور کے بولی

تم تو جلتی ہی رہنا میری خوبصورتی سے۔ عاشق اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بولا جس پہ آرزو نے اس کو زبان دیکھائی۔

اچھا خالا آپ اب مسکرا کر مجھے دیکھے تو ہم باہر جائے۔ آرزو ان کے پاس آکر بولی۔

امی جان کر دے معاف اس کو بیچاری تازہ جو تاخالا سے کھا کر آئی ی ہے۔ عاشر نے
صوفے پہ پشت ٹیکا کر اپنی ماں سے کہا۔

زرینہ کا تو دماغ خراب ہے بھلا جو ان بچی کو ایسے مارتا کون ہے۔ عاشر کی بات پہ وہ اپنی
نارا ضلگی بھول کر آرزو کو اپنے ساتھ بیٹھا کر بولی۔

اب ان کو کون سمجھائے۔ آرزو نے معصومیت سے کہا۔

اب چلنا ہے کے نہیں۔ عاشر اس کی ایکٹنگ دیکھتا بولا۔

چلنا ہے کیوں نہیں چلنا مجال ہے جو دو گھڑی بات کرنے دو۔ آرزو اٹھ کر رے تپ کے
بولی۔

دو گھڑی تمہاری ختم بھی تو ہو۔ عاشر اور وہ بحث کرتے باہر تک آگئی تھیں۔

عاشر پھر سے کہہ رہی ہوں آرام سے بائی یک چلانا۔ آرزو اس کے پیچھے بیٹھتی بولی۔

بے فکر رہو۔ عاشر نے کہا اور بائی یک اسٹارٹ کر دی۔



یہ آج کالج میں سب کیا بات کر رہے ہیں؟ روشنائے اپنے ڈپارٹمنٹ کی لڑکی سے پوچھا
جس سے اس کی اچھی بات چیت ہو گئی تھی۔

وہ دراصل کل ہمارے جو سینئر ہیں ان کا آپس میں جگھڑا ہو گیا تھا بس اس کے

مطلق سب گوسپ کر رہے ہیں۔ علیزہ نے جواب دیا

اوو کیا جھگڑا زیادہ ہوا تھا اور کس بات پہ۔ روشنانے تجسس سے پوچھا۔
 کوئی خاص وجہ نہیں تھی بس A گروپ اور زیادہ اسرار کے دوستوں کی نہیں بنتی
 ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا ہوا اور اسپورٹس میں مقابلہ جو کوئی کو میپٹیشن ہو وہ
 ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں زیادہ کالک بہت اچھا ہے ہر بار وہی جیت
 جاتا ہے۔ علیزہ نے تفصیل سے بتایا۔

اچھا مطلب امیر باپ کی بگڑی اولادیں ہیں۔ روشنانے کہا
 ایسا ہی پر تم زیادہ کو دیکھو گی نہ قسم سے دل دے بیٹھو گی وہ اتنا ہینڈ سم ہے جس کی کوئی
 حد نہیں اپر سے اس کا ایڈیوڈیلو جو ہمیشہ ہائے رہتا ہے جو اس کی شخصیت کو اور
 خوبصورت بناتا ہے پر وہ کبھی مسکراتا نہیں اگر مسکرائے گا تو نجانے کتنی لڑکیوں نے
 جان دینی ہے اس کے اُپر۔ علیزہ نے اب کی فدا ہونے والے انداز میں کہا۔
 اتنا بھی خوبصورت نہیں ہو گا جتنا تم بتا رہی ہو۔ روشنانے کتاب کھول کر کہا۔
 تم نے دیکھا نہیں نہ اس لیے۔ علیزہ نے اس کی بات ہوا میں اڑائی۔
 امیر لوگ خوبصورت نہ بھی ہو تو ان کے پئی سے ان کو خوبصورت بنا ہی دیتے
 ہیں۔ روشنا ابھی تک اپنی بات پہ قائم تھی۔

اچھا ایک منٹ رکنا۔ علیزہ نے کہا اور ہاتھ بیگ کی اندر ڈال کر اپنا کلچ نکالا اس میں موبائل نکال کر اس نے FB میں زیادہ اکائی ونٹ کھول کر اس کی تصاویریں روشنا کے سامنے کی۔

یہ ہو؟ روشنا نے جیسے ہی زیادہ کی تصویر دیکھی جس میں وہ اسپورٹس ڈریس میں تھا اور ایک ہاتھ میں بال تھا مے کھڑا تھا چہرے پہ ہنوز سنجیدگی رقم تھی۔

ہاں پیارا ہے نہ۔ علیزہ نے اس کے تاثرات دیکھے بنا کہا بلکل نہیں ایک نمبر کا گھمنڈی ہے یہ لڑکا میری ملاقات ہوئی تھی ایک دفعہ اس سے بد تمیز کہیں کا۔ روشنا پھٹ پڑی۔

بد تمیز تو نہیں بس زبان کو کچھ تیز ہے۔ علیزہ نے مسکرا کر زیادہ کی تصویر دیکھ کر کہا۔ سارا موڈ ہی میرا خراب کر دیا۔ روشنا کتاب زور سے بند کرتی بولی۔

اففف روشنا حد ہے ایک ملاقات میں تم کسی کے بارے میں رائے کیسے قائم کر سکتی ہو اور جس کو ہم جانتے نہ ہو اس کے بارے میں ایسے کچھ غلط نہیں کہنا چاہیے۔ علیزہ نے اب کی بار اس کو ٹوک کر کہا۔

ملاقات نہیں تھی بس اتفاقی ٹکراؤ تھا اس سے زیادہ نہیں۔ روشنا نے اس کی غلط فہمی دور کی۔

ایک ہی بات ہے۔ علیزہ نے کہا روشنا کچھ کہتی کے ایک لڑکا ان کی کلاس میں آکر سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

گائی یز تم لوگ یہاں بیٹھے ہو باہر زیادہ اسرار کا فادر ایڈ من کے آفس میں ہے۔ لڑکے نے کسی اینکر کی طرح ان کو خبر پچائی ی۔

کیوں کیا سب کے فادر زہے؟۔ کلاس میں ایک لڑکے نے پوچھا۔

نہیں سنا ہے زیادہ نے ایڈ من سے روڈی بات کی تھی شاید اس لیے اس کا باپ آیا ہے بس۔ وہ لڑکا کہہ کر دوبارہ وہاں سے نکل گیا۔

دیکھا جس انسان کی استاد کی عزت یا اس کی عمر کا لحاظ نہ ہو وہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اس کے جانے کے بعد روشنا نے علیزہ سے کہا

کہاں نہ بس زبان کا تیز ہے۔ علیزہ نے ابھی بھی زیادہ کی طرف داری کی تو روشنا نے اس کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔

میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ اسرار صاحب نے ایڈ من وقار سے کہا جوان کو ساری بات بتا چکے تھے۔

ہم آپ کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتے تھے زیادہ بچہ نہیں آپ کو ان کے والد ہے آپ کافر ض ہے ان کو صحیح غلط بتائی یں زیادہ اس عمر سے گزر چکا ہے جہاں ٹیچر بچوں کو اخلاق

سکھاتی ہے پر ان سب میں والدین کا کردار بھی اہم ہوتا ہے زیادہ جوان ہے وہ اب ہم جب اس کو حسن اخلاق کا کچھ بتاتے بھی ہیں نہ تو وہ اس طرح دیکھتا ہے کہ ہم شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ ایڈمن وقار نے سنجیدگی سے کہا۔

میں جانتا ہوں پر وہ اپنی ماں کے جانے کے بعد ایسے ہی ہو گیا ہے وہ بچپن سے ہی کو مپلیکس کا شکار ہے۔ اسرار صاحب نے اپنی طرف سے دلیل دی۔

بچے ایسے ہی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتے ان کو وہ محسوس کروایا جاتا ہے تبھی ہو جاتا ہے وہ اور زیادہ کے پاس تو سب کچھ ہے جو انسان چاہتا ہے خوبصورت ہے زہین ہے اور مالدار بھی ہے میں امید نہیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے بچپن میں اس کو ہر آسائش دی ہوگی مگر پھر بھی زیادہ کا ایسا رویہ صرف اس کے بد تمیز ہونے کی وجہ سے تو نہیں۔ ایڈمن وقار نے کہا

آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اسرار صاحب نے ان کی بات کا مطلب جاننا چاہا۔
کبھی کبھار بچوں کو چیزوں کے علاوہ بھی کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ہوتی ہے تو جھ پیار وقت جو وہ اپنے والدین سے چاہتا ہے مگر جس طرح آپ کا کہنا ہے وہ اپنی ماں کے جانے کے بعد ایسا ہوا ہے تو اس میں زیادہ کی نہیں آپ کی غلطی ہے کم عمری میں ماں کی وفات بچوں کے لیے صدمہ ہوتا ہے وہ یہ تو نہیں جانتا بھلا پانچ سال کے بچے کو کیا پتا

کے مرنا کس کو بولتے ہیں جب زیاد کی ماں کا اس دنیا سے چلی گئی تو آپ کا فرض تھا اس کو ماں باپ دونوں کا پیار دینا اس کو اکیلا محسوس نہ کرواتے اس کو اتنا پیار دیتے کہ وہ اپنی ماں کی کمی محسوس نہ کر پاتا جب وہ رات کو ڈرتا تو اس کے پاس چھپنے کے لیے ماں کا آنچل نہ ہوتا تو باپ کا ساتھ ہوتا اگر وہ غلطی کرتا تو اس کی غلطی پہ پر دا ڈالنے والی ماں نہ ہوتی تو باپ ہوتا جو اس کو غلطی کا احساس بھی کرواتا اور دوبارہ ایسے نہ کرنے کا بھی کہتا مگر افسوس آپ نے اس کو ایسا کچھ محسوس نہیں کروایا یہ آپ کا گھر کا مسیٰ لا ہے مجھے کہنا تو نہیں چاہیے تھا پر میں کہنے سے خود کو باز نہ رکھ پایا۔ ایڈمن وقار نے ان کو اپنی غلطیاں بتائی جن سے وہ نظریں چڑاتے تھے۔

میں نے دوسری شادی کی تھی تو بس زیاد کی وجہ سے مگر۔ اسرار صاحب شرمندگی کی وجہ سے مزید بول نہ پائے۔

آپ زیاد کو سمجھائے اس سے بات کرے اور اپنی محبت کا یقین دلائے اگر دیکھا جائے تو اتنی دیر نہیں۔ ایڈمن وقار نے ان کو مشورہ دیا۔

کوشش تو یہی ہے اب۔ اسرار صاحب نے تھکن زدہ سانس خارج کرتے کہا اور ان سے ہاتھ ملا کر واپسی کے لیے نکل گئیے کار میں بیٹھ کر انہوں نے ڈرائیور کو کار آفس

کے راستے کی طرف چلانے کا کہا ان کے دماغ میں اب زیادہ کے بچپن کی باتیں التجائے اور غصے کی یادیں تھیں۔

ڈیڈ آپ جس عورت کو لائے ہے وہ مجھ پہ بہت غصہ کرتی ہے ان کو گھر سے نکالے۔ پانچ سال زیادہ اپنے باپ کے کمرے میں آکر کہا جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اپنی ٹائی کی باندھ رہے تھے۔

وہ عورت اب تمہاری ماں ہے اس لیے اس کی ہر بات مانا کرو۔ اسرار صاحب اس کے پاس پنچو کے بل بیٹھ کر بولیں۔

وہ میری ماں نہیں دادی بتاتی ہیں کے میری امی جان جنت میں ہے اور جنت میں جانے والے لوگ واپس نہیں آتے۔ زیادہ ان کی بات رد کی۔

وہ اب تمہاری ماں نہیں اب جو میں نے کہا اس پہ عمل کرو مجھے شکایت نہ ملے تمہاری اس سے۔ اسرار صاحب اب کی کچھ سخت ہوئے۔

ماں ایک ہوتی ہے اور کوئی میری ماں کی جگہ نہیں لے سکتا۔ زیادہ اپنے باپ کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

زیادہ جاؤ اب اسکول جانے کی تیاری کرو بحث مت کرو۔ اسرار صاحب اٹھ کر بولے۔

پر

جاؤ۔ اسرار صاحب اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بولے جس پہ زیاد منہ لٹکاتا باہر نکل گیا۔

ڈیڈ مجھے اپنے کمرے میں ڈر لگتا ہے وہاں اندھیرا ہوتا ہے۔ سردیو کی موسم تھی جب رات کے گیارہ بجے کے قریب زیاد سلیپنگ ڈریس پہننے ان کے کمرے کے باہر کھڑا ڈرتے ہوئے بتا رہا تھا۔

زیاد اب تم بچے نہیں چھ سال کے ہونے والے ہو بہادر بنو۔ اسرار صاحب اپنے گائیون کی ڈوریاں بند کرتے بولے۔

مجھے آپ ساتھ سونا ہے۔ زیاد نے ان کے ساتھ چپک کر کہا۔
ایک تو تمہارا یہ لڑکا اتنا ڈرامے باز ہے ہر وقت بس اسٹینشن چاہیے ہوتی ہے بس۔ سمایا بیگم نیند سے بھری آنکھیں لیے زیاد کو دیکھ کر بولی۔

آپ چپ کرے میں اپنے ڈیڈ سے بات کر رہا ہوں۔ زیاد نے ناگواری سے کہا۔
یہ کیا بد تمیزی ہے زیان ماں ہے وہ تمہاری۔ اسرار صاحب نے اس کو ڈنپٹا جب کی سمایا بیگم اس کو ایسے گھور رہی تھی جیسے نظروں ہی نظروں میں کھا جانے کا ارادہ ہو۔
وہاں اندھیرا ہے ڈیڈ عجیب سی آوازیں آتی ہیں۔ زیاد نے ان کی بات سنی ہی نہیں۔

تولائی پیٹ آن کر کے سو جاؤ پر یہاں آ کر ہماری نیند خراب نہیں کرو۔ سمایا بیگم اس کو بازوؤں سے پکڑتی کمرے سے باہر کر کے بولی اور دروازہ ٹھاہ کی آواز سے بند کیا دروازے کے باہر کھڑا زیاد بھرائی آنکھوں سے بند دروازے کو دیکھا اور وہی دیوار سے لگ کر سکڑ کر بیٹھ گیا گھٹنوں کے اطراف اپنے چھوٹے بازوؤں کا حصار بناتے اپنا سر چھپا دیا۔

یہ میرا ٹفن ہے۔ سات سال زیاد نے سمایا بیگم کو اپنے اسکول بیگ سے ٹفن نکال کے دیکھا تو ان کے ہاتھ سے ٹفن چھین کر بولا۔

یہ مجھے دو واپس۔ سمایا بیگم اپنے بھاری وجود کو سنبھالتی غصے اس کی طرف بڑھ کر بولی ان کو پریگنٹ ہوئے آٹھواں مہینہ تھا۔

کیوں آپ کے باپ کا مال ہے جب دیکھو تب میرے معاملات میں گھستی رہتی ہیں اور اب میرے ٹفن تک بھی پہنچ گئی۔ زیاد بد تمیزی سے بولا دو سال سے اس کی معصومیت سمایا بیگم اور اپنے باپ کے رویے سے ختم ہوتی جا رہی تھی جہاں اس کچی عمر میں بچے اپنے کھیل کود میں مگن ہوتے ہیں وہی زیاد اب بس سمایا بیگم کی سازشوں سے خود کو بچانے کی کوششوں میں ہوتا تھا۔

منحوس دور ہٹو میری نظروں کے سامنے سے یہ تربیت کی تھی تمہاری ماں نے۔ سمایا بیگم اس کی بد تمیزی دیکھ کر بھڑک اٹھی۔

دور تو آپ ہٹے یہ میرا کمرہ ہے اس لیے اپنا سؤ کلو کا وزن اٹھا کر نکلے یہاں سے۔ زیاد بنالفاظ کیے ان کے وجود پہ ٹونٹ مار کر بولا۔

آنے دو اسرار کو بتاتی ہوں تمہارے کرتوت میں۔ سمایا بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا وہ سات سال زیاد کو کہاں پہنچا دیتی پر حمل میں ہونے کی وجہ سے وہ کنٹرول کیے ہوئے تھی۔

اور کام ہی کیا ہے چغل خوری کرنے کے علاوہ۔ زیاد ریک سے اپنا اسکول شوز نکالتا بیزار شکل بنائے بولا۔

شکل سے جتنے خوبصورت ہو اخلاق میں اتنے ہی بد صورت جانے کیا سکھایا تمہاری ماں نے پانچ سال میں تمہیں۔ سمایا بیگم نے تیکھی نظریں زیاد پہ ڈال کے دوبارہ اس کی ماں کا طعنہ دے کر کہا جانتی تھی اپنی ماں کے زکر پہ کیسے وہ آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔

اللہ کا شکر شکل سے ہی سہی خوبصورت تو بنایا مگر آپ کو صورت اور سیرت دونوں سے ہی محروم رکھا اور میری ماں کی بات تو نہ ہی کرے تو بہتر ہے یہ ان کی تربیت ہی ہے جو میں آپ کو برداشت کر رہا ہوں ورنہ کب کا میرے کمرے اور گھر کے باہر ہوتی۔ زیاد

تمسخر سے کہتا اپنا بیگ پہن کر جانے لگا جب کی سمایا بیگم منہ کھولے اس کو جاتا دیکھتی رہی اس کو زیاد کہیں سے بھی سات سال کا بچہ نہ لگا۔
ابھی سے ایسی دھمکیاں دے رہا ہے بڑا ہو کر تو پتا نہیں کیا کرے گا کمبخت۔ سمایا بیگم بڑبڑائی۔

ڈیڈ آپ کی بیوی جھوٹ بول رہی ہے میں نے اشرف کو سیڑھیوں سے نہیں گرایا۔ دس سال زیادہ لائی ونج میں اپنے باپ سے کہا جو کڑے تیوروں سے اس کو گھور رہے تھے جب کی ایک سینٹر صوفے پہ اس کی دادی الماس بیھٹی تھی سمایا بیگم بھی وہی کھڑی تھی۔

ہمت دیکھو اس چٹان بھر کے لڑکے کی میرے بیٹے کو زخمی کر کے کیسے نڈر انداز میں جھوٹا کہہ رہا ہے مجھ کو۔ سمایا بیگم زیادہ کو نفرت سے دیکھ کر بولی۔

زیادہ کیا آپ کی بیوی بولتے رہتے ہو ماں ہے تمہاری اور تمہیں زرہ شرم نہیں آئی اپنے سے چھوٹے بھائی کی کو تکلیف دیتے۔ اسرار صاحب نے غصے سے زیادہ سے استفسار کیا

ایک دفعہ اس کی سن تولو۔ الماس بیگم کمزور آواز میں بولی۔

ڈیڈ آپ کی بیوی تو ہے ہی مکار۔ زیاد حقارت سے سما یا بیگم کو دیکھ کر کہا اسرار صاحب کے ہاتھ اٹھا تھا اس کے نازک گال پہ زیاد بے ساختہ نیچے گر گیا اور شک سے اپنے باپ کو دیکھنے لگا۔

یہ تربیت ہے تمہاری جو باپ کے سامنے ایسی زبان استعمال کر رہے ہو اس کے لیے اسکول بھیجتے ہیں تمہیں کے وہاں سے بد اخلاقی سیکھ کر آؤ۔ اسرار صاحب نے تیز آواز میں اس کو کہا سما یا بیگم شیطانی مسکراہٹ سے زیاد کو دیکھنے لگی الماس بیگم کے جیسے کلیجے میں ہاتھ ڈالا ہو کسی نے۔

میں جھوٹ نہیں بولتا۔ زیاد موٹے موٹے آنسو اپنی آنکھوں میں لیکر بولا۔
تسلیم کرو کہ تم نے اشرف کو دھکا دیا ہے اور سما یا سے معافی مانگو۔ اسرار صاحب حکیمہ لہجے میں کہا۔

میں دونوں کا نام نہیں کروں گا نہ تو میں نے اس کو دھکا دیا اور نہ ہی یہ معافی کے قابل ہے۔ زیاد اپنی آنکھیں صاف کرتا بولا۔

تم ایسے نہیں مانو گے۔ اسرار صاحب نے اس کو دیکھا پھر ملازم کو بولانے لگا

دین کا کا

دین کا کا۔

جی مالک۔ پچاس سال آدمی فورن سے ان کے سامنے آیا۔
 زیادہ کو اسٹور روم میں لے جاؤ اور کمرے کو لاک کر نائب تک نہ کھولنا جب تک یہ سچ نہ
 بول دے بہت برداشت کر لی اس کی بد تمیزی اب اور نہیں۔ اسرار صاحب نے
 سفاکیت سے ان کو حکم دیا۔

ڈیڈ میری بات کا یقین کرے ایسے مجھ کو سزا نہ دے۔ زیادہ ان کے پیروں پہ ہاتھ ڈال
 کر بولا۔

سنا نہیں تم نے۔ اسرار صاحب نے دین کا کا سے کہا جو رحم بھری نظروں زیادہ کو دیکھ
 رہے تھے۔

صاحب بچہ ہے معاف کر دے اسٹور روم میں اندھیرا ہوتا ہے اور چوہے ہوتے ہیں زیادہ
 بابا کو تو اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔ دین کا کا نے آخر مجبور ہو کر بول پڑے۔

بچہ اگر حد سے بڑھ جائے تو اس کو ایسی سزا ملنی چاہیے تاکہ دوبارہ نہ وہ زبان درازی
 کرے اور نہ اپنے چھوٹے بھائی کی پہ تشدد۔ اسرار صاحب اپنی بات قائم رکھی۔
 ڈیڈ میں آپ کو معاف نہیں کروں گا کبھی بھی نہیں۔ زیادہ روتے ہوئے بولا اور بھاگ
 کر خود ہی اسٹور روم کے راستے چلا گیا اس کے لہجے میں جانے کیا تھا جس پہ اسرار
 صاحب کچھ پل ساکت سے رہ گئی۔

معافی تو ابھی تمہیں مانگنی پڑے گی۔ سمایا بیگم بڑ بڑا ہٹ میں بولی۔
 تم نے زیادہ کو بہت دور کر دیا ہے خود سے بہت دور دعا ہے کہ وہ تمہیں خود سے دور نہ
 کرے ورنہ ساری زندگی پچھتاتے رہو گے۔ الماس بیگم رنجیدہ آواز میں بولی۔
 صاحب

صاحب آفس آگیا۔ وہ جو پرانی یادوں میں گم تھے ڈرائیور کی آواز سن کر ہوش میں
 آئے۔

کچھ کہا تم نے۔ وہ جیسے گہری نیند سے جاگ اٹھے۔
 جی وہ دس منٹ سے آپ کو پکار رہا تھا آفس پہنچ گئی ہیں۔ ڈرائیور نے سامنے
 لگے مرر سے ان کو دیکھ کر کہا۔

اچھا۔ اسرار صاحب نے محض سر ہلایا ان کو اپنی آنکھوں میں کچھ گیلا محسوس ہوا وہ
 کار سے اتر کر اپنی آنکھوں کے نم گوشے کو صاف کیا اور آفس جانے کے لیے قدم
 بڑھانے لگے۔

کبھی کبھی زندگی میں انسان وہ کر گزرتا ہے جس کا کبھی اس نے سوچا بھی نہیں ہوتا
 زندگی کا مطلب ہی شاید پہیلی ہے جو کبھی کوئی ی سبجھا ہی نہ پایا اور نہ جان پایا کہ وہ کرنا
 کیا چاہتا ہے اور کر گیا گزرتا ہے کبھی سہی راستے پہ چلنے کی امنگ کرتا ہے تو کبھی کبھی

گمراہی کی دلدل میں پھنس پڑتا ہے کہنے کو تو انسان عبادت کرنے کے لیے اس دنیا میں آیا ہے مگر وہ دنیا کی رنگینیوں میں اپنا مقصد بھول جاتا ہے اور یہی سوچتا ہے کہ جو ہے یہی ہے اور کچھ نہیں۔



اللہ ایسے دن ہمیں بھی نصیب کرے۔ وقاص نے حسرت سے آئی سکریم پارلر کے باہر سچے ٹیبل اور اس کے گرد کرسیاں رکھے ایک پہ بیٹھا وہ اپنے سے دور بائی یک پہ بیٹھے آرزو اور عاشر کی طرف دیکھ کر ان تینوں سے کہا زیادہ موبائل میں بڑی تھا احمد کچھ بیزار سا تھا جب کی علیدا ان اس کی بے تکی باتیں سن رہا تھا۔

شرم کرو وقاص بچے ہیں وہ۔ علیدا ان نے گھور کر کہا۔

ہاں تو بچے کیا ایسے کھلے عام رومانٹک طریقے سے آئی سکریم کھاتے ہیں۔ وقاص نے کہا اس کی بات پہ احمد نے پیچھے مڑ کر دیکھا کیوں کی وقاص سامنے دیکھ رہا تھا اور احمد کی وہاں پشت تھی جب کی علیدا ان دائی یں تو زیادہ بائی یں طرف بیٹھے تھے بیچ میں ٹیبل پڑا تھا۔

اس میں رومانٹک کیا ہے؟ احمد اپنا چہرہ دوبارہ سے وقاص کی طرف موڑ کر کہا

تم لوگوں کو وہ نظر نہیں آ رہا جو مجھے آ رہا ہے۔ وقاص کسی ماہر جاسوس کے انداز میں بولا۔

آ رہا ہے نظر مگر وہ سوچ نہیں آرہی جو تمہارے دماغ میں آئی ی ہے۔ علیدا ان نے جواب میں کہا۔

ہاں اور نہیں تو بہن بھائی ی بھی تو ہو سکتے ہیں لڑکی کو آئی سکریم ٹھیک سے کھانی نہیں آرہی تو اس لیے وہ لڑکا ایک ہاتھ سے اپنی آئی سکریم کھا رہا ہے اور دوسرے سے اس لڑکی کا چہرہ صاف کر رہا ہے جو آئی سکریم سے بھرا ہوا ہے۔ احمد نے بھی اس کی بات کو غلط کیا

کیا پتا ڈیٹ پہ آئے ہو۔ وقاص نے رازدانہ انداز میں کہا جب کی زیاد وہاں ہو کر بھی نہیں تھا اس کا سارا دھیان موبائل یوز کرنے میں تھا۔
ان کی عمر دیکھو سترہ اٹھارہ کے بیچ کی ہوگی اور ضروری تو نہیں کے لڑکا لڑکی اگر ساتھ ہو تو ان کے بیچ یہی ایک رشتہ ہو اور کوئی ی بھی تو ہو سکتا ہے جیسے بہن بھائی ی کا دوست ہونا یہ کزنز ہونا مگر نہیں ہمارے دماغ میں ایک ہی سوچ ہوگی کے ان کا چکر ہو گا دوسری طرف تو ہمارا دھیان ہو گا ہی نہیں جائے گا۔ علیدا ان نے جزباتی تقریر کر ڈالی۔

میں تو بس جسٹ ایسے ہی بول رہا تھا تم تو جزباتی ہی ہو گئی۔ وقاص برا منہ بنا کر بولا

جو بھی پر تم دیکھو بچی کے چہرے پر تو معصومیت ہے ہم دور سے بھی دیکھ سکتے ہیں مگر بچے کے چہرے پر بھی کئی گنا معصومیت ہے ابھی ان کے دماغ میں وہ بات نہیں ہوگی جیسے تم رومانٹک انداز بول رہے تھے وہ اپنی طرف سے نارملی انداز میں آئی سکریم کھا رہے ہیں۔ علیدا نے آرزو کو بچی تو عاشق کو بچہ کہہ ڈالا علیدا ان کی بات پہ زیادہ کا دھیان پہلی دفعہ وہاں گیا اور ان کے سر اٹھا کر بائیں طرف دیکھا جہاں آرزو بائیں یک پہ بیٹھی بچوں انداز میں آدھی آئی سکریم کھا رہی تھی تو آدھی چہرے پہ لگا رہی تھی اور چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ بھی تھی جب کی ساتھ کھڑا لڑکا جو عاشق تھا رومال سے اس کا چہرہ صاف بھی کر رہا تھا مسلسل کچھ کہہ بھی رہا تھا اس کے چہرے کے تاثرات سے زیادہ کو یہی لگا کے اس کو ڈانٹ رہا تھا کیوں کی عاشق کے چہرے پہ کچھ غصے کی رمت بھی ظاہر تھی زیادہ ایک نظر ان پہ ڈالتا اپنے کام میں مشغول ہو گیا جو کی اس وقت موبائل یوز کرنا تھا۔

ہاں بچی ہے تو بہت خوبصورت گول مٹول سی۔ وقاص ہنس کے بولا جب کی اس کے گول مٹول کہنے پہ احمد اور علیدا بھی ہنس دیئے مگر زیادہ نے کوئی تاثر نہیں دیا۔ یار شادی کے بعد اس لڑکی نے پہلی فرصت میں تمہارا موبائل توڑ ڈالنا ہے۔ علیدا ان زیادہ کے ہاتھ سے موبائل کھینچ کر بولا۔

میں شادی کروں تب نہ۔ زیادنے بے فکری سے کہا۔

کرو گے تو صحیح تم شادی پھر دیکھنا روز تمہارے موبائی ل کے ٹوٹنے کی خبر ملے گی

ہمیں۔ وقاص آنکھ و نک کرتے زیاد سے کہا اور آخر میں احمد سے تالی ملائی۔

کسی میں اتنی ہمت نہیں کے میری چیزوں پہ اختلاف کرے۔ زیاد علید ان نے موبائل

لیتا مغرور لہجے میں بولا

کسی کی بات ہم کرے بھی نہیں رہے ہم تو بیوی کا بول رہے ہیں اور وہ کچھ بھی کر سکتی

ہے۔ احمد نے اس کی بات پہ کہا۔

آرڈر ابھی تک کیوں نہیں آیا ہمارا؟ زیاد نے بات بدل ڈالی

آتا ہی ہو گا ویسے بھی چائی نیز کھانا یہاں بس ہمارے لیے بناتے ہیں اور ہم کبھی کبھی

اتنی دور آتے ہیں۔ علید ان نے جواب دیا وہ اس وقت جہاں تھے وہاں ایک طرف

آئی سکریم پار لرتھا تو روڈ کے دوسرے طرف چھوٹا سا کھانے کا ہوٹل تھا جہاں دیسی

کھانا پکتا تھا مگر وہ پانچوں وہاں آکر زیادہ پئی سے دے کر کچھ اور بھی کہہ کر بنوا لیتے

تھے جو ہوٹل کے مینیو سے ہٹ کر ہوتا تھا۔

تو تم لوگوں کو نہ دیکھو تو وہ بھی نہیں دیکھے گے۔ آرزو نے مشورہ دیا کہ وہ تو ایسے ہی کھائے گی لوگ دیکھتے ہیں تو دیکھتے رہے۔

تم اور کوئی بات سمجھ لو۔ عاشر تاسف سے اس کو دیکھتا رہ گیا۔
وہاں سائی بیڈ پہ نہ ایک ٹھیلہ ہے آؤ وہاں چلتے ہیں۔ آئی سکریم کھانے کے بعد آرزو نے نئی فرمائی ش کی۔

وہاں تمہارا کیا کام۔ عاشر جو بائی یک اسٹارٹ کرنے والا تھا اس کی بات پہ نا سمجھی سے بولا۔

مجھے وہاں سے چوڑیاں خریدنی ہے دیکھو میری کلائی یاں کتنی خالی ہیں۔ آرزو نے پیچھے بیٹھ کر اپنے ہاتھ اس کے سامنے کیے۔

میں اس وقت پہ لعنت بھیجتا ہوں جب تمہارا موڈ اچھا کرنے کا سوچا تمہارے اچھے کرنے کے چکر میں تم نے میرا موڈ خراب کر دیا۔ عاشر تپ کے بولا۔
نہیں چاہیے مجھے۔ آرزو ناراضگی سے بولی۔

چپ رہو اب۔ عاشر نے کہا اور بائی یک آرزو کے بتائے راستے پہ چلانی شروع کی آرزو جو منہ پھلائے بیٹھنے کا سوچ رہی تھی عاشر کو اپنی بات مانتا دیکھ کر کھل اٹھی۔



بات کرنی ہے تم سے۔ زیادٹی وی لائی ونج میں تھا جب اسرار صاحب اس کے ساتھ والے صوفے پہ بیٹھ کر بولے۔

شبیر

شبیر۔ زیاد ان پہ نظر ڈالے بنا اپنے ملازم کو بولانے لگا۔
جی۔ شبیر بھاگ کر اس کے پاس آ کر بولا۔

دو دفعہ پکارنے پہ آئے ہو ایک دفعہ پہ آنادو بارہا گر میں پکاروں تو۔ زیاد ہاتھ میں پکڑا ری موٹ زور سے نیچے پھینک کر غصے سے بولا

سو سوری۔ شبیر ڈر کے بولا اسرار صاحب دکھ سے زیاد کی کاروائی دیکھ رہے تھے مگر وہ خاموش رہے اپنا بویا کاٹ رہے تھے۔

میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں تین منٹ میری کافی مجھے ملنی چاہیے۔ زیاد تیز آواز میں بولتا اسرار صاحب کے سامنے سے گزرنے لگا تو وہ بولے۔

اتنی نفرت باپ سے۔

نفرت اور محبت بھی ایک رشتہ ہوتا ہے اور میں آپ سے نفرت کا رشتہ بھی نہیں رکھنا چاہتا یہاں اگر ہوں تو اس لیے کیوں یہ گھر میری ماں کے نام ہے اور میں اپنی زندگی کے پانچ سال ان کے ساتھ یہاں گزارے ہیں آپ اور آپ کی فیملی یہاں دیکھنا میری

مجبوری ہے میرا بس چلے تو میں آپ لوگوں کے سائے سے بھی دور رہو۔ زیاد زھریلے انداز میں کہتا وہاں سے نکل گیا اس کے جانے کے بعد اسرار صاحب کسی ہارے جواری کی طرح صوفے پہ بیٹھتے رہ گئی۔ زیاد کمرے میں آیا تو شمبر کافی ٹرے میں سجائے کھڑا تھا زیاد کے حکم دیتے ہی وہاں سے نکل گیا تھا اور اب وہ زیاد کے آنے سے پہلے موجود تھا زیاد کافی پکڑی اور اپنے کمرے میں رکھے کائی ونچ پہ بیٹھ گیا اس کو اپنا سر درد سے پھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔

تم اب جا سکتے ہو۔ زیاد شمبر کو ایک جگہ اسٹل دیکھ کر بولا زیاد کی اجازت پہ وہ ایسے باہر گیا جیسے آیا ہی نہ تھا زیاد نے گہری سانس لی اور اپنی جیکٹ کی پوکت سے موبائل نکال کے ایک نمبر ڈائی ل کیا۔

علیدان میں کچھ دنوں کے لیے اسلام آباد جا رہا ہوں خالا جان سے ملنے۔ علیدان کے کال اٹھانے پہ زیاد اپنے ماتھے پہ انگلیاں رکھ کے بولا۔

اسلام آباد خیریت۔ علیدان جو بیڈ پہ لیٹا تھا اس کی بات پہ اس نے حیرانگی سے پوچھا کیوں کی کچھ دیر پہلے زیاد کا ایسا کوئی پلین نہیں تھا۔

ہاں خیریت ہے انہوں نے بہت وقت پہلے کہا تھا میں تب نہیں جاسکا تھا اس لیے رات میں نگوں گا۔ زیاد نے جواب دیا۔

سہی پر کچھ ٹائی م وہاں رہو گے تو کالج کا کیا ایگزامز میں تھوڑا وقت بچا ہے اور چار دن بعد ہمارے سسپینڈ کے دن ختم ہو گے تو جائے گی بھی کالج اور تم اس طرح۔ علیہ ان نے الجھ کر بتایا۔

ہمیں کونسا تیاری کرنی ہوتی ہے سب کچھ ہمایوں کرتا ہے۔ زیادہ لیکس ہو کر بتایا۔ ہاں یہ تو ہے خیر بتاؤ کب تک وہاں رہو گے۔ علیہ ان نے پوچھا۔

وہ تو جاؤں گا تو دیکھوں گا کب تک رہنا ہے۔ زیادہ کافی کا گھونٹ بھر کے کہا۔ ٹھیک ہے فیصلہ تو تم نے کر دیا ہے میں سب کو بتا بھی دوں گا۔ علیہ ان نے کہا تو زیادہ کال کٹ کر دی اور انٹرکام کے سامنے آکر اس پہ کچھ نمبر ڈائی ل کیے۔ شبیر میری پیکنگ کرو میں اسلام آباد کے لیے نکلوں گا۔ زیادہ حکم دے کر کال کٹ کر دی۔



کچھ دن بعد:

میرے ہاتھوں میں نوں نوں چوڑیاں ہیں ذرہ ٹھیر و سجن مجبوریاں ہیں۔ آرزو روشنا کے کمرے میں اپنے اسکول کا کام کر رہی تھی ایک ہاتھ سے لکھ رہی تھی تو ساتھ میں گانا بھی گنگنا رہی تھی۔

یہ ایسے گانے تم سنتی کہاں سے ہو؟ روشنا جو نوٹس بنا رہی تھی اس سے سوال کیا جو آئے
دن پرانے گانے گاتی رہتی تھی۔

کانوں سے۔ آرزو مسکراہٹ ضبط کرتے مزے سے بتایا۔
وہ تو پتا ہے میں یہ نہیں پوچھ رہی تھی ایسے پرانے مطلب تمہیں کیسے یاد ہوتے
ہیں۔ روشنا گھور کر اس سے کہا۔

,Old is Gold

آرزو نے جھکے سر ہی بتایا۔

توبہ۔ روشنا نے نفعی میں سر ہلایا۔
اچھا آپ وہ جو آپ نے بتایا تھا کہ جس سے آپ کی ٹکڑ ہوئی تھی ان کا نام زیاد تھا تو
کیا آپ کی اب ملاقات نہیں ہوئی ان سے۔ آرزو نے رجسٹر بند کر کے ایک کتاب
کھول کر بولی۔

نہیں شکر اللہ کا دوبارہ ٹکڑا نہیں ہوا۔ روشنا نے آرام سے بتایا۔
اوو نام کتنا پیارا اور یونیک ہے نہ ان کا۔ آرزو نے کھوئے لہجے میں کہا۔

ہاں دیکھا نہیں نہ تم نے اس کو کبھی اور نہ اس مغرور اور بد تمیزی کی داستانیں جو میں نے
سنی ہے وہ تم نے اس طرح نہیں سنی اگر سنوں تو تمہیں اس کا نام پیارا نہیں لگے
گا۔ روشنانے منہ کے زاویے بگاڑ کر کہا

اب ہر کسی کا ٹیسٹ آپ کی طرح برا بھی نہیں ہوتا اور پر یزاد کہتا ہے کہ ہر انسان
دوسرے انسان کے لیے الگ الگ رائے رکھتا ہے سب لوگ ایک انسان کے لیے ایک
رائے نہیں رکھتا۔ آرزو نے اپنی طرف سے سمجھداری کی بات کہیں۔

پر یزاد کی فین اب اٹھو اور جا کر سو جاؤ۔ روشنانے اپنی کتابیں سمیٹ کر کہا۔

ہاں میرا کام بھی ہو گیا بس جارہی ہوں۔ آرزو نے جواب کہا۔



بریک فاسٹ میں کیا لوگے میری جان۔ نور جہاں جو زیاد کی خالا تھی اس کو جاگنگ سے
آتا دیکھ کر محبت سے بولی۔

اونلی فریش جوس۔ زیاد پاس رکھے ڈائی ینگ ٹیبل سے جگ سے جوس گلاس میں ڈالتا
بولا۔

ویری بیڈ زیاد کمزور ہو گئی ہے ہو تم اور ناشتہ مسٹ امپورٹنٹ ہوتا ہے بس ایک
جوس سے کیا ہو گا۔ نور جہاں خفگی سے بولی۔

سچی خالا جان ابھی بھوک نہیں کچھ دیر بعد کھالوں گا۔ زیاد پیچھے سے ان کے کاندھے پہ اپنا حصار بناتا بولا۔

ڈائیٹ کرنے میں تو تم نے لڑکیوں کو بھی اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ نور جہاں نے ایسے ہی کے گال پہ ہاتھ رکھ بولی۔

ہا ہا ہا خالا جان ڈائیٹ اور وہ بھی میں۔ زیاد ان کی بات پہ قہقہہ لگا کر ہنسا اور ان کے سامنے کھڑا ہو کے بولا

لک ایٹ می خالا جان ایم فٹ ویری فٹ اور مجھے ڈائیٹ کی ضرورت نہیں وہ تو سچ میں میرا دل نہیں کچھ کھانے کو۔ زیاد نے اپنی طرف اشارہ کر کے بتایا تمہیں یاد ہے سونیا کو بھی دونوں گالوں پہ ڈمپل پڑتے تھے جب وہ مسکراتی تھی تو۔ نور جہاں نے افسردہ سے اپنی چھوٹی بہن کا ذکر زیاد سے کیا

امی جان کے خوبصورت ڈمپل میں کیسے بھول سکتا ہوں اور بچپن میں دادی بتاتی تھی کے میں ان کی کاپی ہوں بس میرے گالوں پہ ڈمپل ایک ہے۔ زیاد اپنی ماں کے ذکر پہ ہلکی مسکراہٹ سے بولا۔

ہاں تو تم بالکل سونیا جیسے ہی ہو۔ نور جہاں محبت سے بولی

میں ان کا بزنس تھوڑا بہت دیکھتا ہوں جیسے پیپر ز سائی ن کرنا ہو تو مگر پروپر گیا نہیں وہاں۔ زیاد نے ان کو بتایا۔

تم اگر خود کو فیل نہ کرو اتے تو آج بزنس کی دیکھ بھال کر رہے ہوتے مگر نہیں تم نے دو سال جانے کیا سوچ کر فیل ہونے کا ارادہ کیا۔ نور جہاں تاسف سے اس کو دیکھ کر بولی۔ بس اسرار معید کو بتانا تھا کہ میں ان کے بزنس میں دلچسپی نہیں رکھتا اس لیے۔ زیاد سنجیدگی سے بولا

باپ ہے تمہارا۔ وہ ٹوک کر بولی۔

یہی تو دکھ ہے۔ زیاد نے سخت ہوا۔

یہ دیکھو۔ نور جہاں لائی ونج میں آکر ایک لفافہ اس کی طرف بڑھاتی بولی

واٹ از؟ زیاد نے بنا کھولے ایسے ہی پوچھ بیٹھا۔

اس میں ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی کی تصویر ہے تم ان میں سے ایک کا انتخاب کرو تو

میں تمہاری شادی کرواؤ۔ نور جہاں پر جوش آواز میں بولی

اوو خالا جان ناٹ اگین۔ زیاد اکتاہٹ سے وہ لفافہ پیھکنے والے انداز میں رکھ کر بولا۔

وائے ناٹ اگین عمر دیکھو اپنی پچیس سال تمہاری عمر کے لڑکوں کے تین چار بچے ہیں

اور تم شادی کی بات پہ ایسے اکتاہٹ کیوں ہو۔ نور جہاں نے تفتیش شروع کی۔

ابھی نہیں کرنی اور ان سے تو بالکل نہیں جو میک اپ ایسے لگاتی ہے جیسے اتارنا ہی نہ ہو۔ زیادہ لفافے کو عجیب نظروں سے دیکھ کر بولا۔

بری بات زیادہ اور تم نے ایک نہ ایک دن شادی کرنی ہے نہ اگر تمہیں کوئی پسند نہیں تو میری پسند میں کیا خرابی ہے۔ نور جہاں نے سوال کیا۔

اس لیے بکوز جو آپ کو پسند ہے مجھے ایسی لڑکیاں نہیں پسند جو بات بھی ایسے کرے تاکہ ان کا میک اپ بھی خراب نہ ہو اور بار بار آئی نے میں بس اپنا چہرہ دیکھنے میں مگن ہو۔ زیادہ نے وجہ بتائی۔

تو میک اپ آج کل عام ہے۔ نور جہاں کو اس کے انکار کی وجہ ٹھیک نہیں لگی۔
ہو گا عام پر مجھے سادگی کا پیکر چاہیے اگر ایسی لڑکی ملی تو میں آپ کے آگے سلینڈر کر لوں گا۔ زیادہ نے بیٹھتے کہا۔

اچھا سیدھا کہو نہ عمر پچیس اور خیالات پچاس کے ہو۔ نور جہاں بوریٹ سے بولی۔
اب ایسا بھی نہیں کہا وہ بس میچیور ہو فضول کے فیشن نہ کرے اور سمجھدار ہو۔ زیادہ نے اپنے دل کی بات کہیں۔

زیادہ تمہیں نہ ایسی لڑکی ملنی چاہیے جو زندگی کو جینا جانتی ہو جو ہنسے اور ہنساتی رہے جو شوخ مزاج بھی ہو تو سنجیدہ مزاج بھی ایسی لڑکی جو تمہیں بھی جینے کا ڈھنگ

سکھائے۔ نور جہاں محبت گہری سانس لیکر بولی زیاد ہاتھ کی مٹھی بنائے اپنے ہونٹوں پہ جمائے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

مجھے امیجیور لڑکی نہیں چاہیے جو بلا وجہ بس اپنے دانتوں کی نمائش کرتی پھیرے۔ زیاد نے پھر سے ان کی پسند پہ احترام کیا۔

میری تو یہی آرزو تمنا ہے کہ تمہیں کوئی بہت ہی نا سمجھ لڑکی ملے جو ناخن کے چنے چبانے پہ تمہیں مجبور کرے۔ نور جہاں اب کچھ برامان کے بولی۔

ہا ہا۔ آپ کی بہ نہ خالا جان شادی کروانا چاہتی ہے یہ بچہ گود میں دے گی مجھے۔ زیاد ہنس کے بولے جو بات پہ بات اس کا ڈمپل ابھر رہا تھا جو ہمیشہ غائب رہتا تھا۔

میں سنجیدہ ہوں زیاد یہ جو تمہارا ڈمپل ہمیشہ بادلوں میں چھپا ہوتا ہے نہ کوئی ایسی لڑکی آئے جس سے تمہارے یہ ڈمپل اندر چھپ نہ پائے جس کے خیال سے ہی تمہارے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ کا بسیرا ہو۔ نور جہاں سچے دل سے بولی۔ آپ میری اتنی اچھی بی بی رڈ کو بادل کہہ رہی ہیں۔ زیاد مصنوعی ناراضگی سے اپنی ڈارھی جو ہلکی سی تھی اس پہ ہاتھ پھیر کے بولا۔

زیاد تمہاری زندگی ایسی لڑکی تو ہوگی ایسا کیسے ہو سکتا ہے تمہیں کبھی کوئی لڑکی پسند ہی نہ آئی ہو۔ نور جہاں نے کھوجنے والا انداز اپنایا۔

بلیومی خالا نہیں کوئی میری زندگی اور نہ کبھی کسی کو دیکھ کر ایسا کچھ محسوس ہوا اور آپ کی سوچ ہے کہ میں کبھی کسی میں اتنا نوالو ہو گا کہ اس کے خیال سے ہی میں مسکرا دوں گا یہ سب باتیں ہے کرنے کی اور کچھ نہیں۔ زیاد اٹھ کر بولا۔

میری دعا ہے زیاد کے وہ لڑکی اب جلدی سے تمہیں مل جائے۔ نور جہاں نے پیچھے سے ہانک لگائی جس کو نظر انداز کرتا زیاد چلا گیا۔



آپی یہ لپ گلوں ہی لگائیں قسم سے بہت پیاری لگے گی۔ آرزو نے روشناسے منت کرنے والے انداز میں کہا جو اپنا حجاب سیٹ کر رہی تھی آج اس کی ایک دوست نے اس کو اپنی بہن کی منگنی پہ انوائیٹ کیا تھا اور وہ اب اسی کی تیاری میں تھی جو بس اس نے ابھی ریڈ رنگ کا فراق اور پاجامہ پہنا تھا جس کا ڈوپٹہ باریک سا تھا اس لیے اس نے دوسری ڈریس جو آرزو کی تھی اس کا ڈوپٹہ لیا تھا اور اپنے سر پہ حجاب کے اسٹائل میں پہنا تھا اپنی تھوری تیاری میں بھی وہ بہت پیاری لڑکی لگ رہی تھی۔

نہیں آرزو ایسے ٹھیک ہوں۔ روشناس ایک تنقیدی نظر آئی نے میں خود پہ ڈال کے بولی۔

مانا کہ آپ سادگی میں بھی پیاری لگتی ہیں پھر بھی ایک لپ اسٹک لگانے میں کیا برائی ہے۔ آرزو نے ریڈ رنگ کی لپ اسٹک کا شیڈ اس کے سامنے کر کے بولی۔

نہ لپ اسٹک نہ لپ گلوں۔ روشناس نے اس کے گال کھینچ کے بولی۔

انف آپ تو بلکل بڈھی خاتون ہے۔ آرزو نے اس کو چھیڑا۔
 بڑی بہن ہوں تمہاری۔ روشنائے آنکھیں دیکھا کر بولی۔
 جانتی ہوں ہر دفعہ یاد نہیں کروایا کرے آپ۔ آرزو نے منہ بسورا۔
 اچھی بات ہے اب میں چلتی ہوں خدا حافظ۔ روشنائے اس کے گال پہ کس کرتی کمرے سے
 نکل گئی پھر آرزو نے بھی خدا حافظ کہا اور اپنے کمرے میں آگئی اور ڈائی ری لکھنے
 کا سوچا زینہ بیگم بھی اس وقت نصرت بیگم کے گھر گئی ہوئی تھی۔
 کیا لکھوں؟ آرزو پین ٹھوڑی پہ رکھے سوچنے لگی۔
 جون ایلیا کی غزل لکھتی ہوں۔ آرزو نے پر جوش آواز میں خود سے کہا اور لکھنے لگی۔
 شاید مجھے محبت کسی سے نہیں
 لیکن یقین سب کو دلاتا رہتا ہوں میں
 ایک حسن بے مثال کی تمثیل کے لیے
 پر چھائی یوں پہ رنگ گراتا رہتا ہوں میں
 اپنا مثالیہ مجھے اب تک نہ مل سکا
 ذروں کو آفتاب بتاتا رہتا ہوں میں
 کیا مل گیا ضمیر ہنر بیچ کر مجھے

اتنا کے بس کام چلاتا رہتا ہوں میں
کل دوپہر عجیب سی ایک بے دلی رہی
بس تیلیاں جلا کے بجھاتا رہا ہوں میں
(جون ایلیا)

لو آج کی تاریخ کا بھی لکھ دیا۔ غزل لکھنے کے بعد آرزو نے خود سے کہا اب اماں آپتی ہے
نہیں میں بھی سو جاتی ہوں۔ آرزو ڈائی ری بند کرتی اٹھ کر اپنے کمرے کو لا ک گیا اور
سونے کے لیے بیڈ پہ لیٹ گئی۔



ہے تم واٹ آسپر ای ز۔ احمد آج مال آیا تھا اور وہاں کشملا کو دیکھ کر خوش ہو کر بولا۔
سرپر ای ز کیسا مال میں تو سب آتے ہیں۔ کشملا کندھے اچکا کر بولی احمد کو وہ جانتی تھی
کیوں کی وہ بس زیاد کا دوست نہ تھا احمد کے فادر کے ساتھ اسرار صاحب اور ابرار
صاحب کے بزنس ٹرمز بھی ہیں جس وجہ سے ان کی اچھی خاصی جان پہچان ہے۔
ہاں یہ تو ہے اور بتاؤ اکیلی ہو۔ احمد اس کی بات پہ اتفاق کرتا بولا
ہاں اکیلی ہوں کچھ ضروری چیزیں لینی تھی تو خود ہی آگئی۔ کشملا نے بتایا وہ اس
وقت شارٹ شارٹ اور پینٹ میں تھی جب کی احمد وائی ٹ شارٹ اور بلیک پینٹ میں
بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا۔

گڈ میں بھی اکیلا ہوں ایک دوسرے کو کمپنی دیتے ہیں۔ احمد نے ہنس کہا۔
وائے ناٹ۔ کشمالا خوشدلی سے بولی۔

پہلے میل کی طرف کپڑے دیکھتے ہیں پھر تم اپنی شاپنگ کرنا میں نے سنا ہے لڑکیاں
بہت دیر کرتی ہیں۔ احمد اس کے ساتھ قدم سے قدم ملاتا بولا۔

ضرور پہلے آپ ہی کرے پھر میرے ساتھ خوار ہوئی بے گایوں کی لڑکیاں واقع دیر
کرتی ہیں آپ نے صحیح سنا ہے۔ کشمالا اس کی شرارت سمجھتی کھلے دل سے بولی۔

ہا ہا کافی صاف گوئی سے کام لیتی ہیں۔ احمد ہنس کے بولا

بلکل۔ کشمالا نے جواب دیا پھر وہ کپڑے دیکھنے لگے احمد کو اپنے لیے شرٹ پسند آتی وہ
کشمالا کو نہیں آرہی تھی اور جو کشمالا کو آرہی تھی اس میں سے احمد سؤ نقص نکالتا ایسے
ہی کرتے وہ پورا مال گھومنے لگے وہ جو لڑکیوں کی بات کر رہا تھا کے دیر کرتی ہیں اب
اس نے ان کا کارڈ توڑ کر اپنا قائی م کر دیا جب کی کشمالا نے اس کے ساتھ شاپنگ
کرنے پہ خود کو بہت کو سا اور احمد کے ساتھ چلنے لگی جو ایک جگہ ٹک ہی نہیں رہا تھا۔



اچھا مول اب میں چلتی ہوں بہت دیر ہوگئی ہے۔ روشنا اپنی دوست سے مل کے
بولی اس کو وقت کا پتا ہی نہیں چلا اب جب اس نے رات کے آٹھ بجتے دیکھے تو پریشانی پہ
کنٹرول کرتے اس نے کہا۔

ابھی کچھ دیر رکتی نہ۔ مول نے اس کا ہاتھ تھام کے کہا
 نہیں یار رات ہو گئی ہے۔ روشنانے مسکرا کر انکار کیا۔
 اچھا کچھ دیر صبر کرو میرے بھائی کے ساتھ چلی جانا وہ بس آتا ہو گا کسی کام سے باہر
 گیا ہوا ہے۔ مول نے دوسری پیش کش کی۔
 شکر یہ پر اس کی ضرورت نہیں میں خود چلی جاؤں گی۔ روشنانے سہولت سے انکار کیا۔
 پکا کوئی مسی لا تو نہیں ہو گا نہ۔ مول نے پوچھا۔
 انشا اللہ نہیں ہو گی۔ روشنانے مسکرا کر کہا اور جلدی سے اپنا حجاب ٹھیک کرتی وہاں سے
 نکلی باہر آئی تو اس کو اپنا سر چکراتا محسوس ہوا اتنا اندھیرا دیکھ کر روشنا کے ماتھے پہ ہلکا
 ہلکا پسینہ آنے لگا وہ زندگی میں کبھی اتنی دیر تک باہر نہیں رہی تھی اور اب وہ کیسے گھر
 جائے گی یہی سوچ کے اس کو ڈر لگنے لگا۔
 بابا کو کال کروں کیا۔ ایک خیال اس کے دماغ میں کوندا۔
 نہیں نہیں اب ان کا کیا تکلیف دوں کچھ پیدل چل کے دیکھتی ہوں کیا پتا ٹیکسی مل
 جائے۔ روشنانے اپنا خیال رد کیا اور ایسے ہی چلتے ہوئے وہ روڈ تک آگئی اور اپنے
 موبائل کی ٹارچ آن کی مگر اس کو کہیں سے بھی ٹیکسی نہیں دیکھی جیسے جیسے وقت
 گزر رہا تھا اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

یا اللہ مدد کرے۔ روشنانے دل میں اپنے رب کو مخاطب کیا روشنانے آس پاس دیکھا اب اس کو کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھی جس سے اس کے خوف میں مزید اضافہ اور ماحول کسی ہارر فلم کی طرح لگ رہا تھا۔

کیا ضرورت تھی لال رنگ پہنے کی۔ اس کو ایک بات یاد آئی جب بچپن میں سنا تھا کہ بھوتوں کا دل لال رنگ پہ آتا ہے یہ خیال آتے ہی اس نے خود کو اور کو سا۔ نہ چھیڑ ملنگانوں اسی دل دے مارے آجوبازی کھیلے توں اسی جت کے ہارے آ۔ علید ان ڈرائی یونگ کرتے ساتھ گانا بھی گارہا تھا جب اس کو سامنے کے ایک وجود دیکھا پہلے اس کو اپنا وہم لگا مگر اس کو چلتا دیکھ کر تصدیق ہوگئی کے کوئی لڑکی ہے۔ یہ سچ میں لڑکی ہے یا چڑیل۔ علید ان گاڑی کی اسپید آہستہ کر کے بڑبڑایا۔ علید ان واپس جاتے سنسان راستے پہ کوئی لڑکی کیوں ہوگی ضرور جن بھوت پریت چڑیل ہوگی۔ علید ان نے خود کو مشورہ دیا۔

ہاں تو ہو علید ان پیرزادہ کو نسا ڈرتا ہے کسی کو۔ علید ان نے ہمت کی اور اسپید تیز کر کے اس کے پاس ہی گاڑی رک دی روشنا جو آیۃ الکرسی کا ورد کرتی چلے جا رہی تھی اپنے سامنے گاڑی کو رکتا دیکھ کر ڈر کے کچھ دور ہوئی مگر گاڑی کے اندر علید ان نے جب ونڈوکا شیشہ نیچے کیا تو روشنا کو دیکھ کر کچھ پل کے لیے وہ آنکھیں جھپک نہ پایا وہ اس کو

اتنی پیاری لگی جس کی کوئی حد نہ تھی علیداں مسلسل روشنا کو دیکھ رہا تھا جو آنکھیں بند کیے جانے کیا پڑھ رہی تھی۔ روشنا جو آنکھیں بند کیے کھڑی تھی اپنے چہرے پہ کسی کی گہری نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو اس نے آنکھیں کھولی اور جیسے ہی اس کی نظر علیداں پہ پڑی تو اس کا ڈر ختم ہوا اور غصہ بیدار ہوا وہ اس کو پہچان گئی تھی جو کالج کے فرسٹ ڈے پہ اپنے دوستوں کے ساتھ اس کی مدد کرنے آ پہنچا تھا۔

یہ کیا بد تمیزی ہے۔ روشنا نے گھور کر کہا جو اس کے سامنے گاڑی روکے کھڑا تھا وہ تو اب یہ تک بھول گئی تھی کہ وہ رات کے وقت باہر ہے۔

کہاں ہے۔ علیداں جو اس کو دیکھنے میں مگن تھا ہوش میں آ کر شوخ لہجے میں بولا اور گاڑی کا لوک کھول کر باہر نکل آیا۔

گاڑی سامنے کیوں روکی مجھے لگ بھی سکتی تھی۔ روشنا نے غصے سے کہا۔

تم ہر وقت کیا غصے میں رہتی ہوں۔ علیداں اس کے سرخ ہوتے گال دیکھ کے بولا۔

تم سے مطلب۔ روشنا ناگواری سے بولی۔

ہاں اس لیے تو پوچھا اور تم اتنی رات میں یہاں کیا کر رہی ہوں کراچی کے حالات کا

نہیں پتا تمہیں۔ اب کی وہ کچھ سنجیدگی سے بولا۔

تمہیں کیوں بتاؤں اپنے کام سے کام رکھو۔ روشنا کو اس کا ایسے رعب سے پوچھنا ایک آنکھ نہ بھایا۔

اُو میں چھوڑ دو تمہیں جہاں تم کہو۔ علیدا ان نے آفر کی۔
میں اکیلے جاسکتی ہوں۔ روشنا نے کہا اور اس کے پاس سے گزرنے لگی جب علیدا ان پیچھے سے بولا۔

سوچ لو لال ڈریس اندھیری رات میں ایک خوبصورت لڑکی ڈراؤنی کتوں کی آواز ایسے میں تیسری مخلوق بھی آسکتی ہے اور لال رنگ تو بھوتوں چڑیلوں کی کمزوری ہوتا ہے۔ روشنا جو ہمت کرتی جا رہی تھی علیدا ان کی گھمبیر آواز سن کر اس کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہوئی۔

شٹ اپ میں نہیں ڈرنے والی تمہاری ان باتوں سے۔ روشنا اس کے سامنے کھڑی ہو کے مضبوط لہجہ اپنا کے بولی

اچھا نہیں ڈرتی۔ علیدا ان نے کہہ کر ایک ایک قدم بڑھاتا اس کے پاس آنے لگا۔
یہ تم یہاں کیوں آرہے ہو۔ روشنا کی ساری ہمت ہوا ہوئی تھی وہ قدم پیچھے لیتی بولی۔

تمہاری بہادری چیک کر رہا ہوں۔ علیدا ان نے آنکھ و نک کرتے کہا۔

پاس مت آنا میرے میں نے جان سے مار ڈالنا ہے تمہیں۔ روشنانے مزید اپنے قدم
پیچھے لیتی اس کو دھمکی دی

تو بیٹھو چپ کر کے میری گاڑی چھوڑ آؤں گا تمہارے گھر حفاظت سے۔ علیدا ان نے
یقین دلانے والے انداز میں کہا۔

اگر میں نہیں چاہتی تو زبردستی کیوں۔ روشنا چڑ کے بولی
دیکھو تمہارا ایسے دیر رات تک باہر رہنا سہی نہیں تم لڑکی ہو ایسی باتوں کو مجھ سے بہتر
جانتی ہو گی اس لیے ضد چھوڑو اور آؤ شاباش۔ علیدا ان نے اس کو بچوں کی طرح ٹریٹ
کیا۔

تم پہ یقین کیوں کروں۔ روشنا کو اس کی بات سہی تو لگی مگر پھر بھی کہا۔
ہم ایک کالج کے ہیں مجھے ٹرسٹ کر سکتی ہوں۔ علیدا ان نے نرمی سے کہا۔
اوکے۔ روشنانے بحث ختم کی اور اس کی گاڑی میں بیٹھنے لگی اس کے ماننے پہ علیدا ان نے
شکر کا سانس لیا اور چل کر فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گیا اور ساتھ میں روشنا بھی تھی جو خود کو
انکمفرٹ ایبل فیل کر رہی تھی۔

تمہارا نام کیا ہے؟ علیدا ان اس کی طرف چہرہ کیے پوچھنے لگا۔

میرا ضبط نہ آزمائے اور گاڑی چلائے۔ روشنا جو پہلے ہی پریشان تھی علیدا ان کا نیا شوشہ جان کر اکتاہٹ سے بولی۔

آرام سے بات کرو غصہ صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔ علیدا ان کو اس کا تپا ہو چہرہ اور لہجہ لطف دے رہا تھا اس لیے بار بار اس کو غصہ کرنے پہ مجبور کر رہا تھا۔ اگر آپ ابھی گاڑی اسٹارٹ نہیں کی تو میں وہ کروں گی جو آپ کی صحت کے لیے اچھا نہیں ہوگا۔ روشنا نے اپنی طرف سے اس کو دھمکی دی۔ نام بتاؤ نہ۔ علیدا ان نے ضد کی۔

آپ۔ روشنا کی شکل رونے والی ہوگئی تھی وقت گزر رہا تھا اس نے علیدا ان کو دیکھا جس کو مزاق سو جھ رہا تھا اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی اور علیدا ان کو بھی اس کی رونے والی شکل دیکھ ترس آگیا پھر کبھی نام جاننے کا سوچتا وہ گاڑی چلانے لگا پھر کہا۔

ایڈریس بتائے اپنے گھر کا۔ علیدا ان کے پوچھنے پہ اس نے جلدی سے اپنے گھر جانے والا راستہ بتایا۔

بس یہی روک دے۔ روشنا نے کہا۔

یہاں۔ علیداں آس پاس دیکھتا بولا جہاں کچھ گھر تھے مگر جو روشنانے بتایا تھا اس میں ابھی ان کو آگے جانا تھا۔

ہاں اس سے آگے آپ کی گاڑی کا گزر نہیں ہوگا۔ روشنانے عام انداز میں بتایا اور سیٹ بیلٹ کھول کر گاڑی سے اتر گئی اس کو جاتا دیکھ کر علیداں بھی اتر گیا۔ آپ کیوں اترے؟ روشنانے اس کو اپنے ساتھ کھڑے ہوتا دیکھ کر نا سمجھی سے بولی۔ آپ کو گھر کے دروازے تک چھوڑنے۔ علیداں نے مزے سے بتایا۔ اس کی ضرورت نہیں آپ یہاں تک آئے مجھے چھوڑنے وہی بڑی بات ہے اس کے لیے شکریہ اب آپ اپنے راستے جائے۔ روشنانے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔ میں تو ساتھ چلوں گا۔ علیداں نے اپنے لفظوں پہ زور دے کر کہا۔

عجیب مصیبت ہے۔ روشنا کہتے ہی چلنے لگی علیداں بھی مسکراتا اس کے ہم قدم ہوا علیداں تنگ گلیوں سے گزرتا یہاں وہاں دیکھ رہا تھا اس کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں اتنی چھوٹی گلیوں یا راستے سے گزرا ہوگا۔

آپی آپ آگئی۔ آرزو جو اپنے گھر کے دروازے کے پاس کھڑی تھی روشنا پہ نظر پڑتے ہی وہ بھاگ کر اس کے پاس گئی اور عاشر جس کو آرزو نیند سے جگا کر آئی

تھی تو وہ بھی بیچارہ اپنی سرخ آنکھیں لیے روشنا کے آنے پہ شکر کا سانس لیا جس کے انتظار میں آرزو نے نہ خود چین لیا تھا اور نہ ہی عاشر کو لینے دیا تھا

ہاں پر تم دونوں دروازے کے باہر کیا کر رہے ہو۔ روشنا نے تعجب سے پوچھا ان کی نظر ابھی علیداں پہ نہیں پڑی تھی علیداں آرزو کو دیکھ کر ہی پہچان گیا تھا کہ وہی ہے جس کو انہوں نے بچوں کی طرح آئی سکرمیم کھاتے دیکھا تھا وہ جو جانے والا تھا روشنا کو دروازے تک چھوڑنے کے بعد اب رک گیا جاننے کے لیے کہ وہ روشنا کی کیا لگتی ہے۔

آپ نے اتنی دیر کر دی آپی روشنا اس لیے یہ آرزو کی بچی ایک گھنٹے سے زیادہ یہاں کھڑی آپ کا انتظار کر رہی تھی اور ساتھ میں مجھے بھی کیا اور کہہ رہی تھی کہ آپ کی دوست کی طرف چلتے ہیں وہ تو اچھا ہوا آپ آگئی۔ آرزو سے پہلے ہی عاشر بول پڑا جس کا نیند سے برا حال تھا۔

آرزو اس میں یہاں کھڑی کیوں تھی مجھے آنا تو یہی تھا نہ۔ روشنا کو آرزو پہ پیار تو بہت آیا جو اس کی فکر میں رات گئی باہر اس کا انتظار کر رہی تھی۔

آپ چار بجے گئی تھی اور کہا تھا کہ جلدی آجائے گی اس لیے مجھے پریشانی ہوگئی آپ کیوں نہیں آئی ابھی تک رات کے دس بج گئی ہے میں نے اور عاشر

نے بہت مشکل سے اماں بابا کو سمجھا کے سونے کا کہہ دیا ورنہ وہ تو بار بار آپ کا پوچھ رہے تھے۔ آرزو نے اپنے باہر رکنے کی وضاحت دی جس پہ سب کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی تھی علیداں بھی آرزو کو ہی دیکھ رہا تھا جو گلابی نائی ٹ سوٹ پہنے اور اپنے گالوں کو بھلائے ڈول لگ رہی تھی اس کو وہ سامنے سے اور زیادہ خوبصورت لگی تھی۔

آپ کون؟ عاشر کی نظر اب علیداں پہ پڑی تو پوچھا
میں علیداں پیر زادہ روشنا کو ڈراپ کرنے آیا تھا ہم ایک کالج میں پڑھتے ہیں۔ علیداں
نے مسکرا کر اپنا تعارف کروایا اور روشنا کا نام لیتے وقت اس نے چورنگاہ اس پہ ڈالی جو
نام بتانے میں نخر اکر رہی تھی اور اب وہ آسانی سے جان گیا تھا۔
میں عاشر عباس سوری میری آپ پہ نظر نہیں پڑی تھی۔ عاشر اس کی طرف ہاتھ بڑھا
کر بولا۔

کوئی بات نہیں۔ علیداں ہاتھ ملاتا جواب بولا۔
آپ اندر چلے۔ آرزو نے مسکرا کر اندر آنے کا کہا جس پہ روشنا ایک گھوری سے نوازہ پر
آرزو کا دھیان علیداں کی طرف تھا۔
ضرور آتا پیر دیر ہوگئی میں اب واپس جاؤں گا۔ علیداں اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا بولا۔

چائے نہیں تو پانی ہی۔ آرزو دوبارہ بولی۔

سوری ڈول نیکسٹ ٹائی م انشا اللہ۔ علیدان کو اس کے اتنے پیار سے کہنے پہ انکار ٹھیک تو نہیں لگا پر اس نے کر دیا ایسے رات میں کسی کے گھر جانا اس کو سہی نہیں لگا وہ تو بچی تھی پر علیدان نے سمجھداری سے کام لیا۔

اچھا سہی ہے۔ آرزو نے سر ہلا کے کہا۔

ہاں اور آپ تو اتنی پیاری ہے آپ کی بہن کسی پہ گئی۔ علیدان نے کچھ راز دانہ انداز میں پوچھا

ہا ہا پتا نہیں یہ سوال میں بھی اپنی اماں سے کرتی رہتی ہوں۔ آرزو جو بہت دھیان سے اس کی بات سن رہی اس کے خاموش ہونے پہ قہقہہ لگا کر بولی روشنانے نا سمجھی سے عاشر کو دیکھا جس نے کندھے اچکا دیے جس کا مطلب اس کو سنائی ہی نہیں تھا کچھ۔ پتا چلے تو بتانا اب میں چلتا ہوں۔ علیدان نے مسکرا کر کہا اور ایک الودائی نظر روشنا پہ ڈال کر چلا گیا۔

میں بھی چلتا ہوں نیند آرہی ہے بہت۔ عاشر اپنی جمائی رکنا بولا
سوری عاشر تمہیں تکلیف ہوئی۔ روشنانے شرمندگی سے کہا
شرمندہ تو نہ کرے آپنی۔ عاشر نے خفگی سے کہا۔

پر کیوں کچھ دن اور رکتے نہ۔ نور جہاں نے کہا۔

آپ کے شوہر آرہے ہیں اور میں نہیں چاہتا میری وجہ سے آپ اور ان کے بیچ کوئی بد مزگی ہو۔ زیاد نے صاف گوئی سے بتایا۔

ان کے اور میرے بیچ کوئی بد مزگی کیوں ہوگی وہ بھی تمہاری وجہ سے اس لیے ابھی تم یہی رہو گے۔ نور جہاں نے بیڈ کی ایک سائیڈ پہ بیٹھ کر کہا۔

خالا جان پلیز میں ان کی نظروں میں بچپن سے ہی کھلتا ہوں اس کابات کا اندازہ مجھے ہے اس لیے آپ پردہ نہ ڈالے۔ زیاد نے مسکرا کر کہا

وہ چاہ

وہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے نام اپنی ماں کی جائی یاد کروں ضرور کرتا اگر ان کی نیت میں کھوٹ نہ ہوتا۔ نور جہاں کی بات زیاد نے کاٹ کر کہا۔

تم جانتے ہو سب۔ نور جہاں کو کچھ شرمندگی ہوئی۔

بلکل۔ زیاد نے کہا۔

میں کرتی ہوں پکنگ تم نے تو جانے کیسے کپڑے بیگ میں ڈالے ہیں۔ نور جہاں اٹھ کر اس کے ہاتھ سے شرٹ لیکر بولی۔

شبیر کرتا ہے یہ سب۔ زیاد خجل ہو کر بولا۔

ہاں جانتی ہوں تم کتنے سگھڑ ہو بس مار پیٹ کروالوں تم سے باقی سب میں تو زیرو
 ہو۔ نور جہاں نے اس کے بیگ سے کپڑے نکالتی ٹھیک سے رکھتے ہوئے کہا۔
 زیاد خانزادہ ہر کام کر سکتا ہے خالا جان مجھ کو اتنا انڈر سٹمنٹ نہ کرے۔ زیاد مغرور لہجے
 میں بولا

ایک لڑکی تو اب تک اپنے لیے ڈھونڈ نہیں پائے اور کہہ رہے ہو کے انڈر سٹمنٹ نہ
 کروں۔ نور جہاں آخر میں اس کی نقل اتار کر بولی۔
 مجھے فحال لڑکیوں میں دلچسپی نہیں۔ زیاد دوبارہ ان کو پرانے ٹاپک میں آتا دیکھ کر بولا۔
 لڑکیوں میں نہ کرو مگر میری جان ایک لڑکی تو تلاش کرو۔ نور جہاں اس کا سارا سامان
 پیک کرتی بولی۔

جیسی میں چاہتا ہوں ویسی ملے بھی تو سہی نہ۔ زیاد نے کہا۔
 زیاد آج کے دور میں کونسی لڑکی سادگی میں ہوتی ہے تمہیں سنجیدہ مزاج اور سادگی کا
 پیکر ہی کیوں چاہیے۔ نور جہاں نے اس کو ایک بات پہ اٹکا دیکھ کر پوچھا۔
 پتا نہیں بس چاہیے چچی جان کی طرح سنجیدہ ہو اور امی جان کی طرح سادگی میں رہنے
 والی اور کچھ نہیں۔ زیاد نے کچھ سوچ کے کہا۔

محبت کرنے والی اگر شوخ مزاج ملے پھر۔ نور جہاں نے دوسرا سوال کیا۔

میری زندگی میں فلحال محبت کی جگہ نہیں خالا جان۔ زیاد تلخ ہو گیا۔
 زیاد کب تک ایسا رہے گا تم اپنی زندگی کی شروعات کرو۔ نور جہاں نے اس کو سمجھانا
 چاہا۔

مجھے اگر اپنی سوچ مطابق کوئی لڑکی ملی یا کسی نے میرے دل میں ہلچل مچائی تو امی
 جان کی قسم ہر حد پار کر کے اس کو اپنا بنالوں گا۔ زیاد کا لہجہ آخر میں شدت پسند ہو گیا نور
 جہاں نے پھر کچھ اور نہیں کہا۔



علیدان تیار ہو کر خود پہ ایک طائی رانہ نظر آئی سینے میں ڈالی ہلکے گلابی رنگ کی شرٹ
 اور جینز پیٹ میں بہت پروقار اور پیارا لگ رہا تھا ہیٹی اسٹائل اس نے پف کے انداز
 میں بنایا تھا ہاتھ میں گھڑی باندھتا ایک بار پھر خود پہ مسکراتی نظر ڈالی اور موبائل بیڈ کی
 سائیڈ ٹیبل سے اٹھتا روم سے نکلنے لگا جب اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی چلتے
 ہوئے اس کے قدموں کی رفتار آہستہ ہو گئی۔

تم پہ یقین کیوں کروں۔ اس آواز کے بعد علیدان کی آنکھوں حجاب میں لپیٹا
 خوبصورت چہرے کا عکس ابھرا تھا جس سے اس کی آنکھوں میں چمک آگئی تھی ڈر
 کر آنکھیں بند کرنا پھر کھول کے غصہ کرنا علیدان کی مسکراہٹ روشنا کے خیال سے
 گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا کہ وہ کسی لڑکی کے بارے میں

سوچ رہا تھا اس کو روشنا پہلی ملاقات میں جب وہ اس کو تنگ کرنے کی خاطر گئی تھی تب ہی وہ بہت اڑیکٹو لگی تھی پر کالج نہ جانے کے بعد وہ اس کے خیال سے نکل گئی تھی پر کل کے بعد شاید ہی وہ اس کو اپنے دماغ سے نکال پائے۔

مس اینگری سے تو آج مل ضرور لوں گا۔ علید ان ایک ہاتھ میں پکڑا موبائل دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتا مسکرا کر خود سے بولا تبھی اس کے موبائل میں کال آنے لگی نمبر دیکھا تو احمد کالنگ جگمگا رہا تھا۔

ہاں بول۔ علید ان کال اٹھا کے بولا۔

زیاد آئے گا آج کالج میں۔ احمد نے پوچھا۔

وہ تو اسلام آباد ہے بھول گئی کیا۔ علید ان نے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کے باہر نکلتا بولا۔

رات بات ہوئی تھی میری کہہ رہا تھا کہ وہ کراچی کے لیے نکل گیا ہے مجھے لگا تم سے بات ہوئی ہوگی۔ احمد نے تفصیل سے بولا۔

اچھا پر آج تو پھر بھی نہ آئے کل شاید۔ علید ان نے اندازہ لگا کر کہا۔

سہی توں کالج آ پھر شام میں ملنے کا پروگرام بناتے ہیں احمد نے اس کی بات سنتے کہا۔

ٹھیک ہمایوں کو بول دینا کے زیاد نام کے نوٹس پر و فیسر جمال کو دیکھا دے۔ علیدا ان نے کہتے کال کٹ کر دی اور ڈائی ینگ ٹیبل پہ آیا جہاں اس کے فادر اسدا اللہ اور ماں نرما بیگم اور چھوٹی بہن حفصہ ناشتے کر رہے تھے۔

اسلام علیکم: علیدا ان اپنے لیے کر سی گھسیٹ کر بیٹھ کر سب کو سلام کیا۔
و علیکم اسلام: سب نے اس کو سلام کا جواب دیا پھر اسدا اللہ صاحب بولے۔
دانی ایکز امز کب ہیں تمہارے؟ گھر میں زیادہ تر اس کو دانی ہی کہتے تھے۔
ایک ماہ بعد۔ علیدا ان آملیٹ کھاتا ان کو جواب دیا۔

ہممم پھر جب کچھ ٹائی م کالج نہیں جاؤ گے تو آفس آنا۔ اسدا اللہ صاحب نے حکمانہ لہجے میں کہا علیدا ان نے مزے سے آملیٹ کھا رہا تھا بڑی مشکل سے پھر نگل کر اپنے باپ سے کہا۔

ڈیڈ پر کیوں وہ دن تو ہمارے آرام اور مائی بینڈ فریش کرنے کے دن ہوتے ہیں اس کی بات پہ نرما بیگم اور حفصہ نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

بر خوردار کبھی کبھار نئی ی ایکٹوٹی کرنے سے بھی مائی بینڈ فریش ہو جاتا ہے یقین نہ آئے تو آفس آ کر دیکھ لینا۔ اسدا اللہ صاحب بھی اس کے باپ تھے آرام سے اس کو جواب دیا۔

پرایک سال بعد تو ہم نے ویسے ہی بزنس سنبھالنا ہے تو کچھ دن آنے سے کیا ہوگا۔ علیدان نے پھر سے احتجاج کیا۔

دانی اگر اسد کہہ رہے ہیں تو مان لو ان کی بات اچھا ہے وہاں ورکرز سے اسٹاف وغیرہ سے مل لینا۔ اس کے انکار پہ اب کی نرمابیگم نے اس کو کہا۔
سہی ہے جیسا آپ لوگ کہیں۔ علیدان گہری سانس بھر کے بولا۔
بھائی می میرا برتھ ڈے ہے کچھ دن بعد اگر آپ کو یاد ہو تو۔ حفصہ نے علیدان کو دیکھ کر اس کو یاد کروایا۔

یاد ہے بھئی تم نہ یاد کرواؤ تو بھی۔ علیدان نے مسکرا کر کہا۔
ہاں بس یاد نہیں رکھنا اچھا سا گفٹ بھی دینا ہے۔ حفصہ شرارتی انداز میں کہا۔
ظاہر ہے ورنہ موم ڈیڈ نے مجھے گھر میں داخل نہیں ہونے دینا۔ علیدان ڈرنے کی ایکٹنگ کرتا بولا۔

ہاہاہا۔ حفصہ ہنس دی۔

اچھا خدا حافظ۔ علیدان اپنا ناشتہ ختم کرتے اٹھتا بولا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد اس کی نظر سامنے والی سیٹ پہ پڑی جہاں ایک ٹاپس گراپڑا تھا علیدان نے ہاتھ میں لیکر غور سے دیکھا جس کے بیچ میں سفید موتی چمک رہا تھا جو نہ چھوٹا تھا نہ بڑا مگر خوبصورت تھا۔

کیا یہ روشنا کا ہے؟ علیدا ان نے اس کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر خود سے سوال کیا۔
 پر اس کے سر پہ تو حجاب تھا اگر یہ اس کے کان سے گرتا بھی تو اس کے حجاب میں الجھ
 جاتا پر یہاں کیسے۔ علیدا ان نے اپنی بات کی نفعی کی۔
 شاید اٹھنے وقت گر گیا ہوا تر بھی تو بہت جلدی سے رہی تھی۔ علیدا ان اب کی مسکرا کر
 خود سے بولا اور ایک دراز کھول کے اس نے آرزو سے وہ ٹاپس وہاں رکھا۔
 مس حجابن اینگر آپ سے ملنے کا تو نہیں پر بات کرنے کا بہانہ ضرور مل گیا مجھے۔ علیدا ان
 دلفریب لہجے اس کے تصور سے بولا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔
 عشق بھی ہو حجاب میں
 حسن بھی ہو حجاب میں
 یا خود آشکار ہو یا مجھے
 آشکار کر“



میں تو اس پہ مرتی ہوں دنیا سے نہیں ڈرتی نام پہ اس کے سنورتی ہوں پل پل آہیں
 بھرتی ہوں، آرزو اسکول جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی اور ساتھ میں ناچ اور گانا بھی
 کر رہی تھی جب روشنا کالج کے لیے تیار ہو کر اس کے کمرے میں آکر کہتی ہے۔

اگر آپیں بھرلی ہو تو آؤ تمہارے اسکول کی وین آگئی ہے میں بھی تمہارے ساتھ
آؤں گی۔

بس میں چوٹی بنالوں۔ آرزو نے اپنے بڑے بالوں کی اچھی سی چوٹی کی بنا کر اس پہ ربن
ڈال کے روشناسے کہا۔

دور ہٹو میں اپنا حجاب دیکھو۔ روشناسے مرر کے سامنے آکر کہا اس نے پستہ کلر کی شلوار
قمیص اور ہم رنگ کا حجاب پہنا تھا

حجاب میں کیا دیکھنا ہے آپ کو ٹھیک سے تو پہنتی ہے۔ آرزو اپنے اسکول یونیفارم کا
وائیٹ ڈوپٹہ پہنتی بولی۔

تم بھی کر لیا کرو اتنے بڑے بال ہے ماشا اللہ سے اور دوسروں کی نظروں سے بھی بچ
جاؤں گی۔ روشناسے آرزو کو دیکھ کر کہا جو کاندھے پہ اپنا بیگ ڈال رہی تھی فل
وائیٹ یونیفارم اور آنکھوں میں کاجل لگائے آرزو بہت خوبصورت لگ رہی تھی اپر
سے سردی میں اس کے گال سرخ ٹماڑ ہو گئی تھے جو اس کو اور زیادہ
خوبصورت کر رہے تھے۔

سر پہ پہنتی توں ہوں اور حجاب مجھ سے نہیں کیا جاتا اور بتائی وین والا کیوں آیا ان کو
تو منع کر دیا تھا نہ ہم نے۔ آرزو نے جواب دے کر سوال کیا۔

ہاں اس مہینے آئے گا پھر نہیں۔ روشنانے بتایا۔
 سہی چلیں پھر۔ آرزو خود تیار ہو گئی تو جلدی کا شور مچانے لگی۔
 ہاں چلو میری بہن۔ روشنانے کہا اور وہ دونوں نکل گئی۔
 آرزو رو کو یہ چادر اوڑھو۔ وہ دونوں جارہی تھی کے زریںہ بیگم نے پیچھے سے روکتے
 آرزو سے کہا۔

اماں میرے اسکول کے یونیفارم کا ڈوپٹہ بڑا ہے چادر کی کیا ضرورت۔ آرزو نے اپنے
 سر پہ ٹکے ڈوپٹے کی طرف اشارہ کر کے بتایا پھر روشنا کو دیکھا جو کندھے اچکا گئی
 تھی۔
 پھر بھی اپنے اطراف پہن لو۔ زریںہ بیگم نے خود ہی چادر اس کے کندھوں پہ پہنا دی
 جس سے اس کا وجود چھپ گیا تھا۔

اچھا سہی اب ہم چلتے ہیں۔ آرزو نے اپنی ماں کے گال پہ بوسہ دے کر کہا پھر وہ نکل
 گئی جب کی زریںہ بیگم نے پیچھے سے آیۃ الکرسی پڑھ کر ان دونوں پہ پھونکی۔



زیادہ کی یاد آ رہی ہے کیوں نہ آج اس کے گھر چل کے ملے۔ ہمایوں نے اپنی عینک ٹھیک
 کرتے ان تینوں سے کہا وہ اس وقت کینیٹین میں تھے۔

شام کو مل تو رہے ہیں تھوڑا صبر کر گھر جانا ٹھیک نہیں۔ وقاص نے کو لڈرنک پیتے کہا۔
 ہم ٹھیک ہے یہ بھی۔ ہمایوں نے اس کی بات پہ اتفاق کیا۔
 وہ میری کال پک نہیں کر رہا جانے کیوں۔ علیدا ان نے موبائی لکان سے ہٹا کر ان کو
 بتایا۔

سویا ہوا ہوگا۔ احمد نے وجہ بتائی۔

زیاد کی نیند گہری نہیں ہوتی جلدی اٹھ جاتا ہے۔ ہمایوں نے کہا۔
 اٹھ تو جلدی نہیں جاتا۔ احمد منہ بگاڑ کے بولا۔

ہاں یاد ہے کچھ سال پہلے جب ہم گھومنے گئی تھے اور زیاد کو سوتا دیکھ کر کتنی دفعہ
 آوازیں دی تھی مگر وہ تو اٹھ ہی نہیں رہا تھا۔ علیدا ان نے ہنس کے پرانہ واقعہ یاد کرتے
 بولا۔

کیوں کی وہ سلیپنگ پلز کھاتا ہے اس لیے ورنہ اس کی نیند گہری نہیں۔ ہمایوں اپنی بات
 پہ ڈٹا رہا۔

ہائے بھئی ہمارے پڑھا کو سرکار آپ سہی بول رہے ہے ہم غلط۔ وقاص اس کے
 سامنے ہاتھ جوڑ کے کہا جس سے وہ دل مسوس کر کے رہ گیا۔

اچھا مجھے ایک کام ہے میں آتا ہوں۔ علیدا ان سب کو دیکھتا بولا جس پہ انہوں نے سر ہلایا اور باتوں میں لگ گئی۔ علیدا ان کو آپس میں مگن دیکھتا اٹھ گیا۔ ہائے کیسی ہو۔ علیدا ان گھومتے روشنا کے ڈپارٹمنٹ میں آتا بولا جو کتاب پہ جھکی ہوئی تھی اچانک سے علیدا ان کے آنے پہ اس کا دل اچھل کے ہلک میں آ گیا۔ کیا بد تمیزی تھی۔ روشنا دل پہ ہاتھ رکھ کے بولی۔

تمہارا پرانہ ڈائی لوگ ہے یہ۔ علیدا ان اس کے ساتھ بیٹھ کر بولا۔ یہاں کیوں آئے ہو۔ روشنا اپنے آس پاس دیکھتی بولی۔ تم سے بات کرنے۔ علیدا ان نے آرام سے بتایا اس کی بات پہ روشنا نے گھور کے اس کو دیکھا جو مسکراتا اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

بات کرو اور جاؤ یہاں سے۔ روشنا بیزاری سے بولی۔ یہ آپ کا ہے؟ علیدا ان نے جیب سے ٹاپس نکال کے اس کے سامنے کیا۔ تمہیں کہاں سے ملا یہ؟ روشنا اس کے ہاتھ سے وہ ٹاپس چھیننے والے انداز میں لیکر پوچھا۔

میری گاڑی میں تھا یہ دینے آیا تھا اور آپ ہے کے مجھے پہ ہی غصہ کر رہی ہیں۔ علیدا ان نے شکوہ کیا۔

تو فضول نہ بولتے سیدھا یہ دے کر چلے جاتے۔ روشنانے اس کو اپنی غلطی بتائی۔ جس پہ علیدان اس کو دیکھ کر رہ گیا کہ وہ اس سے چھوٹی ہو کر آپ کہہ کر مخاطب کر رہا تھا اور وہ تھی کے بڑے کا لحاظ نہ کرتے ہوئے تم کہہ رہی تھی۔



ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین

آرزو یہ پیار جب انسان کو ہوتا ہے تو کیا محسوس ہوتا ہے؟ وہ اسکول میں بریک ٹائی مپہ تھے جب اس کی دوست مہک اس سے مخاطب ہوئی اس کے سوال پہ رد بھی آرزو کی طرف متوجہ ہوئی جو چپس کھانے میں مصروف تھی۔

سوچا اس لیے تو کہا اب عقل، عقل کی بات ہے نکمبو جو چیز میں نے کی ہی نہیں اس کا میں کیسے بتا سکتی ہوں کے کیا محسوس ہوتا ہے۔ آرزو نے چپس کھاتے ان کی عقل پہ جیسے ماتم کیا۔

کھا کھا کے بس موٹی ہونہ۔ مہک نے رجسٹر اس کے بازو پہ مار کے کہا۔
کیا ہے سہی تو کہا میں نے۔ آرزو نے اپنا بازو سہلاتے کہا

پیار جو ہوتا ہے نہ وہ بہت خوبصورت احساس ہوتا ہے اور ہر انسان پیار کے بنادھورا ہوتا ہے اور کوئی ایسا انسان نہیں جس کو پیار کا مطلب پتانہ ہو ہر کوئی ی تھورا بہت اس کے بارے میں جانتا ہے اور ویسے بھی پیار ہر کسی کی قسمت میں نہیں ہوتا وہ تو قدر دان اور خوبصورت دلوں پہ اترتا ہے۔ ردا نے ایک جذب کے عالم میں کہا تو وہ دونوں اس کی آواز میں کھوئے گئے تھے۔

واہ واہ ردا انصاری تم نے تو آج میدان مار دیا۔ مہک نے اس کو خاموش ہوتا دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجا کے بولی۔

یہ تم نے کہاں ہے پڑھا پیار کا۔ آرزو نے پوچھا اس پہ دونوں نے گھور کر دیکھا جس پہ آرزو ہنس دی۔

ویسے پیار بھی ہوا کی طرح ہوتا ہے۔ مہک نے کچھ ٹائی م بعد کہا۔

ہوا کی طرح کیسے۔ آرزو نے ٹھوری پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا۔
 دیکھو ہوا ہوتی ہے تو پتا نہیں چلتا محسوس تب ہوتی ہے جس سامنے سے گزر جاتی ہے اور
 پیار کا بھی کچھ پتا نہیں چلتا جب ہو جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ ہمیں پیار ہوا ہے ہا ہا ہا۔ مہک
 اپنی بات کے آخر میں خود ہی قہقہہ لگا کر ہنسی جس کا ساتھ آرزو نے بھی دیار دلس ان
 کو دیکھ کر نفعی میں سر ہلا گئی۔



زیاد اپنے کمرے میں گیلری کے پاس کھڑا تھا جہاں اس کے گھر کے لان کا سارا منظر
 نظر آتا تھا وہ ایسے ہی کھڑا بلیک کافی پی رہا تھا جب اس کو یاد آیا تھا کہ ان کو ریسٹورنٹ
 میں ملنا تھا زیاد نے ماتھے پہ ہاتھ مارا اور گھڑی میں وقت دیکھا جو پانچ بتا رہی تھی موبائل
 اس کے بند کر رکھا تھا اور وہ بھول گیا تھا کہ اس کو تین ہفتے بعد اپنے دوستوں سے ملنا
 تھا زیاد ایک نظر خود پہ ڈالی جو روف حلیے میں تھا بلیک بنیان اور بلیک ٹرائی وزر پہنے وہ
 کمرے میں آیا کافی کا مگ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور خود فریش ہونے چلا گیا کیوں کی وہ
 جب سے اسلام آباد سے لوٹا تھا اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا پندرہ منٹ نہانے کے
 بعد وہ واشروم سے نکلا تو اس نے بلیو کلر کی پینٹ پہنی تھی اور بنا شرٹ کے تھا اس کے
 مضبوط بازو اور چوڑے سینے پہ پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں بال بھی ماتھے پہ گیلے
 پڑے تھے زیاد نے ٹاول لیا اور پانی کی بوندیں صاف کر کے چینجنگ روم گیا زیاد کی

عادت تھی وہ جو کام و اشروم میں کرنے کا ہوتا ہے وہ کمرے میں کرتا ہے جیسے اپنے بازوؤں سینے پہ ٹاول پھیر کے پانی صاف کرنا وہ چینجنگ روم میں آیا اور وائیٹ شرٹ پہن کر اس کے اُپر بلیو جیکٹ پہنی پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر ڈھیر سارا پرفیوم خود پہ چھڑکا ڈریسنگ ٹیبل سے گھڑیوں کی کلکیشن سے ایک گھڑی نکال کے اپنے ہاتھ میں پہنی پھر آخر میں اپنا ہی ٹی راسٹائل بنایا یاد کے تیار ہونے کا انداز بھی اپنا نرالا تھا بال بنا کر وہ سائیڈ ٹیبل کے ڈرار سے موبائل اور گاڑی کی کیز نکالی موبائل آن کیا تو ڈھیر سارے مسیجز کالز تھی پرا بھی وہ ان کو سب کو نظر انداز کرنا ضروری سمجھا اور علیدا ان کا نمبر ڈائیال کیا جو پہلی ہی دفعہ میں اٹھالی گئی تھی۔

کہاں ہو زیاد ہم کب سے تمہیں کال کیے جارہے کیے جارہے اور تم ہو کے نہ مسیج کا جواب دے رہے ہو اور نہ ہی کال بیک کر رہے ہو اور ابھی ہم چاروں تمہارے انتظار میں ریسٹورنٹ میں سڑ رہے ہیں۔ علیدا ان نے بنا اس کو بولنے کا موقعہ دی ٹی ے

شروع ہو گیا تھا اور وہ تین بچارے سلاد کھاتے اس کی چلتی زبان دیکھ رہے تھے زیاد اس کی شکایاتیں سنتا گیراج کی طرف آگیا تھا جہاں سب کی گاڑیاں تھی زیاد نے اس کی تقریر پہ اپنے کان میں انگلی رکھی اور کہا۔

میں بھول گیا تھا کہ مجھے آج تم لوگوں سے ملنا تھا پرا بھی میں بس آ رہا ہوں دس منٹ میں تم لوگوں کے ساتھ ہو گا۔ زیاد اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چابی گھماتا بولا مہربانی ہو گی اگر آؤ تو۔ اب کی وہ چاروں ایک ساتھ بولے جیسے سنتے زیاد کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی اس نے کال بند کرتے موبائل ڈیش بورڈ پہ رکھا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

کچھ منگوا لیتے ہیں۔ احمد نے کہا

ہاں۔ علیہ ان نے کہا اور ویٹر کو اشارہ کرتے بولا یا۔

لو زیاد بھی آگیا۔ ہمایوں اپنی جگہ اٹھتا بولا اس کا چہرہ ریستورنٹ کے انٹرنس سائیڈ پہ

تھا اس لیے اس کی جیسے نظر اندر آتے زیاد پہ پڑی تو کہا۔

ہائے ایوری ون۔ زیاد ایک کرسی اپنی گھسٹ کر بولا۔

ہائے۔ سب نے جواب کہا۔

کچھ منگوا یا نہیں مجھے تو بہت بھوک لگی ہے۔ زیاد ٹیبل پہ بس سلاد کی پلیٹ دیکھتا بولا۔

آجائے گا بھی آڈر دیا ہے۔ احمد کھیر امنہ میں ڈالتا بولا۔

تم بتاؤ کیسے دن گزرے اسلام آباد میں۔ ہمایوں نے سوال کیا۔

پر سکون گزرے وہ دن جس دن خالا جان نے میری شادی کا تذکرہ نہیں کیا۔ زیاد پانی کا گھونٹ پی کے بولا۔

تو کیا انہوں نے تمہارے لیے لڑکی پسند کی ہے۔ وقاص ٹیبل پہ جھک کے تجسس انداز میں پوچھا شادی اس کا پسندیدہ ٹاپک تھا۔

لڑکی نہیں لڑکیاں۔ زیاد کمنیاں ٹیبل پہ ٹکاتا بولا۔

ایک ساتھ چار شادیاں کروانی ہے کیا ان کو تمہاری۔ احمد نے ہنس کے کہا۔

یہ مطلب نہیں تھا وہ چاہتی ہیں ان کی پسند کی ہوئی لڑکیوں سے ایک فائی ٹل کرو تو وہ میری شادی کروائے۔ زیاد نے بتایا۔

پھر تمہیں کوئی پسند آئی۔ علیدا ان نے سوال کیا۔

نو۔ یک لفظی جواب۔

ہائے کاش تمہاری خالا کی طرح میری ماں ہوتی یا میری بھی خالا تو میں نے فٹ سے ہاں کر کے شادی کر دینی تھی۔ وقاص اس کی بات پہ حسرت سے بولا۔

اس لیے تو تمہاری نہیں ہے۔ احمد نے اس کا مزاق اڑایا۔

انکار کیوں کیا ایک سال بعد ویسے بھی تم نے بزنس سنبھالنا ہے اچھا ہے شادی کر لوں بزنس کے ساتھ ساتھ اور بھی اچھی مصروفیت ہوگی۔ علیدا ان نے کہا۔

امی جان کا بزنس کبھی کبھار دیکھ لیتا ہوں بعد میں پروپر لی دیکھ لوں گا ان کے بزنس کو اوچائی یوں تک پہنچانا ابھی میری مصروفیت ہے شادی کے جھنجھٹ میں ابھی نہیں پڑنا چاہتا۔ زیادہ صاف لہجے میں بتایا اور آس پاس دیکھا ریسٹورنٹ بھرا پڑا تھا لوگوں سے ارسب اپنی گفتگو میں بڑی تھے۔

سہی پر شادی جھنجھٹ نہیں ہے تم جب تھک ہار کے گھر آؤ گے تو وہ تمہارا گیٹ کے پاس کھڑی انتظار کرے گی اور تمہارے ہاتھ سے کوٹ لیکر کہے گی آپ آگئیے میں آپ کا انتظار کر رہی تھی آپ فریش ہو جائے تب تک میں کھانا لگاتی ہوں پھر تم اس کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہو کر کہوں کہ نہیں جان تم بس کھانا لگاؤ فریش تو میں تمہارا خوبصورت چہرہ دیکھ کر ہی ہو گیا ہوں۔ وقاص اس کی بات سن کر اس کے مستقبل کا سارا نقشہ کھینچ کر بتایا جس پہ تینوں کے قہقہے بے ساختہ تھے مگر زیادہ اس کو ایسے دیکھا جیسے اس کے دماغی حالت پہ شک گزرا ہو تبھی وہاں آکر ویٹر نے کھانا ٹیبل پہ سجایا جس پہ احمد نے اس کا شکریہ ادا کیا تو جواب وہ جھک کر مسکراتا وہاں سے چلا گیا۔ زیادہ نے کھانا سب سے پہلے شروع کیا کھاتے ہی وہ ہلکی ہلکی گفتگو بھی کرنے لگے تو علیہ ان نے کہا۔

تم سب سے ایک مشورہ چاہیے تھا۔

مانگو۔ وقاص کباب منہ کھاتے ہی بولا۔

میری سسٹر کی برتھ ڈے ہے اور میں اس کو کیا گفٹ دوں جو اچھا اور یونیک

ہو۔ علیدا ان نے نوالہ ہاتھ میں پکڑ کے بولا۔

گولڈن کی کوئی چیز۔ احمد نے کہا

کوئی گاڑی گفٹ کر دو تمہاری بہن ہماری بھی بہن ہے اور ہمیں پتا ہے اس کو گاڑیوں

کا کریز ہے۔ وقاص نے کہا۔

تاریخی کتاب گفٹ کرو جس میں اس کے لیے نالج ہو۔ ہمایوں نے مشورہ دیا ایک کے

بعد ایک نے اپنا مشورہ دیا پر زیاد بس کھانے میں ایسے مصروف تھا جیسے دوبارہ کھانے کا

موقع نہیں ملے گا۔

نہیں اس کے علاوہ کچھ کیوں کی گولڈن میں اس کو انٹرسٹ نہیں گاڑی ڈیڈ نے پہلے

سے ہی اس کے لیے خرید رکھی ہے جس کی چابی اس کے برتھ ڈے دیں گے اور

کتابوں کا اسے شوق نہیں کورس ہی بہت مشکل سے پڑھتی ہے۔ علیدا ان نے سب کے

مشورے رد کیے اس کے بعد سب کی نظریں زیادہ پڑی جو اپنا کھانا کھا کر اب نیپکن

سے ہاتھ صاف کر رہا تھا۔

مجھے کیوں ایسے گھور رہے ہو؟ زیادنا سمجھی سے پوچھا۔

ہم گھور نہیں رہے بلکہ دیکھ رہے ہیں۔ وقاص نے بتایا۔

جو بھی پر کیا بات ہے۔ زیاد نے پھر کہا۔

مشورہ دو تم ہی کوئی اب مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا اور ان کے مشورے ٹھیک ہیں پر

میرے کام کے نہیں۔ علید ان نے کہا۔

عبایا گفٹ کرو اپنی بہن کو۔ زیاد نے آرام سے اپنے مشورے سے نواز اور جیکٹ کی پوکٹ سے اپنا موبائل نکال کے اس میں بزی ہو گیا جب کی وہ چاروں منہ کھولے زیاد کو دیکھ رہے تھے کیوں کی ان سب کو زیاد سے کم سے کم ایسے مشورے کی امید نہیں تھی پر ہمایوں کو زیاد کو مشورہ اچھا لگا براتوان تینوں کو بھی نہیں لگا پر عجیب ضرور لگا کیوں کی مشورہ دینے والا زیاد تھا۔

عبایا؟ علید ان حیرت سے نکل کے تصدیق کے لیے پوچھا۔

جی عبایا۔ زیاد نے بنا دیکھے جواب دیا۔

میری بہن جینز پہنتی ہے اس نے کبھی ڈوپٹہ نہیں دیکھا ہو گا اور تم کہہ رہے ہو کہ میں اس کو عبایا گفٹ کرو وہ بھی اس کی سا لگراہ کے دن۔ علید ان کو زیاد کی بات مزاق لگی تو ہنس کے بولا جب کی وہ تینوں بھی کھانے سے ہاتھ اٹھا کر ان دونوں کی باتیں سننے لگے۔

ہم جس سوسائٹی میں رہتے ہیں وہاں عام طور پر فیشن کے نام پر یہی سب پہنتے ہیں لڑکیاں ہو یا عورتیں میں نے تمہیں یہ نہیں کہا کہ اپنی بہن کو زبردستی عبا یا پہننے کا کہوں تم بس اس کو گفٹ کرو استعمال کرنا نہ کرنا اس کا کام ہے جس طرح ہم مردوں پر سونا حرام ہے ویسے ہی عورتوں کے لیے جینز پہننا حرام ہے۔ زیادہ موبائل ٹیبل پر رکھتے سنجیدگی سے بتایا اور آج ان سب کو زیادہ کی باتوں پر حیرت کے جھٹکے لگ رہے تھے پہلے کہاں زیادہ اس طرح کی باتیں کرتے سنا تھا اس لیے ان کی حیرت غلط نہ تھی۔

کیا جینز حرام ہے لڑکیوں پر؟ احمد نے سوال کیا وہ نہیں جانتا تھا شاید یہ بات۔
بلکل۔ زیادہ نے جواب دیا۔

میں پھر اپنی بہن کو یہی گفٹ کروں گا۔ علیہ ان مسکرا کر بولا اس کو زیادہ کی بات اچھی لگی۔

میری اگر اپنی کوئی بہن ہوتی تو میں اس کو ہر سال یہی گفٹ کرتا وہ پہنتی یا نہیں پھر بھی دیتا۔ زیادہ نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔

کیا حفصہ کو یہ گفٹ پسند آئے گا۔ وقاص ماحول میں اچانک سنجیدگی محسوس کرتا اس کو ختم کرنے کی خاطر بات بدل کے بولا

کیوں نہیں آئے گا پسند ایک لڑکی کے لیے اس سے بہتر کیا اچھا گفٹ ہو گا ایسا نہیں کے میں تنگ سوچ کا مالک ہوں پر کچھ چیزیں پردے میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ وقاص کو جواب زیادہ دیا۔

ہاں یہ تو ہے۔ علیہ ان کی آنکھوں کے سامنے روشنا کا عکس آیا تو وہ کھوئے لہجے میں بولا۔ اسکیوزمی کین ون سیلفی پلینز۔ وہ باتیں کر رہے تھے کے ایک لڑکیوں کا گروپ ان کی ٹیبل کے پاس آیا اور ان میں سے ایک لڑکی زیادہ سے بولی۔

نو۔ زیادہ بنا لحاظ کیے انکار کیا جس سے ان کی منہ اتر گیا وہ چاروں رلیکس ہو کر جھرمٹ زیادہ کے اُپر دیکھ رہے تھے یہ ان کے لیے عام سی بات تھی لڑکیاں ایسے ہی بہانے سے زیادہ سے باتیں کرنے آتی تھی یا ان سے کچھ پوچھتی تھی۔

ایک سیلفی سے کیا ہو گا جو آپ کا انکار کر رہے ہیں۔ وہ لڑکی پھر سے بولی۔ بالکل سیلفی سے کیا ہو گا جو آپ سب کہہ رہی ہیں اپنی عمریں دیکھے اور حرکتیں دیکھے یہ سب آپ کو زیب نہیں دیتا۔ زیادہ نے اب کی سخت انداز میں کہا کیوں کی سامنے والی لڑکیوں کی عمر اٹھارہ سترہ کے بیچ کی تھی۔

ہمیں پتا ہے کیا زیب دیتا کیا نہیں آپ سے ایک سیلفی کا کیا کہا آپ تو عمر پہ ہی آگئی۔ وہ لڑکی کافی ڈھیٹ معلوم ہوئی تھی زیادہ نے بیزاری سے اس کو دیکھا۔

چھوڑو نہ سول اگر نہیں چاہتے تو۔ اس کی ایک دوست نے کہا۔
 آپ مایوس نہ ہو ہم سے نکلوالے سیلفی نہیں بلکہ سیلفیاں ہم میں خرابکل
 نہیں۔ وقاص کی زبان میں کھجلی ہوئی تو کہا جس سے علید ان احمد ہمایوں کی دبی دبی
 ہنسی گونجی۔

آپ سب ہینڈ سم ہو پر میری شرط لگی ہے اس بندے کے ساتھ سیلفی لینے کی اس لیے
 بکوز سول عمران کوئی شرط نہیں ہارتی۔ وقاص کی بات پہ وہ ایک نظر زیادہ ڈال کے
 بولی۔

اوووو شرط۔ احمد او کو کھینچ کے بولا۔
 یس۔ اس نے کہا اور فرنٹ کیمر آں کر کے زیادہ کے سامنے ہوئی اس کی جڑی ت پہ
 ان چاروں نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا جب کی زیادہ کی غصے سے نسیں پھول
 گئی وہ اپنی جگہ سے اٹھتا اس کے ہاتھ سے موبائل کھینچ کر زور سے نیچے پھینکا جو
 کئی ٹکرو میں تقسیم ہو گیا ریسٹورنٹ میں بیٹھے سب لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کو
 دیکھنے لگے سول صدے کی حالت میں اپنا مہنگا موبائل کئی ٹکرو کی حالت میں دیکھا
 اس کے ساتھ لڑکیوں نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔

جو لوگ اپنی حد میں نہیں رہتے ان کو حد میں رکھنا زیادہ خانزادہ کو اچھے طریقے سے آتا ہے۔ زیادہ مغرور انداز میں کہتا اپنے شاندار طریقے سے ریسٹورنٹ سے باہر نکلنے لگا اس کو جاتا دیکھ کر وہ چاروں بھی اس کے پیچھے گئی۔ بل وہ پہلے دے چکے تھے ان کے جانے کے بعد ریسٹورنٹ میں ہلچل مچ گئی سب آپس میں باتیں کرنے لگے جب کی سول کا صدمہ غصے اور شرمندگی سے برا حال تھا۔

کتنا مغرور تھا۔ ایک لڑکی بولی۔

ہاں نہ حسن ہو تو مغروریت بھی آجاتی ہے۔ دوسری نے بھی اس کی بات سے اتفاق کیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsana | Articles | Poetry | Interviews

چپ کرو تم دونوں۔ سول چیخ کر اپنی دوستو سے بولی

سوری سول پر اس لڑکے کو تمہیں جواب دینا چاہیے تھا۔ ایک نے اس کو اکسایا۔

چھوڑو گی تو میں اب بھی نہیں اتنے لوگوں کے سامنے اس نے میری انسلٹ کی اس کا بدلاتو میں لیکر رہوں گی۔ سول نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔



زیادہ کی کوئی کمزوری تو ہو گی نہ جس سے ہم اس کو شکست دے پائے۔ زاویار نشے میں دھت اپنے دوستو سے بولا اس کا سینا زیادہ سے بدلا لینے کے لیے جل رہا تھا وہ اس وقت کلب میں تھے ہاتھ میں شراب کا گلاس پکڑے زیادہ کے خلاف منصوبے بنا رہے تھے۔

نہیں ہے ورنہ پتا لگ جاتا۔ اسفند اس کا دوست حقارت سے بولا۔
 کوئی می لڑکی کا سین۔ شان حرام کی شے منہ میں ڈالتا بولا
 کمینہ ہے جتنا بھی پر لڑکیوں سے ٹائی م پاس کرنے کے لیے بھی کبھی بات نہیں
 کی۔ ماہر ان سے بولا۔

اس کی کمزور یا بھی اس کے وہ چاروں ساتھی جو کمینے پن میں اس سے کم نہیں۔ اسفند
 نے دوبارہ کہا جب کی زاویار نفرت سے زیادہ کا سوچ رہا تھا۔
 اگر ان کے بیچ لڑائی ہو جائے تو۔ زاویار کمینگی سے بولا
 ناممکن ہے ایسا کچھ نہیں ہو سکتا وہ جان دینے کی حد تک ایک دوسرے کے ساتھی ہے
 اور اگر کوئی ایک ان کو ورغلانے بھی تو وہ اس کی ایسی درگت بناتے ہیں کے اللہ کی
 پناہ۔ ماہر کانوں کو ہاتھ لگا کے بولا

تو پھر میں کیا کروں ہاتھ پہ ہاتھ جمائے بس بیٹھا ہوں اور وہ زیادہ ہر دفع مجھ سے بازی
 جیت لے جائے۔ زاویار اس کی بات پہ ہاتھ میں پکڑا گلاس پھینک کے غصے سے بولا۔
 توں بس وقت آنے کا انتظار کروقت ایک جیسا ہمیشہ نہیں رہتا ابھی اس کا اچھا چل رہا تو
 کل ہمارا اچھا ہو گا اور یہ زیادہ کا ساری عمر ایسے رہے گا کیا گھر والوں سے اس کی نہیں بنتی تو

کیا ہوا ایک نہ ایک دن گھر والی تو ہو گی نہ۔ ماہر نے اس کو حوصلہ دینے والے انداز میں کہا۔

گھر والی۔ وہ سب ایک ساتھ بولے پھر زوردار قہقہہ لگا کے ہنس پڑے۔



رات کا وقت تھا آرزو اپنے کمرے میں چوڑیوں سے کھیل رہی تھی اس کے ہاتھ میں پہنی چوڑیوں کی آواز سے پورے کمرے میں چھن چھن کی آواز تھی وہ ایسے ہی خود میں مگن تھی جب روشنا اس کے کمرے میں آئی۔

شکر ہے تم جاگ رہی ہو۔ روشنا اپنی کتابیں اور بہت سارے پیپرز لگا کے بولی۔
خیریت آپ آج شکر کر رہی ہیں ورنہ تو آکر ہی سونے کا کہتی ہیں۔ آرزو نے شرارت سے اس کی طرف دیکھ کے کہا اور اپنی ٹانگیں سیٹھ کے بیٹھ گئی تاکہ روشنا کے لیے جگہ بن سکے۔

ہاں نہ ہمیں اسائی یمنٹ ملا تھا پرسوں اس کی لاسٹ ڈیٹ ہے میں نے جمع تو کی اس کے بارے میں معلومات پر میں ایسے جلدی سے لکھنے پہ ایک لائی ن دو دفعہ لکھتی جا رہی ہوں بہت مسٹکس ہو رہی تو سوچا تم سے ہی مدد لی جائے۔ روشنا اپنی کتابیں آدھی اس کے بیڈ پہ اور آدھی اس کی رائی ٹنگ ٹیبل پہ رکھ کے سب ایک سانس میں ہی بتا دیا۔

میں تو ہر وقت Available ہوں آپ کی مدد کرنے کو آپ بس حکم کرے۔ آرزو نے خوشدلی سے کہا

ہاں میری پیاری بہن تم نے بس یہ کرنا ہے کہ میں جو پوائی نٹس ٹک مارک کی ہیں ان کو بتاتے رہنا ہے پھر میں وہ لکھوں گی اور اس کے بعد میں گوگل پہ بھی اس کے بارے میں کچھ سیو کیا تھا آج لکھ دوں تو کل جمع کروادو اور بھی بہت سے نوٹس بنانے ہے اور اسائی یمنٹ بھی۔ روشنائے بیڈ پہ بیٹھ کر اس کو بتایا جو بہت غور سے اس کی بات سن رہی تھی۔

تو کیا ساری رات جاگنا ہے آپ نے۔ آرزو نے بڑی مشکل سے خود کو حیرانی سے بچایا۔ ساری رات کہا۔ روشنائے ہنس کے کہا اور کتاب کھولنے لگی۔ آپ نے آپ نے جو جتنی کتابیں اٹھا کے رکھی ہے نہ ایک اسائی یمنٹ کے لیے مجھے تو لگتا ہے اگر آپ کا ساری رات لکھ بھی جائے تو یہ رات کم ہے۔ آرزو نے اس کے کتابوں کی طرف اشارہ کرتے کہا جو پتا نہیں وہ کونسے کونسے جمع کر لائی تھی۔

ضروری ہے بہت اس لیے اور تم ابھی چھوٹی ہو خود جب اس کلاس میں آؤں گا تو پتا چلے گا۔ روشنائے کہا۔

پھر بھی میں دو گھنٹے تک آپ کی مدد کروں گی اور اس کے بعد آپ جانے آپ کا
اسائی یمنٹ۔ آرزو نے ابھی سے ہاتھ کھڑے کر دی ئی ہے جو ہر وقت
Available ہونے کا دعو کر رہی تھی۔

اففف آرزو تمہارا بھی کوئی حال نہیں سہی ہے بس تم اتنی ہی مدد کرنا دو گھنٹے بہت
ہے میں کر لوں گی اگر نہ بھی تو کل کالج میں کلاس مس کر کے پورہ کر لوں گی۔ روشنا
نے نفعی میں سر ہلاتے کہا اور پین پکڑ کے لکھنے لگی ایک کتاب آرزو کو دیا اور بتایا جو اس
کو پڑھ کے بتانا تھا۔

ہاں دیکھتے ہیں ابھی آپ کی موبائل رات کے گیارہ کا وقت بتا رہی ہے آپ کے پاس
ایک بجے کا وقت ہے جو کرنا ہے جلدی کرے۔ آرزو نے بھاری آواز میں روشنا کو حکم
دیا جس پہ روشنا نے سر ہلایا آرزو بھی ہیر اپنی شوخ مزاجی کو سائی یڈ پہ کر کے اس کو
ایک کے بعد ایک لائی ن اور ضروری پوائی نٹس بتانے لگی روشنا لکھنے پہ آئی تو لکھتی
گئی اس ٹائی م میں اس نے اپنا جھکا سر ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں اٹھایا تھا دو گھنٹے کا
وقت دور کہی جا سوا تھا آرزو کو پڑھنے اور اس کے بتانے میں اتنا مزہ آ رہا تھا کہ وہ اپنی
نیند فراموش کر بیٹھی تھی اور روشنا بھی لکھنے میں اس طرح مگن تھی اس کا نا اپنی نیند کا
خیال آیا اور نہ آرزو کا اب کی جمائی لیتی آرزو کا برا حال تھا نیند سے پر وہ ڈھیٹ بنی رہی

ایک ایک کتاب سائیڈ پہ کرتی گئی جو وہ روشنا کو بتاتی گئی تھی ہوش دونوں کو
تب آیا جب مسجد میں امام صاحب کی آذان کی آواز ابھری اللہ اکبر
آپی۔ آرزو نے اپنی پوری آنکھیں کھول کے روشناسے کا جوابنا سر دایں بائیں ہلا
رہی تھی اس کا کندھا دکھ گیا تھا ایک جگہ جھک کے۔

کیا ہے اتنا حیران کیوں ہو رہی ہو فجر کی آذان ہے ابھی خاموش رہو۔ روشناسے عام
انداز میں کہا اور اپنی کتابیں سمیٹنے لگی۔

آپی میں نے نیند نہیں کی اور اسکول میں اب میں کیا کروں گی مجھے نہیں جانا کل پھر
اسکول آپ کی وجہ سے ہوا ہے اماں کو جواب بھی اب آپ دینگے۔ آرزو نے آذان ختم
ہونے کے بعد بچوں کی طرح کہا اور تکیہ درست کر کے سونے کی تیاری کرنے لگی۔
تمہیں تو بہانا چاہیے کیا ہوا اگر ایک رات نہ سوئی تو مجھے دیکھو اتنا لکھنے کے بعد بھی
کتنی فریش ہوں۔ روشناسے گھور کے اس کو کہا۔

آپ دی گریٹ روشنا ہو جو کچھ بھی کر سکتی ہیں اور میں دی گریٹ ون اینڈ او نلی آرزو
ہوں جو وہ نہیں کر سکتی جو آپ ابھی توقع کر رہی ہیں۔ آرزو نے اپنے اوپر چادر اوڑھ
کے بتایا۔

پھر بھی کچھ اسائیمنٹ رہتا ہے۔ روشناسے افسوس سے کہا۔

جتنے جہان کی آپ نے کتابیں جمع کی ہے نہ ایک رات میں پورا ہو بھی نہیں سکتا تھا میں نے پہلے ہی بتایا تھا پر میری کوئی سی سنے تب نہ بھئی اسائی یمنٹ اور پر یز ٹیشن کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ آپ کچھ ضروری نانج اور باتیں لکھے کچھ اہم پوائی نٹس بس جس میں کم لفظوں میں بہت معلومات مل جائے اس طرح لکھتی آپ تاکہ نہ پڑھنے میں لوگوں کو تھکن ہو اور نہ ہی سننے والا بوریت کا شکار ہو انسانوں کو زیادہ پڑھنے میں نانج نہیں ملتی جتنی کم اور ضروری پوائی نٹس جو دو لفظوں پہ ہی مشتمل کیوں نہ ہو اس پہ ملتی ہے یونیک اور سہی تو وہی ہو انہ جو کم اور اچھا ہو۔ آرزو اٹھ کے اپنی بڑی بہن کو دیکھ کے بولی جو حیرت سے اس کا منہ تک رہی تھی شاید زندگی میں پہلی دفعہ آرزو نے سنجیدگی اور عقلمند کی بات کی ہوگی اور کہنے کے بعد تو وہ خود حیران ہوئی کی کہ یہ سب میں نے کہا۔

تم نے نیند نہیں لی شاید اس کا اثر زیادہ ہو گیا ہے۔ روشنانے اس کے ماتھے پہ چپت لگائی۔

یا اللہ میری اتنی عقل والی بات آپ کی کو سہی نہیں لگی۔ آرزو منہ بسور کے بولی۔
ٹھیک تھی پر میں نے بھی فضول نہیں بلکہ بہت اہم پوائی نٹس ہی لکھی تھی۔ روشنانے مسکرا کے بتایا۔

اچھا گڈ نائیٹ۔ آرزو اپنے اپر چادر لیکر بولی۔

آرزو اٹھو شبا بس نماز پڑھ کے سو جانا اسکول بھی نا جانا میں اماں کو بتا دوں گی کے آرزو نے بڑی محنت کی ہے جس کے لیے ابھی اس کے لیے نیند ضروری ہے۔ روشنا سے اپر سے چادر ہٹا کے بولی۔

آپی میری نیند خراب کر کے پاپی نہ بنے اور سونے دے۔ آرزو نے اپنی آنکھیں بند کر کے التجائی یہ انداز میں کہا۔

پانچ منٹ بھی نہیں لگیں گے نماز پڑھو پھر سونا ثواب ملے گا نہیں تو گناہ۔ روشنا نے اس کو پیار سے کہا۔
NEW ERA MAGAZINE
Novels / Affairs / Articles / Books / Poetry / Interview
قضا پڑھ لوں گی اور دن کی ساری نمازیں تو پڑھ لیتی ہوں نہ۔ آرزو نے لیٹتے ہوئے ہی کہا۔

اٹھو آرزو نماز کے بغیر تو میں نے تمہیں سونے نہیں دینا۔ روشنا بھی اٹل انداز میں بولی۔

آپی۔ آرزو نے منت کی۔

آرزو میری جان میری پیاری بہن نماز پڑھوں اللہ کو راضی رکھوں نہیں تو وہ ناراض ہوگا
پھر جو تم چار وقت کی نماز پڑھتی ہو نہ اللہ اس کی توفیق بھی چھین لیگا۔ روشنانے اب کی
اس کو ڈرایا۔

لیں اٹھ گئی۔ آرزو اٹھ کے بولی روشنا کی ہنسی نکل گئی کیوں کی آرزو کے سارے
بال اس کے چہرے پہ تھے جو اس کو ڈراؤ نہ تو نہیں دلکش ضرور بنا رہے تھے۔

یہ ہوئی نہ بات اب جاؤ وضو کرو میں بھی اپنے کمرے میں جا کے وضو کر کے نماز
پڑھوں گی اور اس کے بعد کالج جانے کی تیاری سونے کا وقت تو ہے نہیں میرے
پاس۔ روشنانے اس کے چہرے سے بال ہٹا کے کہا۔

ٹھیک پر اماں کو بتائیے گا مجھے اٹھانے نہیں آئے۔ آرزو واشروم جاتے ہوئے
بولی۔ کہہ دوں گی۔ روشنانے کہا اور دروازہ بند کر کے نکل گئی۔

اسلام علیکم: میں کچھ مدد کروں آپ کی۔ روشنا نماز اور قرآن پاک کی تلاوت کے بعد
پکچن میں آکر زریں بیگم سے بولی۔

وعلیکم اسلام: اٹھ گئی تم آرزو کو بھی بولا لاؤ۔ زریں بیگم چائے چولھے سے اٹھا کے
بولی۔

امی وہ ابھی سوئی ہی ہے اور آج اسکول نہیں جائے گی آپ اس کو اٹھانا مت پتا تو ہے آپ کو اگر وہ نیند سہی سے نہیں لے تو سر درد ہو جاتا ہے اس کو۔ روشناسینک پہ برتن جما کر کے بولی۔

سوئی کیوں نہیں تھی وہ۔ زرینہ بیگم سخت لہجے میں بولی تو روشنانے ان کو بتایا جس سے ان کے تاثرات کچھ نرم ہوئے اور وہ مان گئی۔

اچھا تم یہ چائے اپنے بابا کو دے آؤ برتن آکر پھر دھونا میں تب تک روٹی بنالوں۔ زرینہ بیگم نے اس کو چائے ٹرے میں رکھ کے دی۔

ٹھیک ہے۔ روشنانے ان سے ٹرے لی اور پکن سے نکل گئی۔

اسلام علیکم: روشنانے دروازہ نوک کرتے اپنے باپ سے کہا۔

وعلیکم اسلام: میری بچی آؤ۔ ایاز مرید جو دفتر جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے روشنا کو دیکھ کر اجازت دی تو وہ مسکراتی ان کے پاس آئی۔

اماں نے چائے بھیجی ہے۔ روشنانے کپ ان کی طرف بڑھا کر کہا۔

ہاں شکریہ میں بس آج چائے پیتے ہی نکلوں گا کچھ ضروری کام ہے دفتر میں۔ آیاز

صاحب نے چائے کا گھونٹ بھر کہا۔

خالی پیٹ کیوں اماں بس ناشتہ تیار ہی کرنے والی ہے وہ کر کے جائیے گا ایسے میں آپ کیا کام کر پائے گے۔ روشنانے تھکی سے ان کی بات سن کے کہا

ہا ہا میری دادی ماں دیکھتے ہیں ناشتہ کرنا ہے کے نہیں۔ ایاز مرید ہنس کے بولے
آپ نے بابا اچھا کیا جو رات کی ڈیوٹی کرنا ختم کی۔ روشنانے کچھ خاموشی کے بعد کہا۔
بس بیٹا کیا کرتا طبیعت خراب رہنے لگی تھی اس لیے چھوڑ دی اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو تم
تینوں کا کیا ہوتا اللہ کے علاوہ اور کون ہے اپنا ہمارا۔ ایاز صاحب سانس بھر کے بولے وہ
اب کچھ رنجیدہ ہو گئی تھی۔

ایسا کیوں کہہ رہے ہیں اللہ آپ کو لمبی اور صحتمند زندگی عطا کرے۔ روشنا کا دل ان کی
بات پہ لرز اٹھا۔
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

ہا ہا چھوڑو یہ بتاؤ میری آرزو کدھر ہے۔ ایاز صاحب محبت سے آرزو کا پوچھنے لگے۔
آپ کی لاڈلی سوری ہے۔ روشنانے بتایا۔

اسکول نہیں جانا کیا اسے پہلے بھی اپنے دو سال ضائع کر چکی ہے ورنہ وہ اور عاشر آج
ایک کلاس میں ہوتے۔ ایاز صاحب چائے کا آخری گھونٹ بھر کے بولے۔
آج نہیں جائے گی اور پہلے تو بس فعل ہو گئی امتحانوں کی تیاری نہ کرنے کی وجہ
سے۔ روشنانے مسکرا کر جواب دیا۔

ہاں پڑھنے سے کتراتی جو ہے۔ ایاز صاحب بولے۔

ہاں اور اب میڈم کو موبائل چاہیے میٹرک میں A.1 گریڈ آنے کی خوشی میں۔ روشنا آرزو کی بات یاد کرتی بولی۔

مجھے بتایا تھا ایک سال پہلے جب اس کا ریزرٹ آیا تھا تو۔ ایاز صاحب نے کہا۔
آپ نے تو وعدہ بھی کر لیا تھا اس سے کہ لیکر دینگے۔ روشنا نے ان کی کہیں بات یاد کروائی۔

ہاں یاد ہے اب پڑھائی کی شوقین جو ہو گئی ہے تو بس میں نے پئی سے جمع کر لیے ہیں اپنی بیٹی کی خواہش پوری کر لوں گا اللہ نے چاہا تو۔ ایاز صاحب اٹھتے بولے۔
سہی آئے باہر امی نے ناشتہ ٹیبل پہ تیار کی ہے رکھا ہو گا۔ روشنا نے ان کو اٹھتا دیکھ کر
خود بھی اٹھ کر بولی

چلو مجھے بھی دیر ہو رہی ہے دفتر جانے کے لیے۔ ایاز صاحب پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔



اشرف تیری بائی یک تو زبردست ہے۔ آج اشرف کی ریس تھی جب اس کا مخالف
جس سے اس کو جیتنا تھا اس کی اسپورٹس بائی یک پہ نظر ڈالتا بولا۔
تھینکس۔ اشرف کو عجیب تو لگا اس کے منہ سے تعریف سننا پر وہ نارملی انداز میں بولا۔

ہاں نہ کتنے کی ہے۔ نجف نے اس کی بائی یک پہ ہاتھ پھیر کے پوچھا

ڈونٹ نو میرے فادر میرے بڑے بھائی کی لیے لائے تھے پر انہوں نے کبھی

اسپورٹس بائی یک کو ہاتھ نہیں لگایا ہمارے گیراج میں ایسے ہی پڑی رہتی ہے تو میں آج

لے آیا بنا بتائے کسی کو۔ اشرف نے کندھے اچکا کر بتایا

تمہارا بھائی کی زیاد کی ہے یہ؟ نجف نے پوچھا

ہممم پر انہوں نے ڈیڈ سے یہ بائی یک لینے سے انکار کر دیا تھا انہوں نے اپنی دوسری لی

تھی جب وہ اٹھارہ سال کے تھے۔ اشرف نے آرام سے اس کے سوالوں کا جواب دیا۔

اتنی اچھی ہے پر تمہارے بھائی کی کے خزرے بہت ہیں۔ نجف بے ڈھنگا قہقہہ لگا کر

اپنے ساتھ کھڑے لڑکے کی طرف دیکھ کے بولا۔

خزرے نہیں بس ان کو وائی ٹ کلر کچھ پسند نہیں آیا تھا۔ اشرف کو غصہ تو بہت آیا مگر وہ

اس کو دبا گیا اور کہا۔

اچھا اچھا تو تم اس سے ریس لگاؤ گے سوچ لوں بچے ہوا بھی تم ہار سکتے ہو ہم سے اور اگر

تمہاری بائی یک پہ اسکرچ وغیرہ آگیا تو تمہارا بھائی کی غصہ بھی ہو سکتا ہے اس کی تو

ویسے بھی تم سے یا تمہارے گھر والوں سے نہیں لگتی۔ نجف نے مصنوعی ہمدردی کے

تاثرات چہرے پہ سجا کے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

انیس کا ہوں بچہ نہیں اور تمہیں فکر کی ضرورت نہیں کے بائی یک پہ اسکرچ آتا ہے
کے نہیں اور میرے ہارنے کی بھی نہیں کیوں کی میں اس کا بھائی می ہوں جو تمہارے
کرزن کو کتے کی طرح ہرا کر جیت جاتا ہے۔ اشرف نے بھی لحاظ ختم کر کے اچھا خاصا اس
کو جتلیا اور بائی یک پہ بیٹھ کر زن سے بھگا کے لے گیا۔

ہممم کمینہ بول کا کیا گیا کے میں کس کا بھائی می ہوں وہ جو ذات بھی اپنی ماں کی استعمال
کرتا ہے اور یہ ہے کے اس کے گن گار ہا ہے۔ نجف نے جلے دل کے پھوڑے
پھوڑے۔

ٹینشن نہ لے ایک گھنٹے کے بعد ریس شروع ہے ہم ہی جیتے گے اور اس کو بھی دیکھ لیں
گے جسے بڑی گرمی چڑھی ہے۔ اس کا دوست امیر نے اس کو تسلی دی۔

وہ تو ٹھیک پر زیادہ ہے بہت کمینہ اگر اشرف کو کچھ کیا تو وہ چھوڑے گا ہمیں بھی نہیں تو
نہیں جانتا ابھی نئی بات ہے اس نے زاویار کے دوستوں کو کیسی دھلائی کی تو اس
وجہ سے کے انہوں نے بس اس کی گاڑی کا ٹائی ریپینچر کیا تھا۔ نجف کو اس کی بات تو
ٹھیک لگی پر زیادہ کا خیال آتے اس نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

ہاں تو وہ اس کی گاڑی تھی اور اگر ہم اشرف کو جان سے بھی مار دے تو وہ کچھ نہ کہے وہ تو
ان بہن بھائی می سے تو کیا کرزنز سے بھی بات کرنا گوارا نہیں کرتا اور تم نے ہی تو ابھی کہا

کے اب کے وہ ذات بھی اپنی ماں کی استعمال کرتا ہے تو بس بات ہی ختم۔ امیر نے اس کو مطمئن کیا۔

کہا تو تم نے درست ہے ریس جیت جائے پھر اشرف جو ابھی بڑے بول بول گیا ہے اس کو بھی مزہ سیکھاتے ہیں۔ نجف نے کمینگی سے کہا۔

یہ ہوئی نہ بات۔ امیر نے اس کے ہاتھ پہ تالی مار کے کہا۔



روشنا کالج آکر سیڑھیوں کے پاس بیٹھ کر اپنے اسائیمنٹ جو اس کی ساری رات کی محنت تھی اس کا ایک ایک پیج درست کر کے فائل میں لگانے کا ارادہ رکھتی تھی اس لیے وہ جہاں بیٹھی تھی اس کے اطراف کتابوں کے ساتھ کاغذ جس میں اس نے لکھ رکھا تھا اس کا ڈھیر تھا وہ اب بار بار گہری سانس لیتی ان کو ٹھیک کرنے میں لگی تھی وہ یہاں بیٹھ کر اب پچھتا رہی تھی ایک یہ کہ وہ اکیلی تھی اس کی دوست جواب بنی تھی علیزہ وہ آج ابھی تک نہیں آئی تھی دوسرا سب اسٹوڈنٹ کی آؤ بھگت تھی کوئی سیڑھ چڑھ کر نیچھے جا رہا تھا تو کوئی یپر جس سے وہ تنگ ہو کر رہ گئی تھی۔

زیاد نے گاڑی کالج کے مین گیٹ پہ روکی اور اتر کر اپنی جیکٹ ٹھیک کی آج وہ وائیٹ شرٹ جینز پینٹ اور بڑائی ون جیکٹ میں تھا جس سے وہ بہت شاندار دیکھ رہا تھا اپر سے ہمیشہ کی طرح چہرے پہ سنجیدگی سجائے ہوئے رکھی تھی اور ایک کاندھے پہ کالج بیگ تھا

پڑھتے تو وہ تھے نہیں پر دیکھانے کے لیے بس زیادہ اپنی گاڑی سے بوٹل نکالی جس میں اس کا فریش جوس تھا وہ ہاتھ میں لی اور اندر کی طرف بڑھ گیا آج اس نے اپنے لیے خود جوس بنایا تھا پہلی دفعہ ورنہ شبیر بنانا تھا مگر آج وہ چھٹی پہ تھا اور وہ اپنا کام اس کے علاوہ کسی کو کہتا نہیں تھا اس لیے یہ مشقت آج خود ہی کی وہ اپنے ڈپارٹمنٹ میں آیا اور بیگ اپنی جگہ پہ رکھی آج ایک مہینے بعد وہ کالج آیا تھا اس کے کلاس میں بیٹھے کچھ اسٹوڈنٹ جو بیٹھے تھے اور آدھے باہر تھے اس کے آنے کے بعد چپ ہو گئی تھیں تھے زیادہ سب کو نظر انداز کرتا اپنا بیگ رکھ کر وہ واپس مڑ گیا اب اس کا راستہ کینیٹین کی طرف تھا اس کو پتا وہ چاروں وہی اس کا انتظار کر رہے تھے وہ سیڑھیوں کی طرف آیا اور اترنے لگا اس ہاتھ میں پکڑی بوٹل کا ڈھکن سائیڈ پہ کیا اور چلتے ہی پہلا گھونٹ بھرا پر اس نے جیسے منہ میں جوس کا گھونٹ گیا اس کو لگا جیسے کوئی زہریلی چیزوں منہ میں ڈال لی ہو زیادہ فوراً منہ میں بھرا گھونٹ نکال دیا جو نیچھے سیڑھیوں پہ ہی گر کر کے صاف شفاف سیڑھی پہ نشان چھوڑ گیا۔

واٹ دے یار۔ زیادہ چہرے کے عجیب تاثرات بنا کے بوٹل کو گھورا اس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا تھا۔

حد ہے مطلب میں نے چینی کے بجائے نمک ڈالا تھا۔ زیادہ ہی رک کے خود سے باتیں کرنے لگا پھر نفعی میں سر ہلاتا بنا یہاں وہاں دیکھے اور دھیان دی ئی کے وہ کہاں ہے اپنے پیچھے بوٹل کا منہ کرتا وہاں سارا جو س گرا کر چلنے لگا اور بوٹل کا ڈھکن بند کر دیا۔

روشنا جو اپنا اسائیمنٹ درست کر رہی تھی خود پہ عجیب سی شے گرتے اور پوری کھلی فائل پہ پانی سا کچھ محسوس کر کے اس کو صدمہ ہی لگ گیا صدمے کے ختم ہونے کے بعد اس کی جگہ غصے نے لی اور غصہ آتا بھی کیوں نہ اس کی رات جاگنے کی محنت تھی اور ایک منٹ سے بھی کم وقت میں کسی نے برباد کر دی تھی یہ خیال آتے ہی اس نے اپنا سراٹھا کے یہاں وہاں دیکھا پھر ایک لڑکے کی پشت دیکھ کر اور ہاتھ میں بوٹل دیکھی تو اٹھ کر جلدی سے وہاں گئی اور پیچھے سے اس کا کندھا پکڑ کر اپنی طرف منہ کیا زیادہ جو موبائل پہ کال آنے پہ رک گیا تھا کسی کے کھینچنے پہ اس نے اپنے سامنے لڑکی کو دیکھا تم۔ روشنانے جیسے ہی زیادہ کا چہرہ دیکھا تو چیخ کے بولی۔

ایسی واحیات حرکت تم ہی کر سکتے ہو۔ روشنانے پھر سے کہا جب کی زیادہ نے ایک سنجیدہ نظر اس پہ ڈالی اور دوسری اس کے ہاتھ پہ جواب اس کی جیکٹ کے کالر پہ تھا زیادہ نے بے دردی سے اس کا ہاتھ اپنے کالر سے جھٹکا۔

ہوش میں تو ہو تم اور تم وہی ہو نہ جو کچھ ٹائی م پہلے کرنے کا الزام مجھ پہ لگایا تھا۔ زیاد
نے سنجیدگی سے کہا

میں جو بھی ہوں پر تمہیں کوئی شرم حیا ہے کے نہیں ایسے ہی چیزے پھینک کر چلے
جاتے ہو کیا تمہاری جاگیر ہے کالج۔ روشنائی غصے سے چیخ کے کہا اب ان کے آس پاس
لوگوں کا رش ہو گیا تھا سب اپنے کلاس جانے کے بجائے وہاں کھڑے ہو گئی۔
آئی بندہ مجھ سے اس ٹون میں بات مت کرنا آج برداشت کر گیا دوبارہ نہیں کروں
گا۔ زیاد ایک ناگوار نظر اس پہ ڈالتا پتھر یلے لہجے میں کہا۔

کیوں نہ کروں یہ دیکھو۔ روشنائی فائل اٹھا کر اس کے سامنے کی جو گیلی تھی اور کہا
تمہیں اندازہ بھی نہیں میری کتنی محنت تم نے پانی گرا کے ضائع کی ہے اب اس کو
دوبارہ کو سہی کرے گا۔ روشنا کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ایک تھپڑ زیاد کو مار دیتی جو
رلیکس کھڑا تھا اس کی محنت ضائع کر کے روشنا کا دل چاہ رہا تھا رونے لگ جائے پر زیاد
کو سبق بھی سیکھانا تھا نہ۔

پانی نہیں فریش جو س تھا۔ زیاد نے بیزار سے اس کی معلومات میں اضافہ کیا اس کے
جواب پہ کھڑے اسٹوڈنٹ کی دبی دبی ہنسی کی آوازیں گونجنے لگی۔
تو پاگل انسان یہ کیا طریق

اس کی بات سچ میں ہی رہ گئی تھی جب زیاد نے سختی سے اس کا بازو پکڑا ورنہ
بڑی مشکل سے اپنی چیخ کا گلا گھونٹا۔

کہا تھا نہ مجھ سے دوبارہ اس ٹون میں بات مت کرنا برداشت نہیں کروں تو مطلب
نہیں کروں گا۔ زیاد نے ایک ایک لفظ چبا کے ادا کیا اور اس کا بازو چھوڑ دی۔
ایک تو غلطی کرتے ہو اپنے مردانگی کا رعب جماتے ہو۔ روشن نے تیکھے لہجے میں
کہا۔

غلطی میری نہیں تمہاری ہے سمجھی تم ناؤ گیٹ لوسٹ۔ زیاد نے اپنا مخصوص جملا
دہرایا۔

کیوں تم کون ہوتے ہو مجھے جانے کا کہنے والے معافی مانگو مجھ سے ورنہ میں ایڈمن کو
تمہاری شکایت کروں گی۔ روشن ڈر ہو کے بولی اس کی بات پہ زیاد زوردار قہقہہ لگا کر
ہنسا اس کو ہنسا دیکھ کر کھڑے اسٹونٹ نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا ان یاد
نہیں تھا کہ چار سال کالج میں کبھی ہنسا ہو یا انہوں نے دیکھا ہو کبھی پر آج وہ قہقہہ لگا رہا
تھا یہ ان کے لیے کسی معجزے سے کم نہ تھا روشن نے عجیب نظروں سے اس کو دیکھا
جس کی آنکھوں میں پانی آگیا تھا ہنسنے کی وجہ سے اس کو زیاد کا قہقہہ لگانا سمجھ نہیں آیا۔

کیا کہا تم نے کے ایڈ من کو میری شکایات کرو گی اگر میں نے معافی نہ مانگی تو۔ زیادہ یکدم
سنجیدہ ہو کے بولا

ہاں اور میرا خراب کیا اسائی یمنٹ بھی بنا کے دو گے۔ روشنانے مزید کہا۔
اوو و لکھ کے بھی دوں معافی بھی مانگوں۔ زیادہ نے مصنوعی افسردگی سے کہا
غلطی کرنا جانتے ہو تو سدھارنا بھی سیکھو۔ روشنانے طنزیہ کہا۔

تمہیں ایڈ من کے آفس کا رستہ پتا ہے یا میں لے چلوں۔ زیادہ نے بازو سینے پہ باندھ
کر کہا اور ایک نظر کھڑے اسٹوڈنٹ پہ ڈالی جو مزے سے کھڑے تھے زیادہ کا گھورنا
دیکھ کر آہستہ سب وہاں سے کھسکتے گئی۔

مطلب تم میری بات نہیں مانو گے۔ روشنانے پوچھا۔

نہیں کیوں کی غلطی تمہاری ہے مس کس نے کہا تمہارا ستہ پہ بیٹھنے کو اور میں زیادہ
خانزادہ ہوں ڈرتا تو میں اپنے باپ سے بھی نہیں اور تم ایڈ من کی دھمکی دے رہی ہو
اور معافی تو میں کسی سے مانگتا نہیں تمہارا یہ ارمان ارمان ہی رہے گا اب کوشش کرنا کے
دوبارہ میرے سامنے نہ آؤ۔ زیادہ تمسخر سے کہتا نکل گیا

ایک ہی تو ہم نے فن سیکھا ہے

جس سے ملیے اسے خفا کیجیے

جب کی روشنا جہاں تھی وہی کھڑی کی کھڑی رہ گئی
 بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو آگئی تھے جن کو بے دردی سے صاف کرتی
 اپنے ہاتھ میں پکڑی فائی ل کو دیکھا جواب اس کے کسی کام کی نہیں تھے سارے پیچ
 ایک دوسرے سے چپک گئی تھے۔

کیا اس لیے میں نے آرزو سے مل کر اتنی محنت کی تھی۔ روشنائے خود کلامی کی اور اپنی
 کتابیں سمیٹتی ڈپارٹمنٹ کی طرف گئی اس کو پتا تھا ایڈمن سے شکایات کرنے کا
 کوئی فائی دہ نہیں ہو گا ایک مہینے میں ہی اس نے زیادہ کے بہت سے قصے سن رکھے
 تھے۔

اتنے غصے میں کیو ہو؟ زیادہ جب کینیٹین میں آیا تو زور سے کرسی گھسیٹ کے بیٹھا تو
 وقاص نے پوچھا۔

کچھ نہیں بس جاہل راستے میں مل گئی تھی اس سے مغز ماری کر آیا ہوں۔ زیادہ نے
 پانی کا گلاس ایک سانس میں پیتے بتایا اس کی بات میں ان چاروں نے اشاروں ہی
 اشاروں میں ایک دوسرے سے پوچھا کے جاہل سے مراد کون پر سب نے کندھے
 اچکا دی گئی۔

کون کس کی بات کر رہے ہو؟ علیدا ان نے پوچھا۔

کچھ نہیں یا رہا ایک لڑکی فضول میں لڑنے لگ گئی کے میں نے اس کا اسائی یمنٹ خراب کر دیا۔ زیادہ بتایا۔

تجھے کیوں کہا تم تو آئے بھی اتنے بعد ہو کالج اور کون تھی وہ لڑکی۔ احمد نے سوال کیا۔ مجھے کیا پتا کون تھی وہ میں نے جسٹ اپنا جوس گرایا تھا اگر وہ اس کی اسائی یمنٹ پہ گرا تو میری کیا غلطی اس کو دھیاں رکھنا چاہیے تھا ایسے ہی بیٹھ گئی تو ہو گیا خراب اور فضول میں شور کر رہی تھی تم بنا کے دوں سلی گرل۔ زیادہ نخوت سے سب بتاتا گیا جب کی ان چاروں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کنٹرول کی تھی ہمایوں نے تو اپنے چہرے کے سامنے کتاب کر دی تھی اور علیہ ان گلاس منہ پہ رکھے یہاں وہاں دیکھنے لگا پر بولا تو صرف وقاص۔

ہاں نہ تم نے تو بس جسٹ جوس گرایا تھا بنا دیکھے کے یہ کالج ہے اور کچھ اصول بھی ہوتے ہیں اور تو جوس لے وہی آیا جہاں وہ تھی اب تمہیں کیا پتا تھا کہ کوئی بیٹھا ہے یا نہیں۔ وقاص کا بولنا تھا اور ان کا چھت پھاڑ قہقہہ پورے کینیٹین میں گونجتا تھا۔ ویٹ ویٹ تم لوگوں کا مطلب کے غلطی میری تھی۔ زیادہ ان کو پاگلوں کی طرح ہنستے دیکھ کر پوچھا۔

دونوں کی تھی پر زیادہ تمہاری تھی تمہیں کالج میں ایسے راستے پہ جو س یا کچھ اور پھینکنا
 گرانا نہیں چاہی تھی تھ صفا می بھی کسی شے کا نام ہے اور تم خود اس کا بہت خیال
 کرتے ہو پھر آج کیا ہوا۔ احمد نے اپنی ہنسی روک کر کہا۔

نمک ڈال گیا تھا غلطی سے میں جو س میں تو بس دماغ کام کرنا بند ہو گیا تھا اور منہ کا
 ذائقہ کڑوا۔ زیادہ نے سنجیدگی سے کہا۔

تمہیں تو چینی اور نمک کا فرق تک نہیں معلوم۔ علیہ ان نے تاسف سے اس کو دیکھ کر
 کہا زیادہ بھی کچھ کہتا ہے اس کا موبائل پھر سے بج اٹھا جو پہلے وہ کال نہیں اٹھا پایا اب بھی
 اسی نمبر پہ تھی زیادہ نمبر کو بس دیکھتا رہا جو کی انون تھا۔

کال اٹھا کیوں نہیں رہے۔ ہمایوں نے پوچھا۔

انون نمبر ہے۔ زیادہ نے موبائل رکھ کے بتایا۔

تو کیا پتا ضروری ہو کال اٹھالیں اور کونسا تو لڑکی ہے جو انون نمبر دیکھ کر گھبرا رہا

ہے۔ وقاص نے مزاق کہا۔

فضول مت بولا کرو وقاص ہم نے ابھی کلاس میں جانا ہے بعد میں کال پک کر لوں

گا۔ زیادہ نے سنجیدگی سے بتایا اب اور کوئی ی کچھ کہتا ہے موبائل پھر بجا۔

اب اٹھالے۔ علیہ ان نے کہا تو اس نے کال پک کر لی۔ کال اٹھانے کے بعد دوسری طرف جانے کیا کہا گیا تھا جسے سنتے زیاد کے ماتھے پہ بل آتے گئی تھے۔

میں آتا ہوں آپ ایڈریس سینڈ کرے۔ زیاد نے بس یہی کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

کیا ہوا خیریت کس کی کال تھی۔ اس کو اٹھتا دیکھ کر وہ پوچھنے لگے۔

تم لوگ کلاس اٹینڈ کرو مجھے کہی جانا ہے۔ زیاد نے کہا

پر بتا تو سہی بات کیا ہے۔ علیہ ان فکر مندی سے بولا۔

اُس ایمر جنسی بعد میں بتاؤں گا۔ زیاد کہتے ہی وہاں سے نکل گیا جب کی وہ اس کو جاتا دیکھتے رہے۔



اشرف نے آخر بتا ہی دیا تھا کہ وہ سوتیلای سہی پر بھائی کی زیاد کا ہے جو بھلے زیاد کے بعد صدیقی کے بجائے خانزادہ اپنی ماں سونیا خانزادہ کی ذات لگاتا ہے اشرف جیت گیا تھا

نجف سے دس لوگوں نے جن نے پارٹیسپیٹ کیا تھاریس میں ان سب سے اشرف

جیت گیا تھا جس کا کمال زیادہ تر بائی یک کا تھا جو زیاد کی تھی اشرف ایک طنزیہ نظر ان کے گروپ پہ ڈالنے کے بعد روانہ ہو گیا تھا جب راستے میں روڈ پہ دو گاڑیاں اس کے سامنے آگئی تھی اشرف نے جلدی سے بائی یک روکی تھی ورنہ برا ایکسیڈنٹ ہوتا

اشرف نے حیرت سے ان گاڑیوں سے نجف امیر وہ کچھ نئی لڑکوں کو دیکھا جو ان دونوں کے پیچھے ہاکی اسٹکس لیکر کھڑے تھے۔

اس سب کا مطلب۔ اشرف بائی یک سے اٹھتا نجف سے بولا۔

تمہاری خاطر تواضع کرنے آئے ہے۔ نجف نے شیطانی مسکراہٹ سے کہا لگتا ہے ہار کا صدمہ لگ گیا ہے۔ اشرف طنزیہ مسکرایا۔

ہمم سوچنے والی بات ہے۔ نجف اس کے گول چکر لگاتے بولا۔

اپنی گاڑی ہٹاؤ مجھے کام سے جانا ہے۔ اشرف اس کی پر اسرار بات نظر انداز کرتا بولا۔

کام سے نہیں ہسپتال جاؤ تم۔ نجف نے کہتے ایک مکہ اس کے منہ پہ مارا اشرف اس سے واقف نہیں تھا اس لیے سنبھل نہ پایا اور دو قدم پیچھا ہوا تھا اشرف نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کے دیکھا تو خون نظر آیا اور اس نے پوری قوت سے ایک مکہ آگے بڑھ کر نجف کی آنکھ پہ مارا تھا جس سے وہ کڑھا اٹھا تھا۔

کینے تیری تو۔ امیر جلدی سے اشرف کی طرف آیا اور نیچھے گرا کر اس کے منہ پہ مکوں کی برسات کرنے لگا جب کی نجف ابھی اپنا درد ضبط کرنے میں لگا تو کیوں کی اشرف کا وار بہت تیز نکلا تھا اشرف نیچھے گر کر خود کو بچانے کی کوشش کی پر ناکام رہا کیوں کی امیر اس پہ چڑھ کے مار رہا تھا اور ہاکی پکڑے والوں میں ایک نے اس کے ہاتھ پکڑے تھے

اب اشرف کا سارا منہ خون آلود ہو گیا تھا درد کے مارے اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھی وہ ایک تھا بس جب کی وہ سات تھے وہ کتنا مقابلہ کرتا۔

امیر چھوڑا سے مر جائے گا یہ۔ ایک لڑکے نے اس کو اشرف سے دور کیا جو بیہوش ہونے کو تھا اٹھنے کی سکت اس میں نہ تھی۔

مر جائے سالا کہیں کا میری آنکھ زخمی کر ڈالی۔ نجف ایک زوردار لات اس کے پیٹ میں مار کر کہا جواب تکلیف سے بیہوش ہو گیا تھا۔

ہاں تیری آنکھ تو سو جھگئی ہے۔ امیر اس کی طرف آکر بولا۔

اس کی بائی یک کو توڑ پھوڑ ڈالوں پئی سے مل جائے گے۔ نجف امیر کی بات نظر انداز کرتا ان پانچوں سے بولا جن کے ہاتھ میں اسٹکس تھی۔

ہو جائے گا کام۔ ایک لڑکے نے کہا۔

ہاں اور بنا کوئی نشان چھوڑے نکل جانا گاڑیاں آتی جا رہی ہیں۔ نجف نے ان کو خبردار کیا اور امیر کو اشارے سے آنے کا کہا اور خود گاڑی میں بیٹھتے چلے گئے

جب کی وہ لوگ اشرف کو ایسے چھوڑ کر اس کی بائی یک کی چابی نکالی اور ہاکی سے

بائی یک پہ وار کرنے لگے لائی ٹس وغیرہ توڑ کر ہینڈل تک کو انہوں نے نہیں بخشا اور کسی گاڑی کے رکنے پہ وہ فورن سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے جو کچھ ٹائی م

پہلے بائی یک چمک رہی تھی اب اس کا نقشہ ہی بدل گیا تھا اور کسی کنڈر چیز کا پتا دے رہی تھی جب کی اس سے دور اشرف زمین پہ زخمی لیٹا اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ پڑا تھا۔

گاڑی سے رکنے والا شخص باہر آیا اور اشرف کے بیہوش وجود کو دیکھنے کے بعد یہاں وہاں دیکھا جہاں اب لوگوں کا ہجوم ہو گیا تھا جو پہلے غائب تھا جب اس کو پیٹا جا رہا تھا اس شخص نے ایک آدمی کی مدد سے اشرف کا وجود اپنی گاڑی میں رکھا اور ہسپتال کی طرف گاڑی بڑھائی اور پولیس کو کال کر کے ایڈریس اور یہاں کا واقعہ بھی بتا دیا تھا۔ آپ ان کے کیا لگتے ہیں۔ جو شخص اشرف کو ہسپتال لایا تھا اس کو یہاں آکر ایک گھنٹہ ہو گیا جب پولیس والے وہاں آکر اس سے پوچھ رہی تھی۔

میرا کوئی رشتہ نہیں میں تو بس انسانیت کی خاطر ان کی مدد کی۔ پچاس سالہ مرد نے بتایا۔

ہممم آپ کی تعریف۔ ایس پی نے پوچھا
شہنواز بلوچ۔

آپ کا شکریہ پرا بھی آپ کو یہی رکنا ہو گا جب تک مریض کو ہوش نہیں آتا ایس پی نے کہا تبھی کا نسٹیل آیا اور ایس پی کو سلیوٹ کرتا بولا۔

سروہاں جو بائی یک تھی اس کا تو انہوں نے قیمہ بنا ڈالا تھا پر نیم پلیٹ پہ جو نمبر تھا اس سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بائی یک کسی زیادہ اسرار صدیقی کے نام پہ رجسٹرڈ تھی اور بائی یک کے آس پاس یا اس لڑکے کے پاس لائی نسس وغیرہ کے کاغذ نہیں تھے۔ کانسٹیبل نے معلومات تھی۔

ہممم ہو سکتا ہے گھر ہو تو کیا یہ لڑکا جس کا علاج ہو رہا ہے وہ بزنس میں اسرار صدیق کا بیٹا ہے؟ ایس پی نے سوال کیا۔

ہو سکتا ہے سر۔ کانسٹیبل نے کہا پھر ان کا دھیان میل نرس پے پڑا جو اشرف کا کچھ سامان لایا تھا۔
یہ آپ کے مریض کی کچھ چیزیں۔ میل نرس نے وہ شہنواز بلوچ کو دیا کیوں کی اس کے لانے والے یہی تھے۔

اس کی طبیعت کیسی ہے؟ ایس پی نے پوچھا۔
ابھی ان کو نیند کا انجیکشن لگایا ہے ویسے وہ ٹھیک ہے کیوں کی چوٹیں زیادہ گہری نہیں تھی پر مارا بہت گیا ہے یہ ایکسڈنٹ کیس نہیں تھا۔ میل نرس نے بتایا اور چلا گیا شہنواز بلوچ نے وہ چیزیں ایس پی کو دی جو ایک موبائل تھا میڈل اور ایک چین تھی۔

گڈ موبائل پہ پاسورڈ نہیں لگا ہم اب اس کے فادر کو کال کر لیتے ہیں۔ ایس پی نے موبائل اسکرین آن کر کے کہا جس پہ پاسورڈ نہیں لگا تھا۔
سر لڑکا تو کافی معصوم ہوا پھر پاسورڈ ہی نہیں لگا یا موبائل پہ پھر اس کا کون دشمن ہوگا۔ کانسٹیبل نے کہا۔

مزاق نہیں کرو یہ پکڑو موبائل اور اس میں اس کے فادر کا نمبر ڈھونڈ کے بتاؤ تو میں ان کو فون کرو۔ ایس پی نے رعب سے کہا۔

سوری سر میں بتاتا ہوں نمبر دیکھ کر۔ کانسٹیبل نے کہا اور ایس پی سے موبائل لیا۔
سریہ دیکھے۔ کانسٹیبل نے ایک نمبر دیکھ کر کہا۔
کیا ہے۔ ایس پی نے کہا۔

سریہ نمبر ہے جس پہ لکھا ہے۔ زیادہ برو تو مطلب یہ کے بائی یک جس کے نام ہے وہ زیادہ صدیق نہیں ہے۔ کانسٹیبل نے اپنی عقل کے گھوڑے چڑھائے۔
نمبر بتاؤ میں کال کر کے دیکھوں۔ ایس پی نے اپنی جیب سے موبائل نکال کے کہا جب کی شہنواز بلوچ بیچ پہ خاموش بیٹھے تھے۔

کال جا رہی ہے پر ریسپونس نہیں کر رہا ہے۔ ایس پی نے موبائل کان سے ہٹا کر کہا۔
دوبارہ کر کے دیکھے سر۔ کانسٹیبل نے کہا۔

یہ دوائیاں چاہیے اور فیس بھی جما کر وائے۔ وہ دوبارہ کال کرتے کے دوسرا میل
نرس شهنواز بلوچ سے بولا جس پہ وہ سر ہلاتے اٹھے۔

آپ رکے یہ پرچی دے فراز لیکر آئے گا۔ ایس پی نے احترام کہا جو بھی تھا وہ ان سے عمر
میں بڑے تھے دوسرا مریض سے اس کا کوئی رشتہ بھی نہ تھا اس لیے اس نے اپنے
ساتھ کھڑے کانسیبل کی طرف اشارہ کرتے کہا جس سے انہوں نے بحث کی کیے بنا
پرچی تھما دی جو عقلمندی کی نشانی تھی کے وہ بحث نہیں کرتے۔

حد ہے آدھے گھنٹے سے کال کر رہا ہوں اٹھا ہی نہیں رہا کال۔ ایس پی جو بہت ٹائی م سے
زیادہ کو فون کر رہا تھا تپ کے بولا۔
سر آپ یا اس موبائی ل سے کال کرے یا پھر ان کے فادر اسرار صدیق کو۔ کانسیبل
نے مشورہ دیا۔

یہی کرتا ہوں اگر اب اس نے کال پک نہ کی تو۔ ایس پی نے کہا اور پھر سے کال کرنے
لگا جو اٹھالی گئی تھی۔

اسلام علیکم میں ایس پی نعمان بات کر رہا ہوں۔
ہممم۔ دوسری طرف سے بس یہی جواب ملا تھا۔

آپ کی کوئی سی اسپورٹس بائی یک ہے جو ہمیں روڈ پہ بری حالت میں ملی ہے اور اس کو چلانے والا ایک شخص بھی جس کا ابھی علاج ہو رہا ہے اس کی حالت بھی خراب ہے کافی مارا پیٹا گیا ہے اس کو اور

آپ ایڈریس سینڈ کرے میں آتا ہوں۔ اس کی بات بیچ میں کاٹ کر آواز ابھری تھی جس سے ایس پی نے کال رکھ کے مسیج پہ معلومات لکھ کے سینڈ کی۔ ہوگئی بات اس سے سر۔ کانسٹیبل نے پوچھا۔

ہاں کافی بد تمیز اور روڈ انسان معلوم ہو رہا تھا وہ۔ ایس پی نے بتایا اور بیچ پہ بیٹھ گیا۔ پئی سا چیز ہی ایسی ہے جو انسان کو اور کچھ بنائے نہ بنائے مغرور اور خود سر ضرور بناتی ہے جس میں انسان بولنے کی تھمیز بھول جاتا ہے۔ کانسٹیبل نے تبصرہ کیا۔

دومنٹ کی گفتگو پہ اندازہ لگانا غلط ہے کے کون کس مزاج کا ہے کم بولنے والے کو ہم مغرور سمجھتے ہیں پر وہ کم گوؤ بھی ہو سکتا ہے ایسے میں شاید جس سے آپ نے بات کی وہ جلدی میں ہو سکتا ہے یا کسی اجنبی سے زیادہ بے تکلف نہیں ہوتا ہوگا۔ شہنواز بلوچ نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر شائی ستہ لہجے میں کہا ان کی باتوں پہ وہ شرمندہ ہوئے تھے مگر خاموش رہے پھر نرس نے ان کو بتایا کہ مریض کو ہوش آگیا ہے تو اٹھ کر وہاں گئی جہاں اشرف کو رکھا گیا تھا۔

نام کیا ہے تمہارا۔ ایس پی نے پوچھا۔

اشش اشرف صدیقی۔ اشرف نے کچھ ڈر اور تکلیف ضبط کرتے بتایا۔

تمہیں مارنے والے کون تھے تم جانتے ہو انہیں ہو تو ابھی بچے پھر بھی ابھی سے دشمن

پال لیے ہیں۔ ایس پی نے پوچھا کانسٹیبل اس کا بیان لکھ رہا تھا جسٹریٹ میں پکڑے

میں نہیں جانتا ان کو اور آپ پلیز مجھ سے سوال جواب نہ کرے۔ اشرف نے منت

بھرے لہجے میں کہا ایک اس کا سردرد میں پھٹ رہا تھا دوسرے سامنے والوں کے

سوالات اس کو مزید عجیب کیفیت میں مبتلا کر رہے تھے۔

سوالات تو ہم کرے گئیں اور تم نے جواب بھی دینے ہو گے تاکہ ہم آگے کی کارروائی

کرے۔ ایس پی نے مسکرا کر کہا۔

کونسی کارروائی؟ اشرف کو ان کی بات سمجھ نہیں آئی۔

اسپورٹس بائی یک آپ کی تھی نہ؟ ایس پی نے سوال کیا۔

ہاں میرے بھائی کی ہے آج میں نے استعمال کرنے کے لیے لی تھی ریس کے

لیے۔ اشرف بائی یک کے نام پہ فورن بولا اس کا دل کسی کی انہونی کی تحت دھڑک

اٹھا۔

ہممم زیادہ صدیقی کی رائیٹ۔ ایس پی نے تصدیق کرنی چاہی۔

ج جی ان کی ہے۔ اشرف اپنی تکلیف بھلائے بتانے لگا۔

آپ نہیں جانتے تھے جنہوں نے آپ کو مارا پر آپ کے پاس جو بائی یک تھی اس کو کسی کام کا نہیں چھوڑا بری طرح سے توڑ پھوڑ کی گئی ہے ہم نے زیادہ کو بتا دیا ہے وہ آتا ہو گا شاید اس کو کچھ معلوم ہو۔ ایس پی نے آرام سے اس کے سر پہ دھماکہ کیا۔

آپ نے ان کو کیوں کال کی۔ اشرف کا رنگ فق ہو گیا ایک بائی یک کی حالت جان کر دوسرا زیادہ کے آنے کی خبر سن کر وہ تو اپنی ماں کا بھی نہیں بتا کے آیا تھا نہ کسی اور کو کہ وہ زیادہ کی بائی یک لیکر جا رہا ہے گھر کے باہر کھڑے گاڑز کو بھی اس نے منع کیا تھا کسی کو بتانے سے اب زیادہ اس کا کیا حال کرے گا یہ اشرف ابھی سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ کیوں کی آپ کے گھر میں کسی کو کال کرنا لازمی تھا تو ہم نے آپ کے بڑے بھائی کی کو کر دی۔ ایس پی نے بتایا۔

ایس پی کی بات سنتے اس کے ماتھے پہ پسینے کی بوندے نظر آنے لگی اس کو اب بس زیادہ کا ڈر تھا اگر وہ اپنی بائی یک دیکھے گا تو کیا کرے اور وہ تو ان سے بات بھی نہیں کرتا تھا اب تو پتا نہیں کیا درگت بنانا وہ۔

ابھی آپ انہیں آرام کرنے دے ان کو ٹیشن ہو رہی ہے آپ کی تفتیش سے۔ میل نرس جو ساتھ ہی تھا ایس پی سے بولا جو اس کی بات پہ اٹھ گیا تھا۔

او کے بعد میں آؤں گا تم جواب تیار رکھنا۔ ایس پی نے کہا اور کانسٹیبل کو اشارہ کر کے نکل گیا۔

کیسی طبعیت ہے تمہاری بیٹا۔ شہنواز بلوچ نے پوچھا جو خاموش بیٹھے تھے۔
ٹھیک ہوں۔ اشرف نے جواب دیا۔

کیا تم سچ میں ان کو نہیں جانتے جنہوں نے تمہارا یہ حال کیا۔ انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیا جس کے سر پہ پٹی بندھی تھی چہرے کی ایک سائیڈ سو جھی ہوئی تھی ہونٹوں پہ بھی زخم سا تھا ان کی بات پہ اشرف ان کا چہرہ تکتے لگا۔

ایس پی اور کانسٹیبل آپس میں بحث کر رہے تھے جب زیاد ان کے پاس آیا۔
اسلام علیکم۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا۔

وعلیکم اسلام۔ آپ کا زیاد صدیقی ہیں۔ ایس پی نے ہاتھ ملا کر کہا۔

میں زیاد خانزادہ ہوں۔ زیاد نے جتانے والا انداز میں کہا اس کی بات پہ ایس پی نے ایک نظر کانسٹیبل پہ ڈالی جو خود اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

او کے مسٹر خانزادہ آپ پہلے اپنے بھائی سے ملے گے یا تھانے میں اپنی بائی یک دیکھنے چلے گے۔ ایس پی نے کہا۔

میں ابھی اشرف سے ملنا چاہوں گا۔ زیاد نے جواب کہا۔

جی تو وہ وارڈ نمبر ۲۵ میں ہے آپ مل لیں جا کر ہم نے بیان ٹھیک سے ابھی نہیں لیا کیوں کی ان کا کہنا ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ ان کو مارنے والا کون تھا۔ ایس پی نے پرفیشنل انداز میں کہا۔

سہی ہے میں دیکھ آتا ہوں۔ زیاد کہتا وہاں سے چلا گیا۔
سرجی بندہ اتنا کمال شخصیت کا مالک ہے خوب روگورارنگ اور پرفیکٹ سا اس میں اگر وہ مغرور ہو یا بد تمیز تو کچھ غلط بھی نہیں۔ کانسٹیبل نے زیاد کے جانے کے بعد ایس پی سے کہا۔

ہینڈ سم ہے پرفیکٹ کوئی نہیں ہوتا۔ ایس پی نے اس کی بات سن کے کہا۔
زیاد اشرف کی طرف آیا تو اس کے ساتھ ایک آدمی دیکھا جو شاید اب جانے کی تیاری میں تھا اشرف کی نظر جب سنجیدہ کھڑے زیاد پہ پڑی تو اس کا خون خشک ہو گیا اس نے اپنے سوکھے ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

شہنواز بلوچ زیاد کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر وہاں سے نکل گئی ان کو اشرف نے سارا سچ بتا دیا تھا۔

زیاد بھائی میں آپ کی بائی یک ریس کے بعد واپس اسی جگہ رکھنے والا تھا میں نے پہلی دفعہ آپ کی کوئی چیز لی تھی سچی اور بائی یک میں واپس رکھتا پر یہ حادثہ ہو گیا۔ اس

نے نرس اور شہنواز بلوچ کو جاتا دیکھ کر کسی طوطے کی طرح بولنے لگا اس کو ڈر تھا اب زیادہ اس کی پیٹائی ضرور کرے گا جو کثران لوگوں نے چھوڑی تھی وہ زیادہ پوری کرنی تھی زیادہ خاموشی سے اس کی بات سنتا پاس آیا اور وہاں رکھے اسٹول اس کے بیڈ کے پاس رکھا اور بیٹھ کے بولا۔

کس نے کیا تمہارا یہ حال؟ اشرف جواب اللہ سے دعا مانگ رہا تھا کہ زیادہ سے بچائے اس کے پوچھے گئیے سوال پہ اس نے حیرت سے زیادہ کی طرف دیکھا جو پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا اس کو امید نہ تھی زیادہ سوال بھی کر سکتا ہے اس یاد نہیں تھا کہ زیادہ نے کبھی ان سے بات کی تھی اگر اسرار صاحب سے بھی ہو تو وہ لڑائی ہوتی تھی بچپن میں بھی ان چاروں نے زیادہ سے کھیلنے اور باتیں کرنے کی بہت کوشش کی تھی پر ہمیشہ زیادہ کے چہرے پہ نولفٹ کا بورڈ دیکھتے وہ بھی اپنی کوشش ختم کر چکے تھے وہ ایک گھر میں بھی اجنبیوں کی طرح رہتے تھے۔

میں نہیں جانتا ان کو۔ اشرف نے سر جھکا کے جواب دیا وہ نہیں چاہتا تھا کہ بات مزید بگڑے اس لیے بات چھپانے میں ہی اس نے عافیت جانی پر وہ بھول گیا تھا سامنے اس کا چہ، سات سال بڑا بھائی تھا جو اگر کسی کو حیران کر سکتا تھا تو سچا گلوانا بھی جانتا تھا

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دوسرا گال سلامت رہے تو جو پوچھ رہا ہوں اس کا سچ سچ جواب دو۔ زیادہ اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا جس پہ اشرف کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہوئی اتنا ڈر خوف تو نہ ان کے ہاتھ میں ہاکی اسٹکس دیکھ کے ہوا تھا اور نہ ہی جب وہ اسے مار رہے تھے جتنا اپنے سامنے بیٹھے زیادہ سے لگ رہا تھا اشرف نے زیادہ کی بات پہ جھری جھری آئی۔

بھائی وہ ہمارے کالج کا ہے آج میری ان سے ریس تھی وہ ہمارے مخالف ساتھی تھا پر کوئی جھگڑا وغیرہ نہیں تھا ہمارا۔ اشرف کو سمجھ نہیں آیا کہ زیادہ کو کیسے بتائے اس لیے جو منہ میں آیا کہہ دیا۔

جھگڑا نہیں تھا تو تمہارے چہرے کا نقشہ کیوں بدل دیا۔ زیادہ نے ہاتھوں کی مٹھی بنا کے اپنے ہونٹوں پہ رکھ کے پوچھا۔

میں ریس جیت گیا تھا ان سے تو جب واپس آ رہا تھا تو انہوں نے میرا راستہ روکا اور یہ سب۔ اشرف نے نجل ہو کے بتایا۔

ہممم نام کب بتاؤ گے ان کا جو پوچھا تھا میں نے۔ زیادہ نے پوچھا۔

نجف دانیش اور امیر چوہان۔ اشرف نے بتایا۔

تمہارے ڈیڈ کو پتا ہے کہ تم ریس میں حصہ لیتے ہو؟ زیادہ اسے پوچھا جیسے اس کا کچھ لگتا ہی نہ ہو۔

نہیں۔ اشرف ندامت سے بولا۔

ر سکی ہوتا ہے پتا ہے نہ تمہیں پھر کیوں حصہ لیا تمہارا برا ایکسیڈنٹ بھی ہو سکتا تھا جانتے نہیں کیا ایسے وقت میں ہر کوئی جیتنا چاہتا ہے ایک دوسرے کو ٹکڑے مار کر بس خود کو آگے جانا کا جنون ہوتا ہے۔ زیادہ نے غصے سے کہا۔

ایسا کچھ ہوا تو نہیں۔ اشرف منما کے بولا۔

تو تمہیں کچھ ہونے کا انتظار تھا۔ زیادہ نے میٹھا طنز یہ کیا۔

نہیں میں آئی سینہ ریس میں حصہ نہیں لوں گا۔ اشرف جلدی سے بولا

مجھے اگر پتا چلا نہ تو ٹانگیں توڑ کر گھر میں بیٹھالوں گا اور دوسری بات ابھی تم انیس کے ہو

بس اپنی پڑھائی پہ فوکس کرو اس کے بعد تمہاری مرضی ہے کار ریس میں حصہ لو یا

بائی یک ریس میں۔ زیادہ حکیمہ انداز میں کہا جس پہ اشرف فرمانبرداری سے سر ہلایا۔

آرام کرو تم مجھے کچھ کام نیٹانے ہیں۔ زیادہ اٹھتا بولا۔

بھائی ایک دفعہ گلے نہیں لگائے گے ہمیں اپنا قصور نہیں پتا پر ہمارا دل چاہتا ہے آپ

سے باتیں کرنے کا اور خاص طور پہ عینی کا وہ چاہتی ہے آپ بڑے بھائی یوں کی جیسے

سب کے ہوتے ہیں اس کے ناز نخرے اٹھائے۔ اشرف اپنے دل میں دبائی باتوں کا اظہار کر دیا کیوں کی پہلی دفعہ اس کو موقع ملا تھا اور وہ اس کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اس کا بڑا بھائی نہیں میں اپنی ماں کا اکلوتا ہوں تم آرام کرو اب۔ زیاد اپنے خول میں واپس آتا بے حسی سے بولتا نکل گیا جب کی اشرف نے دکھ بھری مسکان سے اس کو جاتا دیکھا۔

مسٹر خانزادہ پولیس اسٹیشن اب چلیں گے آپ؟ وہ جیسے باہر آیا تو ایس پی نے سوال کیا جس پہ ناچاہتے ہوئے بھی زیاد نے سر ہلایا اور پولیس اسٹیشن جانے کے لیے نکل گئی۔



قسط نمبر ۱۵

یہ جو تم مسلسل مسکرا رہے ہو
کچھ تو ہے جسے چھپا رہے ہو۔

علیدان کالج گرائی ونڈ میں تھا جب اس کی نظر روشنا پہ پڑی تھی جو غصے سے کسی لڑکی سے بات کر رہی تھی وہ بس دور سے اس کو دیکھتا رہا آج بھی اس کو غصے میں دیکھ کر اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی تھی جس کا پتا اسے خود کو بھی نہیں تھا وہ ایسے ہی کھڑا بس دیکھ رہا تھا جب اس کے ایک کندھے پہ اپنا بازو ٹکائے وقاص نے ایک لائی ان

شعر کی پڑھی اور بائیں کندھے پہ احمد نے بازوؤں کا کرواقص کا شعر مکمل کیا اب دائیں بائیں وہ کھڑے اس کو شرارتی نظروں سے دیکھ رہے تھے علیدا ان اچانک سے ان کو دیکھ کر بوکھلا گیا اس کو پتا تھا اب یہ جان نہیں چھوڑنے والا تھے اس کی۔ شعر کافی اچھا تھا۔ علیدا ان مصنوعی مسکراہٹ سجائے بولا اور جانے کے لیے مڑ گیا تو وہ دونوں سامنے آکر کھڑے ہو گئی اس کا راستہ روکنے کے لیے اور بازوؤں سینے پہ باندھے اس کو دیکھ رہے تھے۔

ہاں وہ تو ہم جانتے ہیں پر علیدا ان صاحب آپ یہ بتائے کے وہ لڑکی کون ہے جسے آپ بے خود ہو کر تک رہے تھے بنا اس پاس دیکھے کے آپ لو پوائی نٹ پہ نہیں بلکہ کالج میں ہیں جہاں ہم سب تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں نہ کے یہ سب۔ وقاص نے بھگو بھگو کے تیر مارا بڑی مشکل سے اس کو موقع ملتا تھا ہاتھ جانے دینے کی وہ غلطی تو نہیں کر سکتا تھا۔

کون لڑکی؟ علیدا ان نے نا سمجھی کی ایکٹنگ کرنے میں بڑے اداکاروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

آآ کون لڑکی وہی بلیک حجاب والی جس کو آپ تکتے جا رہے تھے اور اب کون لڑکی ہو گئی وہ۔ احمد نے اب کی افسوس کا اظہار کیا۔

احمد تم وقاص کی بات پہ دھیان دو ایسا تو کچھ نہیں میں تو ویسے ہی کھڑا تھا۔ علید ان نے دلیل دی۔

واہ علید ان واہ تم سے اتنی بزدلی کی امید نہ تھی۔ وقاص نے بھی احمد کی طرح اظہارِ افسوس کیا۔

اور وہ شعر کیا ہوتا ہے وقاص کے بے خودی۔ احمد شرارت سے اب وقاص کی طرف دیکھ کر دانستہ طور پہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا جب کی علید ان اپنا ماتھا مسل رہا تھا۔ وہ تو نہیں کے بے خودی بے سبب نہیں غالب

کچھ تو ہے جس کی پرداداری ہے۔ وقاص نے سوچنے کی اداکاری کرتا احمد سے بولا۔ یہی تو ہے میرے یار ہا ہا۔ احمد اس کے ہاتھ پہ تالی مار کے ہنس کے بولا تو وقاص نے بھی قہقہہ لگایا۔

فضول مت بولوں یہ بتاؤ زیاد سے بات ہوئی ی۔ علید ان بات بدلنے کے غرض سے بولا تاکہ ان کا دھیان زیاد کی طرف جائے۔

ابھی تک تو نہیں ہوئی ہو جائے گی پہلے لڑکی کا کیا سین ہے وہ بتاؤ ورنہ ہم نے اسے خود پوچھ لینا ہے۔ وقاص نے اس کو دھمکایا۔ اس کی بات پہ علید ان نے ان سے نظر

بچا کے وہاں دیکھا جہاں پہلے روشنا کھڑی تھی پر اب کوئی نہیں تھا جس پہ اس نے شکر کا سانس لیا۔

ہمایوں کا کہاں ہے؟ علیدا ان نے ہنسی ضبط کرتے پوچھا۔

پاپڑ بیچنے گیا ہے۔ احمد تپ کے بولا۔

ہا ہا غصہ کیوں ہوتے ہو میں بتاؤں گا نہ پروقت آنے تک ابھی نہیں۔ علیدا ان ہنس کے ان کی طرف آیا اور دونوں کے کندھے پہ بازوؤں سے حصار قائم کرتا خود بیچ میں آکر ان سے بولا۔

پکا۔ وقاص نے تصدیق چاہی۔
ہاں نہ پکا پہلے کبھی ہم نے کوئی بات راز رکھی ہے جو یہ رکھے گے۔ علیدا ان نے پر یقین لہجے میں کہا تو وہ بغیر بحث کے مان گئی اور ایسے ہی چلتے کالج سے نکل گئی۔



اس بائی یک کو دیکھ کے زیادہ کو کیا کچھ یاد نہیں آیا تھا اس نے تو کبھی اس بائی یک کو انگلی سے ٹچ نہیں کیا تھا کیوں کی یہ دینے والی اسپورٹس بائی یک وہ ہستی تھی جس سے اس نے تعلق ختم کر دیا تھا ان سے بات نہ کرنے کا عہد ان سے کوئی امید سب کچھ اس نے ختم کر دیا تھا اس نے اپنے دل کو مضبوط کر دیا تھا کچھ بھی ہو جائے اب ان کے

سامنے نہیں جانا جن کو اس کی ضرورت نہیں وہ ماں کے بنا تو جینا سیکھ گیا تھا باپ کے بنا بھی جینے کا ہنر جان گیا تھا اگر اسکول کالج میں کوئی میٹنگ بھی ہوتی تو ان کے ساتھ جانا گنوار انہیں کرتا تھا اور نہ بتانا اس نے تو اپنے باپ کے لیے ڈیڈ کال فظ استعمال کرنا تک چھوڑ دیا تھا اگر گھر میں رہ رہا تھا تو وجہ تھی اس کی ماں جس کی خوشبو اس کو محسوس ہوتی تھی دوسری وجہ اس کی دادی جس نے ماں کے جانے کے بعد اس کی کمی محسوس نہ کروانے کی کوشش کی تھی پر ماں تو ماں ہوتی ہے اس کی کمی کوئی پوری کر سکتا تھا کوئی بھی تو نہیں اپنی دس سالہ زندگی میں وہ ایک بات جان گیا تھا کہ باپ کے بعد ایک ماں دونوں کے کردار نبھاسکتی ہے پر ایک باپ ماں کے بعد اپنا کردار نبھانہ بھی بھول جاتا ہے اس کے لیے تو یہی بات تھی کیوں کے اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا وہ عجیب نظروں سے بگڑی حالت میں بائی یک ہو دیکھ رہا تھا جو دیکھنے کے حالت میں بھی نہ تھی اور اپنی سوچوں میں گم تھا جب کانسٹیبل کی آواز نے اس کو حقیقت کی دنیا میں لوٹایا۔

بائی یک کو اگر آپ کہے تو ہم ورکشاپ یا بائی یک شوروم میں بھیج دے۔
اس کی کوئی ضرورت نہیں یہ کسی کام کی نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ زیاد اپنے ازلی لہجے میں بولا۔

پتا نہیں پر بائی یک کی کیز ہمیں نہیں ملی۔ کانسیٹیل کو زیاد کی بات سمجھ تو نہیں آئی ی پر وہ دوسری بات بتانے لگا۔

اس کو دیکھ کر تمہیں کہیں سے چابی ڈالنے کی جگہ نظر آرہی ہے؟ زیاد نے طنزیہ کہا۔
 نہیں پر بتانا ضروری تھا۔ کانسیٹیل کھسیانا ہو کے بولا اس کو زیاد کی بات ٹھیک لگی تھی اگر بائی یک کام کی نہیں تھی اور اپنی پہچان بھی گنوا بیٹھی تو ان کو چابی کا کیا کرنا تھا۔
 میں ہسپتال بھی آگیا اور یہاں بھی تو اب میں جاسکتا ہوں آپ لوگوں کی تفتیش پوری ہوگئی ہوگی۔ زیاد نے موبائل میں دیکھ کر کانسیٹیل سے کہا۔

آپ کیا آگے کی کاروائی نہیں کروائے گے آپ کے چھوٹے بھائی کی کو سر اسر مارنے کی کوشش کی گئی تھی اور بڑا نقصان بھی کیا ہے اس لیے کیا آپ رپورٹ درج نہیں کروائے گے۔ کانسیٹیل نے زیاد سے آرام سے پوچھا اور نہ سامنے کھڑے زیاد کو اتنے پرسکون سے دیکھ کر اس کو حیرت ہو رہی تھی اس کے خیال سے زیاد کو چیخنا چاہیے تھا اور کہتا کہ اس کو وہ لوگ چاہیے جس نے اس کے بھائی کو مارا اور اس کی بائی یک کو ناکارہ کیا پر زیاد کا سکون اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

نہیں۔ زیاد نے یک لفظی جواب دیا۔

بات بڑھ بھی سکتی ہے اور ایسا دوبارہ بھی ہو سکتا ہے۔ کانسیٹیل نے اس کو آگاہ کرنا چاہا۔

زیادہ خاندان سب کر سکتا ہے خود ہی آپ لوگوں کا شکریہ پرا بھی آپ لوگوں کی ضرورت نہیں جب ہوگی تو آپ کو کہا جائے گا۔ زیادہ نے اپنی بات کہتے وہاں سے جانے کے لیے مڑ گیا۔

بڑا ہی کوئی ی سر پھر آدمی تھا۔ کانسیٹیل نے زیادہ کو جاتا دیکھ کر بڑ بڑایا۔



آرزو نیند سے اٹھی جب تو دوپہر کے دو بج رہے تھے اس نے ایک برپورا انگڑائی لی اور اپنے بیڈ سے اٹھ کر چیل پہنتی باہر آئی جہاں اس کی ماں چھوٹے سے لائی ونج میں کپڑے سلانی کر رہی تھی۔

آپی کالج سے نہیں آئی کیا ابھی؟ آرزو قالین پہ بیٹھ کر ان سے پوچھنے لگی کیوں کی زرینہ بیگم بھی قالین پہ بیٹھی تھی۔

فون آیا تھا اس کا بتا رہی تھی کسی کام سے کالج کے بعد اپنی دوست کے ساتھ جائے گی کچھ پڑھائی کرنی تھی ساتھ۔ زرینہ بیگم نے مصروف انداز میں بتایا۔

اچھا آپ کو کب ضرورت پڑی پڑھائی میں کسی کی مدد کی خیر مجھے بھوک لگی ہے کیا ہے کھانے میں۔ آرزو نے اپنی ماں سے کہا اس کی بات پہ زرینہ بیگم نے اس کو دیکھا جو نائیٹ سوٹ میں ہی تھی اور بال بھی چوٹی سے نکل کے اس کے چہرے پہ پڑ رہے تھے۔

آرزو اٹھارہ کی ہونے والی ہو پر عقل ابھی تک چھو کے نہیں گزری تمہیں۔ زرینہ بیگم نے افسوس سے اس کو دیکھ کر کہا۔

عقل کو چھو کر کرنا کیا تھا خواہ مخواہ مجھے چھونے کے بعد وہ خود بھی بے عقل ہو جاتی۔ آرزو نے زرینہ بیگم کی بات ہوا میں اڑائی۔

باتیں کروالوں تم سے بس اور کرنا کیا ہے تم نے۔ زرینہ بیگم اٹھتی بولی۔

ہاں تو کرے نہ جا کہاں رہی ہے؟ آرزو نے مسکرا کر اپنی ماں کو چھیڑا۔

تمہارے لیے کھانا کچن سے لانے اور کھا اور کھانے کے بعد اپنا کام کرنا میرا سرمت کھانا مجھے ضروری کپڑے سلائی کر کے یہ آج ہی۔ زرینہ بیگم نے جاتے ہوئے اس کو خبردار کرنا لازمی سمجھا۔

آپ کا سراگر کھانے کی چیز ہوتی تو آپ خود ہی کھا لیتی۔ آرزو نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

زیادہ مت بولا کرو آرو۔ زرینہ بیگم اس کو کھانے کی پلیٹ دیتی بولی جس میں دال چاول تھے۔

زیادہ کہاں بولتی ہوں اتنا کم تو بولتی ہوں۔ آرزو نے ان کی معلومات میں اضافہ کیا جسے سن کے زرینہ بیگم نے گھورا اور اپنے کام میں لگ گئی۔

اماں یہ بیماروں والے دال چاول مجھ سے نہیں کھائے جاتے۔ آرزو نے ایک نوالہ کھا کر پلیٹ اپنے سے دور کھسکا کے کہا۔

کھانے کے بارے میں ایسا نہیں بولتے شکر کرو وقت پہ یہ مل رہا ہے۔ زرینہ بیگم نے اس کو ٹوکا۔

میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا اور اب یہ مجھے نہیں پسند آپ جانتی ہے پھر بھی۔ آرزو نے شکوہ کرنے والے انداز میں کہا۔

میرے کمرے میں بیڈ پہ تکیے کے نیچے کچھ پٹی سے ہے وہ اٹھاؤ عاشر سے کہنا پھر وہ باہر سے تم کچھ کھلانے لے جائے گا۔ زرینہ بیگم نے اپنی جان چھڑائی۔ ان کی بات پہ آرزو کی باچھیں پھیل گئی اور وہ اٹھ کر جانے لگی۔

سنو۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

سنائے۔ جواب فورن سے ملا تھا۔

یہ پٹی سے مجھے سلائی می کے ملے تھے مہینے بعد جب تمہاری سا لگرہ کا دن آئے تو مجھ سے کوئی فرمائی ش مت کرنا اپنے باپ سے جو مرضی آئے کہنا۔ زرینہ بیگم مشین پہ جھکی بولی۔

تب کی تب دیکھی جائے گی پیاری اماں جان ابھی آپ فکر نہ کرے۔ آرزو نے مزے سے بتایا۔

اگر ابھی تم دال چاول نہیں کھانا چاہتی نہ تو میری بات اپنی سا لگرہ کے دن تک یاد رکھنا اور یہ پلیٹ جا کر کچن میں رکھو۔ زرینہ بیگم نے حکم دیا۔

پڑی ہے پلیٹ آپ سے کچھ مانگ تو نہیں رہی مجھے فریش بھی ہونا ہے بھوک لگی ہے اور نماز بھی دوپہر کی پڑھنی ہے۔ آرزو نے ایک منٹ کے کم کام کا سن کر اپنی مصروفیت بتائی۔

تم آتی ہو یا میں اپنا جوتا بھیجوں۔ زرینہ بیگم بنا اس کی طرف دیکھے بولی۔
آتی ہوں آپ اپنے جوتے کو آرام دے کچھ۔ آرزو پیر پٹختی ان کے پاس آکر بولی اور پلیٹ اٹھالی۔

ویسے اگر آپ لیڈی پولیس ہوتی نہ تو جہاں لوگ بندوق پسٹول کا استعمال کرتا آپ وہاں اپنے جوتوں کا استعمال کرتی۔ آرزو کچن سے واپس آکر بولی اور زرینہ بیگم کا ہاتھ اپنی چپل میں جاتا دیکھ کر وہ فوراً سے بھاگ کے اندر کی طرف چلی گئی۔

آرزو واٹر روم سے نہا کے نکلی اور جلدی سے اپنے گیلے بال سوکھانے لگی اس نے جامنی کلر کا فراق پہنا تھا جس پہ جامنی ہی کلر کا ٹرائی وزر تھا آرزو نے بال سوکھا دی ئی تو

اس کو یاد آیا کہ اس نے وضو نہیں کیا تھا وہ اپنے ماتھے پہ ہاتھ مار کر دوبارہ واشر و م کی طرف کی بڑھ گئی وضو کرنے کے غرض سے وضو کے بعد اس نے جائے نماز بچھا کر نماز کی نیت کی نماز پڑھنے کے بعد وہ مرر کے سامنے کھڑی ہو کر بال بنانے لگی بالوں کی چوٹی بنانے کے بعد اس نے جامنی رنگ کا ربن اپنی چوٹی میں ڈالا اور اس اپنے بالوں کی چوٹی ایک سائیڈ پہ رکھ کے خود کو آئی سینے میں دیکھنے لگی پھر مسکرا کر جلدی سے الماری سے اپنا ڈوپٹہ نکالا کے سر پہ اچھی طرح اوڑھ کے وہ باہر نکلی پئی سے اس کی مٹھی میں تھے پرس کلچ اس کے لیے جنجھٹ کا نام ہے کہ انسان خود کو سنبھالے یا بچوں کی طرح اپنی پرس پہ توجہ دے کے کہیں گم تو نہیں ہوئی۔

اچھا اماں اب میں جارہی ہوں خالا کے گھر۔ آرزو ان کے پاس آکر بتایا۔

ہممم جاؤ جلدی واپس آجانا عاشر کو تنگ مت کرنا بس کھانے کے بعد واپس آجانا وہ بھی کالج سے تھکا ہار اگھر آیا ہوگا۔ زرینہ بیگم نے اس کو سمجھایا۔

جلدی آنے کا میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی اور نہ میں بچی ہوں اور نہیں ہی عاشر اتنا معصوم جس کو میں تنگ کروں گی آپ کا بھانجا اتنا بھی نہیں پڑھتا جو تھکا ہوا ہوگا۔ آرزو نے ان کی ہر بات کا جواب دینا ضروری سمجھا۔

اب جاؤ میرے سر میں درد نہیں کرو۔ زرینہ بیگم نے باقائدہ اشارے کرتے اس کو جانے کہا۔

ہاں جاتی ہو ایک دن میری یہی باتیں آپ کو یاد آئے گی پھر میں بھی نہیں آؤں گی۔ آرزو منہ بسور کے کہتی وہاں سے نکل گئی۔
بس فضول بولنا ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ زرینہ بیگم بڑبڑائی۔
اسلام علیکم زبیر بھائی۔ آرزو جیسے ہی گھر میں جانے لگی تھی وہاں سے زبیر عاشر کے بڑے بھائی کو باہر جاتا دیکھا تو سلام کیا۔

وعلیکم اسلام بڑے دن بعد دیکھی ہو۔ زبیر نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کے مسکرا کر پوچھا۔
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بس بہت مصروف لوگ ہے ہم۔ آرزو نے اتر کر کہا۔
جی بلکل اندازہ ہو رہا ہے آپ سے بات کرنے کے لیے اپائی یمنٹ لیٹر لینا ہو گا پھر کہیں بات ہو پائے گی۔ زبیر بھی شرارت سے بولا۔
ہاں آپ تو بھائی ہی ہے اس لیے میں ایسے بھی بات کر سکتی ہوں۔ آرزو نے احسان کرنے والے انداز میں کہا۔
مہربانی ہے آپ کی۔ زبیر سر کو خم دیتے بولا۔

آپ کہی جارہے تھے؟ آرزو نے پوچھا۔

ہاں میں تو اس وقت آفس ہوتا ہوں بس کچھ کام سے آیا تھا۔ زبیر نے بتایا

سہی خالا اور عاشر گھر ہے نہ۔ آرزو نے پوچھا۔

ہاں گھر ہیں تم جاؤ میں بھی جاتا ہوں دیر ہو رہی ہے۔ زبیر نے کہا تو آرزو سر ہلاتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

کیسی ہے آپ خالا۔ آرزو نصرت بیگم کے گلے ملتی بولی۔

میں ٹھیک تم کسی ہوں۔ انہوں نے صوفے پہ اپنے ساتھ بیٹھا کر محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

فٹ اینڈ فائین آپ کے سامنے۔ آرزو نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہنس کے بتایا

ہاں اور خوبصورت بھی۔ نصرت بیگم نے اس کے بھرے گال کھینچ کے کہا۔

آخالا جان گال نہ کھینچا کرے درد ہوتا ہے۔ آرزو نے اپنا گال سہلاتے ہوئے کہا۔

اچھا بابا نہیں کھینچتی تم بیٹھو میں تمہارے کچھ بنا کے لاتی ہوں۔ نصرت بیگم کہہ کر اٹھنے

لگی تو آرزو نے ہاتھ پکڑ کے روکا۔

ارے خالا آپ تکلف نہ کرے میں تو صبح کی بھوکی ہوں اور ابھی میں عاشر کو لینے آئی تھی تاکہ وہ مجھے باہر جا کر کچھ کھلا پلا سکے پئی سے میرے اپنے ہیں۔ آرزو نے پہلے معصوم سی شکل بنائی پھر اپنے ہاتھ میں پئی سے دیکھا کر بتایا۔

صبح کی بھوکی کیوں؟ نصرت بیگم نے حیران کن لہجے میں پوچھا۔

کیا بتاؤں خالامبی کہانی ہے آپ عاشر کو بولائے تاکہ میں اس کے ساتھ باہر چل کے اپنی پسند کا کچھ کھاؤں۔ آرزو نے آرام سے صوفے پہ ٹیک لگا کر کہا۔

باہر کا کیوں میں نے آج گھر میں قورمہ بریانی بنائی تھی زیر ہے نہ اس کو آفس میں پر مشن ملا ہے اور ایک بڑے علاقے میں فلیٹ بھی اس خوشی میں۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر بتایا۔

ارے واہ یہ تو بہت اچھی بات ہے ماشا اللہ سے۔ آرزو صوفے سے ٹیک چھوڑ کر سیدھی ہو کر بیٹھ کے بولی۔

ہاں ماشا اللہ ہم سب رات آنے والے آپ لوگوں کے گھر کیوں کی تب تو ایاز بھائی ہوتے ہیں تو۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر بتایا۔

ٹھیک پر آپ عاشر کو تو بولائے۔ آرزو نے پیٹ پہ ہاتھ رکھ کر معصوم منہ بنا کے بولی۔

اس نے بھی کھانا نہیں کھایا کالج سے آکر اپنے کمرے میں ہی ہے تم جاؤ اس کے پاس میں تم لوگوں کا کھانا وہی لاتی ہوں۔ نصرت بیگم نے کہا۔

وہ سب تو ٹھیک پر خالا جان میرا دل آج باہر جانے کو ہے اگر کھانا کھا جاؤں گی تو عاشر باہر نہیں لیکر جائے گا۔ آرزو نے اپنا مسئی لا بتایا۔

اففف لے جائے تم فکر نہیں کرو پر میری ایک شرط ہے۔ نصرت بیگم نے اس کو دلا سہ دیا۔

آپ کب سے شرط رکھنے لگی۔ آرزو نے آنکھ و نک کر کے پوچھا

شریر شرط یہ کے تم دونوں آئی سکریم نہیں کھاؤ گے۔ نصرت بیگم نے آنکھیں دیکھا کر کہا۔

Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

اچھا اچھا نہیں کھائے گے میں عاشر کے پاس جاتی ہوں۔ آرزو نے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں ویسے بھی چار بجنے والا ہے اب تو۔ نصرت بیگم بھی اٹھ کے بولی۔

وہ تو ہر روز بجتے ہیں۔ آرزو نے بتایا۔

اچھا مجھے تو پتا ہی نہیں تھا۔ نصرت بیگم نفعی میں سر ہلا کے کہتی کچن کی طرف گئی
 آرزو بھی ہنس کے عاشر کے کمرے کی طرف بڑھی اور دروازے کو ہلکا سا نوک کر کے
 اندر داخل ہو گئی۔

آج تو کوئی بڑی محنت سے پڑھ رہا ہے۔ آرزو نے عاشر کو کچھ لکھتے دیکھا تو کہا۔
 تم یہاں گھر میں چین نہیں ہے کیا۔ عاشر ایک نظر اس کو دیکھتا دوبارہ رجسٹر پہ جھک کر
 بولا۔

بول تو ایسے رہے ہو جیسے میں دن میں جانے کتنی دفعہ یہاں آتی ہوں۔ آرزو اس کے
 پاس بیٹھتی برا منہ بنائے بولی۔
 اچھا تو بتاؤ آج ہمارے گھر کو اپنے آنے کا شرف کس خوشی میں بخشا ہے۔ عاشر نے
 پوچھا۔

ان بکس کو تو پڑے کرو سچی بہت الجھن ہوتی ہے جب کوئی میرے سامنے پڑھتا ہے
 تو۔ آرزو نے اس کے کچھ کتاب سامنے پڑے بیگ میں رکھ کے بولی۔
 آرزو تنگ نہ کرو آج پلیز کل میرا بہت ضروری ٹیسٹ ہے انگلش کا۔ عاشر اس کا ہاتھ
 پکڑ کر بولا جس سے وہ کتابیں اس کی بیگ میں ڈال رہی تھی۔

انگلش اتنا آسان تو ہوتا ہے پریشان کیوں ہو رہے ہو دیکھنا تم بنا پڑھے ہی ٹیسٹ میں پاس ہو جاؤ گے۔ آرزو نے چٹکی بجا کے کہا۔

مس آرزو مجھے پاس نہیں بلکہ فرسٹ آنا ہے۔ عاشر نے گھور کے کہا۔
 پاس بھی تو ہو جائے گے نہ کونسا فعل ہو گے تمہیں پتا ہے جب میں میٹرک میں تھی نہ تب ہمارا بھی انگلش کا ٹیسٹ ہوا تھا اور میں نے کچھ خاص تیاری نہیں کی تھی پھر بھی ۱۰۰ نمبرز میں ۳۰ نمبرز لیکر پاس ہوئی تھی۔ آرزو نے اس کو ایسے بتایا جیسے فرسٹ پوزیشن لی ہو۔

اتنے کم نمبرز میں تم پاس ہو گئی تھی۔ عاشر لکھنا بھول کے اس سے پوچھنے لگا۔
 ہاں نہ جب ٹیسٹ کا پیپر واپس ملا تھا نہ تو لاسٹ پیج پہ ٹیچر نے لکھا تھا ”دوبارہ اس سے اچھی کوشش کرنا“۔ آرزو نے اب کی راز دانہ انداز میں بتایا۔ اس کی بات پہ عاشر کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

آرزو تم دن بدن اتنی عقلمند ہوتی جا رہی ہوں یا بیوقوف۔ عاشر نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔

دونوں نہیں۔ آرزو نے زبان چڑا کے کہا۔

مجھے پڑھنے دو میں نہیں چاہتا کہ میری ٹیسٹ پہ بھی سریہ لکھیں کے دوبارہ کوشش کرو۔ عاشر پین ہاتھ میں پکڑتا بولا۔

کیوں کیوں۔ آرزو نے پوری آنکھیں کھول کے بولی۔

آرزو کام کی بات کرو اب۔ عاشر نے کہا۔

ہاں میں اس لیے آئی تاکہ باہر چلے۔ آرزو نے بتایا۔

سوری آرزو پر آج نہیں۔ عاشر کو خود بھی برا لگا اس کو منع کرنا پر اس کا ٹیسٹ بھی

ضروری تھا اس لیے ناچاہتے ہوئے بھی اس نے انکار کیا۔

میں صبح سے بھوکی ہوں کچھ بھی نہیں کھایا چار بجنے والے ہیں نے تو پانی کا ایک

گھونٹ تک نہیں پیا اور اماں نے بھی آج دال چاول بنائے تھے تمہیں تو پتا ہے نہ میں

سب کچھ صبر شکر سے کھا لیتی ہوں ہر یہ دال چاول نہیں کھائے جاتے پھر میں نے اتنی

منت کے بعد اماں سے پئی سے لیکر یہاں آئی یہ سوچ کے تمہارے ساتھ باہر

جا کر کھانا کھاؤں گی اور تم منع کر رہے ہو ایک ٹیسٹ کے لیے جو تم بعد میں بھی یاد

کر سکتے ہو پر خیر کوئی بات نہیں میں جاتی ہوں واپس اللہ نے اگر مجھے میرا بھائی دی دیا

ہوتا تو وہ کبھی انکار نہ کرتا پر بات یہ ہے کہ میرا کوئی بھائی نہیں اوکے میں چلتی

ہوں سوری تمہارا ٹائی م ضائع کیا۔ آرزو نے اچھی خاصی ایمو شنل تقریر کر کے

دروازے سے گزرنے لگی تو عاشر نے اس کو آواز دے کے روکا اس کو ذرہ اندازہ نہیں تھا کہ آرزو اتنا فیل کرے گی کیوں کی پہلے بھی وہ یامان جاتی تھی یا ضد کرتی مگر آج تو بس رونے کی کثر رہ گئی تھی ورنہ آرزو رو بھی دیتی۔

آرزو یار سوری میں نہیں جانتا تھا کہ تم بھوکے ہو اور کچھ نہیں کھایا واپس آؤ چلتے ہے پھر جہاں تم کہو۔ آرزو عاشر کی آواز سن کے خوش ہو کے لب دانتوں تلے دبا گئی دل ہی دل خود کو شاباشی دے کے وہ سنجیدگی چہرے پہ طاری کر کے عاشر کی طرف مڑی ورنہ دل تو کر رہا تھا یہی بھنگڑا ڈال کے ڈانس کرے۔

تم بڑی ہو رہے دو پھر کبھی چلے گے۔ آرزو نے نخر ادا کیا نا ضروری سمجھا۔
نہیں میں واپس آ کر کام کر لوں گا اور کھانا تو میں بھی نہیں کھایا اچھا ہے میں بھی کھالوں گا۔ عاشر اٹھ کے مسکرا کر بولا آرزو کچھ کہتی کے نصرت بیگم کھانے ٹرے لے آئی جس میں بریانی اور قورمہ تھا۔

کھڑے کیوں ہو بیٹھو اور کھاؤ باہر سے گھر کا کھانا اچھا ہوتا ہے۔ نصرت بیگم ٹرے سامنے رکھی چھوٹی سے ٹیبل پہ رکھ کے ان کو صوفے پہ بیٹھنا کہا۔

ہاں کیوں نہیں خالا۔ آرزو سر کھجاتی بولی اب اس کو اپنی کی گئی تقریر ضائع ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔

آپ نے کھایا ہے کھانا۔ عاشر آرام سے صوفے پہ بیٹھتا ان سے پوچھنے لگا کھانے کو دیکھ کر اس کی بھوک جاگ اٹھی تھی۔

ہاں میں نے زبیر کے ساتھ کھالیا تھا وہ اپنے کسی کام سے آیا تھا تو۔ نصرت بیگم نے بتایا۔ سہی آؤ آرزو تمہیں بھوک لگی تھی نہ اب باہر جانا بھی نہیں پڑے گا۔ عاشر نے ایک جگہ کھڑی آرزو کو دیکھ کر کہا۔

ہاں بہت لگی ہے۔ آرزو اس کے ساتھ صوفے پہ کچھ فاصلے پہ بیٹھتی بولی۔ عاشر آج تم کھانے کے بعد آرزو کو باہر لیکر جانا گرو سری کا کچھ سامان ختم ہو گیا ہے اچھا ہے آرزو کے ساتھ چلے جانا۔ نصرت بیگم آرزو کی اتری شکل دیکھی تو عاشر سے کہا جس نے بریانی کھانا شروع بھی کر دی تھی آرزو ان کی بات سنی تو چہرہ چمک اٹھا اور اس نے دل لوٹاتی نظروں سے اپنی خالا کو دیکھا۔

امی ہفتہ پہلے ہی تو بھائی ی لائے تھے سامان۔ عاشر نے بتایا۔ تمہیں نہیں پتا بس میں لسٹ دوں گی آرزو اور تم لے آنا اب کھانا کھاؤ مجھے کچھ کام ہے۔ نصرت بیگم کہتی وہاں نے نکل گئی۔ عاشر بھی کندھے اچکاتا کھانے میں مصروف ہو گیا۔

رو کو تو کھانے میں خود ہی شروح ہو گئی میرا انتظار تو کرتے۔ آرزو اس کے بازوؤں پہ چپت لگا کے بولی۔

تو آؤ اور کھاؤ کس نے روکا ہے۔ عاشر نے کہا۔

مجھے بولتے ہو کے میں بچوں کی طرح کھاتی ہوں اور خود کیسے ندیدوں کی طرح انگلیاں چاٹ رہے ہو۔ آرزو نے کھانا شروع کرتے عاشر کو انگلیاں چاٹ کے دیکھا تو بولے بغیر نہ رہ سکی۔

سنت ہے۔ عاشر نے مزے سے اپنی انگلیاں اور زور سے چاٹ کے آرزو کی معلومات میں اضافہ کیا۔
سنت ہے۔ آرزو نے اس کی نقل اُتاری اور بریانی کھانے لگی ڈر تھا کہ کہیں عاشر ہی نہ سب کھا جائے۔

اٹھواں میرے لیے ایک گلاس پانی لے آؤ۔ عاشر کھانے سے فارغ ہو کر آرزو سے بولا جو اپنے ہاتھ اٹھائیں اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی۔

شرم نہیں آتی گھر آئے مہمان کو کام کا کہتے ہوئے۔ آرزو نے ہاتھ اپنے چہرے پہ پھیر کے عاشر کو شرم دلانی کی کوشش کی۔

نہیں۔ عاشر نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے جواب دیا۔

چاول کھانے کے بعد پانی نہیں پیتے ورنہ پیٹ بڑا ہو جاتا ہے۔ آرزو نے بڑی اہم معلومات فراہم کی۔

وہ تم جیسے موٹے انسان کے لیے مجھ جیسے سے سمارٹ لوگوں کے لیے نہیں نہیں جس نے بھی تمہیں یہ بتایا ہے آدھا بتایا ہے۔ عاشر نے کالر جھاڑ کے مزے سے آرزو سے کہا جو اس کو گھور کے دیکھ رہی تھی۔

خبردار جو مجھے موٹا کہا تو میں تو صحتمند ہوں اور سمارٹ کا بھی خوب کہا پتلے ہو تم کوئی سمارٹ نہیں اگر میں ایک پھونک ماروں تو جانے کہا پہنچ جاؤ تم۔ آرزو نے بڑے آرام سے اس کو خوشگفتاری سے باہر نکالا۔

ہاں تم تو ایسے کہو گی نہ جل کٹری نہ ہو تو۔ عاشر منہ بنا کے بولا اچھے خاصے کو اس نے ایک پھونک کی مار کہا برا تو لگنا تھا۔

ہا ہا ہا ہاٹ جوک۔ آرزو عاشر کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر قہقہہ لگا کر اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں مار کے کہا۔

آرزو پانی پلاؤ اب ثواب ملے گا۔ عاشر نے دوبارہ سے کہا۔

میں خود کسی اور سے مانگتی ہوں اور تم مجھ سے مانگ رہے ہو۔ آرزو نے ٹانگیں اُپر کر کے آرام سے بیٹھ کر عاشر کو کہا۔

کتنی سست ہو یا ر آرزو تم جس سے تمہاری شادی ہوگی وہ تو شادی کے ایک گھنٹے بعد ہی اپنے بال نوچے گا۔ عاشر نے تاسف سے اس کو کہا جو چہرہ ہاتھ کی مٹھی پہ رکھ کے مسکرا رہی تھی۔۔

شرم نہیں آتی لڑکی سے ایسے بات کرتے ہوئے۔ آرزو نے افسوس سے کہا۔
تمہیں کونسا آئی ی اپنی شادی کا سن کے۔ عاشر نے بھی حساب برابر کیا۔
کونسا بھی ہو رہی ہے جو شرم مانے لگ جاؤں شادی ہوئی تو شرم بھی لوں گی۔ آرزو نے ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے کہا

اچھا باہر چلو امی سے لسٹ لو سامان کی پھر چلے مجھے واپس آکر اپنا ٹیسٹ بھی یاد کرنا ہے۔ عاشر اٹھتا بولا پتا تھا آرزو سے باتوں میں اس کی ماں نہیں جیت پاتی تھی تو پھر وہ کیا تھا۔

ہاں آؤ میں باہر جاتی ہوں اور تم یہ ٹرے لیکر آنا۔ آرزو آرام سے اس کو حکم دیتی کمرے سے نکل گئی جب کی عاشر دانت پیس کے رہ گیا۔

پتا نہیں یہ ملکہ ہمارے خاندان میں کیسے آگئی جب کی اس کو تو کسی محل میں پیدا ہونا چاہیے تھا جو بس حکم دینا جانتی ہے۔ عاشر ٹرے اٹھاتا خود سے بڑبڑاتا کمرے سے نکل گیا۔

خالا آپ نے کوئی ی لسٹ دینی تھی۔ آرزو نصرت بیگم کے کمرے میں آکر ان سے بولی۔

ہاں یہ ہے وہ۔ نصرت بیگم جو بیڈ پہ بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھی آرزو کی بات سن کے سائیڈ ٹیبل کے دراز میں سے ایک پرچی نکال کے دی۔

اچھا ہم چلتے ہیں اب خدا حافظ۔ آرزو نے ان کے ہاتھ سے لسٹ لیکر بتایا۔

اللہ کی امان میں۔ نصرت بیگم اس کے جانے کے بعد کہا

گاڑی کب لوگے زبیر بھائی کو تو فلیٹ مل گیا ہے۔ آرزو بائی یک پہ عاشر کے پیچھے بیٹھ کر کہا۔

بھائی کی تو جاب ہے اور ان کو وہاں سے فلیٹ ملا ہے میرے پاس بائی یک ہے فلحال کے لیے وہی غنیمت سمجھو۔ عاشر بائی یک اسٹارٹ کرتا بولا۔

اچھا بات سنو؟ آرزو نے کچھ یاد کر کے اس سے کہا۔

بولوں تم پھر میں بائی یک باہر نکالوں۔ عاشر اپنے ہاتھ ہینڈل سے ہٹاتا آرزو سے بولا۔

تم لوگ اس فلیٹ میں تو شفٹ نہیں ہو گے نہ جو زبیر بھائی کو ملا ہے خالا بتا رہی تھی

کے بڑے علاقے میں تو وہ تو یہاں سے دور ہو گا نہ۔ آرزو نے سوال کیا

شفٹنگ کا مجھے نہیں پتا ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور ویسے بھی ہمارا اپنا یہ گھر بھی تو اچھا ہے نہ چھوٹا ہے نہ بڑا تو ہمیں وہاں رہنے کا سوچنا نہیں چاہیے۔ عاشر سادگی سے اس کو بتایا۔

ہاں نہ اور یہاں اپنے بھی تو ہیں۔ آرزو نے پر جوش آواز میں کہا اور ہلکی چپٹ اس کے بازو میں لگانے والی تھی جو بہت تیز عاشر کو لگ گئی۔

آرزو حد کرتی ہوا ویسے کون مارتا ہے۔ عاشر چڑ کے اپنا بازو سہلاتا بولا۔

سوری۔ آرزو لب دانتوں تلے دبا کے بولی جسے سن کر عاشر بنا کچھ کہے بائی یک اسٹارٹ کی اور گھر سے نکلتا گیارہ تے پہ ٹریفک دیکھ کے اس نے بائی یک روکی اور گرین سگنل ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

یہ ٹریفک کیوں ہے آج؟ بائی یک رکنے پہ آرزو نے عاشر سے سوال کیا۔

مجھے بتا کے نہیں ہوئی۔ عاشر نے آرزو کی طرف منہ کر کے بتایا۔

آرام سے جواب نہ دینا کبھی۔ آرزو نے منہ کے زاویے بگاڑ کے کہا وہ باتوں میں اتنی

مگن تھی کہ اس کو یہ معلوم بھی نہ ہوا کہ اس کا ڈوپٹہ ٹائر میں اٹک گیا ہے۔

تم اپنے سوالوں پہ بھی تو غور کرو نہ کیسے کرتی ہو اور کتنے سارے کرتی ہو تمہیں تو نہ

رپورٹر ہونا چاہیے ساری وہ خوبیاں ہیں زیادہ بولنے کی بھی اور سوالات کرنے کی

بھی۔ عاشر نے پہلے جواب دیا اور ساتھ ساتھ مشورہ بھی ایسے ان کی نہ ختم ہونے والی بحث شروع ہو گئی تھی جو شاید سگنل کھلنے پہ بند ہونی تھی۔

Episode 16

ہاں میں پہنچتا ہوں راستے میں ٹریفک ہے وہی پھنس گیا ہوں۔ زیاد نے فون کال پہ کسی کو بتایا۔

تم ان پہ نظر رکھو اور وہ کہیں بھی جائے مجھے خبر کرتے رہنا۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا وہ بات کرتے ہوئے روڈ پہ نظر گھما رہا تھا جب سامنے اس کی گاڑی سے کچھ دور ایک بائی یک پہ لڑکی کا ڈوپیٹہ ٹائر پہ اٹکا نظر آیا زیاد نے غور سے دیکھا اس کو کچھ صاف نظر تو نہیں آیا اور لڑکی کی پشت ہی بس دیکھائی دے رہی تھی۔

حد ہے لاپرواہی کی اگر ڈوپیٹہ سنبھالنا نہیں آتا تو پہنتی ہی کیوں ہے یہ لڑکیاں۔ زیاد نے دور سے گاڑی میں ہی ان کو دیکھ کر خود سے بولا اس سے پہلے گرین بتی ہوتی اس نے اٹھ کر ان کو بتانا ضروری سمجھا۔

اب اتنی ٹریفک میں محترمہ کو بتانے جاؤں گے اپنا ڈوپیٹہ سنبھالے پر عقل تو بائی یک چلانے والے میں بھی ہے جو شاید بنا ہدایت دیئے لڑکی کو بیٹھایا ہے۔ زیاد سیٹ بلیٹ کھولتا ساتھ میں باتیں کرنے میں بھی بڑی تھا۔ زیاد دو تین گاڑیوں سے گزر کر

ان کی طرف بڑھنے لگا اس کے ایسے گزرنے پہ گاڑیوں میں بیٹھے لوگوں نے ہارن بجایا تھا جو زیادہ بہت کوفت سے سنا اور بنا لڑکی کو مخاطب کیے اس کا ڈوپٹہ جواٹکا ہوا تھا نکال اس کے بعد مخاطب کرتے کہا۔

سنجھالے اپنا ڈوپٹہ اور ٹھیک سے بیٹھے ورنہ برا حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ زیادہ اپنی بات کہتا بنا لڑکی کی شکل دیکھتا واپسی کے لیے مڑ گیا۔

آرزو جو عاشر کو سنانے میں مگن تھی اپنے پیچھے بھاری آواز سن کر وہ ڈر گئی پر جب اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو بس اس کی پیٹھ نظر آئی۔

آرزو خیال تو کرتی اگر وہ شخص نہ بتاتا تو۔ زیادہ کا کہا آرزو نے تو نہیں پر عاشر نے ضرور سنا تھا اس لیے وہ بائی یک سے اٹھتا آرزو کو ڈانٹنے والے انداز میں بولا۔

پتا نہیں چلا۔ آرزو نے عاشر کو دیکھ کر جواب دیا جس پہ عاشر نے اس کا ڈوپٹہ ٹھیک سے پہننانے لگا اور اُپر بھی کچھ کیا تاکہ دوبارہ ایسا نہ ہو گرین سنگنل روشن ہوتے ہی سب نے اپنی گاڑی اور کسی نے اپنی بائی یک اسٹارٹ کی اور اپنے راستے چل دیئے۔



زیادہ گاڑی چلا رہا تھا جب اس کی موبائل پہ کال آنے لگی زیادہ موبائل کو Bluetooth میں کنیکٹ کرتا اور اس کو کان میں ڈالے کال رسیو کی جواحمد کی تھی۔

ہاں بولوں کیا بات ہے؟ زیاد Bluetooth کان میں ٹھیک کرتا احمد سے پوچھنے لگا۔
 کیا بات ہے یہی تو ہم تم سے پوچھنا چاہتے ہیں کہاں ہو تم اس وقت اور کس کی کال
 آئی تھی تمہیں۔ یہ کہنے والا علیدا ان تھا کیوں کی احمد نے کال کا اسپیکر آن رکھا تھا اور
 وہ چاروں ساتھ تھے ہمایوں کے گھر۔

کچھ خاص نہیں بس اشرف کو کسی نے مارا تو ایس پی نے اس کی موبائل میں سب کے
 نمبر چھوڑ کے مجھے کال کی کیوں کی اس کے ساتھ جو فٹیچر بائی یک تھی وہ میرے نام پہ
 رجسٹرڈ تھی۔ زیاد گاڑی ایک سائیڈ پہ روکتا ان کو بتانے لگا۔

اشرف ٹھیک ہے کیا زیادہ مارا ہے اس کو اور کس نے مارا ہے اور کیوں۔ ہمایوں نے اب
 کی سوال کیا اس کے ایک ساتھ سوال پوچھنے پہ تینوں نے اس کو گھور کے دیکھا جب کی
 زیاد نے گہری سانس بھری۔

زیادہ نہیں بس اس کے چہرے کا نقشہ بدل کے رکھ دیا گیا ہے۔ زیاد اشرف کا سو جھامنے
 یاد کر کے بولا۔

بائی یک تو تمہارے پاس ہے نہیں تو اشرف کے پاس کیسے آئی؟ وقاص جو خاموش
 تھا اب زیاد سے پوچھنے لگا۔

وہی بائی یک تھی جو اسرار صدیق نے میری اٹھارویں سالگرہ پہ مجھے گفٹ کرنی چاہی تھی۔ زیاد نے آنکھیں زور سے بند کر کے بتایا۔

اسپورٹس بائی یک کو تم فٹ بیچر بول رہے ہو۔ احمد نے حیرت سے کہا۔
اب اگر تم لوگ اس کو دیکھتے تو فٹ بیچر بھی بہتر لگتا۔ زیاد نے طنز یہ بتایا۔

تم نے بتایا نہیں اشرف کو کس نے مارا اور کیوں اشرف نے تمہاری بائی یک کیوں لی۔ علیہ ان نے سنجیدگی سے کہا

ریس تھی اس کی کسی کے ساتھ پر ایک نے اپنی ہار کا بدلہ اشرف کو مار کے لیا دوسری بات یہ کہ وہ میری بائی یک نہیں تھی بس رجسٹرڈ تھی۔ زیاد نے جواب کہا۔
ابھی تم کہاں ہو؟ ہمایون نے جاننا چاہا۔

میں کسی کام میں مصروف ہوں شاید کل ہم مل سکے اور میں کہی نہیں بس راستے میں ہوں۔ زیاد نے اطلاع دی۔

ٹھیک ہے اپنا دھیان رکھنا۔ سب نے ایک آواز میں کہا جسے سن کے زیاد کا بائی یاں ڈمپل ابھر کے معدوم ہوا تھا۔ ان سے بات کرنے کے بعد زیاد نے دوسرا نمبر ڈائل کیا۔

ہیلو اسجد؟ زیاد نے سلام کے بعد تصدیق چاہی۔

جی میں اسجد آپ کون؟ اسجد نے بتا کر سوال کیا۔
 میں زیاد خانزادہ ہوں۔ زیاد نے سنجیدگی سے بتایا۔
 آپ اشرف کے بھائی ہیں۔ اسجد نے پر جوش ہو کر پوچھا۔
 میں نے ایک کام کے لیے فون کیا تھا تم اشرف کی ماں کو کال کرو گے اور کہنا کہ
 اشرف تمہارے ساتھ ہو گا کچھ دن کے لیے۔ زیاد اس کی بات نظر انداز کرتا بولا۔
 پروہ میرے ساتھ نہیں۔ اسجد نے الجھ کے بتایا
 جانتا ہوں پر تمہارا دوست ہے نہ اشرف۔ زیاد نے تصدیق کے لیے پوچھا۔
 ہاں دوست ہے۔ اسجد نے فوراً سے بتایا۔
 تو بس تم اس کی ماں کو فون کر کے بتا دینا وہ کچھ دن تمہارے ساتھ ہو گا پہلی دفعہ تو نہیں
 تم لوگ اس سے پہلے بھی تو کمبائی ن اسٹڈی کے نام پہ سنمائو میں موویز دیکھنے جاتے ہو
 پر آج میرے کہنے پہ اس کی ماں کو بتا دینا۔ زیاد نے جانے کیا کچھ باور کروایا اس کو۔
 جی جی میں اب ابھی ان کو بتا دیتا ہوں۔ زیاد کی بات سن کے اسجد کے گلے میں گلی
 ابھری اس لیے اس نے اٹک اٹک کے زیاد کو کہہ دیا کہ کوئی اور پول نہ کھول دے۔
 گڈ۔ زیاد نے کہہ کر کال کٹ کر دی اور گاڑی اسٹارٹ کر کے اپنے راستے چلا گیا۔



سامان کچھ زیادہ نہیں ہے؟ آرزو نے عاشر کے ہاتھ میں پکڑے شاپرزدیکھ کر کہا جو بڑی اور بھری چارپانچ تھی۔

ہاں تو تم پیچھے بیٹھ کے پکڑنا بہت دیر ہو گئی ہے مجھے نہیں تھا اندازہ کے شام ہو جائے گی۔ عاشر نے دو تین شاپرزد آرزو کی گود میں رکھ کے کہا۔

اندازہ تو مجھے خود نہیں تھا اماں نے کہا تھا جلدی آجانا اب تو اپنی چپل سے سواگت کرے گی۔ آرزو نے اس کی بات پہ اتفاق کیا۔

خالا کو بتا دینا امی نے کام کہا تھا پھر نہیں کہے گی کچھ۔ عاشر بائی یک پہ بیٹھ کر اس کو مشورہ دیا۔

ٹائی م کتنا ہوا ہے۔ آرزو نے سوال کیا۔

تمہارے ہاتھ میں گھڑی جو ہے اس میں دیکھ لو۔ عاشر نے کہا۔

یہ توفیشن کے لیے ہے کونسا ٹائی م دیکھنے کے لیے میں نے پہنی ہے۔ آرزو نے گھڑی پہننے والا ہاتھ لہرا کر عاشر سے کہا۔

توبہ ہے گھڑی چل نہیں رہی پھر بھی پہن رکھی ہے۔ عاشر اس کا لہراتا ہاتھ پکڑ کر گھڑی کی طرف دیکھ کے بولا جو کی بند تھی۔

ہاں تو کیسے چلی گی سیل خراب ہو گیا ہے تمہیں کہا تھا ٹھیک کروا کے دو تو نہیں کروا کے دیا اس لیے مجھے بند گھڑی پہننی پڑ رہی ہے۔ آرزو نے سارا الزام اس پہ ڈالا نہیں ہوئی تھی ٹھیک اس کے علاوہ بھی تمہارے پاس ہے نہ جو ٹھیک سلامت ہے ان کو پہننا کرو اس بیچاری کی جان چھوڑ دو۔ عاشر نے بیزاری سے کہا۔

کیوں چھوڑواتی اچھی تو۔ آرزو نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھ کے کہا جو گلابی رنگ کی تھی۔

نہ چھوڑو مرضی ہے ٹائی م سات بج رہے ہیں۔ عاشر نے کہہ کر اپنی موبائل سے ٹائی م دیکھ کے بولا۔

ویسے تم اپنی فیس بک اور انسٹا گرام کے اکائی ونٹ کا نام کیوں نہیں بتاتے میں نے آپ کی فون سے تمہیں انسٹا گرام پہ ڈھونڈا تھا پر نہیں ملے۔ آرزو نے پوچھا۔

نہ ڈھونڈو کیوں کی میں نے اپنے نام پہ اکائی ونٹ نہیں بنایا۔ عاشر جو بائی یک اسٹارٹ کرنے والا تھا رک کر آرزو جو جواب دیا۔

اوو کس کے نام پہ ہے؟ آرزو نے سوال کیا۔

ڈمپل بوائے۔ آرام سے جواب دے کر عاشر نے بائی یک زن سے بھگائی۔



زیاد نے اپنی گاڑی ایک فارم ہائیوس کے پاس روکی گاڑی سے نکل کر اس نے آس پاس نظر گھمائی جہاں بس اندھیرا تھا یہ فارم ہائیوس کراچی کے کافی سنسان جگہ پہ تھا زیاد نے ایک نظر دیکھ کر اپنے قدم فارم ہائیوس کی طرف بڑھائے اور باہر کی گیٹ پہ کھڑے کھڑے گارڈ کو سوتا دیکھ کر اس کے چہرے پی طنزیہ مسکراہٹ آگئی۔

محبت جان مانگے کبھی انکار نہ ہو

ہماری جیت میں بھی کسی کی ہار نہ ہو

سارے جہاں میں اک تم اور اک ہم ہی ہم

وہ جیسے فارم ہائیوس کے اندر داخل ہوا کانوں کی پھاڑنے والی آواز اس نے سنی زیاد نے ایک تیکھی نظر سامنے ناچتے لڑکوں پہ ڈالی جن میں ایک نجف امیر اور تین الگ لڑکے تھے جو علی ظفر کے گانے پہ سچ میں مستی میں جھوم رہے تھے زیاد چلتا ہوا لائیوڈ اسپیکر کے پاس آیا اور اس کا سوئیچ بورڈ سے نکال دیا چانک سے جہاں پہلے شور کی آواز تھی اب ایک دم سناٹا چھا گیا تھا زیاد اپنی کاروائی سے مطمئن ہو کر اب ان کی طرف بازو سینے پہ ٹکائے دیکھ رہا تھا۔

ابے گانا کس نے بند کیا؟ نجف نے ڈانس کرتے ہوئے رک کر ان لوگوں سے پوچھا۔

یہ کون ہے؟ تین لڑکوں میں سے ایک نے امیر اور نجف کو پیچھے دیکھنے کا اشارہ کرتے پوچھا اس کی بات پہ نجف نے پیچھے دیکھا اور زیادہ کودیکھ کر اس کے اوسان خطا کر گئی۔ جب کی امیر کی حالت اس سے زیادہ خراب تھی۔

یہ ایسے شاکنگ فیس کیوں بنایا ہوا ہے مستی کے دن ہے چلو جھومو اور گائی۔ زیادہ ان کی طرف آکر کہنے لگا۔

زیادہ بھائی آپ یہاں کیوں؟ امیر نے اپنے سوکھے لبوں پہ زبان پھیر کے پوچھا۔

تم لوگ جانتے ہو اسے؟ ایک لڑکے نے سوال کیا جس کا نام ارسلان تھا۔

تم بھی جان جاؤ گے ابھی صبر کرو۔ اس کی بات کا جواب بہت پیار سے زیادہ نے دیا تھا۔

آپ بیٹھے۔ نجف ہوش میں آکر جلدی سے وہاں رکھے صوفے کی طرف اشارہ کرتا بولا۔

تھینک یوں۔ زیادہ اس صوفے پہ لات مارتا بولا جو کچھ اپنی جگہ سے سرک گیا تھا۔

یہ کیا حرکت ہے؟ ارسلان نے غصے سے سوال کیا جواب میں زیادہ نے ایسے اس کو دیکھا جس سے ارسلان اپنے ساتھ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

مجھے صوفہ پسند نہیں آیا اس لیے میں چپی رپہ بیٹھوں گا۔ زیادہ نے کہا

ہاں میں لاتا ہوں نہ۔ امیر کہتا جانے لگا تو زیادہ نے آواز دے کے روکا۔

تم نہیں جاؤ گے تم جاؤ گے۔ زیاد نے انگلی سے اس کی طرف نہ کا اشارہ کر کے ارسلان کی طرف اشارہ کر کے اس کو لانے کا کہا جس سے وہ فوراً سے چلا گیا۔

اشرف سے کیا دشمنی تھی؟ زیاد ارسلان کی لائی کی کرسی پہ بیٹھ کر اپنا موبائل جیب سے نکال کر اس میں دیکھ کر سوال کیا۔

اشرف سے دشمنی تو نہیں وہ تو اپنا دوست ہے۔ نجف نے جلدی سے زیاد سے جھوٹ بولا۔

اچھا اچھا۔ زیاد نے اچھا کو کافی لمبا کھینچ کے کہا

ہاں نہ آپ کو ایسا کیوں لگا ویسے۔ امیر نے نجف کی تاکید کرتے زیاد سے پوچھا۔
میں تمہارے سوال کے جواب دینے کا پابند نہیں۔ زیاد نے امیر کی طرف دیکھ کر ایک ایک لفظ چبا کے کہا

اس کو چھوڑے آپ بتائے کیا لینگے چائے کافی یا شربت جو س یا کچھ اور۔ نجف ایک سانس میں پتا نہیں کیا کہہ گیا اس کو خود کو بھی اندازہ نہیں ہوا۔

اشرف کو آج تم لوگوں نے مار کر کافی غلط کیا یہ خیال تو دماغ میں رکھتے کے وہ بھائی کی کس کا ہے۔ زیاد اپنا پاؤں زمین پہ رکھ کر ان سے خشک لہجے میں بولا۔

ہمن

جھوٹ بولو گے نہ وہ حال کروں گا کے خود کو بھی پہچان نہیں پاؤ گے۔ امیر کچھ کہنے والا تھا جب زیاد نے بیچ میں ٹوکتے ہوئے کہا۔

میں نے اس کو کچھ نہیں کیا تھا یہ امیر ہے نہ اس نے اس کو مارا اور جان سے مارنے والا تھا پر ایک لڑکے نے اس کو روک لیا۔ نجف نے سارا الزام اپنے دوست امیر پہ ڈال دیا اس کی بات پہ زیاد نے سر ہلا کر امیر کی طرف دیکھا جو آنکھیں پھاڑ کر اپنے دوست کی دغا بازی دیکھ رہا تھا۔

کمینے توں نے بولا تھا نہ کے اس کو مارے گے اور اب سارا الزام مجھ پہ ڈال رہا ہے اور اس کو پیٹ پہ لات مارنے والا بھی تو تھا یہ خیال بھی تیرے دماغ میں آیا تھا کہ ریس کے بعد اشرف کی ساری گرمی اتارے گے یہ وہ اور اب کیسے پنتر ابدل رہا ہے۔ امیر خود پہ زیاد کی نظریں محسوس کرتا رہا رٹائی میں انداز میں نجف سے بولا جب کی وہ تینوں حیرت سے کبھی ان دونوں کو تو کبھی آرام سے بیٹھے زیاد کو دیکھ رہے تھے جو ان کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی پسندیدہ ڈرامہ یا شو چل رہا ہو۔

زیاد بھائی میاں یقین کرے میں نے کچھ نہیں کیا تھا یہ سب امیر کا کیا دھرا ہے۔ نجف امیر کو گھورتا زیاد سے بولا۔

چھوڑوان باتوں کو میں ایک گانا چلا رہا ہوں تم دونوں بس ڈانس کرناو کے۔ زیاد نے ان کو بچوں کے انداز میں پچکارتے ہوئے کہا
ڈانس؟ وہ دونوں شک میں ایک ساتھ بولے۔

ہاں ڈانس پہلے تو بڑا ڈانس کر رہے تھے میرے کہنے پہ اتنا شک کیوں لگ رہا ہے۔ زیاد نے اب کی کڑک لہجے میں پوچھا۔

آپ ڈانس کا کیوں بول رہے ہیں کچھ اور کہے نہ۔ امیر نے اپنی طرف سے منت کی۔
میرا بڑا دل کر رہا ہے اپنے موبائل پہ گانا چلا کر تم لوگوں کا ڈانس دیکھنے کا اس لیے بول رہا ہوں۔ زیاد نے بتایا۔

اگر آپ اشرف کا بدلا لے رہے ہیں تو ہم اس سے معافی مانگ لے گے۔ نجف نے بھی اپنی سی کوشش کی۔

وہ تو مانگوں گے پر پہلے میں جو کہہ رہا ہوں کرو۔ زیاد سنجیدگی سے بولا۔

آپ کو نسا اشرف کو اپنا بھائی مانتے ہیں جواب ایسا کہہ رہے ہیں۔ امیر کو اگر پتا ہوتا کے یہ کہنے کے بعد اس سے کیا ہو گا تو وہ مر کے بھی نہ کہتا۔

یہ بوتل اٹھا کے دینا۔ زیاد نے صوفے پہ شراب کی بوتل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ زیاد کی بات پہ امیر نے نجف پہ ایک نظر ڈالی جو اسے دیکھ کر نگاہ پھیر گیا تھا امیر

اس کو گالیوں سے نواز تا زیاد کے حکم کی پیروی کرنے لگا جو کی بوتل اٹھا کر اس کو دینے کا تھا۔

آآآآآ

میری آنکھ۔ امیر نے جیسے ہی بوتل زیاد کی طرف بڑھانے کے لیے آگے کی زیاد نے لیکر اس کے سر پہ مار ڈالی جس سے اس کا سر تو پھوٹا پر شراب بھی اس کی آنکھ میں گئی امیر فرش پہ بیٹھ کر بلبلا رہا تھا نجف کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئی تھے ارسلان اور کے دوسا تھی جلدی سے امیر کی طرف بڑھے اور اس کو اٹھا کر صوفے پہ بیٹھا گیا۔

اتنی فکر۔ زیاد ان کو دیکھ کر طنزیہ مسکراہٹ سے بولا۔
آپ کی بائی یک کا جتنا نقصان ہوا وہ ہم پورہ کر لیں گے پر پلینز آپ مارے مت۔ نجف زیاد کے سامنے ہاتھ جوڑ کے بولا۔

کیوں تم لوگوں نے اشرف کو کیوں مارا تم لوگوں کے مقابلے میں وہ بچہ تھا نہ۔ زیاد نے نجف کا جبر ازور سے پکڑ کے دھاڑنے والا انداز میں پوچھنے لگا۔

وہ۔ نجف اس کی گرفت سے نکل کے کھانس کے بات ادھوری چھوڑ گیا۔

بس باتیں بہت ہو گئی اب اٹھو اور ڈانس کرو۔ زیاد نے ہاتھ جھاڑ کے ان کو حکم دیا۔
ڈانس کیوں۔ امیر نے اپنے سر پہ ہاتھ رکھے ہی پوچھا جہاں خون بہہ رہا تھا۔

پہلے کیوں کر رہے تھے جشن منارہے تھے اشرف کو مارنے کی خوشی میں تو بس اب میں
بحث نہیں سنوں گا گانا چلا رہا ہوں اچھے بچوں کی طرح ڈانس کرنا شروع ہو جاؤ۔ زیاد
دوبارہ اپنی جگہ پہ بیٹھ کر بولا۔

جو پہلے سو نگ چل رہا تھا اس سو نگ پہ کر لے گے۔ نجف نے اپنی رائے بتائی ہو
جیسے۔

نہیں تم لوگ میرے بھائی سے ہارے ہو اس لیے تم لوگوں کا یہ کہنا نہیں بنتا ہماری
جیت میں بھی کسی کی ہار نہ ہو۔ زیاد نے باقاعدہ گانا گان کر ان سے کہا اور اپنی موبائل پہ گانا
اسٹارٹ کر کے موبائل کی کیمرہ بھی آن کر دی گانے کو سنتا نجف کی رہی ہمت بھی ختم
ہو گئی وہ جو احتجاج کرنے والا تھا زیاد کی گھوری پہ مجبورن ڈانس کرنی پڑی اور زیاد
نے تو امیر کو بھی نہیں بخشا جو اپنا سر تھام کے بیٹھا تھا اب اس زخمی سر کے ساتھ زیاد
کے حکم پہ ڈانس کر رہا تھا۔

Laila mai laila aisi ho laila

Har koi chahe Mujhse milna

Akela

وہ دونوں بالکل زیاد کے سامنے کھڑے ہو کر ڈانس میں سنی لیون کو بھی پیچھے چھوڑ
گئی زیاد ہاتھ کی مٹھی بنائے اپنے ہونٹوں کے قریب رکھ کے فرصت سے ان کی
ڈانس دیکھ رہا تھا جب کی دوسرے ہاتھ میں موبائل ان کے سامنے کر رکھی تھی۔

Jisko bhi dekho dunia

Bhola du majnu bana du

_Aisi mai laila

زیاد کا چہرہ پورہ لال ہو گیا تھا ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں پر اس نے ان کو نہ ڈانس
کرنے سے روکا اور نہ ہی کھل کے ہنسا تھا زیاد کو ان کی روتی ہوئی شکل پہ ذرہ ترس نہ
آیا اور اس نے دوسرا سونگ پلے کر دیا۔

Sheela sheela ki jawani

ابھی زیاد نے سونگ کاٹ کر اپنے مطلب کا مصرع لگایا ہی تھا کہ وہ دونوں اس کے
پاؤں کے قریب آگئی تھیں۔

پلیز زیاد بھائی ہمیں معاف کر دو ہماری توبہ جو ہم کبھی اشرف کے آس پاس بھٹکے
بھی۔ نجف نے اس کے پیر پہ ہاتھ رکھ کے التجا کرنے والے انداز میں کہا۔

اس سے اچھا تھا آپ ہمیں مارتے پیٹتے پر آپ نے تو ہمیں خواجہ سرا ہی بنا ڈالا۔ امیر اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھتا گہری سانس لیتا بولا جس پہ زیادہ کو ہنسی تو بہت آئی ی پر وہ قابو پا گیا۔ خیال تو میرا بھی یہی تھا تم لوگوں کی ہڈی پسلی توڑنے ہی آیا تھا پر پھر مائی بند چینیج ہو گیا۔ زیادہ نے اپنی پی ٹی رڈ پہ ہاتھ پھیر کر اس کو جواب دیا۔

اب تو معاف کر دے۔ نجف نے کہا۔

ہمممم اشرف سے آئی بندہ تم لوگوں دور رہو گے مجھے اگر پتالگا کے تم میں سے کسی نے اس کو نقصان پہچانے کی کوشش کی ہے یا سوچ رہا ہے تو یہ جو موبائل دیکھ رہے ہو نہ۔ زیادہ نے اپنا موبائل ان کے سامنے لہرائی۔

اس میں تم لوگوں کا لیلڈانس اور شیلہ کی جوانی پوری دنیا میں وائی رل کر لوں گا اور ہوسکا تولائی یوڈانس بھی دیکھاؤں گا۔ زیادہ ان کو اچھے سے وارن کرتا اپنی جگہ سے اٹھا۔ اب تو میں جا رہا ہوں امید ہے میری فرسٹ تم لوگوں سے ملاقات اچھی رہی ہو گی اور تم میں سے کوئی ی بھولے گا نہیں۔ زیادہ جاتے ہوئے ان دونوں کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا دوستانہ انداز میں بولا پھر آنکھ و نک کرتا باہر نکل گیا۔ زیادہ کے جانے کے بعد وہ نیچے قالین پہ ہی گرنے والے انداز میں بیٹھ گئی۔

کمینے توں نے آج اچھا نہیں کیا۔ امیر نے اب کی اپنی بھڑاس نجف پہ نکالنی چاہی۔

میر سرا بھی گھما ہوا ہے اس لیے چپ رہو۔ نجف نے گھور کے اس سے کہا
 اچھا پٹی تو کر لوں یا ڈاکٹر کو فون کرو مجھے کچھ ہونہ جائے۔ امیر قالین پہ لیٹا بولا۔
 ہو جائے تو اچھا ہے۔ نجف بڑبڑایا۔

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔
 ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی
 ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ
 کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے
 ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات
 کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین

زیاد اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہ ویڈیو واٹس ایپ گروپ پہ سینڈ کی جن میں بس وہ پانچوں
 ہی تھے اب وہ اکیلے تو مزہ نہیں لیتا نہ اس لیے اپنے دوستوں کو بھی دیکھایا جانتا تھا ان کا کیا
 حال ہونا تھا ویڈیو دیکھنے کے بعد پھر وہ ویڈیو اپنی خالا جان کو بھی سینڈ کی اور نیچے کیپشن پہ
 لکھا۔

خالا جان آپ کا بھانجا مار پیٹ کے علاوہ بھی اور بہت کچھ کر سکتا ہے اس لیے اس کو انڈر سٹمنٹ نہ کیا کرے۔ سینڈپہ بٹن کلک کرنے کے بعد وہ موبائل ڈیش بورڈ پہ رکھنے لگا جس کی چار جنگ اب بس 3% تھی اور چار جر اس کے پاس نہیں تھا موبائل رکھنے بعد زیادہ گارڈی اسٹارٹ کی اس کا رخ اب ہسپتال کی طرف تھا۔



آرزو کو گھر پہنچتے بہت دیر ہو گئی تھی وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی زرینہ بیگم کی اڑتی چپل نے اس کا استقبال کیا جو اس کے بازو پہ بہت زور سے لگی تھی وہ خود کو بچا بھی نہ پائی کیوں کی حملہ اچانک تھا۔

ہائے اماں کیا ہے توبہ اتنی زور سے۔ آرزو نے آنکھوں میں آنسو لائے زرینہ بیگم کو ناراضگی سے دیکھ کر کہا۔

کہا تھا نہ جلدی اور تم رات کے آٹھ بجے آرہی ہو تین بجے نکلی تھی گھر سے آروپچی نہیں ہو خیال رکھا کرو۔ زرینہ بیگم نے بنا اس کے رونے کانوٹس لیے کہا۔

ہاں تو آپ کی بہن نے لسٹ دی تھی مجھے اور عاشر کو کہ یہ سامان لے آؤ جس میں دیر ہو گئی میں شوقیہ طور پہ لیٹ نہیں آئی اور یہ پکڑے اپنے پیٹ سے۔ آرزو ایک سانس میں کہتی ان کو پیٹ سے تھما کر اپنے کمرے میں چلی گئی جب کی زرینہ بیگم کو شرمندگی ہوئی اپنے رویے پر وہ بھی ماں تھی دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔

کیا ہوا اماں یہ آرزو اتنی ناراض کیوں تھی۔ روشنا جو شام کو ہی علیزہ کے گھر سے واپس آگئی تھی پھر کاموں میں لگ گئی تھی اب بھی وہ کچن میں برتن دھور ہی تھی جب آرزو کی آواز سنتی باہر آئی۔

کچھ نہیں بس آج میرا جوتا شاید اس کو زور سے لگ گیا۔ زرینہ بیگم چپل اپنے پاؤں میں ڈالتی بولی۔

نہ لگایا کرے وہ دل پہ لے لیتی ہے باتیں۔ روشنانے کہا
لاپرواہیاں بھی تو دیکھو نہ تم اس کی میں ہر وقت آرو کی فکر میں رہتی ہے خوبصورت اور کم عقل ہے ڈر ہوتا ہے کہی ان چیزوں کی وجہ سے نقصان نہ اٹھالے۔ زرینہ بیگم تھکن زدہ لہجے میں بولی

اللہ نہ کرے اماں ایسا تو نہ بولے اور وہ کم عقل نہیں بس نادان ہے اور وہ کونسا اکیلی تھی
عاشر کے ساتھ تھی اس لیے فکر نہ کرے وہ لاپرواہ ہے پر ذمیدار بھی ہو جائے گی ابھی
اس کو بس اپنی زندگی اپنے طریقے سے جینے دے۔ روشنانے آرام سے اپنی ماں کو سمجھایا۔

آرزو کمرے میں آکر دروازے کو لاک کیا اور ڈوپٹہ اُتار کر بیڈ پہ لیٹ گئی کچھ ٹائی م رولینے کے بعد وہ اٹھ کر اپنا بازو دیکھا جو سرخ ہو گیا تھا پھر سر جھٹکتی ڈائی ری کے پاس آئی دراز سے پین نکال کے لکھنا شروع کیا۔

انسان کی سب سے خوبصورت دنیا اس کے خیالوں کی دنیا ہوتی ہے جہاں وہ اپنی مرضی کی زندگی گزارتا ہے اور جی سکتا ہے چاہے پھر وہ کچھ سیکینڈ کی ہی کیوں نہ ہو پھر وہ بھرپور طریقے سے جی لیتا ہے کیوں کی ان کے خیال میں وہ ہی حقیقت ہوتی ہے جو وہ سوچ رہا ہوتا ہے جس طرح رات کو نیند میں انسان خواب دیکھتا ہے اور اس کو تب خواب نہیں پر سچ لگتا ہے اور کچھ خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان چاہتا ہے وہ خواب ختم نہ ہو یا دوبارہ سوؤ کے اپنا دورا خواب مکمل کرے۔



کیسا ہے اشرف اب؟ زیاد ہسپتال آکر اشرف کے وارڈ میں آکر وہاں کھڑی نرس سے پوچھا جو اس کی دوائیاں دیکھ رہی تھی۔

ٹھیک ہے اور ابھی کچھ ٹائی م پہلے نیند کا انجیکشن لگایا ہے گھر جانے کی ضد کر رہے تھے۔ نرس نے زیاد کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

اچھا چار جرے آپ کے پاس کوئی ی۔ زیاد اس نرس کی بات سن کر ایک نظر سوئے ہوئے اشرف کی جانب دیکھ کر نرس سے بولا۔

جی ہے آپ اپنا موبائل دے میں چار جنگ پہ لگا دوں گی۔ نرس نے پیش کش کی۔
 ٹھیک ہے۔ زیاد اپنی تربیت کے برعکس بنا بحث کیے اپنا موبائل نرس کی طرف بڑھا دیا
 اور خود ایک طرف دیوار کے پاس صوفے پہ بیٹھ گیا جو سنگل تھا پر اس کو آج رات اسی
 سے کام چلانا تھا وہ صوفے پہ لیٹنے پہ ایڈ جسٹ کر ہی رہا تھا جب دروازہ کھول کے
 علیہ ان وقاص احمد اور ہمایوں چاروں اندر داخل ہوئے جن کے ہاتھوں میں پھولوں کا
 بکے اور کچھ کھانے کی چیزیں تھی زیاد ان کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا اور اپنی حیرت
 پہ قابو کر ان کو دیکھ رہا تھا کیوں کی اس نے نہ ان کو اپنے یہاں رہنے کا بتایا اور نہ ہی
 ہسپتال کا نام اس نے بس مختصر سا آج کے واقعے کا بتایا تھا۔
 کیسے ہو ہماری جان۔ وقاص پھولوں کا بکا شرف کے تکیے کے پاس رکھ کے زیاد سے
 گلے مل کر شوخ لہجے میں بولا۔

تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو۔ زیاد ان سب کو گھور کے بولا۔
 تمہاری لیے ہمیں پتا تھا تم اکیلے بور ہو رہے ہو گے اس لیے تمہیں کمپنی دینے چلے
 آئے۔ احمد صوفے پہ جہاں پہلے زیاد تھا وہاں بیٹھ کر بولا۔
 ساری رات کیا کرو گے یہاں اور اشرف ڈسٹرب بھی ہو سکتا ہے مطلب حد ہے پانچ
 لوگ ایک روم میں۔ زیاد جھری جھری لیکر بولا۔

ہاں تو کیا ہوا تم ہی تو کہتے ہو سچا دوست وہ ہے جو ضرورت پڑنے والے وقت پہ مشورہ نہیں بلکہ ساتھ دے۔ ہمایوں نے اپنا چشمہ ٹھیک کرتے زیاد سے کہا

تم لوگوں کی بے آرامی کا سوچ کے بولا۔ زیاد بھی احمد کے قریب بیٹھ کر بولا

کوئی فرق نہیں پڑتا ایک رات کی تو بات ہے۔ علیدا ان عام لہجے میں بولا

تمہارے لیے سینڈ وچ اور ہلکی پھلکی کھانے کی چیزیں لائے ہیں تم نے کھانا نہیں کھایا ہو گانہ۔ ہمایوں شاپر کھول کے زیاد سے بولا۔

ہلکی پھلی کیوں مریض کونسا میں ہوں اور سینڈ وچ رات کے ٹائی م میں کھاؤں گا۔ زیاد نے کہا۔

ابھی اسی سے کام چلا لے۔ احمد صوفے پہ پشت ٹکاتا آرام سے بولا۔

ہاں ہم نے بھی رات کا کھانا نہیں کھایا۔ علیدا ان معصوم شکل بنا کے بولا۔

کوئی حال نہیں آؤ ساتھ کھاتے ہیں پر شور مت کرنا۔ زیاد نے اشرف کی طرف اشارہ کرتا کہا۔

نہیں ہم کونسا بچے ہیں ویسے بھی کھانے کے بعد ہم نے زمین پہ سو جانا ہے۔ وقاص انگریزی بھر کے زیاد سے بولا

انکل کو نہیں بتایا کیا اشرف کا؟ علیدا ان نے سینڈ وچ کھاتے ہوئے پوچھا۔

نہیں۔ مختصر جواب۔

اچھا کیا خوا مخواہ پریشان ہو جاتے۔ ہمایوں نے تبصرہ کیا۔ اس کی بات پہ زیادہ کا منہ میں جاتا نوالہ رک گیا اور اس نے سائی یڈ پہ کر کے اپنی جگہ سے اٹھا اس کو اٹھتا دیکھ کر سب نے ایک نظر ایک دوسرے سے ملائی ی جب کی ہمایوں اپنی کہی بات پہ شرمندہ ہو گیا۔

پریشان تو واقعی ہو جاتے اکلوتا وارث ہے ان کا اور بڑھاپے کا سہارا ایسے میں ان کا فکر کرنا جائی ز ہے۔ زیادہ بے تاثر لہجے میں کہا
کھانا بیچ میں نہیں چھوڑتے زیادہ آؤ اور اپنا کھانا پورا کرو۔ احمد نے اس کی بات نظر انداز کرتے کہا۔

میرا ہو گیا بس۔ زیادہ نے انکار کرتے کہا۔
اتنا نیگیٹو مت ہو زیادہ ہمایوں نے جسٹ ایسے ہی بات کی۔ علیہ ان نے اس کو سمجھانے کی خاطر کہا۔

جانتا ہوں انہوں نے کبھی میری اتنی پرواہ نہیں اگر ان کو اشرف کی حالت کا پتا لگتا نہ تو بھاگ کر آتے اور اس کی یہ حالت کرنے والوں کو زندہ نہ چھوڑتے۔ زیادہ کی بات پہ

و قاص کے دماغ کچھ کلک ہوا اس نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈال کے موبائل نکالا اور کہا۔

کم تو تم نے بھی نہیں کیا ان کے ساتھ۔ اس کی بات پہ احمد نے اس کو گھورا جو سنجیدہ ماحول میں بھی شوخ ہو رہا تھا کیوں کی اس نے ویڈیوں نہیں دیکھی تھی۔

کیا مطلب تمہاری بات کا۔ علیہ ان نا سمجھی سے بولا

تم لوگوں نے زیادہ کا بھیجا ویڈیوں نہیں دیکھا کیا؟ و قاص نے الٹا اس سے پوچھا۔ اس کی بات پہ تینوں نے اپنی موبائل جیب سے نکالی جب کی زیادہ بے تاثر کھڑا تھا جب کی ہمایوں احمد علیہ ان ویڈیو دیکھنے کے بعد کبھی زیادہ کی پشت دیکھتے تو کبھی ایک دوسرے کو پھر وہ تینوں کمرے سے باہر نکل کرے ایک دوسرے کو دیکھا پھر زور سے پیٹ پکڑ کے ہنسنے لگے ہنسنا بھی کیا تھا اتنے زور سے قمقمہ لگا رہے تھے کہ کوریڈور میں جو پہلے سنا تھا اب ان کے ہنسنے کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔

اومائے گوڈ مجھے زیادہ سے یہ امید نہ تھی۔ احمد ہنستے ہوئے بولا۔

مجھے تو زیادہ سے ہر بات کی توقع ہوتی ہے۔ علیہ ان اس کی بات پہ ہنستے ہوئے دیوار کے سہارے کھڑا ہوا۔

یار اب بس کرو میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ ہمایوں نے ہاتھ جوڑ کے کہا۔

ویسے کتنا کیوٹ ڈانس تھا ہمارا یہاں ہونے سے زیادہ وہاں ہونا ضروری تھا۔ احمد اپنی
ہنسی کنٹرول کرتا بولا

ہاں پر یہ بھی شکر کے زیادہ لائیو تو نہیں پروڈیو تو دیکھائی۔ علیدا ان نے کہا تبھی
وہاں ایک نرس تیز قدموں سے آتی ہوئے بولی
آپ لوگوں نے اتنا شور کیوں مچایا ہوا ہے یہ ہسپتال ہے پلینز یا تو آپ باہر جائے یا
خاموش رہے تاکہ مریض پریشان نہ ہو۔

سوری۔ وہ تینوں شریفوں کی طرح سر جھکا کر یک آواز میں بولے جس پہ نرس ان پہ
ایک نظر ڈالتی واپس چلی گئی وہ بھی اندر چلے گئی جہاں وقاص اشرف کے بیڈ
کی ایک سائیڈ جو خالی تھی وہاں لیٹا سیلیفیاں نکال رہا تھا جب کی زیادہ صوفے پہ پشت
ٹکائے آنکھیں موند کے بیٹھا تھا۔

قسمے آج تو مزہ آگیا۔ احمد زیاد کا بازو تھپتھپا کے اس کو داد دینے والے انداز میں بولا۔
یہ ہسپتال ہے تمہاری پکنک کی جگہ نہیں جو تم اسٹائیل سے تصویر کھینچ رہے ہو
اپنی۔ علیدا ان نے گھور کے وقاص کو دیکھ کر کہا اس کی بات سن کے وقاص جو لیٹا ہوا تھا
چاروں طرف نظر گھما کر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

دل جلانے والی مسکراہٹ سچائے اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

وقاص کبھی تو سنجیدہ رہ لیا کرو۔ زیادنے مسکرا کر کہا۔

ہاتھ رکھ کر دلفریب لہجے میں بولا۔

ہاں نہ اگر زیاد تم لڑکی ہوتے نہ تو میں نصرت فتح کے یہ بول روز تمہیں دیکھتے بولتا۔

دل کیا چیز ہے جان سے جائیں گے

موت آنے سے پہلے ہی مر جائیں گے

یہ ادا دیکھنے والے لٹ جائیں گے

یوں نہ دلبر ہنس ہنس کے اشارہ کرو

احمد کہاں پیچھے رہنے والا تھا اس نے بھی زیادہ کی طرف آنکھ و نک کرتے ہوئے کہا جس

یہ سب ہنس پڑے مگر زیاد کے منہ سے بے ساختہ یہ لفظ نکلا

استغفر اللہ۔ ان کی ہنسی زیاد کی بات یہ اور تیز ہو گئی۔



نظریں ملی دل دھڑکا میری دھڑکن نے کہا لو پو آرزو۔

لو یو راجا ہوتا ہے۔ آرزو جو صبح ہوتے ہی باہر آکر گول گول گھوم کے گانا گارہی تھی
 روشنانے اس کی آخری لائی ن پہ مسکراہٹ ضبط کرتے کہا ہنسی اس کو آرزو کو دیکھ کے
 آرہی تھی جس کے چہرے سے کہی بھی رات والی ناراضگی نہیں تھی کیوں کی آرزو
 کوئی بھی بات اپنے دماغ پہ زیادہ سوار نہیں کرتی تھی اور نہ زیادہ دیر تک کسی سے
 ناراض رہ سکتی تھی۔

راجا کون راجا میں کسی راجا باجا کو نہیں جانتی۔ آرزو اس کی بات پہ گول گھومتے ہوئے
 صوفے پہ بیٹھ کے بولی۔

خیر چھوڑو گانا گارہی ہوں خوشی کی وجہ جان سکتی ہوں میں۔ روشنانے اس کا چمکتا چہرہ
 دیکھ کر پوچھا۔

ہاں کیوں نہیں آپ میری ون اینڈ اونلی سسٹر ہے ضرور بتاؤں گی۔ آرزو نے خوشدلی
 سے کہا پھر رک کے بولی۔

زبیر بھائی ہے نہ ان کو فلیٹ ملا ہے کل نہیں بتا پائی میں اور خالا والے رات کو
 آنے والے تھے پر پتا نہیں کیوں نہیں آئے۔ آرزو نے آخر میں کندھے اچکا
 دیئی۔

اچھا ماشا اللہ تو یہ بات تھی جس وجہ سے وہ آج آئے گے۔ روشنا اس کی بات سمجھ کے بولی۔

ہاں اور آپ تیار نہیں ہوئی کالج کے لیے۔ آرزو نے پیر ہلاتے ہوئے پوچھا اس کی بات پہ روشنا کو کل کا واقع یاد آگیا جس سے پھر سے اس کو زیادہ غصہ آنے لگا جسے دبا کے وہ آرزو سے بولی۔

اماں نے کہا تھا وہ لوگ آئے گے اس لیے میں اور تم آج چھٹی کر لیں۔ اچھا آپ کے اسائی میمنٹ کا کیا بنا جمع کروالیا کمپلیٹ کر کے۔ آرزو نے انجانے میں ہی سہی اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ گئی اس سے پہلے وہ جواب میں کچھ کہتی زرینہ بیگم آرزو کی پسند کا ناشتہ لے آئی اور اس کے سامنے ٹیبل پہ رکھ کے بولی۔ آرو جلدی سے ناشتہ کرو رات میں بھی بنا کھائے ہی سو گئی تھی تمہاری پسند کا پراٹھا بنایا ہے وہ بھی زیادہ آئی ل ڈال کے۔

خیر ہے اماں اتنا پیار۔ آرزو نے حیرت سے اپنی ماں سے پوچھا۔ پہلی دفعہ تو نہیں کر رہی جو ایسے حیران ہو رہی ہو۔ زرینہ بیگم نے اس کے ماتھے پہ چپٹ لگا کے بولی

اماں آرزو کو اتنے زیادہ آؤئی ل کی چیزیں نہ کھلایا کرے اس کے لیے ٹھیک نہیں۔ روشنائیری نظر سے آرزو کو دیکھ کر زرینہ بیگم سے بولی۔

میرے ساتھ کونسا شوگر کامس ئی لا ہے جو ٹھیک نہیں۔ آرزو پر اٹھے والی پلیٹ اپنے ہاتھ میں لیکر روشنا کو گھور کے بولی۔

میری جان ایسا نہیں بولتے میں تو تمہاری ویٹ کی وجہ سے بول رہی ہوں ایسے کھاؤں گی تو فٹبال بن جاؤں گی۔ روشنا نے اس کے دونوں بھرے ہوئے گال کھینچ کے کہا۔ آآ آہ آپ نے نہ کرے۔ آرزو نے اپنے گالوں سے اس کے ہاتھ ہٹا کے چیخ کے کہا۔

چیخ کیوں رہی ہو کونسا درد ہوتا ہے اور تمہارے ہیں بھی اتنے نرم۔ روشنا نے اس کو چیختے دیکھا تو کہا۔

ہاں اس لیے تو پڑے کیے کہی آپ گالوں کو چہرے سے ہٹا ہی نہ لو۔ آرزو نے اب مزے سے پراٹھا کھا کر جواب دیا۔

اچھا باتیں چھوڑنا شتے کے بعد فریش ہو جانا تم دونوں تم لوگوں کی خالا آتی ہوگی۔ زرینہ بیگم ان کو ہدایت کرتی وہاں سے اٹھ گئی۔

آپ نے سنا نہیں اماں نے کیا کہا؟ آرزو نے روشنا کو خاموش دیکھا تو کہا۔

سنا کیوں؟ روشنا نے نا سمجھی سے جواب دے کے پوچھا

نہیں وہ آپ اپنے کمرے میں فریش ہونے کے لیے نہیں گئی تو مجھے لگا آپ نے سنا
نہیں۔ آرزو نے وضاحت دی۔

جار ہی ہوں۔ روشناس کو کہتی نکل گئی۔



بس میرا پیٹ بھر گیا۔ اشرف نے علیدا ان سے کہا جو اس کو سوپ پلا رہا تھا زیادہ اپنی
موبائل یوز کرنے میں بڑی تھا جو نرس نے صبح فجر کے وقت اس کو دیا تھا چارج ہونے
کے بعد وقاص اسٹول پہ بیٹھا تھا اور ہمایوں احمد صوفی پہ ایک دوسرے کے کاندھے پہ
سر رکھے سوئے ہوئے تھے۔

کچھ چاہیے تو بتانا۔ علیدا ان نے ہلکی مسکراہٹ سے کہا۔
تھینکس۔ اشرف نے مشکوک نظروں سے دیکھ کر کہا پھر زیادہ کو دیکھا جو انجان بن کے
بیٹھا تھا۔

کچھ دن یہاں رہ کے پھیکا کھانا کھاؤ تو عقل ٹھکانے آئے پھر دوبارہ یہاں آنے کی
ضرورت نہیں ہوگی عقل ہوگی تو دو دشمنی لینے والے کام بھی نہیں کرو گے اور نہ پھر
کوئی تمہیں دن دھاڑے مار کے چلا جائے گا۔ زیادہ موبائل پہ نظر جماتا اشرف سے کہا
جس پہ وہ مسکین شکل بناتا علیدا ان کو دیکھا جس نے ہاتھ کھڑے کر دیئے جس کا
مطلب وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

دوبارہ ایسا نہیں ہوگا آپ یہاں سے اب ڈسچارج کروادے۔ اشرف خود ہی ہمت جمع کرتا زیاد سے بولا۔

گھر کی فکر نہ کرو ان کو یہی پتا ہے کہ تم اپنے دوست کے ساتھ ہوا اگر تم گھر جانا چاہتے ہو تو میں ابھی ڈسچارج پیپر بنواتا ہوں اس سو جھے چہرے سے گھر جانا پھر بتانا گھر میں سب کو کونسا کارنامہ سرانجام دے کے آئے ہو بتانا اس کے بعد نہ تمہارے پاس گاڑی رہنے دے گے تمہارے فادر اور نہ ہی دوستوں سے زیادہ ملنا جلنا پھر جی بھر کے گھر پہ ٹکنا۔ زیاد کی بات پہ تو اس کی بولتی بند ہو گئی تھی یہ تو اس نے سوچا ہی نہ تھا جو زیاد نے کہہ دیا تھا وقاص جو چپ تھا داد دیتی نظروں سے زیاد کو دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو کہ فکر بھی احسان کرنے والے انداز میں کر رہے ہو وقاص کی نظروں سے زیاد خائف ہوتا بات بدل کے بولا۔

تم لوگ کالج نہیں جاؤ گے کیا گھر جاؤ فریش ہو جاؤ۔ زیاد نے کہتے ہی ہمایوں اور احمد کو کندھوں سے جھٹکادیا تو وہ بھی ہڑبڑا کے اٹھ گئی۔

کیا ہوا؟ احمد آنکھیں مسلتا بولا۔

صبح ہو گئی ہے جناب۔ وقاص نے بتایا۔

اتنی جلدی۔ ہمایوں شاید ابھی بھی نیند میں تھا۔

ہاں اتنی جلدی چشم پپہنوں اپنا تا کہ پتا چلے کہ سورج ڈوب کے اُبھر گیا ہے۔ وقاص اس کے پاس آتا اس کے گلاس اس کی طرف بڑھاتے بولا۔

آپ بھی فریش ہونے گھر چلے جائے میں ٹھیک ہوں۔ اشرف زیاد کی سرخ آنکھیں دیکھ کے کہا۔

مجھے جب جانا ہو گا میں چلا جاؤ گا اپنے چھوٹے دماغ پہ زور نہ دو۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا۔

اچھا تم لوگ جاؤ میں زیاد کے ساتھ آؤں گا۔ علید ان نے وقاص احمد اور ہمایوں سے کہا۔

میں تو کالج نہیں جانے والا سرتاج سر آج ہفتے پہلے کی گئی ٹیسٹ زبانی پوچھنے والے ہیں۔ وقاص بدک کے ان سے دور ہو گے بولا جیسے وہ زبردستی اس کو لیکر جا رہے ہو۔

تو کرتے نہ یاد میں نے جوابات آسان کر کے تو دی ئی تھے۔ ہمایوں نے چشمہ

آنکھوں سے نیچے کرتے گھور کے وقاص سے کہا۔

نہیں ہوئے تو میں کیا کرتا۔ وقاص نے ہاتھ کھڑے کر کے کہا احمد جو کالج جانے کا سوچ

بیٹھا تھا وقاص کی بات پہ اس کو یاد آیا کہ اس نے اچھے نمبر حاصل کرنے کے چکر میں

جوابات سارے لکھے تھے اور شارٹ بھی نہیں کیے تھے اس کو پتا جو نہیں تھا کہ سر ایسا

کچھ کرنے والے تھے کاپی تو وہ سب ہمایوں کی مدد سے کر لیتے تھے پر اب وہ کیا کرتے
اس لیے احمد بھی اپنا بھرم رکھنے کے لیے بولا۔

میں بھی نہیں جاؤں گا میری نیند پوری نہیں ہوئی ایسے میں کیا پڑھوں گا۔
ہاں پہلے تو جیسے تمہاری زہانت کے چرچے ہی نہ۔ وقاص نے گھور کے کہا۔
سارے کمرے دوست میرے ہی ہونے لگے۔ زیادان کی بات پہ جل کے بولا تو سب نے
بیک وقت اس کو گھور تو زیاد کو احساس ہوا وہ کیا کہہ گیا پر وہ انجان بنتا موبائل میں لگ
گیا۔

جی آپ نے تو جیسے نیوٹن کے تین law یاد کر رکھے ہیں۔ علیدان نے میٹھا سا طنز یہ
کیا۔

اور نہیں یہ بات اگر ہمایوں کرتا تو ہمیں اپنی بے عزتی قیل نہ ہوتی۔ وقاص نے بھی
علیدان کا ساتھ دیا۔

نکل گیا منہ سے اور میں خود نہیں پڑھتا اور نہ میرا جیسا ذہین کہیں نہیں۔ زیاد اپنے کالر
اکڑائے۔

دعا ہے میری تیری بیوی روز تجھ سے ٹیوشن لے اور کتابوں سے مشکل مشکل سوالات
تلاش کر کے تم سے اس کا جواب پوچھے تب پتا چلے گا جب وہ تمہیں نکما کہے گی۔ احمد جو

چپ تھا ہاتھ آسمان کی جانب کرتا بولا اس کی بات پہ اشرف ہنس دیا جب کی باقی سب نے آمین کہا۔

میں کسی ٹیچر لڑکی سے شادی کر لوں گا۔ زیاد نے اس کی بات ہو میں اڑائی ی۔



تو آپ لوگ کو اب زبیر کی شادی کا بھی سوچنا چاہیے ماشا اللہ سے ستائی بس کا ہو گیا ہے۔ ایاز صاحب نے عباس صاحب اور نصرت بیگم کو دیکھ کر کہا جو کچھ ٹائی م پہلے ہی آئے تھے میٹھائی لیکر اور زبیر کی کامیابی کا بتایا تو انہوں نے کہا۔

چاہتی تو میں بھی یہی ہوں بھائی صاحب پر زبیر شادی کی بات پہ ٹکتا نہیں۔ نصرت بیگم نے افسوس سے کہا۔

زبیر کافی ضدی معلوم ہوا ہے۔ زرینہ بیگم ہنس کے بولی۔

ہاں جی یہی ہے ورنہ ہم تو زبردستی اپنے والدین سے کہتے تھے کہ ہماری شادی کرواؤ اور اب والدین زبردستی کروا بھی رہی ہے تو منع کر رہے ہیں بچے۔ عباس صاحب چائے کا گھونٹ بھر کے بولے۔

شادی میں بچوں کی رائے ہو تو ہی کروانی چاہیے ورنہ گھر کا سکون ختم ہو جاتا ہے۔ ایاز صاحب نے تبصرہ کیا۔

یہ تو ہے پر یہ چاروں ہیں کہاں؟ نصرت بیگم نے لائی ونج میں نگاہ گھما کر پوچھنے لگی۔

روشنا کے کمرے میں ہیں۔ زرینہ بیگم بتایا۔
 عاثر بتاؤ نہ تمہارا ٹیسٹ کیسا رہا۔ آرزو نے تجسس سے پوچھا۔
 ابھی تو کالج سے آیا ہوں سانس تو لینے دو۔ عاثر جو کالج سے واپس آکر اپنے گھر میں
 کپڑے چینج کے بعد یہاں آگیا تھا آرزو کے ایک ہی سوال پہ تپ کے بولا۔
 نہ بتاؤ آدھے گھنٹے سے جیسے تم بنا سانس کے جی رہے ہو نہ۔ آرزو اس سے زیادہ تپ
 کے بولی۔

ہا ہا۔ آرزو ان کو چھوڑو ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں جیسے یہ کر رہے ہیں۔ زبیر جو اس
 کے ساتھ ہی تھا ہنس کے عاثر اور روشنا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
 آپ یہ آپ کیا لکھ رہی ہیں اب کونسا سائیمنٹ ملا ہے۔ آرزو زبیر کی بات مسکرا کر
 روشنا کو دیکھ کے سوال کرنے لگی۔

صرف سوال ہی کرنے ہوتے ہیں اس کو۔ عاثر نے اپنی ٹانگ اڑانا ضروری سمجھا۔
 تم سے بات نہیں کر رہی۔ آرزو نے گھور کے عاثر سے کہا پھر سوالیہ نظروں سے روشنا
 کو دیکھا۔

وہی پہلے والا جو تھا میں سر سے ایک دن کا ٹائی م مانگا شکر ہے انہوں نے دے دیا۔ روشنا
 مصروف انداز میں بولی

توں کیا وہ پورا نہیں ہوا ابھی تک۔ آرزو نے دوبارہ سوال کیا۔ اس کی بات سن کے روشنا نے گہری سانس لیکر سب کچھ بتا دیا جس پہ آرزو کی ہنسی نکل گئی پر روشنا کے گھورنے پہ اس نے جلدی سے اپنی انگلی ہونٹوں پہ رکھ دی اور ایک ہاتھ سے اشارہ کر کے اپنی بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

یہ غلط ہوا آپ اس کو آپ کی مدد تو کرنی چاہیے تھی اگر معافی نہیں مانگی تو پر یہ کیا بات ہوئی کے اس نے اپنی غلطی سرے سے ہی نہیں مانی۔ عاشر اس کی بات پہ تاسف سے بولا۔

تو آپ نے بھی تو نہیں مانی نہ۔ آرزو جو اپنی ہنسی کنٹرول کرنے کے چکروں میں تھی عاشر کی بات پہ فوراً سے بولی۔

میں نے کیا نہیں مانا اور کیا ماننا تھا جب کی سراسر غلطی اس طوطے کی آنکھوں والے کی تھی۔ روشنا نے زیادہ کی خوبصورت ہیزل گرین آنکھوں کو طوطے کا نام دے دیا۔ جس پہ زبیر اور عاشر کی ہنسی نکل گئی جب کی آرزو نے برا منہ بنایا۔

آپ آپ کی غلطی یہ تھی کے آپ راستے میں بیٹھ کے اپنے اسائی یمنٹ کے سارے پیپر کھول کے بیٹھ گئی اپنے گلاس میں آپ آرام سے اس کو ٹھیک کرتی یا لائی بریری میں جاتی نہ۔ آرزو نے بڑے آرام سے اس کو اپنی غلطی گنوائی۔

راستے میں نہیں تھی میں سیڑھیوں کے قریب تھی جو کی کالج کے اندر ہوتی ہیں اور ہر کوئی وہاں پڑھتا بھی ہیں اپنا کام بھی کرتا ہے اور باتیں بھی۔ روشنانے گھور کے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھ کے کہا جو اس کی بہن ہو کر جس سے ملی نہیں تھی اس کی سگی ہو رہی تھی۔

کہاں آپ وہاں تو ہر کوئی باتیں کرنے کے لیے بیٹھتا اور گرائی ونڈیہ اگر اسپورٹس گیم کوئی کھیلے یا کچھ اس کو دیکھنے کے لیے بھی پڑھنے کے لیے لائی بریری ہوتی ہے آپ کو چاہیے تھا وہاں جاتی اور اگر وہاں فٹبال کوئی گیم کھیلتا اگر اس کی بال اڑتی ہوئی آپ کو لگتی تب آپ کیا کرتی اور اس بیچارے کو کیا پتا تھا کہ جہاں سے وہ گزر رہا ہے وہاں کوئی اپنا اسائیمنٹ بنا رہا ہے۔ آرزو نے زیاد کی فل سپورٹ کی جس پہ روشنانے صدمے کی حالت میں اس کو اور ان دونوں کو دیکھا۔

ویل اس بات پہ تو میں آرزو کے ساتھ ہوں۔ زبیر نے ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے کہا۔ زبیر بھائی کی مطلب حد ہے۔ روشنانہ روٹھے انداز میں بولی۔

زبیر بھائی یہ کیا بات ہوئی کے کالج میں راستے میں گزرتے ہوئے آپ بنادھیان دیئے کچھ بھی پھینک دو آپ کی کہہ رہی ہیں کہ وہ سینئیر ہے تو ان کو اپنے سے چھوٹوں کو سمجھانا چاہیے نہ کہ خود ایسے بیسیو کرے۔ عاشر کو روشنا ٹھیک لگی

جب میں نے کہا کہ پانی گرایا تو ڈھیٹ ہو کر کہتا ہے کہ پانی نہیں فریش جو س تھا۔ روشنا نے آخر میں زیاد کی نکل کرتے کہا۔

ہا ہا ہا آپ تو جو گرایا وہی بتائے گا نہ۔ آرزو نے اب کی روشنا چڑانے کے لیے زوردار قہقہہ لگا کر کہا جس پہ عاشر اور زبیر بھی ہنس پڑے روشنا نے غصے سے ہاتھ میں پکڑی پین اس کی طرف مارنے کے لیے اچھالی جو اس نے کیچ کر کے ہنس کے بولی نشانہ اماں سے سیکھے۔



اشرف کے چہرے کے نشان ہفتے کے اندر اندر ٹھیک ہو گئی تھیں جس سے وہ ہسپتال سے گھر آ گیا تھا اسرار صاحب اور سمایا بیگم کو یہی بتایا تھا کہ اپنے دوست کی طرف تھا جب کی زیاد سرے سے اب اس کو پہلے کی طرح نظر انداز کرنے لگا تھا پر یہ ہفتے میں زیاد اس کے ساتھ ہی رہا تھا اور رات کے وقت وہ چاروں بھی آ جاتے تھے بقول وقاص کے وہ بور ہو گا اس لیے کمپنی دینے آتے ہیں اور ان سب نے کالج جانا بند کر رکھا تھا سوائے ہمایوں نے کیوں کے ان کے امتحان قریب تھے۔

روشنا نے اپنا اسائی میمنٹ جمع کر لیا تھا دوبارہ لکھ کے اور اس بیچ میں ایاز صاحب نے اس آرزو کو موبائل بھی گفٹ کر لیا تھا جس کو دیکھنے پہ آرزو کو یقین نہیں ہوا تھا پر بعد وہ زور سے اپنے باپ کے گلے لگ کے شکریہ بولتی رہی تھی۔

روشنا پریشانی سے اپنے بیگ میں نوٹس تلاش کر رہی تھی جو اس کو مل نہیں رہے تھے اور وہ تھے بھی اس کے اس کے اسٹریکٹ سرفیاض کے جو انہوں نے سب کلاس کو کاپی کرنے کا کہا تھا جواب روشنا کے پاس تھے اور آج اس کو واپس کرنے تھے وہ ایسے ہی پریشان بیٹھی تھی جب اس کو یاد آیا کہ وہ اس نے آرزو کی بیگ میں رکھے تھے اور اپنی بیگ میں ڈالنا بھول گئی تھی یہ خیال آتے ہی اس نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا وہ پاگلوں کی طرح یہاں تلاش کر رہی تھی اور وہ تھے کہاں۔



یار آرزو فز کس اتنا بورنگ سبجیکٹ کیوں ہوتا ہے۔ مہک نے بورڈ پہ ٹیچر کو فز کس کے کچھ سوالات لکھتے دیکھا تو آرزو کے کان کے پاس آکر بولی۔

کیوں کی اس کو سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور جن کو سمجھ نہیں آتا ان کو بورنگ لگتا ہے۔ آرزو بورڈ پہ لکھے سوال اپنے رجسٹر پہ اتار کر مہک کو کم عقل کہا جو مہک نہیں سمجھ پائی پر اس کی سیٹ کے پاس بیٹھی ردانے مسکراہٹ دبائی۔

اچھا تو کیا تمہیں سمجھ آیا؟ مہک نے دھیمی آواز میں پوچھا تا کہ ان کی آواز ٹیچر نہ سن پائے۔

کہانہ عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور میرے پاس اتنی عقل نہیں کے میں فز کس جیسا سبجیکٹ سمجھ پاؤں۔ آرزو نے جواب دیا۔

تو غور تو ایسے کر رہی تھی فنر کس کی ٹیچر جب سمجھا رہی تھی جیسے ساری فنر کس کی
کتاب سمجھ میں آتی ہو یا یاد ہو۔ مہک نے اس کی بات پہ گھور کے کہا۔
تم نے کہی پڑھا نہیں یہ کہ

Behave like a fool

Think like a brilliant

میں اس کی مثال ہوں۔ آرزو نے رجسٹر بند کر کے آرام سے مہک کو ہنس کے بتایا جس
پہ مہک داد دیتی نظروں سے اس کو دیکھنے لگی تبھی کلاس میں پیون نے فنر کس کی ٹیچر
سے اجازت لیکر کلاس کے اندر آ کر بولا۔
آرزو ایاز کون ہے؟ پیون نے پوچھنے پہ کچھ منٹ تو وہ گھور کے پیون کو دیکھنے لگی پھر
مہک نے جب پیچھے کمر پہ اس کو چٹکی کاٹی تو وہ بلبلا اٹھی مہک کو گھور کے وہ کھڑی
ہوئی اور پیون کی طرف دیکھ کر بولی۔

اتنی سی تھی جب سے میں یہاں پڑھتی ہوں اور تب سے آپ کو یہاں کام کرتے دیکھا
ہے پر آپ ابھی تک یہ جان نہ پائے کے آرزو ایاز ون اینڈ اونلی اس اسکول میں میں ایک
ہی ہوں۔ آرزو بنا ٹیچر کی موجودگی کا سوچے پیون کو ہاتھ سے اشارے سے بتانے لگی

کہ وہ کتنی چھوٹی تھی جب سے وہ یہاں پڑھنے آتی ہے اس کی بات پہ کلاس میں دبی دبی ہنسی کی آواز گونجنے لگی۔

کلاس سائی لینٹ پلیز۔ فزکس کی ٹیچر تیز آواز میں بولی
جی تو آپ کو پرنسپل میم اپنی آفس میں بولار ہی ہیں۔ پیون جلدی سے بول کر وہاں سے
نکل گیا۔

یہ آج پرنسپل کو میری یاد کیسے آگئی۔ آرزو اپنی جگہ پہ بیٹھ کر مہک سے بولی۔
باتیں کم کرو اور جاؤ اس سے پہلے دوبارہ بولا وا آئے۔ اس کی بات ردانے کہا تو وہ
سر ہلاتی کلاس سے نکلنے لگی پر کلاس کے دروازے سے ایک قدم ہی باہر نکلی تھی کے
دوبارہ کلاس کے کچھ اندر آ کر اپنی ٹیچر سے مخاطب ہوئی۔
میم وہ پرنسپل بولار ہی ہے میں جاؤں۔ آرزو کی بات پہ رد اور مہک نے اپنے سر پہ زور
سے ہاتھ مارا۔

جی بڑی مہربانی ہوگی۔ ٹیچر نے دانت پیستے ہوئے کہا جس پہ آرزو برا منہ بنائے پرنسپل کی
آفس میں آئی اور اندر آنے کی اجازت لی اجازت مل کر وہ بولی۔
میم آپ نے بولا یا تھا۔

ہاں یہ لو اپنی بہن سے بات کرو۔ پرنسپل نے اس کی طرف اپنا فون بڑھا کر کہا جس پہ اس نے ایک نظر فون کو دیکھ کر ان سے لیکر کان سے لگایا۔

آرزو تمہاری بیگ میں میرے ضروری نوٹس رکھے ہیں پلیز وہ میرے کالج لے آؤ میں نہیں آسکتی تم جلدی سے آجاؤ۔ آرزو نے جیسے ہی آپی کہا روشنا کی منت بھری آواز ابھری۔

آپی میں اسکول میں ہوں۔ آرزو نے اس کو یاد کروایا کہ شاید وہ بھول گئی ہو۔

جانتی ہوں اور میں نے پرنسپل سے اجازت لی ہے تم بس آجاؤ پھر دوبارہ اسکول آجانا۔ روشنا نے جواب میں کہا۔

آپی آپ کا کالج یہاں سے دور ہے میں اکیلی کیسے آؤں گی۔ آرزو جھنجھلا کے بولی۔

میری پیاری بہن نہیں ہو۔ روشنا نے پیار سے کہا۔

آتی ہوں۔ آرزو نے کہہ کر فون پرنسپل کی طرف بڑھائی اور وہاں سے نکلنے لگی

دوبارہ کلاس میں آئی اپنی چادر پہننے لگی جب مہک بولی

کہاں جا رہی ہوں؟

جہنم میں۔ آرزو نے بھڑاس نکالی۔

کوئی پروبلم ہے؟ ٹیچر نے سوال کیا

نومیم بس مجھے کچھ ٹائی م باہر جانا تھا پر نسیل سے اجازت مل گئی ہے۔ آرزو نے کہا۔
 باہر کیا کرنے جاؤں گی؟ اس کے کلاس کی ایک لڑکی اپنی دوست کے ساتھ مل کر ہنس
 کے پوچھا۔

سول بیہویوئی رسیف کلاس میں ٹیچر موجود ہے اور آپ اتنی بیہودہ بات کر رہی
 ہیں۔ ٹیچر نے سخت لہجے میں کہا جس پہ وہ غصہ دبانے لگی۔

کل جب تم گاڑی میں نکل کے یہاں آئی تھی نہ اسکول تو اسکول کی گیٹ کے پاس جو
 پیڑ بیچنے والا نکل ہوتا ہے نہ کل وہ تمہارا نمبر مانگ رہا تھا اپنے بیٹے کے لیے شاید تم اس
 کو پسند آگئی ہو بس وہی دینے جا رہی ہوں۔ وہ آرزو ہی کیا جو کسی کی بات کا جواب نہ
 دے آرزو گہری مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے سول کو جلا کے وہ کلاس سے نکل گئی
 سول کا چہرہ غصے اور بے عزتی کے احساس سے سرخ ہو گیا تھا وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کے
 ٹیچر سے کچھ غصے میں بولی۔

میم اس کو تو آپ نے کچھ نہیں کہا۔

اگر آپ بولنے کی ہمت رکھتی ہیں تو سننے کی بھی رکھے۔ ٹیچر نے سنجیدگی سے جواب دیا
 اور فزکس بک کھول کے بیٹھ گئی سول اپنی مٹھیاں زور سے بند کر کے رہ گئی۔

انسان ہوں میں بھی اس کے ساتھ ایک لڑکی اور بچی بھی تو ہوں پر آپنی کو ذرہ ترس نہ آیا۔ آرزو رکشے والے کوپئی سے دیتی کالج کے کچھ قریب آکر خود سے بڑبڑانے لگی وہ خود سے باتیں کرتی آرہی تھی جب زور سے اس کا کسی سے ٹکراؤ ہوا اس کے ہاتھ میں پکڑے سارے نوٹس نیچے گر گئیے اور سامنے والے کامو بائل بھی۔



بس اس کو دور سے دیکھتے رہو گے یا پیار کی کہانی آگے بھی بڑھاؤ گے۔ وقاص اس علیدا ان کے کندھے پہ اپنا بازو جمائی ل کرتا شرارت سے پوچھنے لگا جو لگا جو اپنے ڈپارٹمنٹ کے پاس علیزہ سے ساتھ کھڑی بات کر رہی تھی اور علیدا ان دور سے بس اس کو دیکھ رہا تھا

Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry |

ابھی تو بس دیکھتے رہنا ہے۔ علیدا ان نے مسکرا کے بولا۔

یہ لے۔ وقاص نے اس کے ہاتھ میں ایک پرچی پکڑائی۔

یہ کس کا نمبر ہے۔؟ علیدا ان نے جب پرچی کھول کے دیکھی تو پوچھا۔

تمہاری مس حجابن کا۔ وقاص نے آنکھ و نک کرتے جواب دیا علیدا ان کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہو گئی وقاص کے منہ سے تمہاری مس حجابن سن کے۔

تمہیں کہاں سے ملا اور کیوں لیا کسی سے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ علیدا ان اچانک سے سنجیدہ ہو کے بولا

ضرورت تھی اور ملا نہیں میں نے تلاش کیا کسی سے لیا بھی نہیں سو تم بے فکر رہو۔ وقاص نے اس کی پیٹھ تھتھپا کر اس کو رلیکس کیا۔

سہی پر میں اس نمبر کیا کروں گا۔ علیدا ان نے پوچھا اس سے بات کرنا اور یہ وہی لڑکی تو نہیں جس کو ہم نے کالج کے فرسٹ ڈے پہ مس گائیڈ کرنے کا سوچا تھا۔ وقاص جواب دے کر پر کسی خیال آنے کے بعد پوچھنے لگا۔ وہی ہے۔ علیدا ان ہنس کے بولا۔

ملی بھی تو یہی ملی مطلب اففف علیدا ان میں کیا کہوں۔ وقاص کانوں کا ہاتھ لگاتا بولا جس پہ علیدا ان نے ایک مکہ اس کے بازوؤں جھڑ دیا۔



ہر کسی کو میں ملتا ہوں ٹکڑا نے کے لیے۔ زیاد جو جلدی میں جا رہا تھا سامنے سے کسی سے ٹکڑ لگنے پہ جب اس کا موبائل نیچے گرا تھا تو وہ اٹھانے کے لیے جھک کے بڑبڑانے بھی لگا اس کی بڑبڑاہٹ آرزو نے سنی تھی جس کا سر زیاد کے سینے پہ لگا تھا اور اب اس کو اپنا سر گھومتا محسوس ہو رہا تھا اس نے اپنا ہاتھ ماتھے پہ رکھا تھا جب سامنے والی کی بڑبڑاہٹ پہ بنا اس کو دیکھے بولی۔

اتنے تم جہان سکندر۔

ایکسیوزمی۔ زیاد موبائل اٹھاتا نا سمجھی سے بولا۔

ہائے اللہ میرا سر توڑ کے رکھ دیا۔ آرزو نے ابھی بھی ویسے ہی کہا۔

اب اتنا بھی نہیں لگا جتنا تم رونا ڈال رہی ہو۔ زیاد گھور کے اس کو دیکھتا بولا جو اسکول یونیفارم میں اس کو پچی لگی۔

تو آپ کیا چاہتے تھے کہ میرا سر پھٹتا خون نکلتا۔ آرزو اب اپنے ہاتھ کمر پہ ٹکائے زیاد کی طرف دیکھ کے بولی۔

میں ایسا کیوں چاہوں گا۔ زیاد کو سامنے کھڑی لڑکی دیکھی ہوئی سی لگی پر کہاں اس نے دیکھا تھا یہ یاد نہ آیا تو اس کے چہرے سے نگاہ پھیرتا پوچھنے لگا۔

خیر یہ بات بھی ہے آپ بس میرے نوٹس جو آپ کی وجہ سے گرے ہیں وہ اٹھا کے دے۔ آرزو اس کی بات پہ شان بے نیازی سے حکم دیتی بولی اس کا انداز دیکھ کے زیاد عیش عیش کراٹھا۔

میری وجہ سے گرتے تو ضرور اٹھا کے دیتا پر غلطی تمہاری اپنی ہے اس لیے خود ہی اٹھاؤ۔ زیاد سر جھٹکتا بولا۔

آپ بہت ہینڈ سم ہیں اب اس خوشی میں اٹھا کے دے۔ آرزو کچھ پل خاموش رہی پر اس کا چہرہ دیکھ کر معصوم شکل بنا کے بولی جس پہ زیاد اس کی معصومیت پہ یقین کر کے

نوٹس اٹھانے لیے جھک گیا اور سارے بکھرے کاغذ گری ہوئی فائل میں ٹھیک سے رکھنے لگا ایسا وہ کیوں کر رہا تھا وجہ وہ خود نہیں جانتا تھا۔

کیا تم اسکول کا راستہ بھول گئی ہو۔ زیاد فائل کی پن زور سے بند کرتا اس سے پوچھنے لگا۔

میں کیا آپ کو اتنی بچی لگ رہی ہوں جو راستہ بھول جاؤں گی سچ کہتے ہیں کہ خوبصورت لوگ عقل سے پیدل ہوتے ہیں۔ آرزو اس کی بات پہ افسوس سے بولی

یہ بات تو میں تمہیں بھی کہہ سکتا ہوں۔ زیاد اٹھ کر اس کی طرف فائل بڑھا کر بولا

جس پہ آرزو سوچ میں پڑ گئی کہ وہ تعریف سمجھ کے خوش ہو یا عقل سے پیدل ہونے پہ اس پہ غصہ کرے۔

دے مجھے۔ آرزو نے ہاتھ فائل پکڑ کے کہا کیوں کی زیاد نے اپنا ہاتھ ہٹایا نہیں تھا آرزو نے کہتے اس کی آنکھوں کو دیکھا تو اس کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تو وہ پر جوش آواز میں پوچھنے لگی۔

کیا آپ کا نام زیاد ہے؟ اس کے سوال پہ باہر جاتے زیاد کے قدم رکے تھے پر وہ سرد مہری سے بولا۔

تم سے مطلب۔

مطلب آپ زیادہیں میں نے آپ کی بہت برائی سنی ہے۔ آرزو کالج کی گیٹ پہ کھڑے گاڑڈ کو نوٹس روشنائیں پچانے کا کہتی خود بھاگ کر زیادہ سے چلتے ہوئے بتانے لگی۔

عموماً میں نے آپ کی بہت تعریف سنی ہے یہ جُملا ہوتا ہے۔ زیادہ رک کر اس کی طرف چہرہ کر کے بولا۔

پر میں نے جو سنا وہی کہوں گی۔ آرزو نے کندھے اچکا کے جواب دیا۔
کہاں سے سنی ہے میری برائی۔ زیادہ دانت پیس کے پوچھنے لگا۔
میری بہن سے روشنائیں ہے اس کا آپ کو یاد ہو گا ایک دفعہ آپ نے اس کے
اسائی میمنٹ پہ جو س گرایا تھا۔ آرزو نے یاد کروانے کی خاطر سارا واقعہ کہہ سنایا۔
اوووو تو تم اس کی بہن ہو۔ زیادہ کو کچھ پل یاد تو نہ آیا پر جسے ہی ایک چہرہ آنکھوں کے
سامنے لہرایا تو وہ آرزو کو دیکھ کے بولا۔

ہاں بالکل۔ آرزو اتر کر بولی۔

اچھی بات ہے اگر اب آپ کی اجازت ہو تو میں جاؤں۔ زیادہ نے بڑی مسکین شکل بنا کے پوچھنے لگا جیسے وہ نہ کہے گی تو وہ ہلے گا نہیں اپنی جگہ سے۔

ہاں جائیں۔ آرزو مسکرا کر بولی زیاد گہری نظروں سے اس کا مسکرا نادیکھا پھر سائیڈ سے گزر گیا۔

بد تمیز تو نہیں تھا۔ آرزو زیاد کی پشت دیکھتی خود سے بولی۔

کونسا کام تھا جو یہاں آگئی؟ زیاد کالج کے باہر آکر سامنے گاڑی سے اتر کر مینیجر سے بولا جس نے فون پہ کہا تھا کہ ارجنٹ کام ہے۔

سروہ اس فائل میں آپ کے سائیڈن چاہیے تھے اس لیے یہاں آنا پڑا۔ مینیجر زیاد کو غصے میں دیکھتا جلدی سے وضاحت دیتا بولا۔

دو فائل۔ زیاد نے اس کے ہاتھ سے فائل لی اور ایک نظر ڈال کے سائیڈن کر دی۔ سو نیا خانزادہ کا بزنس اب زیاد کی سنبھالتا تھا انہوں نے اپنی ساری جائیداد زیاد کی پیدائش پہ اس کے نام کر دی تھی جس کا پتا کسی کو نہ تھا زیاد کو بھی یہ بات اپنی دادی کے مرنے کے بعد پتا چلی تھی تب سے وہ اسرار صاحب کا ایک روپیہ بھی استعمال نہیں کرتا تھا۔

اب جاؤ کچھ عرصے بعد میں نے کمپنی جوائی ن کرنی ہے پر ابھی مجھے کچھ ضروری کام ہیں۔ زیاد نے اس کو فائل پکڑاتے کہا وہ دوبارہ کالج جانے لگا جب اس کی نظر آرزو پہ پڑی جو ٹیکسی پہ بیٹھ رہی تھی زیاد اس کو دیکھتا اپنے راستے چل دیا۔



زیاد ایک بات پتا چلی تمہیں؟ وہ سب آج ہما ہوں کے گھر تھے کیوں کہ وہ اکیلار ہتا تھا اس لیے کبھی کبھار وہ اس کے گھر میں آ جاتے تھے آج بھی ایسا کجھ تھا جب احمد شرارتی نظروں علید ان کو دیکھتا زیاد سے پوچھنے لگا۔

نہیں کونسی بات۔ زیاد ہمایوں سے کافی کا مگ لیتا لا علمی کا اظہار کیا جب کی علید ان کو اپنے آس پاس خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہو رہی تھی وقاص احمد کی شرارت جان کر اس کا ساتھ دینے لگا۔

علید ان تم نے زیاد کو نہیں بتایا یہ تو بہت پرانی بات ہے نہیں۔ وقاص اپنی پوری آنکھیں پھاڑ کے حیرت سا علید ان سے پوچھنے لگا علید ان کو اپنی جان جاتی محسوس ہوئی جب زیاد کی سوالیہ نظریں خود پہ دیکھی۔

مجھے بھی نہیں پتا کیا بات ہے؟ ہمایوں ایک سینٹر صوفی پہ بیٹھا پوچھنے لگا۔
نہیں خاص ہے بھی نہیں تم لوگ تو جانتے ہو ان دونوں کو بہانا چاہیے ہوتا ہے ڈراما کرنے کا۔ علید ان مصنوعی مسکراہٹ سے زیاد اور ہمایوں سے بولا جب کی اس بیچ ان دونوں کو گھوری سے نواز نہ نہیں بھولا تھا۔

پھر بھی کیا بات ہے۔ زیاد کافی پتا ساتھ میں سوال کرنے لگا۔

وہ دراصل

بات یہ ہے کہ علید ان جو ہے اپنے باپ کے ساتھ بزنس جائے گا جب ایکزیمز کے بعد چھٹیاں ہوگی۔ اس سے پہلے علید ان اپنا بھانڈا خود ہی پھوڑتا احمد اس کی بات کاٹ کے بولا جس پہ علید ان نے شکر کا سانس لیا پر ان سے بدل لینے کا عہد خود سے کر دیا تھا۔ اچھی بات ہے۔ زیادہ سنجیدگی بولا۔

آل دے بیسٹ علید ان آخر کو ایک مہینے بعد تمہاری ہر ایک حرکات پہ کڑی نظر ہوگی تمہارے باپ کی۔ ہمایوں نے ہنس کے علید ان سے بولا جب کی وقاص اور احمد اپنے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے قہقہہ لگا رہے تھے علید ان کی شکل دیکھ کر جس پہ علید ان بس ضبط کرتا رہ گیا۔

یہ تم دونوں کو اتنی ہنسی کیوں آرہی ہے؟ زیادہ جو پانچ منٹ سے ان کو ہنستا دیکھ رہا تھا آخر کو پوچھ ہی لیا۔

نہیں بس ایسے ہی۔ وہ دونوں گڑ بڑا کہ سیدھے ہو کر بولے



روشن صبح اٹھ کر فجر کی نماز کے بعد اپنا موبائل لیا تو اس پہ انون نمبر پہ کچھ منٹ پہلے کا مسیج تھا پہلے سوچا انون ہے ڈیلیٹ کر دے پھر سوچا پڑھنے میں کیا ہے وہ ان بوکس میں آکر مسیج دیکھنے لگی۔

جیسے پھولوں میں سے ایک پھول کو گلاب کہتے ہیں ویسے ہی ایک حسین صبح کی امید میں ہم آپ کو آداب کہتے ہیں۔

صبح بخیر 

روشنا لہجہ کے بار بار ایک مسیج پڑھنے لگی پھر موبائل بیڈ پہ اچھالتی کالج کی تیاری کرنے لگی۔

یہ تم کیا کر رہی ہو؟ روشنا آدھے گھنٹے بعد جب آرزو کے کمرے میں آئی تو حیرت سے پوچھنے لگی جو اسکول یونیفارم میں بالکل تیار تھی بیگ بھی بیڈ پہ رکھا تھا پر ڈوپٹہ الماری پہ لٹک رہا تھا اور وہ خود اپنے بازوؤں میں کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔ وہ آپ کی آج فزکس کا ٹیسٹ ہے۔ آرزو بنادیکھے جواب دینے لگی۔

تو۔ روشنا کو سمجھ نہ آیا۔

تو کیا آپ فزکس کا ٹیسٹ ہے آج اور مجھے کچھ فزکس کے پرو بلم اور فارمولا زیادہ نہیں ہو رہے تھے اس لیے میں سب پرو بلمز کے فارمولا اپنے دونوں آرمز پہ لکھ رہی ہوں۔ آرزو نے اپنی عقلمندی کا ثبوت دیا جب کی روشنا کا منہ پورا کا پورا کھل گیا آرزو کا جواب سن کر اور اس کو حیرت سے دیکھنے لگی جواب اپنی کاروائی سے مطمئن سیوس کا بٹن بند کر رہی تھی۔

تم چیٹنگ کروں گی۔ روشنانے کافی ٹائی م بعد پوچھا۔

نہیں تو توبہ توبہ کیسی بات کر رہی ہیں۔ آرزو بیگ کندھوں پہ ڈالے اب چادر پہن رہی

جب روشنانے کی بات پہ کانوں پہ ہاتھ لگا کے بولی۔

تو لکھا کیوں ہیں پسند ہیں کیا اس کے فار مولاز۔ روشنانے طنز یہ پوچھا۔

وہ تو بس یہ فار مولاز ہے باقی تو سب مجھے یاد ہے اور اگر میں یہ دیکھ لوں گی تو کونسا بڑی

بات ہے اتنا سب تو ہر کوئی کرتا ہے۔ آرزو نے آرام سے اپنا لو جک بتایا۔

مجھ سے کہا ہوتا میں ٹھیک سے تیاری کروالیتی۔ روشنانے تاسف سے کہا۔

اچھے سے تیاری کی ہے میں نے اور آپ گھر کے کاموں میں اپنی پڑھائی میں بڑی

ہوتی ہیں اس لیے میں نے نہیں کہا پر عاشر نے مدد کی تھی یہ مشورہ بھی اس نے دیا

ہے۔ آرزو نے ایک اور بم پھوڑا۔

عاشر نے؟ روشنا اور بے یقین ہوئی۔

ہاں نہ میں تو قائل ہی ہوگئی عاشر کی عقلمندی پہ۔ آرزو نے مزے سے بتایا۔

میں مانوں ہی نہ عاشر خود اتنی محنت کرتا ہے اور وہ تمہیں چیٹنگ کا مشورہ دے گا بالکل

نہیں۔ روشنانے آرزو کی طرف دیکھ کے کہا۔

نہ مانے پر آرزو کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ آرزو منہ بنا کے بولی۔

اب میں نے تمہیں جھوٹا بھی نہیں کہا۔ روشنا اس کو گھور کے بولی۔
 چھوڑے یہ بتائیں آپ چلے گی میں تو نکل رہی ہوں آج ٹیسٹ جلدی ہوگا۔ آرزو
 نے پوچھا۔

میں تو آج عاشر کے ساتھ بائی یک پہ آؤں گی اس کا اور میرا کالج ایک راستے پہ ہے تو
 سوچا آج اس کے ساتھ جاؤں۔ روشنا نے بتایا۔
 اوکے خدا حافظ۔ آرزو اس کے گال پہ کس کرتی کمرے سے نکل گئی۔
 پاگل۔ روشنا اپنے گال پہ ہاتھ رکھتی ہنس کے بولی اور نصرت بیگم کی طرف پہلے جانے کا
 سوچا اس لیے اپنی کتابیں اٹھائی اور وہاں گئی۔
 اسلام علیکم خالا۔ روشنا نے پہنچ کر سلام کیا
 وعلیکم اسلام کیسی ہو۔ نصرت بیگم اس کو گلے لگائے حال چال پوچھنے لگی۔
 میں ٹھیک ہوں عاشر کے ساتھ آج کالج جانا تھا وہ نکل تو نہیں گیا نہ۔ روشنا نے مسکرا کر
 جواب دے کر پوچھا۔

نہیں اپنے کمرے میں ہی ابھی جائے گا شاید۔ نصرت بیگم نے بتایا۔
 اچھا تو میں اس کو بتاؤں۔ روشنا ان سے کہتی عاشر کے کمرے کی طرف بڑھی۔

ایک تو تم اور آرزو اسکول یونیفارم میں بھی بہت پیارے لگتے ہو۔ روشنا عاشر کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عاشر کو دیکھتے بولی جو وائیٹ شرٹ بلیو پینٹ کالج یونیفارم میں تھا اور اب مرر کے سامنے اپنے بال سیٹ کر رہا تھا۔

ارے آپ! آپ آئے۔ عاشر روشنا کی آواز سنتا پیچھے مڑ کر اس کو اندر آنے کا کہنے لگا۔

ہاں مجھے آج تم کالج تک چھوڑنا ہمیشہ آرزو کو بائی یک کی سیر کرواتے ہو۔ روشنا بیڈ پہ بیٹھتی مسکرا کر بولی۔

ضرور آپ! کیوں نہیں۔ عاشر اس کی بات پہ ہنس دیا۔

آرزو بتا رہی تھی تم نے اس کو کوئی مشورہ دیا تھا۔ روشنا اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتی بولی۔

آرزو پوری دنیا کو مشورہ دینے کی صلاحیت رکھتی ہے بقول اس کے وہ عقلمند ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں آپ کو لگتا ہے وہ مجھ سے مشورہ لیگی یا اگر میں دوں تو وہ عمل کرے گی۔ عاشر ریک سے اپنے شوز نکالتا سر نفعی میں ہلا کے بتانے لگا۔

وہ بتا رہی تھی کہ تم نے اس کو کہا تھا کہ اپنے بازوؤں پہ فزکس کے پروبلمز کے فارمولاز لکھے پھر اس پہ دیکھ کر وہ ٹیسٹ دے۔ روشنا اس کو جانچنے والے انداز میں بولی عاشر اس کی بات پہ پہلے حیران ہوا پھر جب کل کا واقع یاد آیا تو اس نے اپنے سر پہ ہاتھ مار دیا۔

وہ آپنی میں نے مشورہ نہیں دیا تھا اس نے اتنا تنگ کیا کل کے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا اس کو تو میں نے تنگ آ کر کہہ دیا تھا عاشق کہہ کر کل کے بارے میں سوچنے لگا جب وہ اپنے دوستوں کے ساتھ باہر تھا۔

کیا ہے کیوں کال کی ہے آرزو خالو نے تمہیں موبائل لیکر دے کہ میرے جان عذاب کر دی ہے۔ عاشق جو اپنے دوستوں کے ساتھ کمبائی ن اسٹڈی کر رہا تھا آرزو کے بار بار کال کرنے پہ ان سے الگ ہوتا ایک سائیڈ پہ کال اٹھاتا کوفت سے بولنے لگا۔ آرام سے آرام سے اتنا چڑ کیوں رہے ہو۔ آرزو اپنا ہاتھ ہونٹوں کہ پاس رکھتی عاشق کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

میری یاد کیوں ستائی می تمہیں وہ بتاؤ۔ عاشق گہری سانس لیتا پوچھنے لگا۔

کل نہ میرا ٹیسٹ ہے ہو بھی فر کس کا۔ آرزو نے پریشانی سے بتایا۔

تو اس کی تیاری کرو نہ مجھے کیوں کال کی ہے۔ عاشق دانت پیستا بولا۔

تم مدد کرو نہ مجھے مشکل ہو رہی ہے آپنی کو کہہ نہیں سکتی اس کے اپنے ہی بہت سارے کام ہوتے ہیں۔ آرزو مسکین لہجے میں بولی۔

شام کو آکر سمجھاؤں گا جو کہوں گی۔ عاشق کچھ نرمی سے بولا۔

شام کو نہیں ابھی۔ آرزو نے اپنی بات پہ زور دے کر کہا۔

ابھی میں اپنا پڑھ رہا ہوں اور میں گھر نہیں جو تمہیں بتاؤں گا کچھ۔ عاشر اپنا ایک ہاتھ بالوں میں ڈال کے بولا اس کا دل کر رہا تھا اپنے بال نوچ ڈالے۔

گھر نہیں ہو پتا ہے کمبائی ن اسٹڈی کر رہے ہو پر بس تم آدھے گھنٹہ مجھے دو اپنا اور گھر آنے کے بھی کیا ضرورت تم فون پہ ہی سمجھا دو۔ آرزو نے اپنے لہجے کو اور مسکین بنایا۔ آرزو ابھی ممکن نہیں میں ٹھیک سے نہیں بتاؤں گا بات کو سمجھو اور میں گھر بھی نہیں آسکتا شام تک کا صبر کرو۔ عاشر یہاں وہاں چکر لگاتا بول رہا تھا۔

تو تم نہیں سمجھا رہے سہی ہے اگر میرا بھائی ہی ہوتا

اوو پلینز آرزو اب یہ تقریر شروع مت کر دینا۔ عاشر نے اس کی بات نیچے میں ہی ٹوک دی۔

تو تم سمجھا رہے ہو۔ آرزو زبان دانتو تلے دبا کے پوچھنے لگی۔

ہاں میرا اور کام کیا ہے تمہارے حکم کی پیروی کرنے کے علاوہ اس لیے بھائی ہی نہیں تمہارا اللہ کو پتا تھا نہ تم اس کو پاگل کر دو گی۔ عاشر نے آرزو کی بات پہ کہا۔

اب ایسا بھی نہیں ہاں پر اللہ نے تمہیں بہن نہیں دی اللہ جانتا تھا نہ تم نے اس کی قدر نہیں کرنی۔ آرزو نے حساب بے باک کیا۔

اب بتاؤں کیا سمجھانا ہے تمہیں فر کس میں۔ عاشر نے بات بدلنے میں عافیت جانی۔

تمہیں پھر بھی اس کو یہ نہیں کہنا چاہیے تھا اب تو وہ ہر بار ایسا ہی کرے گی۔ روشناس کی ساری بات سن کے بولی جس پہ عاشق نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔
اچھا اب شرمندہ نہ ہو تیار ہو تو چلیں۔ روشناس اٹھ کے بولی۔

جی میں بھی تیار ہوں آئے۔ عاشق نے کہا پھر وہ دونوں ساتھ نکل گئی۔



زیادہ کالج کے لیے تیار ہو کر جا رہا تھا باقی سب ناشتہ کر رہے تھے جب ماہی بیگم جو ڈائی ننگ ٹیبل پہ جوش رکھ رہی تھی اس کو بغیر ناشتہ کیے جاتا دیکھا تو آواز دے کر روکا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | ...

زیادہ ناشتہ کر لوں۔
راستے میں کر لوں گا چچی ابھی نہیں۔ زیادہ سہولت سے انکار کیا جب کی چاروں بچوں کے ساتھ ساتھ اسرار صاحب اور ابراہار صاحب بھی اس کو دیکھ رہے تھے جو ریڈ شرٹ کے ساتھ بلیو پیٹ میں تھا بال بے ترتیب سے ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے۔

یہاں آؤ۔ اب کی وہ کچھ برہم ہوئی تو ناچار زیادہ کو آنا پڑا جس پہ سمایا بیگم نے گہری سانس لی۔

بائی یک کا کیا تم نے۔ زیادہ نے ابھی بریڈ ہی کھائی تھا جب اسرار صاحب نے سنجیدہ آواز اس کے کانوں میں پڑی پڑاٹھا کھاتے اشرف کا نوالا گلے میں اٹک گیا تھا جب کی زارون

عینی کشمالا تیار ہوگئی ے ان کی بحث سننے کے لیے ابرار صاحب لا تعلق سے اپنے
ناشتے میں لگے رہے سمایا بیگم نے کوفت سے سر جھٹکا۔
کچھ کرنا تھا کیا؟ زیاد نے الٹا ان سے سوال کرنے لگا۔

سات سال سے جہاں میں نے اس کو کھڑا کیا تھا وہی تھی پر اب وہ نہیں ہے کہاں گئی
وہ پوچھ رہا ہوں اگر اپنے باپ کو بتاؤ گے تو تمہاری شان میں کمی نہیں آجائے گی۔ اسرار
صاحب خود پہ کنٹرول کرنے کہ باوجود غصے سے پوچھنے لگے۔ ماہی بیگم نے اس وقت کو
کو صاحب زیاد کو آواز دی جو سکون سے جا رہا تھا ان کو شرمندگی ہونے لگی زیاد کا سرخ
چہرہ دیکھ کر۔ زیاد نے ایک نظر اشرف کو دیکھا جس کا چہرہ ڈر کے مارے فق ہو گیا تھا۔
آپ نے جہاں رکھی تھی اب وہ وہاں نہیں تو مجھے کیا پتا آپ نے اس کو میرے نام
رجسٹرڈ کروائی پر آپ یہ جانتے ہیں کہ وہ میں نے کبھی استعمال نہیں کی اور نہ ہی اس
کو غلطی سے بھی ٹچ کیا تھا پھر آپ مجھ سے سوال کیوں کر رہے ہیں۔ زیاد نے کھانے کی
ٹیبل پہ اپنا ہاتھ زور سے مار کے سوال کیا جس سے سب نے زیاد کا غصے بھرا چہرہ دیکھا۔
آرام سے بات کرنا سیکھو زیاد ہر وقت غصہ نہیں کیا کرو تم بڑے ہوا اگر تم ایسا کرو گے تو
یہ کیا سیکھے گے۔ ابرار صاحب نے نرمی سے زارون کشمالا اور اشرف عینی کی طرف
اشارہ کر کے کہا

تو آپ اپنے بھائی کی کو یہ بات سمجھائے نہ ان کے سامنے بات نہ کیا کرے کوئی ی
مجھ پہ نظر پڑتی نہیں ان کی کے شروع ہو جاتے ہیں۔ زیاد اپنی جگہ سے اٹھ کے بولا۔
میں تو تنگ ہوں اس روز روز کی چک چک سے۔ سمایا بیگم منہ کے زاویے بگاڑ کے بولی
اور میں آپ سے تنگ ہوں اب سے نہیں پورے بیس سالوں سے۔ زیاد سرد لہجے میں
کہتا وہاں سے نکل گیا۔

شادی کروادے زیاد کی کیا پتا ٹھیک ہو جائے۔ ابرار صاحب نے سر تھامے کے بیٹھے
اسرار صاحب کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے کہا۔
کون کرے گی لڑکی شادی زیاد سے جو بس غصہ کرنا جانتا ہے جو ہر ایک پہ طنزیہ کرنا اپنا
اولین فرض سمجھتا ہے آپ کو لگتا ہے وہ گزارا کر لے گی۔ اسرار صاحب نے حقیقت
ان کے سامنے کی۔

بھائی ی سے تو کوئی ی بھی لڑکی شادی اور گزارا کر لے گی آپ یہ سوچے کہ بھائی ی
مانتے ہیں یا نہیں۔ زارون اپنے ہاتھ نیپکن سے صاف کرتا بولا۔

نہ بھی مانے نور جہاں اس کو منالے گی اس کی ہر بات مانتا جو ہے پہلے اس کا دماغ کم
خراب تھا جو وہاں سے آیا ہے تو اور اپنا غصہ دیکھا رہا ہے۔ سمایا بیگم اکتا ہٹ سے کہتے
وہاں سے نکل گئی تھی۔

ویسے بات بھابھی نے پہلے والی سچ کہی ہے زیادہ بہت مانتا ہے نور جہاں کی۔ ابرار صاحب
سمایا بیگم کے جانے کے بعد بولے۔

وہ سونی کی وفات کے بعد کراچی ہی نہیں آئی تمہیں لگتا ہے ابرار وہ ہمارے کہنے پہ
زیادہ کوشادی کے لیے رضامند کرے گی۔ اسرار صاحب تھکن زدہ لہجے میں بولے۔
بات کرنے میں کیا جاتا ہے۔ ابرار صاحب اپنی بات پہ قائل رہے۔

ویسے مانتے تو وہ چچی جان کی بھی ہیں۔ عینی اپنے کان میں پہنے ای ٹی رنگ کو انگلی سے
گول گھماتی بولی۔

میں بات کر کے دیکھوں گی۔ سب نظریں خود پہ محسوس کرتے ماہی بیگم کہہ کے نکل
گئی ان کے جواب پہ اسرار صاحب نے سکون بھرا سانس لیا۔



روشنا اپنے ڈپارٹمنٹ آکر سیدھے اپنی جگہ پہ بیگ رکھا تھا تو اپنی سیٹ پہ ایک چٹ چمکی
دیکھی اس نے ایک چور نظر کلاس میں ڈالی جو خوش گپوں میں مصروف تھے اور کچھ
پڑھنے میں روشنا اپنی جگہ بیٹھتی اس چٹ کو سیٹ سے نکال کے اپنی مٹھی میں قید کیا کسی
کا خود پہ دھیان نہ پا کر اس نے وہ چٹ کھولی جو چھوٹی سی تھی گلابی رنگ کی۔

دے کے دل ہاتھ تیرے اپنے ہاتھ

ہاتھ پہ ہاتھ دھڑ بیٹھے ہیں

روشنا کو اپنے دل کی دھڑکن کانوں میں گونجتی محسوس ہوئی ی اس نے بے ساختہ تھوگ نگلا صبح تو وہ نظر انداز کر بیٹھی تھی پر اب اس کو ڈر محسوس ہوا اس نے جلدی سے وہ کاغذ کا ٹکڑا مروڑا اور اٹھ کے ڈسٹ بن میں پھینک دیا اور واپس اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھی ایسا اس کے ساتھ پہلے کبھی ہوا جو نہیں تھا۔

کیا ہوا پریشان دیکھ رہی ہوں۔ وہ ایسے مسیج اور چٹ کا سوچ رہی تھی جب برابر والی سیٹ پہ علیزہ آکر بیٹھی اور اس دیکھ کر سوال کرنے لگی۔

نہیں میں ٹھیک ہوں۔ روشنا خود کو کمپوز کر کے بولی

اچھا لگ تو نہیں رہی ماتھے پہ بھی پسینہ ہے فروری کا مہینہ میں بھی۔ علیزہ ہنس کے بولی اس کی بات پہ روشنا نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھا جہاں ننھی ننھی بوندیں اس کو اپنے ہاتھ میں محسوس ہوئی۔

زیاد آریو اوکے؟ علیداں پریشانی سے اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر پوچھنے لگا۔

یس ایم اوکے۔ زیاد گہرے سانس بھرتے بولا

تمہیں اندازہ ہے جس رفتار سے تم گاڑی چلا کر یہاں آئے ہوا اگر ایک بھی گاڑی کسی کی تمہارے سامنے آتی نہ تو تم اس وقت زندہ نہ ہوتے۔ ہمایوں نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کے کہا جو خاموش بیٹھا تھا۔

کیا ہو رہا ہے زیاد بابو کچھ غصے میں ہیں۔ سب خاموش سے تھے جب گرائی ونڈ میں زاویار اور اس کے دوست ان سب کو دیکھ کر یہاں آکر بولنے لگے۔

اگر ابھی تم چاہتے ہو کہ تمہارے چہرہ کا نقشہ نہ بگڑے تو دفع ہو جاؤ۔ احمد گھور کر زاویار سے کہا جو شیطانی مسکراہٹ سے زیاد کو دیکھ رہا تھا۔

کیوں ہمارے ہاتھ میں کونسا چوڑیاں ہے جو تم لوگوں کو ہم بخشنے دینگے۔ ماہر تیز آواز میں بولا اس کی بات پہ زیاد نے اپنا سر اٹھا کے ان کی جانب دیکھا تھا جو قطار میں ایک ساتھ تھے۔

میرادل چاہ رہا ہے میں اپنا غصہ تم لوگوں پہ اتار دو۔ زیاد کھڑا ہوتا ان کے روبرو آکر بولا۔ اتنا غرور اچھا نہیں ہوتا مسٹر زیاد۔ شان اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا بولا زیاد نے اس کا ہاتھ پکڑ کے جھٹکا دے کر اس کی پیٹھ اپنے قریب کر کے اس کا بازو مروڑ ڈالا یہ سب اتنا چانک ہوا تھا کہ وہ سب سمجھ ہی نہیں پائے تھے۔

آآ جھنگلی چھوڑو میرا ہاتھ۔ شان درد سے تڑپ کے بولا زاویار نے جلدی سے آگے بھر کے شان کو اس کی فولادی گرفت سے نکالا جب وہ چاروں علید ان احمد ہمایوں وقاص تماشا کی کارول ادا کر رہے تھے۔

دماغ سیٹ ہے تمہارا۔ زاویار اس کے مقابل کھڑا ہوتا چیخ کے بولا جب کی زیاد خاموش سا تھا وہ بنا کچھ کہے واپس مڑنے لگا جب زاویار نے اس کی شرٹ کے کالر کو پکڑا اس کی حرکت پہ زیاد نے اپنی ٹانگ اس کے ٹانگ میں الجھا کر نیچے گرا دیا زیاد جانے کے لیے مڑا تو زاویار نے ویسے ہی نیچے گرے اپنی ٹانگ زیاد کے پیر کے سامنے کی جس پہ زیاد اس کی ٹانگ کے اپر اپنا پیر رکھ دیا زاویار کی چیخ بے ساختہ تھی ماہر نے اپنے بیگ سے ایک چاکو نما شے نکالی اور زیاد کے پیٹھ کی طرف اچھالی جو زیاد کو زور سے لگی تھی وہ ایسی چیزیں رکھتے ہی زیاد کی وجہ سے تھے تاکہ موقع ملنے پہ وار کر سکے اور آج موقع بھی ملا تھا اور وار بھی ضائع نہیں ہوا تھا وہ چاروں جو آرام سے کھڑے تھے جلدی سے زیاد کی طرف بڑھے تھے۔

زیاد تم ٹھیک ہو۔ وقاص کے سوال پہ زیاد نے گھور کے اس کو دیکھا اور ان سے کچھ دور ہوتا اپنا ہاتھ پیٹھ کی طرف لیجانے لگا اس کے ایسے کرنے پہ سب کی نظر اس پہ جگہ پہ پڑی جہاں چاکو ابھی بھی زیاد کی پیٹھ پہ لگا ہوا تھا ہمایوں جلدی سے اپنا ہاتھ اس چاقو پہ رکھ کے آرام سے نکالا جس پہ زیاد نے اپنے لب بھینچ لیے پر علید ان اور احمد تو بنا کچھ کہے شان کو مارنے بھاگے تھے جس پہ شان اور اسفند بھی روکنے کے چکر میں عجیب بوکسنگ

کرنے کا ماحول بنا گیا جہاں سب اپنے ڈپارٹمنٹ میں کلاسیس اٹینڈ کر رہے تھے وہاں یہ سب یہاں لڑنے میں بڑی تھے۔

تم پانی پیو۔ وقاص نے پانی کی بوتل اس کو دینی چاہیے جس کو اس نے جھٹک دیا زیادہ کو اپنی پیٹھ جلتی محسوس ہو رہی تھی پر وہ ضبط کیے کھڑا رہا ضبط کب ٹوٹا جب زاویار اٹھ کے طنزیہ بولا۔

یہ جو تم غرور لیکر گھومتے ہو نہ جتنا نہیں کیوں کی تم ایک بھاگی ہوئی عورت کے بیٹے ہو۔ اس کی بات پہ زیادہ اپنا درد بھلائے اس کو مارنے کے لیے بڑھاتوں جانتا کیا ہے میری ماں کے بارے میں جو بکواس کر رہا ہے زیادہ اس کو گلے سے پکڑ کر در پہ مکے مار کے بولا ہمایوں اس کو روکنے کے لیے بڑھ رہا تھا جب وقاص نے اس کو روک دیا۔

بچ چھ چھوڑ مجھ مجھے۔ زاویار اس کا ہاتھ اپنے گلے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہانپ کے بولا اس کا سانس رک رہا تھا پر زیادہ پہ تو جسے کوئی جنون سوار ہو گیا وہ بنار کے اس کو مارے جارہا تھا زاویار نہ ڈھال ہوتا نیچھے بیٹھ گیا تھا جب زیادہ پھر بھی بنار کے اس کے پیٹ پہ لاتوں کی برسات کرنے لگا بات بڑھتی دیکھ کر وقاص فورن سے آگے بڑھا تھا تب علید ان اور احمد بھی شان اسفند کو چھوڑے اس کی طرف آئے تھے جب کی ماہر فورن سے ایڈمن کے آفس چلا گیا تھا۔

زیاد چھوڑا سے۔ علیدا ان اس کو پیچھے کرتا بولا

میں جان سے مار دوں گا اسے یہ ہے کون جو میری ماں کے بارے میں بکواس کر رہا ہے۔ زیاد علیدا ان کو ہٹائے اپنا بھاری پیر زاویار کے منہ پہ مار کر وحشت بھرے انداز میں چلانے لگا جب کی زاویار خون کی اُلٹی کرتا بیھوش ہو گیا تھا۔

چھوڑے اسے آپ چلے آفس میں۔ دو تین پروفیسر اور گارڈ وہاں آ کر ان سب کو بولنے لگے۔

زاویار کو ہو اسپتال لے جاؤ۔ پروفیسر منہاز سنجیدگی سے بولے جس پہ گارڈ نے فورن سے تکمیل کی اور ایک آدمی کے ساتھ زاویار کو لے گئیے جب کی وہ سب آج پھر ایڈمن کی آفس میں تھے۔

میں کیا کہوں تم سب کو۔ ایڈمن وقار ان سب کو دیکھ کے بولے۔

سرا بھی آپ کچھ نہ بولے زیاد کو مرہم پیٹی کی ضرورت ہے اس کی پیٹھ پہ گہرا زخم ہے۔ وقاص ان کی بات پہ فورن سے بولا اس کی بات پہ انہوں نے پہلے اس کو گھورا پھر زیاد کو دیکھا جس کے بال پورے بکھرے ہوئے تھے شرٹ کے اپری بٹن ٹوٹے ہوئے تھے اور چہرے کا رنگ پہنی ہوئی شرٹ سے زیادہ لال ہوا پڑا تھا۔

اس دفعہ تم لوگوں نے حد ہی کر دی اور تم سب کو ہفتہ بھر کے لیے نہیں پورے سال کے لیے خارج کیا جاتا ہے آپ سب کے والدین کو ہم فون کر دینگے پر مزید ہم تم لوگوں کی وجہ سے اپنے کالج کا نظام خراب نہیں کریں گے تم لوگوں کا یہ آخری سال تھا اس کالج پر تم سب نے کیا کیا۔ ایڈمن وقار سخت لہجے میں ان کو اپنا فیصلہ سنانے لگے۔ آپ مجھے نکال دے پر میرے دوستو کو نہیں۔ زیادہ سردین سے بولا۔ اب فیصلہ ہو چکا ہے بچے نہیں ہو تم سب۔ ایڈمن وقار تاسف سے اس کو دیکھ کے بولے۔



میرا بیٹا کیسا اب؟ عمران فاروق۔ پریشانی سے ڈاکٹر سے پوچھنے لگے ان کو جیسے ہی اطلاع ملی تھی وہ فوراً سے یہاں آگئی تھی زاویار کو دیکھنے۔

ان کو بہت برے طریقے سے مارا پیٹا گیا ہے ابھی ان I.C.U میں شفٹ کیا گیا ہے اللہ بہتر کرے گا۔ ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں بولے۔

جوان کو لیکر آئے تھے وہ اب کہاں ہیں۔ عمران صاحب ان کی بات سن کے بولے۔ وہ تو شاید کالج کے پروفیسر اور ایک گارڈ تھا جن کو گئی ہوئے آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر نے سوچ کے بتایا۔ ڈاکٹر کی بات سن کے وہ ان کی کیمین سے نکل کر باہر آئے تھے جہاں اب ماہر شان اور اسفند بھی کھڑے تھے۔

تم سب کو بھی اب علاج کی ضرورت ہے۔ عمران صاحب ان کے سوچھے منہ دیکھ کے بولے۔

انکل وہ

ابھی میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔ ماہر کچھ بولنے والا تھا جب انہوں نے ٹوک دیا۔



آپ کسی میل نرس کو کہے وہ میری پٹی کرے۔ زیاد کو وہ لوگ کالج کے قریب کلنک پہ لائے تھے جب روم میں فیمیل نرس اس کی پٹی کا سامان لائی تو زیاد اس سے کہا جس پہ وہ سب پہ ایک نظر ڈالے سر ہلاتی وہاں سے نکل گئی۔

کرنے دیتے اس کو ہی پٹی شرمالے کی کیا بات تھی۔ وقاص ماحول میں چھائی سی سنجیدگی ختم کرنے کے غرض سے شوخ لہجے میں بولا۔

کیوں کرنے دیتا خوا مخواہ زیاد کی گوری پیٹھ وہ دیکھتی جو آج تک ہم نے نہیں

دیکھی۔ احمد بھی وقاص کا ساتھ دیتا مصنوعی قہقہہ لگا کر بولا۔

کین یو پلیرز شٹ اپ۔ زیاد سرخ آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ کے بولا جس سے وہ خاموش ہو گئی۔

آپ لوگ باہر جائے ہمیں ان کی پٹی کرنی ہے۔ ڈاکٹر کے ساتھ نرس آکر ان چاروں کو دیکھ کے بولا۔

پٹی ہی تو کرنی ہے کونسا آپریشن کرنا ہے جو ہم جائے۔ وقاص ڈاکٹر کی بات پہ منہ بنائے
 بولا جس پہ علیدان گھسیٹ کر اس کو باہر کی طرف لیجانے لگا احمد اور ہمایوں بھی اس کے
 پیچھے نکل گئی۔

زخم کافی گہرا ہے پانی سے احتیاط کیجیے گا۔ ڈاکٹر نے اس کی پیٹھ پہ زخم دیکھ کے کہا
 جہاں نرس اس کی ابھی صفائی کر رہا تھا اور وہ ودائی وٹ شرت تھا۔
 ہم۔ زیاد نے ہمہم کہنے پہ اکتفا کیا۔



زیاد گھر پہ ہے۔ اسرار صاحب آفس سے گھر آ کر ملازم سے پوچھنے لگے۔
 جی صاحب وہ اپنے دوستو کے ساتھ آئے تھے ہیں وہ اپنے کمرے میں پران کے دوست
 جاچکے ہیں۔ شبیر نے جواب دیا۔

سہی میں اس کے کمرے میں جا رہا ہوں کوئی ی بھی زیاد کے کمرے کے آس پاس نہ
 بھٹکے۔ اسرار صاحب سنجیدگی سے کہتے اُپر کی جانب بڑھنے لگے زیاد کے کمرے کا
 دروازہ نوک کیا تو کوئی ی آواز نہیں آئی تو وہ اندر آگئی جہاں گیلری کے پار
 زیاد اپنی پیٹھ کے زخم سے لاپرواہ بچنگ بیگ پہ مکے برسا رہا تھا
 زیاد بس کرو۔ اسرار صاحب تیز آواز میں زیاد سے بولے جو پورا پسینے سے بھیگا ہوا تھا ان
 کی بات پہ زیاد اور زور سے پتچک بیگ پہ مکے مارنے لگا۔

اپنی ماں کے لیے ہی بس کر دو۔ اس کو اپنی بات نہ مانتا دیکھ کر اس کو اس کی ماں کا واسطہ دینے لگے زیادہ کا بڑھتا ہاتھ ہوا میں معلق ہو گیا تھا اس نے ایک طنزیہ نظر اپنے باپ پہ ڈالی اور کمرے میں آ گیا۔

کیوں خود کو تکلیف دے رہے ہو؟ اسرار صاحب نے بے بس ہو کے پوچھا زیادہ کچھ نہیں بولا بس تولیہ اٹھا کر اپنا پسینہ صاف کرنے لگا اس کو محسوس ہو رہا تھا اس کی پیٹھ پہ لگے ٹانگے کھل گئی تھیں اپنی ہی بے احتیاطی کی وجہ سے پر اس نے دھیان نہیں دیا۔

میں تم سے بات کر رہا ہوں زیادہ۔ اسرار صاحب اس کو خاموش دیکھ کے پھر سے کہنے لگے۔

آپ کی خود غرضی کی وجہ سے میری معصوم ماں کو سب بھاگی ہوئی عورت کہتے ہیں ان کے ساتھ آپ کی وجہ سے کتنا بڑا حادثہ ہو گیا یہ کوئی نہیں جانتا اور ایک آپ ہے جو اتنے پر سکون ہے۔ زیادہ کاٹ دار لہجے میں ان کی طرف دیکھ کے بولا۔

تمہیں کالج میں وہ نہیں کرنا چاہیے تھا جو کر کے آئے ہو۔ اسرار صاحب کو شرمندگی تو ہوئی زیادہ کی بات پہ پر وہ خود پہ قابو پا کے بس یہی بول پائے۔
آپ کو ڈر نہیں لگتا ایک بیٹی کے باپ ہیں اگر کل کو اس شوہر

چٹاخ

زیاد کی بات بچ میں ہی اسرار صاحب کے لگے تھپڑ میں رہ گئی زیاد اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ کے لب بھینچ کے رہ گیا۔

بہن ہے تمہاری شرم نہیں آئی دل نہیں کانپا اس کے بارے میں ایسا بولتے ہوئے۔ اسرار صاحب اونچی آواز میں بولنے لگے جس پہ زیاد کے چہرے پہ زخمی مسکراہٹ آگئی۔

میرا کوئی نہیں ہے میرے سارے رشتے اس دن مر گئی تھے جب نو سال بچے نے یہ الفاظ سنے تھے اس کی ماں کے چپ کر جاؤ زیاد چپ کر جاؤ۔ اسرار صاحب اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ کے اس کو خاموش رہنے کا کہنے لگے جو آج پھر اپنا ماضی دوہرا رہا تھا۔

کیوں ہمت نہیں ہو رہی سننے میں سوچے میرا کیا حال ہوا ہو گا تب۔ زیاد چلا کے پوچھنے لگا۔

اپنے آپ کو بدل دو زیاد میں بات کروں گا کالج کے ایڈمن سے وہ اپنا فیصلہ ضرور بدل دیں گے۔ اسرار صاحب صرف اپنی بولنے لگے۔

آپ جائے یہاں سے اور کبھی یہاں مت آئیے گا۔ زیاد منہ موڑے ان سے بولا۔

پرانی باتوں میں کوئی ی فائی دہ نہیں ہمارے ساتھ خوش رہو بھول جاؤ سب سونیا کی زندگی اتنی ہی تھی تم کب تک اس کی موت کا زمیدار مجھے سمجھو گے۔ اسرار صاحب نے اس کو سمجھانا چاہا۔

بیشک اتنی ہی ہو گی لیکن جیسی ہوئی اس کی وجہ آپ ہیں اور اب آپ جائے اس سے پہلے کہ میں کچھ غلط کہہ بیٹھو آپ سے۔ زیاد ضبط کی آخری حدود چھوتا ہوا بولا۔ میں پیار کرتا ہوں تم سے زیادہ

آپ جارہے ہیں یا میں جاؤں۔ زیاد ایک ایک لفظ چبا کے بولا جس پہ وہ بے بس ہو کر کمرے سے نکل گئی۔
 دھیان سے ڈیڈ۔ ان کا پاؤں سیڑھیوں پہ اٹک رہا تھا جب عینی جلدی سے ان کو بازوؤں سے پکڑ کے بولی

آپ کو ڈر نہیں لگتا ایک بیٹی کے باپ ہیں۔ عینی کو دیکھ کے ان کو اپنے کانوں پہ زیاد کے الفاظ گونجنے لگے

تمہیں کوئی بہت نیک دل لڑکا ملے جو بزدل نہ ہو اور نہ خود غرض جس کو ہیرے کی پہچان ہو وہ میرے جیسا بالکل نہ ہو۔ اسرار صاحب اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کے بولتے

چلے گئیے جب کی عینی اپنے چہرے پہ حیرت کے تاثرات سجائے اپنے باپ کو جاتا دیکھتی رہی پھر کندھے اچکا کر ڈور کر کشمالا کے کمرے میں گئی۔

زیاد اپنی بنیان اُتارے آئی نے کے سامنے کھڑا ہوتا اپنے آپ کو دیکھنے لگا اپنا چہرہ دوسری طرف کرتے اس نے ایک سائیڈ سے کھڑا ہوتا اپنی پیٹھ پہ نظر ڈالی جہاں بندھی پیٹی سے خون رس رہا تھا وہ بے تاثر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جب اس کا موبائل بجنے لگا نام دیکھا تو اس کے چہرے کے تاثرات کچھ ڈھیلے ہوئے۔

ہیلو۔ زیاد نے سنجیدہ آواز میں کہا۔

ہیلو زیاد تم ٹھیک ہو آج صبح سے میرا دل گھبرا رہا تھا سوچا اس وقت تم فری ہو گے تو کال کرو۔ دوسری طرف نور جہاں کی پریشان آواز سن کر اس نے گہری سانس لی۔

ٹھیک ہوں خالا جان آپ کیسی ہیں۔ زیاد نے جواب دے کر پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں تمہاری آواز مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔ نور جہاں اس کے جواب پہ مطمئن نہیں ہوئی۔

کچھ نہیں بس ایسے ہی زکام تھا۔ زیاد نے ٹالا۔

اچھا دوائی لی پھر۔ نور جہاں نے دوسرا سوال کیا۔

ہاں میں بعد میں بات کروں آپ سے۔ زیاد ماتھا مسلتے بولا۔

ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔ نور جہاں نے کہتے کال کاٹ دی۔ زیادہ موبائل رکھتے سائیڈ ٹیبل کا ڈرار کھول کے اس میں سے ٹیبلیٹ نکال کہ منہ میں ڈال کے پانی سے نکل گیا اس کو ابھی آرام چاہیے تھا جو بس سلپنگ پلز ہی دے سکتی تھی جو وہ ہمیشہ استعمال کرتا تھا۔



برو کیسا ہے ڈیڈ اب۔ سول ہو سپٹل آکر اپنے باپ سے بولی جو سنجیدگی سے بیٹھے تھے۔ ہمم ابھی کچھ ٹھیک ہوئی ہے حالت اس کی۔ عمران صاحب نے جواب دیا۔ میں نے برو کو دیکھا اس کو جس نے مارا آپ اس کو پولیس کے اندر کیوں نہیں کر وار ہے اس کو سزا ملنی چاہیے جس نے زاویار برو کا ایسا حال کیا۔ سول آگ بگولا ہوتی ان سے بولی۔

تمہارے بھائی کی بھی غلطی ہے نکالا گیا ہے اس کو کالج سے۔ عمران صاحب نے اس کو کہا۔

تو کیا ہوا کالج صرف ایک تو نہیں بھائی کی کسی یونی میں ایڈمیشن لے سکتا ہے۔ سول بال جھٹک کے بولی جس پہ عمران نے تاسف سے اس کی طرف دیکھا جس کے لیے کوئی معمولی بات نہ تھی

ماں کو بتایا اپنی۔ انہوں نے پوچھا

ہاں آجائے گی کل تک۔ سول نے جواب دیا اور بیل کھانے لگی۔



کیسا گزرا تمہارا ٹیسٹ؟ عاشر آج آرزو کے پاس آیا تھا جیسے اس کو زریںہ بیگم نے بتایا کہ وہ چھت پہ ہے تو وہ وہیں آگیا تھا جہاں وہ چار پائی پہ بیٹھی موبائل میں گیم کھیلنے میں مگن تھے کھلے بال چہرے کے پاس آرہے تھے جن کو ہٹانے کی اس نے زحمت بھی نہ کی تھی عاشر اس کے ساتھ چار پائی پہ بیٹھا اور اس کے بال چہرے سے ہٹا کے سوال کرنے لگا۔

اتنی جلدی خیال آگیا دو دن بعد پوچھ رہے ہو کہ ٹیسٹ کیسا گزرا۔ آرزو بنا اس کی طرف دیکھے زروٹھے انداز میں بولی۔

کچھ کام تھا ورنہ جلدی پوچھتا۔ عاشر کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی تھی آرزو کا پھولا منہ دیکھ کے۔

کو نسا کام تھا جو دو دن تک چلا تھا۔ آرزو نے پوچھا۔

کرکیٹ میچ تھا ہمارا۔ عاشر اٹھ کے اس کے بالوں میں پن لگاتا بتانے لگا۔

پھر ہار گئی۔ آرزو سیدھی بیٹھ کے تجسس سے بولی۔

اللہ کا شکر جیت گیا۔ عاشر نے گھور کے کہا۔

اچھی بات ہے۔ آرزو نے ہنسی روک کے کہا۔

اپنا چہرہ پیچھے کر تو میں تمہاری چوٹی بناؤ ڈائی ن لگ رہی ہو بلکل کھلے بالوں میں۔ عاشر نے اس کے بال کچھ بگاڑ کے کہا۔

میں ڈائی ن لگ رہی ہوں تم کو۔ آرزو شک میں سوال کرنے لگی۔

ہاں نہ بال جو اتنے بڑے بڑے کھلے ہوئے ہیں اور چہرے پہ۔ عاشر ہنسی ضبط کرتا بولا۔
بڑی ہنسی آرہی ہے تمہیں۔ آرزو اس کے دونوں گالوں پہ نظر جماتی بولی جہاں اس کے ڈمپلز دیکھ رہے تھے۔

نہیں تو۔ عاشر جلدی سے چہرہ نفعی میں ہلاتا بولا۔

تو چہرہ کیوں لال ہو رہا ہے اور گندے ڈمپلز بھی دیکھ رہے ہیں۔ آرزو برا منہ بنائے بولی اس کو جلن ہوتی تھی عاشر کے چہرے پہ ڈمپل دیکھ کے وہ کہتی تھی اگر ہیں تو اس کے بھی ہوتے ورنہ عاشر کو بھی کیوں ہیں اور یہ بات عاشر جانتا تھا اس لیے وہ جان بوجھ کے بھی آرزو کو چڑانے کے لیے ہر وقت اپنے ڈمپلز کی نمائش کرتا رہتا تھا۔

میرے خوبصورت ڈمپلز کو گندے تو نہ کہو تمہیں پتا نہیں میں اپنے کلاس میں ڈمپل بوائے سے جانا جاتا ہوں اور ہمارے کالج میں جو لڑکیاں ہوتی ہیں وہ تو بہانے تلاشتی ہیں

مجھ سے بات کرنے کے پر میں ان کو لفٹ نہیں کرواتا۔ عاشر اپنی قمیض کے کالر جھاڑ کے فخریہ لہجے میں بتایا۔

ہنہ ان سب کی توں نظریں خراب ہے اور کچھ نہیں اس لیے تم زیادہ شوخ نہ بنو۔ آرزو منہ کے الگ الگ زاویے بناتی بولی۔

کبھی دیکھنا میری آئے ڈی پہ انسٹا گرام پہ ہی K3 تو بس لڑکیاں ہیں۔ عاشر نے اس کو اور جلایا۔

بس لڑکیاں ہی گننا اور اب چوٹی بنانے کی بات کہی ہے تو کر بھی دو۔ آرزو گھور کے اس کو دیکھنے لگی۔

ہاں آؤ ٹھیک سے بیٹھنا۔ عاشر اس کو بڑی اماؤں کی طرح ہدایت دینے لگا۔
میں نے نہ کچھ دن پہلے ایک ہارر مووی دیکھی تھی۔ عاشر اس کے بڑے بالوں کو سلجھاتے ہوئے بولا۔

ہممم تو۔ آرزو آنکھیں بند کیے بولی۔

اس میں ایک لڑکی ہوتی ہے۔ عاشر نے اس کے بال بناتے بناتے ہوئے اپنے لہجے کو تجسسی بناتے ہوئے کہا۔

چڑیل؟ آرزو نے سوال کیا۔

ہاں۔ عاشق نے اس کے بالوں میں ربن ڈال کے جواب دیا۔
 پھر لاسٹ میں کیا ہوتا ہے۔ آرزو کو بس اینڈنگ جانی تھی۔
 اچھی ہوتی ہے وہ لڑکی نہ مجھے تمہاری جروا بہن لگتی ہے۔ عاشق نے مزے سے اس کو
 بتایا۔

تمہیں میں چڑیل لگتی ہوں۔ آرزو کڑے تیوروں سے اس کو گھور کے بولی۔
 ہاں اور نہیں تو۔ عاشق ہنس کے بولا۔
 تمہیں تو اب میں بتاتی ہوں۔ آرزو اٹھتے ہوئے بولی جس پہ عاشق نے نیچے ڈور لگائی۔
 جاتے کہا ہور کو تم۔ آرزو اس کے پیچھے آکر بولی۔
 پکڑ کے دیکھاؤ تم۔ عاشق لاؤنج میں آتا بولا۔
 یہ کیا ہو رہا ہے۔ زرینہ بیگم ان کو بھاگتا دیکھ کے بولی۔
 اماں آپ کو پتا نہیں اس نے مجھے چڑیل بولا ہے میں اکو چھوڑو گی نہیں۔ آرزو صوفے پہ
 رکھا کشن عاشق کی طرف مارنے لگی جس پہ عاشق نیچے جھکا اور نہ لگنے پہ اس کو زبان
 چڑانے لگا۔

بچے نہیں ہو آرام سے بیٹھو ایک جگہ۔ زرینہ بیگم گھور کے آرزو سے بولی۔

خالا آرزو کو بولے اب بس کرے۔ عاشق پورے لائن میں بھاگ بھاگ کے تھک گیا
توزرینہ بیگم سے سفارش کروانی چاہی۔

آر و بس کرتی ہو یا میں جوتا اُتارو۔ زرینہ بیگم نے اب کی اس کو خبردار کرنا چاہا۔
اماں آپ کی چیل بھی آج عاشق کو مجھ سے بچا نہیں سکتی۔ آرزو گرم کفگیر لا کر اپنی ماں
کے سامنے ڈائی یلوگ مارا۔ اس کی بات پہ عاشق نے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو اپنی ماں
کی ایک چیل کی مار ہو جب کی زرینہ بیگم عاشق کو بھاگتے اور گہرے سانس بھرتا دیکھ کر
انہوں نے اپنی چیل پہ ہاتھ رکھا عاشق نے ان کا ارادہ جان کر جلدی سے آرزو کی طرف
آیا جب زرینہ بیگم نے چیل اُتار کے آرزو کی طرف اچھالی تو وہ اس کو تو نہیں پر بہت
زور سے عاشق کو اس کے سینے پہ لگی تھی جس سے وہ بس آنکھیں بند کر گئی تھی
کچھ پل کے لیے آرزو حیرت تو زرینہ بیگم پریشانی سے اس کی طرف آئی تھی۔
عاشق یہاں بیٹھو کیا زیادہ لگی کیا؟ زرینہ بیگم اس کو صوفے پہ بیٹھا کر شرمندگی سے
پوچھنے لگی جس پہ عاشق کا دل کیا کے کہے زیادہ نہیں خالا بس پہلے سانس لینے میں مشکل
ہوئی اور کچھ نہیں پر بولا صرف یہ۔

نہیں خالا اتنی بھی نہیں لگی آپ شرمندہ کیوں ہو رہی ہیں۔

آر وسدھر جاؤ تم اب بچی نہیں تمہاری وجہ سے عاشق کو چوٹ لگی۔ زرینہ بیگم نے آرزو کو ڈپٹ کے کہا پر آرزو کا دھیان بس عاشق کے ہاتھ پہ تھا جو اس نے سینے پہ رکھا تھا جہاں چیل لگی تھی۔

اماں آپ کو کیا ضرورت ہوتی ہے چیل سے وار کرنے کی اور میں عاشق کے لیے پانی لیکر آتی ہوں۔ آرزو اپنی کہتی عاشق کے لیے پانی لینے چلی گئی۔
کیا ہو گا اس کا۔ زرینہ بیگم نے اپنا ماتھا پیٹا۔

یہ لو عاشق پانی پیو۔ آرزو صوفے پہ اس کے ساتھ بیٹھتی پانی کا گلاس دیتے بولی جب کی زرینہ بیگم وہاں سے اٹھ گئی تھی
تمہیں کیا ضرورت تھی ہیر و بن کے سامنے آ جانے کی۔ آرزو اس کو دیکھتی پوچھنے لگی۔
مجھے لگا چیل ہی ہے کونسا بندوق کی گولی پر توبہ خالا تو جیسے پوری طاقت چیل اچھالنے میں لگاتی ہیں۔ عاشق پانی کا گلاس پی کے بولا۔
ہا ہا اماں کی چیل کسی بندوق سے کم بھی نہیں میں ایسے ہی تو نہیں ڈرتی۔ آرزو اس کی بات پہ ہنس کے بولی۔

اچھا میں اب گھر جاؤں گا۔ عاشر اٹھتا ہوا۔

سہی آج اماں نے اتنے اچھے سے تمہاری خاطر تواضع کی جو تم بھولنے والے نہیں۔ آرزو اب کی اپنے شرارتی روپ میں آکر بولی۔

سچ ہے پر بات ہے رسوائی کی اور میں تو شکر ادا کر رہا ہوں کہ امی میں خالا جیسی عادت نہیں چپل مارنے کی۔ عاشر ہنس کے بولا تو آرزو کا قمقمہ نکل گیا۔



ہم دودنوں کب سے آپ کو کہہ رہے ہیں بس ایک سال کی بات ہے اور اب کی ان سب سے آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی۔ اسرار صاحب اور اسد اللہ اس واقع کے بعد ایڈمن کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اب وہ کچھ غلط نہیں کریں گے بس ایک سال کی بات ہے ورنہ ان کا مستقل خراب ہو سکتا ہے پرایڈمن اپنی بات پہ قائم تھے اس لیے وہ آج پھر آئی ہیں تھے۔

آپ کی بات سہی ہوگی پر ہمارے کالج کی بھی عزت کا سوال ہے۔ ایڈمن وقار سنجیدگی سے بولے۔

ہم نے بچوں کو سمجھا دیا ہے وہ اپنے عمل سے شر مندہ ہیں۔ اسد اللہ صاحب نے کہا۔
زیاد، علید ان، احمد، وقاص، ہمایوں، ان سب کو شر مندہ ہونا کیا ہوتا ہے اس کے ش
سے بھی واقف نہیں میں مانوں ہی نہ وہ اپنے عمل سے کبھی شر مندہ ہو سکتے ہیں یا ایک
پل بھی احساس ہوا ہوگا۔ ایڈمن نے ان کو ہی شر مندہ کر دیا۔

آپ ہماری خاطر ان کو آخری موقع دے۔ اسرار صاحب نے کہا۔
او کے بٹ لاسٹ چانس کیوں کی ان کا آخری سال ہے اور ان کی ذہانت کی وجہ سے ان
کے ٹیچرز کو کوئی شکایت نہیں کے وہ پڑھتے نہیں۔ ایڈمن وقار کچھ سوچ کے ان کی
بات مان لی جس پہ ان دونوں کے چہرے پہ سکون بھری مسکراہٹ نے بسیرا کیا۔



چٹھی نہ کوئی سندیس جانے وہ کونسا دیس جہاں تم چلے گئیے چٹی نہ کوئی
سندیس جانے وہ کونسا دیس جہاں تم چلے گئیے جہاں تم چلے گئیے اس دل پہ
لگا کے ٹھیس جانے وہ کونسا دیس جہاں تم چلے گئیے



یک آہ بھری ہوگی ہم نے نہ سنی ہوگی جاتے جاتے ہوئے تم نے آواز تو دی ہوگی ہر

وقت یہی ہے غم اس وقت کہاں تھے ہم کہاں تم چلے گئیے چٹی نہ کوئی سندیس
جانے وہ کونسا دیس جہاں تم چلے گئیے جہاں تم چلے گئیے۔

بند بھی کر دو کھی آتما یہ گانا کان پک گئیے ہیں تمہارا یہ گانا سن سن کے یا تو خود
گاتے ہو یا لگاتے ہو موبائل پہ۔ احمد اپنی گود میں رکھا کشن وقاص کی جانب پھینک کے
بولا جو سینٹر صوفے پہ اپنی پشت ٹکائے آرام سے آنکھیں بند کیے گانا سن رہا تھا۔

زیادہ کی یاد آرہی ہے یار اور ایک وہ ہے جس نے ہم سے دو تین دن سے ملنا تو دور مسیج
تک کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا گھر جاؤ تو اس کا چچہ شبیر کہتا ہے کہ وہ فلحال کسی
سے ملنا نہیں چاہتا اور اس کو سختی سے منع کیا ہے کہ وہ یا کوئی اور اس کے کمرے کے
آس پاس بھی نہیں آئے ہم بھی نہیں۔ وقاص اس کی بات سن کے بھڑاس نکالنے لگا جو

دو دن سے اس کے اندر تھی کالج میں ہوئے ہنگامے کے بعد زیادہ سب سے
بائی ریکاٹ کر لیا تھا جب وہ ڈپریسڈ ہوتا تھا تو یہی کرتا تھا پر اس بار اس نے کچھ زیادہ ہی
خاموشی اختیار کی تھی اور ان سب سے بھی بات تک نہ کی تھی جس سے وہ چاروں
پریشان تھے وہ سب ہمایوں کے گھر تھے گول دائی رے پہ رکھے صوفوں پہ اور بیچ میں
رکھی ٹیبل پہ کھانے کی چیزے پڑی ہوئی تھی اور شاپرز بکھرے پڑے تھے کشن
صوفوں کے بجائے قالین پہ تھے۔

وہ اپنے اندر کی ہر بات ہمیں بتائے تو اس کا بوجھ کچھ ہلکہ ہو پر وہ تو سب اپنے اندر دفن کیے بیٹھا ہے۔ علیدا ان سوچو میں گم ہوتا بولا۔

ایک آہ بھری ہوگی

وقاص گانا بند کرتے ہو یا توڑو میں تمہارا موبائل۔ وقاص کو پھر سے وہی سے گانا گاتا دیکھ کے احمد دھمکی دیتا بولا۔

بند کر دیا اور کیا کروں اپنے منہ سے بھی نہیں گا سکتا اتنی بری آواز نکلتی ہے گلے سے کہ میں خود ہی توبہ کرتا ہوں۔ وقاص موبائل بند کرتا احمد سے بولا۔

تم بس چپ رہو۔ احمد نے مشورہ دیا۔

زیاد کو تو ہمایوں یاد کر رہا ہے دیکھو کتنا خاموش بلبل بیٹھا ہے۔ علیدا ان نے ان کی توجہ ہمایوں پہ کروائی جو قالین پہ کشن سجائے بیٹھا تھا چائے کا کپ ٹھنڈا ہو گیا تو اور اس کا دھیان جانے کہا تھا۔

زیاد کی پیٹھ پہ گہرا زخم لگا تھا اور پتا نہیں زیاد نے پٹی چینج کی بھی ہوگی یا نہیں اور پانی سے بھی اس کو ڈاکٹر نے احتیاط کرنے کا کہا تھا۔ ہمایوں فکر مند ہوتا بولا

ہم جانتے ہیں تم ہم سے زیادہ زیادہ سے پیار کرتے ہو اور اتنا ہم سے بھی نہیں کرتے ہو گے پر زیادہ مجھے بھی غصہ ہے ایسا اس کو کرنا نہیں چاہیے تھا جیسا وہ کر رہا ہے۔ علیدا ان اس کی بات پہ گہری سانس لیتا بولا

کیا تم ہم سے ایک جتنا پیار نہیں کرتے؟ وقاص نے جیسے ایک ہی بات علیدا ان کی سنی تھی۔

ایسا نہیں ہم سب سے پیار کرتا ہوں پر زیادہ کی جگہ میرے دل میں کچھ الگ ہے مجھے نہیں پتا کیوں شاید وہ ہے ہی پیار کے قابل پر اس کے ساتھ بچپن میں جو ہوا اس نے زیادہ کی شخصیت پہ بہت گہرا اثر چھوڑا ہے۔ ہمایوں اپنے نرم لہجے میں بولا۔

زیادہ کی ماں کو کیا ہوا؟ وقاص کو زاویار کے الفاظ یاد آئے تو اس نے پوچھا۔
اگر یہ بات تم زاویار کی بکو اس کی وجہ سے پوچھ رہے ہو تو میں بتا دو ایسا کچھ نہیں تھا زیادہ نے اپنا سب کچھ بتایا ہے پر اپنی ماں کا مختصر یہ بتایا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں۔ ہمایوں بھی اس کا دوست تھا اس کے دماغ میں چل رہا تھا اچھے سے جان گیا تھا اس لیے دو ٹوک ہو کر بولا۔

جانتا ہوں وہ بکو اس کر رہا تھا ورنہ وہ اپنی ماں سے بھی نفرت کرتا۔ وقاص اس کی بات پہ بولا۔

ہممم۔ ہمایوں نے ہنکارہ بھرا۔ تبھی احمد کا موبائل رنگ ہوا تو وہ پر جوش آواز میں بولا۔
 زیاد کی کال ہے۔ اس کی آواز سن کے وہ تینوں اس کے پاس آگئیے احمد نے کال
 اٹھا کر اسپیکر پر کی۔

ہیلو کہاں ہو تم سب؟ زیاد بیڈ پہ لیٹا رف حلیہ تھا جب موبائل آن کر کے احمد کو کال
 کی۔

جنت میں ستر حوروں کے بیچ میں بیٹھے ہیں۔ وقاص نے دانت پیس کے جواب دیا جب
 ان تینوں نے زیاد کی آواز سن کر شکر کا سانس لیا۔

مزاق مت کرو۔ زیاد بیزار سا بولا۔
 تم بتاؤ کہاں ہو ہم آئے یا تم اس ریسٹورنٹ پہ آؤ جہاں اکثر ہم آتے ہیں۔ علیہ ان نے
 کہا۔

میں اپنے کمرے میں ہوں فریش ہو جاؤ پھر پہنچتا ہوں۔ زیاد نے جواب کہا۔
 اوکے ہم انتظار کریں گے۔ ہمایوں نے کہا ان سب نے بات کر کے احمد کی طرف دیکھا جو
 گھور کہ ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔
 تجھے کیا ہوا اب۔ وقاص رلیکس ہو کر بولا

کال اس نے مجھے کی تھی اور تم سب نے مجھے بات ہی نہیں کرنے دی۔ احمد نے اپنے گھور کے دیکھنے کی وجہ بتائی۔

مل رہے ہیں نہ پھر جی بھر کے بات کرنا۔ علیہ ان اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا دلاسا دیتا بولا۔



زیادان سے بات کرنے کے بعد کچھ پل تو ایسے ہی لیٹا اپنے خیالوں میں رہا تھا تین دنوں سے اس نے اپنے آپ کو کمرے تک محدود کیا تھا ماہی بیگم کہ بار بار دروازے پہ نوک کے بعد بھی وہ نہ نکلا پیٹھ کا زخم اس کا بہت خراب ہو گیا تھا پر اس نے ڈاکٹر کو دیکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا پر وہ اپنے آپ کو ایک جگہ قید نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے احمد کو کال کی تھی زیاد مزید دو منٹ ایسے لیٹنے کے بعد وہ اٹھا اور واشروم کی جانب چلا گیا تاکہ فریش ہو سکے پندرہ منٹ وہ تو لیے سے بال رگڑتا کمرے میں آیا وارڈروب سے چاکلیٹی برائی ون شرٹ لیکر پہنی اور مرر کے سامنے کھڑا ہی ٹی رسٹائل بنا کہ ڈھیر سارہ پرفیوم خود پہ چھڑکا موبائل کیز لیکر وہ اپنے کمرے سے نکل گیا۔

زیاد کیا ہو گیا تھا جو تم تین دنوں سے کمرے سے ہی نہیں نکلے۔ زیاد سیڑھیا اتر کر نکل رہا تھا جب ماہی بیگم جو کچن میں جا رہی تھی اس کو جاتا دیکھ کے بولی۔
کچھ نہیں ہوا چچی بس اکیلا رہنا چاہتا تھا اس لیے۔ زیاد نے جواب دیا۔

ناراض کیوں ہو رہی ہو کونسا میں نے یہ بولا کی گفٹ نہیں لائی تمہارا۔ روشناہنسی
کنٹرول کر کے بولی۔

یہ بھی تو نہیں کہا کہ گفٹ لائی ی ہیں۔ آرزو نے فورن سے جواب دیا۔
اچھا اب ڈراما بند کرو اپنا اور تیار ہو کر باہر آ جاؤ خالا عاشر بھی آئے ہیں تمہیں وش کرنے
اور امی نے تمہاری پسند کا ڈریس لیا ہے۔ روشناہنسی اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔
اور بابا خالا عاشر زبیر بھائی ی یہ سب کیا لائے ہیں؟ آرزو نے سب کے نام گنوا کر
پوچھا۔

اففف آرزو مجھے ان کا نہیں پتا بابا سے رات میں تم پوچھ لینا اور زبیر بھائی ی اپنے آفس
والوں کی طرف سے دوسرے شہر گئیے ہیں اس لیے وہ نہیں آئے اب تم جلدی
تیار ہو کر باہر آؤ۔ روشناہنسی کے اُپر سے چادر ہٹا کے بولی۔
جاتی ہوں۔ آرزو منہ بسور کے بولی۔

ہاں جاؤ میں تمہارے لیے اچھا سا ڈریس الماری سے نکالتی ہوں وہ پہننا۔ روشناہنسی کہا۔
سہی پر میں میک اپ بھی کروں آخر کو ایک سال میں ایک بار میری سا لگرہ کا دن آتا
ہے تیار ہونا تو بنتا ہے نہ۔ آرزو نے دوبارہ آکر اترا کر بتایا۔

سب کا سال میں ایک دفعہ ہی آتا ہے پر تم جلدی کرو۔ روشنانے چڑکے کہا جس میں
 آرزو خوش ہوتی ہوئے واشر و م میں بند ہو گئی۔ روشنا بھی اس کے لیے ڈریس
 نکالنے کے لیے الماری کھول کے دیکھا پھر ایک لیمن کلر کا شلوار قمیض ہینگر سے اتاری
 جس سادہ سا تھابس بازو اور گول گلے میں لیمن کلر کی نیٹ کی لیس تھی جب کی ڈوپٹہ
 پورا نیٹ کا تھار وشنا وہ ڈریس اس کے بیڈ پہ رکھتی خود باہر چلی گئی۔
 اس کو لیکر نہیں آئی۔ زرینہ بیگم نے روشنا کو اکیلا اتار دیکھا تو پوچھا۔
 اماں وہ تیار ہو کر آئے گی۔ روشنا نصرت بیگم کے پاس بیٹھ کے جواب دینے لگی
 پورا چہرہ آٹے سے مل کے آئے گی۔ زرینہ بیگم اس کی بات پہ بڑبڑائی کہ جس پہ عاشق جو
 چائے پی رہا تھا زرینہ بیگم کی بڑبڑاہٹ پہ زور سے اچھو لگا جس پہ وہ کھانسنے لگا۔
 آرام سے بیٹا۔ زرینہ بیگم اس کی پیٹھ سہلاتے بولی۔
 وہ چائے کچھ گرم تھی۔ عاشق نے بہانا بنایا۔
 تو آرام سے پیوں نہ۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر کہا۔
 میں آرزو کے پاس جاتا ہوں۔ عاشق اٹھتا بولا۔
 ٹھیک ہے اور اس کو جلدی لیکر آنا۔ زرینہ بیگم نے اجازت دے کر کہا۔

دونوں کا ایک دوسرے کے بنا دل نہیں لگتا۔ نصرت بیگم عاشر کو جاتا دیکھ کے ہنس کے بولی ان کی بات پہ زرینہ بیگم مسکرا دی پر روشنا کا دماغ ان کی بات پہ ٹھٹک اور رک گیا تھا۔

بہت پیار ہے دونوں میں بچپن سے ساتھ ہے نہ۔ روشنا نے جانے کیا سوچ کے کہا۔
ہاں اور ایک عمر کے ہیں بنتی ہے اس لیے دونوں میں لڑائی کر بھی لے تو جلدی مان بھی جاتے ہیں۔ زرینہ بھی نے جواب کہا۔

تم یہاں۔ آرزو روشنا کا رکھا ڈریس پہن کے باہر آئی تو عاشر کو اپنا سیل فون استعمال کرتا دیکھ کے بولی۔

ہاں میں جلدی سے باہر آؤ امی نے زبردست قسم کا کیا تمہارے لیے بیک کیا ہے۔ عاشر ایک نظر اس کو دیکھ کے بتانے لگا۔

بال تو سو کھالوں۔ آرزو ٹاول میں لپیٹے اپنے بالوں کی طرف اشارہ کر کے بولی۔
میک اپ مت کرنا ورنہ خالانے سا لگرہ کے دن بھی چپل گفٹ کرنی ہے۔ عاشر نے اس کو وارن کیا۔

اماں کو چھوڑو تم بتاؤ میرا گفٹ کہاں ہے۔ آرزو جلدی سے عاشر کے پاس آکر بولی جس پہ عاشر پہلے اس کو دیکھتا رہا پھر ایک کارڈ اس کی جانب بڑھایا آرزو نے فوراً اس کے ہاتھ سے کارڈ کھینچا اور پر جوش ہو کر کھول کے تیز آواز میں پڑھنے لگی۔

تمہاری سالگرہ پہ یہ دعا ہے میری

کہ ایسا روزِ مبارک ہزار بار آئے

تمہاری ہنستی ہوئی زندگی کی راہوں میں

ہزاروں لٹائی ہوئی بہار آئے۔

آرزو مسکرا کر کارڈ پہ خوبصورت ڈائی ن سے تحریر کیا ہوا پڑھنے لگی جس کے آخر میں دوہارٹس بنی ہوئی تھی ایک میں اس کی تصویر چسپا تھی دوسرے میں Happy birth day moto لکھا ہوا تھا آرزو پڑھنے کے بعد اپنا ہاتھ عاشر کی طرف بڑھایا اور دوسرا کارڈ والا ہاتھ اپنے ہونٹوں میں رکھ کے مسکراہٹ روک کے عاشر کو دیکھنے لگی عاشر اس کا مطلب سمجھ کے مسکرایا اور تکیے کے نیچے رکھا ہوا چاکلیٹ کا ڈبہ نکالا جو اس نے آکر یہاں چھپایا تھا وہ اپنے ہاتھ میں لیکر آرزو کی طرف بڑھا دیا۔

امید ہے اچھا لگا ہو گا۔ عاشر نے اس کا سرخ چہرہ دیکھ کے پوچھا جو خوشی سے کھل اٹھا تھا۔

ہاں نہ بہت پسند آیا اور مجھے تو تمہارے دی ئی ہوئے کارڈز کا سب سے زیادہ انتظار ہوتا ہے کہ پتا نہیں اس بار تم نے کیا لکھا ہو گا اور میں ہر بار پڑھ کہ یہ فیصلہ نہیں کر پاتی کہ اس سال والا اچھا ہے یا گزرے سال جو تم نے دیا تھا وہ۔ آرزو مسکرا کر عاشر کو بتانے لگی۔

مانتی ہونہ پھر۔ عاشر اپنے ڈمپل کی نمائش کرتا پوچھنے لگا۔
 ہاں نہ پر پلینز تم یہ ڈمپل چھپایا کرو سچی بڑا دل دکھتا ہے اس کو تمہارے گالوں پہ دیکھ کے۔ آرزو اس کے گال پہ جہاں ڈمپل ابھرا ہوا تھا وہاں اپنا ہاتھ رکھ کے مصنوعی افسردہ ہو کر بولی۔
 ہا ہا ہا تم بھی نہ کبھی مت سدھرنے۔ عاشر اس کی بات پہ قہقہہ لگا کر بولا۔
 ویسے عاشر تمہارے چہرے پہ اب ہلکی ہلکی ڈارھی ہو رہی ہے۔ آرزو نے ایسے بتایا جیسے جانے کو نسی انہونی بات ہو۔

ظاہر ہے ہوگی آخر کو میں مرد ہوں۔ عاشر نے فخر یہ بتایا
 ویسے تمہاری بیوی کی موجیں ہوگی تم تو اس کو ہر روز ایسے کارڈز دو گے اور اشعار بھی لکھ کے دو گے۔ آرزو نے اٹھتے ہوئے کہا۔

تمہارا سا لگرہ کا کارڈ کیا دیا تم تو بس جانے کیا کیا سوچتی ہو پھر۔ عاشر اس کی پشت دیکھتا بولا۔

ہاں تم کارڈ ذاتی خوبصورت ڈزائن کے دیتے ہو اور اس پہ لکھتے بھی تم خود ہوشاپ والوں سے پرنٹ نہیں کرواتے تو میں یہی سوچو گی نہ۔ آرزو ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آکر بولی۔

اگلی بار جہاں سے کارڈز لوں گا ان سے کہوں گا خود پرنٹ کے لکھ کے دے۔ عاشر نے مزے سے جواب دیا۔

ہاں کر کے تو دیکھنا جب شادی کرو نہ تو اپنی بیوی کو دینا مجھے نہیں۔ آرزو نے آئی نے میں نظر آتے اس کے عکس کو گھورتے کہا۔

میں اپنی بیوی کے لیے تو کتابیں لکھوں گا تم اشعار اور پرنٹ کی بات کر رہی ہوں۔ عاشر کو یہ بات کہہ کے ہنسی تو بہت آرہی تھی پروہ کنٹرول کر کے بولا۔

مزے بھئی کتابیں لکھوں گا۔ آرزو اس کی نقل اُتار کے بولی۔

ہاں نہ ایسی ویسی تو نہیں ہو گی نہ وہ بہت خوبصورت ہو گی تو میں اس کی تعریف میں باقی شاعروں کی طرح چند لائی نز کہ شعر میں اس کی خوبصورتی بیان نہیں کروں گا پورہ کتاب لکھ لوں گا۔ عاشر نے ہنس کے بتایا۔

اگر وہ خوبصورت نہ ہوئی تو وہ کوئی کالی بھیدی نکلی تو۔ آرزو اس کی طرف مڑ کے بولی۔

خوبصورتی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ انسان کا چہرہ پیارا گورا ہو خوبصورتی کا اصل مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ انسان کا کردار اخلاق اور اس کی شخصیت پیاری ہو پھر چاہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا چہروں کی خوبصورتی بڑھتے دنوں میں کم ہو جاتی ہے جب کی اگر آپ کا من تن سے زیادہ پیارا خوبصورت ہو تو وہ وقت کے ساتھ اور مضبوط پاک ہو جاتا ہے کم نہیں ہوتا۔ عاشر نے کسی بڑے بزرگ کی طرح اس کی بات کا جواب دیا۔

خیر ہے آج اتنی گہری بات کر دی تم نے۔ آرزو حیرت سے پوچھنے لگی۔
ہاں بس تم نے پوچھا تو بتا دیا۔ عاشر کندھے اچکا کے بولا۔

مطلب انسان کی شکل پیاری نہ ہو تو بھی وہ لوگوں کو خوبصورت لگتا ہے۔ آرزو نے اپنی سمجھ کے مطابق سوال کیا۔

شکل سے کون پیارا ہوتا ہے ہم تو بس جس انسان کا رنگ زیادہ گورا دیکھتے ہیں تو اس کو خوبصورت قرار دے دیتے ہیں اور اللہ نے ہر ایک کو خوبصورت بنایا ہے بس دیکھنے والوں کی نظر کی بات ہوتی ہے اس کو کون خوبصورت لگتا ہے اور کون نہیں۔ عاشر نے جواب دیا۔

اچھا۔ آرزو نے بس اتنا کہا۔

تم نے تو ابھی بال بھی نہیں بنائے۔ عاشر اس کے بڑے بالوں کو الجھا ہوا دیکھ کے
تاسف سے بولا۔

بال کٹوا دو مجھ سے نہیں سنبھالے جاتے۔ آرزو برا منہ بنا کے کہا۔

ہاں تھوڑی لینتھ کم کروادو۔ عاشر نے بھی مشورہ دیا۔

کتنی۔ آرزو نے اپنی کمرے کے نیچے تک آتے بالوں کو دیکھ کے پوچھا۔
میں کاٹوں۔ عاشر نے اپنی خدمت پیش کی۔

اگرا ماں نے چیل ماری تو۔ آرزو نے خدشہ بیان کیا۔

نہیں کہے گی تھوڑے کم کروں گا اور ویسے بھی تمہارے بال جلدی بڑے ہو جاتے
ہیں۔ عاشر نے آرام سے کہا۔

او کے پھر کمر سے کچھ اُپر تک کاٹنا۔ آرزو خوش ہوتے ہوئے بولی اور یہ بھی بھول گئی
کہ ان کو باہر بھی جانا ہے جہاں سب اس کا انتظار کر رہے تھے اور عاشر بھی کہ وہ یہاں
کس کام سے آیا تھا۔

قینچی ہے۔ عاشر بیڈ سے اٹھتا پوچھنے لگا۔

ہاں اس ٹیبل کے ڈرار میں ہوگی۔ آرزو نے رائی ٹنگ ٹیبل کی طرف اشارہ کر کے کہاں اس کی بات پہ عاشتر نے وہ ڈرار کھولا تو وہ قینچی موجود تھی اس کا اٹھاتا وہ آرزو کی جانب آیا۔

کاٹنے آتے تو ہیں نہ مطلب کی برابر ایسا نہ ہو کہ میرے بالوں کا ستیاناس کر دو۔ آرزو نے اچانک سے خیال آیا تو پوچھنے لگی۔

بچہ نہیں ہوں اور اچھے سے کاٹوں گا۔ عاشتر نے گھور کے کہا۔

پہلے کبھی کسی کے کاٹے ہیں۔ آرزو نے پوچھا۔

نہیں ایسے کام میں تجربہ صرف تم پہ کیا ہے جیسے چوٹی بنانا ہو یا یہ اب یہ۔ عاشتر نے میٹھا سا طنز یہ کیا۔

تو خود ہی کہا کہ کاٹوں کونسا میں نے کہا۔ آرزو نے مزے سے اس کو یاد کروایا۔

اچھا اب ہلنا مت ورنہ کٹنگ غلط ہو جائے گی۔ عاشتر نے خبردار کیا۔ جس پہ وہ آرزو

جلدی سے اسٹول پہ سیدھے ہو کر بیٹھی عاشتر نے بڑے آرام سے اس کے پورے

بالوں میں کنگھی کی اور ان کو سیدھا برابر کر کے اپنی مٹھی میں لیا جیسے بہت تجربہ حاصل

ہو ان کاموں میں وہ بالوں پہ نظر ڈالتا قینچی پکڑی اور ماہرانہ طریقے سے اس کے بالوں

میں پھیر کے بال کاٹنا شروع کر دی ئی جب کی دوسرے طرف آرزو جیسے جیسے

قینچی اپنے بالوں محسوس کر رہی تھی اس کو ڈر لگ رہا تھا کہ کہی عاشر سے بال خراب نہ ہو جائے۔

لو ہو گئیے بال تمہارے مطابق۔ عاشر بالوں کو اب اس کے کندھے سامنے کر کے آرزو سے بولا اور خود اپنی مٹھی میں کٹے بال اس نے ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھے اور نیچے جھک کے جو گرے ہوئے تھے ان کو اٹھانے لگا۔

آرزو عاشر کی آواز پہ اپنے بال دیکھنے لگی جو کمر کے نیچے والے اب کچھ اس کے اُپر تھے آرزو اٹھ کے مر کے سامنے کھڑی ہوئی اور گول گول پھر کے ہر اینگل سے اپنے بالوں کو جانچا جو عاشر نے بہت اچھے طریقے سے کٹ کیے تھے۔

واہ عاشر تم نے تو اچھے سے کر لیے میں خوا مخواہ گھبرا رہی تھی۔ آرزو چہک کے عاشر سے بولی جو اٹھ کے بال ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ رہا تھا۔

میں سب ٹھیک کرتا ہوں اور اب تم باہر چلو ان بالوں کو ٹھکانے خود لگانا۔ عاشر نے اس کی بات پہ کہا۔

ہاں آتی ہوں بال تم نے سیٹ کر لیے اب بس لپ اسٹک لگالوں۔ آرزو جلدی سے بولی۔

او کے جلدی آؤ اور تمہارا موبائل میں لیکر جا رہا ہوں۔ عاشق بیڈ سے موبائل اٹھاتا اس سے بولا اور کمرے سے نکل گیا آرزو نے جلدی سے اپنے ہونٹوں پہ لپ اسٹک لگائی اور ڈوپٹہ ایک سائیڈ پہ سیٹ کر کے باہر نکل گئی۔

کچھ اور دیر لگاتی۔ وہ جیسے ہی باہر آ کر نصرت بیگم سے مل رہی تھی زرینہ بیگم نے گھور کے کہا۔

آج میرا برتھ ڈے ہیں اس لیے کچھ رحم کرے۔ آرزو منہ بسور کے بولے۔

اپنی ماں کو چھوڑو ماشا اللہ بہت پیاری لگ رہی ہوں۔ نصرت بیگم اس کی ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھتی بولی۔

اب کیک کٹ کرے۔ عاشق کو بس کیک کٹنے کا انتظار تھا۔

پہلے کیک ٹیبل تو سجانے دو۔ روشنا کیک اٹھائے مسکرا کر عاشق کی بے صبری دیکھ کے بولی۔

آؤ میڈم آرزو اپنا کیک کاٹو۔ روشناسا منے ٹیبل پہ کیک اچھے سے سیٹ کر کی موم بتی جلا کر نائی ف آرزو کی طرف بڑھا کر بولی جس پہ آرزو جلدی سے چھڑی پکڑ کے پہلے موم بتی بجھائی اور کیک کاٹنے لگی تو سب آہستہ آہستہ تالیاں بجا کہ، پیپی برتھ ڈے کہا عاشق نے فورن سے اپنے فون میں، پیپی برتھ ڈے گانا لگایا۔

آرزو نے ایک پیس کٹ کر کے پہلے اپنی ماں اور خالا کو کھلایا جب کی اس کے بعد روشنا کے آدھے گال پہ لگا کہ پھر اس کے منہ میں بچا سارا پیس منہ ڈالا جس پہ روشنا نے اس کو گھور کے دیکھ کے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا آرزو نے دوبارہ آکر ایک پیس اور کٹ کیا پھر عاشر کی طرف بھری جو پہلے کیک کاٹنے پہ جلدی مچا رہا تھا اور اب اپنی سیلفیاں لے رہا تھا۔

عاشر منہ کھولو۔ آرزو اس کے پاس آکر بولی۔

ہاں آؤ پہلے تصویر لیں ساتھ میں۔ عاشر اپنے بالوں میں ہاتھ ڈالتا بولا۔
کیک تو چکھو اتنی جلدی جو کی تھی۔ آرزو کیک اس کے منہ کے قریب لاتی بولی جس پہ عاشر نے منہ کھول کے کیک کھایا اور وہی پیس آرزو کو بھی کھلایا پھر وہ سب آپس میں تصویریں لینے لگے۔

ایک اور اینٹ گر گئی دیوارِ حیات سے۔

نادان کہہ رہے ہیں۔ جنم دن مبارک



دیو داس کا روپ ختم کر کے اپنے اصل روپ میں آئے ہو تو کیسا محسوس ہو رہا ہے۔ وقاص نے اپنے ہاتھ کی مٹھی کو مائی یک کے اسٹائل میں پکڑ کے زیاد کے قریب کرتا پوچھنے لگا وہ اس وقت کراچی کے مشہور ریسٹورنٹ میں تھے۔

جب بھی بولتے ہو فضول ہی بولتے ہو۔ زیاد اس کا ہاتھ دور کرتا بولا۔
اچھا اور جو تم نے کیا وہ کیا تھا ہمارا خیال نہیں آیا تمہیں۔ علیہ ان نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

کچھ ٹائی م اکیلار ہنا چاہتا تھا اور کچھ نہیں۔ زیاد کچھ بیزار سا بولا ہر ایک کا ایک ہی سوال سن سن کے۔

چلو دیر آئے درست آئے۔ احمد نے مسکرا کر کہا۔
ڈیڈ نے بتایا تھا ہم کالج جاسکتے ہیں اور اتنے غصے مجھے وارن کیا کہ اب کی ان کو شکایت نہ ملے کہ کیا بتاؤں۔ علیہ ان فرائی ز منہ ڈالتا مزے سے ان کو بتایا۔
یہ لوگ اپنی بات قائم کیوں نہیں رہتے اگر نکالا تھا تو دوبارہ آنے کی اجازت کیوں دے دی ان کے کالج کا نظام خراب ہو رہا تھا تو۔ زیاد نے اپنے لیے پیزا آرڈر کیا تھا وہ کھا رہا تھا جب علیہ ان کی بات سن کے طنز یہ بولا۔

تم اب پورانی باتیں چھوڑو اور کالج آنا سٹارٹ کرنا۔ ہمایوں نے اس کی بات پہ کہا۔
مجھے بس اب بزنس دیکھنا ہے۔ زیاد نے عام انداز میں کہا۔
ایک سال کی بات ہے اور تم کالج آؤ گے بات ختم۔ احمد نے اپنا رعب جمایا تو زیاد نے اس کو دیکھ کر ایک آئی بروا پر کیا جس پہ احمد نے اپنے دانتوں کی نمائش کی۔



کشمالا میں بالکل زیاد بھائی جیسی ہوں نہ۔ عینی کشمالا کے روم میں تھی جب اپنا چہرہ اس نے سیل فون کی کمیرا آن کر کے دیکھا اور اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیر کے کشمال سے پوچھا جو پاپ کورن کھا رہی تھی۔

انسان کو اتنا خوش فہم بھی نہیں ہونا چاہیے۔ کشمالا نے اس کا مزاق اڑایا۔ بہن ہوں میں ان کی اور بہن بھائی کی شکلیں ایک جیسی ہوتی ہیں اور میں ان کے جیسی ہوں اور یہ دیکھو میرا ڈمپل۔ عینی نے بات کر کے آخر میں سائی مل کر کے اس کی توجہ اپنے ڈمپل پہ کروائی جو زیاد کی طرح اس کے بھی بس بائیں جانب پڑتا تھا۔ صرف ڈمپل پڑتا ہے ورنہ وہ زیاد بھائی کی تو اپنی ماں کی کاربن کاپی ہیں میں نے سو نیا چچی کی تصویر دیکھی تھی اسٹور میں پڑی تھی۔ کشمالا نے پاپ کورن منہ میں ڈال کے کہا۔ میں زیاد بھائی جیسی ہوں۔ عینی نے دانت پیس کے اپنی بات پہ زور دے کے کہا۔ کیوں جی ڈمپل کے علاوہ تم میں اور کیا خوبصورت ہے جو خود کو زیاد بھائی جیسا تصور کر رہی ہو۔ کشمالا اب پاپ کورن کا بؤل سائیڈ میں کرتی لڑا کا انداز میں عینی سے بولی جو مسکرا کر اپنا چہرہ ڈریسنگ ٹیبل پہ لگے مرر میں دیکھ رہی تھی۔

میرے نین نقش چہرے کا رنگ اور بالوں کا رنگ سب کچھ تو ہے اور کیا بتاؤں۔ عینی بالوں کو ایک ادا سے جھٹکادی کشمالا سے بولی۔

اچھا اور یہ سب تمہیں کب لگا پہلے تو کبھی خود کو زیاد بھائی جیسا نہیں کہا۔ کشمالا نے سوال داغا۔

ہمیشہ سے ہی پران کو دیکھنا تو بس صبح کے ناشتے کے وقت ہوتا ہے لہج ڈنر پر تو وہ غائب ہوتے ہیں اور گردن میں گھر ہو تو نظر پھر نہیں آتے اب اگر تم ان کو دیکھو نہ تو پھر مجھے سوچنا یقین آ جائے گا کہ میں ان کے جیسی ہوں۔ عینی نے مسکرا کر کہا۔

اچھا کیا پتا ہو مجھے تو بس ڈمپل ہی لگا اور کچھ نہیں اور کون سا زیاد بھائی جی تمہارا سا بھائی جی ہے۔ کشمالا نے منہ کے زاویے بگاڑ کے کہا۔

ایسا دوبارہ مت کہنا۔ عینی کو اس کا یہ کہنا برا لگا تو وہ بیچ میں ہی اس کو ٹوک کے کمرے سے باہر چلی گئی۔

میں تو ایسے ہی بات کی تھی۔ عینی کو جاتا دیکھ کے کشمالا خود سے بولی۔



کیسی ہو آپ؟ علیدا ان روشنا کو دیکھ کے محبت سے پوچھنے لگا۔

تم سے مطلب۔ روشنا نے گھور کے اس کو دیکھا وہ ابھی کالج آئی تھی جب ایسے اچانک علیدا ان کے سامنے آکر بات کرنے پہ پہلے تو ڈر گئی تھی پھر کچھ سنبھل کے غصے سے بولی۔

ہر وقت غصے سے بات کیوں کرتی ہیں۔ علیداں کو آج پہلی بار اس کا ایسے بات کرنا برا لگا تھا۔

کیوں کی مجھے تم سے بات کرنے میں دلچسپی نہیں۔ روشنا کہہ کر جانے لگی جب علیداں پھر سے اس کے سامنے آیا۔

تمہارا ڈپارٹمنٹ اس طرف ہے۔ علیداں نے لیفٹ سائیڈ اشارہ کر کے کہا جب کی روشنا غلطی سے کالج کی بیک سائیڈ جانے والی تھی۔

پتا ہے مجھے۔ روشنا کو شرمندگی تو ہوئی ی جس پہ وہ قابو پا کر علیداں پہ چڑھ ڈوری اور وہاں گئی جہاں علیداں نے اشارہ کیا تھا جب کی علیداں اس کی حالت سمجھتا زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا تھا اس کا چمکتا چہرہ ہمایوں وقاص اور احمد سے منفی نہیں رہ سکا تھا جوا بھی وہاں آئے تھے۔

چلیں کلاس شروع ہونے والی ہے۔ وہ تینوں علیداں کے پاس آکر بولے۔

زیادہ کو آنا تھا نہ آج؟ علیداں نے پوچھا۔

ہاں آنا تو تھا ایسا کرو تم دونوں جاؤ ہم دیکھتے ہیں پھر آتے ہیں کلاس میں۔ احمد نے اپنے اور وقاص کی جانب اشارہ کر کے کہا جس پہ وہ چلے گئیے اور وقاص احمد گرائی ونڈ میں سیڑھیو پہ بیٹھ گئیے۔

اتنی دیر کر دی۔ ان کی نظر جیسے ہی بلیو پینٹ شرٹ پہنے زیادہ پڑی تو وہ اس کی طرف آکر بولے جب کی زیاد کی نظریں روشنا پہ تھی جو علیزہ کے کہنے پہ کینیٹین کی طرف جارہی تھی۔

میں نے آپ کی بہت برائی سنی ہے۔ اس کے کانوں میں بہت پہلے کہے کسی کی آواز گونجی تھی جس سے وہ دور جاتی روشنا کو کاٹ دار نظروں سے گھور رہا تھا اس کا دھیان دوسری طرف دیکھ کے احمد اور وقاص نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا پھر پریشانی سے ایک دوسرے کو۔

تم جانتے ہو اس کو؟ احمد نے اپنے لہجے کو سرسری کر کے پوچھا۔ وہی ہے جو مجھے پہ الزام لگا رہی تھی کہ جو س گرایا ہے یہ وہ اور ہر کسی کو میرے بارے میں غلط بیانی کرتی ہے خیر مجھے کیا میں کلاس میں جا رہا ہوں تم دونوں بھی آجانا۔ زیاد حقارت سے کہتا وہاں سے چلا گیا جب کی وقاص نے منہ کھولے کہا۔

ایک لڑکی ہے۔ وقاص نے اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے بتانا ضروری سمجھی۔ ایک دوست کو شہد کی طرح میٹھی لگتی ہے اس کو دیکھ کے وہ ہر چیز سے غافل ہو جاتا ہے اور وہی لڑکی دوسرے دوست کو انتہا کی بری لگتی ہے اور وہ حقارت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ وقاص دنیا جہاں کی حیرت اپنے لہجے میں سموئے احمد کو مخاطب کر کے بتایا۔

ہاں یار اب دیکھنا یہ ہے کہ اینڈ کیا ہوتا ہے۔ احمد اس کے کاندھے پہ اپنا بازو حائل کرتا
مزے سے بولا۔

تم رلیکس ہو زیاد نہیں جانتا کہ علید ان کسی لڑکی میں دلچسپی لے رہا ہے اور علید ان بھی
زیاد کی نفرت اس لڑکی کے لیے نہیں جانتا۔ وقاص نے اس کو بتانا چاہا۔
توں کیا ہوا کون سا زیاد اس سے پیار کرتا ہے۔ احمد آرام سے بولا۔

کہی ہماری دوستی کے درمیان یہ لڑکی تو نہیں آئے گی نہ کچھ دنوں میں مجھے اندازہ ہو گیا
ہے علید ان بہت سنجیدہ ہے مس حجابن کے لیے۔ وقاص پریشانی سے بولا۔
رلیکس وقاص ایسا کچھ نہیں ہمارے درمیان کوئی نہیں آسکتا وہ لڑکی تو بالکل بھی
نہیں۔ احمد ہنس کے بولا۔



تمہاری سا لگرہ کے دن یہ دعا ہے ہماری
جتنے ہیں چاند تارے اتنی ہو عمر تمہاری
آرزو جیسے ہی اپنے کلاس میں آئی تھی مہک اور ردہ نے اس کو سا لگرہ کی مبارک باد
دی اور مہک نے اس کو دیکھ کے کہا۔
اب کیا برتھ ڈے کل تھا میرے گھر آنا تھا نہ تم دونوں نے۔ آرزو نے منہ بسورتے
ہوئے کہا۔

اوو آنا تو تھا پر نہیں آسکے کیوں کی ہم نے کلاس میں سیلیبریٹ کرنے کا سوچا تھا۔ ردہ
 نے اس کو وجہ بتائی جب کی اس کی کلاس فیلو نے بڑے حرفوں سے بورڈ پہ
 Happy birth day aarzu لکھا تھا پھر سب کلاس فیلو نے اس کو پیپی
 برتھ ڈے وش کیا جس پہ آرزو نے مسکرا کر خوشدلی سے قبول کیا۔
 لوگ کہتے ہیں سا لگرہ مبارک

میں کہتی ہوں ہر دن مبارک خوش رہو۔

اس کی ایک اور کلاس فیلو اس کے پاس آکر پھول اور Dairy milk چاکلیٹ بڑھا
 کر مسکرا کر بولی۔
 شکریہ اس کی ضرورت نہ تھی تم نے وش کیا یہی بڑی بات تھی۔ آرزو نے مسکرا کر
 چاکلیٹ اور پھول کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

مجھے خوشی ہوگی اگر تم یہ قبول کروں گی تو۔ آرزو کو ہاتھ بڑھاتا نہ دیکھ کے وہ سادہ لہجے
 میں بولی جس سے آرزو نے مسکرا کر پھول اور چاکلیٹ لے لیا جس پہ وہ لڑکی خوش
 ہوتی اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی سول یہ سب اپنی آنکھوں میں جلن لائے دیکھ رہی تھی
 مزید برداشت نہ ہوا تو وہ کلاس سے نکل گئی۔

یہ تو بس جلتی ہی رہے گی۔ مہک سول کو جاتا دیکھ کے منہ بنا کے بولی۔



سفید کلائی میں پہنی گھڑی میں ڈالی جس سے اس نے گہری سانس لی یہ سوچ کر کے باقی کے دس منٹ اور رہتے تھے ان کے لیکچر میں وقاص جو اس کی سیٹ کے بالکل پاس تھا بلکہ سا اس کی طرف سرک کے آیا اور دھیمی آواز میں بولا۔

بورنگ لیکچر ہے نہ؟

وہ لیکچر نہیں دے رہے اسائی یمنٹ کا بتا رہے ہیں کہ اس میں کونسی باتیں اہم ہمیں لکھنی اور کونسی اپنی مرضی کے مطابق لکھنی ہے تین چار پوائنٹس وہ خود بتا رہے ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو باقی کا اسائی یمنٹ ہمیں خود سوچ کہ لکھنا ہے اور بہت واضح طور پر تاکہ پڑھنے والوں کو اور سننے والوں کو زیادہ نہیں پر تھوڑا ہی کچھ سیکھنے کو ملے۔ زیادہ اس کے سوال پہ پروفیسر ہمدان کا کہا گیا جملہ بتانے لگا۔

بڑے غور سے آج کلاس اٹینڈ کیا جا رہا ہے۔ وقاص تو زیادہ کے جواب پہ شاک میں تھا کہ وہ پہلی دفع زیادہ کہ منہ سے پڑھائی کی کہ حوالے میں ایسا کچھ سنا تھا اس لیے یہ بات احمد جو ان کے پیچھے بیٹھا تھا وہ زیادہ سے بولا۔

کان سلامت ہیں میرے اس لیے ان کی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی ہے۔ زیادہ سکون سے جواب دیا جب کی علیہ ان اپنی سوچ میں گم تھا اور ہمایوں پروفیسر جو بول رہا تھا ان کی کچھ ضروری باتیں لکھنے میں تھا۔

مسٹر زیاد کل میں سب سے پہلے آپ کی فائل دیکھوں گا اس لیے اسائی میمنٹ آپ کا مجھے اپنے آفس میں ملے۔

پروفیسر ہمدان کلاس سے جاتے ہوئے زیاد کو بولے کیوں کی وہ نوٹ کر رہے تھے اس کا دھیان کلاس میں نہیں۔

ضرور۔ زیاد نے یک لفظی کہا۔

تم آج میرے ساتھ گھر چلنا میں بتاتا جاؤں گا پھر تم لکھنا۔ ہمایوں نے کلاس سے نکلتے ہوئے کہا

نہیں تم بس Copy paste کرنا ای میل پہ باقی کا کام میرا ہے۔ زیاد نے گلاس اپنی آنکھوں پہ چڑھائے جواب دیا۔

اوکے۔ ہمایوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اب بس ایک کلاس رہتی ہیں ہماری۔ کینیٹین میں آکر علیدا ان بولا۔

وہ بھی گزر جائے گی۔ وقاص ہنس کے بولا۔

پر میں ابھی جا رہا ہوں۔ زیاد نے موبائل پہ دھیان دی ئیے بتایا۔

اس فون کو تو بند رکھا کرو۔ علیدا ان نے اس کا سارا دھیان موبائل میں دیکھا تو چڑکے

بولا۔

بہت ضروری ای میلز سینڈ کی ہیں مینجر نے آفس سے اس لیے ان کو دیکھنا ضروری ہے۔ زیادہ نے وجہ بتائی۔

اچھا اب جاؤ گے کہاں یہ تو بتاؤ؟ وقاص نے سوال کیا۔

آفس کا چکر لگاؤں گا۔ زیادہ نے جواب دیا۔

اووو۔ وقاص نے اوو کو کھینچ کے کہا۔

ہفتے بعد ایکزیمز ہیں۔ ہمایوں نے بتایا۔

پتا ہے۔ احمد بیزار ہوا۔

اچھا میں اب نکلتا ہوں۔ زیادہ اٹھتا ہوا بولا۔

ٹائی م کتنا ہوا ہے۔ علید ان نے اس کی بات پہ وقاص سے پوچھا۔

وہی جو کل ہوا تھا۔ وقاص نے ہنسی دبائی۔

دوپہر کے دو بج رہے ہیں۔ زیادہ وقاص کو گھورتا علید ان کو ٹائی م بتا کر نکل گیا۔

آج ریس رکھے۔ وقاص نے شوشا چھوڑا۔

بائی یک یا کار۔ احمد نے پوچھا

کار بائی یک تھوڑا سکی ہے۔ وقاص نے آنکھ ونک کر کے کہا

ہا ہا ہا دونوں ایک جیسے ہی ہیں۔ علید ان ہنس کے بولا۔

تو کالج کے بعد ڈن۔ ہمایوں نے کہا۔

او کے ڈن۔ وہ تینوں ساتھ بولے۔

زیاد گاڑی چلا رہا تھا جب سامنے روڈ پہ ایک لڑکی اپنی گاڑی کے سامنے آتی نظر آئی ی
زیاد نے فورن سے گاڑی کو بریک لگائی ورنہ گاڑی سامنے والے کو لگ سکتی تھی زیاد
نے سیٹ بلیٹ کھولا اور سخت تیور لیے گاڑی سے اُترا۔

آر یو میڈ؟ اندھی ہو نظر نہیں آرہا سامنے روڈ ہے ایسے ہی رستہ پار کر رہی ہوں اگر
میری گاڑی سے ٹکر ہو جاتا تو۔ زیاد نے غصے سے پوچھا۔

کتے کا بچہ۔ اس کے منہ سے پھسلا۔

واٹ۔ زیاد مٹھیاں بھیجنے کے ضبط کیے بولا۔

میرا مطلب کتے کا بچہ گاڑی کے نیچے آرہا تھا اس لیے میں اس کو بچانے کی خاطر پیچ
سڑک پہ آگئی تھی۔ اس نے فورن سے اپنی بات کی وضاحت کر کے اس کو پیچے کی
طرف اشارہ دیتے بتایا۔

تم وہی ہونہ جو اس دن کالج کے سامنے ملی تھی۔ زیاد ایک نظر پیچے دیکھا جہاں سچ میں
ایک کتے کا بچہ بھاگ رہا تھا پھر دوبارہ اس کی طرف چہرہ کیے بولا جو آج بھی وائی ٹ
یونیفارم میں تھی پر آج بلیک چادر اور ایک بیگ کا اضافہ تھا۔

ہاں میں آرزوایاز۔ آرزو نے جگمگاتے چہرے کے ساتھ اپنا خو بصورت گول مٹول ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر اپنا تعارف کروایا۔ زیاد نے ایک نظر اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ پہ ڈالی پھر اس کے چہرے پہ جو مسکرا کر اس کو ہی دیکھ رہی تھی زیاد کی نظر گھوم کر اس کے بھرے ہوئے سرخ گالوں پہ پڑی جس سے وہ نظر ہٹاتا اپنا سفید مضبوط ہاتھ اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ پہ ہاتھ ملایا جس سے آرزو کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

زیاد خانزادہ۔ زیاد کو سمجھ نہیں آیا اس نے اپنا تعارف کیوں کروایا۔ آپ کا نام بہت پیارا ہے یونیک سا۔ آرزو نے مسکرا کر کہا جب کی ہاتھ ابھی بھی زیاد کے ہاتھ میں تھا جس کو نہ زیاد نے چھوڑا تھا اور نہ آرزو نے چھڑوانے کی کوشش۔ یہاں کیا کر رہی ہو اکیلے۔ زیاد نے سوال پوچھا۔

میں گھر جا رہی ہوں پر شاید آج ہلتا رہے کوئی ٹیکسی ہی نظر نہیں آئی اس لیے پیدل جانے کا سوچا جب یہاں کتے کا بچہ دیکھا تو آگئی۔ آرزو نے لمبا سا جواب دیا۔ زیاد کو وہ بہت باتونی لگی۔

ہلتا تو نہیں میں چھوڑ دو تمہیں تمہارے گھر اگر تمہیں ٹھیک لگے تو۔ زیاد کو آج اپنا آپ کچھ رو بوٹ سا لگا۔

نہیں میں خود چلی جاؤں گی پہلے بھی بہت دفعہ جا چکی ہوں اور آپ جس روٹ پہ جارہے ہیں نہ میرے گھر کا رستہ وہاں نہیں اس لیے آپ کو پروہلم ہوگی۔ آرزو نے مسکرا کر منع کیا۔

مجھے کوئی پروہلم نہیں ایسے تمہارا جانا ٹھیک نہیں بچی ہوا بھی۔ زیاد نے اس کی پھر اتنی بڑی گفتگو پہ یہی کہا جانے کیوں وہ چاہتا تھا کہ وہ مان جائے اس کے ساتھ چلنے پہ۔ میں بچی تو نہیں کل پورے اٹھارہ سال کی ہو گئی تھی اور پہلے عاشر کے ساتھ آتی تھی پر جب وہ کالج جانے لگا تو میں وین میں آتی جاتی تھی اور اب ٹیکسی پہ عاشر ضرور لینے کے لیے آتا پر وہ کالج کے کوچنگ سینٹر جاتا ہے اس لیے میں خود ہی آ جاتی ہوں ورنہ اکیلے نہیں۔ آرزو نے جواب دیا۔

میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔ زیاد اس کے جواب پہ گہری سانس لیتے کہا اس نے شاید ہی کبھی کسی کی اتنی باتیں سنی ہوگی۔

اچھا اگر آپ اتنا انسٹ کر رہے تو ٹھیک ہے۔ آرزو نے احسان کرنے والے انداز میں کہا اس کی بات پہ زیاد نے گھور کے دیکھا۔

اپنا بیگ دو میں پچھلی سیٹ پہ رکھتا ہوں۔ زیاد نے کہا تو آرزو کی نظر بے ساختہ اپنے ہاتھ میں پڑی جو زیاد کے ہاتھ میں چھپا ہوا تھا وہ باتوں میں بھول ہی گئی تھی کہ اس کا ہاتھ

زیاد کے ہاتھ میں ہے اس نے اپنا ہاتھ نکالنا چاہا تو معلوم ہوا کہ زیاد نے مضبوطی سے
تھامے رکھا ہے آرزو نے نظر اٹھا کر زیاد کو دیکھا جو اس کو دیکھ رہا تھا زیاد نے آرزو کو ایسا
دیکھتا پا کر اپنے ہاتھ میں دیکھا تو فوراً سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اس کو خود پہ غصہ آیا اس کو
لگا آرزو کو شاید برا لگا ہو۔

بیگ۔ آرزو نے کندھے سے بیگ اتار کہ زیاد کی طرف بڑھایا تو زیاد نے پکڑا تو احساس
ہوا کہ بھاری تھا۔

اتنی کتابیں کیوں ڈالی ہیں۔ زیاد گھوم کر پچھلی سیٹ پہ بیگ رکھتا پوچھنے لگا۔
ضروری ہیں سب۔ آرزو نے زبان دانتوں تلے دبا کے بتایا زیاد کو اس کی یہ حرکت
کیوٹ لگی۔

آؤ۔ زیاد نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کے آرزو سے کہا زیاد کی یہ حرکت اگر وہ
چاروں دیکھتے تو یقیناً ایک ہفتہ تو وہ بیہوش ہو کر ہسپتال میں گزرتے پر یقیناً ناکرتے کہ
زیاد ایسا بھی کچھ کر سکتا وہ بھی کسی لڑکی کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولنا جس کو وہ
بچی کا نام دے چکے تھے۔

شکر یہ۔ آرزو بیٹھتے ہوئے بولی تو زیاد نے دروازہ لوک کیا اور خود گھوم کر ڈرائیونگ
سیٹ سنبھالی اور سیٹ بیلٹ باندھنے لگا۔

تم بھی سیٹ بلیٹ باندھ لو۔ زیاد نے آرزو کو کہا اس کی بات پہ آرزو عجیب نظروں سے سیٹ بلیٹ کو دیکھا پھر زیاد سے کہا۔

مجھے باندھنا نہیں آتا۔

اور کہتی ہو کہ میں بچی نہیں۔ زیاد اس کو دیکھ کے بولا جو مسکین سی شکل بنائے اس کو دیکھ رہی تھی۔

اس میں بچی والی کیا بات آپ سے بس دو تین سال ہی چھوٹی ہوگی۔ آرزو منہ کہ الگ الگ زاویے بناتی بولی۔

آٹھ سال۔ زیاد کو اس کی شکل دیکھ کے ہنسی تو بہت آئی ی پر اس نے سنجیدگی سے بتایا کہ دو نہیں آٹھ۔

ایک بات ہے۔ آرزو شان بے نیازی سے بولی۔

میں باندھتا ہوں۔ زیاد نے کہا اور ہلکے سا اس کی طرف جھک کے سیٹ بلیٹ باندھنے لگا آرزو اپنی جگہ سیٹ پہ چپک کہ بیٹھ گئی تھی زیاد جیسے ہی اپنے کام سے فارغ ہوا تو آرزو کی جان میں جان آئی ی اس کو زیاد کی تیز پرفیوم کی خوشبو پہ سانس لینا مشکل لگ رہا تھا۔

اب سانس لے سکتی ہو۔ زیاد گاڑی سٹارٹ کرتا آرام سے بولا۔

یہاں سے سیدھا جا کر لیفٹ سائیڈ جائیے گا۔ آرزو نے اس کی بات پہ اپنی بات کہی جس پہ زیادہ نے سر ہلایا۔

چاکلیٹ کھائے گے؟ آرزو نے اپنے یونیفارم کی جیب سے چاکلیٹ نکال کے زیادہ کو آفر کی۔

نہیں۔ یک لفظی جواب۔

پسند نہیں کہ کھانے کا موڈ نہیں۔ آرزو نے چاکلیٹ منہ میں ڈالتے سوال کیا۔

پسند نہیں۔ زیادہ نے جواب دیا۔

حیرت ہے آپ کو چاکلیٹ نہیں پسند عاشر کو تو بہت پسند ہیں۔ آرزو نے مزے سے بتایا۔

ہر کسی اپنی پسند ہوتی ہے۔ زیادہ ڈارمی یو کرتا بولا۔

ہاں یہ تو ہے پر چاکلیٹ کس کو پسند نہیں ہوتا۔ آرزو نے ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھ کے سوچنے والے انداز میں کہا

مجھے۔ زیادہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

ایک بار ٹیسٹ کر کے تو دیکھے پسند نہ آئے تو کہنا۔ آرزو نے اس کے منہ کی طرف

چاکلیٹ کر کے کہا جس پہ زیادہ نے جلدی سے اپنا چہرہ دوسری طرف کیا۔

میں ڈرائی یونگ کر رہا ہوں میرا دھیان نہ بھٹکاؤ۔ زیاد چاہ کر بھی یہ بات غصے سے نہ کر پایا۔

اچھا سوری۔ آرزو اپنا ہاتھ پیچے کرتی بولی جس پہ زیاد کی نظر اس کے چہرے پہ پڑی تو نفعی میں سر ہلانے لگا کیوں کی آرزو کے پورے چہرے پہ چاکلیٹ لگا ہوا تھا ماتھے کہ علاوہ جس سے وہ بے خبر کھانے میں مصروف تھی زیاد نے ٹیشو پیپر بوکس سے ایک ٹیشو نکال کے آرزو کی طرف بڑھایا اور کہا۔

اپنا چہرہ صاف کرو۔ اس کی بات پہ آرزو نے ٹیشو پکڑا اور چاکلیٹ کا ریپر گاڑی کی ونڈو سے باہر پھینک کر اپنا چہرہ صاف کرنے لگی اور پھر دوسرا تیسرا ٹیشو اٹھانے لگی اور خراب کیے گئی ٹیشو ڈیش بورڈ پہ رکھ دیا جس پہ زیاد نے اس کو ٹوکا نہیں۔

اب ٹھیک ہے؟ آرزو نے اپنا چہرہ زیاد کی طرف موڑ کے پوچھا جس پہ زیاد کہتے کہتے نہ کہہ پایا کہ سامنے مر رہے اس پہ دیکھ لو پر خود ہی اپنا چہرہ اس کی طرف کیا جہاں ٹھوڑی کے علاوہ ہو ر اچہرہ صاف تھا زیاد نے اپنا ہاتھ اس کی ٹھوڑی پہ رکھا اور انگھوٹے کی مدد سے وہاں سے چاکلیٹ ہٹائی پھر کہا۔

ہاں اب ٹھیک ہے۔

اچھا بس یہی گاڑی روک دے۔ آرزو نے جلدی سے کہا کیوں کی وہ اپنے محلے کے قریب آچکی تھی۔

یہاں؟ زیادہ کنفرم کرنا چاہا۔

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی

ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے

ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات

کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین

ہاں آگے آپ کی گاڑی کا گزر نہیں ہو گا گلیاں تنگ ہے اور دوسرا کہ کیچڑ بھی ہوتا ہے ایک سائیڈ پہ۔ آرزو سیٹ بیلٹ کھولنے پہ جتن کر کے بولی جو کھل ہی نہیں رہا تھا۔

میں کھول دیتا ہوں۔ زیادہ بارہ اس کی طرف جھک کے بولا آرزو کی چادر سر پہ اترنے کی وجہ سے اس کے بال زیادہ کے چہرے پہ پڑ رہے تھے جس وہ جلدی میں سیٹ بیلٹ کھولتا اپنی جگہ پہ آیا

پھر سے شکر یہ۔ آرزو مسکرا کر بولی اور گاڑی کالا کھول کے اتر گئی زیادہ بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور پچھلی سیٹ پہ رکھا اس کا بیگ اٹھا کے دیا آرزو نے بیگ کا ندھے پہ ڈال کے اچھے طریقے سے چادر پہن لی اور ایک نظر آس پاس دیکھی جہاں کوئی نہیں تھا اس کی احتیاط زیادہ کی نظروں میں چھپی نہیں رہی تھی۔

میں اپنی آپنی کو بتاؤں گی آپ برے نہیں ہے۔ آرزو نے مسکرا کر زیادہ سے کہا۔ مجھے کسی کی سوچ سے فرق نہیں پڑتا ہر کوئی اپنی سوچ مطابق دوسرو کو سوچتا اور پرکھتا ہے۔ زیادہ نے سنجیدگی سے جواب دیا اور اپنی گاڑی میں بیٹھا۔ آرزو نے پھر کوئی بات نہ کی اور اپنے گھر کے راستے جانے والی گلی میں مڑ گئی زیادہ تب تک گاڑی سٹارٹ نہیں کی جب تک آرزو وہ گلی نہ کر ڈالی اس کے بعد وہ اپنے کام کے لیے نکل گیا۔

شکر اللہ کا کوئی ی تھا نہیں ورنہ اماں کو پتا نہیں کیا بتاتے اور پھر اماں کی چپل پہنچ جاتی مجھے سلامی دینے۔ آرزو چلتے ہوئے خود سے بڑبڑانے لگی۔



یہاں تم سب کام کرنے آتے ہو یا باتیں کرنے؟ زیاد آفس میں جیسے ہی داخل ہوا تھا ہر ایک کو ہنستا باتیں کرتا دیکھ کے پوچھنے لگا جس سے سب الرٹ ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ زیاد کی موجودگی آج ان کے لیے سرپرائزنگ تھی وہ بتا دیتا تھا اپنے مینیجر کو مگر آج اچانک آیا تو وہ ڈر گئی تھیں۔

کام کرنے۔ ایک ورکر ڈرتے ہوئے بولا۔
یہ کیا حال کیا ہوا آفس کا میں اگر نہیں ہو تو کیا تم لوگوں نے یہی سب کرنا ہے۔ زیاد سخت لہجے میں ان سے پوچھنے لگا اور اشارہ کیا جہاں ٹیبلز کے درمیان والی کرسیاں یہاں وہاں تھی اور پیپرز بھی بکھرے ہوئے تھے

سر ہم صفائی کر رہے ہیں۔ ایک لڑکی زیاد کے سامنے آکر بولی۔

صفائی؟ زیاد نے ایک آئی برواچکا کر سوال کیا

جی سر۔ لڑکی نے زیاد کو اس طرح پوچھنے پہ گڑبڑا کہ جواب دیا۔

کتنے عرصے سے کام کر رہی ہو یہاں؟ زیاد نے سوال کیا۔

دو دو سال سے۔ ہم کلاتے ہوئے جواب دیا۔

اس سے پہلے کہی کام کرنے تجربہ ہوا آپ کو یا پہلی دفعہ ہیں یہاں۔ زیاداب کی اس سے سوال کرنے لگا وہ لڑکی زیاد کے سامنے آکر پچھتائی۔

پہلی دفعہ یہی جاب کے لیے اپلائے تو کیا تھا اور مل بھی گئی تھی۔ لڑکی نے کچھ کانفڈنٹ ہو کر جواب دیا۔

نام؟ زیاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

ایہا طاہر۔ ایہا نے تھوک نکل کے جواب دیا۔

مس ایہا دو سالوں سے آپ یہاں کام کر رہی ہیں تو کیا ابھی تک آپ کو اس کمپنی کے رولز نہیں معلوم اور رولز کو چھوڑے کیا آپ سب بچے ہیں نا سمجھ ہیں کیا ہیں صفائی صبح کو ہو جاتی ہے نہ پورے آفس کی اور ہر ایک کے کیمین کی بھی ہیں نہ؟ زیاد نے آخر میں اس سوال کیا باقی سب تو سانس روکے کھڑے تھے۔

ہوتی ہے سر۔ ایہا نہیں جواب دیا۔

تو آپ سب میں اتنے میسرز نہیں کہ جہاں رہو وہاں کی صفائی کا بھی خیال کرے اور

یہ کوئی بھی چیز اپنی جگہ پہ کیوں نہیں۔ زیاد تیز آواز میں سب سے پوچھنے لگا۔

آئی بندہ ایسا نہیں ہو گا سر۔ دوسرے لڑکے نے ہمت کر کے جواب دیا۔

مجھے نہیں تھا پتا یہاں سب جاہل کام پہ رکھے ہوئے ہیں یہ پیپر ز فائی لز فضول نہیں جو تو سب نے ایسے رکھی ہوئی ہیں۔ زیادہ غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

سر وہ

اناف۔ زیادہ ٹوک دیا۔

پانچ منٹ میں مجھے یہاں کا سارا نقشہ ٹھیک چاہیے ہر ایک چیز اپنی جگہ پہ ہو اور پروپرلی طریقے سے ہو ورنہ میرے لیے نیا اسٹاف ہائیپر کرنا کوئی مشکل نہیں۔ زیادہ ان سب کو وارن کر کے اپنے کیبن کی طرف گیا۔

یار سر تو کافی غصے میں تھے۔ زیادہ جانے کے بعد وہ سب تبصرے کرنے لگا۔
ہاں آج تو کچھ زیادہ ہی ہیں اور صفائی کا ہمیں کہہ دیا ورنہ یہ کام تو پیون کرتا ہیں۔ دوسرا لڑکا بتانے لگا۔

باتیں چھوڑو اور کام پہ لگو سر نے پانچ منٹ کہا ہے تو مطلب پانچ منٹ ورنہ سرفائیپر کر دیں گے ہمیں۔ دوسری لڑکی اپنی جگہ کے پیپر ز ٹھیک کرتی ان سے بولی تو سب کام پہ لگ گئے۔

مسٹر سراج آپ ابھی میرے کیبن میں آئے۔ زیادہ کیبن میں آکر انٹر کام پہ مینیجر کو کہا۔

جی سر آپ نے بولا یا۔ مینیجر سرانج فورن سے حاضر ہوتا بولا۔

میں نے آفس کے سارے کام آپ پہ زمے لگائے تھے نہ۔ زیاد اپنی چٹی رکھ لکاسا
ہلاتا اس سے بولا۔

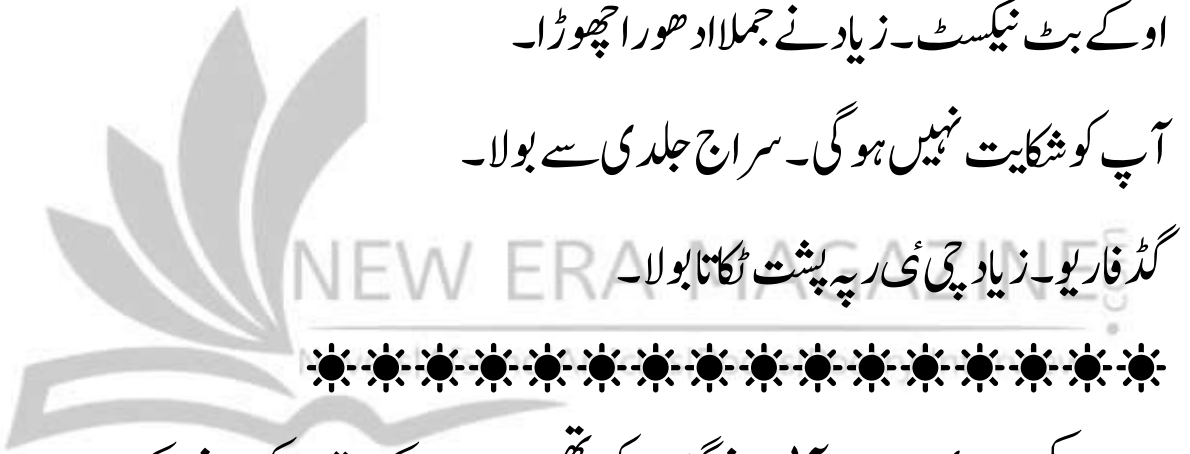
جی سر میرے زمے لگائے تھے مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے کیا۔ سرانج ڈرتے
ہوئے بولا۔

کوتاہی۔ زیاد طنزیہ مسکرایا۔

میں اسٹاف دیکھ کے آیا ہوں یہ کن کو تم نے سلیکٹ کیا ہے انٹرویو پہ جن کو کسی چیز کا
ہوش تک نہیں یہ تک نہ ہی پتا کہ کام کیسے کرتے ہیں۔ زیاد نے غصے سے پوچھا۔
سر میں خیال رکھتا ہوں ہر بات آج جانے کیسے۔ سرانج نے بات ادھوری چھوڑ دی زیاد
اپنی گھڑی میں وقت دیکھتا کیبن سے نکلا اور نیچے آکر سارے اسٹاف پہ نظر ڈالی جو جلدی
ہاتھ چلا رہے تھے۔

رک جاؤ۔ زیاد نے تیز آواز میں کہا جس پہ سب جلدی سے سیدھے کھڑے ہوئے۔
اپنی جگہ پہ بیٹھے اور جن کا جو بھی کام ہوتا اس کی فائل بنا کر مجھے دیکھائے میرے کیبن
میں آکر۔ زیاد سب پہ ایک نظر ڈالتا واپسی کے لیے مڑ گیا۔
دیکھنا تم سب آج کوئی نہ کوئی نوکری سے ضرور جائے گا۔ ابیہا نے کہا۔

ایسا تو نہ کہو۔ سب نے اس کی بات پہ یکدم کہا۔
 اگر آپ اپنی زمینداری ٹھیک سے نہیں پوری کر سکتے تو مجھے بتائیے۔ زیادہ دوبارہ کیبن
 میں آکر مینیجر سے مخاطب ہوا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔
 سوری سے دوبارہ آپ کو شکایت نہیں ملے گی بس پہلی اور آخری غلطی سمجھ کہ معاف
 کر دے۔ سراج زیادہ کی بات پہ منت بھرے لہجے میں بولا۔
 اوکے بٹ نیکسٹ۔ زیادہ نے جملہ ادھورا چھوڑا۔
 آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔ سراج جلدی سے بولا۔



بابا یہ دیکھے میری واچ جو آپ نے گفٹ کی تھی۔ رات کے وقت کھانے کے بعد وہ سب
 لاؤنج میں تھے جب آرزو ایاز صاحب کے سینے پہ سر رکھتی گھڑی دیکھا کر بولی۔
 ارے واہ یہ تو بہت پیاری ہے۔ ایاز صاحب نے بلیک رنگ کی واچ دیکھ کر مسکرا کر کہا۔
 ہاں نہ۔ آرزو چہک کے بولی

آروپکن میں جا کر روشناس کی مدد کرو کب سے وہ کام میں لگی ہوئی ہے اور ایک تم یہاں
 آرام سے بیٹھی ہو۔ زرینہ بیگم چائے کا کپ ایاز صاحب کو دیتی آرزو سے بولی۔
 مجھے نہیں آتے یہ کام۔ آرزو بیزار سی شکل بنائے بولی۔

کروں گی تو آئے گے نہ۔ زرینہ بیگم نے گھور کے کہا۔

نہ کروا بھی میری بیٹی کی عمر کام کرنے کی نہیں ہے۔ ایاز صاحب آرزو کا ماتھا چومتے ہوئے زرینہ بیگم سے بولے جس پہ آرزو نے زرینہ بیگم کو شرارتی نظروں سے دیکھا۔ آپ کی اور روشنا کی ڈھیل کا نتیجہ ہے اور اٹھارہ سال کی ہو گئی ہے ابھی بھی آپ ایسے بول رہے ہیں جیسے فیڈر چوسنے کی عمر کو۔ زرینہ بیگم غصے سے کہتی اٹھ گئی۔ ہا ہا ہا ماں بھی جانے کیا کچھ بول جاتی ہے۔ آرزو ان کی آخری بات پہ ہنس کے بولی۔ میرا شرارتی بچہ۔ ایاز صاحب بھی ہنس کے بولے

اچھا میں اب سونے جاتی ہوں۔ آرزو کچھ دیر بعد بولی۔
ہاں میرا بچہ آرام کرو میں بھی اب سونے جاؤں گا۔ ایاز صاحب نے مسکرا کر کہا تو آرزو اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی اپنا موبائل ڈریسنگ ٹیبل سے اٹھا کر دیکھا تو چار جنگ کم تھی تو اس نے فون چارج پہ لگایا تبھی روشنا اس کے کمرے میں آئی۔

سوئی نہیں اب تک۔ روشنا نے پوچھا۔

بس سونے والی ہوں۔ آرزو بیڈ پہ آکر مسکرا کر بولی۔

نماز پڑھ لی ہے عشاء کی؟ روشنا نے سوال پوچھا۔

الحمد للہ۔ آرزو نے بڑے فرمانبرداری سے جواب دیا

خیر ہے آج ضرورت سے زیادہ چہک رہی ہو۔ روشنانے مسکرا کر پوچھا۔
آپ کو پتا ہے میں آج گھر کس کے ساتھ آئی تھی۔ آرزو نے سسپینس دینے والے
انداز میں روشناسے کہا۔

عاشق کے ساتھ یا ٹیکسی کیب وغیرہ میں۔ روشناسنے بال جورے میں قید کرتی آرام
سے بولی۔

نہیں نہ میں زیاد خانزادہ کے ساتھ آئی تھی۔ آرزو نے پر جوش آواز میں بتایا جیسے
جانے کونسی بڑی بات ہو جب کی روشناس تو پہلے الجھ گئی تھی مگر جیسے ہی اس کو بات
سمجھ آئی حیرت سے اپنی بہن کو دیکھنے لگی جو بہت خوش ہو کر اس کو بتا رہی تھی۔
آرزو کیا مطلب تمہارا اس بات کا تم ایک غیر لڑکے کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر آئی
ہو وہ بھی اس زیاد کے ساتھ جس کا میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ کالج میں ایک لڑکے کو
اتنا پیٹا کہ وہ ایمر جنسی میں رہا اور تین دنوں تک ہوش میں نہیں آیا تھا اور تم اس بد تمیز
آوارہ انسان کے ساتھ اوہ میرے خدا آرزو میں کیا کروں تمہارا۔ روشناس کی بات پہ
پھٹ پڑی اس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔

کیا ہو گیا ہے آپ اتنا بھی برا نہیں لگا مجھے وہ جتنا آپ غصہ کر رہی ہیں۔ آرزو جو شک
میں روشناس کا چلانا دیکھ رہی تھی اس کو خاموش ہوتا دیکھ کے بولی۔

تم جانتی کیا ہو اس کے بارے میں آرزو میں کالج میں اس کے ساتھ نہیں ہوتی پر کالج ہے تو ایک نہ تم اگر وہ باتیں سنو نہ جو میں سنتی ہو اس زیادہ کے بارے میں تو کانوں کو ہاتھ ڈالو گی۔ روشنانے اس کے پاس بیٹھ کر کہا۔

مجھے کسی کی سوچ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہر کوئی اپنی سوچ مطابق دوسروں کو سوچتا اور پرکھتا ہے۔ روشنا کی بات پہ اس کو زیادہ کی بات یاد آئی جو اس نے کہا تو آرزو بولی۔

آپنی ایسے تو آپ بھی اس کو نہیں جانتی ایسے ہی سنی سنائی باتوں پہ آپ اس کو غلط سمجھ رہی ہیں۔

میری اتفاق ہی سہی اس سے ملاقات ہوئی ہے اور میں نے اس کو برا اور بد تمیز ہی جانا ہے۔ روشنانے تیز آواز میں کہا۔

اچھا میں سنا چاہتی ہوں اب۔ آرزو جمائی لیتی بولی۔

اوکے سو جاؤ پر دوبارہ تم اس سے بات بھی نہیں کروں گی میں تو اس کا ذکر تم سے کر کے پچھتا رہی ہوں۔ روشنانے اٹھتے ہوئے کہا آرزو نے کوئی جواب نہیں دیا اور آنکھیں موند لی۔ اس کو سوتا دیکھ کے روشنا اپنے کمرے میں آئی اور فون چارج پہ

لگانے والی تھی جب مسیج ٹون بجی روشنائے بیزار نظر مسیج پہ ڈالی جو کی انون نمبر سے
 تھی وہ دن نمبر بلاک بھی کر چکی تھی مگر پھر دوسرے دن کسی اور نمبر سے مسیج آجاتا
 دل چاہتا ہے تم کو اپنے پاس
 رکھ لوں مگر پھر تمہارا
 غصے بھرا چہرہ دیکھ کر
 دل کہتا ہے تمہارے بدل
 جانے کا انتظار کرو

Good night,
 NEW ERA MAGAZINE
 Novels | Afsana | Articles | Songs | Poetry | Illustrations
 روشنائے مسیج پڑھا اور نمبر بلاک کر دیا۔

ویلے لوگ اور کام نہیں ہوتا تو ٹھہر ڈکلاس شاعرانہ باتیں کر ڈالتے ہیں۔ روشناسوتے
 ہوئے خود سے بڑ بڑائی۔



زیاد گھر آیا تو رات کے بارہ بج گئی تھی وہ آفس گیا تو کچھ ٹائی م کے لیے تھا مگر
 وہاں کا حال دیکھ کے وہ رک گیا تھا اور ان کا کام دیکھتے رہنے کے بعد اس کو وقت کا پتا بھی
 نہیں چلا تھا اس نے گاڑی گھر اندر کی جب گارڈ نے گیٹ کھولا تو اس نے چابی اس کو
 پکڑادی کہ وہ سائیڈ پہ کرے اس کو تھکن ہوگئی تھی اور وہ ابھی شاور لینا چاہتا تھا

کمرے میں آکر اس نے واٹر روم کا رخ کیا آدھے گھنٹے کا شور لینے کے بعد اس کو اپنا آپ ہلکا پھلکا محسوس ہوا اس نے ٹاول بیڈ پہ پھینکا اور انٹر کام پہ شبیر کو کہا میرے لیے کافی لے آؤ کمرے میں۔ زیاد نے کہتے ہی انٹر کام رکھ دیا۔ جب کی دوسری طرف شبیر نیند سے جھولتا زیاد کے حکم کی پیروی کرنے لگا۔ رات میں بھی ان کو چین نہیں۔ شبیر کچن میں آتا بڑبڑایہ زیاد کی بلیک کافی بنانے کے بعد وہ اس نے اپنا رخ سیڑھیوں کی جانب کیا زیاد کے کمرے کے پاس آکر اس نے دروازہ نوک کیا۔

آجائو۔ زیاد نے اجازت دی۔ تو وہ اندر آیا اور زیاد کو دیکھا جو برائی ون کلر کی بنیان اور ٹرائی ور پہنے موبائل میں کچھ ٹائیپ کر رہا تھا گیلے بال ماتھے پہ چپکے ہوئے تھے۔ آپ کی کافی۔ شبیر نے اس کے سامنے آکر بولا تو زیاد نے ٹرے سے کافی کا مگ اٹھایا۔ آپ کے لیے کھانا لاؤں؟ شبیر نے پوچھا۔

بھوک نہیں تم جا سکتے ہو اب مجھے بس کافی کی طلب تھی۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا تو سر ہلاتا نکلنے لگا تو زیاد نے آواز دی۔

سنو۔

جی۔ شبیر جلدی سے مڑا۔

تمہیں پئی سے چاہیے تھے نہ؟ زیاد نے سوال کیا۔

جی سروہ میری بہن کی شادی تھی اس لیے میں بیگم صاحبہ سے اپنی سیلری پہلی تاریخ

سے پہلے چاہ رہا تھا۔ شبیر نے سر جھکا کر جواب دیا

تمہیں یہاں میں نے اپنے کام کے لیے رکھا ہے سمایا بیگم کے لیے نہیں پرا اگر تم ان کے

کام کرتے ہو تو میں نے انکار نہیں پر اب اگر کسی کی ضرورت ہو تو میرے پاس آنا۔ زیاد

نے سنجیدگی سے کہا تو اس کو شرمندگی ہوئی۔

میں نے تمہارے اکائی ونٹ میں امائی ونٹ بھیج دی ہے آرام سے اپنی بہن کی شادی

کروانا اور اچھے طریقے سے۔ زیاد نے کافی کا گھونٹ بھر کے بتایا۔

شکریہ سر بہت بہت شکریہ میری ماں بہت پریشان تھی کیوں کی لڑکے والوں کی طرف

سے ڈیمانڈز بہت تھی۔ شبیر تشکر بھرے لہجے بولا۔

پھر سے شکریہ۔

اچھا اب تم جاؤ۔ زیاد کے کانوں میں آرزو کا مسکراتا جھلا گونجا تو فوراً سے شبیر کو جانے

کا کہا جس پہ شبیر بھی خوش ہوتا باہر نکل گیا۔

بہت ہی باتونی لڑکی تھی۔ زیاد بیڈ پہ بیٹھ کے آرزو کو یاد کرتا بولا

جو بھی ہو میں کیوں یاد کر رہا ہوں اس کو۔ زیاد کافی کا گھونٹ بھرتا تعجب سے بولا۔



آج علیدان کی آنکھ صبح وقت سے پہلے کھلی تھی وہ اٹھا اور ٹریک سوٹ پہنتا باہر نکل گیا جاگنگ کے لیے جہاں اس کو زیاد پہلے ہی بھاگتا ہوا دیکھا وہ خود کبھی کبھی یہاں آتا تھا مگر زیاد کاروٹین تھاروز صبح فجر کے وقت جاگنگ پہ آنا علیدان بھی بھاگتے ہوئے زیاد کے ساتھ آیا جو ایڑی ر فون کان میں لگائے آہستہ آہستہ بھاگ رہا تھا علیدان بھی اس کے پاس پہنچ کر بھاگنے کی اسپیڈ کم کی۔

آج بڑے دنوں بعد یہاں آکر رونق بخشی ہے۔ زیاد نے علیدان کو دیکھ کر پوچھا۔
ہاں بس سوچا آج تمہیں کمپنی دی جائے۔ علیدان ہنس کے بولا۔

اچھا۔ زیاد نے بس یہی کہا۔
یہ لڑکیاں ابھی بھی آتی ہیں؟ علیدان اور زیاد بیچ پہ اب بیٹھ گئی تھیں جب اس نے فریش جو س پیتے زیاد سے سوال کیا۔

کونسی لڑکیاں۔ زیاد کو اس کی بات سمجھ نہیں آئی۔

سامنے دیکھو۔ علیدان نے شرارت بھرے انداز میں کہا تو زیاد نے سامنے دیکھا جہاں دو لڑکیاں بات تو آپس میں کر رہی تھیں پر نظریں زیاد پہ ٹکی ہوئی تھیں زیاد نے پھر علیدان کو دیکھا اور جواب دیا۔

شاید۔ زیاد لا پرواہی سے بولا

شاید کا یقیناً۔ علید ان نے کہا کیوں کی وہ جب بھی آتا تھا ان دو لڑکیوں کو ضرور دیکھتا تھا جن کی نظریں بس زیاد رہتی تھی پہلے اس کو اپنا وہم لگتا تھا مگر پھر اس کو یقین ہو گیا کہ یہ وہم نہیں حقیقت ہے۔

میں اب چلتا ہوں۔ زیاد اس کی بات نظر انداز کرتا ہوں۔

ہم میں بھی چلوں گا۔ علید ان بھی اٹھتا ہوا ہوا۔ وہ دونوں پھر اپنے گھر کی راہ لیکر وہاں سے نکل گئی۔



زیاد گھر آیا تو اس کی نظر اپنی گاڑی کے پاس ملازم پہ پڑی وہ تعجب سے اس کی طرف دیکھنے لگا پھر سامنے آکر دیکھا تو کہا۔

کیا کر رہے ہو؟

وہ صاحب جی کل گارڈ نے آپ کی گاڑی ٹھیک سے لاک نہیں کی تھی میں بس وہی کرنے آیا تھا تو یہ کچھ گند ملا آپ شاید ہم سے کہنا بھول گئی تھے اس لیے سوچا صفائی کر لوں۔ ملازم جس کا کام ہی صفائی کا ہوتا تھا زیاد کے پوچھنے پہ اس نے جلدی سے جواب دیا اور ٹیشو پیپر کی طرف اشارہ کہ اس کو اٹھا رہا تھا۔ زیاد نے ایک نظر اس کے ہاتھ میں رکھے ٹیشو پیپر زد دیکھے جو آرزو نے لاپرواہی سے رکھ دی تھی تھے استعمال کے بعد نہ اس نے باہر پھینکنے کا کہا تھا اور نہ اسے خود باہر پھینکنے کا خیال آیا تھا۔

یہ مجھے دو۔ زیاد نے اس کے ہاتھوں سے پیپر چھیننے والے انداز میں لیے۔
 میں جو کام کہوں بس وہی کیا کرے میری اجازت کے بغیر میری چیزوں ہاتھ مت
 لگائیے گا دوبارہ۔ زیاد نے سخت لہجے میں اس کو وارن کیا اور اندر کی طرف جانے لگا تو
 اس کی نظر لان میں چائے پیتی ماہی بیگم پہ پڑی تو اس کو یاد آیا انہوں نے کوئی بات
 کرنی تھی زیاد نے ٹیشو پیپر زاپنی پینٹ کی جیب میں ڈالے اور ان کی طرف جانے لگا۔
 اسلام علیکم چچی۔ زیاد ان کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھ کے بولا۔
 وعلیکم اسلام جاگنگ سے آئے ہو؟ ماہی بیگم نے مسکرا کر اس سے پوچھا جو بلیک ٹریک
 سوٹ میں ملبوس تھا
 جی۔ زیاد نے جواب دیا۔
 چائے پیو گے۔ ماہی بیگم نے پوچھا۔

نہیں میں تو اب فریش ہونے جا رہا تھا اور صبح کو میں چائے وغیرہ نہیں پیتا بس جو س
 وغیرہ پیتا ہوں اندر جا رہا تھا تو یاد آیا کل آپ نے کوئی بات کرنی تھی مجھ سے اس لیے
 آپ کو دیکھا تو یہی آگیا۔ زیاد نے پوری بات کی۔
 ہاں بات تو کرنی تھی پر جانے تمہیں وہ بات کیسی لگے۔ ماہی بیگم نے تمہید باندھی۔
 آپ کھل کے بات کرے۔ زیاد نے ہاتھ ٹھوری پہ رکھے کہا۔

میں چاہتی ہوں تمہیں اب شادی کر لینی چاہیے ماشاء اللہ سے پچیس سال کے اُپر کے ہونے والے ہو۔ ماہی بیگم نے کہہ دیا۔

شادی؟ زیادہ تصدیق چاہی۔

ہاں شادی۔ ماہی بیگم کو اس کا ایساری ایکٹ سمجھ نہ آیا۔

میں نہیں کروں گا کبھی۔ زیادہ بڑے آرام سے جواب دیا

کیا میرا حق نہیں تم پہ زیادہ مانا کہ ماں نہیں ہوں تمہاری پر ہمیشہ اپنے بچوں کی طرح ہی چاہا ہے میں نے۔ ماہی بیگم دکھ سے بولی

ایسا نہیں مجھ پہ آپ کا حق ہے پر میں شادی نہیں کرنا چاہتا میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ زیادہ نے جلدی سے کہا

کیوں نہیں کرو گے؟ ماہی بیگم نے جاننا چاہا۔

میری زندگی میں ابھی ان چیزوں کی گنجائش نہیں۔ زیادہ نے سنجیدگی سے کہا۔

گنجائش نکالنی پڑتی ہے اور شادی ہر کوئی کرتا ہے۔ ماہی بیگم نے اپنی بات پہ زور دیا۔

کرتیں ہو گے پر میں نہیں میں نے تو خالا جان کو ہی ٹالا کہ شادی نہیں کروں گا جب

ملے گی اپنی پسند کے مطابق تو کروں گا۔ زیادہ نے کہا۔

تمہیں کسی ساتھی کی ضرورت ہے زیاد جس کو تم اپنا مقدم پاؤ اور جس سے تم اپنے دل کی ہر وہ بات کرو جو کسی اور سے نہیں کرتے۔ ماہی بیگم نے گہری سانس بھر کے کہا۔ اس سے کیا ہو گا۔ زیاد کا لہجہ طنزیہ ہوا۔

تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہو گا سکون ہو گا تمہارے اندر کہ کوئی ی ہے تو ہے جو بس تمہارا ہے جس سے تم جب چاہے اپنے دل کا حال بتا سکتے ہو اور جو ہر وقت تمہارے ساتھ ہو گی۔ ماہی بیگم نے اس کو بچوں کی طرح سمجھایا۔

اچھا تو ایسی کوئی ی لڑکی ہے آپ کی نظر میں جو مجھے سکون دے سکے؟ زیاد نے سوال کیا۔

تم شادی کے لیے مان جاؤ لڑکی مل جائے گی۔ ماہی بیگم مسکرا کر بولی۔

تین سال کا وقت دے۔ زیاد نے بڑے آرام سے کہا۔

بوڑھا پے میں شادی کرنے کا ارادہ ہے کیا۔ ماہی بیگم نے گھور کے کہا۔

نہیں تین سال میں میرا بزنس بہت اچھے سے اسٹابلش ہو جائے گا اس کے بعد شادی کا بھی سوچوں گا۔ زیاد نے جیسے احسان کیا۔

تین سال بعد بھی سوچو گے۔ ماہی بیگم کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

بلکل شادی ایک بہت بڑا فیصلہ ہے اور میں ایسے ہی کسی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کروں گا۔ زیادہ سنجیدگی سے کہا۔

تمہارا بزنس اسٹا بلیش تو ہے اور کیا رہ گیا ہے۔ ماہی بیگم نے بات بدلی۔

بس کچھ رہتا ہے۔ زیادہ پُراسراریت سے بولا۔



ہزاروں دعاؤں چاہتوں محبتوں اور خوشیوں کے لازوال خزانوں کے ساتھ آپ کونئی صبح مبارک ہو۔

روشنا آج پھر نئی نمبر پہ اس کا مسیج دیکھ رہی تھی۔

نمبر بند کر دیتی ہوں۔ روشنائی سوچا۔

میں کیوں اس بد تمیز انون انسان کے لیے اپنا نمبر بند کروں بس اس کے مسیج اگنور کیا کر لوں گی۔ روشنائی نیا عہد کیا خود سے۔

آپی آپ کالج نہیں جا رہی کیا؟ آرزو اس کے کمرے میں آکر بولی۔

میں تیار ہوں تمہارے پاس آنے والی تھی۔ روشنائی مسکرا کر اس کو دیکھ کے کہا جو فل تیار کھڑی تھی۔

پیاری لگ رہی ہیں۔ آرزو نے تعریفی انداز میں روشناسے کہا جو پیرٹ کلر کے شلوار
 قمیص میں تھی اور خوبصورتی سے ڈوپٹے کا حجاب پہنا ہوا تھا
 شکریہ میری بہن۔ روشناسے سر جھکا کے ادب سے کہا جس پہ آرزو ہنس دی۔
 اماں ہم جارہے ہیں۔ وہ دونوں باہر آئی تو میشن پہ کپڑے سلتی زرینہ بیگم سے بولی۔
 ہم اللہ کی امان میں۔ زرینہ بیگم مصروف سی بولی۔
 جنگ پہ تھوڑی جارہے ہیں۔ آرزو نے اپنا بولنا ضروری سمجھا۔
 صبح میرا دماغ خراب نہ کرو جاؤ اور جا کر اپنی ٹیچر کا کرو۔ زرینہ بیگم نے گھور کے کہا
 جس پہ آرزو نے منہ بنایا پر روشناسے ہنس دی اس کی شکل دیکھ کر۔
 چلیں آپ یہاں تو میری عزت ہی نہیں۔ آرزو نے روٹھے لہجے میں کہا اور باہر جانے کا
 رستہ عبور کر گئی۔
 میں چھوڑ دوں۔ روشناسے آرزو کو اسکول چھوڑے اب اکیلے کالج جارہی تھی جب علیدان
 آہستہ گاڑی چلاتا اس سے بولا۔
 نہیں۔ روشناسے سنجیدگی سے انکار کیا۔
 منزل ایک ہے تو سفر ایک ساتھ کرنے میں کیا حرج ہے۔ علیدان نے بڑے دلکش
 انداز میں کہا جس پہ روشناسے تیکھی نظروں سے دیکھا جس پہ علیدان گڑ بڑا کہ بولا

میرے کہنے کا مطلب ایک ہی کالج جا رہے ہیں تو میرے ساتھ آ جاؤ اور پیدل چل کر
 اور تھک جاؤں گی۔ علیدا ان نے اس کا لال چہرہ دیکھ کے کہا۔
 میرے تھکنے کی پرواہ تم مت کرو۔ روشنا رک کے بولی۔
 آپ کو میں برا کیوں لگتا ہوں اتنا۔ علیدا ان نے فرصت سے اس کی طرف دیکھ کے
 پوچھا۔

تم مجھے اچھے کیوں لگو گے۔ روشنا نے جھنجھلاہٹ سے الٹا اس سے پوچھا۔
 پوائنٹ ہے۔ علیدا ان نے اس کو داد دی۔

ہم دوستی کر لیتے ہیں میں بہت اچھا دوست ثابت ہو گا آپ کے لیے۔ علیدا ان گاڑی
 سے نکل کے اس کے پاس آ کر بولا اس کے اس طرح سامنے آنے پر روشنا نے یہاں
 وہاں دیکھا جہاں روڈ پہ گاڑیاں آ اور جا رہی تھی۔

یہ بیچ سڑک پہ تمہیں کیا سوچھی ہے باتوں کی۔ روشنا نے گھور کے کہا۔
 گاڑی میں بیٹھو پر باتیں کرتے ہیں۔ علیدا ان نے آفر دی۔
 نہیں۔ روشنا نے پھر انکار کیا۔

اتنی ضد کیوں۔ علیدا ان نے پوچھا

ضد میں کر رہی ہوں کے تم اگر میں نہیں آنا چاہتی تو بس نہیں آنا چاہتی تم چاہیے کہ اپنے راستے جاؤ پر نہیں تم ہو کہ بحث کیے جا رہے ہو۔ روشناس کی بات پہ غرا کر بولی۔ اففف اتنا غصہ۔ علیدا ان نے کانوں پہ ہاتھ رکھا کیوں کی اس کی آواز تیز ہو گئی تھی جس سے کچھ لوگ ان کو ایسے کھڑا دیکھ کر رک گئیے تھے۔

بیٹی کیا یہ لڑکاتنگ کر رہا ہے۔ ایک بزرگ نے یہی اندازہ لگایا جس پہ علیدا ان شک میں ان کی طرف دیکھا جب کی روشناس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔ جی انکل پچھلے دس منٹس یہ لڑکا میرا راستہ روکے کھڑا ہے جس سے میں کالج نہیں جا پارہی۔ روشناس نے مسکنیت سے کہا جب کی علیدا ان حیرت کے غوطے کھا رہا تھا۔ کیوں بھئی اکیلی لڑکی کو تنگ کر رہا ہے۔ ایک لڑکا علیدا ان کے پاس آکر اس کو دھکا دیتا بولا جس سے علیدا ان کچھ قدم پیچھے ہٹا تھا روشناس نے بے ساختہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔ ایسا کچھ نہیں ہم جانتے ہیں ایک دوسرے کو۔ علیدا ان کو غصہ تو بہت آیا پروہ کوئی ی تماشا نہیں چاہتا تھا اس لیے صلح انداز میں کہا۔

اچھا تو کیا لڑکی جھوٹ بول رہی ہے ماں نے یہ تربیت کی ہے۔ دوسرا بھی اس کے پاس آکر بولا جس پہ علیدا ان نے زور سے اس کے منہ پہ پنج مارا۔

لڑکے کی چیخ پہ دوسرے لڑکے نے علیدا ان کو مارنا چاہا جس پہ علیدا ان نے اس کا ہاتھ وہی روک کے مڑور ڈالا۔

یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے اس لیے دفع ہو جاؤ تم سب۔ علیدا ان نے ایک جھٹکا دے کر اس کا ہاتھ چھوڑا جس سے وہ توبہ کر کے نکل گئی۔ علیدا ان نے ایک تیز نظر سامنے کھڑی روشنا پہ ڈالی جو حیرت اور ڈر کے ملے جلے تاثرات لیے کھڑی تھی۔

اب چلنا ہے یا کسی اور اپنے رشتیدار کا انتظار کروں گی۔ علیدا ان نے طنز یہ کہا جس پہ روشنا ڈر کر کچھ قدم دور ہوئی اس کو علیدا ان سے خوف آیا اس نے کبھی اس کو اتنا غصے میں جو نہیں دیکھا تھا روشنا بنا کچھ کہے جلدی سے گاڑی کا لاک کھول کے بیٹھ گئی اس کی پھرتی پہ علیدا ان نے کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ آگئی سارا غصہ جھاگ کی طرح ختم ہو گیا اس کی یہ مسکراہٹ دور بیٹھے گاڑی میں زیادنے بڑے غور سے دیکھی تھی وہ بھی کالج ہی جا رہا تھا جب اس نے علیدا ان کی گاڑی رکتی دیکھ کر اس کے پاس جانے کا سوچا مگر جب اس کو لڑکی سے بات کرتا دیکھا تو اس نے اپنی سوچ بدلی اور ایسے ہی دیکھنے لگا جو مسکرائے چہرے سے لڑکی سے مخاطب تھا اس کو روشنا کو پہچاننے میں ایک منٹ نہ لگا تھا پر وہاں لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر وہ گاڑی سے اتر ہی تھا کہ علیدا ان کو ان سے لڑتا اور سب کو جاتے دیکھ کر اس نے اپنے قدم پیچھے لیے اور گاڑی میں بیٹھا وہ

گاڑی سٹارٹ کرنے والا تھا پر نظریں اپنے دوست علیداں پہ تھی جواب مسکراتا
ڈرائی یونگ سیٹ پہ بیٹھ رہا تھا۔

کیا علیداں مریضِ محبت میں مبتلا ہوا ہے؟ زیاد نے دور جاتی گاڑی کو دیکھ کر خود سے
کہا۔

یہ لڑکا ہی رہ گئی تھی۔ زیاد بڑبڑاتا گاڑی چلانے لگا۔
سوری مجھے اندازہ نہیں تھا بات اتنی بگڑ جائے گی۔ روشنانے سنجیدگی سے ڈرائی یو کرتے
علیداں سے کہا۔

تو بات کرنے سے پہلے اندازہ لگا لیا کرے کہ اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ علیداں نے بنا
دیکھے کہا۔

سوری۔ روشنانے شرمندگی سے کہا۔

سوری سے کیا یہ ریٹیل لائی فف ہے کوئی ڈراما یا فلم نہیں کہ آپ ایسے لوگوں
سے بولے گی کہ یہ لڑکا آپ کو چھیڑ رہا ہے اور وہ لوگ پھر اس کو مارنے بیٹنے لگے
پھر لڑکا جھوٹ موٹ میں کہے گا یہ میری بیوی ہے اور ناراض ہوگئی ہے وغیرہ
وغیرہ بات اور بگڑ سکتی تھی وہ لوگ پولیس کو فون کر سکتے تھے میں پولیس سے نہیں
ڈرتا پر میرے والدین کی عزت تو ضرور خراب ہوتی نہ اور آپ کی وجہ سے کسی انجان

عاشر بائی یک پہ اپنے گھر جارہا تھا جب راستے پہ اس نے گاڑی کے سامنے ایک لڑکی کو پریشان کھڑا دیکھا جو شاید کسی کو کال کرنے میں بزی تھی اس نے سوچا گزر جائے پر لڑکی چھوٹی عمر اور سنسنان سڑک دیکھ کر اس نے مدد کرنے کا سوچا اور بائی یک روک دی۔

عینی جو اپنی دوست کی طرف جارہی تھی اور راستے میں گاڑی خراب ہونے پہ اس کو گھبراہٹ ہونے لگی ایک تو وہ آج ڈرائیور کے ساتھ نہیں آئی تھی اور نہ اس کے ساتھ کشمالا تھی اس لیے اب وہ گاڑی سے باہر نکل کر کبھی زارون یا کبھی اشرف کو کال کر رہی تھی جس پہ دونوں میں سے ہی اس کو ریسپونس نہیں مل رہا تھا اور اپنے سامنے بائی یک کھڑی ہوتے دیکھ کر اس نے ڈر لڑکے کو دیکھا جو اس کی ہی عمر کا ہوگا۔ کیا میں آپ کی کچھ مدد کروں؟ عاشر اس کو گھبراہٹا دیکھ کر نرمی سے پوچھنے لگا اس کی بات پہ عینی نے سکون کا سانس لیے اس کو لگا تھا شاید بد معاشی کرے گا پر نہیں اس نے غور سے عاشر کی طرف دیکھا جو وائیٹ شلوار قمیص پہنے ہوئے تھا اور چہرے پہ ہلکی بیئی رڈ ہونے کی وجہ سے وہ بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا جب کی اس کے ڈمپلز چھپے ہوئے تھے اور بالوں کو اس نے پف کی شکل سے سیٹ کیا تھا۔ اور خود عینی بلیک ٹاپ اور بلیک

جینز پیٹ میں تھی اور کندھوں تک آتے بال اس کے کھلے ہوئے تھے جو بار بار اس کے چہرے پہ آرہے تھے۔

اگر جائی زہ لے لیا ہو تو بتائے ورنہ میں جاؤں۔ عاشر اس کی نظریں خود پہ ٹکی دیکھ کر بولا۔

نہیں وہ دراصل میری گاڑی اچانک خراب ہو گئی ہے مجھے اپنی دوست کی طرف جانا تھا۔ عینی کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے۔

گھر پہ کسی کو فون کرے۔ عاشر نے مشورہ دیا۔

اپنے بھائی یوں کی تھی پروہ کال اٹینڈ نہیں کر رہے کیوں کی آج ان کا اسپورٹس میچ ہے اس میں بڑی ہو گے۔ عینی نے پریشانی سے بتایا۔

میں آپ کی گاڑی ضرور چیک کرتا پر مجھے ان کو ٹھیک کرنے کی نالج نہیں۔ عاشر نے صاف گوئی سے بتایا

اچھا۔ عینی اٹک کے بولی۔

یہاں تو کوئی کیب ٹیکسی نہیں آئے گی اس لیے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ عاشر نے اس کے چہرے کو ایک نظر دیکھ کے نظریں جھکائے بولا۔

کیا۔ عینی نے فورن سے پوچھا

اگر آپ ایزی ہو تو میری بائی یک پہ پیچے سے بیٹھ جائے میں آپ کو بس اسٹاپ پہ
چھوڑ دیتا ہوں وہاں آپ کوئی کیب دیکھ کے اس پہ چلی جانا جہاں جانا ہو۔ عاشر نے
بتایا۔

اگر میں گر گئی تو۔ عینی نے ڈر کے پوچھا۔
میں آہستہ بائی یک چلاؤ گا آپ گرے گی نہیں۔ عاشر اب کی سر اٹھا کر مسکرا کر بولا
جس پہ اس کے چھپے ڈمپلز نمایاں ہوئے عینی کی نظریں اس کے گالوں پہ پڑتے ڈمپلز پہ
اٹک گئی تھی اس نے کبھی سوچا نہیں تھا زیاد کے علاوہ کسی کے ڈمپل اتنے
خوبصورت ہو گے وہ بھی دونوں گالوں پہ جب کی زیاد کے بس بائی یں گال پہ پڑتا تھا۔
میں گاڑی سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی لے آؤں۔ عینی اس کے چہرے سے نظر
ہٹاتی بولی اور گاڑی سے اپنا موبائل اٹھا کر جینز پینٹ کی جیب میں ڈالا اور دوسرے میں
کیز رکھی اور گاڑی کو لاک لگائے عاشر کے سامنے کھڑی ہوئی جو نظریں جھکائے بیٹھا
تھا۔

کیسے بیٹھتے ہیں؟ عینی نے الجھ کر پوچھا۔
آپ کبھی بیٹھی نہیں یا کبھی کسی کو دیکھا نہیں۔ عاشر نے سوال کیا

دیکھا ہے پر بیٹھنے کا تجربہ فرسٹ ہے اللہ کرے آخری نہ ہو۔ عینی آخری بات منہ
 بڑ بڑائی ی جو عاشق نے سن لی تھی جس پہ اس نے اپنی مسکراہٹ چھپائی ی۔ عینی نے
 بائی یک پہ جیسے تیسے کر کے بیٹھ گئی اس نے سوچا عاشق کے اسٹائی ل میں بائی یک پہ
 بیٹھے پر اپنی سوچ پہ لا حول و لا قوت پڑھتی لڑکیوں کے انداز میں بیٹھی اور عاشق سے کہا۔
 میں بیٹھ تو گئی ہوں پر پلیز آپ کی عی ر فلی چلانا۔

جی جی۔ عاشق نے فرمانبرداری سے کہا اور بائی یک سٹارٹ کی تو عینی نے گھبرا کر عاشق
 کے کندھے پہ ہاتھ رکھ دیا جس پہ اب عاشق کو بھی عجیب لگ رہا تھا کیوں کی اس کے
 ساتھ بائی یک پہ زیادہ تر آرزو ہی ہوتی تھی یا کبھی کبھار روشنا پر آج پہلی دفع اپنے ساتھ
 کسی اجنبی لڑکی کو بیٹھا دیکھ کر اس کو آکورد فیل ہوا اُپر سے اپنے کندھے پہ اس کے
 ہاتھوں کا نرم ملائی م لمس آرزو تو ہمیشہ فاصلہ کیے بیٹھتی تھی وہ ہاتھ کبھی کندھے پہ نہیں
 رکھتی تھی کیوں کی اس کو عادت تھی اس لیے بے فکر ہو کر بیٹھتی تھی عاشق نے سانس
 ہوا میں خارج کی اور آہستہ آہستہ بائی یک چلانے لگا تب بھی عینی کو ڈر لگ رہا تھا کہ وہ
 ضرور گرے گی اس نے اپنی آنکھوں کو زور سے بند کر دیا تھا اور ہاتھوں کی گرفت اس
 کے کندھوں پہ سخت کی تھی عاشق نظر انداز کرتا بائی یک کو بس اسٹاپ پہ روکا جہاں

ایک بس پہلے ہی رکی ہوئی تھی پر وہ عینی کو بس پہ تو نہیں بیٹھا سکتا تھا اس لیے کسی کیب یا ٹیکسی کا ویٹ کرنے کا سوچا۔
 آئے کسی ٹیکسی کو دیکھے۔ عاشر نے عینی سے کہا وہ اٹھ بھی نہیں سکتا تھا کیوں کی عینی اس کو پکڑے بیٹھی تھی۔
 میں بچ گئی۔ عینی جو آنکھیں بند کیے آیت الکرسی کا ورد کر رہی تھی عاشر کی آواز سن کر جلدی سے بولی۔

جی الحمد للہ اب اپنے ہاتھ میرے کندھوں سے ہٹائے تو میں اٹھنے کی پوزیشن میں آؤں۔ عاشر کا دل کیا زور ہنسنے پر اس نے ہنسی پہ کنٹرول کیا اور عینی کو جواب دیا اس کی بات سن کر عینی کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ ہٹائے اور بائی یک سے نیچے اُتری تو عاشر بھی بائی یک سائیڈ بھی کی اور اس کا چہرہ دیکھا جہاں سفید رنگ اب سرخ ہو گیا تھا عاشر کو اس کے گالوں کا سرخ ہونا سمجھ میں نہیں آیا۔
 یہاں کھڑے ہوتیں ہیں کوئی سواری ملے تو آپ چلی جانا۔ عاشر نے روڈ پہ نظر جمائے کہا تو عینی نے سر ہلایا۔

میری دوست کا گھر یہاں سے بہت دور ہے تقریباً ایک گھنٹے تک کا سفر۔ عینی نے عاشر کو خاموش دیکھ کر بات کرنے کے غرض سے بولی

جی اندازہ تھا مجھے اس لیے یہاں لے آیا آپ کو تاکہ کیب پہ جاسکے ورنہ جتنا آپ کا بائی یک پہ گریز تھا اس مطابق آج کی تاریخ میں آپ کا اپنی دوست کی طرف جانا ممکن نہ تھا۔ عاشر نے بات کہتے ہی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ دیا تھا اور وہاں چلا گیا جب کی عینی کا عاشر کی عام انداز میں کہی بات طنزیہ لگی۔

یہاں آئے۔ عاشر نے عینی کو ایک جگہ اسٹل کھڑا دیکھ کے پکارا جس پہ وہ اس کی طرف آئی۔

آپ کو یہ وہاں تک چھوڑ دے گے جہاں آپ کہے گی۔ عاشر نے ٹیکسی ڈرائیور کی طرف اشارہ کر کے کہا تو اس نے ڈرائیور کو دیکھا جس کا رنگ بہت کالا اور چہرے پہ بہت بڑی ڈارھی اور مونچھیں تھیں عینی کو اس کو دیکھ کر بہت ڈر لگا وہ تھوڑا سا سرک کے عاشر کے پاس آئی اور چہرہ موڑ کے عاشر کے کان کے پاس بولی۔

یہ اگر مجھے کڈنیپ کر دے تو ان کی شکل تو ایسی لگ رہی ہے۔ اس کی بات پہ عاشر اپنی ہنسی نہ روک پایا۔

ہا ہا ہا۔ آپ ڈرے نہیں یہ محفوظ طریقے سے آپ کو چھوڑ دے گے۔ عاشر نے آرام سے کہا جس پہ عینی نے برا منہ بنایا اور بغیر بحث کیے ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

سنے انکل۔ عاشر نے ڈرائیور کو مخاطب کیا

جی بیٹا۔ ٹیکسی ڈرائی یو اپنا چہرہ ونڈو سے باہر نکالتا بولا۔

ان کو سہی سے آپ پہنچا دیجئی یے گا جہاں وہ چاہے۔ عاشر نے آہستہ آواز میں عینی کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

جی جی بلکل۔ ڈرائی یو نے سر ہلایا تو عاشر نے بھی اپنے قدم بائی یک کی طرف بڑھائے اور اپنے راستے چل دیا جب کی عینی نے دوبارہ آیۃ الکمر سی پڑھنے کا ورد شروع کیا۔



کروں کے نہ کروں۔ آرزو پچھلے آدھے گھنٹے سے موبائل ہاتھ میں لیے خود سے سوال کیے جا رہی تھی آج اس نے ایف بی پیہ زیادہ کا اکائی ونٹ دیکھا تھا تب سے اس نے سوچا مسیح کرے پر پتا نہیں کیوں ہمت نہیں ہو رہی تھی اس نے انسٹا گرام پہ مسیح کرنے کا سوچا پر اس میں بھی ہمت نہیں ہوئی ی اس لیے وہ کمرے میں بیڈ پہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ کیا کرے پھر اس نے آنکھیں بند کیے مسیح ٹائیپ کر کے بھیج دیا جو بس ہائے کا تھا۔

,Hi

وہ ایکٹو تھا پر مسیح سین نہیں ہوا تھا اس نے لگاتار ایک ہی مسیح سینڈ کیا۔

,Hi

,Hi

,Hi

,Hi

.ziyad me aarzu

آرزو نے کچھ دیر بعد پھر سے مسیج لکھ کے سینڈ کیا۔

کون آرزو؟ دس منٹ بعد رپلائے آیا آرزو تو اتنے سے ہی رپلائے ملنے پہ خوش ہو گئی اور کمرے میں گول گول گھوم کر نعرے لگانے لگی کہ دی زیاد خان زادہ نے اس کو رپلائے کیا وہ پورے کمرے میں ناچ رہی تھی پھر یکدم رک کے بیڈ پہ چڑھ کے

بیٹھ گئی اور موبائل آن کیا اس نے خود کو کوسا کہ فورن سے رپلائے کرنا چاہیے تھا وہ آف لائن ہو جاتا تو مگر اس کو ایکٹو دیکھ کر سکون کا سانس لیا اور جواب دیا۔

آرزو ایاز بھول گئی۔ کچھ دن پہلے ہی اتفاقی ملاقات بھی ہوئی تھی اور آپ نے مجھے اپنی گاڑی میں لفٹ دی تھی۔ آرزو نے لمبا مسیج لکھ کے بھیجا۔

زیاد اپنے کمرے میں بیڈ پہ ٹیک لگائے بیٹھائے موبائل میں بڑی تھا جب اس کو ہائے کا مسیج آیا اس نے اگنور کر دیا تھا کیوں کی وہ ایسے ہی بات کرنے نہیں بیٹھ جاتا تھا پھر تھوڑی دیر گزری کی بہت سارے ہائے کے مسیج آئے تو اس نے مسیج سین کیا تو لائن سے ڈھیر سارے ہائے کے مسیج تھے اس نے ڈی پی کھول کے دیکھی اس کو گمان ہوا کہ شاید اس نے ایک چہرہ دیکھ رکھا ہو پر چہرے کی ایک سائیڈ دیکھنے پہ وہ اندازہ نہیں لگا پایا اس لیے اگنور کر دیا پھر جب دوبارہ سے تیسری بار تعارف کا مسیج آیا تو اس نے نام دیکھ کر سائیڈ ٹیبل پہ نظر گھمائی جہاں لیمپ کے قریب بہت سلیقے سے اس نے استعمال شدہ ٹیشور کھے تھے وہ چاہ کر بھی ان کو پھینک نہیں پایا تھا وجہ اس کو معلوم نہ تھی پر اس نے جواب میں کون آرزو لکھتا کہ اس کو لگے وہ بھول گیا ہے پھر غیر ارادی طور پہ اس کو مسیج کے جواب کا انتظار ہونے لگا جو پانچ منٹ بعد آیا اور اس کی اتنے بڑے مسیج اس کے چہرے پہ ڈمپل ابھرا۔

ہاں کہو کیسے مسیح کیا؟ زیاد کو کچھ اور نہ سوچھا تو یہی لکھا اس کو سمجھ نہیں آیا وہ کنفیوز
 کیوں ہو رہا ہے۔ آرزو نے زیاد کا مسیح دیکھا تو لکھا۔
 ہاتھ سے کیا۔ اس کی جواب پہ زیاد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔
 اچھا یہ بتاؤ مجھے مسیح کرنے کی وجہ۔
 ہاں بہت سی وجوہات ہے ایک تو مجھے آپ سے بات کرنی تھی دوسری دوستی۔ آرزو
 نے آرام سے لکھ کے سینڈ کیا
 بات اور دوستی کیوں کونسا میں یا آپ مجھے جانتی ہیں۔ زیاد نے خود سے چھوٹی لڑکی کو
 آپ کہہ کر مخاطب کیا۔
 نہیں جانتے تو جان جائے گے۔ آرزو نے جواب پہ لکھ دیا۔
 چھوٹی ہوا بھی آپ۔ زیاد نے جانے کیا سوچ کہ یہ لکھا۔
 دوستی عمر دیکھ کر نہیں کی جاتی۔ آرزو نے فٹ سے زیاد کو مسیح کیا۔ زیاد نے بہت بار یہ
 مسیح پڑھا۔

مجھ سے دوستی کرنے کا ریزن؟ زیاد نے جاننا چاہا۔
 آپ خوبصورت ہوا ٹیٹیوڈ والے ہو اور آپ کی آنکھیں بہت پیاری ہیں آپ کا نام تک
 بہت یونیک سا ہے۔ آرزو نے اپنے مطابق وجہ بتائی۔ جب کی اس کی مسیح پہ زیاد کا

قہقہہ اس کے کمرے کی دیواروں نے پہلی دفع سنا تھا اور نہ تو بس انہوں نے اس کی وحشت بھری چیخ سنی تھی۔

اچھا تو بس یہ وجہ ہے؟ زیاد نے ہنسی کنٹرول کر کے جواب لکھا۔ آرزو کی نظریں موبائل اسکرین پہ اٹکی ہوئی تھی جب زیاد کا مسیج دیکھا تو لکھا۔

آپ بالکل ناولز کے ہیرو کی طرح لگے مجھے اس لیے میں نے آپ سے دوستی کرنے کا سوچا اور میں آپ کو تنگ نہیں کروں گی آپ بس دوستی کر لے۔ زیاد نے اس کے مسیج پہ حیرت سے اسکرین کو دیکھا اس کو آرزو اب اپنی عمر سے زیادہ بچی لگی۔

مجھ سے دوستی بھاری بھی پڑ سکتی ہے۔ زیاد نے اس کو ڈرانا چاہا۔

دوستی یقین کے ساتھ کی جاتی ہے اور آپ مجھے برے نہیں لگے جو میں یہ سوچوں کہ

آپ کی دوستی بھاری پڑے گی یا ہلکی آپ سے بس دوستی کرنی ہے مجھے۔ آرزو نے

عقل مندی کا ثبوت دیا جو بعد میں واقعی میں بھاری پڑ سکتا تھا۔ زیاد اس کے جواب پہ

ایمپریس ہوا اور یوں ہی ان دونوں کی دوستی کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔

وہ کونسا تعلق ہے جو تجھ سے نہیں

توں میرا دوست بھی، یار بھی، اور عشق بھی،



مجھے نام تو پوچھنا چاہیے تھا۔ عینی رات کو اپنے کمرے میں لیٹی عاشر کے بارے میں سوچ رہی تھی جب اس کو خیال آیا کہ اس نے عاشر سے نام نہیں پوچھا۔
 اگلی بار ملے گا تو نام ضرور پوچھو گی۔ عینی نے کشن کو ہگ کیے خود سے سوچا
 پر دوبارہ ملاقات ہوگی؟ عینی بے چین ہوئی کی جانے کیوں۔

ہاں ضرور ہوگی ایک دفع ہوئی تو دوبارہ بھی ہوگی۔ عینی نے خود کو سبز باغ دیکھائے
 اور ایسے ہی عاشر کو سوچتے ہوئے نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔



یاد و دن بعد امتحانات شروع ہیں۔ وقاص نے ان سب کو دیکھ کر کہا وہ سب کالج میں
 فری پیرڈ میں کینیٹین میں تھے۔

تو۔ احمد نے پوچھا۔

تو یہ کے امتحان کے بعد باہر جانے کا پلین کرتے ہیں۔ وقاص نے کہا۔

مجھے تو ڈیڈ نے بہت بار کہہ دیا تھا وہ مہینہ چھٹیوں جو ہو گا مجھے ان کے ساتھ بزنس میں
 گزارنا ہے۔ علیہ ان نے اپنے ہاتھ کھڑے کیے۔

اور مجھے گاؤ جانا تھا زمینوں کی دیکھ بھال کرنے۔ ہمایوں نے بھی اپنے ہاتھ کھڑے کیے
 پھر وقاص اور احمد کی نظریں زیادہ پیڑی جو دنیا جہاں سے غافل موبائل میں محو تھا۔

تمہارا کیا ارادہ ہے زیاد۔ زیاد کا دھیان نہ پا کر انہوں نے مخاطب کیا۔

ہممم کس بارے میں؟ زیاد نے موبائل ٹیبل پہ رکھتے پوچھا اس کا دھیان سراج کی بھیجی گئی ای ملیز چیک کرنے میں تھا جس سے وہ جان نہ پایا کہ یہ سب کیا بات کر رہے ہیں۔

نیند میں ہو؟ وقاص نے جل کے پوچھا۔

نہیں میرا دھیان نہیں تھا۔ زیاد نے آرام سے بتایا۔

ایکزیمنز کے بعد کیا کروں گے۔ ہمایوں نے پوچھا۔

پلاٹ دیکھا ہے میں نے اپنی کمپنی کہ کچھ فاصلے پہ ہے بہت اچھا اور خالی جگہ تھی میں وہاں اپنے نام کی کمپنی بنوانا چاہتا ہوں اس لیے وہ مہینہ فری ہو گا میرے لیے اس لیے میں وہاں کام دیکھوں گا۔ زیاد نے اپنا پلین بتایا۔

سونیا گروپ آف انڈسٹری جو ہے اس کا کیا۔ علیدان کو زیاد کا نیا پلین سن کر حیرت ہوئی۔

میں زیاد خانزادہ گروپ آف انڈسٹریز کھولنا چاہتا ہوں۔ زیاد نے سکون سے بتایا۔
مطلب ویلے ہی ہم ہیں۔ وقاص نے اپنے اور احمد کی طرف اشارہ کر کے ہنس کے کہا۔
مجھے سیکریٹری کی ضرورت ہے تم دونوں میں سے میرا ایک آفس کا بن جائے دوسرا گھر کا۔ زیاد نے اس کی بات پہ کہا۔

سیلری کتنی دو گے۔ زیاد کی بات پہ احمد نے آنکھیں گھمائی ی جب کی وقاص نے تجسس سے پوچھا۔

میں فلحال غریب آدمی ہوں تم دوست ہو مفت میں کام کر کے دینا۔ زیاد کچھ اچھے موڈ میں تھا اس لیے آرام سے بولا اس کی بات پہ وقاص بد مزہ ہوا جب کی ہمایوں احمد اور علید ان کا قہقہہ گونجا تھا زیاد کی بات پہ۔

تم اور غریب اللہ معاف کرے۔ وقاص نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔
ہاں نہ۔ زیاد نے پھر کہا۔

اتنے بزنس کے مالک ہو اور تین فلیٹس تمہارے نام ہیں اب بھی تم کہتے ہو میں غریب آدمی ہو۔ وقاص تو شاک میں تھا۔

وہ تو میری امی کے باپ کا بزنس تھا جو انہوں نے میری امی کے نام کیا اور میری امی نے میرے نام کیا میرا اپنا تو خود کا بنایا ہوا نہیں ہے نہ۔ زیاد نے اپنے مزاج کے برخلاف لمبی بات کی ہے۔

خیر ہے آج تم بہت لمبی گفتگو کر رہے ہو ورنہ تو بس یک لفظی جواب دیتے ہو۔ علید ان نے شرارت سے پوچھا تو زیاد نجل ہو گیا تھا۔

ایسا نہیں میں نے جسٹ بات کہی۔ زیادہ کمزور سی دلیل دی اب کیا کہتا آرزو کے اتنے لمبے مسیج پڑھنے کی وجہ سے اس کو عادت ہو گئی ہے لمبی گفتگو کی۔



آرزو ایک کام کروں گی میرا؟ آرزو آج نصرت بیگم کے گھر آئی تھی جب عاشق نے منت بھرے لہجے میں اس سے کہا۔

کام کے علاوہ جو کہوں گے وہ کروں گی۔ آرزو نے دانتوں کی نمائش کرتے کہا۔
پانچ منٹ کا بھی کام نہیں۔ عاشق نے پھر سے کہا۔

اچھا کیا۔ آرزو نے احسان کیا۔
میری یہ شرٹ استری کر دو۔ عاشق نے ہلکے پنک کلر کی شرٹ اس کے سامنے کر کے اور اپنے لہجے کو منت بھرا کیا۔

کیا ااااا۔ آرزو کو ہارٹ اٹیک آتے آتے رہ گیا۔
چیخ کیوں رہی ہو۔ عاشق نے کانوں پہ ہاتھ رکھے گھور کے بولا۔
تم نے بات ہی کچھ ایسی کہی۔ آرزو نے سانس بھر کے کہا

شرٹ استری کرنے کا ہی کہا ہے نہ کہتا وہ تو امی کی آج طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہیں اس لیے تم سے کہا مجھے تو آتی نہیں خود میں تمہارے کتنے

کام کرتا ہوں بال بناتا ہوں تمہارا پونی بناتا ہوں جب کہتی ہو تب آئی سکریم کھلانے کے لیے لے جاتا اور تم ہو بس۔ عاشر نے تقریر کرنے میں آج آرزو کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ تو بہ مجھے دو شرٹ۔ آرزو نے بیزاری سی شکل بناتے ہوئے اس سے شرٹ لی۔ یہ زیاد کون ہے؟ عاشر اپنی شرٹ آرزو کو دے کر وہی آیا تھا جہاں وہ استری کر رہی تھی شرٹ اور اس کا موبائل لیکر وہ کھڑا تھا جب اس کی ایف بی پیہ بس زیاد اور خود کی چیٹ دیکھی تو پوچھا۔

زیاد خانزادہ میرا دوست ہے۔ آرزو نے مسکرا کر بتایا۔ آرزو ایسے سوشل میڈیا پہ دوست نہیں بناتے جسے آپ جانتے نہ ہو اور یہ تو عمر میں بھی تم سے بڑا ہے تم نے کیا کرنا ہے اس سے دوستی کر کے وہ بھی ایک لڑکے سے۔ عاشر نے اس کے جواب پہ سمجھایا۔

وہ بہت اچھا ہے اور عمر کی کیا بات کہی اور دوسری کے یہ وہی ہیں جس کی آپ باتیں مجھے بتاتی تھی اور میں تمہیں۔ آرزو نے اس کو رلیکس کیا۔ روشنا آپ جانتی ہے یہ بات؟ عاشر نے سوال کیا۔

شاید نہیں کیوں کی انہوں نے پوچھا نہیں اور میں نے بتایا نہیں۔ آرزو نے کندھے اُچکاے۔

وہ جس طرح کا بتاتی ہے میرا نہیں خیال پھر تمہیں بات کرنی چاہیے۔ عاشر نے پھر کہا۔
وہ ایسے نہیں آپی بس فرسٹ ایمپریشن ازدی لاسٹ ایمپریشن کی بات کو بہت
سیرئی سلی لے لیا ہے۔ آرزو نے مزاق کہا۔

اچھا جو بھی پر تم احتیاط کرنا ایسے ہر کسی پہ یقین کرنا ٹھیک ہے بھی نہیں۔ عاشر نے
شرٹ اس کے ہاتھ سے لیکر کہا کیوں کی آرزو استری کر چکی تھی۔
عاشر ناراض ہو گیا کیا۔ اس کو جاتا دیکھ کر آرزو نے انگلی دانتو تلے دبائے خود سے پوچھا۔



ایک ماہ بعد۔
ان سب کے ایکز امز ہو گئی تھیں علیہ ان نے اپنے باپ کے ساتھ آفس جانا
شروع کیا تھا جو ابھی بس ایک مہینے کے لیے تھا زیادہ کبھی اپنے آفس جاتا تو کبھی پلاٹ پہ
کام ہوتا دیکھنے جاتا سارا دن مصروف گزر جاتا جب رات بھی ایسے فائی لز میں
سر دی ئی ہوتے ہوتا و قاص اور احمد مری گئی ہوتے ہوتے ہمایوں پنڈی چلا گیا تھا
جو اس کا ابائی شہر تھا یہاں کراچی میں تو بس وہ پڑھائی کے سلسلے میں آتا تھا۔
عینی نے دوبارہ عاشر سے ملنے کی بہت دعائیں کی تھی پر اس کی ملاقات نہ ہو سکی جس
سے مایوں ہو کر اس نے سوچ لیا تھا کہ اتفاق بس ایک دفع ہوتا ہے بار بار نہیں اس لیے
وہ بھی اپنی زندگی میں پہلے کی طرح مگن ہو گئی تھی۔

آرزو نے زیاد کے ساتھ دوستی کے بعد کچھ دن بات کی تھی تھوڑی بہت ہی سہی پر دن میں ضرور ہوتی تھی جب کی اس کے زیاد کو ہر وقت آف لائن ہوتا دیکھ کر اس کی مصروفیت سمجھ کے اس نے رابطہ نہیں کیا تھا

روشناس دن کے بعد علیہ ان کو غلط سمجھنا چھوڑ دیا تھا اور اب کبھی کبھار اگر وہ بات کرتا تو وہ آرام سے جواب دے دیتی تھی انون نمبر پہ مسیجز کا سلسلا ابھی تک ختم نہیں ہوا تھا۔

عاشق اپنے پڑھائی اور آرزو کی فرمائی شوں میں مصروف ہوتا تھا یا تو اپنے دوستوں کے ساتھ کبھی کوئی میچ وغیرہ ہوتا تو اس میں وہ اپنے آپ میں مگن تو نہیں پر زیادہ تر اپنے دنیا میں ہی رہتا تھا۔



سران پہ آپ کے سائی ان چاہیے۔ زیاد اپنے کیمین میں لیپ ٹاپ یوز کر رہا تھا جب ایک لڑکا جس کا نام اولیس تھا وہ نوک کرتے اندر آ کر بولا۔

ہم رکھ دو میں کر دوں گا۔ زیاد نے لیپ ٹاپ پہ نظر جمائے بولا۔

اوکے سر۔ اولیس فائی مل ٹیبل پہ رکھتا باہر نکل گیا۔ زیاد لیپ ٹاپ بند کرتا موبائل اٹھایا جہاں ڈھیر سارے مسیجز تھے اس نے گہری سانس لی اور واٹس ایپ کھولا اور گروپ چیٹ میں گیا جہاں بس وہ پانچوں باتیں کرتے تھے۔

زیادہ ہم آرہے ہیں واپس مری سے۔

علیدان ہم آرہے ہیں واپس مری سے

ہمایوں ہم آرہے ہیں واپس مری سے۔

وقاص کا ایک مسیج ہر ایک کے نام پہ دیکھ کر اس نے نفعی میں سر ہلایا۔

مجھے تو لگتا ہے ڈیڈ نے سالوں کا کام میرے لیے سنبھال کر رکھا ہوا تھا ایک ختم نہیں ہوتا

کہ دوسرا آ جاتا ہے کام بزنس نہیں ہو گیا اسٹار پلس کا سیریل ہو گیا۔ علیدان کا میسج پڑھ

کر اس کی ہنسی نکل گئی۔

میں تو پر جوش تھا کہ بس کہ دیکھ بھال کروں گا زمینوں کی کہ کسان کیسے محنت کرتا ہے

ہر یہاں مالک ہو کر بھی مجھے اپنا آپ مالی محسوس ہو رہا ہے۔ ہمایوں کی حالت جان کر

اس کو افسوس تو ہوا پر ہنسی بھی بہت آئی کیوں کی وقاص اور احمد نے بہت سارے

ہنسے نے اور قہقہہ کے ایمو جز بھیجے تھے اور دل جلانے والے ہارٹ ایمو جز۔

مطلب ایک مہینہ تم لوگوں پہ بہت بھاری گزرا ہے بس ایک ہفتہ پھر ایک سال کا

رلیف اس کے بعد بس ساری زندگی یہی سب فیل کرنا ہے۔ زیادہ ان دونوں کے

زخموں پہ اور نمک چھڑکا پھر مطمئن ہوتا چچی ئی رہے پشت ٹکا گیا آنکھیں بند کی تو ایک چہرہ

سامنے لہرایا زیادہ جلدی سے آنکھیں کھولی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اس نے ایک نظر

ٹیبیل پہ رکھی موبائل پہ ڈالی اور ہاتھ بڑھا کر اس کو اٹھایا اور انسٹا گرام پہ دیکھا جہاں وہ ایکٹو تھی آرزو کو ایکٹو دیکھتا زیادنے لب دانتوں تلے کچلا اس کا دل کیا مسیج لکھ کے بھیجے پر جانے کیوں ہمت نہیں ہو رہی تھی اس کا دل کیوں چاہ رہا تھا بات کرنے کو اس کو نہیں تھا پتا جانے کیوں وہ خود سے چھوٹی لڑکی سے بات کرنے وقت احتیاط کرتا تھا اور کنفیوز ہوتا تھا زیاد عجیب کشمکش میں مبتلا تھا اس نے موبائل واپس ٹیبیل پہ رکھی اور وہ فائی مل دیکھنے لگا جو ابھی ایک لڑکار کھ کہ گیا تھا زیاد نے سائی ن کرنے سے پہلے فائی مل چیک کی اس نے انٹر کام اٹھایا اور مینیجر سے کہا۔

اویس نور کو میرے کبین میں بھیجو۔ زیاد نے کہہ کر انٹر کام رکھ دیا۔

جی سر آپ نے بولا یا۔ اویس جلدی سے حاضر ہوا۔

فائی مل بنانے وقت پڑھی نہیں تھی کیا۔؟ زیاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

پ پڑھی تھی۔ اویس نے ہکلاہٹ سے کہا۔

تو اتنی غلطیاں کیوں ہے اگر پڑھی تھی اب دوبارہ ٹھیک سے پوری آنکھیں کھول کے

دیکھو اور دوبارہ میرے پاس لے آنا تب کروں گا سائی ن۔ زیاد نے سخت لہجے میں کہا۔

سوری سر میں دوبارہ ٹھیک سے کروں گا۔ اویس نے جلدی سے فائی مل اٹھا کر کہا۔

جاؤ اب۔ زیاد نے باہر جانے کا کہا تو وہ ایسے غائب ہوا جیسے گدھے کہ سر سے سنگ۔ زیاد نے اپنا دھیان دوبارہ لیپ ٹاپ پہ مرکوز کرنا چاہا پر نظریں بار بار بھٹک کر موبائل میں پڑ رہی تھی آخر زیاد نے دماغ کی ان سنی کرتادل کی آواز پہ لبیک پڑھا اور موبائل اٹھا کر مسیج سینڈ کیا۔

ہائے،

آرزو مہک سے بات کر رہی تھی جب زیاد کا مسیج آیا اس کو حیرت سے زیادہ خوشی ہوئی کیوں کی زیاد نے خود اس کو مسیج کیا تھا آرزو نے جلدی سے مہک سے ہائے کیا اور زیاد کی چیٹ میں گئی۔

ہیلو۔ کیسے ہیں آپ؟ آرزو نے حال چال پوچھنا چاہا۔ آرزو کے رپلائے پہ زیاد نے گہری سانس لی اس کو اپنے اندر ایک سکون اُترتا محسوس ہوا۔

میں ٹھیک۔

آپ کیسی ہو؟ زیاد نے بھی حال چال کے بارے میں پوچھا۔

مجھے آپ نہ کہا کرے۔ آرزو کو اپنے لیے آپ کا لفظ پسند نہیں آیا تو اس نے جلدی سے زیاد سے کہا۔

کیوں؟ زیاد کو ہنسی آئی۔

میں اتنی بھی بڑی نہیں کہ آپ مجھے آپ کہے۔ آرزو نے مسیج سینڈ کیا۔

ہاں یہ تو ہے اب بتاؤ تم کیسی ہو؟ زیاد نے دوبارہ پوچھا۔

میں بالکل ٹھیک۔ آرزو نے فورن سے جواب دیا۔

پڑھائی کے علاوہ کیا کرتی ہو؟ زیاد کو کچھ اور نہ سوچھا تو یہی پوچھا۔

ناولز پڑھتی ہوں ڈائری لکھتی ہوں۔ آرزو نے اپنی مصروفیت بتائی۔

کیا میں کال کر سکتا ہوں؟ زیاد نے اس کا مسیج پڑھ کے پوچھا اس کا دل کیا اب اس کی آواز سنے۔

ضرور۔ آرزو نے بنا سوچے اجازت دے ڈالی وہ اس وقت اپنے کمرے میں تھی زرینہ بیگم پڑوس میں تعزیت کرنے گئی تھی جب کی روشنا بھی اپنے کمرے میں تھی۔ زیاد نے جب آرزو کی رضامندی جانی تھی ایک منٹ کی دیر کیے بنا کال کر ڈالی۔

مجھے لگا شاید تم انکار کروں گی کہ کال کیوں۔ زیاد نے اس کے کال اٹھانے پہ گھمبیر آواز میں کہا۔

ایسا کیوں لگا؟ آرزو نے زیاد کی بھاری اور گھمبیر آواز سنی تو پہلے اس کا دل جانے کیوں گھبرا یا پر وہ سنبھل کر اپنے انداز میں آکر پوچھنے لگی۔ زیاد نے آرزو کی آواز سن کر چیئی رہے اپنی پشت ٹکائی اور آنکھیں بند کر کے کھولی پھر کہا۔

بس مجھے لگا۔

ہمم غلط لگا ویسے۔ آرزو نے ہنس کے کہا۔ آرزو کے ہنسنے کی آواز سن کر زیاد کو اپنا دل زور سے دھڑکتا محسوس ہوا آرزو سے ملنے کے بعد جو اس کے اندر فیلینگز آگئی تھی وہ پہلے کبھی اس نے محسوس نہیں کی تھی زیاد کو لگا شاید ہی کوئی اور آواز اتنی خوبصورت ہوگی جتنی آرزو کے ہنسنے کی اس کو خوبصورت لگی دل موہ لینے والی ایک خوبصورت گیت۔ زیاد نے اپنا ہاتھ دل پہ رکھا جیسے اس کو باز رکھنا چاہ رہا ہو۔ تمہارے ہنسنے کی آواز بہت اچھی ہے۔ زیاد تعریف کیے بنا نہ رہ سکا۔ شکریہ۔ آرزو نے عام انداز میں کہا جیسے کوئی نئی بات نہ ہو یا پھر اس نے زیاد کے لہجے پہ غور نہیں کیا تھا۔

تم کس کلاس میں ہو؟ زیاد نے دوسرا سوال کیا۔
فرسٹ ایئر کی ہو اور میں تو B.S.C. پارٹ ون کئی رکھتا ہوں تا اگر دو سال فیل نہ ہو جاتی تو۔ آرزو نے ہمیشہ والا جملہ دہرایا۔

اچھا فرسٹ ایئر بھی ٹھیک ہے۔ زیاد نے اس کی بات پہ ہنسی کنٹرول کی ہے۔
ہاں اور آپ کس کلاس کے ہیں؟ اب کی آرزو نے پوچھا۔
تمہاری آپ نے نہیں بتایا۔ زیاد کا لہجہ اچانک بدل گیا۔

بتایا ہو گا یاد نہیں۔ آرزو لا پرواہی سے بولی۔
 بزنس کے لاسٹ ای ئی رمیں ہوں۔ زیادہ بتایا
 اچھا پر آپ کو یونیورسٹی میں ہونا چاہیے تھا نہ بزنس پڑھتے ہیں تو۔ آرزو نے حیرت سے
 پوچھا۔

کالج میں نہیں ہو سکتا میں کیا؟ زیادہ مسکرا کر پوچھا۔
 نہیں میں نے ایسے ہی پوچھا۔ آرزو نے کندھے اچکائے۔
 یونی میں پڑھائی کر سکتا تھا پر میں نے کالج میں ہی پڑھائی پوری کرنا ٹھیک
 سمجھا۔ زیادہ بتایا۔
 سہی کتنے سمسٹر ہو چکے ہیں آپ کے؟ آرزو نے نیا سوال پوچھا۔
 ایکز امز ہو چکے ہیں۔ زیادہ نے لفظ ”سمسٹر“ پہ گہری سانس بھر کے بتایا۔
 ایکز امز۔ آرزو نے لفظ دوہرایا۔



آگئیے تم سب سچی میں تو چھٹیاں ختم ہونے پہ پہلی دفع شکر ادا کر رہا ہوں۔ علیہ ان
 ان تینوں کو دیکھ کر بولا جب کی زیادہ نہیں تھا ان سب کے ساتھ اور وہ اس وقت ہمایوں
 کے فلیٹ میں تھے۔

ہم نے تو انجوائے کیا۔ وقاص نے مزے سے بتایا۔

تم چپ رہو۔ علیدا ان نے گھور کے کہا۔

ہاہاہا۔ احمدا نے زور سے قہقہہ لگا یا۔ تو ہمایوں نے ہاتھ میں پکڑا کشن اس کو دے مارا۔

زیاد کہاں ہے آیا نہیں۔ ہمایوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ہاں وہ بڑی ہے تم اب جا کر پاپ کورن چپس کھانے پینے کی چیزوں کا انتظام کرو تب

تک ہم کوئی ی اچھی سی مووی لگاتے ہیں۔ وقاص نے جواب دے کر حکم دیا۔

تم سائی ونڈ سسٹم چلا لو۔ ہمایوں نے جاتے ہوئے کہا۔

نو۔ وقاص نے زبان چڑائی ی جس پہ وہ گھور کر کچن کی جانب چلا گیا۔

اچھی چلانا۔ علیدا ان آرام سے صوفے پہ ٹیک لگائے بولا۔

ڈونٹ وری زبردست قسم کی مووی میں تمہیں دیکھانے والا ہوں۔ وقاص نے کالر

جھاڑ کے فخر یہ بتایا اور سب سے پہلے اس نے لائی ونج میں ساری بتیاں بجھا دی گلاس

ڈور جس میں لان کا منظر دیکھتا تھا وہاں سے آگے پردے گرا دیے اور موبائل کی ٹاریج

آن کرتا وہ ٹی وی کو اپنے موبائل پہ کنیکٹ کیا۔

کیا کوئی ی ہارر مووی لگا رہے ہو۔ علیدا ان نے ٹیک چھوڑ کر سیدھا بیٹھ کر پوچھا کیوں کی

ایک تورات کے گیارہ بجے کا وقت تھا دوسرا وقاص نے اندھیرا کر دیا تھا اس کو یہی لگا کہ

شاید ہارر مووی ہو۔

نہیں میرے بہادر دوست ہار نہیں رومانٹک مووی ہے۔ وقاص نے مزے سے بتایا۔

میں ہمایوں کہ ساتھ سامان یہاں لے آنے کچھ مدد کر لوں۔ احمد کائی ونچ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

تواندھیرا کیوں کیا ہے۔ علید ان احمد کے جانے کے بعد اپنی بات وہی سے شروع کی۔ فیل کرو کہ تم سینئ مامیں ہو۔ وقاص نے مزے سے کہا اور رموٹ ہاتھ میں پکڑ کر کائی ونچ کے قریب بیٹھ گیا علید ان بھی اس کی بات پہ نفعی میں سر ہلاتا دوبارہ ٹیک لگائے بیٹھتا تب تک ہمایوں اور احمد بھی کھانے کی چیزیں لے آئے تھے اور ٹیبل پہ رکھ دی وقاص نے جلدی سے پاپ کورن کا بؤل اٹھالیا ہمایوں نے لیز چپس اٹھائی اور علید ان جہاں بیٹھا تھا اس صوفے پہ پشت ٹکائی قالین پہ بیٹھ کر اور کشن گود میں رکھ دیا احمد بھی اپنی جگہ کائی ونچ پہ بیٹھ گیا وقاص نے سب کو ایک نظر دیکھا اور فلم سٹارٹ کر دی۔

روح داری تیری میری
جو ہم نے کہی رب نے مانی
کہنے لگی خاموشی جو ہم نے سنی

رب نے مانی یہ بارشیں ہے نور کی

جو مل گیا جو مل گیا ساتھ تیرا

ہوئی ی جی ہوئی ی عشق میں ہمرازی

ہوئی ی جی ہوئی ی عشق میں ہمرازی

ہوئی ی جی ہوئی ی عشق میں ہمرازی۔

فلم دیکھتے وقت علیہ ان کا دھیان روشنی کی طرف چلا گیا اس کو زونی میں وہ تو سالار میں

اپنا آپ لگ دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی تھی پہلے والی بیزاری

دھکاوٹ سب ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

یہ دونوں ویسے زیاد اور مس حجاب کی طرح نہیں۔ وقاص نے پاپ کورن میں ڈالے

آہستہ سے احمد سے سوال کیا۔

ہمم لڑتے تو وہ بھی شاید ایسے ہی پر سالار تو زونی سے پیار کرتا ہے جب کی زیاد

نفرت۔ احمد نے ہاں بھی کی اور اس کی بات رد بھی۔

ہاں تو پیار کی شروعات زیادہ تر نفرت سے ہوتی ہے۔ وقاص نے اپنا فلسفہ جھاڑا۔

نہ کرو علیداں اور وہ مس حجابن کہو کچھ میچ بھی ہو اور زیادہ پیار وہ بھی اس مس حجابن نیور۔ احمد نے ناسکوڑ کے کہا جس پہ وقاص نے گردن موڑ کے علیداں کو دیکھا جو پوری طرح فلم دیکھنے میں مگن تھا اور چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

لگتا ہے علیداں کو بھی زونی میں مس حجابن دیکھ رہی ہے۔ وقاص نے احمد کے کان میں سرگوشی کی۔

ہو سکتا ہے۔ احمد نے جواب دیا۔

ویسے یہ مس حجابن وہی ہے جو کالج کے فرسٹ ڈے پہ کہہ رہی تھی کہ کتوں کی طرح پیچھے کیوں آرہے ہو۔ وقاص نے ہنس کے کہا۔

اچھا مجھے نہیں یاد میں اپنی بے عزتی کرنے والوں کو یاد نہیں رکھتا۔ احمد اس کی بات سن کر منہ بگاڑ کے بولا۔

یاد بھی کیسے ہوگا لسٹ جو بڑی ہے۔ وقاص نے بڑبڑایا۔

ویسے اس کی اینڈنگ کیا ہے۔ احمد نے اس کی بڑبڑاہٹ نہیں سنی تھی اس لیے فلم پہ سونگ چلنے پہ اس نے پوچھا۔

رائی ٹرنے مجھے بتا کر نہیں لکھی تھی۔ وقاص جل کے بولا

مطلب فرسٹ ٹائی م دیکھ رہے ہو۔ احمد نے اس کی بات پہ اندازہ لگایا۔

بلکل ٹیلی فلم ہے پاکستان کی اور وہ بھی پہلی فلم جس پہ نودنوں میں تیس ملین ویوز آئے ہیں۔ وقاص نے ایسے بتایا جیسے جانے کیا بات ہو۔

اچھا لڑکے کی اتنی ایکٹنگ ٹھیک تو نہیں۔ احمد نے نقص نکالا۔

اچھی خاصی تو نقل کر رہا ہے فیروز خان پہ۔ وقاص نے ہنس کے کہا۔

فیروز خان کون؟ احمد نا سمجھی سے پوچھا۔

اے مشیت خاک کا ہیر و مستجاب۔ وقاص نے پاپ کورن میں ڈالے مزے سے بتایا۔

ایک تو تم لڑکیوں کی طرح سارے ڈرامے دیکھتے رہتے ہو۔ احمد بیزار سا بولا۔

تم لوگوں نے اگر باتیں ہی کرنی تھی تو فلم کیوں لگائی ہے ٹی وی پہ۔ ہمایوں کی نظر

ان دونوں پہ پڑی تو گھور کے بولا۔

ہم نے کہا ڈاریکٹر نے لگائی ہے۔ وقاص نے معصومیت سے جواب دیا کوئی اور کچھ

کہتا اس سے پہلے علیہ ان کا موبائل رنگ ہوا۔

تم لوگوں دیکھو میں زیاد کی کال سن کے آیا۔ علیہ ان نے موبائل پہ زیاد کو کرتا دیکھا

تو ان سے کہا۔

زیاد کی کال تھی اٹھ تو ایسے گیا جیسے گرل فرینڈ کی ہو۔ وقاص نے اس کے اس طرح

جانے پہ تبصرہ کیا۔

ہاں زیاد کیا بات ہے؟ علیدا ان لائی ونج سے نکل کر لان میں آ گیا تھا۔
 بڑی تو نہیں تھے کیا کر رہے تھے؟ زیاد نے پیشانی مسلتے پوچھا۔
 ہم سب ہمایوں کے فلیٹ پہ ہیں روپوش فلم دیکھ رہے تھے۔ علیدا ان کو جانے کیوں یہ
 بتاتے ہوئے ہنسی آئی۔

اچھا تو ہنس کیوں رہے ہو؟ زیاد کو اس کا ہنسنا سمجھ نہیں آیا۔
 ایسے ہی تم بتاؤ اس وقت کال کی خیریت۔ علیدا ان نے ہاتھ میں بندھی گھڑی میں وقت
 دیکھ کر پوچھا جو بارہ بجے سے اُپر کاٹائی م بتا رہی تھی۔
 ہاں وہ تمہارے فادر میرے ساتھ ایک پروجیکٹ کرنا چاہتے ہیں۔ زیاد نے سنجیدگی
 سے کہا
 واؤ دیٹس گریٹ مجھے تو ڈیڈ نے نہیں بتایا۔ علیدا ان نے پہلے خوشی بعد میں نا سمجھی سے
 بولا۔

ڈونٹ نو مجھے بھی کچھ دیر پہلے بتایا۔ زیاد نے کندھے اچکا کر جواب دیا۔
 اچھی بات ہے۔ علیدا ان مسکرا کر بولا۔

اچھا اب رکھتا ہوں تم دیکھو روپوش فلم۔ زیاد نے اس کی بات پہ کہا۔
 ہا ہا حاضر و تم بھی دیکھنا مزے کی ہے۔ علیدا ان نے ہنس کے کہا۔

آگئی پہلے تو ایسا کچھ نہ تھا اور اب صبح سویرے ہی اس کی ماں کہہ رہی تھی کہ کالج نہ جانا تمہیں دیکھنے کچھ لوگ آئے گے۔

آر و کونسا تمہارا کہا جو اتنا حیران ہو رہی ہو۔ آرزو کی اس طرح چیخ پہ زرینہ بیگم نے ہلکہ سا تھپڑ رسید کیا اس کی پیٹھ پہ کیوں کی آرزو کی غلطی یہ تھی کہ وہ ان کے قریب بیٹھی تھی۔

افف اماں ایک آپ کی چیل دوسرا آپ کا تھپڑ۔ آرزو اٹھ کر کچھ دور ہوئی ی ان سے۔ اماں یہ اچانک میرے رشتے کی بات کہاں سے آگئی۔ روشنا حیرت سے نکل کر پوچھنے لگی۔

اچانک نہیں بہت دنوں سے راشیدہ نے اچھا اور مناسب رشتہ بتایا تھا ان کو تمہاری پڑھائی سے کوئی مسئی لا نہیں ہوگا اس لیے بولا لیا ان کو۔ زرینہ بیگم نے بتایا۔ پر پھر بھی۔ روشنا نے احتجاج کرنا چاہا۔

اور کچھ نہیں بچیوں کی جلدی شادی کرنی چاہیے تمہارے بیس کے ہونے کے بعد ہی میں شادی کروانا چاہتی تھی مگر تمہارے بابا نے کہا کہ صبر کرو ورنہ تب اور اچھے رشتے تھے۔ زرینہ بیگم نے احتجاج رد کیا۔

اماں ان کو بھی بس دو تین سال ہوئے ہیں کہہ تو ایسے رہی ہیں جیسے جانے کتنے برس
 بیت گئی ہو۔ آرزو نے بیزار سی شکل بنائی۔

اگر چیل کھانے کا دل کہہ رہا ہے تو بتادو۔ زرینہ بیگم اس کے بار بار پیچ میں بولنے پہ سختی
 سے بولی جس پہ آرزو نے ہونٹوں کے اُپر انگلی رکھ دی۔

جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔ روشناسنجیدگی سے کہتی اٹھ گئی۔

روشنانے بعد میں تمہارے ہاتھ پیلے کرتی ہوں۔ زرینہ بیگم روشنانے جواب پہ خوش
 ہو گئی تھی پھر ان کی نظر آرزو پہ پڑی جو خاموشی سے وہاں دیکھ ہی تھی جہاں روشنا
 گئی تھی تبھی وہ گھور کے آرزو سے بولی۔

بعد کیوں ساتھ میں کر لے خرچہ کم ہو گا۔ آرزو کہتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی پتا
 تھا اب چیل ضرور پڑتی اگر مزید بیٹھتی تو۔

یہ بے شرم جانے کس پہ گئی۔ زرینہ بیگم اس کی بات پہ بڑبڑانے لگی۔

میرے جیسا طلبگار تم کو کہاں ملے گا۔

روشنا کمرے میں آکر لیٹ گئی تھی جب مسیج کی بپ کی آواز پہ اس نے بے دلی سے
 موبائل اٹھایا اور خالی نظروں سے مسیج پڑھا۔

حسرتیں۔۔۔ حیرتیں۔۔۔ تمنائیں۔

ہاں پتا ہے اب بتاؤ کیا ہے جو تمہارے پیٹ میں درد کر رہی ہے۔ عاشر نے مسکراہٹ دبائے پوچھا۔

آج آپ کو دیکھنے آئے گے کچھ لوگ۔ آرزو نے رازدارانہ اندازہ میں بتایا۔
ہاں امی کورات میں بتایا تھا خالانے۔ عاشر نے بڑے آرام سے اس کا سسپینس ختم کیا۔
ہے مطلب تم جانتے ہو۔ آرزو نے برا منہ بنایا۔
ہاں جی۔ عاشر ہنس کے بولا۔

اچھا تو میں رکھتی ہوں کال یہ بتانے کے لیے کی تھی پر تم تو مجھ سے پہلے بات جانتے ہو۔ آرزو نے کہہ کر کال بند کر دی۔
پاگل۔ عاشر موبائل کو دیکھ کر ہنس کے بولا



ایسے یہاں باڈی بنانے سے کیا آپ اس لڑکے کا مقابلہ کرے گے جس نے آپ کو ہسپتال کہ آئے سی یو میں پہنچا دیا۔ سول زاویار کے کمرے میں جو پیش اپس کر رہا تھا اس کو دیکھ کر طنزیہ کرنے لگی۔

چھوٹی ہو چھوٹی بن کر رہو۔ زاویار اٹھتا کمرے میں کھرے ملازم سے تولیہ لیکر غصے سے سول کو دیکھ کر کہا۔

برو آپ گھر میں کب تک رہو گے اس زیاد جو کوئی ی بھی ہے اس سے بدلا کیوں نہیں لیتے جس کی وجہ سے ڈیڈ نے بھی آپ کی انسلٹ کی اور کالج میں بھی خارج کیا گیا جب کی وہ سب تو جارہے ہیں کالج۔ سول نے اب کی ٹون بدل کر زاویار کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے کہا۔

بدلاتو میں لیکر رہوں گا اور ایسا لوں گا کہ زیاد مرنے کی تمنا کرے گا۔ زاویار نے نفرت بھرے لہجے میں کہا جب کی آنکھوں میں شعلے بھڑک رہے۔

کب برو آپ کا دل نہیں کرتا اس زیاد نامی لڑکے کو شوٹ کر دے جس کی تعریفیں آپ کا باپ کرتا ہے۔ سول نے اس کے دل میں لگی آگ کو مزید سلگایا۔
شوٹ میں تو اس کا وہ حال کروں گا کہ نہ وہ مرنے والوں میں سے ہو گا اور نہ جینے والوں میں سے۔ زاویار اپنا شیطانی استعمال کرتا بولا۔

ایسا کیا کروں گے آپ؟ سول نے تجسس سے پوچھا۔

ویٹ اینڈ وائچ مائے لٹل سسٹر وقت آنے دو پھر دیکھنا میں کرتا کیا ہوں۔ زاویا سول کے کندھوں پہ بازو رکھتا پرسرا لہجے میں بولا۔



آپ کی بیٹی نظر نہیں آرہی۔ روشنا کو دیکھنے کے لیے ایک عورت جو لڑکے کی ماں تھی جو اپنا نام آصفہ بتا رہی تھی وہ اور اپنی نند کے ساتھ آئی ی تھی ان کو آئے آدھا گھنٹہ

ہو چکا تھا پرا بھی تک روشنا نہیں آئی تو انہوں نے چائے پیتے ہوئے سوال کیا جب کی ان کی نند سمو سہ اور پکوڑے کھانے میں مست تھی جیسے پہلی دفعہ ملا ہو یاد و بارہ کبھی نہ ملنے کا ڈر ہو۔ آرزو تو بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کنٹرول کیے بھیٹی تھی۔

دراصل آنٹی آپ یہاں نہیں اس لیے آپ کو نظر نہیں آرہی وہ تو اپنے کمرے میں ہیں۔ آرزو نے بڑے آرام سے تیر مارا جس پہ وہ عورت شرمندہ ہوئی۔

آرزو جاؤ بہن کو لے آؤ۔ زرینہ بیگم نے بڑے ضبط سے آرزو سے کہا ورنہ ان کا دل کر رہا تھا مہمانوں کا لحاظ کیے بنا اس کو چیل دے مارے۔

جی۔ آرزو نے اپنی ماں کی وارن کرتی آنکھوں کو دیکھ کر اٹھنے میں ہی عافیت جانی۔
آنٹی آرام سے کھائے کیوں چھینے گا نہیں آپ سے کچھ۔ آرزو نے جاتے ہوئے ان کی نند سے کہا جو دو سمو سے ایک ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھی اس کو اب اُلٹی آرہی تھی اتنے ندیدوں کی طرح اس کو کھاتا دیکھ کر اس لیے شرمندہ کرنے کی خاطر بغیر لحاظ کیے بھگو بھگو کر تیر مارا۔

آرو۔ زرینہ بیگم نے دانت پیستے اس کا نام لیا۔
جاتی ہوں اماں۔ آرزو کہتے فورن سے نکل گئی۔

بہن جی برامت ماننا پر اپنی بیٹی کو سمجھائے اتنی زبان چلانا اچھی بات نہیں ہوتی۔ آصفہ خاتون نے آرزو کے جانے کے بعد کہا جس پہ زرینہ بیگم نے بس مصنوعی مسکرا کر سر ہلایا۔

چلے بلیک بیوٹی آپ کا بلاوا آیا ہے۔ آرزو روشنا کو پیچھے سے حصار میں لیتی بولی جو بلیک کلر کے شلوار قمیص میں تھی فل اور بلیک شیفون کا ڈوپٹہ اچھے سے سیٹ کیا تھا سر پہ بنا کوئی میک اپ کیے اس کا چہرہ چمک رہا تھا روشنا نے اپنے کندھے پہ ٹھوڑی رکھی آرزو کے چہرے کو دیکھا اور اس کے گال پہ ہاتھ رکھ کے گہری سانس لیکر کہا۔ میرا دل نہیں۔

میری جان باہر بڑے نمونے ہیں جن کا تعارف ابھی آپ کے سسرال کا دیا جا رہا ہے مگر میں گرینیٹی دیتی ہوں رشتہ نہیں ہو گا اس لیے آرام سے بس پانچ منٹ ان کا شو برداشت کرے۔ آرزو نے ایسے ہی اس کو پیچھے سے گلے لگا کر عام انداز میں اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے کہا۔

اچھا چلو۔ روشنا نے کہا

آپ جائے مجھے تو ان کی شکلیں دیکھ کر اکتاہٹ اور دل میں عجیب سا پتا نہیں کیا فیل ہو رہا ہے۔ آرزو کو سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہے۔

چلو تم۔ روشنانے گھور کے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لے گئی۔

بیٹی تو آپ کی بہت پیاری ہے۔ روشنا اور آرزو باہر آئے تو آصفہ خاتون نے جلدی اس کو اپنے برابر میں بیٹھایا اور اس کو دیکھ کر کہا۔

ماشاء اللہ۔ زرینہ بیگم نے مسکرا کر کہا جب کی روشنا کو الجھن ہو رہی تھی اس خاتون کا ہاتھ بار بار اپنے سر پہ پھیرتا دیکھ محسوس کر کے پر مجبور تھی اس کو آرزو کی بات ٹھیک لگی سچ میں کوئی نمونہ لوگ تھے۔

ہمیں تو آپ کی بیٹی پسند آئی رشتہ پکا سمجھے آپ۔ اس دفعہ نند نے کہا تو زرینہ بیگم نے راشدہ کو دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں ان کو تسلی دے رہی تھی۔

ایسا کیسے رشتہ پکا ہم بھی تو پہلے لڑکا دیکھے گے اگر پسند آیا تو رشتہ پکا۔ آرزو نے بڑے اماؤں کی طرح ہاتھ کو ہلا ہلا کر کہا زرینہ بیگم کا دل کیا اپنا تھا پیٹ لے۔

ہاں تو دیکھ لیں آپ یہ ہی تصویر۔ لڑکے کی ماں نے جلدی سے اپنے ڈوپٹہ میں بندھا ہوا فوٹو نکلا جو انہوں نے چھپا کر بادھ رکھا تھا روشنانے تو کوئی دھیان نہیں دیا پر زرینہ بیگم کو ان کی حرکت جاہلانا لگی بھلا تصویر کو آج کل کون ایسے ڈوپٹے میں باندھتا ہے جب کی آرزو نے مڑوڑی ہوئی پکچر کو دیکھ کر دل کیا زور سے قہقہہ لگائے کہ کس دور سے ہیں آپ۔

لڑکا تو پچاس کی عمر کا ہو گا۔ آرزو نے بڑی معصومیت سے لڑکے کی تصویر دیکھ کر پوچھا جس میں ایک تیس سال مرد کی تصویر تھی بال ماتھے پہ ناہونے کے برابر تھے جب کی ناک بھی کافی لمبی لگی مونچھیں تو سرے سے تھی ہی نہیں چھلے ہوئے آلوں کی طرف چہرہ تھا۔

اے لڑکی نظر خراب ہے کیا پچاس کی تو میں اس کی ماں نہیں تو بیٹا کہاں سے ہو گا۔ آصفہ خاتون تو آرزو کی بات پہ بھڑک اٹھی۔

غصہ کیوں ہو رہی ہیں میں نے تو ایسے ہی پوچھا نکل کے بال نہیں تھے مجھے لگا بڑھتی ہوئی عمر کی وجہ سے کمزوری ہو گئی ہو گی اور ناک تو آپ رہنے ہی دے اور چہرہ اللہ معاف کرے لگتا ہے کسی نے اس پہ ٹرک چلا لیا ہوا اتنی صاف تو کسی کی کھیت بھی نہیں ہو گی جتنا آپ کے بیٹے کا چہرہ ہے کلیننگ والا عام الفاظوں میں کہا جائے تو چھلا ہوا آلوں۔ آرزو نے فوٹو اپنے سامنے کیے کسی رپورٹر کی طرح ان کے بیٹے پہ تبصرے کیے زرینہ بیگم نے اپنا سر پکڑ لیا روشنابڑے مشکل سے ہنسی کو کنٹرول کیے ہوئے تھی جب کی آصفہ خاتون ان کی نند منہ پہ ہاتھ رکھے آرزو کی چلتی ہوئی زبان دیکھ رہے تھے۔ یہ آپ کی بیٹی میرے گبرون جو ان بیٹے کو انکل اور چھلا ہوا آلوں کہہ رہی ہیں آپ کچھ کہہ نہیں رہی اس کو یہ تھمیز ہے اس کی۔ آصفہ خاتون نے زرینہ بیگم سے کہا۔

ہا ہا ہا ہا گبروں جو ان بیٹا اففف اللہ ہا ہا۔ آرزو نے ان کی بات پہ زور سے قہقہہ لگا کر
 روشنا کو اپنی ہنسی کنڑول نہیں ہوئی تو وہ اٹھ کر چلی گئی۔
 ہمیں نہیں کرنا ایسے گھر میں رشتہ جہاں چھوٹو کو بات کرنے کی تھمیر نہ ہو۔ وہ دونوں
 اٹھتی ہوئی بولی جب کی آرزو ابھی تک پیٹ پہ ہاتھ رکھے ہنس ہنس کے لوٹ پھوٹ
 ہو رہی تھی۔

ارے بہن بچی ہے یہ تو آپ بیٹھے تو۔ راشدہ نے جلدی سے ان کو روکنے کے لیے کہا۔
 نابابانہ ہم چلتے ہیں وہ کہتی اپنی نند کو چلنے کا اشارہ کرنے لگی۔ جب کی زرینہ بیگم ویسے ہی
 اپنا سر پکڑے بیٹھی تھی۔
 اپنے گبروں جو ان بیٹے کی تصویر تو لیکر جائے۔ ان کو جاتا دیکھ کر آرزو نے اپنا ہاتھ لہرا کر
 کہا جس میں فوٹو تھا آصفہ خاتون منہ بناتے اس کے ہاتھ سے فوٹو لیا اور تن فن کرتی گھر
 سے نکل گئی راشدہ بھی ان کے پیچھے چلی گئی۔

اماں نہیں۔ آرزو نے جب زرینہ بیگم کو چیل اُتار کے دیکھا تو کہا۔
 کیا نہیں نالائق شرمندہ کروادیا سب کے سامنے۔ زرینہ بیگم نے چیل اچھالی آرزو
 جلدی سے بچاؤ کے لیے جھک گئی۔

وہ لوگ لائی ق نہیں تھے اماں اور آپی خوش نہ تھی لڑکا پورہ آٹھواں عجوبہ تھا اور میری بہن تو ملکہ ہے اس کے لیے کوئی شہزادہ آنا چاہیے نہ کے چھلا ہوا آلوں۔ آرزو نے جب دوسرے چپل پہ زرینہ بیگم ہاتھ دیکھا تو وضاحت کرنے لگی۔

شہزادے محلوں میں رہنے والے لڑکیوں کے لیے آتے ہیں یہاں جو پڑیوں میں نہیں۔ زرینہ بیگم نے باقاعدہ نشان لیکر چپل اس کی طرف اچھالی جو آرزو کے ماتھے پہ لگی۔

نہیں جی محلوں میں رہنے والی لڑکیوں کے لیے نہیں بلکہ قسمت سے ملا کرتے ہیں شہزادے اور دیکھ ئی یے گا میری بہن کے لیے شہزادہ ہی آئے گا جو گھوڑے پہ نہ سہی پر بڑی سی گاڑی میں آئے گا اور شان و شوکت کے ساتھ میری بہن کو لے جائے گا۔ آرزو اپنا ماتھا مسلتی نروٹھے انداز میں کہہ کر اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔

جا کہاں رہی ہوں میں نے آج تمہیں چھوڑنا نہیں آروا چھا خاصا رشتہ ضائع کر دیا۔ زرینہ بیگم تیز آواز میں بولی پر آرزو جا چکی تھی۔

یا اللہ اس کو عقل دے۔ زرینہ بیگم تھک ہار کے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

آج لگتا ہے میں ہواؤں میں ہوں آج اتنی خوشی ملی ہے۔ آرزو کمرے میں آکر موبائل پہ گانا چلا کر اب گول گول گھوم کر ڈانس کر رہی تھی جیسے رشتہ اس کی بہن کا نہیں خود کا ٹوٹا ہوں۔

عاشر کو تو آج کی اپ ڈیٹ دوں۔ آرزو ایسے ڈانس کرتے کرتے عاشر کا خیال آیا تو خود سے بولی وہ فورن سے بیڈ پہ چڑھی اور اس کا نمبر ڈائی ل کرنے لگی۔
افف ایک تو کام کے وقت عاشر کا نمبر نہیں لگتا۔ آرزو نے بار بار عاشر کے کال کرنے پہ بھی جواب نہ ملا تو خود سے بولی۔

ایف بی یا انسٹا گرام پہ زیادہ کودیکھتی ہوں کیا پتا ایکٹو ہو۔ آرزو نے موبائل ٹھوڑی پہ رکھتے پر سوچ لہجے میں کہا یہ خیال آتے ہی اس کا چہرہ کھل اٹھا
یس یس ایکٹو ہیں۔ آرزو نے جب انسٹا پہ زیادہ کودیکھا تو خوشی سے نعرہ لگا یا اور ڈائی ریکٹ کال کر ڈالی۔

زیادہ میٹنگ روم میں تھا جب اس کا موبائل بجامیٹنگ میں بیٹھے سب کی نظریں زیادہ کی موبائل پہ پڑی جو رنگ کر رہا تھا اسد اللہ بھی وہاں موجود تھے زیادہ جو بلیک تھری پیس پہنے سامنے پر ریٹیشن دیتے اپنے سکیٹری کو دیکھ رہا تھا موبائل بجنے پہ اس نے سب کو دیکھا جس کی نظر خود پہ اٹکی دیکھی تو اس نے اپنا سیل فون دیکھا آج وہ موبائل

سائی لینٹ پہ لگانا بھول گیا تھا ورنہ وہ اکثر میٹینگ کے دوران موبائل سائی لینٹ پہ کرتا تھا زیادہ کال کرنے والے ہستی کو دیکھنے چاہا اس نے آرزو کی آئے ڈی پہ کال دیکھی تو کہا۔

اٹس امپورٹنٹ آپ کی ئی ری آن کرے میں کچھ منٹس میں آتا ہوں۔

مسٹر خانزادہ یہ ڈیل یقیناً کال سے زیادہ ضروری ہے اور آپ کا یہاں رہنا ابھی ضروری۔ عطاء اللہ جو میٹینگ روم تھے انہوں نے زیادہ سے سنجیدہ ہو کر کہا ان کی بات پہ اسد اللہ نے بھی تائیید کی۔

کال اٹس امپورٹنٹ آپ کی ئی ری آن کرے میں آتا ہوں اور میں نہ ہوں تو بھی کیا ہوا میرا سکیڑی ہے یہاں۔ زیادہ اپنی بات پہ زور دیتا وہاں نکل گیا پورے میٹینگ ہال میں سناٹا چھا گیا تھا اسد اللہ سوچ میں پڑ گئی کہ ایسا کون ہو گا جس کی کال پہ زیادہ کڑوروں کی میٹینگ پہ ہونے والی ڈیل کو نظر انداز کر گیا۔

مسٹر خانزادہ سے ہمیں ایسی امید تو نہیں تھی کیا بزنس اس طرح ہوتے ہیں۔ زیادہ کے جانے کے بعد ایک آدمی نے کہا وہ زیادہ کی اس حرکت پہ بہت خائف نظر آ رہا تھا۔ ہاں کہو۔ زیادہ اپنے کین میں آکر چچی ئی رہے بیٹھ کر آرزو سے کہا۔ بڑی تھے آپ دو دفع کال کرنے پہ اٹینڈ نہیں کیا۔ آرزو نے سوال کیا۔

تھا پر اب فری ہوں تم بتاؤ کیسی ہوں اسکول نہیں گئی کیا۔ زیاد نے باندھی گھری پہ وقت دیکھا جہاں صبح کے بارہ بج رہے تھے۔

نہیں آج پتا ہے کیا ہوا۔ آرزو نے پر جوش آواز میں پوچھا زیاد کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔

بتاؤ گی تو پتا لگ جائے گا۔ زیاد نے جیئی رہی پشت ڈکا کر آنکھیں بند کر کے کہا۔

اچھا تو دل تھام کے سنئیے گا۔ آرزو نے گلا کھنکھار کے کہا۔

تم سے بات کرتے وقت میں اپنا دل تھام ہی لیتا ہوں۔ زیاد کے منہ سے بے ساختہ

پھسلا۔

NEW ERA MAGAZINE

Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

مطلب؟ آرزو کو سمجھ نہیں آیا۔

آکھ نہیں تم بتاؤ کیا ہوا آج۔ زیاد نے اپنی آنکھیں کھول کے جلدی سے کہا تو آرزو نے

مسکرا کر سب کچھ آج ہوا بتا دیا جسے سن کر زیاد مسکرا نے لگا اس کو وہاں کیا ہوا انٹرسٹ

نہیں تھا اس کو انٹرسٹ اس میں تھا کہ آرزو بتا رہی تھی اور آرزو کی تھوڑی بھی بات

اس کے لیے اب خاص بن گئی تھی اور اس کی وجہ اس کو آج تک سمجھ نہیں آئی تھی

تھی کہ کیوں۔

ہممم تو تمہاری آپنی کارشتہ نہیں ہوا۔ زیاد نے اس کی بات پوری ہونے پہ کہا۔

ہاں نہ وہ لڑکا میری آپی کے قابل نہ تھا کہاں میری آپی اتنی خوبصورت پیاری اور کہاں ہو چلغوزہ۔ آرزو نے اس کا نیا نام رکھ لیا اس کی بات پہ زیاد کے سامنے روشنا کا چہرہ آیا اس کے بعد علیدا ان اور اس کا گاڑی میں بیٹھنا۔

تم مجھے اپنا نمبر دے سکتی ہو؟ زیاد نے اچانک سے کہا۔
نمبر۔ آرزو نے لب کچلے۔

کوئی ی پر و بلم ہے یا مجھ پہ ٹرسٹ نہیں۔ زیاد کا لہجہ سنجیدہ ہو گیا۔
ایسا نہیں میں آپ کو نمبر بتا دیتی ہوں۔ آرزو زیاد کی بات پہ گڑ بڑا گئی۔

بتاؤ پھر۔ زیاد کے چہرے پہ سکون لہر ڈور گئی۔
سروہ پراجیکٹ گیلانی کمپنی کو مل گیا۔ زیاد آرزو سے بات کیے بیٹھا اس کو ہی سوچ رہا تھا
جب اس کا سکیٹری دروازہ نوک کرتا کیمین میں آکر بولا۔
اچھا۔ زیاد نے خاص توجہ نہ دی۔

سراسر پراجیکٹ کا ملنا ہمارے لیے بہت ضروری تھا اگر آپ میٹینگ میں بیچ میں چلے نہ جاتے تو وہ ہمیں ملتا۔ سکیٹری کو زیاد کا اتنا پر سکون ہونا سمجھ نہ آیا۔

نہیں ملا تو کیا کہا جاسکتا ہے خیر تم جاؤ اب۔ زیاد نے آرام سے کہا اس کو ذرا بچھتا وانہ تھا کہ وہ پانچ منٹ اور میٹینگ روم میں ہوتا پھر کال اٹھاتا پراجیکٹ مل جاتا نہیں وہ خوش تھا اس کے لیے یہ نقصان معمولی سا تھا۔

اوکے سر۔ سکیٹری کہتا وہاں سے چلا گیا۔ زیاد نے موبائل میں آرزو کا نمبر سیو کیا۔
انت الحیات



آج علید ان کا موڈ خراب کیوں ہے۔ احمد نے وقاص سے پوچھا وہ کالج کے بعد جم آئے تھے۔

کالج میں شاید مس حجابن نہیں آئی تھی دیدار یار نہیں ہوا اس لیے عاشق کا حال ایسا ہے۔ وقاص نے شرارت سے بتایا۔

اووہ تو یہ بات ہے۔ احمد نے سمجھنے والے انداز میں کہا۔

بلکل اتنے ٹائی م بعد علید ان یہ سوچ کر آیا تھا کہ وہ آج مس حجابن سے ملے گا پر علید ان کے سامنے وہ کہاوت آگئی دل کے ارمان آنسوؤں میں بہہ گئی۔ وقاص نے پہلے سر کو جنبش دی پھر دوبارہ شرارتی موڈ میں آیا۔

ان دونوں کی اینڈنگ کیا ہوگی۔ احمد نے وقاص نے کندھے پہ بازو رکھ کے پوچھا۔
انشا اللہ پیپی۔ وقاص نے جلدی سے کہا۔

انشا اللہ۔ احمد نے بھی کہا تو علیدا ان کی طرف آیا۔

چلیں؟ علیدا ان نے دونوں سے پوچھا۔

ہاں زیاد سے بات ہوئی تھی میری وہ ضروری میٹینگ کی وجہ سے کالج نہیں آیا پر کل

سے آئے گا۔ احمد نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے بتایا۔

سہی ہے میں اب گھر جاؤں گا کچھ کام تھا۔ علیدا ان نے بتایا۔

او کے خدا حافظ۔ وہ دونوں اس سے گلے مل کر الوداع کیا اور اپنی اپنی گاڑی میں سوار

ہو گئی۔

علیدا ان اپنی گاڑی میں بیٹھا تو اس نے اپنے ہاتھ اسٹیئرنگ پہ رکھے تو اس کی نظر اپنے

فون پہ پڑی جو ڈیش بورڈ پہ رکھا تھا اس نے موبائل ہاتھ میں اٹھایا اور نمبر ڈائی ل کرنے

لگا جو کی بند تھا و قاص نے جب اس کو روشنا کا نمبر دیا تھا تو اس نے دوسرے دن ہی روشنا

کو بس مسیج بھیجنا شروع کیا تھا جو بس صبح اور رات کے وقت وہ سینڈ کرتا تھا کبھی کبھی

کال کرنے کا بھی دل کرتا پر وہ دل کی بند دل میں ہی رہنے دیتا تھا مسیجز کا سلسلہ دو مہینے

سے زیادہ ہو گیا تھا پر روشنا کی طرف سے اس کو کوئی ریسپونس نہیں ملتا تھا یہ پوچھنے

کے لیے بھی کہ کون؟ پر نمبر ضرور بلاک کیا جاتا جس پہ علیدا ان نے دوسری سم سے

اس سے رابطہ کرنا شروع کیا تھا پر تب بھی نور سپونس اس کو روشنا کی مسیج کا انتظار ہوتا

بھی نہیں تھا پر جب آج اس کو روشنا کی طرف سے ہلکے سا ہی جواب ملا تو اس کو جہاں خوشی ملنی چاہیے تھی وہی اس کو پریشانی ہو گئی تھی کیوں کی اس کو روشنا پریشان معلوم ہوئی اور اس کا آج کا لجنہ آنا اس کو مزید پریشان کرنے لگا تھا۔

روشنا کا نمبر کیوں سوئی چ آف ہے۔ علیہ ان نے موبائل واپس ڈیش بورڈ پر رکھ کر خود سے پوچھا۔ پھر گہری سانس بھرتا اسکلپٹر پہ پاؤں کا دباؤ بڑھاتا اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔



رات جب زیاد گھر آیا تو سب ڈنر کر رہے تھے وہ اپنے کمرے میں جا رہا تھا پر اپنے قدم پھر اس نے ڈائی ینگ ٹیبل کی طرف موڑے اور وہاں آکر اپنی جگہ پہ بیٹھ گیا سب کی نظر اس پہ پڑی تھی جس میں حیرانی تھی کچھ ایک وہ آج جلدی گھر آیا تھا دوسرا ان کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔

زیاد یہ لو پلاؤ مٹر تمہارے فیورٹ ہے نہ۔ ماہی بیگم نے جلدی سے ایک پلیٹ اس کی طرف آئی ان کو خوشی ہوئی زیاد کو دیکھ کر۔

تھینکس۔ زیاد نے پلیٹ ان سے لیکر کہا اور اپنے لیے نکالنے لگا۔

آج یہ کا یا کیسے پلٹ گئی۔ کشمالا نے عینی کے کان میں سرگوشی کی جو اپنی پلیٹ میں چمچ ہلا رہی تھی۔

پتا نہیں۔ عینی نے گہری سانس لیتے کہا۔

سنا ہے آج تمہیں کوئی پراجیکٹ نہیں ملا۔ اسرار صاحب نے عام انداز میں کہا جب کی زیادہ کو یہ بات تیر کی طرح چبھی تھی۔

سنا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔ زیادہ نے چکن منہ میں ڈالے کہا۔

ہم ساتھ میں بزنس کرینگے تو ٹھیک ہو گا باپ بیٹا تمہارا کیا خیال ہے۔ اسرار صاحب نے محبت سے پوچھا۔

میرا کیا خیال ہونا ہے اشرف سے پوچھے۔ زیادہ نے پانی پیتے اشرف کی طرف اشارہ کیا۔

میرا بچہ ابھی پڑھ رہا ہے۔ سمایا بیگم نے بامشکل اپنا لہجہ نارمل رکھا۔

میں اپنی اور تمہاری بات کر رہا ہوں زیادہ۔ اسرار صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

میں آپ کے ساتھ گھر میں رہ لیتا ہوں وہی بڑی بات ہے۔ زیادہ طنزیہ کہتا کر سی پیچھے کر کے اٹھنے لگا۔

جیسی ماں ویسا بیٹا۔ زیادہ نے ڈائی ینگ ٹیبل سے اٹھتے ہوئے سمایا بیگم کہ یہ الفاظ سنے تھے

مگر وہ نظر انداز کرتا اپنے کمرے میں آیا اور ٹھاہ کی آواز سے دروازہ بند کیا تھا زیادہ خود پہ

ضبط کرتا کمرے میں یہاں وہاں ٹہلنے لگا اس کا دل کیا اچھی خاصی ان کو سنا دے مگر آج

وہ کوئی تماشا نہیں چاہتا تھا زیادہ بیڈ پہ بیڈ کر زور سے آنکھیں میچ لی اور اپنا ماضی سوچنے لگا جس سے وہ دور جانا چاہتا تھا۔

امی آپ آج اتنے غصے میں کیوں ہو؟ پانچ سال زیادہ نے معصومیت سے اپنی میں کے چہرے پہ اپنے چھوٹے سے ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

میں نہیں ہوں غصہ میری جان۔ سونیا خانزادہ نے زیادہ کو اپنی گود میں بیٹھا کر اس کے دونوں گالوں پہ پیار کیا اور اس پہ زور سے چوما جس پہ ڈمپل ابھرا ہوا تھا۔

اچھی بات ہے آپ ہی تو بتاتی ہیں کہ غصہ گندے بچے کرتے ہیں۔ زیادہ نے مسکرا کر کہا۔

ہاں بالکل اور ہم تو اللہ میاں کے اچھے بچے ہیں نہ؟ سونیا خانزادہ نے کہہ کر اس سے تائی ید چاہی۔

لیس امی جان بٹ ڈیڈ از بیڈ۔ زیادہ نے آخر میں منہ بسورا۔

بری بات ڈیڈ ہیں آپ کے ایسا نہیں کہتے گناہ ملتا ہے۔ سونیا خانزادہ نے اس کو سمجھایا۔

بٹ امی وہ صبح گارڈ پہ بہت چیخ رہے تھے میں نے خود سنا جب لان میں کھیل رہا تھا

تو۔ زیادہ نے اپنی آنکھیں بڑی کر کے بتایا جس پہ سونیا خانزادہ کو اپنے بچے پہ پیار آیا۔

توان کی شاید غلطی ہو ورنہ آپ کے ڈیڈ تو سویٹ ہیں بہت۔ سونیا خانزادہ نے کہا

بٹ آپ ہی تو مجھے کہتی ہیں اگر کوئی غلطی کرے تو ان کو پیار سے سمجھانا چاہیے غصے سے نہیں ورنہ سامنے والا ہرٹ ہوتا ہے اور اگر انسان ہرٹ ہو تو اللہ اسے ناراض ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کوئی انسان ہرٹ ہو تو۔ زیادہ آنکھیں گھما کر ان کی کہی بات یاد کروائی۔

اچھا میرے ابا میرے پڑھائے سبق مجھے نہ پڑھاؤ اور اپنی دادی کے پاس جاؤ اور دیکھو انہوں نے دوائی لی ہے کہ نہیں۔ سو نیا خان زادہ اس کی بات پہ ہنس کے گود سے اُتار کر بولی۔

دادی ڈرامے دیکھتی رہی تھی ہیں اور اگر میں جاؤں تو کارٹون کے بجائے اپنی عمر کے جانے کونسے ڈرامے چلاتی ہیں ٹی وی پہ۔ زیادہ ان کے سامنے کھڑے ہو کر کمر پہ دونوں ہاتھ رکھ کر منہ بنا کر کہا۔

زیادہ تم بہت شرارتی ہو گئی ہو۔ سو نیا خان زادہ نے اس کو آنکھیں دیکھائی۔ بس کبھی غرور نہیں کیا۔ زیادہ نے اپنا چھوٹا ہاتھ بالوں میں پھیر کر شان بے نیازی سے کہا تو سو نیا خان زادہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا ایسا کرتے وقت ان کو زیادہ کہیں سے بھی پانچ سال کا بچہ نہ لگا۔

بڑی باتیں کرنے آگئی ہیں میرے طوطے کو۔ سونیا خانزادہ نے ہنسی کنٹرول کیے اس کی ہنزل گرین آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

امی ڈونٹ کال می طوطا۔ زیادہ ناک سکوڑ کر کہا۔

ہاہا نہیں کہتی اب جاؤ اپنی دادی کے پاس مجھے کچھ کام ہے۔ سونیا خانزادہ نے زور سے ہنس کے کہا۔

اوکے بٹ مجھے آپ کے ڈمپلز پہ کس کرنا ہے۔ زیادہ فرمائی ش کی تو سونیا خانزادہ کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ آگئی زیادہ نے آگے بڑھ کر ان کے دونوں گالوں پہ باری باری بوسہ دیا۔

آپ کے دو اور میرا ایک ڈمپل کیوں ہے؟ زیادہ نے ناراضگی سے پوچھا جیسے سارا قصور اس میں سونیا خانزادہ کا ہو۔

کیوں کی چاند ایک ہوتا ہے۔ سونیا خانزادہ نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔
مطلب؟ زیادہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔

مطلب یہ کہ آپ کا ایک ڈمپل میرے دو ڈمپلز پہ بھاری ہے کیوں کی جو ایک سائیڈ پہ ڈمپل ہوتا ہے نہ وہ زیادہ پیارا ہوتا ہے جیسا کہ تمہارا۔ سونیا خانزادہ نے اس کی چھوٹی سی ناک دبا کر کہا۔

بیگم صاحبہ یہ آپ کا فون بہت وقت سے بج رہا تھا تو میں لے آئی ی۔ ملامہ نے سیل فون ماہی بیگم کی طرف بڑھا کر بتایا۔

اچھا تم جاؤ۔ ماہی بیگم نے فون لیکر کہا۔

زیاد اپنے بھائی ی کے پاس رہنا میں تمہارے چچا کی کال سن آؤں۔ ماہی بیگم نے زارون کو زیاد کے پاس لیٹا کر کہا جو فیڈر پینے کے بعد غنودگی میں جا رہا تھا۔

اوکے۔ زیاد نے فرمانبرداری سے سر ہلایا۔

ڈیڈ آپ لوگ کہا جا رہے ہو؟ زیاد اسکول سے آیا تو سونیا خانزادہ اور اسرار صاحب کو دیکھ کر سوال کیا۔

زیاد ہم باہر جا رہے ہیں آپ کے ڈیڈ کے دوست کی شادی پر شام تک واپس آئے گے اوکے۔ سونیا خانزادہ اپنی ساری کاپلو ٹھیک کرتی زیاد سے بولی

امی جان یولک ویری اوسم۔ زیاد نے ان کی بات جیسے سنی نہیں تھی بس ان کو دیکھ کر مسکرا کر بولا جو اس وقت بلیک سلک کی ساری میں ملبوس تھی بالوں کا جوڑا بنایا ہوا تھا

چہرہ میک اپ سے پاک تھا بس ریڈ لپ اسٹک کو اپنے ہونٹوں پہ لگایا جس پہ وہ سادگی میں بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور ان کے گالوں پہ پڑتے ڈمپلز جوان کی خوبصورتی کو اور چار چاند لگا رہے تھے۔

اچھا می او سم اور ڈیڈ وہ کیا۔ اسرار صاحب اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بولے
آپ بھی پیارے لگ رہے ہیں۔ زیاد نے مسکرا کر کہا اسرار صاحب بھی بلیک ہی کلر کہ
تھری پیس پہنے ہوئے تھے۔

زیاد اپنی دادی اور چچی کو تنگ مت کرنا اوکے۔ سونیا خانزادہ نے زیاد سے کہا۔
اوکے بٹ آپ جلدی آنا۔ زیاد نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

بلکل میری جان۔ سونیا خانزادہ نے جھک کر اس کے ماتھے پر پیار کیا۔
ڈمپلز شو کرے میں ان پہ پیار کروں تاکہ میرا دن اچھا گزرے جب تک آپ
آجائے۔ زیاد کچھ اداس ہوا۔

اتنا پیار تمہاری ماں کے ڈمپلز پہ میں نہیں کرتا جتنا دن میں تم کر دیتے ہو۔ اسرار
صاحب نے اس کے بال بگاڑ کے بولے جس پہ سونیا خانزادہ نے آنکھیں دیکھائی۔
کیوں کی ان پہ میرا حق ہے اور میرے پاس بھی ہے آپ کہ پاس تو نہیں۔ زیاد نے
اترا کر کہا۔

نہ جی سونیا پہ میرا حق ہے ہم تمہارے لیے اور کوئی یلاتے ہیں پھر تم اس پہ اپنا حق
جتانا۔ اسرار صاحب نے مصنوعی غصے سے کہا۔

اس کے پاس ڈمپل ہو گے؟ زیاد سونیا خانزادہ کا ہاتھ چھوڑے اسرار صاحب کے پاس آ کر اشتیاق سے پوچھنے لگے۔

پتا نہیں پروہ ہوگی بس تمہاری۔ اسرار صاحب نے اس کے انداز دیکھ کر ہنس کے کہا۔ اچھا اب میرے معصوم بیٹے کو بگاڑو مت زیاد ہر آؤ تم۔ سونیا خانزادہ نے پہلے اسرار صاحب کو آنکھیں دیکھائی پھر زیاد کا ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف کیا۔

امی جان جلدی آئی یے گا۔ زیاد نے ان کو گاڑی میں بیٹھ کر دیکھا تو پھر کہا۔ ہاں زیاد جلدی آئے گے آپ کو ساتھ لیکر چلتے مگر وہ وہاں اور بچے نہیں ہو گے آپ بور ہو گے اس لیے آپ کو لیکر نہیں جارہے۔ سونیا خانزادہ نے چہرہ وندو سے کچھ باہر نکال کے زیاد سے بولی۔

اوکے میں ویٹ کروں گا آپ کو پتا ہے مجھے ورنہ نیند نہیں آتی جب تک آپ نہ ہو یا آپ کے ڈمپلز پہ پیار نہ کروں تو۔ زیاد نے کہا پھر اسرار صاحب نے گاڑی گیٹ سے باہر نکالی دی زیاد تب تک وہی کھڑا رہا جب تک گارڈ نے گیٹ بند نہ کر دیا۔

منہ کیوں اُترا ہوا ہے میرے شہزادے کا۔ الماس بیگم بیڈ پہ بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھی جب زیاد ان کے کمرے میں آ کر اپنا اسکول بیگ صوفے پہ رکھا اور چہرہ اپنے دونوں کے ہاتھوں کے پیالوں میں رکھ دیا۔

بکوزامی ڈیڈ کے ساتھ باہر گئی ہیں۔ زیاد نے ویسے ہی جواب دیا اپنے منہ کو پھولا کر۔
ادھر آؤ۔ الماس بیگم نے اس کو اپنے پاس بولایا تو وہ اٹھ کر بیڈ پہ ان کے ساتھ لیٹنے
والے انداز میں بیٹھا۔

ابھی گئی ہیں شام تک آجائے گی اداس کیوں ہوتے ہو۔ الماس بیگم نے اس کو اپنے
حصار میں لیکر کہا۔

بٹ میرا دل نہیں لگتا ان کے بنا اور آج تو بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔ زیاد نے ان کے سینے
پہ سر رکھ کے کہا۔

ماں ہے ہی ایسی جس کے بنا ہر لمحہ مشکل سے گزرتا ہے تم بس ایسا کرو کپڑے تبدیل کر
آؤ اس کے بعد کھانا کھاؤ پھر اپنا ہوم ورک کرو تب تک سونیا بھی آجائے گی۔ الماس
بیگم نے اس کو بہلایا۔

مجھے نیند آرہی ہے۔ زیاد نے ان کے سینے پہ سر رکھے آنکھیں موند کے جواب دیا
بہانا مت کرو پتا ہے کوئی نیند نہیں آرہی تمہیں ہوم ورک اور کپڑے نہ بدلنے کے
بہانے ہیں۔ الماس بیگم نے اس کو سر اُپر کر کے کہا۔

یقین جانے مجھ سے پڑھا نہیں جاتا۔ زیاد نے کوفت سے کہا۔

بری بات اگر پڑھو گے نہیں تو اپنے ڈیڈ کے جیسے بزنس مین کیسے بنو گے اور کامیاب کیسے ہو گے۔ الماس بیگم نے سمجھایا۔

بزنس تو اپنا ہے نہ میں نہ بھی پڑھو تو ان کو ہینڈل کر سکتا ہوں کیوں کی ان پہ دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ زیاد نے اپنے مطابق بات بنائی۔

اور ایسا کس عقلمند نے تم سے کہا کہ پڑھنے کے بنا ہی آپ کامیاب ہو سکتے ہیں اور بزنس بھی ہینڈل کر سکتے ہو۔ الماس بیگم نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر پوچھا۔
زیاد اسرار صدیقی نے۔ زیاد نے فخر سے کہا۔

باتیں بنانا ہی آتی ہیں اب اٹھو اور فریش ہو آؤ پھر کھانا کھاؤ۔ الماس بیگم نے اب کی آنکھیں دیکھائی جس سے وہ منہ بناتا اٹھا۔

پانچ گھنٹے بعد۔

زیاد اندر چلو بارش ہونے والی ہے۔ ماہی بیگم لان میں آکر بیچ پہ بیٹھے زیاد سے بولی۔
نو چچی امی اور ڈیڈ آنے والے ہو گے ان کے ساتھ آؤں گا۔ زیاد ضدی لہجے میں بولا۔
زیاد موسم خراب ہے شاید وہ صبح تک آئے تم اندر چلو۔ ماہی بیگم نے پیار سے کہا۔
امی نے کہا تھا وہ جلدی آئے گی وہ جانتی ہیں مجھے ان کے بغیر نیند نہیں آتی۔ زیاد نے نم لہجے میں کہا۔

زیادہ نہیں کرتے بیمار پڑ جاؤ گے پھر سو نیا بھا بھی بھی پریشان ہوگی۔ ماہی بیگم نے ہلکی ہلکی بارش کی بوندیں خود پہ گرتے محسوس کی تو زیادہ سے بولی۔

نہیں۔ زیادہ کالہجہ اٹل تھا تبھی گیٹ کے اندر ایک گاڑی اندر داخل ہوئی ی ماہی بیگم نے دیکھا تو شکر ادا کیا جب زیادہ بھاگ کر ان کے پاس جانے لگا بارش نے بھی اپنا زور پکڑ لیا تھا زیادہ بھاگتے بھاگتے اچانک سے بریک لگائی اور آنکھوں میں نا سمجھی نے سوالات

لائے اپنے باپ کو دیکھا اور گاڑی کی دوسری جگہ جہاں کوئی نہیں تھا اور اسرار صاحب بکھرے گلیے بالوں اور کورٹ بازوں پہ ٹکائے تھکن زدہ قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔

ڈیڈ وی ئی راز امی؟ زیادہ بارش میں بھگتا سوال کرنے لگا۔

بھا بھی اس کو اندر لے جائے بارش میں بیمار ہو جائے گا۔ اسرار صاحب زیادہ کی بات نظر انداز کرتے ماہی بیگم سے بولے جو خود نا سمجھی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

امی کہاں ہے ڈیڈ آپ کے ساتھ تھی نہ وہ تو آپ اکیلے کیوں آئے ہیں ان کو ساتھ لانا تھا۔ زیادہ بدک کے ماہی بیگم سے دور ہو کر پوچھنے لگا۔

زیادہ کل بات کریں گے رات ہوگئی ہے سونے کی تیاری کرو۔ اسرار صاحب نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔

امی کہاں ہے ڈیڈ؟ زیادہ کچھ سن ہی نہیں رہا تھا اس کو بس اپنی ماں سے مطلب تھا۔
وہ آج نہیں آئے گی کچھ دن تک اپنی بہن کے پاس رکے گی۔ اسرار صاحب کہہ کر وہاں
سے اندر کی طرف گئی۔ جب کی زیادہ وہی بارش میں رونے لگا
مجھے امی کے پاس جانا ہے۔ ماہی بیگم نے اس کو گود میں اٹھا کر جلدی سے اندر لے
آئی زیادہ نے ان کی گود سے نکلنے کے لیے ہاتھ پیر چلائے مگر ماہی بیگم اس کو کمرے
میں لا کر ہی دم لیا اور اس کے بال ٹاول سے سوکھاتی اس کے کپڑے بدلنے لگی تب تک
زیادہ کا رونا ختم نہیں ہوا تھا

زیادہ بیٹا کیا ہو گیا ہے کل چلے گئے نہ ان کے پاس روکیوں رہے ہوا تھا۔ ماہی بیگم نے
پریشانی سے کہا۔
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interview

مجھے ابھی امی چاہیے یا پھر فون پہ بات کروائے۔ زیادہ اپنا سر زور سے نفی میں ہلاتا بولا۔
کل ابھی سونے کی کوشش کرو۔ ماہی بیگم نے جیسے تیسے کر کے اس کو سلا دیا۔
ایک ہفتے بعد۔

کھانا کیوں نہیں کھا رہے تم۔ اسرار صاحب آفس سے جیسے آئے اس کو زیادہ کے کھانا نہ
کھانے کا پتا چلا تو وہ اس کے پاس آگئی۔ ان کی بات پہ زیادہ نے کوئی جواب نہیں
دیا ایک ہفتہ ہو چکا تھا وہ اسکول جاتا تھا اور نہ ٹھیک سے کچھ کھاتا پیتا رات ہوتی تو وہ رونا

شروع کر دیتا کہ امی چاہیے نیند نہیں آتی جس پہ ماہی بیگم زارون کو چھوڑ کر ساری رات اس کو سنبھالتی اور بہلاتی رہتی۔

تم سے بات کر رہا ہوں زیاد کیوں اپنے ڈیڈ کو پریشان کر رہے ہو میں کیا پہلے کم پریشان ہوں۔ اسرار صاحب اس کو خاموش دیکھ کر گہری سانس لیکر بولے۔

امی کو لے آئے جہاں چھوڑ آئے تھے پھر بات بھی کروں گا اور کھانا بھی کھاؤں گا اسکول بھی جاؤں گا کسی کو تنگ نہیں کروں گا۔ زیاد نے معصومیت سے کہا جس پہ اس کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھی اس کے چھوٹے سفید گال سرخ ہو گئی تھیں اسرار صاحب نے اس کو اپنے ساتھ لگا دیا وہ خود پریشان تھے پر ضبط کیے بیٹھے تھے وہ ایسے ہی خاموش تھے جب ملازم بھاگ کر وہاں آیا اور پھولے ہوئے سانس سے کہا۔ صاحب باہر ایمبولینس اور پولیس کی گاڑی آئی ہے اس کی بات پہ اسرار صاحب کا دل کسی خوف کے احساس سے دھڑک اٹھا زیاد اپنے ماتھے پہ بل ڈالے کبھی اپنے باپ کا پریشان زرد چہرہ دیکھتا تو کبھی ملازم کا۔

تم زیاد کہ ساتھ رہو میں آتا ہوں۔ وہ ہمت کر کے اٹھتے بولے۔
مجھے بھی جانا ہے۔ زیاد ان کو جاتا دیکھ کر فورن سے پیچھے جانے لگا۔

زیاد بابا بھی نہیں آپ یہی رکے صاحب غصہ کرے گا۔ ملازم نے جلدی سے اس کو پکڑ کر کہا۔

چھوڑ مجھے باہر جانا ہے۔ زیاد اس کی گرفت سے نکلنے کے لیے پھڑپھڑا کر بولا۔
نہی

ملازم کچھ کہتا کہ زیاد اسکے بازوؤں پہ زور سے کاٹتا باہر بھاگ گیا۔ وہ جیسے ہی باہر آیا تو ہال کا منظر دیکھ کر وہ کچھ پل کہ لیے رک گیا اور یہاں وہاں دیکھنے لگا اس کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اتنے لوگوں کا چانک سے کیسے آگئیے اور روکیوں رہے تھے زیاد کی نظر ماہی بیگم اور الماس بیگم پہ پڑی جو جن کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں اور سامنے دیکھ رہی تھی زیاد نے اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیری اور ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا جہاں ایک میت رکھی ہوئی تھی اور عورتیں ان کے اطراف کھڑی ہوئی تھیں کچھ افسوس کر رہی تھیں تو کچھ کانوں کو ہاتھ لگا رہی تھیں زیاد آہستہ قدم چلتا بھیر سے گزر کہ میت تک پہنچا سب کی نظر زیاد پہ ٹکی ہوئی تھی اب زیاد میت کو دیکھتا رہا جس پہ سفید چادر بچھی ہوئی تھی اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنا چھوٹا ہاتھ اس چادر کی بڑھانے لگا۔
ارے کوئی یرو کو بچہ ہے صدمہ لگ سکتا ہے۔

♥ Always love your mother



آرزو کہاں ہو تم۔ روشنائی ہو کر آرزو کے کمرے میں آئی تو آواز دی واشروم سے پانی گرنے کی آواز پہ اس کا پتلا گ گیا کہ وہ وہاں ہے اس لیے وہ گہری سانس لیتی جانے لگی جب نظر آرزو کے موبائل پہ پڑی تو اس نے اٹھالیا جس پہ کال آرہی تھی اس نے موبائل اٹھایا تو مہک کالنگ لکھا آ رہا تھا روشنائی نے کال پک کی۔
ہیلو آرزو۔ مہک کی آواز ابھری۔

میں روشنائی ہوں۔ روشنائی نے بتایا۔
اچھا روشنائی آپ آرزو کہاں ہیں۔ مہک نے پوچھا
وہ واشروم ہے تم بتاؤ خیریت۔ روشنائی نے بتا کر پوچھا۔

وہ آپ آرزو سے کہنا میں آج اسکول نہیں آؤں گی وہ میری اٹینڈنس لگالے۔ مہک نے بتایا۔

اچھا میں بتا دوں گی۔ روشنائی نے کوئی سوال کیے بنا کہا پھر کال بند ہونے پہ اس کی نظر ریسنٹ کال لسٹ پہ پڑی تو اس کی آنکھوں میں شاک ابھرا اس کو یقین نہیں آیا کہ جو وہ دیکھ رہی ہے سچ ہے کہ جھوٹ۔

آپی آپ کالج کے لیے تیار ہو بھی گئی۔ آرزو و اثر و م سے نکلتے ہوئے روشنا کو دیکھ کر مسکرا کر بولی اس نے روشنا کے تاثرات نہیں دیکھے تو وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

یہ کیا ہے؟ روشنا آرزو کہ پاس آ کر بازوؤں سے پکڑ اپنی طرف موڑ کر موبائل کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

موبائل ہے۔ آرزو نے آرام سے جواب دیا جب کی اس کے جواب پہ روشنا کے سر پہ لگی اور تلوؤں پہ بجھی۔

یہ زیادہ کا نمبر تمہارے پاس کیوں ہے اور تم نے کل اس کے ساتھ دو گھنٹے پندرہ منٹ بات کی ہے۔ روشنا نے دانت پیستے ہوئے کہا اس کا بس نہیں چل رہا تھا اپنی بہن کا کیا کرتی۔

ہماری دوستی ہو گئی ہے اور ایک مہینے سے زیادہ وقت گزر گیا ہے دوسرا یہ کہ وہ اتنے اچھے ہیں کہ ان سے بات کرنے وقت گزرنے کا پتا نہیں لگتا وہ میری ساری باتیں سنتے ہیں اور ٹوکتے تو بالکل بھی نہیں۔ آرزو نے پر جوش ہو کر بتایا

دوستی ہوش میں ہو تم نہ وہ ہمارا جاننا والا ہے اور نہ تمہاری عمر کا تم کیسے اس سے بات کر سکتا ہوں آرزو تم نے اس دفع حد کر دی ہے بیوقوفی کی۔ روشنا نے اپنا سر پکڑ لیا

وہ بہت اچھا ہے اور دوستی کب سے انسان عمر دیکھ کے کرنے لگا زیاد اتنے بھی بڑے نہیں جو آپ ایساری ایکٹ کر رہی ہیں۔ آرزو نے سکون سے کہا

نمبر کہاں سے ملا تمہیں؟ روشنائے جانچنے والے انداز میں پوچھا۔

سوشل میڈیا پہ بات ہوئی تھی پھر انہوں نے نمبر مانگا تو میں نے دے دیا۔ آرزو نے بال ٹاول سے آزاد کرتے ہوئے بتایا بھی نہانے کی وجہ سے گیلے اس کی پیٹھ پہ چپک گئی تھی اور منہ کو بھی آ رہے تھے۔

دوبارہ بات مت کرنا۔ روشنائے گھور کر کہا۔

دوست ہے میرا اور آپ کی آپ کا اور اس کا جھگڑا جو بنا بات پہ ہوا تھا وہ بلا وجہ تھا اگر آپ اس وجہ سے روک رہی ہیں تو پلیز وہ بات بھول جائے۔ آرزو نے روشنائے بات کہ جواب میں کہا۔

میں بڑی بہن ہوں تمہاری آرزو اور جو میں کہوں اس کو مانوں میں تمہاری بہتری کے لیے کہہ رہی ہوں وہ اچھا لڑکا نہیں ہے۔ روشنائے اس کے گال پہ ہاتھ رکھ کر اب کی نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی

آپ ان کو برا کیوں کہتی ہیں جب کی مجھے تو کبھی ان سے بات کرنے وقت ایسا محسوس نہیں ہوا۔ آرزو نے جاننا چاہا۔

تم بچی ہو یہ سب سمجھنے میں ابھی تمہاری عمر نہیں وہ لڑکا ہے آرزو تمہاری معصومیت کا
فائی دہ اٹھانا چاہ رہا ہے تم سے وقت گزاری کہ لیے بات کرتا ہے۔ روشنا کے لہجے میں
زیادہ کے لیے نفرت تھی۔

آپ تو بہ کرے کیا بات کر رہی ہیں وہ ایسے بالکل بھی نہیں۔ آرزو کو روشنا کی یہ بات
بالکل اچھی نہیں لگی۔

تم جانتی کیا ہو اس کے بارے

آپ کیا جانتی ہیں ان کے بارے میں۔ روشنا کی بات پوری ہونے سے پہلے آرزو نے
وہی سوال کیا۔

وہ ایک بد تمیز انسان ہے جو بس مار پیٹ کر نا جانتا ہے لوگوں کو تنگ کرنا جانتا ہے بس
بہت مغرور ہے اتنا کہ اس کو اپنے بڑوں کا لحاظ تک نہیں ہوتا استاد تک کا نہیں۔ روشنا
نے تیز آواز میں کہا آج پہلی بار ان کے بیچ میں لڑائی ہوئی تھی وہ بھی ایک شخص
کی وجہ سے۔

مجھے اسکول کے لیے دیر ہو رہی ہے تیار ہونا ہے۔ آرزو نے بات ختم کرنی چاہی جب کی
روشنا نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا اس کو آرزو سے یہ امید نہ تھی کہ وہ اس کو
جواب ہی نہیں دے گی یا کسی تیسرے اجنبی انسان کی وجہ سے وہ نظر انداز کرے گی

روشنا کچھ پل تو اس کو دیکھتی رہی پھر بنا کچھ کہے کمرے سے نکل گئی اس کے جانے کے بعد آرزو نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا اور اپنے بال بنانے لگی۔

آپی کہاں ہیں؟ آرزو باہر آئی تو روشنا کو نہ دیکھ کر زرینہ بیگم سے بولی۔

وہ تو کالج چلی گئی تمہیں نہیں بتایا کیا میں نے پوچھا آج ساتھ نہیں جا رہے تو کہاں کہ کوئی ایسائی یمنٹ اس کو سمبٹ کر وانی ہے اس لیے جلدی جا رہی ہے تمہیں بھی بتایا۔ زرینہ بیگم وہاں کی ڈسٹنگ کرتی بوئی بولی۔

اچھا ہاں بتایا تھا میں بھول گئی۔ آرزو نے جلدی سے کہا ورنہ اس کو عجیب لگا روشنا کا جھوٹ بولنا اور اس کے بنا کالج چلے جانا۔

آپی اتنی سی بات پہ ناراض ہو گئی۔ آرزو گھر سے نکلتے ہوئے خود سے بولنے لگی۔

کیسی ہو۔ وہ اپنی سوچو میں تھی جب اپنی کان کہ بلکل پاس مردانہ گھمبیر آوازی پڑی تو وہ ڈر کے مڑنا چاہا تو اس کا پاؤ پھسلا وہ گرتی اس سے پہلے ہی زیاد نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ زیاد ساری رات خود سے لڑتے ہوئے گزار رہی تھی فجر کے بعد مسجد کے لیے نکالا تھا پھر جا گنگ پہ اس کے بات وہ کالج جانے کے بجائے اس نے آرزو کے اسکول جانے والے راستے بھی اپنی گاڑی بڑھالی تھی اس کو پتا تھا وہ اپنی بہن کے ساتھ جاتی ہے اس لیے وہ دور سے اس کو بس دیکھے گا جانے کیوں آج اس کے اندر ادسی تھی تو اس نے

آرزو کو دیکھنے کا سوچا اس لیے اس نے اپنی گاڑی ایک سائیڈ پر روکی تھی تاکہ جب وہ اسکول جانے کے لیے نکلے تو وہ آرام سے اس کو دیکھ سکے اس کو عجیب سا لگ رہا تھا اس کا انتظار کرنا وہ جانتا تھا یہ ٹین ایجر لڑکوں کی حرکتیں ہیں پر وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھا اس کی زندگی میں پہلی دفع ایسا ہوا تھا کہ وہ کسی لڑکی میں دلچسپی لے رہا تھا جس کو وہ ٹھیک سے جانتا تک نہیں تھا اور وہ بھی خود سے کم عمر لڑکی میں اس کو یہاں گاڑی میں بیٹھے کافی وقت ہوا تھا جب اس کو روشناس کیلی روڈ پار کرتی نظر آئی اس نے اس کے پیچھے دیکھنا چاہا پر آرزو اس کو نہیں دیکھی زیادتی آنکھوں میں الجھن اتری اس کو لگا شاید وہ آج نہ جائے روشناس کو ٹیکسی میں بھیٹتا دیکھ کر زیادتی سیٹ بیلٹ کھول کر گاڑی سے باہر نکلا اس نے گھڑی پہ وقت دیکھا تو آٹھ بجنے والے تھے۔

یہ آج جلدی گئی ہے ورنہ تو حیات بتاتی ہے کہ وہ نوبے اسکول جاتی ہے۔ زیادتی خود سے کہا اور وہی گاڑی سے ٹیک لگائے آرزو کا انتظار کرنے لگا تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس کو آرزو دیکھی جو اسکول یونیفارم کا ندھے پہ بیگ پہنے آرہی تھی اس کا پورا وجود کالی چادر سے چھپا ہوا تھا بس چہرہ ہی نظر آ رہا تھا زیادتی نے جب آرزو کو دیکھا تو اس کے چہرے پہ تبسم کھل اٹھا زیادتی نے اپنے قدم آرزو کی طرف بڑھائے اور بالکل اس کے پاس کھڑے ہو کر اس کے کان کے پاس جھک کر اس کا حال پوچھا پر آرزو کو اس طرح

گرتا دیکھ کر اس نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا زیاد کو اندازہ نہ تھا کہ آرزو اتنا ڈر جائے گی۔

آپ؟ آرزو نے زیاد کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

ہاں میں کیوں نہیں ہو سکتا۔ زیاد اس کے چہرے کو دیکھ کر سوال کیا زیاد کا دل کیا وہ اس کے پھولے سرخ گالوں کو کھینچے پر اس نے اپنے دل کی آواز کو تھپک کر سولا دیا۔
نہیں کبھی آپ کو یہاں دیکھا نہیں تو اس لیے۔ آرزو نے مسکرا کر وضاحت دی اور آہستہ آہستہ اس کے ساتھ چلنے لگی۔

اب دیکھ لو۔ زیاد اس کے ساتھ چلتا بولا۔

ہاں دیکھ لیا۔ آرزو نے اس کو دیکھ کر کہا۔

پیدل جاؤں گی۔ زیاد نے پوچھا۔

ہاں۔ آرزو نے جواب دیا۔

کوئی پریشانی ہے؟ زیاد کو وہ پہلے کی نسبت کچھ خاموش لگی ورنہ جب وہ دودھ اس کو دیکھا تھا تو الگ لگی تھی بہت زیادہ بولنے والی اور کال پہ بھی پر آج اس کو لگا کہ شاید پریشان ہو۔

پریشانی تو نہیں پر آپ ناراض ہو گئی مجھ سے۔ آرزو نے صاف گوئی سے بتایا۔

تو منالینا۔ زیاد نے مشورہ دیا۔

اگر انہوں نے ماننے کی شرط رکھی تو۔ آرزو نے پوچھا۔

تو پوری کر لینا۔ زیاد کو روشنا کا ذکر پسند تو نہ آیا پر برداشت کر گیا۔

اچھا۔۔ آرزو نے اچھا کو کافی کھینچ کر کہا۔

تمہارا اسکول دور ہے کیا۔ وہ دونوں چلتے چلتے کچھ دور آئے تھے جب زیاد نے پوچھا اس نے آرزو کو گاڑی میں ڈراپ کرنے کا نہیں کہا کیوں کی وہ اس کے ساتھ باتیں کرنا چاہتا تھا جو وہ پیدل ہی کر سکتے تھے۔

ہاں تھورا۔ آرزو نے مسکرا کر کہا زیاد نے بہت غور سے اس کا مسکرا نا دیکھا تھا۔
آپی کہتی ہیں میں آپ سے بات نہ کروں۔ آرزو نے ایسے ہی چلتے ہوئے کہا تو زیاد کے چلتے قدم دھیمے ہوئے تھے اس کے دل کی دھڑکن نے رفتار پکڑ لی تھی جانے کیوں اس کو ڈر سا لگا۔

پھر تم نے کیا کہا۔ زیاد کو اپنی آواز کھائی ی سے آتی معلوم ہوئی ی۔

میں نے کہا آپ میرے دوست ہیں اور انہوں نے کہا آپ میرے سے وقت گزار رہے ہو آپ بہت برے ہیں اور بس مارنا بیٹنا جانتے ہیں۔ آرزو نے ہنس کے بتایا جیسے

کسی فلم کا سین ہو۔ زیادہ زور سے مٹھیاں بھینچ لی تھی اس کا دل کیاروشنا کو شوٹ کر دے جو بلا وجہ اس کے گلے کین ہڈی بن گئی تھی۔

تمہاری بہن کی سوچ کافی خراب معلوم ہوتی ہے۔ زیادہ خود کو کہنے سے روک نہیں پایا۔ ایسا نہیں بس آپ سے ٹکراؤ ہی کچھ ایسے انداز میں ہوا ہے کہ وہ آپ کو غلط سمجھتی ہے۔ آرزو نے جلدی سے روشنا کی سائیڈ لی۔

تو کیا تم ان کی بات مان لوں گی۔ زیادہ غور سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

میں ان کو منالوں گی اور بتا دوں گی کہ آپ بہت اچھے ہیں اور مجھے آپ کی دوست بن کے رہنا ہے۔ آرزو نے رک کے کہا کیوں کی باتیں کرتے کرتے وہ اسکول تک پہنچ گئی تھی۔

میں تمہیں اب خود سے دوستی ختم کرنے کی اجازت دوں گا بھی نہیں۔ زیادہ کا لہجہ شدت پسند ہو گیا تھا۔

میں سمجھی نہیں۔ آرزو نے آس پاس دیکھ کر کہا کیوں کی اسکول کی گیٹ کے اندر جاتی لڑکیاں زیادہ کو بہت غور سے دیکھتی جا رہی تھی پر زیادہ کی نظریں آرزو پہ تھی۔

مطلب یہ کہ پریشان مت ہو اور آرام سے اسکول جاؤ۔ زیادہ نے بات بدل دی تو آرزو مسکرا دی اور ہلکے سا زیادہ کی طرف جھک کے بولی۔

انتا تیار ہو کر نہ نکلا کرے نظر لگ جائے گی۔ آرزو کہتے ہی اسکول کی جانب چلی گئی تھی جب کی اس کی بات پہ زیاد کا ڈمپل ابھرا تھا اس نے ایک نظر خود کو دیکھا وہ آج بلیک شرٹ جینز پینٹ اور خاکی کلر کی جیکٹ پہنی ہوئے تھا جس کی آستینیوں کو اس کے کہنی تک فولڈ کیا تھا اور اس کے ہاتھ میں بندھی گھڑی صاف ظاہر تھی جس سے اس کے ہاتھ کی کلائی کی خوبصورت لگ رہی تھی زیاد نے پھر گہری سانس لی اب دوبارہ اس کو پیدل جانا تھا جہاں اس نے گاڑی روکی ہوئی تھی پہلے تو آرزو تھی اس کے ہمقدم مگر اب اکیلا جانے کا سوچ کر اس نے منہ بنایا اور وہاں سے نکل گیا۔

سنو۔ آرزو کلاس میں جیسے ہی آئی ایک لڑکی نے اس کا مخاطب کیا۔

سنو۔ آرزو نے چادر اُتار کے کہا۔

وہ لڑکا کون تھا جو تمہیں یہاں گیت تک چھوڑ کے گیا پہلے تو نہیں دیکھا تھا اس کو۔ لڑکی نے آگے بڑھ کر رازدارانہ انداز میں پوچھا جو آرزو کو ایک آنکھ نہ بھایا۔

وہ تم اس کو اپنا بھائی ہی سمجھو۔ آرزو اپنی سیٹ پہ بیٹھ کر مزے سے بولی۔

ہنہ تمہارا ہو گا بھائی۔ لڑکی جل بھن کے کہتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

کس کی بات کر رہی تھی وہ؟ ردہ نے سوال کیا جو اس سے پہلے آئی ہوئی تھی۔

تھی۔ آرزو نے گہری سانس لی اور ردہ کو زیاد کے بارے میں بتانے لگی۔



ہائے۔ علیدا ان اچانک سے روشنا کے سامنے آکر بولا۔

اففف میری جان نکال دی۔ روشنا جو اپنے دھیان سے گزر رہی تھی علیدا ان کہ اسطراح آنے پہ اس نے بے ساختہ اپنا ہاتھ سینے پہ رکھ کے علیدا ان کو گھور کے کہا۔ جان تو ہر وقت میری نکالتی ہوں تم۔ علیدا ان نے آپ کہنے کا تکلف چھوڑ دیا تھا۔ کیا مطلب تمہارا اس بات سے؟ روشنا نے آس پاس گزرتے اسٹوڈنٹ کو دیکھ کر پوچھا۔

مطلب کو چھوڑو یہ بتاؤ کل کیوں نہیں آئی تھی کالج۔ علیدا ان اس کو اپنی نظروں کے حصار میں لیے پوچھنے لگا۔

تمہیں کیسے پتا میں کل نہیں آئی تھی۔ روشنا نے حیرت سے پوچھا۔ میرے خیال سے میں بھی اس کالج میں پڑھتا ہوں۔ علیدا ان نے مسکرا کر معلومات دی۔

وہ تو پتا ہے پر ڈپارٹمنٹ تو الگ ہے نہ میرا تو کیا تم ہر ایک کی خبر رکھتے ہو کہ آئے ہیں یا نہیں۔ روشناسیڑھیوں پہ بیٹھ کر بولی۔

سب کا پتا کیوں رکھوں گا بس کل تمہیں نہیں دیکھا سوچا پوچھ لوں۔ علیدا نے
کندھے اچکا کر کہا۔

گھر میں کچھ مہمان آئے تھے اس وجہ سے نا آسکی۔ روشنا کو اب علیدا اتنا برا نہیں لگتا
تھا اور نہ پہلے دن کہ بعد اس نے کوئی بد تمیزی کی تھی جو وہ اس سے غصہ کرتی اور
اس روڈ پہ ہونے والے حادثے کے بعد اس نے اپنا دل علیدا کے لیے صاف کر دیا تھا
اس لیے بلا جھجک وہ اب جواب دے دیتی تھی اس کی باتوں اور سوالوں کا جس پہ
علیدا مطمئن سا تھا۔

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔
ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی
ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ
کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے
ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات
کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین

اچھا یہ وجہ تھی۔ علیدا ان نے سر ہلایا۔

اچھا میں چلتی ہوں میری کلاس کا وقت ہو رہا ہے۔ روشنامو بائل پہ وقت دیکھ کر
علیدا ان سے بولی جو بس اس کو ہی دیکھے جارہا تھا روشن نے اس کے اس طرح دیکھنے کا
کوئی خاص نوٹس نہیں لیا اور وہاں سے اٹھ گئی۔

ہمایوں اور زیاد نہیں آئے ابھی تک۔ وقاص اور احمد نے علیدا ان سے پوچھا جو ابھی ان
کے پاس آیا تھا۔

ہمایوں لائی بریری میں ہے اور زیاد آرہا ہے۔ علیدا ان نے آخر میں سامنے کی جانب
اشارہ کر کے کہا جہاں زیاد شان سے چلا آرہا تھا۔
ہائے ایوری ون۔ زیاد ان کے پاس پہنچ کر بولا۔

ہائے ٹو۔ وقاص نے آنکھ ونک کر کے کہا۔

تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے اتنی سرخ۔ علیدا ان نے فکر مندی سے پوچھا جس پہ زیاد
یہ نہ بتایا پایا کہ ساری رات خود پہ ضبط کرنے کی وجہ سے سرخ ہوئی ہے رات بھر
جاگنے کی نشاندہی کر رہی ہیں۔

کچھ نہیں ہو کل آفس کا ضرور کام کر رہا تھا اس لیے نیند ٹھیک سے نہیں کی۔ زیاد نے
مسکرا کر بہانا بنایا۔

اتنا کام کیوں کر رہے ہو؟ احمد نے فری زاس کے سامنے کر کے پوچھا۔

کام انسان کیوں کرتا ہے۔ زیاد نے الٹا اس سے سوال کیا۔

جو کام کرتے ہیں ان کو پتا۔ احمد نے مزے سے اپنی بات کہی اور آخر میں ہنس دیا جس پہ وقاص نے اس کے کندھ پہ ہاتھ رکھ کر داد دی جب کی علیہ ان اور زیاد نے نفی میں سر ہلایا جسے کہہ رہے ہو کہ ان کا کچھ نہیں ہو سکتا۔

یار کل میں نے تمہیں بڑا مس کیا۔ علیزہ نے روشناسے کہا وہ ابھی فری ٹائی م میں کینیٹین کی طرف آئے تھے۔

میں نے بتایا تو تھانہ اور سب اچانک ہو امیں خود سٹپٹا سی گئی تھی۔ روشناسے مسکرا کر کہا۔

ہاں مجھے جب تم نے کال کی اور بتایا رشتے کا کہ تمہیں دیکھنے آرہے ہیں تو مجھے لگا شاید تم اپریل فول بنا رہی ہو میرا۔ علیزہ نے ہنس کے کہا

نہیں نہیں مجھے تو یاد بھی نہیں تھا کہ اپریل کا مہینہ ہے۔ روشناسے آنکھ ونک کی۔

ہا ہا ہا ویسے تمہاری بہن تو کمال کی ہے۔ علیزہ نے ہنس کے کہا پھر اچانک سے اس کی رات والی باتیں یاد آئی تو اس نے روشناسے کو فون کیا تھا کہ کیا بنا رشتے کا تو اس نے سب کچھ بتا دیا تھا کہ کیسے آرزو نے ان کے ساتھ رویہ رکھا تھا۔

ہاں کمال کی ہے۔ روشنا کو صبح آرزو سے کی گئی بحث یاد آئی تو اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

کیا تم نے وہ سنا جو میں نے سنا۔ وقاص نے احمد سے پوچھا وہ دونوں کو لڈ ڈرنک لیکر جارہے تھے اپنی جگہ پہ جب علیزہ کے رشتے والی بات پہ وہ کے قدم ٹھٹک کر رک گئی تھیں۔

ہاں سنا تو سہی۔ احمد نے تائی پید کی۔

چل علید ان کو بتا دیں گے کہ جلدی سے مس حجابن کو اپنا حال دل بتا دے ورنہ ماما بننے کی تیاری کرے۔ وقاص نے اس کے کاندھے پہ بازوؤں ٹکا کر کہا۔



عاشر۔ آرزو اسکول سے واپس آ کر نصرت بیگم کے گھر آ کر عاشر کو بولانے لگی جو اپنے کمرے میں بیٹھا موبائل پہ گیم کھیل رہا تھا۔

ہمم۔ عاشر نے اس کو اپنے کمرے میں آتا دیکھا تو کہا۔

آؤ باہر آئی سکریم کھانے چلے۔ آرزو نے اس کے پاس آ کر کہا۔

ابھی نہیں۔ عاشر نے انکار کیا۔

ابھی کیوں نہیں۔ آرزو نے گھورا۔

میں گیم جیتنا والا ہوں اس لیے اور میٹھا کم کرو اور موٹی ہو جاؤ گی۔ عاشر نے جواب کے بعد اس کو چھیڑا۔

موٹے تم اور یہ گیم کھیلنا بند کرو اور اٹھو۔ آرزو نے اس کے ہاتھ سے موبائل چھین کے ہاتھ پکڑ کے اٹھنے کا کہا۔

اچھا کپڑے تو بدلنے دو۔ عاشر ہارمانٹائیڈ سے اٹھ کر بولا۔

اچھے تو لگ رہے ہو اور آئی سکریم کھانے جارہے ہیں لڑکی دیکھنے نہیں۔ آرزو نے اس کو دیکھ کر کہا جو بلیو شرٹ اور وائیٹ پیٹ پہنے ہوئے تھا بکھرے بال ماتھے پہ پڑے تھے اور وہ تب بھی اپنے رف حلیے میں بہت پیارا لگ رہا تھا۔
اچھا چلو۔ عاشر نے سائیڈ ٹیبل سے بائی یک کی چابی اٹھا کر کہا اور دونوں بائی یک پہ سوار گھر سے نکلے۔



یہ کیسا لگے گا مجھے۔ کشمالا نے سکین کلر کی شرٹ خود کہہ کر عینی سے کہا وہ آج شاپنگ کرنے مال آئے تھے۔

ہمم نائی س بٹ کچھ زیادہ چھوٹی نہیں یہ شرٹ۔ عینی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا جو کشمالا کے پیٹ کے کچھ نیچے تک شرٹ تھی۔

نہیں اتنی بھی چھوٹی نہیں اور اس شرٹ پہ جیکٹ پہنوں گی تو فیل نہیں ہوگا۔ کشمالا نے اس کو مطمئن کیا تو عینی بھی اپنے لیے کچھ دیکھنے لگی اس نے سارے مال میں گھومنے کے بعد اس کو ایک اسکائے بلیو کلر کی شرٹ پسند آئی جس پہ سکن کلر کی کڑھائی کا کام کیا گیا تھا۔

یہ دیکھو۔ عینی نے وہ شرٹ کشمالا کو دیکھائی
زبردست۔ کشمالا کی نظروں میں ستائش ابھری تو عینی مسکرا دی اور وہ شرٹ اپنے لیے خرید لی کیوں کی اس وہ مناسب لگی وہ شرٹ گھٹنوں تک آرہی تھی اور اس شرٹ کے ساتھ اسکن کلر کا پلاز و تھا۔ ان دونوں نے اپنی ضروری چیزیں لینے کے بعد بل کائی ونٹر کے پاس آئی۔

کھانا کھائے؟ کشمالا نے مال سے نکل کر عینی کو ریسٹورنٹ کی جانب اشارہ کر کے کہا جو مال کے پاس ہی تھا

بھوک نہیں مجھے میں نے گھر میں چکن قورمہ کھایا تھا۔ عینی نے شاپنگ بیگز ڈرائی یور کی طرف بڑھا کر انکار کیا۔

تم تو ڈائیٹ پہ تھی۔ کشمالا نے مسکراہٹ دبائے پوچھا۔

مجھے ڈائی پیٹ کرنے کی کیا ضرورت سلم سمارٹ تو ہوں۔ عینی نے بال جھٹک کر ایک ادا سے کہا۔

اچھا اب گاڑی میں بیٹھو بھوک مجھے بھی نہیں راستے میں بس آئی سکریم کھائی یں گے۔ کشمالا نے گاڑی کا ڈور اوپن کر کے کہا۔

اوکے۔ عینی نے کندھے اچکائے پھر ڈرائی یور کو گاڑی چلانے کا کہا۔

بس یہی روکے اور ہمارے لیے دو کپ آئی سکریم لیکر آئے۔ کشمالا نے ڈرائی یور سے کہا تو وہ سر ہلاتا گاڑی سے نکل گیا کشمالا موبائل میں بزی ہو گئی اور عینی نے گاڑی کا شیشہ نیچے کر کے باہر دیکھنا شروع کیا تب ہی اس کی نظریں آئی سکریم پالر کے باہر عاشر پہ پڑی جو ہاتھوں میں آئی سکریم تھامے کھڑا تھا اس کا چہرہ کھل اٹھا وہ کتنے ٹائی م سے دعا مانگتی تھی کہ اس سے ملاقات ہو جائے پر نہیں ہو سکی اور جب اس نے امیدیں چھوڑ دی تو وہ یوں اچانک سے ملا وہ یک ٹک اس کو دیکھے جارہی تھی جب عاشر اس کو کسی لڑکی پاس جاتا دیکھا عینی کی آنکھوں میں چھین ہونے لگی اس لڑکی کو دیکھ کر جو مسکرا کر اس سے آئی سکریم لیکر کھا رہی تھی اس کی بائی یک پہ بیٹھی اور عاشر بالکل اس کے سامنے کھڑا تھا عینی کو لڑکی بری لگی جو بڑے حق سے بائی یک پہ بیٹھی عاشر سے بات کر رہی تھی۔

کش تم میرا ویٹ کرنا میں آتی ہوں۔ عینی نے باہر جانا چاہا۔
 کہاں جا رہی ہو؟ کشمالا نے موبائل سے دھیان ہٹا کر پوچھا۔
 بس کچھ منٹس میں آتی ہوں۔ عینی نے کہہ کر گاڑی کالوک کھولا اور نکل گئی کشمالا
 کندھے اچکا کر دوبارہ موبائل میں بڑی ہوگئی۔
 ہائے۔ عینی نے خود کمپوز کیا اور ہمت کر کے وہاں گئی اور مسکرا کر عاشق کو مخاطب
 کیا۔

عاشق جو آرزو کی فرمائش پہ اس کے ساتھ آئی سکریم کھانے آیا تھا اپنے پیچھے کسی لڑکی کی
 آواز پہ اس نے پلٹ کر اس کو دیکھا آرزو بھی آئی سکریم کھانا بھول کر سامنے لڑکی کو
 دیکھ رہی جو گلابی رنگ کی شرٹ اور پینٹ میں ملبوس تھی بال کھلے ہوئے تھے چہرے پہ
 ہلکے سامیک اپ کیا گیا جس سے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی آرزو کی نظریں اس
 کے گال پہ پڑی تو ڈمپل دیکھ کر اس نے منہ بنایا اور اس کو وہ لڑکی دیکھی ہوئی لگی پر
 اس نے اپنا دھیان دوبارہ آئی سکریم کھانے پہ لگایا اگر وہ کچھ غور کرتی تو پتا چلتا کہ
 سامنے والی لڑکی بالکل زیادہ کے جیسی تھی بس آنکھوں کا رنگ مختلف تھا۔

تم۔ عاشق کچھ پل تو اس کو دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں شناسائی کی ریت آئی پر اس کو
 عینی کا مخاطب کرنا سمجھ میں نہیں آیا عینی کو دکھ تو ہوا کہ عاشق اس کو بھول بھی گیا تھا اور

ایک وہ تھی جس نے اس کے علاوہ سب کچھ بھلا رکھا تھا پر اس نے اپنے چہرے پہ مسکراہٹ برقرار رکھی۔

جی میں وہ دراصل جب آپ نے میری مدد کی تھی اس دن تو میں نے شکریہ ادا نہیں کیا تھا پر آج آپ پہ نظر پڑی تو سوچا شکریہ ادا کر لوں۔ عینی نے کچھ سچ اور کچھ جھوٹ میں بات بنائی۔

اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ عاشر نے رسائیت سے کہا تو عینی کی نظر دوبارہ آرزو پہ پڑی جو آئی سکریم کھانے مگن تھی جیسے اس کے علاوہ کوئی اور موجود ہی نہ تھا بس وہ اور آئی سکریم۔

یہ میری کزن پلس دوست ہے آرزو۔ عاشر نے اس کا دھیان آرزو پہ پایا تو تعارف کروایا۔

اچھا ماشا اللہ بہت پیاری ہیں۔ عینی نے مصنوعی مسکراہٹ سے کہا اور نہ اس کو آرزو کا پیارا ہونا پسند نہیں آیا کم تو وہ خود بھی نہ تھی پر آرزو کی بات ہی کچھ الگ تھی۔

تھینکس سب لوگ مجھ سے یہی کہتے ہیں کہ میں بہت پیاری معصوم اور بہت متنت

خوبصورت ہوں۔ آرزو نے اس کی بات پہ اپنی تعریف کے قصیدے پڑھے جس پہ عاشر نے اس کو گھورا۔

آرزو آج پھر تم نے چہرہ بگاڑا اپنا۔ عاشر نے اس کہ چہرے پہ آئی سکریم لگی دیکھی تو اس کے ہی ڈوپٹے سے اس کا چہرہ صاف کرنے لگا آج اس کے پاس رومال جو نہ تھا عینی کو اپنا آپ ان دونوں کہ بیچ فضول سالگا اُپر سے عاشر کا آرزو سے اس طرح خیال رکھنا اس کو تکلیف پہنچا رہا تھا

میرا نیوڈریس ہے۔ آرزو نے عاشر سے کہا جو اس کا چہرہ صاف کر رہا تھا۔ تو چہرہ بھی تمہارا اپنا ہے۔ عاشر نے چہرہ صاف کر کے اس کے ماتھے پہ ڈوپٹہ ٹھیک کیا۔ اچھا میں چلتی ہوں۔ عینی کا دل بھر آیا۔

او کے خدا حافظ۔ عاشر سے پہلے ہی آرزو بول پڑی عینی کو شرمندگی محسوس ہوئی اس لیے پھر وہ بنا رو کے واپس چلی گئی۔

آرزو اس کو برا لگا ہو گا۔ عاشر نے تاسف سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس کا برا لگا ہو گا یہ بات تمہیں کیوں بری لگ رہی ہے۔ آرزو نے مشکوک نظروں سے اس کی جانب دیکھا پر یہ نہیں پوچھا کہ وہ کون تھی کیوں کی عاشر نے بتا دیا تھا کہ اس نے ایک لڑکی کو ڈراپ کیا تھا اپنی بائی یک پہ اور اس کو بہت انکمفر ٹیبل فیل ہوا تھا جس پہ آرزو نے اس کا مزاق بنایا تھا۔

ایسا نہیں میں نے جسٹ بات کی۔ عاشر نے اس کی غلط فہمی دور کی۔

ہمم ٹھیک ویسے لڑکی بہت پیاری تھی سوائے اس کے ڈمپل کے۔ آرزو کو اس کا ڈمپل
یاد آیا تو اس نے منہ بنایا۔

اففف تمہاری ڈمپلز سے جیلیسی۔ عاشر ہنس پڑا
میں آرزو ایاز ہوں جس کی خوبصورتی سے لوگ جلتے ہیں وہ کسی سے نہیں جلتی۔ آرزو
نے عاشر کی بات پہ ناک منہ چڑھایا۔

ہا ہا خوبصورت تو دیکھو۔ عاشر نے قہقہہ لگایا جس کی آواز دور جاتی ہوئی ی عینی کے
کانوں تک بھی پہنچی تھی۔

عاشر اب چلو۔ آرزو نے اس کو خود پہ ہنستے دیکھا تو ناراض ہوئی ی۔
اچھا سوری خوبصورت تم ہو اور ہوتی اگر موٹی نہ ہوتی۔ عاشر نے اس کو اور تنگ کیا اور
اس کے پھولے ہوئے کھینچے۔

موٹی نہیں میں۔ آرزو نے اس کے ہاتھ دور کرتے کہا
جی جی پتا ہے آپ بس صحتمند ہیں۔ عاشر بائی یک پہ بیٹھ کر بولا۔
کون تھے وہ؟ عینی جیسے ہی گاڑی میں بیٹھی کشمالا نے آئی سکریم کا کپ اس کی طرف
بڑھا کر پوچھا

کوئی ی نہیں۔ عینی نے بے دلی سے اس کے ہاتھ سے کپ پکڑا اس کے بیٹھتے ہی
 ڈرائی بور نے گاڑی چلانا شروع کیا تھا
 تو ان کے پاس گئی کیوں تھی۔ کشمالا نے نا سمجھی سے سوال کیا۔
 غلطی ہو گئی۔ عینی نے چڑکے کہا اس کو واقعی لگ رہا تھا کہ غلطی ہو گئی اس کو
 نہیں جانا چاہیے تھا ایک حادثاتی ملاقات تھی جو اس نے خود پہ سوار کی تھی جب کی
 دوسری طرف اس کو یاد ہی نہیں تھا بھلا یاد بھی کیسا کرتا ایک دن میں انسان جانے کتنے
 لوگوں سے ملتا ہے اب ہر کسی کو وہ اپنے دماغ میں محفوظ تو نہیں کر سکتا نہ یہ بات دماغ
 میں آتے ہی عینی کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ آگئی وہ تو اس لیے بھی اس کے پاس
 گئی تھی تاکہ نام ہی پوچھ لیں پر شاید نام بھی اس کا جانا قسمت میں نہ تھا عینی نے ہاتھ
 میں پکڑی آئی سکریم ونڈو سے باہر پھینک دی اور سیٹ سے پشت ٹکا کر آنکھیں موند لی
 کشمالا کو وہ کافی ڈسٹرب لگی پر فلحال اس سے پوچھنا ٹھیک نہیں لگا۔



کیا پتا تم لوگوں کو سننے میں غلطی ہوئی ہو۔ علیہ ان نے دھڑکتے دل سے کہا اس کو
 یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ جس سے محبت کرنے لگا ہے وہ کسی اور کہ نام ہونے جارہی تھی
 وقاص اور احمد کو کالج میں وقت نہیں ملا تھا بات کرنے کا اس لیے ان دونوں نے شام
 کے وقت اس کو کیفے میں بولا یا تھا اور سب بتا دیا تھا۔

تمہیں لگتا ہے ہم ایسے ہی بات کریں گے تم سے۔ وقاص نے خفگی ظاہر کی۔
دیکھو علیدا ان ہمیں جو ٹھیک لگا وہ تمہیں بتا دیا اگر تم کے لیے سیریس ہو تو اپنے دل کی
بات کہہ دو ایسا نہ ہو کہ بعد میں پچھتاؤ۔ احمد نے علیدا ان کے پریشان چہرے کو دیکھ کر
کہا۔

اوکے میں ایک دو دن کے اندر اس کو پریپوز کر لوں گا۔ علیدا ان نے ہلکے سا مسکراہٹ
سے کہا۔

ہاں پر کیا وہ مان جائے گی وقاص نے سر سری پوچھا۔
کیوں نہیں مانے گی مجھے میں کیا کمی ہے۔ علیدا ان جزباتی ہوا۔
اس کو چھوڑ تو یہ بتا زیادہ کو اور ہمایوں کو کب بتائے گا جلدی بتا دینا ورنہ ہمایوں تو نہیں پر
زیادہ تمہیں چھوڑے گا نہیں۔ احمد نے وقاص کو گھور کر علیدا ان کو وارن کیا۔
ہاں روشنا کی طرف سے اچھا سپونس ملے تو میں ان کو بتا دوں گا۔ علیدا ان نے کہا۔
پریپوز کیسے کرو گے؟ وقاص نے تجسس سے پوچھا۔
کسی اچھی سی جگہ پہ لیکر جاؤں گا اور اپنے جزبات بیان کروں گا اس کے
سامنے۔ علیدا ان نے آنکھیں بند کیے جواب دیا۔

واہ ہمیں پتا نہیں تھا ہمارا علیدا ان اتنا رومانٹک ہو گا۔ احمد نے اس کو چھیڑا تو اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔

میں کسی ریسٹورنٹ میں بکنگ کرواؤں گا تم مجھے بتا دینا اسپیشل ٹیبل جہاں بس تم اور تمہاری مس حبا بن ہوگی۔ وقاص نے مسکرا کر علیدا ان سے کہا۔
شکریہ۔ علیدا ان نے مسکرا کر کہا۔

وہ آئے گی نہ تمہارے ساتھ وہاں مطلب کہ پوچھے گی نہیں کیوں اور شاید نہ آئے وہ کچھ الگ قسم کی ہے نہیں۔ احمد نے اپنا خدشہ بیان کیا۔
ہاں شیور تو میں بھی نہیں پر اب وہ مجھ پہ ٹرسٹ کرنے لگی ہے اور بات بھی ٹھیک سے کرتی ہے اگر میں کروں تو دوسرا یہ کہ میں ابھی یہ سب نہیں سوچا تھا پر تم دونوں کی بات پہ میں پریشان ہو گیا اور میں اس کو کھونا نہیں چاہتا۔ علیدا ان نے پہلے مسکرا کر پھر پریشانی سے کہا۔

ڈونٹ وری اللہ بہتر کرے گا۔ احمد نے اس کو تسلی دی۔



چاول تو سامنے کیجی یے گا آپ۔ وہ سب اس وقت رات کا کھانا کھا رہے تھے جب آرزو نے جان بوجھ کر روشنا کو مخاطب کر کے کہا آج سارا دن روشنا نے آرزو کو

نظر انداز کیا تھا اور یہ بات آرزو کو اس کرگئی تھی ایسا روشنانے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔

یہ پکڑو۔ روشنانے بنا اس کی جانب دیکھے چاولوں کی پلیٹ اس کے سامنے رکھ کہہ۔ بابا آج آپ خاموش کیوں ہیں؟ آرزو نے کھانے کہ بیچ اپنے باپ کو دیکھ کر کہا جو آرام سے کھانا کھا رہے تھے۔

آرزو کتنی دفع بولا ہے کھانے کہ دوران بات نہیں کرتے مگر تم جانے کب سمجھو گی۔ زرینہ بیگم نے غصے سے آرزو سے کہا۔

کیا ہے ایک یہی ٹائی م تو ہے بابا سے بات کرنے کا سارا دن وہ جاب پہ ہوتے ہیں رات میں آتے ہیں پھر کھانے کے بعد آرام کرتے ہیں پھر صبح سویرا اٹھ جاتے ہیں اور دوبارہ کام پہ جاتے ہیں اس وجہ سے اگر میں اب ان سے بات نہ کروں تو کب کروں۔ آرزو کو نہ پہلے کبھی اپنی باتوں کا اثر ہوا تھا اور نہ ابھی ہوا۔

میں خاموش نہیں ہوا بیٹا تمہیں ایسے ہی لگا۔ ایاز صاحب نے مسکرا کر جواب دیا تو آرزو نے سر ہلایا کھانے کے بعد زرینہ بیگم اور روشنانے برتن کچن میں رکھنے لگی آرزو اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور موبائل لیکر اسٹیٹس دیکھنے لگی جب زیادہ کے واٹس ایپ اسٹیٹس پہ اس کی نظریں ٹھیر گئی۔

تمہارے مسیج اور میرے سکون کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔

آرزو نے یہ لائی نر جو زیادنے اسٹیس پہ لگائی ی تھی سوچا کمنٹ پہ پوچھے کہ کون پھر
سوچا اتنا پر سنل ہونا بھی ٹھیک نہیں شاید اس کو برا لگے پر اس نے زیاد کا اسٹیس اپنی
موبائل میں سیو ضروری کیا تھا۔

آج آپ کیوں نہیں آئی ی؟ آرزو نے کافی دیر بعد موبائل یوز کر کے خود سے سوال کیا
روشناہر رات کو اس کے کمرے آتی تھی اس کو دیکھنے کہ وہ سوئی ی ہے کہ نہیں پر آج
نہیں آئی ی تو اس نے خود جانے کا سوچا اور منانے کا بھی آرزو روشنہ کے کمرے میں
گئی تو اس کو کروٹ لیکر سوتا پایا۔

ناراض ہے۔ آرزو آہستہ سے اس کے بیڈ پہ چڑھ کر روشنہ کو پیچھے سے ہگ کر کے
پوچھا۔

آرزو مجھے نیند آرہی ہے سونے دو اور تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔ روشنہ نے سنجیدگی
سے کہا۔

آپ ناراضگی ختم کرے تو میں جاؤں گی ورنہ نہیں۔ آرزو نے ضد کی۔
آرزو تنگ نہ کرو اور جاؤ اپنے کمرے میں۔ روشنہ نے کچھ سختی سے کہا۔

مان جائے نہ آپ بات اتنی بڑی تو نہیں تھی آپ بس ناراضگی ختم کرے آپ جو کہے گی
میں وہ کروں گی۔ آرزو نے مسکین شکل بنائی ی۔
جو کہوں گی وہ مانوں گی۔ روشناس کو دور کرتی اٹھ کر پوچھنے لگی۔
جی آپ بس آپ ناراض مت ہو پہلے تو ایسا نہیں کرتی تھی آپ۔ آرزو نے خفگی ظاہر
کی۔

پہلے ہمارے بیچ زیاد نامی کوئی ی تھا بھی نہیں۔ روشناس نے کڑواہٹ سے کہا آرزو کو روشناس
کی اتنی چڑ زیاد کے لیے سمجھ میں نہیں آئی ی۔
آپ بتائی یں ناراضگی ختم کی۔ آرزو نے پوچھا۔
ایک شرط پہ ختم کروں گی۔ روشناس نے اس کو دیکھ کر کہا۔
شرط؟ آرزو کو ہنسی آئی ی۔

ہاں اگر تم زیاد سے بات کرنا ختم کر دو تو مکمل طور پہ ایسے جیسے تم نے کبھی اس سے بات
ہی نہ کی بھول جاؤ کہ میں نے کبھی برا ہی سہی اس کا ذکر کیا ہو تم بس زیاد کا ذکر نہیں
کروں گی میں نہیں چاہتی تم کبھی اس کی وجہ سے مشکل میں آؤ اس کی ہماری زندگی
الگ ہے وہ جہاں سے بلونگ کرتا ہے نہ وہاں لڑکیوں سے ایسے چیٹ کرنا عام اور وقت

گزاری ہے میں نہیں چاہتی میری بہن اس زیاد خانزادہ کا ٹائی م پاس ہونے کا سبب بنے۔ روشنانے پیار سے اس کے گال پہ ہاتھ رکھ کے کہا۔

مجھے آپ کی بات سمجھ میں تو نہیں آئی پر میں اب زیاد سے بات نہیں کروں گی میں ان کے لیے یا کسی کے لیے بھی اپنے خونی رشتے خراب نہیں کروں گی میرے لیے آپ سب بہت اہم ہیں۔ آرزو نے روشنا کا رکھا ہاتھ گال سے ہٹا کر اپنے ہاتھ میں لیکر کہا۔

واعدہ۔ روشنا کو خوشی ہوئی آرزو کی بات پہ اس کو لگا آرزو اتنی بھی نا سمجھ نہیں کہ اس کو کسی اپنے کی پرواہ نہ ہو وہ جتنا لا پرواہ دیکھتی تھی اتنی تھی نہیں۔
میں بہن ہوں آپ کی میری بات پہ آپ بنا واعدے پہ یقین کر سکتی ہیں۔ آرزو نے واعدہ کرنے سے اجتناب کیا۔

روشنانے بھی پھر ضد نہ کی اس کے لیے یہی بہت تھا کہ آرزو نے کہا تو وہ ضرور ایسا کرے گی بھی۔



ہیلو وقاص۔ علیدا ان نے صبح کو بہ وقاص کو کال کی تھی۔

ہاں بولوں صبح صبح میری یاد کیوں ستائی تمہیں۔ وقاص اپنے کمرے میں بیڈ پہ سویا ہوا تھا جب علیدا ان کی کال پہ اس کی نیند خراب ہوئی تبھی وہ جل بھن کے بولا۔

غصہ کیوں ہو رہے ہو اور صبح صبح سے مراد تمہاری کالج نہیں آرہے کیا آج؟ علیدا ان نے وجہ پوچھی۔

تم بتاؤ کال کیوں کی ہے؟ وقاص نے جمائی لیتے ہوئے کہا
ہاں وہ تم بنگ کر وانا کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں۔ علیدا ان سرشار لہجے میں کہا۔
آج؟ وقاص نے کنفرم کرنا چاہا۔

ہاں شام کو۔ علیدا ان نے ویسے ہی جواب دیا
وہ مان گئی آنے کے لیے۔ وقاص کو یقین نہ آیا۔
آج کالج میں بولوں گا کہ میرے ساتھ آئے یقین ہے وہ انکار نہیں کرے گی۔ علیدا ان کا
لہجہ بہت پر یقین تھا۔

ہاں اگر انکار کرے تو کہنا چاند پہ لے جا رہا ہوں پھر فورن سے مان جائے گی۔ وقاص
نے ہنس کے کہا۔

تم اپنی والی کو کہنا۔ علیدا ان نے طنزیہ کہا۔
میری کوئی ایک ہو تو کہوں نہ اب اتنی ساری لڑکیوں کو چاند پہ کیسے لیکر جاسکتا
ہوں۔ وقاص نے مزے سے کہا علیدا ان کو پتا لگ گیا اب اس نے بکواس ہی کرنی ہے اس
لیے کال کٹ کر دی ٹوں ٹوں کی آواز پہ وقاص نے گھور کے موبائی ل کو دیکھا۔

دوستی کا مطلب ہی زلیل ہونا ہوتا ہے۔ وقاص خود بڑبڑاتا بیڈ سے اٹھ کر واشروم کی طرف بڑھا۔

جھلک دیکھ لاجا جھلک دیکھ لاجا
ایک بار آجا آجا آجا۔

جھلک بعد دیکھنا پہلے ادھر آؤ۔ وقاص تیار ہوتا ہاتھ میں کی کو گول گول انگلی میں گھماتا گنگنا تا گھر سے نکل رہا تھا جب اس کے باپ کی کڑک آواز نے اس کے منہ اور قدموں کو بریک لگائی۔

حکم کرے ابا جان۔ وقاص اپنا ہاتھ پیچھے سر پہ لیتا پھر فرمانبرداری سے قادر صاحب کے پاس آکر بولا۔
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interview

یہ صبح گانا کیوں گایا جا رہا تھا؟ قادر صاحب نے سخت لہجے میں پوچھا تو وقاص سر کھجانے لگا۔

ایسے ہی میں جاؤں کالج کے لیے دیر ہو رہی ہے۔ وقاص نے مسکرا کر گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔

تمہاری آوار گردیاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ بہت میں نے چھوٹ دے دی اب بس صبح کالج کے بعد تم آفس کا کام دیکھو گے۔ قادر صاحب نے اس کو گھور کر کہا جو خاکی کلر کی

شرٹ پہنی ہوئی ی تھی جس کہ اُپر کے دو تین بٹن کھولے ہوئے تھے اور وائی بیٹ کلر کی پینٹ جی گھٹنوں کی جگہ پہ پھٹی ہوئی ی تھی جس کو فیشن کہا جاتا تھا اور وقاص کے ہاتھ میں باندھے ہوئے داگوں کو دیکھ کر ان کو ناگوار محسوس ہوا اور رہی ہوئی ی کٹر اس کہ گلے میں بندھی چین نے کیا تھا جس کے لاکیٹ پہ وقاص کے نام کا W لٹک رہا تھا وہ اپنے ایسے حلیے میں لگتا بہت ہینڈ سم تھا مگر قادر صاحب کو وہ آوارہ اور گنڈے ٹائیپ لگتا تھا اس لیے وہ ٹوکتے رہتے تھے۔

اباجان کالج کے بعد کیسے؟ وقاص کا گلا خشک ہو گیا اپنے باپ کی بات سن کے۔ کیوں کالج کے بعد کرتے کیا ہو جو احتراز کر رہے ہو میں نے کہہ دیا اب جاؤ تم دیر ہو رہی تھی۔ قادر صاحب نے گھور کر کہا تو وقاص کا منہ لٹک گیا اور گھر سے نکل گیا اس نے کالج جانا بھی کے لیے کینسل کیا اور علیدا ان کے کہے مطابق اچھے سے فائی یور اسٹار میں بنگلہ کرنے کا سوچا۔

آج کا دن ہی منسوس ہے۔ وقاص جل کے بولا اور کار اسٹارٹ کی۔



آج جب زیاد کالج آیا تو ہمایوں کے علاوہ کوئی ی کالج نہیں آیا تھا زیاد نے اپنا بیگ نیچے رکھا اور گرائی ونڈ پہ ہمایوں کے ساتھ گھاس پہ بیٹھ گیا۔

میں جلدی آگیا ہوں یا ان کو دیر ہوگئی ہے آنے میں۔ زیاد نے ہمایوں سے سوال کیا
جو اپنا چشمہ صاف کر رہا تھا

ان لوگوں نے دیر کی ہے۔ ہمایوں نے جواب دیا۔

وقاص نہیں آئے گا اور علیہ ان کو کچھ کام تھا اس لیے وہ ایک کلاس مس کرے گا احمد کا
کچھ پتا نہیں۔ زیاد نے موبائل پہ ان کے مسیجز پڑھ کر ہمایوں سے کہا۔
سہی ہے۔ ہمایوں نے سر ہلایا۔

اندر چلتے ہیں۔ زیاد نے اپنے اُپر ہر کسی کی نظریں محسوس کر کے کوفت سے ہمایوں سے
کہا
کبھی کبھی تو ان بیچاریوں کو تمہارا چہرہ فرصت سے دیکھنے کو ملتا ہے کچھ منٹ ویٹ کرو
پھر چلتے ہیں۔ ہمایوں اس کی حالت سے محفوظ ہوتا چھڑنا لگا۔

بات سنو میری۔ زیاد ہمایوں سے کچھ کہتا کہ اپنے پیچھے نسوانی آواز گو نجی محسوس
ہوئی زیاد نے ایسے ہی جھٹے پلٹ کر دیکھا تو روشنا کڑے تیور لیے اس کو گھور رہی تھی
زیاد نے بیزار سے اس کو دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا اس کو اٹھتا دیکھ کر ہمایوں بھی اپنے بکس
سمیٹا اٹھنے لگا جب کی آس پاس لوگ جو پہلے زیاد کو دیکھ رہے تھے اب ان کے کان بھی
کھڑے ہوگئے کی بات ہونی ہے۔

بولوں۔ زیاد اس کے روبرو کھڑا ہوتا اُسی کے انداز میں بولا۔

میں تمہیں وارن کرنے آئی ہوں۔ روشنا پہلے تو اس کی سنجیدگی دیکھ کر ڈر گئی اُپر سے اس کو احساس ہوا کہ وہ گرائی ونڈیہ زیاد کو مخاطب کر کے غلطی کر چکی ہے کیوں اب گول دائی رے کی طرح سب اسٹوڈنٹس کھڑے ہو گئی تھیں۔

وارن؟ زیاد نے آئی بروا پر کر کے طنزیہ مسکراہٹ سے بولا۔

ہاں وارن میری بہن سے دور رہنا سمجھے۔ روشنارات میں ارادہ کر چکی تھی کہ وہ زیاد سے بھی کہے دی کے آرزو سے دور رہے آرزو کی طرف سے وہ اب بے فکر تھی پر زیاد اس سے رابطہ کرتا اس لیے اس نے سوچا زیاد سے دو ٹوک بات کرے۔ روشنا کی بات پہ ہمایوں نے نا سمجھی سے زیاد کی جانب دیکھا آس پاس ہوتی سرگوشیوں اور روشنا نے کہے جملے نے زیاد کا پارہ ہائے کیا تھا زیاد نے زور سے ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر کے کھولی۔

نہیں سمجھا اب جاؤ۔ زیاد نے آنکھ سے اشارے سے اس کو جانے کا بولا وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی تماشا بنے یا وہ آرزو کا نام سب کے سامنے لے جو اس کی بہن سب کے اس کے ساتھ جوڑ رہی تھی بنا سوچے سمجھے۔

میری آرزو سے دور رہو سمجھے تم اگر لڑکیوں سے بات کرنے اتنا شوق ہے تو اپنے جیسی اور اپنے جتنی ڈھونڈو میری معصوم بہن کو استعمال کرنا بند کرو۔ روشناس کی بات پہ چیخ کر بولی۔ زیاد کا دل کیاروشنا کا منہ تھپڑ مار کر لال کر دے۔

بکو اس بند کرو اپنی اور نکلے یہاں سے اگر میں کچھ نرمی سے بات کر رہا ہوں تو بس حیات کی وجہ سے ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دیتا اتنی بکو اس پہ۔ زیاد لہو لہان ہوتی نظروں سے روشنا کو گھور کر بولا اور اس کو اندازہ بھی نہیں ہوا کہ وہ آرزو کو وہ سب کے سامنے حیات کہہ گیا تھا روشنا کو اپنی ٹانگوں پہ کھڑا رہنا مشکل لگ رہا تھا اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا زیاد کی اتنی تیز آواز پہ ہمت کر کے وہ آتوگئی تھی مگر اب پچھتا رہی تھی پر اس کو زیاد کو آرزو کی زندگی سے دور کرنا تھا۔

زیاد آرام سے لڑکی ہے۔ ہمایوں نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ شانت کرنا چاہا جس پہ زیاد نے اپنا کندھا جھٹکا۔

تم ہوتے کون ہو میرا منہ توڑنے والے اور بار بار مجھے جانے کا کہنے والا اب اگر تم نے دوبارہ میری بہن سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ روشناس نے نڈر ہو کر کہا۔

میں تمہاری جان لے لوں گا۔ زیاد غصے سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا پر ہمایوں نے جلدی سے پیچھے سے اس کو روکا۔

مس آپ جائے یہاں سے ابھی یہ جگہ ایسی نہیں جو آپ بات کر رہی ہیں۔ ہمایوں نے زیاد کو روکتے ہوئے روشنا سے کہا جو ڈرتے ہوئے بھی زیاد کو گھور رہی تھی زیاد کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس وقت کیا کر گزرتا روشنا ہمایوں کی بات پہ آس پاس دیکھا جہاں بہت سارے اسٹوڈنٹس کھڑے ہاتھ منہ پہ رکھے سارا تماشا دیکھ رہے تھے۔

میں اب بھی کہوں گی میری بہن بچی ہے اس سے دور رہنا۔ روشنا کہتی وہاں سے جانے لگی پروہ جیسے ہی وہ پلٹی تو علیداں بہت سنجیدہ سے ہاتھ سینے پہ باندھے کھڑا تھا روشنا کو اس کا ایسے دیکھنا سمجھ میں نہیں آیا اور فلحال وہ اس حالت میں تھی بھی نہیں کہ کچھ سمجھتی اس لیے علیداں کو نظانداز کیے اس کی سائیڈ سے گزر گئی۔

کوئی فلم نہیں چل رہی یہاں جائے جا کر اپنی کلاس اٹینڈ کرے۔ علیداں نے سخت لہجے میں سب کو کھڑے دیکھ کر کہا تو وہ آہستہ آہستہ جانے لگے جب کی زیاد یہاں وہاں ٹہل کر اپنے بالوں میں ہاتھ گھماتا غصہ ضبط کرنے کے ترودود میں تھا ہمایوں بس اس کو ٹہلتا دیکھ رہا تھا۔

وہ کیا کہہ گئی ہے زیاد؟ علیدا ان نے سنجیدگی سے زیاد سے سوال کیا کیوں کی وہ کب سے پیچھے کھڑا ان کی بحث سن رہا تھا۔

بکواس کر گئی ہے۔ زیاد دھاڑا۔

زیاد کنٹرول۔ ہمایوں نے اس کو ٹوکا۔

کیا کنٹرول ہاں کیا کنٹرول تم نے سنا نہیں وہ کیسے مجھے باتیں سنا کے گئی ہے کس کی اتنی ہمت نہیں کہ کوئی میرے سامنے کھڑا ہو سکے اور وہ۔ زیاد اونچی آواز میں ان سے کہنے لگا۔

حیات کون؟ ہمایوں کے دماغ کلک ہوا تو فوراً سے پوچھا
میری زندگی۔ زیاد اس کی آنکھوں میں آنکھیں گھاڑے کہتا وہاں سے جانے لگا جب کی
علیدا ان کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

تمہیں پتا ہے کچھ یہ کیا کہہ گیا ہے۔ ہمایوں نے بت بنے علیدا ان سے پوچھا۔

زیاد نے کبھی کچھ بتایا نہیں۔ علیدا ان آہستہ سے بولا۔

ہمم مجھے بھی حیرت ہوئی زیاد اور لڑکی۔ ہمایوں کافی شک میں معلوم ہو رہا تھا۔

تمہیں پتا ہے تم کیا کر آئی ہو۔ روشنا جیسے ہی کلاس میں آکر بیٹھتی تھی بہت سے اسٹوڈنٹس اس کے سر پہ کھڑے ہو گئی تھیں علیزہ کو جیسے ہی پتا چلا وہ روشنا کی عقل پہ ماتم کرنے والے انداز میں بولی۔

ہاں پتا ہے تم جانتی نہیں میری بہن بس اٹھارہ کی ہے اور اس کی غلطی یہ کہ وہ زیادہ سمجھ نہیں پارہی اس نے سوشل میڈیا پر زیادہ بات کی اور اب بقول آرزو کے وہ دوست ہیں۔ روشنا نے عجیب بے بسی سے کہا

تو اس میں غلط کیا ہے جو تم نے اس طرح ری ایکٹ کیا۔ روشنا تم نے زیادہ کو جو کہا سو کہا پر اپنی بہن کا بھی تماشا بنا لیا۔ علیزہ نے اس کو حقیقت بتائی۔
میری بہن کا تماشا کیوں بنے گا۔ روشنا کو اس کی بات بری لگی۔
تمہیں زیادہ برا کیوں لگتا ہے؟ علیزہ نے تحمل سے پوچھا۔

پتا نہیں بس زہر لگتا ہے مجھے۔ روشنا کو زیادہ سے پہلی ملاقات اور دوسری یاد آئی تو بیزار سی شکل بنا کر کہا۔

جو بھی پر کیا تم نے غلط ہے۔ علیزہ نے کتاب کے صفحے پلٹ کر کہا تو روشنا نے کچھ نہیں کہا۔



تمہیں پتا ہے آج کل اسکول میں آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ سول اسکول کے بریک ٹائی م میں اپنی دوستوں کے ساتھ بیٹھی تھی جب ایک لڑکی ان کے پاس آکر بولی۔ کیا ہو رہا ہے؟ سول نے بیل کھا کر پوچھا۔ کل نہ آرزو بہت ہی ہینڈ سم مرد کے ساتھ آئی تھی لڑکی جس نام حنا تھا وہ آہستہ آواز میں بولی۔

کہاں آئی تھی اور کس لڑکے کے ساتھ آئی تھی۔ سول نے انٹر سٹ شو کیا۔ پتا نہیں پر تھا بڑا پیارا اور عمر میں بھی آرزو سے بڑا تھا اور امیر بھی لگ رہا تھا پر کیا پرسنائی لٹی تھی اس لڑکے کی انفن نہ پوچھو۔ حنا نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔ ایسا بھی کیا تھا اور بھی اس آرزو کے ساتھ آیا تھا۔ سول کو یقین نہیں آیا۔ ہاں اور نہیں تو تم دیکھتی نہ تو خود اس لڑکے میں کھو جاتی۔ حنا ہاتھوں کو باہم ملا کر کہا۔ میں نہ کہتی تھی یہ آرزو میسنی ہے۔ سول جل کے بولی۔

ہاں پر وہ ہو گا کون پہلے تو کبھی آرزو کسی لڑکے لے ساتھ نہیں آئی۔ سول کی دوست نے اس کی بات سن کر کہا تو وہ بھی سوچنے لگی۔



علید ان کہاں ہو تم میں نے ساری تیاری کر لی ہے بس تم ایک بات آکر دیکھ لو۔ وقاص نے ایک نظر سامنے ڈالی اور علید ان کے فون اٹھاتے ہی اس نے پر جوش آواز میں کہا۔

کینسل کر دو میں نہیں آسکتا اب اور تم سے معذرت کرتا ہوں۔ علیدا ان اپنے کمرے

میں بیڈ پہ لیٹا سنجیدہ آواز میں وقاص سے بولا۔

ہیں یہ کیا بول رہے ہو؟ وقاص کو جھٹکا لگا۔

ہممم سہی کہہ رہا ہوں۔ علیدا ان نے چھت پہ نگاہ مرکوز کیے جواب دیا

اس نے منع کیا کیا اور میں صبح سے تیاری میں لگا ہوا ہوں اور اب تم کہہ رہے ہو کہہ ہو

نہیں آسکتے۔ وقاص کو اچھا خاصا غصہ آیا۔

سوری۔ علیدا ان نے بس اتنا کہا۔

پر بات کیا ہے۔ وقاص نے گہرے سانس لیکر کہا تو علیدا ان نے سب کچھ اس کو بتایا جس

کو سن کر وقاص بھی کچھ پریشان ہوا۔

زیاد کسی لڑکی میں انٹر سٹڈ ہے۔ وقاص نے اس کی بات سن کر شاک میں بولا

پتا نہیں۔ علیدا ان نے لاعلمی کا اظہار کیا

اچھا نہیں پتا پر تم کیوں اب مس حجابن کو پرپوز نہیں کر رہے کیا پتا اس کو غلط فہمی

ہوئی ہو وہ دور ہو جائے گی تم کچھ عقل سے کام لو۔ وقاص نے اس کو سمجھانا چاہا۔

روشنانے بہت خراب باتیں کی زیاد سے اس کے لہجے میں زیاد کے لیے نفرت محسوس

کر کے میں حیران ہو گیا۔ علیدا ان آنکھیں میچ کے بولا اور کال کٹ کر دی۔ وقاص نے

افسوس سے سر جھٹکا اور اپنے چاروں طرف دیکھا جہاں اس نے کچھ بندوں سے مل کر ایک پرائیویٹ ٹیبل بک کروائی تھی جہاں بس کپل ہی ہو سکتا ہے اس نے اس ساری جگہ پہ پھولوں کی پتیاں بچھائے تھے اور ایک دیوار پہ چارٹ چپکایا تھا جس کے اطراف رنگ برنگی لائی ٹس تھی اور Will you marry me لکھا چمک رہا تھا اور کچھ سینکندس کے لیے جب وہ لائی ٹس جل بجھ رہی تھی تب I love you شو ہو رہا تھا جب کی ٹیبل پہ اطراف دو کرسیاں تھی ایک دائیں طرف تو دوسری بائیں طرف ٹیبل کے اُپر موم بتیاں رکھی گئی تھی اور بیچ ایک ریڈ رنگ کا پھول تھا۔ وقاص کو بہت دکھ ہوا اپنی تیاری ضائع ہونے پہ پر زیاد اور علیدان کی سچویشن سوچ کر اس نے گہری سانس لی۔



زیاد کالج سے نکلتا سڑک پہ بلا وجہ گاڑی چلاتا رہا اس نے گاڑی کو فل اسپید پہ چھوڑ رکھا تھا اور ایک سنسان گوشے میں گاڑی کو روکا شام ہو گئی تھی پر اس کا دماغ پھٹ رہا تھا اس کا غصہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا وہ اس وقت اب گاڑی کے بونٹ پہ لیٹا ہوا تھا بازو ماتھے پہ ٹکائے جب اس کو خیال آیا کہ آرزو سے بات کرے زیاد فورن سے سیدھا ہو کر آرزو کا نمبر ملا یا۔

آرزو اپنی کتابیں لیکر چھت پہ آئی تھی تاکہ آرام سے پڑھ سکے وہ چارپائی پہ اپنی کتابیں پھلائے بیٹھی تھی جب اس کو اپنے فون بجتا ہوا سننے میں آیا آرزو نظر انداز کر گئی کیوں کی کل اس کا میتھ کا ٹیسٹ تھا اور اس کی تیاری ٹھیک سے نہیں تھی اس نے رجسٹر پہ ابھی ایک لائی ن لکھی تھی جب پھر سے اس کا موبائل بجنے لگا آرزو نے خون خوار نظروں سے موبائل کو دیکھا اور اسکرین پہ جب زیاد کالنگ دیکھا تو اس نے منہ لٹکایا اور کال کو بجتا دیکھ کر سائی لینٹ پہ لگا لیا کچھ بھی پروہ اس کی کال کٹ نہ کر سکی آرزو نے موبائل رکھ دو بارہ پڑھنے میں مشغول ہو گئی۔

زیاد کال پہ کال کرتا رہا لیکن آرزو کی طرف نور سپونس جان کر اس کا غصہ سوانیزے پہ پہنچ گیا آنکھیں تو پہلے ہی سرخ انگارہ تھی اب چہرہ بھی خون ٹپکانے کی حد تک لال ہو گیا تھا۔

حیات تم آئی اپنی مرضی سے تھی میری زندگی میں پر میں جانے تمہیں تمہاری مرضی سے نہیں دوگا۔ زیاد موبائل کان سے ہٹا کر جنونی انداز میں خود سے گویا ہوا۔

چھوڑو گا تو میں تمہیں بھی نہیں مس روشنا تمہاری وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے۔ روشنا کا خیال آتے ہی زیاد کو نفرت کے شدید احساس اپنے گھیرے میں لے لیا۔

میری کال پک کرو

مجھے تم سے بات کرنی ہے۔
 تم مجھے نظر انداز کیوں کر رہی ہو؟
 کیا بات ہے؟
 بڑی ہو تو بتا دو۔
 ایک رپلائے ہی کر دو۔

؟

؟

؟

؟



زیادہ نے بہت سارے مسیجز آرزو کے نمبر پہ چھوڑ ڈالے تھے آج بہت سالوں بعد اس
 نے خود کو بے بس محسوس کیا تھا پروہ اس دفع خود کو اکیلا نہیں کرے گا یہ اس نے خود
 سے عزم کر لیا تھا

میں نے دل کے دروازے پہ لکھا اندر آنا منع ہے
 عشق مسکراتا بولا معاف کرنا میں اندھا ہوں۔

جب کی دوسری طرف آرزو زیاد کی حالت سے بے خبر اپنی پڑھائی کرنے میں
مصروف تھی۔



دل نے عبادت کی ہے بس تیری
چاہت کی ہے۔

جانے کب اس نمبر سے جان چھوٹے گی میری۔ روشنانے کو فت بھری نظروں سے
مسیح پڑھا جو بس دولائی نز کا تھا وہ تک اب نمبر زبلاک کرتے کرتے بھی تھک گئی
تھی اس لیے بلاک کرنا چھوڑ دیا تھا کہ خود ہی مسیح آنا بند ہو جائے گے۔
اماں آج آپ کو سلائی مشین کو ٹھیک کروانا تھا نہ؟ روشنا باہر لائی ونج میں آکر زریں
بیگم سے بولی جو چائے پی رہی تھی۔

ہاں زبیر نے کہا تھا وہ ٹھیک کروالے گا میں نے منع کیا پر اس نے کہا کوئی بات
نہیں۔ زریں بیگم نے جواب دیا دراصل زریں بیگم کی مشین ٹھیک سے کام کرنا بند
کر گئی تھی جس سے ان کو کپڑے سلنے میں مسئی لاہور ہا تھا اور یہ بات جب
انہوں نے نصرت بیگم سے کی تو زبیر نے کہا وہ جہاں جاب کرتا اس کے قریب ہی ایک
دکان جو یہ مشین ٹھیک کرنے کے کام کرتے ہیں اور وہ یہ کام کروائے گا تو زریں بیگم
نے پہلے انکار کیا پر زبیر کے بار بار کہنے پہ وہ خاموش ہو گئی۔

سہی اگر زبیر بھائی کی کروالیں تو۔ روشنانے سر ہلایا۔

تم نے کالج نہیں جانا کیا؟ زرینہ بیگم نے اس کو یہی بیٹھا دیکھا تھا پوچھا۔

جاؤں گی۔ روشنانے جواب دیا۔

آپی میں جارہی ہوں آپ کو نہیں آنا کیا؟ آرزو اسکول کے لیے تیار ہوتی لائی ونج میں

آکر عجلت سے روشناسے کہا۔

میری پہلی کلاس دس بجے ہے اس لیے تھوڑی دیر بعد جاؤں گی۔ روشنانے جواب دیا۔

اچھا میں نے عاشر سے کہا تھا ویسے بھی مجھے پیدل جانا مشکل لگتا ہے تو آج تو عاشر کے

ساتھ جاؤں گی کل کا اللہ مالک ہے روز روز تو عاشر کے ساتھ نہیں جاسکتی ورنہ میری

وجہ سے عاشر کو بھی کالج سے دیر ہو جائے گی۔ آرزو نے بتایا۔

اچھا خیر سے جاؤ۔ زرینہ بیگم نے کہا تو آرزو دونوں کے گالوں میں باری باری بوسہ لیتی

نکل گئی۔

میں بھی اب کچھ تیاری کر لی کالج جانے کی۔ کافی ٹائی م بیٹھنے کے بعد روشناساٹھتے ہوئے

بولی۔

بات سننا۔ روشناساٹھتا دیکھ کر زرینہ بیگم نے آواز دی۔

جی۔ روشنانے پلٹ کر جواب دیا۔

میں نے راشده سے کہا تھا اس دفع کوئی ی اچھا رشتہ لائے۔ زرینہ بیگم نے جانے کیا باور کروانہ چاہا۔

پچھلی دفع بھی آپ نے کہا تھا کہ مناسب رشتہ ہے۔ روشنا کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ دوبارہ ایسا نہیں ہو گا وہ واقع میں بہتر ہو گا میں نے اس لیے بتایا تا کہ پھر یہ نہ کہنا کہ اچانک۔ زرینہ بیگم سنجیدگی سے بولی روشنا نے زرینہ بیگم کو دیکھا اور اپنے کمرے کی جانب چلی گئی اس کو سمجھ نہیں آیا کہ اس کی ماں اب شادی کی اتنی جلدی کیوں ہو گئی تھی کمرے میں آکر اس نے بیگ لیا اور خود پہ ایک نظر ڈالی حجاب تھوڑا سا ٹھیک کیا اور کمرے سے پھر سے وہ نکلتی چلی گئی ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ جیسے ہی کالج پہنچی تو گزرتے وقت اس کو گرائی ونڈ کہ پاس بہت رش دیکھا وہ نظر انداز کر کے گزر رہی تھی جب کسی کی چیخ کانوں میں پڑی تو وہ سب کے بیچ سے گزرتی آگے بڑھی تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی کیوں سامنے زیاد کسی لڑکے کو بہت برے طریقے سے پیٹ رہا تھا علیحدہ ان اس کو لڑکے سے الگ کرتا پر زیاد کے سر پہ جانے کیا جنون سوار تھا جو وہ لڑکے کو گلے سے پکڑ کر مارے جارہا تھا روشنا کو مزید دیکھا نہیں گیا تو خود اپنے پیروں پہ کھاڑی ماری ان کے درمیان آکر۔

پاگل ہو گئی ہو کیا مر جائے گا یہ۔ اس کی آواز پہ علیدا ان نے ایک شکوہ کرتی نظر اس پہ ڈالی تھی پر روشنا اس کی طرف متوجہ کب تھی وہ تو پاگلوں کی طرح زیادہ کو لڑ کے کو مارتے دیکھ رہی تھی زیادہ کے ہاتھ اس کی آواز سن کر تھمے تھے اور اس نے کسی اچھوت کی طرح اس لڑ کے کو خود سے دور کیا تھا جو نڈھال سے لڑ کھڑا اپنی پچی جان بچا کر بھاگا تھا زیادہ ساری رات باہر سڑک نا پنے کے بعد صبح سویرے گاڑی میں بیٹھا تھا اور مسجد کی جانب گاڑی موڑ دی تھی فجر ادا کرنے کے بعد وہ اپنی روزمرہ کی روٹین مطابق جاگنگ پہ نکلا گھر آ کر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا اور جلدی سے کالج کی جانب آیا تھا جب اس کو اپنے جو نیر گروپ دیکھا جو اس کے بارے میں باتیں کر رہے تھے تب ایک لڑ کے نے کسی فلم کے سین کے مطابق کہا کہ زیادہ خان زادہ کسی لڑکی کی محبت گوٹے گوٹے ڈوب چکا ہے اور ہمیں اس لڑکی کے پاس جا کر اس کے پیر چومنے چاہیے جس نے پتھر کے دل میں احساس جگایا تھا زیادہ کا اتنا سننا تھا اور اپنا بیگ نیچے پھینکتا کلف فولڈ کرتا اس لڑ کے کی جانب بڑھا تھا وہ تورات سے ہی بھڑا پڑا تھا اور اب اس کی اپنی فرسٹریشن نکالنے کا سبب مل گیا تھا وہ لڑ کے تو زیادہ کو دیکھ کر ہی نکل گئی تھی جب کی جو بات کر رہا تھا اس کی زیادہ کی طرف پیٹھ ہونے پہ وہ زیادہ کی قہر سے بچنے پایا۔ زیادہ نے کڑی نظروں سے روشنا کو گھورا جب کی اس کے ایسے دیکھنے پہ علیدا ان نے

بے ساختہ اپنا ہاتھ سر پہ پھیرا روشنا کو زیاد سے ڈر تو لگا مگر وہ ڈھیٹ بنی کھڑی رہی زیاد
ایک جست میں آکر اس کا بازو اپنے شکنجے میں لیا تھا روشنا جو یہاں وہاں دیکھ رہی تھی
اس اچانک حرکت پہ بوکھلا گئی جب کی آس پاس نے اپنے ہاتھ منہ پہ رکھ لیے زیاد کو
روشنا کے قریب دیکھ کر۔

چھوڑو میرا بازو جھنگلی انسان۔ روشنا نے چیخ کے کہا

کیا کہا ہے تم نے آرزو سے۔ زیاد اس سے زیاد تیز آواز میں بولا تو روشنا کو اپنے کانوں
کے پردے پھٹتے محسوس ہوئے علیہ ان کے کان چوکس ہوئے آرزو کے نام پہ اس کی
دماغ کلک ہوا اور شک لگا کہ وہ بچی جس کو سمجھ رہا تھا یہ دونوں اس کی وجہ سے بحث
کر رہے تھے۔

میری بہن ہے وہ میں جو اس سے کہوں تمہیں اس سے کیا۔ روشنا اپنا بازو اس سے
چھڑواتی بولی

میرے اور اس کے بیچ میں نا آؤ پچھتاؤ گی۔ زیاد نے اس کو بازو پہ اور زور دے کر کہا
جس پہ روشنا کے منہ سے سسکی نکلی تھی علیہ ان چاہ کر بھی زیاد کو روک نہیں پارہا تھا۔

تم ہو کون جس کے بیچ میں نہ آؤ میں آرزو میری بہن اس کو میں کہہ دیا اب وہ تم سے بات کرنا تو دور دیکھے گی بھی نہیں۔ روشنا اپنا درد فراموش کر کے طنزیہ مسکراہٹ سے بولی جس پہ زیاد نے اس کا جبر اٹھایا۔

جان سے مار دوں گا اور اب تو تم مجھے اس سے دور تو نہیں پر میں ضرور تمہیں اس سے دور کروں گا۔ زیاد نے مکروہ لہجہ اپنا یا جب کی روشنی کی حالت بری ہوئی تھی پہلے بازوؤں کا درد اپنے چہرے پہ اس کی وحشی گرفت پہ اس کی آنکھوں میں پانی آگیا تھا جس پہ زیاد کو اندر سکون اُترتا محسوس ہوا اس کا لگا اس کی تڑپ کا ازالہ ہو گیا جو وہ ساری رات آرزو کی کال نہ اٹھانے پہ محسوس کر رہا تھا پر علیدا ان کی یہاں بس ہو گئی تھی۔

زیاد چھوڑا اسے۔ علیدا ان نے آرام سے زیاد کا ہاتھ دور کرنا چاہا پر زیاد نے علیدا ان کو دیکھ کر خود ہی کسی فالتوں چیز کی طرح پیچھے کیا وہ گر جاتی پر ایک لڑکی نے اس کو گرنے سے بچایا۔

بھول ہے تمہاری کہ تم اپنے ناپاک ارادو میں کامیاب ہو گے میں تمہیں اپنی بہن کے سائے سے بھی دور رکھوں گی۔ روشنا نے پھنکار کر کے کہا جب کی علیدا ان اس کی ہمت پہ غش کھانے کہ در پہ تھا جو اتنی تکلیف پہ بھی شیرنی بنی مقابلہ کر رہی تھی۔

اور میں تمہیں اس کا سایہ دیکھنے بھی نہیں دوں گا۔ زیاد گہری مسکراہٹ سے بولا اس کی بات پہ روشنانے کوئی اثر نہیں لیا جب کی وہاں سب ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے علیدا ان کو لگا شاید روشنا کو تنگ کرنے کے لیے وہ ایسا کہہ رہا ہے۔

ہممم وہ بات تو کرے تم سے۔ روشنا طنزیہ کہتی سب کو دور کرتی نکل گئی تب تک ہمایوں وقاص بھی آگئی تھے اور احمد بھی سارے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

زیاد تمہیں ایڈمن اپنے آفس میں بولا رہے ہیں۔ زیاد خاموش ابھی وہی کھڑا تھا جب ایک لڑکا اس کو مخاطب کیا ان چاروں نے پریشان نظر زیاد پہ ڈالی جو آرام سے کھڑا تھا۔ ایک تو اس ایڈمن کو آئے دن میری یاد دلاتی ہے۔ زیاد بد مزہ ہو کر بولا اور وہاں سے جانے لگا جب کی اتنی سنجیدہ سچویشن میں بھی ہمایوں کی ہنسی نکل گئی زیاد کی بڑبڑاہٹ سن کر۔

ہمیں بھی ایڈمن کے آفس جانا چاہیے۔ علیدا ان آہستہ بولا۔

ہاں اندر جانے کی اجازت تو نہیں ہوگی باہر کھڑے ہو جائے گے۔ ہمایوں نے کہا تو نے سر ہلایا۔

زیاد ہمیں تمہارا مسی لا سمجھ نہیں آ رہا پہلے آئے دن زاویار لوگوں کے ساتھ اور اب پھر سے کسی اور کے ساتھ۔ وقار ایڈ من نے زیاد سے کہا جو خونخوار نظروں سے اس لڑکے کو دیکھ رہا تھا جو زیاد سے چھپنے کے لیے اپنے دوستوں کے پیچھے کھڑا تھا وہ تو ہسپتال جانا چاہتا تھا پر اس کے دوست یہاں لے آئے تھے۔

میرے بارے میں بکواس کر رہا تھا اس کا ڈوز دیا تاکہ دوبارہ خیال رکھے۔ زیاد نے بغیر تاثر دی ئی کہا اس کی بات پہ ایڈ من نے سنجیدہ نظر اس کے ہاتھ پہ ڈالی جاہلکہ سا خون جمع ہوا تھا۔

میں اب بس تمہیں یہاں تمہارے فادر کی بہت منت کی جانے کی وجہ سے برداشت کر رہا ہوں پر ایک ہفتہ کالج نہیں آنا۔ ایڈ من وقار دانت پیس کے بولے ان کی بات پہ باہر کھڑے ان چاروں کی ہنسی نکل گئی کہ بس وہ خارج ہی کرتے ہیں جس کا اثر نہیں ہوتا۔

اوکے۔ زیاد نے کہا

ارسلان کامیڈیکل علاج کرواؤ گے اس کی فیس بھی دو گے۔ ایڈ من وقار کو اس کا پرسکون ہونا سمجھ میں نہیں آیا ان کی بات پہ زیاد نے جیب سے والٹ نکال کے بہت سارے ہزار ہزار کے نوٹ ٹیبل پہ رکھتا باہر نکل گیا۔

جب کی وہ سب منہ کھلے اس کا جاتا دیکھتے رہے ایڈمن وقار نے بس گہرا سانس لیا۔
 تم ہمیں بتا دو اصل ماجرا کیا ہے؟ ہمایوں نے اس کو باہر جاتا دیکھا تو پوچھنے لگا۔
 پہلے تمہیں فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے تمہارا ہاتھ بہت زخمی ہو گا ہے۔ ہمایوں کی بات
 پہ چلتے ہوئے احمد نے کہا

ہاتھ میرا ٹھیک ہے اور میں کام سے جا رہا ہوں ماجرا کیا ہے وہ وقت آنے پہ بتاؤں
 گا۔ زیادہ رک کر سنجیدہ ہو کر کہا۔

میں نے اس لڑکی کو بس تمہاری وجہ سے چھوڑا۔ اب کی زیادہ خاموش کھڑے
 علیدا ان سے کہا تو علیدا ان کا سر جھک گیا کہ زیادہ سب جانتا ہے۔
 می

آئے ہیٹ ایکسپلینیشن۔ زیادہ کو علیدا ان کو وضاحت کرتا دیکھ کر ہاتھ کھڑے کیے روک
 کر بولا اور کالج سے باہر جانے والے راستے پہ چلا گیا علیدا ان کو بلا وجہ شرمندگی ہونے
 لگی ہمایوں کی نظریں اب علیدا ان پہ ٹکی جب کی وقاص اور احمد چپ رہے۔
 مس حجاب نے پھر کچھ کیا کیا؟ وقاص نے دور کی کوڑی اچھالی کیوں کی وہ بعد میں آیا تھا
 جب روشنا وہاں سے جا چکی تھی۔

آئے تھنگ ہماری کلاس کا ٹائی م ہو رہا ہے۔ ہمایوں نے علیہ ان سے نظر ہٹا کر ان دونوں سے کہا علیہ ان نے خود کو عجیب کشمکش میں پایا کہ ہمایوں اس سے خفا ہو گیا۔ یہ تمہارا حال ایسا کیوں اور یہ نشان؟ روشنا اپنی جگہ پہ بیٹھی تو علیہ نے فکر مندی سے پوچھا

کچھ نہیں ہوا۔ روشنا نے اپنی ماتھے پہ ہاتھ لگایا جہاں ہلکی ہلکی پسینے کی بوندیں ٹپک رہی تھی۔

یہ تمہارے گالوں پہ اتنے نشان ہے ریڈ ریڈ وہ پوچھ رہی ہوں۔ علیہ نے اس کی چہرے پہ ہاتھ رکھا لائی بریری میں ہونے کی وجہ سے وہ ہر بات سے بے خبر تھی۔ زیاد خانزادہ کی جہالت کا ثبوت ہے۔ روشنا نے جھلا کر کہا۔

یہ ہر بات پہ تم زیاد کو کیوں قصور ٹھہراتی ہوں۔ علیہ نے تعجب سے پوچھا۔ اس کی بات پہ روشنا نے سب کچھ بتایا جو گرائی ونڈ پہ ہوا۔

تو تمہیں کیا ضرورت تھی ان دونوں لڑکوں کے بیچ میں آنے کی سب خاموش کھڑے تھے نہ تم بھی ہوتی اگر برداشت نہیں ہو رہا تھا تو منظر سے ہٹ جاتی پر جب لڑکے بھی کچھ نہیں کر رہے تھے تو تمہیں بھی نہیں جانا چاہیے تھا پہلے سے ہی تم دونوں میں عجیب

سی ٹکرا اور نفرت ہوتی ہے۔ علیزہ نے اس کی ساری بات سن کر اس کی غلطی بتائی۔

اس نے اتنا پیٹا تھا اس بیچارے کو اور تم کہہ رہی تھی کہ میں کچھ نہ کرتی۔ روشنا کو علیزہ کی بات پہ حیرت ہوئی۔

برامت ماننا روشنا پر امیر لوگوں سے دشمنی نہیں موڑ لینی چاہیے اور زیادہ خانزادہ سے تو تم جتنا ہو سکے اتنا دور رہو لوگوں سے الجھنا اور ان کو پریشان کرنا یہ ان کا کام ہے تم کیوں اپنے لیے مشکل کر رہی ہو اگر تم چاہتی ہو تو وہ تمہاری بہن سے بات نہ کرے تو اپنی بہن سے کہو وہ نا کرے اگر وہ نہیں بات کرے گی تو زیادہ بھی نہیں کرے گا اس کو کیا ضرورت کہ وہ اپنے سے چھوٹی لڑکی کی پچکانا باتیں سنے گا زیادہ کو کونسا لڑکیوں کی کمی ہے پراگر تم اس کو ایسے سب کے سامنے چیلنج کروں گی تو وہ مرد ہے کہیں ضد میں نہ آکر وہ کچھ ایسا کر دے جو ٹھیک نہ ہو۔ علیزہ نے ایک سانس میں سب کہہ ڈالا۔

میں خود اس سے دور رہنا چاہتی ہوں تبھی تو اپنی بہن کو منع کر رہی ہوں نہ اور میں دشمنی کیوں لوں گی اور میں چیلنج بھی نہیں کر رہی اس کو۔ روشنا کو علیزہ کی باتیں کسی حد تک ٹھیک لگی تو کہا

اچھا اب خاموش سر آرہے ہیں۔ علیزہ نے اس کو دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا
جہاں ان کی کلاس لینے سر آرہا تھا روشنا بھی اپنا بازو سہلاتی اپنا دھیان دوسری طرف
کرنے کی کوشش کرنے لگی۔



زیاد اس وقت اسکول کے پرنسپل کے آفس میں تھا جہاں آرزو پڑھتی تھی زیاد نے سوچ
لیا تھا اگر وہ کال رسیو اور میسج جواب نہیں دے رہی تو وہ مل کر اس سے بات کرے گا وہ
اس کا عادی بنا گیا تھا اس سے بات کرنا اس کی ہنسی کی آواز سننے کے لیے وہ بے چین
ہو گیا تھا بات ایک دن بس نہیں ہوئی تھی زیاد کو اپنی حالت خراب محسوس ہو رہی
تھی روشنا کی باتیں اس کے دماغ میں گھوم رہی تھی کسی ہتھوڑے کی طرح اس کو لگتا
ہے وہ آرزو کا عادی بن گیا اس سے بات کرنے پہ وہ ہر چیز فراموش کر دیتا تھا اس کی
ساری حسیں آرزو کی گفتگو سننے میں لگ جاتی تھی اس لیے اس کا نام اس نے انت
الحیات رکھا تھا پر اپنے دل کی آواز کو اس نے عادت کا نام دیا تھا۔
پر آپ آرزو کو اپنے ساتھ کیوں مطلب ہم ایسے نہیں اس کو آپ کے ساتھ جانے دے
سکتے۔ پرنسپل نے رسائیت سے انکار کیا جو ان سے یہ کہنے آیا تھا کہ وہ آرزو کو لینے آیا
ہے۔

وہ مجھے جانتی ہے آپ پوچھ لیں وہ منع نہیں کرے گی۔ زیاد اپنے اندر اٹھتے اشتعال کو دبائے بولا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا بنا کسی پہ دھیان دی ئی اس کا ہاتھ پکڑ کے لے جاتا ایسا وہ کر بھی گزرتا مگر وہ آرزو کے لیے کوئی میس ئی لائیں چاہتا تھا اس لیے اپنے مزاج کے بالکل برعکس وہ کسی کے سامنے درخواست کر رہا تھا۔

جانتی ہو گی پر ہم ایسے جانے نہیں دے سکتے یہ ہمارے اسکول کی رسپونسیبلٹی ہے اور اگر اس کے فیملی میمبرز میں سے کوئی می ہوتا تو وہ الگ بات ہے مگر جب تک اسٹوڈنس یہاں اسکول میں ہوتی ہیں ہمارا فرض ہے ان پہ نظر رکھنا اور یہ ان کی کلاسیس کا وقت ہے۔ پرنسپل اپنی بات پہ قائم رہی۔

اس کو یہاں بولا لے میں یہی بات کر لوں گا آپ کچھ دیر باہر چلی جانا۔ زیاد نے اعتماد سے اپنی پشت چپائی رہی پٹکا کر کہا۔

سوری مسٹر خانزادہ۔ آپ ہمارے اسکول کے رولز کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ پرنسپل نے سانس کھینچ کر کہا۔

آپ بولا رہی ہیں یا نہیں۔ زیاد نے تیز آواز میں کہا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی انٹر کام پہ کسی کو کال کی زیاد پر سکون ہوتا آرزو کا ویٹ کرنے لگا۔

آپ نے بولا یا میم۔ آرزو اجازت لیکر اندر آ کر بولی زیاد کو اس نے نہیں دیکھا تھا جو چچی ٹی رہے بیٹھا تھا زیاد اس کی آواز سن کر گہری سانس لینے لگا اور پرنسپل کو دیکھ کر باہر جانے کا سائی ن دینے لگا تو وہ مجبور ن اٹھ کر باہر جانے لگی آرزو حیرت سے ان کو جاتا دیکھنے لگی تو زیاد اپنی جگہ سے اٹھتا اس کے روبرو آیا۔

آپ؟ آرزو نے زیاد کو دیکھ کر شاک میں کہا۔

ہاں میں کیا نہیں ہو سکتا۔ زیاد نے معصومیت سے پوچھا۔

نہیں۔ آرزو نے بے ساختہ کہا۔

کیوں؟ زیاد گہرا مسکرایا تھا اور تب آرزو کی نظر اس کے ڈمپل پہ پڑی تو اس نے شاک کی کیفیت میں اپنے دونوں ہاتھ منہ پہ جما لیے اس نے پہلی دفع زیاد کا ڈمپل دیکھا تھا اور اس کو معلوم نہیں تھا کہ ڈمپل بھی زیاد کو ہے اور نہ کبھی روشنانے بتایا تھا شاید روشنا خود نہیں جانتی تھی پر زیاد نے نا سمجھی سے اس کو دیکھنے لگا۔

آپ کے پاس ڈمپل ہے؟ آرزو کی آواز بہت حیران کن تھی۔

ہاں۔ زیاد کو سمجھ نہیں آیا۔

کتنا پیارا تھا دوبارہ شو کرے۔ آرزو نے بچوں کے انداز میں کہا اور نہ اس کو کسی کے ڈمپلز پسند نہیں آتے تھے اور اس وقت وہ روشناسے کی بات بھی بھول چکی تھی زیاد آرزو کی

بات پہ ہنس دیا اس کو ہنسی آئی ی آرزو کا انداز دیکھ کر جو ایسے بیہو کر رہی تھی جیسے جانے کیا بات ہو۔

بس ایک گال پہ ہے؟ آرزو نے زیاد کے دوسرے گال کی طرف دیکھ کر پوچھا
ہاں بس ایک پہ۔ زیاد نے آرزو کو دیکھ کر مسکرا کر کہا

عاشر کے دونوں گالوں پہ پڑتے ہیں وہ بھی بہت گہرے سے۔ آرزو نے کہا۔

کون عاشر؟ زیاد کی مسکراہٹ پل بھر میں غائب ہوئی ی تھی۔
میرا کزن پلس دوست۔ آرزو نے مسکرا کر کہا۔

میری کالز کیوں نہیں پک کر رہی تم؟ زیاد کا موڈ خراب ہو گیا تبھی اصل بات پہ آیا۔
وہ مجھے آپ سے بات نہیں کرنی اب کبھی بھی۔ آرزو کو اچانک سے روشناس کی گئی
بات یاد آئی تبھی منہ موڑ کے بولی اس کی بات اور حرکت پہ زیاد کے ماتھے پہ ڈھیر
سارے بل آئے تھے۔

وجہ؟ بڑے ضبط سے پوچھا گیا۔

وجہ نہیں۔ آرزو نے اپنا گلا تر کیا۔

ادھر میری طرف دیکھو۔ زیاد نے ہلکے سے اس کا بازو تھام کر اپنی طرف دیکھنے کا کہا۔

سوری پر آپ کیا یہ پوچھنے آئے ہیں اور بس اب میں آپ سے کوئی بات کال میسج نہیں کر سکتی آپ نے کہا نہیں کروں اگر کروں گی تو وہ مجھ سے کبھی بات نہیں کرے گی۔ آرزو نے منہ پھولا کر سب کہہ سنایا زیادہ کے سارے بل جو اس نے ماتھے پہ سجائے رکھے تھے وہ غائب ہو گئی دے دے آرزو کے گالوں کے دیکھ کر آج پھر دل کیا ان کو کھینچنے اور اس نے اب بھی اپنے دل کی خواہش کو دبا دیا تھا۔

تمہاری بہن کو کیا مسیٰ لا ہے۔ زیادہ نے سوال کیا۔

اس کو آپ پسند نہیں۔ آرزو نے آنکھیں بڑی کر کے بتایا۔

مجھے تو جیسے بہت پسند ہے۔ زیادہ بڑبڑاہٹ میں بولا۔

کچھ کہا؟ آرزو نے تھوڑا سا جھک کر پوچھا۔

آ نہیں ہم تو فرینڈس ہے تو ان سے کسی اور کے کہنے پہ بات ختم نہیں کرتے ورنہ گناہ ملتا ہے۔ زیادہ نے کن انکھیوں سے اس کی جانب دیکھ کر کہا

گناہ ملتا ہے میں نے تو کبھی نہیں سنا اور کسی نے مجھے تھوڑی سی کہا ہے آپ نے کہا ہے اور وہ تو بہن ہے نہ۔ آرزو نے اپنی طرف سے عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔

ہم باہر چلے کہیں؟ زیادہ نے آفس کی جانب دیکھ کر کہا۔

ارے میں اسکول میں میری اتنی ضروری کلاس تھی اور آپ نے باتوں میں لگالیا۔ آرزو نے اس کی بات پہ اپنے سر پہ ہاتھ مار کے کہا اس کی بات پہ زیادہ کادل کیا وہ خود بھی اپنا ہاتھ پیٹ لے۔

تم اتنی عجیب کیوں ہو؟ زیادہ نے افسوس پوچھا۔
میں اب چلتی ہوں۔ آرزو کو باہر جانے کی جلدی تھی۔
پہلے میرا جواب دو۔ زیادہ فورن سے اس کے راستے میں حائل ہو کر بولا۔
میں کیا جواب دوں دوستی کی شروعات میں نے کی تھی اب میں ہی ختم کرتی ہوں۔ آرزو نے الجھن بھرے تاثرات چہرے پہ سجائے زیادہ سے کہا اور اس کی سائی یڈ سے گزر گئی جب کی جانے کیوں زیادہ کو اس کے جملے پہ کان سائی یڈ ہوتے محسوس ہوئے جسم سن ہوتا محسوس ہوا۔

آپ ٹھیک ہیں؟ کچھ دیر بعد پر نسیل اپنے آفس آئی تو زیادہ کو ایسے شاک چہرہ لیے دیکھا تو پوچھا زیادہ نے بنا کچھ کہے وہاں سے نکل گیا پر نسیل بھی کندھے اچکائے اپنے کام میں لگ گئی۔



مجھے نہیں پتا زیاد کا اور روشنا کیا جھگڑا ہے پر میں نے سوچ لیا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔ علیدا ان نے ہمایوں سے کہا وہ اس وقت کیفے میں موجود تھے۔

جھگڑا ان کا زیادہ نہیں بس پرانہ ہے اور اب وجہ ایک لڑکی بن گئی ہے جو کی جس کا تم بتا رہے ہو اس کی بہن ہے اس پہ ہو گیا ہے اور مجھے بھی نہیں پتا زیاد کیوں لڑکی کے لیے اس کی بہن سے لڑ رہا ہے یاد لچپسی پر اتنا ضرور میں سمجھ سکتا ہوں کہ روشنا کے لیے تم اپنے قدم پیچھے نہ ہٹانا کبھی اگر تم نے واقع میں اس سے محبت کی ہے تو ڈٹ کے کھڑے رہو زیاد کی فکر مت کرنا وہ کچھ نہیں کہے گا اور وہ کہے گا بھی کیوں۔ ہمایوں نے اس کی بات کا مطلب اخذ کر کے سمجھایا

ابھی میں کچھ سمجھنے کی حالت میں نہیں ہوں۔ علیدا ان اپنی پیشانی مسلتے کہا۔

ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہمایوں نے اس کو تسلی دی۔

امید تو یہی ہے ورنہ سب خراب ہو جائے گا جو میں نہیں چاہتا۔ علیدا ان نے کہا۔

ویسے یہ حیات ہے کون؟ ہمایوں نے کافی کا گھونٹ بھر کے پوچھا جو ابھی ایک بچہ ان کی ٹیبل پہ رکھ گیا تھا

آرزو نام تھا شاید۔ علیدا ان کے سامنے گلابی رنگ کی نائیٹ سوٹ پہنے پھولے گالوں والی لڑکی کی شبیہ لہرائی تو کہا۔

اچھا۔ ہمایوں نے بس اتنا کہا۔



آپی یہ کیا ہوا ہے آپ کے بازوؤں پہ؟ آرزو اسکول سے آکر سیدھا روشنا کے کمرے میں آئی تھی جو اپنی آستین اُپر کر کے مرہم لگا رہی تھی جہاں لال نشان بنا ہوا تھا۔

بس ایسے ہی پاؤں سلپ ہو گیا تھا تو ہلکی سی چوٹ لگی۔ روشنا نے جھوٹ بولا۔

یہ گرنے کی وجہ سے تو نہیں لگتا اور آپ ذرہ ٹھوری اُپر کرے۔ آرزو کے اندر جاسوس جگا تو اس نے آنکھیں چھوٹی کیے تفتیشی انداز اپنا کر روشنا کا چہرہ اپنی طرف کیا جہاں گالوں کہ کچھ نیچے بھی نشان بنا ہوا تھا۔

آرزو تنگ نہیں کرو اور جا کر چینیج کرو۔ روشنا نے بیزاری سے کہا۔

کوئی بات ہوئی ہے تو بتائیں یا پھر کسی سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟ آرزو نے دور کی کوڑی اچھالی۔

چینیج کر لوں پھر کھانا کھاتے ہیں۔ روشنا نے گھور کر کہا۔

میں جاتی ہوں۔ آرزو نے نہ بسو را۔ اور اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب آئی وہاں اپنا بیگ رکھا چادر اُتار کہ بیڈ پہ رکھی اور الماری سے ایک میرون رنگ کافراق اور پاجامہ نکال کر واشروم کی جانب گئی فریش ہونے کے بعد وہ ایسے ہی باہر نکلی جہاں روشنا کھانے پہ اس کا انتظار کر رہی تھی اور زریںہ بیگم پانی کا جگہ لا رہی تھی۔

ڈوپٹہ کہاں ہے تمہارا آرزو؟ وہ کھانا کھا ہی رہے تھے کہ دوپہر کی آذان ہونے لگی تو
 زرینہ بیگم نے اس کو بنا ڈوپٹے اور کھلے بالوں میں دیکھا تو پوچھا۔
 کمرے میں۔ آرزو نے آرام سے جواب دیا اور روشنا کے ڈوپٹے کا آدھا سرا اپنے اُپر لیکر
 سر ڈھانپا آذان ہونے تک۔
 اللہ جانے کب تم اس کی اہمیت جانو گی۔ زرینہ بیگم بڑبڑاہٹ سے کہتی رائی کا نوالہ
 منہ میں ڈالنے لگی۔



دوماہ بعد
 ایک تم ہی نہیں ہو میری جدائی میں پریشان
 ہم تو تیری چاہ میں ویران بہت ہیں۔

تم یہاں کیوں ہو زیادہ دماغ سیٹ ہے تمہارا؟ احمد غصے سے زیادہ سے باز پرس کر رہا تھا جو
 کلب میں بیٹھا سامنے نظر ٹکائے بیٹھا جہاں ہر لڑکا لڑکی کیل ڈانس کرنے میں مست تھا
 وہ کبھی بھی کلب نہیں آتے تھے اور آج زیادہ کا یہاں ہونا ان کی سمجھ سے باہر تھا جو
 خاموش سا بیٹھا تھا احمد نے اس کو بہت کالز کی تھی رات ہونے چلی تھی پر زیادہ نے اس

کی ایک کال بھی رسیو نہیں کی تھی پر احمد مسلسل اس کو کال کیے جا رہا تھا تب زیاد نے ایک میسج ٹیکسٹ کیا تھا جہاں وہ تھا اور میسج پڑھ کر احمد بو نچکار کے رہ گیا تھا۔

ایسے ہی آگیا۔ زیاد لا پرواہی سے کہا اس کو اپنی زندگی پہلے ہی اندھیری نگر لگتی تھی مگر وہ پھر مطمئن رہ لیتا تھا اس نے اپنے دل کو پتھر کر لیا تھا بے حس ہو چکا تھا جو چاہتا وہ کر لیتا تھا بنا کسی کا سوچے اس نے اپنے سارے احساسات ختم کر ڈالے تھے بس مختصر لوگوں کے لیے وہ خوش رہ لیتا تھا جس میں اس کے دوست اور خالا جان اور چچی کا ہونا ہوتا تھا مگر اب اس کو کسی اور کی بھی طلب ہو گئی تھی جس سے وہ اپنی کیفیت سے پریشان سا تھا اور کہیں خوش بھی پر اس کو عجیب یہ بھی لگ رہا تھا کہ خود سے چھوٹی عمر کی لڑکی کے لیے ایسے جذبات اور جو حرکتوں اور باتوں سے اور بھی چھوٹی بچی ہے پر دل سنے تب نہ محبتیں کہا عمر یار نگ روپ دیکھتی ہے وہ تو بس ہو جاتی ہے جس سے ہونی ہوتی ہے تو۔

ایسے ہی آگیا کا کیا کیا مطلب زیاد تمہیں کس چیز کا دورہ پڑا ہے جو تم یہاں چلے آئے ہو۔ احمد اس کی بات پہ جل کے بولا۔

دورہ نہیں ہے کوئی اگر یہ جگہ اتنی خراب ہے تو تم جاؤ میں کچھ دیر بعد آ جاؤں گا۔ زیاد نے سوفٹ ڈرنک پی کر بولا

سب پریشان ہے تمہارے لیے اور تمہاری خاموشی کی وجہ سے۔ احمد اس کی بات
نظر انداز کرتا بولا۔

ہر خاموشی کا مطلب طوفان کے آنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اس لیے پریشان مت
ہو۔ زیادہ استہزایہ سا ہنسنا۔

گھر چلو۔ احمد نے کہا۔

ابھی نہیں۔ زیادہ کی نگاہیں ہنوز ڈانس کرتے لوگوں پہ تھی۔

علید ان اور وقاص نے کالج کے بعد آفس جوئی ن کرنا شروع کیا ہے ہمایوں کو اپنے ہی
بہت کام ہوتے ہیں تم کیوں چاہتے ہو تو وہ سب اپنے ضروری کام چھوڑ کر تمہیں لینے
کے لیے یہاں آئے۔ احمد نے ان ڈائی ریٹلی اس کو اپنے ساتھ آنے کے لیے فورس کیا
اور ساتھ میں دھمکی بھی دے ڈالی۔

ان کو ڈسٹرب نہیں کرو چلو۔ زیادہ سنجیدہ سا اٹھا اور اس کو آنے کا کہا۔



عاشق تھوڑی تیز چلاؤ بائی یک دیر ہو رہی ہے۔ آرزو نے عاشق سے کہا وہ دونوں آج
میلادیکھنے باہر گئیے تھے جانا تو آرزو چاہتی تھی پر ساتھ میں اس نے عاشق کو بھی
گھسیٹا تھا اور ہمیشہ کی طرح عاشق ناچاہتے ہوئے بھی اس کی بات مان لیا کرتا تھا اور اس بار

یہی ہوا تھا وہاں جا کر دونوں کو وقت کا پتا نہیں لگا تھا شام کے چار بجتے دیکھ کر آرزو کی سٹی گم ہو گئی تھی اس لیے عاشر کو جلدی کرنے شور مچایا کیا ہے آرزو چلا تو رہا ہوں تیز دیکھ نہیں رہا ۱۲ کی سپیڈ ہے چالیس کی نہیں جو بار بار کہہ رہی ہو تیز چلاؤ تیز چلاؤ۔ عاشر کی اس کی ایک رٹ لگانے پہ جھلا کر بولا اور سامنے بائی یک پہ کانٹے کی جانب اشارہ کیا۔

غصہ مت کرو مجھے بھی آرہا ہے فلحال تو۔ آرزو نے اس کو غصے میں دیکھ کر کہا۔ تمہیں کیوں غصہ آرہا ہے؟ عاشر نے تعجب سے گردن کجھ اس کی طرف کی۔ غصہ نہیں ڈراماں کی تیس مار خان چپل کھانے کا میرا کوئی میوڈ نہیں۔ آرزو جلدی سے اپنی بات پہ مکر گئی اس کی بات پہ عاشر کا ہاتھ ہینڈل سے اٹھ کر اپنے سینے پہ پڑا تھا جہاں غلطی سے ہی زرینہ بیگم کی چپل نے اس کو بھی سلامی پیش کی تھی عاشر کا دھیان سامنے سے ہٹ گیا تھا تبھی سامنے سے آتی گاڑی نہیں دیکھ پایا تھا مگر آرزو کی نظر جیسے ہی سامنے آتی گاڑی پہ پڑی تو ایک چیخ اس کے منہ سے نکلی تھی۔

عاشر ررررر۔

عاشر نے کان پہ ہاتھ ڈال دیا تھا اور اس کی بائی یک سامنے سے آتی گاڑی سے ٹکر لگا کر نیچے ان بلینس ہوئی تھی۔

آمیر اپیر۔ آرزو درد سے چلا اٹھی کیوں کی بائی یک اس کے ٹانگ کے اُپر گری تھی جب کی عاشق بائی یک سے کچھ دور جا کر گرا تھا اور اس کا سر پتھر پہ لگا تھا عاشق نے اپنا ہاتھ ماتھے رکھ کر دیکھا تو ہاتھ میں خون لگا اس کو اپنے سر میں ٹیس اٹھتی محسوس ہوئی پر آرزو کا خیال جیسے آیا اس نے آرزو کی طرف دیکھا جو درد سے کڑھار ہی تھی عاشق نے اٹھنا چاہا تو سر میں درد اٹھتا محسوس ہوا اور گھٹنا ہلانے میں بھی پروہ ضبط کرتا ٹھننے لگا۔ زیاد احمد کو گھر ڈراپ کرتا اپنے گھر جانے والا تھا اس کا دھیان بھٹک بھٹک کر کہیں اور جارہا تھا اس کا دھیان ڈرائی یونگ کرنے میں نہیں تھا زیاد نے جیسے ہی باہر کے نظاروں میں دیکھنا چاہا اور بالوں میں ہاتھ پھیر کر اس نے جب سامنے دیکھا تو بالکل اپنے سامنے آتی محسوس ہوئی وہ گاڑی سائیڈ پہ کرنے والا تھا مگر بد قسمتی سے پھر بھی ٹکر ہوگئی زیاد کا سر بری طرح سے اسٹیرنگ پہ لگا تھا اس نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے اپنا سر وہاں سے اٹھایا اور غصے سے گاڑی سے نکلتا کہ بائی یک والے کو سنا سکے مگر جیسے ہی وہ گاڑی سے باہر نکلا سامنے بائی یک کے نیچے آرزو اور اس کی ٹانگ دیکھی تو اس کے چہرے کی ہوائیاں اُرنے لگی وہ بھاگ کر اس کے پاس جانے لگا جب اس سے پہلے اس نے ایک لڑکے کو بائی یک سیدھی کرتے اور اس کے بعد اس کو آرزو کے ساتھ بیٹھا

دیکھا زیاد نے ماتھے پہ ان گنت بل آگئی تھی یہ دیکھ کر جس کا ہاتھ اب آرزو کی
کندھے پہ تھا

آرزو سوری یار زور کی لگی کیا۔ عاشر اپنی تکلیف بھولائے آرزو سے پوچھنے لگا جس کا چہرہ
لال ہو گیا تھا

عاشر میں لنگڑی ہو گئی۔ اتنا کہہ کر آرزو زار و قطار رونے لگی عاشر نے بوکھلاہٹ
سے آرزو کے کندھے پہ ہاتھ آج سے پہلے اس نے کبھی آرزو کو روتے ہوئے نہیں
دیکھا تھا

ایسا کچھ نہیں۔ عاشر نے اس کو تسلی دی۔
آرزو کیا ہوا تمہیں۔ زیاد اس کے سر پہ پہنچ کر بولا اور ایک اچھٹی نظر عاشر پہ ڈالی۔
زیاد آپ کی گاڑی نے ٹکرا مارا ہماری بائی یک کو؟ آرزو نے روتے ہوئے سوال کیا عاشر
نا سمجھی سے دونوں کو دیکھا۔

تم جانتی ہوں ان کو؟ زیاد سے پہلے عاشر نے پوچھا۔

ہاں یہ وہی ہیں زیاد خانزادہ۔ آرزو نے سوس سوس کے درمیان بتایا۔

کہاں چوٹ لگی ہے۔ زیاد اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا اور فکر مندی سے پوچھنے لگا
آج دو مہینے بعد وہ اس کے روبرو تھی اور وہ بات کر رہے تھے ورنہ ان دو مہینوں میں

زیاد نے بھی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جب آرزو اس کو اسکول میں بات نہ کرنے کا کہہ گئی تھی تو زیاد کو بھی اپنی انا عزیز سے عزیز ترین تھی اس لیے دل کے لاکھ چاہنے کے باوجود اس نے کونٹیکٹ کرنے کی کوشش نہیں کی

بازوں پہ ٹانگ ہل نہیں رہی اور

آرزو اٹھنے کی کوشش کروہم ہو سپٹل چلتے ہیں۔ آرزو روتے ہوئے زیاد کو اپنے بازوں جہاں ہلکی سی خراشیں اور ٹانگ کی طرف اشارہ کر کے بتا رہی تھی جب بیچ میں عاشر نے ٹوک کر کہا نہ اس نے زیاد سے کچھ کہا کہ تمہاری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے اور نہ زیاد نے ان دونوں سے کیوں کی دونوں کو لگ رہا تھا اپنی غلطی ہے دھیان تو دونوں کا سامنے نہیں تھا اس لیے ایک دوسرے کو قصور بھی نہیں کہا

عاشر تمہارے ماتھے پہ خون نکل رہا ہے۔ آرزو کا دھیان اب عاشر کی طرف گیا تھا تو پریشانی سے کہا جب کی زیاد پہلو بدل کر رہ گیا اس کو خواہ مخواہ عاشر سے چڑھو رہی تھی۔ میں ٹھیک ہوں۔ عاشر نے ہلکے سا مسکرا کر کہا اور اب زیاد کو اس کے مسکرانے پہ اور غصہ آیا کیوں کی بد قسمتی سے عاشر کے ڈمپل جو دیکھ لیے پیارے سے۔

اگر ٹھیک سے بائی یک نہیں چلانا آتی تو نہیں چلاؤ نہ ایسے اپنے ساتھ کسی اور کو بھی چوٹ پہنچادی۔ زیادہ کو مزید برداشت نہیں ہوا تو الزام پورا عاشر پہ ڈال دیا۔ ایسا نہیں بس آج پہلی دفع غلطی ہوگئی۔ عاشر نے آرام سے کہا۔

آرزو ہاتھ دواپنا اور چلو سامنے ایک کلنک ہے وہاں سے چیک اپ کرواؤ۔ زیادہ نے آرزو کو اٹھنے کا کہا

زیادہ آپ کو بھی چوٹ لگی ہے آپ جائے میں اور عاشر چلے جائے گیں۔ آرزو نے بنا اٹھے جواب دیا۔

شکر میری چوٹ بھی نظر آئی۔ زیادہ بس سوچ سکا کہا بس یہ۔

اس بائی یک پہ جاؤ گے یہی رہنے دوا بھی میری گاڑی میں آؤ میں گھر تک بھی چھوڑ آؤں گا۔ زیادہ نے سنجیدگی سے کہا

تھینکس پر ہمیں دیر ہوگئی ہے پہلے ہی اس لیے ہم خود چلے جائے گے آپ کو تکلف میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ عاشر نے آرزو کا ڈوپٹہ ٹھیک کرتے عام لہجے میں کہا

کیوں کی آرزو کا ڈوپٹہ جو نیٹ کا تھا بہت مشکل سے اس نے اپنے سر پہ ٹکایا تھا پر اب اس کے سر سے اتر کر وہ کندھوں تک آگیا تھا جس پہ دھیان آرزو نے بالکل نہیں دیا تھا اور نہ زیادہ نے دھیان دیا تھا کہ وہ آج بنا چادر کے ہے پر عاشر کی حرکت اس کو ناگوار سے

زیادہ ناگوار لگی تھی جو بلا وجہ آرزو پہ حق جمارہا تھا زیادہ کو تو یہی لگ رہا تھا زیادہ نے بہت غور سے عاشر کی طرف دیکھا جو کاٹن کے نیلے رنگ کے شلوار قمیض میں تھا عاشر کپڑوں میں زیادہ تر شلوار قمیض کی پہنتا تھا کبھی کبھی وہ پینٹ شرٹ پہن لیا کرتا تھا بالوں کو جیل لگا کر سیٹ کیا تھا چہرے پہ ہلکی بی بی رڈ کے ساتھ وہ بہت بچ رہا تھا عمر میں وہ اس کو آرزو جتنا ہی لگا تھا زیادہ کو عاشر کو دیکھ کر عجیب سی جلن محسوس ہونے لگی وجہ اس کا آرزو کا کزن ہونا تھا اس کے ساتھ ہونا تھا اور بہت فرینک بھی ہونا تھا اور سب سے اہم بات اس کے دونوں گالوں پہ ڈمپلز ہونا تھا جو زیادہ کو بالکل پسند نہیں آ رہا تھا اس لیے وہ زندگی پہلی دفع کسی سے جیس ہوا تھا اور وہ بھی خود سے چھوٹی عمر کے لڑکے سے عاشر کے بعد اس کی نظر آرزو پہ پڑی جس سے اس کے اعصاب کچھ ڈھیلے پڑے آرزو سکن کلر کی شارٹ فراق اور ٹراؤز میں تھی جس کا ڈوپٹہ بلیک نیٹ کا تھا چہرہ اس کے میک سے پاک تھا بس ہونٹوں پہ گلابی رنگ کی لپ گلوں لگائی تھی گال جو پہلے سردی کی وجہ سے سرخ ہوتے تھے وہ اب جون کی گرمی کی وجہ سے سرخ ہو گئی تھیں۔

آرزو تم کیا بائی یک پہ بیٹھنے کی پوزیشن میں ہو؟ زیادہ نے ایک جتنی نظر عاشر پہ ڈال کر آرزو سے پوچھا۔

میں تو فحال سانس لینے کی بھی پوزیشن میں نہیں۔ آرزو نے گٹھنے پہ ہاتھ رکھ کر مسکین
شکل بنا کر کہا

آرزو بی سیریس۔ عاشق نے گھور کر کہا پھر ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو ناچار آرزو کو
اٹھنا پڑا اپنی ٹانگ سیدھی کرنے میں مشکل تو ہوئی ی پر وہ لب دانتوں تلے دبائے اپنا
پورہ وزن عاشق پہ ڈال کر برداشت کر گئی زیادہ کو برا تو بہت لگا پر وہ نظریں دوسری
طرف کر گیا آرزو کو ایسے پکڑنا یا ہاتھ لگانے کا اس کے پاس کوئی حق جو نہیں تھا اس
لیے چپ کر گیا۔

آئی تھنگ آرزو کو آپ اپنی گاڑی میں بیٹھا دے آرزو تو اپنی ٹانگ سیدھی ہی نہیں
کر رہی بائیک پہ کیسے بیٹھے گی۔ عاشق نے آرزو کو ایک ٹانگ اُپر کر دوسری پہ لنگڑا کر
خود کے سہارے چلتا دیکھا تو زیادہ سے کہا جو پیٹھ ان کی طرف کیے کھڑا تھا۔

اُو تم دونوں۔ زیادہ سنجیدگی سے کہا اور گاڑی کی پچھلی سیٹ کا ڈور اوپن کیا آرزو
عاشق کے کندھے کو تھامتی گاڑی میں بیٹھ گئی تو عاشق نے اس کا ڈوپٹہ جس کا سر الٹک
رہا تھا سیٹ کے اُپر رکھا اور اس کی فراق بھی کچھ دور کیا جو بڑا ہونے اور آرزو کے بلکل
دروازے تک ہونے کی وجہ سے دروازے کے نیچے آ رہا تھا زیادہ سب کس ضبط سے

دیکھ رہا تھا بس وہی جانتا تھا عاشتر نے ایک نظر آرزو کو دیکھا جس کہ چہرے پہ تکلیف کہ آثار صاف ظاہر تھے عاشتر کو شرمندگی ہوئی۔

میں اپنی بائی یک پہ آپ کو فالو کروں گا۔ عاشتر نے ڈور بند کرتے کہا۔

اس کو سائیڈ پہ کر دو ابھی تمہارے ماتھے پہ بھی چوٹ آئی ہے اور بھی آئی ہوگی اس لیے ابھی میرے ساتھ چلو۔ عجیب سے رُقابتیں ایک طرف پر عاشتر کو دیکھ کر اس کو اشرف کا خیال آیا اس لیے اس نے اپنی عجیب و غریب سوچے جھٹک کر نرمی سے

عاشتر سے کہا تو عاشتر نے بھی سر ہلایا اور بائی یک سائیڈ پہ کھڑی کرنے لگا وہ دوبارہ آکر پچھلی سیٹ پہ بیٹھنے والا تھا جب زیاد نے فورن سے کہا۔

تم فرنٹ سیٹ پہ آ جاؤ آرزو کو ٹانگ سیدھے کر کے بیٹھنے دو تاکہ دوبارہ اٹھنے میں زیادہ تکلیف نہ ہو۔ اس کی بات پہ عاشتر نے آرزو کی طرف دیکھا جو اپنے آنسو صاف کر رہی تھی عاشتر نے دکھ بھری سانس خارج کی اور فرنٹ سیٹ پہ آکر بیٹھ گیا تو زیاد نے فل اسپیڈ پہ گاڑی چھوڑ دی۔

آرزو رونا تو بند کرو۔ آرزو کے رونے کی آواز پہ عاشتر نے منت بھرے لہجے میں کہا۔ مجھ سے بات نہ کرو فلحال۔ آرزو ہچکی لیتی بولی زیاد نے بیک ویو مرر سے آرزو کی جانب دیکھا جس کی آنکھیں رور و سو جھگئی تھی زیاد نے پانی کی بوٹل اٹھا کر آرزو کی طرف

بڑھائی جو بنا بحث کیے اس نے تھام لی ایک کلنک کے آگے زیادہ گڑی روکی تو
عاشر باہر نکلا اور آرزو کی طرف آیا۔

آرزو آؤ ڈاکٹر چیک اپ کریں گیں تو ٹھیک ہو جائے گا درد۔ عاشر اس کا ہاتھ پکڑ کر
گاڑی سے باہر نکلنے میں مدد دیتا بولا۔

ایک منٹ رکو میں ویل جی ٹی ر منگو اتا ہوں۔ زیادہ آرزو کے دونوں ہاتھ عاشر کے
ہاتھ میں اور عاشر کا ایک ہاتھ آرزو کے ہاتھ اور کندھے پہ دیکھا تو کہا۔

ویل جی ٹی ر کیوں آرزو ایسے چل لے گی۔ عاشر کو زیادہ کی بات پسند نہیں آئے۔
منگو نے دو نہ عاشر سچ پہ میرا گھٹنا شاید فریکچر ہو گیا ہے ہل نہیں رہا اور نہ سیدھا میں
تمہارے ساتھ کس ضبط سے چل رہی ہوں یہ میں جانتی ہوں یا اللہ۔ آرزو نے سوں
سوں کے درمیان اپنی بات مکمل کی۔

فریکچر نہیں ہوا ہو گا پریشان مت ہو۔ زیادہ کو آرزو کو ایسے دیکھ کر دکھ بھی ہو رہا تھا مگر
اس کی بات پہ ہنسی بھی آئی۔

میری ٹانگ کہ اُپر بائی یک گری تھی یہ معمولی بات نہیں کوئی ی۔ آرزو نے گاڑی سے
ٹیک لگائی۔

اچھا آپ یہاں رکے میں ویل چلی رلاتا ہوں۔ عاشق دونوں کی طرف دیکھتا بولا اور کلنک کے اندر بڑھ گیا زیادنے اس کو جاتا دیکھ کر روکا نہیں بس آرزو کی جانب متوجہ ہو گیا۔

اپنے آنسو صاف کر وڑ مت۔ زیادنے جیسے التجا کی۔

میں نہیں روتی اب اگر اس وقت رو رہی ہوں تو ضرور مجھے تکلیف ہو رہی ہے اس لیے نہ۔ آرزو نے اپنے ہاتھ سے چہرہ صاف کرتے کہا۔

بلکل تمہیں بہت چوٹ لگی ہے مجھے اندازہ ہے پر کچھ منٹ پھر زیادہ درد نہیں ہوگا۔ زیاد نے ہلکی مسکراہٹ سے کہا۔

آپ کا ماتھاریڈ ہو گیا ہے۔ آرزو نے زیاد کے ماتھے پہ ہلکے ساریڈ گول نشان دیکھا تو کہا کچھ نہیں بس ایسے ہی نشان ہے کونسا خون کی بالٹیاں گر رہی ہیں میرے ماتھے پہ۔ زیاد لاپرواہ انداز میں بولا تو آرزو بس دیکھتی رہ گئی تبھی عاشق ویل چلی رلے آیا۔

اُو بیٹھو اگر مسئی لا ہو تو بتانا میں کرین کا بندوبست کروگا۔ عاشق نے مسکراہٹ ضبط کرتے کہا تا کہ آرزو کا دھیان کہی اور لگ جائے اس کی بات پہ زیاد نے آرزو کو دیکھا جو کھا جانے والی نظروں سے عاشق کو دیکھ رہی تھی زیاد کی ہنسی نکل گئی جب آرزو نے اپنے پھولے گال اور پھولا کر عاشق کو گھورا۔

زیاد آپ بتائیں کیا میں موٹی ہوں؟ آرزو نے بنا اپنی جگہ ہلے زیاد سے سوال کیا جو چہرہ نیچے جھکائے ہنسی کنٹرول کرنے کہ چکر میں تھا۔

بلکل نہیں تم بس تھوڑی صحتمند ہو۔ زیاد نے ہلکی سی سمائی یل پاس کر کے کہا۔
ہاں نہ میں بھی ان کو یہی کہتی ہوں پر یقین نہیں کرتے۔ آرزو نے ناک سکڑ کر کہا۔
اچھا اب آؤ بیٹھو۔ عاشر نے اس کا دھیان ویل چئی رپہ کروایا تو زیاد نے ویل چئی ر اس کے سامنے کی عاشر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھنے میں مدد تھی ویل چئی ر کو گھسیٹنے کی باری آئی تو زیاد نے کہا۔

تم شاید ٹھیک سے ویل چئی ر نہ چلا پاؤ میں آرزو کو لے آتا ہوں تم تب ڈاکٹر سے بات کرو۔

میں نے بات کر دی تھی کہ وہ پہلے آرزو کا چیک اپ کرے آپ بس آئے۔ عاشر نے بتایا تو زیاد نے سر ہلایا اور دونوں آرزو کے ساتھ ایک روم میں آئے جہاں ایک سنگل بیڈ تھا اور اس کے سامنے اسٹول جب کی دیوار کی سائیڈ پہ ایک صوفہ رکھا گیا وہاں ایک میل نرس اور ڈاکٹر تھا کھڑا تھا جو کسی پیشینٹ کی شاید فائل ڈسکس کر رہا تھا نرس تو ان کی بات سن رہا تھا۔

میرا کونسا اتنا سیریس ایکسڈنٹ ہوا ہے جو ایسے روم میں لے آئے ہیں۔ آرزو کو وحشت ہوئی ی اندر آ کر تبھی دھیمی آواز میں ان سے بولی۔

آرزو ابھی خاموش رہو۔ زیادنے دونوں نرس اور ڈاکٹر کو دیکھ کر کہا یہ ایک پرائیویٹ کلنک تھا پر زیاد کو اب یہاں آرزو لیکر آنا غلط لگا۔

یہاں کوئی می فیمیل نرس یا ڈاکٹر نہیں؟ زیادنے سنجیدگی سے پوچھا۔

نرس ہے کیوں۔ ڈاکٹر طاہر ان کے سامنے آ کر بولا۔

ان کو بولا پھر ان کا چیک اپ کروانا ہے۔ زیادنے ویسے ہی کہا جب کی عاشر خاموش رہا۔

میں ٹھیک سے پہلے چیک اپ کر لوں کہ ان ساتھ کیا مسی لایا ہے پھر نرس آجائے گی

جب

آپ نرس کو بولائے جو ٹھیک سے کام جانتی ہوں آپ کو چیک اپ کرنا ہے تو ان کا کرتے ماتھے سے بہت خون نکل رہا ہے۔ زیادنے ڈاکٹر کی بات بیچ میں ہی ٹوک کر کہا اور عاشر کی طرف متوجہ کیا۔

منیر شیناز کو لیکر آؤ۔ ڈاکٹر طاہر نے سامنے کھڑے نرس سے کہا تو وہ باہر نکل گیا۔

آپ بیٹھے۔ ڈاکٹر نے عاشر کو صوفے کی جانب اشارہ کیا

تو وہ بیٹھ گیا جب کی نرس آ کر ان سب کو دیکھ کر آرزو کو باہر الگ روم میں لیجانے لگی۔

کہاں چوٹ آئی ہے؟ نرس نے آرزو کو بیڈ پہ بیٹھا کر پوچھا۔
گٹھنے میں بہت پین ہو رہا ہے چلنے میں بہت درد بھی ٹانگ سیدھی کرنے میں نہیں آرہی
ہے اور بازو پہ ہلکی سی خراشیں آئی ہیں۔ آرزو نے بڑھا چڑھا کر بتایا۔
اچھا اچھا میں سمجھ گئی آپ ذرا ان کو اُپر کرے۔ نرس نے اس کو ٹراؤ زر کی جانب
اشارہ کر کے کہا تو آرزو نے حیرت سے اس کو دیکھا اور اس کے ہاتھ کے اشارے کو جو
پیروں سے ٹراؤ زر اُپر کرنے کا کہہ رہی تھی۔

اُپر کیوں؟ آرزو نے پوچھا۔

تاکہ میں چوٹ کا معائنے کر سکوں اس لیے تو آپ کو یہاں لے آئی ان سب کے
سامنے توچیک نہیں کر سکتی تھی نہ۔ نرس شیناز نے اس کے تاثرات دیکھے بنا کہا اس کا
دھیان بوکس میں فرسٹ ایڈ نکالنے پہ تھا۔

اچھا۔ آرزو نے اتنا کہا اور ٹراؤ زر کو گٹھنوں تک اُپر کیا تو اس کو شاک لگا کیوں کی گٹھنوں
تک بہت خراشیں اور عین گٹھنے کے اُپر براگھاؤ تھا جس سے ہلکی ہلکی خون کی بوندیں
ٹپک رہی تھی۔

اچھا ہو ٹراؤ زر ہے اگر پاجامہ یا ٹائیٹ شلوار ہوتی تو بہت تکلیف ہوتی آپ کو کیوں کی
پھر وہ اس جگہ پہ چپک جاتا۔ نرس نے روئی سے اس کی جہاں خراشیں تھی وہاں سے

صاف کر کے بولی جب کی آرزو کو اب سمجھ آیا تھا کہ زیادہ فیمل نرس یا ڈاکٹر کو کیوں کہا تھا کہ وہ ہو۔

یہ بھی ہلکہ سا چپک گیا تھا پر میں نے زور دے کر کھینچا۔ آرزو نے جواب دیا۔
ہممم گٹھنے کے بیچ چوٹ ہے نہ اس لیے چلنے میں تکلیف ہوئی آپ کو میں پٹی کر دیتی ہوں آپ روزانہ اپنا زخم ڈیٹول سے صاف کر کے نئی پٹی کرئیے گا اور دوائی بھی ٹائی م پہ کھائی گی تو انشاء اللہ جلدی ٹھیک ہو جائے گا۔ نرس نے آہستہ آہستہ گٹھنے پہ اُپر اور اس کے کچھ پاس خون صاف کرتے کہا۔

بازو پہ بھی خراشیں اور رگڑے آئی ہیں۔ آرزو نے اس کو ٹراؤز ٹھیک کرتے دیکھا تو کہا۔

میں مرہم لگاتی ہوں پر پٹی کی ضرورت نہیں۔ نرس نے اس کے دونوں بازو کا معائنہ کر کے کہا۔

ٹھیک ہے۔ آرزو نے اپنی آستین اُپر کی۔

ماشاء اللہ سے آپ کے بھائی دونوں ہی بہت پیارے تھے چھوٹا والا بھی اور بڑا والا بھی۔ نرس نے اچانک سے کہا تو آرزو نے حیرت سے اس کو دیکھا جو فری میں اس کو دو بھائیوں سے نواز چکی تھی۔

میری بس ایک بہن ہے بھائی نہیں کوئی۔ آرزو نے فورن سے کہا
 اچھا سوری پر مجھے لگا وہ بھائی ہیں آپ کے اس لیے کہا کیوں کی جب میں آپ کو یہاں
 لے کر آنے لگی تھی تو میں نے نوٹ کیا تھا کہ دونوں ہی آپ کو دیکھ رہے تھے بلکہ بڑا
 والا جو تھا وہ تو باقائدہ مجھے گھور رہا تھا اور چھوٹے والے کی جب منیر پٹی کر رہا تھا تو اس کا
 بھی دھیان آپ کی طرف تھا اس لیے۔ نرس نے جلدی سے لمبی سی وضاحت کی۔
 یہ آپ انجیکشن کیوں میری طرف لا رہی ہیں؟ آرزو کا گلا خشک ہوا جب نرس کے
 ہاتھ میں انجیکشن دیکھا تو۔

وہ اس لیے تاکہ آپ کو درد میں کمی محسوس ہو۔ نرس نے بتایا۔
 ہاں تو پٹی کر دی دوائی دے ٹھیک ہو جائے گا انجیکشن کی تو کوئی ضرورت ہی
 نہیں۔ آرزو نے جلدی سے کہا۔

دیکھے چوٹ بہت زیادہ تھی اور دوائی دے سے ٹھیک ہو جائے پر یہ بھی ضروری ہے تاکہ
 آپ کو ویل چپٹی رکی ضرورت نہ ہو۔ نرس نے گہری سانس بھری۔
 دعا کرے آپ کے میری ٹانگ گھٹنا جس پہ بھی چوٹ ہے وہ ٹھیک ہو جائے دعا میں
 بڑی طاقت ہوتی ہے پر یہ انجیکشن نہ لگائے دعا اور دعا کافی ہے۔ آرزو نے کچھ دور ہونا
 چاہا پر نہ ہو سکی اس لیے جو منہ میں آیا بولا دیا۔

میں کروں گی پرا بھی آپ خاموش رہ کر انجیکشن لگانے دے۔ نرس نے ہنس کے کہا
 آرزو بہت ممنائی پر شیناز نرس نے انجیکشن لگا کر ہی دم لیا جس پہ آرزو نے اپنے
 منہ میں اپنا ڈوپٹہ ڈال دیا۔

میں چل لوں گی خود ہی۔ آرزو فارغ ہو کر نرس کے ساتھ باہر آئی تو ان دونوں سے
 کہا۔

کیا ہوا ایسے خاموش کیوں ہو؟ زیاد نے فکر مندی سے پوچھا۔
 اتنی زور سے انجیکشن لگائی ہے کہ کیا بتاؤں۔ آرزو پھر سے رونے لگی۔
 ان کے لیے ضروری تھا اور آپ یہ پرچی لے ہم نے دوائی لکھ دی ہے آپ
 ڈسپینسری جا کر لے آئیے گا۔ نرس نے آرزو کی بات پہ ان سے کہا اور ایک پرچی دی
 جو عاشر نے زیاد سے پہلے ان کے ہاتھ سے لی۔

کچھ درد کم ہوا؟ عاشر نے اس کو گاڑی میں بیٹھا کر پوچھا۔

ابھی کہاں۔ آرزو نے رونی شکل بنائی۔

ہو جائے گا کم فکر نہیں کرو۔ عاشر نے اس کا چہرہ صاف کیا جہاں آنسوؤ کے نشان تھے۔
 تمہیں انجیکشن لگا یا ڈاکٹر نے؟ آرزو نے اس کو فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا دیکھ کر پوچھا۔

نہیں۔ عاشر نے اپنے سر پہ لگی پٹی کو ہاتھ لگا کر جواب دیا جب کی زیاد خاموش سا گاڑی
ڈرائی ہو کرنے لگا۔

بس یہی روک دے۔ عاشر نے زیاد سے کہا تو زیاد نے سائیڈ پہ گاڑی روک دی شام
ہوگئی تھی ہلکے ہلکے اندھیرا بھی ہو گیا تھا۔

اپنا خیال رکھنا۔ زیاد نے آرزو کی طرف دیکھ کر کہا۔ جس پہ آرزو نے مسکرا کر سر ہلایا
اور عاشر کے ساتھ جانے لگی زیاد کی نظروں نے دور تک ان کا پیچھا کیا۔

بس کچھ ٹائی م اس کے بعد میں تمہیں ان سب سے دور لے جاؤں گا اور کسی کو بھی
تمہیں ہاتھ لگانے نہیں دوں گا۔ زیاد خود سے کہتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔

تمہاری غلطی ہوگی جس سے یہ سب ہو اور نہ عاشر تو بہت اچھے سے بائی یک چلا لیتا
ہے۔ عاشر آرزو کو لیے جیسے ہی گھر پہنچا تو زریںہ بیگم بنا آرزو کی تکلیف دیکھے اس کو
سنائے جارہی تھی عاشر اب پچھتا رہا تھا کہ اس نے زریںہ بیگم کو کچھ بتایا ہی کیوں جب کی
روشن پریشانی سے آرزو کو ساتھ لگائے بیٹھی تھی۔

میری کوئی غلطی نہیں پر پھر بھی آپ مجھے ہی دوش دیتی ہیں۔ آرزو نے روتے ہوئے
کہا تو عاشر ”دوش“ لفظ پہ نا سمجھی سے آرزو کو دیکھنے لگا۔

دراصل آرزو نے آج کل ہندی ڈرامے دیکھنے شروع کیے ہیں تب سے اس کو اردو بھولتی جا رہی ہے۔ روشنانے عاشر کو بتایا اس کی بات پہ عاشر ہنس دیا۔

آرزو دوش کا مطلب تو بتاؤ۔ عاشر نے ہنسی ضبط کر کے کہا۔

اس کا مطلب الزام جو اماں مجھ پہ لگا رہی ہیں۔ آرزو نے روشنا کے گلے لگے جواب دیا

ہاں ہاں میں تو بس الزام ہی لگاتی ہوں خود کہ کر تو تنہ دیکھنا۔ زرینہ بیگم غصے سے کہتی وہاں سے اٹھ گئی

مجھے لگا ویلو بڑھ جائے گی اماں میری فکر میں ہلکان ہوگی پر نہیں جی۔ آرزو روشنا سے دور ہوتی بولی۔

اماں پریشان ہے اس لیے اتنی باتیں سنائی تمہیں نہیں پتا ماں کی ڈانٹ میں بھی محبت چھپی ہوتی ہے۔ روشنانے اس کو سمجھایا۔

ہاں میری ماں لفظوں پیار کا اظہار کر سکتی ہیں پر نہیں بس چیلوں اور غصے میں کرے گی۔ آرزو جزباتی ہو گئی۔

لو اماں تمہارے لیے ہی گئی تھی۔ روشنانے سامنے کی طرف اشارہ کرتے کہا جہاں زرینہ بیگم ٹرے میں دو ہلدی کے گلاس لا رہی تھی ایک اس نے عاشر کو دیا دوسرا آرزو کو جس نے بہت الگ الگ زاویے بنا کر پی لیا۔

میں چلتا ہوں امی انتظار میں ہوگی۔ عاشر اٹھتا بولا
 اچھا پر اپنی بائی یک بھی لے آنا۔ آرزو نے کہا تو وہ خدا حافظ کہتا نکل گیا روشنا بھی آرزو
 کو اپنے کمرے میں لے گئی تاکہ آرام کرے۔



جو ہمسفر ہم نہیں ہے تو یہی پہ چھوڑ دو
 رہنے دو سارے بہانے مجھے آکر بول دو
 ہم خود ہی جدا ہو جائے گیں
 کہہ دو بس اتنا تم۔۔۔ کہہ دو۔۔۔
 پیار نہیں چلے جائے گیں
 دل لوٹا دو۔۔۔ دل لوٹا دو میرا
 چلے جائے گیں۔۔۔ چلے جائے گیں۔

رات کا وقت تھا جب کشمالا نے عینی کے کمرے میں جانے کا سوچا وہ جیسے اندر داخل
 ہوئی تو اس کو عجیب لگا کیوں کی عینی بیڈ پہ نائیٹ ڈریس پہنے اوندھی لیٹی ہوئی
 تھی اور اس کے کمرے میں رکھے سائی وینڈسٹم پہ فل آواز میں دل لوٹا دو میرا گانا چل
 رہا تھا کمراسائی وینڈ پر وف ہونے کی وجہ سے باہر آواز نہیں جا رہی تھی کشمالا جلدی سے
 گانا بند کیا اور عینی کے بیڈ پہ بیٹھ کر شرارت سے کہا

خیر تو ہے آج کل دل لوٹا دو میرا بہت سن نے لگی ہو کس نے لے لیا ہے دل جو واپس نہیں کر رہا۔ کشمالا کی آواز پہ اس نے اپنی بند آنکھیں کھولی اور کہا۔

بکو اس نہیں کرو کش۔ کشمالا اس سے عمر میں کچھ بڑی تھی پر ایک گھر میں رہنے کی وجہ سے ان کے بیچ بہت اچھی دوست تھی اس لیے فرینکلے باتیں کر لیا کرتی تھی۔

ارے بکو اس کہاں تم بتاؤ ہم ساتھ چلتے ہیں کہے گے یاد دل واپس کرو یا اپنا دے دو۔ کشمالا نے اس کو پیچھے سے ہگ کیے کہا۔

ایسا نہیں بس دل کیا سننے کا تو چلا لیا تم تو پیچھے ہی پڑ گئی ہو۔ عینی نے بیزاری سے کہا۔

نہ جی میں نوٹ کر رہی ہوں بہت ٹائی م سے تم بھی اب زیاد بھائی کی طرح سنجیدہ رہنے لگی ہو۔ کشمالا نے کہا۔

بھائی کی کہاں سے آگیا بس طبعیت کچھ ٹھیک نہیں۔ عینی نے بہانا تلاشا۔

بتا دو شاید میں کوئی مدد کر دو۔ کشمالا نے جانچنا چاہا۔ ہو گا ایسا کچھ تو تمہیں ہی بتاؤں گی۔ عینی نے جان چھڑائی کشمالا نے بس اس کی پیٹھ کو گھور کے دیکھا



زیاد واپس گھر آیا تھا سیدھا اس کو گھر آئے بہت وقت گزر چکا تھا پر اس کو چین نہیں آرہا تھا بار بار آرزو کا خیال آرہا تھا اس کا دل کیا کال کر کے پوچھ لیں کہ کیسی ہے دوائی

کھائی ہو گی یا نہیں پر اپنی سوچ کو خود ہی رد کر دیتا اپنی سوچ کو جھٹکنے کے لیے اس نے

واثر و مکیارخ کیا تا کہ شاول لیکر خود کو پر سکون کرے آدھا گھنٹا شاور کے نیچے کھڑا ہونے کے بعد اس کو اپنا دماغ پر سکون محسوس ہوا تو اس نے شاور بند کر کے باہر آیا اور وارڈ راب سے ایک ٹراؤ زر اور بنیان نکالی کپڑے چینیج کرنے کے بعد اس نے شبیر کو کافی کا بولا جو پانچ منٹ میں لیکر حاضر ہوا۔

دس منٹ بعد میرا فریش جو س لے آنا۔ زیادنے کافی کا کپ پکڑ کر نیا حکم دیا وہ تو آپ صبح کو لیتے ہیں نہ اب تورات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ شبیر نے کچھ حیرت سے پوچھا۔

میں نے دس منٹ بعد کا کہا ہے تو لے آنا میں گیلری جا رہا ہوں۔ زیاد نے کہتے ہی اپنے قدم گیلری کی طرف بڑھائے اور اس کا گلاس وال ڈور کھول کر اندر داخل ہوا شبیر بھی سانس ہوا میں خارج کرتا باہر نکلا۔ زیاد کافی پینے کے بعد اپنے ہاتھوں میں بوکسنگ گلوڑ پہنے کیوں کی آج پھر پجنگ بیگ کی شامت تھی۔ شبیر دس منٹ سے ایک منٹ پہلے ہی جو س تھا مے کھڑا تھا اس نے زیاد کو تیز تیز پجنگ بیگ کو مکہ مارتے دیکھنے لگا تو اس کو نیند آنے لگی رات بہت ہوگئی تھی مگر زیاد کا شاید سونے کا ارادہ نہ تھا۔

سر آپ کا موبائل بج رہا ہے۔ شبیر نے زیاد سے کہا جس کا پورہ دھیان پجنگ بیگ میں تھا اس لیے اُس نے سنا نہیں تھا اس لیے شبیر کچھ گیلری کے سامنے آیا۔

سر آپ کی فون پہ کال آرہی ہے۔ اس دفع وہ کچھ زور سے بولا تو زیادنے ویسے ہی کہا۔
 چیک کرو کس کا ہے۔ زیاد کی بات پہ شبیر کمرے کے اندر آیا اور زیاد کا موبائل جو
 سائیڈ پہ تھا وہ اٹھایا اور گیلری کے پاس آکر کھڑا نام پڑھنے کی کوشش کرنے لگا اس
 نے ایک نظر بلنک کرتی موبائل اسکرین کو دیکھا پھر زیاد کو جو بہت سنجیدگی سے پہنچنگ
 بیگ کو پیٹ رہا تھا پورہ وجود پسینے سے نہایا ہوا تھا پر زیاد اس بات سے لا پرواہ تھا
 سر کوئی عجیب نام ہے انت ال

شبیر کا اتنا کہنا تھا زیاد پہنچنگ بیگ کو ایک زور سے مکہ مارتا دور کر کے بھاگ کر شبیر کے
 ہاتھ سے موبائل لیا تھا یہ سب ایسے اچانک ہوا شبیر کو لگا شاید کوئی زلزلہ آگیا ہے۔
 تم جاؤ اب۔ زیاد موبائل کی جانب دیکھ کر کہا۔

وہ سر جو س۔ شبیر نے سائیڈ پہ جو س کی طرف اشارہ کیا۔
 میں پی لوں گا تم جاؤ۔ زیاد گیلری سے نکلتا بولا۔

اوکے سر۔ شبیر حیرت سے زیاد کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے انداز کچھ الگ
 ہوگئی تھی اس کا تجسس ہوا کہ کال کس نے کی ہے جو زیاد ایسا بیہو کر رہا ہے پر وہ
 کمرے سے باہر گیا زیاد نے ایک نظر خود پہ ڈالی جہاں پسینے کا علاوہ کچھ نہیں تھا زیاد نے
 اپنا نچلا لب دیا اور ایسے ہی ٹاول سے پسینا صاف کرتا کال بیک کرنے لگا کیوں کی کال

اتنے ٹائی م بعد آرزو نے کی تھی اور زیادہ کو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ اتنی رات کو اس نے کیوں کی ہوگی۔

آپ سو رہے تھے کیا؟ زیادہ جیسے کال کی تو آرزو نے ڈائی ریکٹ یہ پوچھا۔
نہیں۔ زیادہ نے بیڈ پہ لیٹ کر کہا۔

آپ گھرے سانس کیوں لے رہے ہیں؟ آرزو نے ایک اور سوال کیا۔
میں تھک گیا ہوں اس لیے۔ بڑا تحمل سے جواب دیا گیا۔

کیا کوئی کام کر رہے تھے اتنی رات میں؟ آرزو نے پوچھا۔
کام تو نہیں بس نیند نہیں آرہی تھی تو ٹائی م پاس کر رہا تھا۔ زیادہ نے گول مول سا جواب دیا۔
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اچھا۔ آرزو اتنا کہہ کر چپ ہوگئی۔
تمہیں تو آرام کرنا چاہیے تھا ابھی تک جاگ کیوں رہی ہو کیا زیادہ پین ہو رہی ہے؟ زیادہ
جو لیٹا ہوا تھا چانک سے اٹھ کر بیٹھا۔

پین تو تھوڑی ہے اب بس نیند جانے کیوں نہیں آرہی تھی تو ایسے ہی لیٹی ہوئی تھی
تو خیال آیا آپ نے آج اتنی ہیلپ کی اور میں نے شکریہ بھی نہیں کہا تھا اس لیے سوچا
اب کال پہ کر لوں وقت میں نے نہیں دیکھا تھا۔ آرزو نے کال کرنے کی وجہ بتائی۔

اچھا تو یہ شکریہ ادا کرنے کے لیے کی ہے۔ زیادہ مسکرا کر پوچھا۔
جی۔ آرزو نے کہا۔

اتنا آہستہ آواز میں کیوں بات کر رہی ہوا گر زیادہ تکلیف ہو رہی ہے گٹھنے میں تو
بتاؤ۔ زیادہ نے پریشان ہوا

ایسا نہیں وہ دراصل آپی سو رہی ہیں نہ تو اس لیے آہستہ بات کر رہی ہوں تاکہ ان کی
نیند خراب نہ ہو۔ آرزو نے ایک سائیڈ پہ لیٹی روشنا کو دیکھا اور زیادہ کو جواب دیا۔
وہ کیا کر رہی ہے تمہارے کمرے میں؟ زیادہ کا موڈ خراب ہوا۔
وہ مجھے چلنے میں پر و بلم ہو رہی ہے نہ ابھی تو اس لیے آپی میرے ساتھ سوئی ہے تاکہ
اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں ان سے کہوں۔ آرزو نے بتایا
سہی دوا کھائی ہے نہ؟ زیادہ نے پوچھا۔

جی کھالی تھی بہت ہی کڑوی تھی۔ دوا کے نام پہ آرزو نے منہ بگاڑا۔
کڑوی ہے اس لیے توفائی دیمند ہے۔ زیادہ اس کی حالت سمجھتا زیر لب مسکرایا۔
ہممم آپ کو نیند تو نہیں آرہی نہ؟ آرزو نے سوال کیا۔
نہیں اور جب تک تمہیں نہیں آتی ہم بات کرتے ہیں۔ زیادہ نے کہا۔
اگر اس سے پہلے آپ کو آئے تو بتائیے گا۔ آرزو نے پرسکون ہو کر کہا۔

آئے گی تو اور اب تم بتاؤ ہم بات کر سکتے ہیں نہ مطلب اگر مجھے تم سے کوئی بات کرنی ہو تو۔ زیادہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

ہاں اور سوری میں نے بہت برا بیسیو کیا تھا جب آپ اسکول میں آئے تھے تو میں شرمندہ ہوں پر آپ کی شاید آپ کی طرف کوئی غلط فہمی ہے۔ آرزو نے کہا۔
 آپ کو چھوڑوا اپنی تم اب کم چلنا اور اسکول سے چھٹی کر لوں تاکہ جلدی ٹھیک ہو جاؤ۔ ایسے ہی باتیں کرتے کرتے ان کو وقت کا پتا نہیں چلا جب کی آرزو کی نیند آئی تو وہ ایسے ہی باتوں کے درمیان سو گئی موبائل کان کے پاس ہی تھا زیادہ کو جب آرزو کی سانس لینے آواز آئی تو اس نے موبائل کان سے ہٹا کر دیکھا تو رات کے چار بجنے والے تھے زیادہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی اس کو پتا نہیں لگا آرزو سے بات کرنے کا اور اتنا وقت بیت گیا اس لیے آرزو سو گئی یہ خیال آتے ہی زیادہ گہرا مسکرایا اس کو نیند آئی تو نہیں تھی اس لیے اپنی اور آرزو کی پرانی چیٹ پڑھنے لگا۔



صبح روشنی کی آنکھ کھلی تو اس نے سائیڈ پہ دیکھا جہاں آرزو ابھی سوئی ہوئی تھی وہ آہستہ سے اٹھ کر واشروم کی جانب بڑھی وضو کرنے کے لیے اور واپس آئی تو اس نے جائے نماز اٹھائی فجر پڑھنے کے بعد وہ کمرے سے نکل گئی۔

آرزو اٹھی رات کو زیادہ درد تو نہیں ہوا نہ اس کو؟ روشنا کچن میں آئی تو زرینہ بیگم جو پہلے ہی کچن میں تھی اس سے پوچھنے لگی۔

سوئی ہوئی ہے ابھی میں جگایا نہیں اس کو اور رات میں ٹھیک تھی ورنہ مجھے جگادیتی۔ روشنانے جواب دیا۔

اچھا سہی جلدی ٹھیک ہو جائے۔ زرینہ بیگم نے دعا کی۔

بابا کو بتایا آپ نے۔ روشنانے برتن سنک پہ جمع کر کے پوچھا۔

ہاں بتایا تھا پریشان ہو گئی تھی پر میں نے مطمئن کر دیا تھا۔ زرینہ بیگم نے جواب دیا۔

اچھا کیا میں۔ پراٹھے بناتی ہوں میں آپ بس چائے کا پانی گرم کرے۔ روشنانے آرام سے کہا

اچھا تمہارے ابا بھی سویرے نکل گئی تھی تم اور میں ناشتہ کرتے ہیں آرزو کو ابھی سونے دو۔ زرینہ بیگم نے جواب کہا تو روشنا کام میں لگ گئی اور ناشتہ کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں کالج جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔

آرزو کی آنکھ کھلی تو اس نے یہاں وہاں دیکھا وہ کمرے میں اکیلی تھی۔ اس نے گہری سانس بھری اور موبائل دیکھا رات کو وہ اچانک سے سو گئی تھی اس کو بھوک کا

احساس ہوا تو اس نے پیٹ پہ ہاتھ رکھ کے برا منہ بنایا ٹھننے کی کوشش کی تو پورے جسم میں درد سرائی بیت کرتا محسوس ہوا تو اس نے ایسے ہی بس بیڈ سے ٹیک لگالی۔

ایک گٹھنے کے درد نے یہ حال کر دیا ہے اگر پوری بائی یک کے نیچے میرا وجود ہوتا پھر تو شاید میں ایک سانس بھی دوسرا نہ لے پاتی۔ آرزو خود سے بڑبڑانے لگی اب کوئی اور جو نہ تھا پھر ایک خیال دماغ میں کوندا تو اس نے موبائل اٹھا لیا اس کا کمرالائی ونج سے کچھ دور تھا جس سے اس کی آواز باہر نہیں جاسکتی تھی اس لیے اس نے انٹرکام پہ کال کی جو گھر کا نمبر تھا۔

ہیلو اماں بھوک لگی ہے آپ میرے کمرے میں آجائے۔ دو بیل کے بعد زرینہ بیگم نے کال اٹھائی تو آرزو نے جھٹ سے کہا اور کٹ کر دی زرینہ بیگم نے گھور کر موبائل کو دیکھا اور کچن میں چلی گئی تاکہ اس کے لیے ناشتہ بنا کر لے جائے روشنا کو کچھ ہی منٹ ہوئے تھے کالج کے لیے نکلے۔

ناشتہ کرو جلدی سے پھر دوائی کی کھانی ہے اور اگر درد میں کمی نہیں ہوئی تو بتاؤ دوبارہ کسی ہسپتال چلتے ہیں۔ زرینہ بیگم کمرے میں آکر آرزو سے بولی جو ان کے انتظار میں تھی۔

اماں ابھی تو نیا ہے ایک ہی دن میں ختم نہیں ہو گا نہ گھاؤ بڑا تھا جب وہ بھر جائے تو درد میں کمی آئے گی اور چلنے میں زیادہ درد محسوس نہیں ہو گا۔ آرزو نے پہلی بار عقلمندی کا مظاہرہ کیا ایسا زرینہ بیگم کو لگا ورنہ اصل بات تو یہ تھی کہ وہ دوبارہ انجیکشن نہیں لگوانا چاہتی تھی اس کو ابھی تک اپنے بازوؤں پہ انجیکشن کا درد محسوس ہو رہا تھا۔

کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔ زرینہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا آرزو نے پھر ان کو واشروم تک چھوڑنے کا کہا تا کہ برش کر کے وہ ناشتہ کر سکے اور ہاتھ منہ بھی دھو لے تو زرینہ بیگم نے ہاتھ میں پکڑی ٹرے سائیڈ پہ کی اور آرزو کو اٹھنے میں مدد دی واشروم تک چھوڑنے کے بعد وہ باہر کھڑی اس کا انتظار کرنے لگی آرزو نے کچھ منٹ بعد اندر سے ان کو آواز دے کر بولا تو وہ جلدی سے گئی تو وہ ایک ٹانگ پہ کھڑی تھی زرینہ بیگم نے اس کو چلنے میں مدد دی اور بیڈ پہ آرام سے بیٹھایا اس کے بعد آرزو کی طرف پراٹھا اور چائے دی تو وہ اپنا ناشتہ کرنے لگی چائے تو ٹھنڈی ہو گئی تھی اس لیے آرزو نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔

دوا دوں اب۔ زرینہ بیگم نے پوچھا جب وہ ناشتہ سے فارغ ہوئی تو۔

کچھ دیر بعد کھاؤں گی وہ۔ آرزو نے برا منہ بنایا۔ تو زرینہ بیگم نفی میں سر ہلاتی سامنے دراز سے اس کی دوائی کی اٹھائی اور زبردستی کھلائی جس پہ آرزو بس کڑوا منہ ہی بنا پائی۔

دوبارہ اب بائی یک پہ نہیں بیٹھنا۔ زرینہ بیگم نے گھور کر اسے کہا اور باہر جانے لگی تو آرزو نے کہا۔

اماں سامنے ٹیبل سے میری ڈائی ری تو اٹھا کر دے۔ زرینہ بیگم نے اس کو ڈائی ری دی اور ٹرے لیکر کمرے سے نکل گئی تو آرزو بھی ڈائی ری لکھنا شروع کی۔



NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

اوو سوری۔ روشنا جلدی سے جارہی تھی تو کسی سے ٹکر لگنے کی وجہ سے فورن معزرت کی اور سامنے والے کے پیپرزا اٹھانے میں مدد کرنے لگی جو گر گئی تھے۔
اٹس اوکے۔ علید ان نے سنجیدگی سے جواب دیا اور اپنی فائل سے گرے پیپرزا اٹھانے کے لیے جھک گیا وہ ابھی لائی بریری سے آرہا تھا ہمایوں نے اس کو کچھ کتابیں مارک کر کے دی تھی کہ یہ لکھنا اور وہ خود پھر پنڈی گیا ہوا تھا اس لیے علید ان وہاں چلا گیا تاکہ آسانی ہو سمجھا تو ہمایوں نے دیا تھا بس علید ان کو فائل میں جمع کرنا تھا۔

یہ لیں۔ روشنانے پیپر ز اس کی جانب دی ئی ے جو علید ان نے بنا دیکھے تھام لیے روشنا کو وہ آج پہلے کہ بر عکس کچھ چپ چپ لگا ورنہ ہر وقت اگر اس سے کبھی ملاقات ہوتی تو وہ بلا وجہ بولتا رہتا تھا اور اب اس کو لگتا تھا کہ وہ اس کو نظر انداز کر رہا ہے۔ کوئی ی پر و بلم ہے؟ علید ان جانے لگا تو روشنا پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ نہیں۔ یک لفظی جواب دیا۔

اچھا آپ خاموش تھے تو مجھے لگا۔ روشنانے بات ادھوری چھوڑی اس کے آپ کہنے پہ علید ان تمسخرانہ مسکرایا جانے کیوں اس کو روشنا خود سے بہت دور محسوس ہوتی تھی اس کو لگنے لگا ہے اب کی وہ اس کے دسترس سے بہت دور ہیں وہ اس کو کبھی پا نہیں سکے گا جیسے چاند کی انسان بس تمنا کر سکتا ہے پر پا نہیں سکتا بلکل ایسے ہی۔ اگر پوچھ لیا ہے تو میں بھی ایک بات پوچھو آپ سے اگر برا نہ مانے تو؟ علید ان نے اس کی طرف رخ کر کے پوچھا

ہاں ضرور۔ روشنانے خوشدلی سے کہا

آپ ہر ایک کو نیگٹو کیوں سمجھتی ہیں مطلب آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ ہر انسان برا ہے وہ بس غلط کرنا جانتا ہے کچھ ٹھیک نہیں سوچتا نہ کرتا ہے بس خود غرض ہوتا ہے جس کو کسی کی کوئی ی پرواہ نہیں ہوتی آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ ہر انسان جو ہوتا ہے وہ

دو ہو کہ دینا جانتا ہے اور کچھ نہیں۔ علیدا ان نے اپنے اندر سارے سوالات ایک دم ہی پوچھ ڈالے اس کو روشنا کی وہ باتیں نہیں دماغ سے نہیں نکلتی تھی جب وہ زیاد سے کہہ رہی تھی جب کی اس کی روشنا ہو نک زدہ ہو کر علیدا ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی اس کو علیدا ان کی بات سمجھ میں نہیں آئی ی تھی۔

آپ کا مطلب کیا ہے صاف صاف بولیں۔ روشنا نے کہا۔

زیادہ برا بلکل نہیں اور نہ وہ کسی لڑکی سے ٹائی م پاس کرتا ہے اس کا کردار بہت پکا اور صاف ہے۔ علیدا ان نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا روشنا کو اس کے منہ سے زیادہ کا نام سن کر حیرانی ہوئی ی اور برا بھی لگا وہ تو زیادہ کا نام سننا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

زیادہ خانزادہ کی صفائی کیوں پیش کر رہے ہو اس کا کیا ذکر اور مجھ سے کیوں کر رہے ہو۔ روشنا نے ناگوار لہجے میں پوچھا۔

میرا دوست ہے زیادہ اور میں اچھے سے اس کو جانتا ہوں تم نے جو گرائی ونڈیہ اس سے کہا سب کے سامنے وہ سب غلط تھا تمہیں ایسا کچھ نہیں کہنا چاہیے تھا۔ علیدا ان اس کی ناگوار ی دیکھ کر دل میں کچھ چبھا تھا اس کو خود پہ غصہ آ رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کو چاہنے لگا ہے جس کے دل میں زیادہ کے لیے نفرت ہے اس زیادہ کے لیے جس میں علیدا ان کی

جان بستی تھی آخر جان بستی بھی کیوں نہ دوست تھا اس کو بہت پرانہ گہرا اور اگردوستی سچی ہو تو وقت کے ساتھ ساتھ اور مضبوط ہو جاتی ہے ان پانچوں کا تعلق بھی ایسے ہی مضبوط سے مضبوط تھا۔

اودوست ہے مجھے نہیں تھا پتا اور اب میں سمجھی اس کی صفائی کیوں پیش کی جا رہی ہے دیکھو علیداں تم جتنا بھی اس کا پردہ رکھو مجھے فرق نہیں پڑتا اور میں نے اس سے جو گرائی و نڈپہ کہا وہ بہت پرانی بات ہے میں بھول گئی ہوں اور مجھے اس کے بارے میں کوئی بات بھی نہیں کرنی میں بس اس کو اپنی بہن سے دور رکھنا چاہتی تھی جو ہو گیا اور اب بس۔ روشنائی نے سنجیدگی سے کہا۔

زیادہ ایسا کچھ کیا نہیں جس کا میں یا اور کوئی اس کا پردہ رکھے گے مس روشنائی بس اتنا کہوں گا اگر آپ کسی کو جانتے نہ ہوں تو اس کے بارے میں رائے بھی قائم نہیں کرنی چاہیے پتا ہے کیوں؟ کیوں کی ضروری نہیں جو دیکھنے میں آئے وہ حقیقت ہو کبھی کبھی حقیقت اس کے مختلف ہوتی ہے۔ علیداں اجنبیت سے کہتا اس کی سائیڈ سے گزر گیا جب کی روشنائی شک میں اس کا رویہ دیکھ رہی تھی اس کو اب سمجھ میں آیا تھا کہ علیداں اتنے ٹائی م میں اس سے بات کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا تھا اگر اس

کو دیکھ بھی لیتا تو کیوں منہ موڑ کے چلا جاتا تھا؟ وشنا علید ان کو سوچتی اپنے ڈپارٹمنٹ کی طرف گئی۔

کیا ہوا آج پھر لڑائی کی کسی سے؟ علیزہ نے روشنا سے پوچھا۔
 نہیں میں کیا ہر وقت لڑائی کرتی ہوں کیا۔ روشنا اس کی بات پہ چڑگئی۔
 ایسے ہی پوچھا خاموش لگی تو۔ علیزہ نے کندھے اچکا کر کہا۔
 بس ایسے موڈ خراب ہو گیا میرا۔ روشنا نے جواب دیا۔
 اچھا۔ علیزہ نے بس مسکرا کر اتنا کہا۔



NEW ERA MAGAZINE
 Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry

وہ آبخار میں بند قبا کو

کھولے اگر

تو جھرنے پیاس نہ بجھائی یں
 وہ اتنا دلکش ہے۔

آرزو کافی دیر تک ڈائی ری لکھ رہی تھی جب دروازہ نوک کرتے کوئی آیا اس نے
 سراٹھا کر دیکھا تو عاشر مسکرا کر اندر کمرے میں آیا۔
 کیسی ہو؟ عاشر نے اسٹول اس کے بیڈ کے پاس رکھ کر مسکرا کر پوچھا۔

میں تو ٹھیک ہوں پر تم یہ آج اپنے ڈمپلز بلا وجہ کیوں دیکھا رہے ہو؟ آرزو نے ڈائی ری بند کر کے عاشر کے مسکرا نے پہ چوٹ کر کے پوچھا۔

کیوں کی کل رات میری بھی بہت بے عزتی ہوئی ہے ہا ہا ہا۔ عاشر اتنا کہہ کر ہنسنے لگا تو آرزو حیرت سے اس کو دیکھ رہی تھی جو بہت زور سے ہنسنے میں لگا تھا۔
بے عزتی کیوں؟ آرزو نے تجسس سے پوچھا۔

جیسے کے تمہارا کوئی دوش، نہ تھا تو خالانے پھر بھی تمہیں بہت کچھ کہا ویسے ہی امی کو جب میری چوٹ دیکھی عاشر نے دوش لفظ کو کھینچ کر ادا کیا اور پھر اپنے ماتھے کی طرف اشارہ کیا جہاں اب سنی پلاسٹک بس لگی ہوئی تھی اور پھر کہا۔

تو میں نے ایکسیڈنٹ کا بتا دیا تھا پھر کیا تھا انہوں نے اتنا بے عزت کیا کہ میری لاپرواہی کی وجہ سے تمہیں بھی چوٹ لگی اور ایکسیڈنٹ بہت برا بھی ہو سکتا تھا اور ہمارا نقصان بھی مطلب کہ تمہاری یا میری ہڈی بھی کوئی ی ٹوٹ سکتی تھی۔ عاشر نے اس کو ایسا بتایا جیسے کسی فلم کا سین ہو اور آرزو بھی بہت غور سے سن رہی تھی جیسے اب پسندیدہ سین آنے والا تھا۔

امی پھر خاموش ہو گئی اس کے بعد کھانے پہ ابانے پوچھا میرے کہنے سے پہلے ہی امی نے ان کو بتا دیا پھر کیا تھا اب بھی شروع ہو گئی کہ میں اتنا لاپرواہ کیسے ہو سکتا ہوں

مجھے اپنا نہیں تو آرزو کا تو خیال ہونا چاہیے تھا نہ تو ابانے بھی بہت کچھ کہا جب کی زیر
 بھائی کی خاموش رہے اور جب میں کھانے کے بعد اپنے کمرے میں سونے لگا تھا تو
 بھائی کی اندر آئے اور انہوں نے بھی مجھے ڈانٹنا شروع کیا کہ پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا تو
 اب تم ایسا کیسے کر سکتے ہو کیسا ہوا تم سے یہ میں نے کچھ نہیں کہا پھر بس سر جھکا کر سنتا
 رہا پھر بھائی نے کہا یہ فرسٹ غلطی لاسٹ ہونی چاہیے اس کے بعد میں بھول جاؤ کہ
 زندگی میں کبھی مجھے بائی یک ملے گی۔ عاشر نے بتا کر آخر میں گہری سانس لی
 ہا ہا ہا۔ عاشر تمہاری تو ٹھیک ٹھاک بے عزتی ہوئی ہے۔ آرزو جو اس کی بات بہت
 غور سے سن رہی تھی عاشر کے چپ ہوتے ہی اس کے منہ سے ہنسی کا فوارہ نکلا اور وہ
 ہنس ہنس کے لوٹ پھوٹ ہونے لگی۔
 اور نہیں تو کیا میری توبہ جو میں کبھی اب تمہیں بائی یک پہ بیٹھاؤ۔ عاشر نے کانوں کو
 ہاتھ لگائے۔

اب ڈرامے نہ کرو۔ آرزو نے آنکھیں دیکھائی۔
 باہر چلو امی تمہیں دیکھنے آئی تھی میں نے اور خالانے ان کو لائی ونج میں ہی بیٹھنے کو
 کہا سو چا تم باہر آ جاؤ۔ عاشر نے اٹھ کر اسٹول سائیڈ پر کیا۔

ہاں صبح سے ایک جگہ پہ ہی بیٹھے بیٹھے بورتو میں بھی بہت ہوئی ہوئی ہوں۔ آرزو نے لاچار شکل بنائی تو عاشق نے ہاتھ پکڑ کر آرام سے اس کو اٹھنے میں مدد تھی آرزو نے اپنا ایک ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھا اور دوسرے ہاتھ سے عاشق کو کندھے سے تھاما عاشق آہستہ آہستہ چل کر اس کو باہر لے آیا۔

آرزو ادھر آؤ ایک دن میں ہی کتنی کمزور ہو گئی ہو۔ نصرت بیگم نے جلدی سے اٹھ کر اس کو اپنا پاس بیٹھایا۔

ہاں نہ خالا پر سے اماں کی ڈانٹ۔ آرزو نے ان کے کندھے پہ سر رکھ کے زرینہ بیگم کو آنکھ ماری جس پہ وہ بس گھور کے رہ گئی۔
 زرینہ حد کرتی ہو تم بھی۔ نصرت بیگم نے آرزو کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر افسوس سے زرینہ بیگم سے کہا۔

کچھ نہیں کہا میں نے اس کو بس ڈرامے ہیں جو اس حالت میں بھی ختم نہیں ہو رہے اس کے۔ زرینہ بیگم نے بیزاری سے کہا۔

عاشق کو ہم نے سمجھایا ہے اب کی وہ احتیاط سے بائی یک چلائے۔ نصرت بیگم نے کہا۔
 ہاں نہ خالا کل بائی یک کی اسپید پوری ایک سو بیس پہ کانٹے کی سوئی تھی۔ آرزو نے اب کی عاشق کو چھیڑا جب کی عاشق کا دل کیا اپنا تھا پیٹ لیں۔

عاشق جہاز سمجھ لیا تھا کیا بائی یک کو۔ نصرت بیگم نے دل پہ ہاتھ رکھا۔
 خالا ایک سو بیس جہاز کی اسپید تھورئی ی ہوتی ہے۔ آرزو نے جیسے ان کی عقل پہ ماتم
 کیا

آرزو خاموش رہو۔ زرینہ بیگم نے اس کو گڑکا تو عاشق نے اس کو زبان دیکھائی آرزو
 بس برا منہ بنائے بیٹھ گئی۔

آرزو تم ہی بول رہی تھی نہ کہ تیز تیز چلاؤ۔ عاشق کب تک خاموش رہتا اس لیے اپنا
 دفاع میں بولا۔

ساری آرزو کی ہی غلطی ہوگی۔ زرینہ بیگم نے جیسے نتیجہ نکالا۔

آرزو کی کیوں بائی یک تو عاشق چلا رہا تھا نہ اس کی غلطی ہوگی پورہ دھیان بائی یک

چلانے میں لگتا تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ نصرت بیگم نے آرزو کی طرف داری کی

آپ نہیں جانتی آرزو کو۔

عاشق کو جلدی ہوگی۔

اپنی ماؤں کو اپنے خلاف بولتا دیکھ کر آرزو اور عاشق نے حیرت سے ایک دوسرے کو

دیکھا عاشق کندھے اچکا کر صوفے پہ اپنی پشت ٹکادی آرزو نے بھی گہری سانس لیکر

آنکھیں بند کی۔



ایک ہفتہ بعد:

اب درد کیسا ہے اور اسکول کب آؤ گی؟ ردہ اور مہک آج اسکول کے بعد سیدھا آرزو کے گھر آئی تھیں۔

اب تو کافی بہتر ہے اور چل بھی خود سکتی ہوں۔ آرزو نے چاکلیٹ کھاتے جواب دیا تو اسکول آنے میں کیا موت پڑ رہی ہے۔ مہک نے گھور کے کہا۔ ابھی تھوڑا درد ہے کم ہو جائے پورا تو۔ آرزو نے انگڑائی لیکر کہا۔

شرم کرو تمہیں تو بس بہانا چاہیے اسکول نہ آنے کا۔ ردہ نے افسوس سے کہا۔ تم دونوں مجھ سے ملنے آئی ہو یا طعنے دینے۔ آرزو نے دونوں کی طرف دیکھا جو بیڈ کے ایک طرف ردہ تھی تو دوسری سائیڈ پہ مہک آرزو خود بیچ میں لیٹنے کے انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔

آتے تو ایک ہفتے سے تمہیں دیکھنے پر تمہاری حالت اور باتیں دیکھ سن کر دل طعنے دینے کا کرتا ہے۔ مہک نے مزے سے بتایا۔

اللہ بچائے ایسی دوستوں سے۔ آرزو نے اپنے پیچھے رکھا تکیہ اٹھا کر مہک کے منہ پہ دے مارا جس پہ مہک تو پہلے منہ کھولے دیکھتی رہی پھر وہی تکیہ اٹھا کر آرزو کو دے مارا

جس پہ آرزو نے مکہ مارا جیسے بوکسنگ فائیٹ ہو پھر مہک جو آرزو کو مارنے کے لیے
تکیہ اچھالا تھا دوبارہ سے مہک کے منہ پہ لگا جس پہ ردہ کی ہنسی نکل گئی۔



مجھے کچھ ہو جائے گا۔ وقاص نے مسکین شکل بنائے احمد سے کہا وہ چاروں اس وقت
ریسٹورینٹ میں تھے جہاں زیاد جانے موبائل میں کیا دیکھ کر مسکرا رہا تھا اور اس کے
بائی طرف علیہ ان سنجیدہ شکل بنائے موبائل پہ نظر جمائے بیٹھا وقاص اور احمد بہت
ٹائی م سے ان کی کاروائی دیکھ رہے تھے جو سر اٹھانا شاید بھول گئی ہے
تھے۔ وقاص جو پہلے دائیں طرف زیاد کے بیٹھا تھا اپنی چچی رائی احمد کے قریب کی۔
اس سے پہلے مجھے نہ کچھ ہو جائے چکر کیا ہے ویسے۔ احمد نے اس کے کان کے قریب
کہا۔

ضرور لڑکی کا سین ہے بس ہم ہی ہے سنگل بس میں نے سوچ لیا ہے اب میں بھی کسی
لڑکی کو گرل فرینڈ بناؤں گا۔ وقاص نے جزباتی ہو کر اٹھ کے کہا جس پہ احمد نے زور
سے ہاتھ پکڑ کر واپس اپنی جگہ پہ بیٹھایا

پاگل ہو گئی ہے ہو سب لوگ ہیں یہاں۔ احمد نے دانت پیس کر اس کو لوگوں کا
ہوش دلایا کہ وہ اکیلے نہیں۔

تو اور کیا کرو؟ وقاص نے پوچھا۔

چپ رہو۔ احمد نے اس کو کہا اور ان دونوں سے مخاطب ہوا۔
 علیدا زیاد کیا کر رہے ہو تم دونوں موبائل میں۔ اس کی آواز پہ زیاد سراٹھایا اور
 نا سمجھی سے دونوں کو دیکھا علیدا ان نے موبائل بند کرتے ٹیبل پہ رکھا۔
 کیا بات ہے؟ زیاد نے سوال کیا۔

وہی تو پوچھ رہے ہیں اتنے ٹائی م سے یہاں ہم آئے ہیں اور تم دونوں جانے کونسا
 قارون کا خزانہ دیکھ رہے ہو موبائل میں گم ہو کر۔ وقاص نے جل بھن کر کہا۔
 سوری۔ علیدا ان نے فورن معزرت کی۔

بس کچھ ضروری کام تھا۔ زیاد نے اتنا کہا۔
 ہاں کام تو بس تم لوگوں کو ہی ہوتے ہیں اب تو ہم بھی آفس جوائن کرتے ہیں پر تم
 اففف۔ وقاص نے آخر میں اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

جانتے ہیں تم آفس جاتے ہو اور یہ بھی کہ کتنا کام کرتے ہو۔ علیدا ان نے اس کی بات پہ
 کہا جس پہ وہ ڈھیٹ بن کے مسکرانے لگا

خالا جان کو بہت دنوں سے کانٹیکٹ کر رہا ہوں پر ان کا نمبر بند جا رہا ہے اور ایسا پہلی دفع
 ہوا ہے۔ زیاد نے اچانک سے کہا۔

مصروف ہوگی یا کہیں گھومنے گئی ہوگی۔ احمد نے کہا۔

مجھے بتا دیتی ہیں۔ زیاد نے اپنی پیشانی دوا انگلیوں سے مسلی۔
ڈونٹ وری ہو سکتا ہے ان کا موبائل گم ہو گیا ہو۔ علیدا ان نے اس کے کندھے پہ ہاتھ
رکھ کر تسلی دی۔

آئی ی ہو پ سو کہ کوئی اور بات نہ ہو۔ زیاد نے گہری سانس لیکر کہا۔
یہی بات ہو گی اور کیا ہو سکتی ہے اور اگر ہوتی تو پتا چل جاتا اسلام آباد اتنا بھی دور
نہیں۔ وقاص بے بھی اس کو رلیکس کرنا چاہا۔
کیوں نہ آج شاپنگ کرنے جائے۔ احمد نے اچانک شوشا چھوڑا۔
ایک تو تم لڑکیوں کی طرح شاپنگ کرنے میں انٹر سٹڈ ہوتے ہو۔ علیدا ان نے بیزاری
سے کہا۔

فضول مت بولوں اور اٹھو سب۔ احمد نے تینوں کی جانب دیکھ کر کہا تو سب اٹھ
گئیے اور اب ان کو مال جانا تھا۔
تم لوگ جاؤ اندر میں کال پک کرو۔ وہ لوگ مال کے اندر داخل ہوئے تو زیاد کے
موبائل پہ کال آئی تو اس نے کہا جس پہ وہ سر ہلاتے اندر داخل ہوئے اور زیاد ایک
کونے میں جا کر کال سننے لگا جو اس کے مینیجر کی تھی وہ جیسے ہی کال پہ بات کرتے مڑا تو

ایک لڑکی اس کو دیکھی جو ہاتھوں میں شاپنگ بیگ تھامے کھڑی تھی زیادہ ایک نظر اس کو دیکھا پر اپنے راستے جانے لگا جب وہ دوبارہ اس کے سامنے آئی۔

تم نے شاید مجھے پہچانا نہیں پر میں دور سے ہی تمہیں پہچان گئی تھی۔ اس کی بات پہ زیادہ سوا لیہ نظروں سے دیکھا جو وائیٹ ٹاپ اور کیپری میں تھی بال کھلے ہوئے تھے اور نفاست سے کیے میک اپ میں وہ بہت خوبصورت اور دلکش لگ رہی تھی مگر زیادہ کو وہ ایک آنکھ نہ بھائی ایک اس کا ڈریسنگ سینس اور دوسرا ایسے ہی دھڑلے سے کسی مرد کو مخاطب کرنا۔

نہ میں نے پہچانا اور نہ پہچان نے میں دلچسپی ہے۔ زیادہ نے ناگوار لہجے میں کہا۔

مائی سیلف سول عمران جس کا لاکھوں کی قیمت والا موبائل تم نے ایک جھٹکے میں توڑ ڈالا تھا۔ سول اس کے انداز پہ بلبلا اٹھی اور ایسا پہلی بار اس کے ساتھ ہوا تھا جو کسی لڑکے نے اس میں دلچسپی نہ رکھی ہو اور یہی بات اس کی انا کی ٹھیس پہنچا رہی تھی کہ یہ لڑکا جس سے وہ خود مخاطب کر رہی ہے وہ اس کو اکڑ دیکھا رہا تھا۔

آئی سی تو تم اس کے پی سے لینے آئی ہو۔ زیادہ نے تمسخرانہ مسکراہٹ سے اس کی جانب دیکھا اور جیسے وہ اس کے سامنے آنے کا مقصد جان گیا ہو۔ سول کارنگ

ایک دم اہانت اور بے عزتی کے احساس سے سرخ ہو گیا تھا اُپر سے زیادہ کا مسکرا نا اس کو اور جلا رہا تھا۔

تم جانتے نہیں میں ہوں کون ایسے لاکھوں روپے تو میں منٹوں میں اڑاتی ہوں۔ سول نے غصے سے اس کو جواب دیا

اور پلے۔ صاف مزاق اڑانے والا انداز

میں تو بس تمہیں یہ یاد دلانے آئی تھی کہ اس دن تم نے اچھا نہیں کیا تھا میری سب کے سامنے بے عزتی کر کے اس لیے اس کا بدلاتو میں لیکر رہوں گی۔ سول نے دانت پیستے ہوئے کہا اس کی بات پہ زیادہ نے آئی بروا پر کی اور اپنی جیکٹ سے والٹ نکال کر ایک کارڈ اس کے اُپر پھینکا۔

جتنا نقصان ہوا تھا وہ پورا کر لینا اور اگر ہو سکے تو اپنے لیے کوئی ڈھنگ کے کپڑے خرید لینا تاکہ تمہارا وجود کوئی اور نہ دیکھے جس کی نمائش کرتی تم دندناتی پھر رہی ہوں۔ زیادہ سنجیدگی سے اس کو دوبارہ بے عزت کرتا سیٹی کی دھن بجاتا وہاں سے گزر گیا جب کی سول کی حالت ایسے ہو گئی جیسے کاٹو بدن میں لہو نہیں اس کا غصے سے برا حال ہو گیا آج پھر وہ اس کی انسلٹ کر گیا اور وہ کچھ نہ کر سکی۔

سومی تم اس سے کیا بات کر رہی تھی۔ زاویار جو سول کے ساتھ مال آیا تھا وہاں آکر وہ اپنے لیے شرٹس دیکھنے کچھ دور گیا تھا جب اس کی نظر سول اور اس کے ساتھ کھڑے لڑکے کو دیکھا اور جب شکل دیکھی تو فوراً سے وہاں آیا مگر تب تک زیادہ جاچکا تھا اس لیے وہ سخت لہجے میں سول سے مخاطب ہوا۔

برو مجھے اس کمینے کو چھوڑنا نہیں ہے۔ سول ہزیناتی انداز میں چلائی۔
 کام ڈاؤن گھر نہیں ہوا اپنے جو چیخ رہی ہو۔ زاویار نے ناگواری سے کہا۔
 وہ مجھے بھیک دے کر گیا ہے مجھے سول عمران کو۔ سول نیچے جھک کر کارڈ کی جانب اشارہ کر کے بولی۔
 زیادہ کو کیسے جانتی ہو تم؟ زاویار نے پوچھا۔

او تو زیادہ نام ہے اس کا۔ سول طنزیہ مسکرائی۔
 جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔ زاویار نے پھر پوچھا تو اس نے ایک ایک لفظ بڑھا چڑھا کر بتایا

تم فکر نہ کرو اس سے تو سود سمیت حساب لوں گا میں اب تو اور بھی بہت سارے حساب نکلتے ہیں۔ زاویار شیطانی مسکراہٹ سے بولا
 تو یہ وہی ہے جس نے۔ سول نے بات ادھوری چھوڑی۔

ہاں بٹ یوڈونٹ وری وقت آنے دو پھر اس کا غور نہ توڑا تو کہنا۔ زاویا جانے کیا سوچیں بیٹھا تھا مگر سول نے سوچ لیا تھا وہ اپنا بدلہ لاؤ یا یہ نہیں چھوڑے گی۔ زیاد اپنے دوستوں کے پاس آیا تو دیکھا ان کی شاپنگ کمپلیٹ ہوگئی تھی مگر احمد جانے کیا چاہتا تھا جو ایک ایک شرٹ میں ہزار کیڑے نکال رہا تھا۔ احمد کوئی بھی شرٹ لو پر یہ کیا تم لڑکیوں کی طرح بیہو کر رہے ہو۔ علیدا ان جو کب سے اس کی بک بک سن رہا تھا بالا خر پھٹ پڑا و قاص دو بیگز پکڑے اور ایک ہاتھ میں لیز کاپیکٹ پکڑے مزے سے لیز کھا رہا تھا اور احمد کی کاروائی کی جانچ رہا تھا۔ بڑا تجربہ ہے تمہیں کہ لڑکیاں اتنے نقص نکالتی ہیں اور کبھی کہتے ہو کہ لڑکیوں کی طرح دلچسپی بات کیا ہے جو ایسا بول رہے ہو ہمیں بھی تو پتا چلے۔ احمد جو پہلے ہی اپنی پسند کے مطابق کچھ نہ ملنے پہ بھرا بیٹھا تھا علیدا ان کے دوبارہ طنز یہ پہ اس نے پوچھ ڈالا جس پہ وقاص کا زور دار قبضہ نکلا تھا جب کی علیدا ان گڑ بڑا گیا زیاد ان کی دیکھ کر نفی میں سر ہلاتا بولا۔

دیر ہوگئی ہے اب چلو بھی۔
تم نے کچھ نہیں لینا کیا؟ وقاص نے پوچھا۔
نہیں۔ زیاد یک لفظی جواب دیا۔

تو میری مدد کر دو۔ احمد نے منت بھرے لہجے میں کہا تو زیاد نے اپنی پسند مطابق اس کو شرٹس دیکھائی وہ اس کو ایک الگ جینس شاپ میں لے گیا تھا جہاں احمد نہیں آیا تھا اور ایک جگہ سے احمد کو شاپنگ کا کریز بھی بہت تھا وہ ڈریسنگ کے معاملے میں پوزیسو ہوتا تھا کہ وہ ہمیشہ شاندار دیکھے اس لیے سوچ سمجھ کہ کوئی شرٹ سے لیکر جیکٹ اور جینز پیٹ تک وہ باریک بینی سے دیکھتا تھا باقی مرد کی طرح نہیں کہ جو آئی وہ پیک کروائی ایسے شاپنگ کرنے کے بعد زیاد کی نظر ایک لیڈیز شاپ پہ ٹک گئی جہاں ایک ڈریس لٹک رہی تھی اس کو دیکھتے ہی زیاد کو آرزو کا خیال آیا تھا جس پہ اس کے چہرے پہ گہری مسکراہٹ آئی تھی اس نے وہ ڈریس خریدنے کا سوچا اور قسمت میں جب آیا وہ آرزو کو دے دیگا یہ سوچتے ہی زیاد نے ان تینوں سے کہا۔

تم لوگ پورچ سے میری گاڑی بھی نکالنا میں تب کچھ خرید لوں اچانک یاد آیا تو۔

تو ساتھ میں چلتے ہیں نہ۔ علیدا نے کہا

نہیں تم چلو میں آتا ہوں۔ زیاد نے اس کے ہاتھ میں اپنی گاڑی کی چابی تھمائی تو وہ کندھے اچا کر نکل گئی ان کے جانے کے بعد زیاد سیلزمین سے بولا۔

وہ ڈریس پیک کر دے۔ زیاد نے گڑے کلر کے ایسبریلہ فراق جس پہ گوٹو کا مشین سے کام کیا گیا تھا اور پورے گلے پہ پھولوں کے ڈیزائن سے شیشے رکھے ہوئے تھے جو

دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیر کرنے کا ہنر رکھتے تھے اور سیلوس چوڑیدار تھے جس پہ ایک ڈوری تھی اور ایک شیشہ چھوٹا سا لٹک رہا تھا اس کی طرف اشارہ کیا تو سیلزمین نے فورن سے وہ ڈریس پیک کرنے لگا اور بیگ زیاد کی جانب بڑھایا زیاد بیگ تھام کر اب میچنگ سینڈلز اور جیولری دیکھنے لگا سینڈل زیاد نے نہیں خریدی اس کو پھر کسی وقت کے لیے رکھا جب کی جیولری کے نام پہ اس نے ایک چین لی جس پہ ہارٹ شیپ تھے جو کھلنے پہ دوسائیڈ پہ جاتی تھی زیاد نے اس کو لاک کیا اور جیولر سے کہا مجھے ان جگہ پہ دو نام کا آرڈر لکھوانا ہے۔

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاء اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین

آپ نام بتادے کل تک آپ لے جائیے گا جیو لرنے اس کی بات کہ جواب میں کہا تو زیادہ مسکرا کر دو نام بتائے

پھر ایک گولڈن کی رنگ لی اپنا بیگ لیکروہ سرشار سال سے نکلا زندگی میں پہلی بار اس نے کسی دوسرے کے لیے شاپنگ کی تھی اور یہ احساس زیادہ کے لیے انوکھا اور خوبصورت تھا۔

کیا خریدہ؟ وہ جیسے ہی بیگ پچھلی سیٹ پہ رکھ کے ڈرائی یونگ سیٹ پہ بیٹھا تو علیدا ان نے پوچھا جب کی وقاص اور احمد الگ گاڑی میں تھے۔

ایسے ہی۔ زیادہ نے ٹالا۔
مجھے دیکھاؤ۔ علیدا ان کو زیادہ کی مسکراہٹ مشکوک لگی اور اب تو اس کا بلا وجہ مسکرانا جہاں ان کو سکون پہنچاتا تھا وہی الجھن میں بھی ڈالتا تھا کہ وجہ کیا ہے بنا وجہ تو ایسا نہیں ہو سکتا۔

تمہیں دیکھ کے کیا کرنا ہے۔ زیادہ نے کہتے ہی گاڑی اسٹاٹ کی جس پہ علیدا ان کو پکا یقین ہو گیا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے پر وہ ناواقف تھا کہ پوری دال ہی کالی نہیں بلکہ جلی ہوئی ہے۔



آرزو ایک کام کرنا میرا۔ روشناس کے پاس آکر بولی۔

جی بولیں۔ آرزو موبائل سائیڈ پہ کرتی بولی۔

موڈ کیوں خراب ہے؟ روشنائے تعجب سے پوچھا۔

ایسا تو کچھ نہیں۔ آرزو ہلکے سا مسکرائی اس کو روز زیاد کے میسج کی عادت ہو گئی تھی جس پہ وہ اس کا حال پوچھتا دوائی وقت پہ لینے کا کہتا اور اچھے طریقے سے پیٹی چینج کرنے کا کہتا اور زیادہ چلنے پھرنے سے منع کرتا تھا پر آج صبح سے وہ آف لائن تھا وہ بار بار موبائل چیک کر رہی تھی پر اس کو ایکٹو نہ دیکھ کر اس کو اپنے اندر عجیب سی مایوسی محسوس ہوئی تھی اور اس نے روشنائے زیاد کا ذکر نہیں کیا تھا اور نہ اس کو پتا لگنے دیا تھا کہ وہ اس سے بات کرتی ہے پر عاشر کو اس نے بتا رکھا تھا کیوں کی وہ ہر بات اس سے کیا کرتی تھی۔

اچھا وہ کام یہ تھا کہ میں موٹل کے پاس جا رہی ہوں تو اماں کو بتانا وہ شاید سامنے والے گھر میں عیادت کے لیے گئی ہیں۔ روشنائے اپنی دوست کا نام لیکر کہا۔

بتادوں گی پر آپ جلدی کرئیے گا کیوں کی اگلی بار بھی آپ نے رات کر دی تھی۔ آرزو نے مسکرا کر کہا

وہ تو منگنی پہ گئی تھی اس کے گھر مگر اس بار ایسے ہی اس نے ملنے بولا یا تو جا رہی ہوں تمہیں تو پتا ہے نہ اس کو زیادہ اجازت نہیں ہوتی گھر سے نکلنے کی۔ روشنائے بتایا۔

او کے خدا حافظ۔ آرزو نے کہا۔

تم اپنا موبائل دے سکتی ہوں میرے موبائل کی چار جنگ ختم ہے اور بجلی ہے نہیں جب آئے تو تم لگا لینا شاید مجھے وہاں موبائل کی ضرورت پڑے۔ روشنانے جاتے ہوئے اچانک سے کہا تو آرزو نے سوکھے لبوں پہ زبان پھیری اس کا دل کیا منع کر دے اگر اس کو پتا چل جاتا تو وہ پھر اس سے دوبارہ ناراض نہ ہو جائے۔

ہاں لیں۔ آرزو نے دل کڑا کر کے موبائل دیا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا اور ویسے بھی ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے اگر روشنا کو پتا لگ جانا تھا تو لگ جاتا وہ موبائل نہ بھی دیتی تو اس لیے اس نے بنا ہچکچاہٹ سے دی تاکہ وہ شک نہ کرے پر اس کو نہیں تھا پتا آج کے بعد وہ کبھی زیادہ سے رابطہ نہیں کر پائے گی۔
شکریہ۔ روشنانے موبائل لیکر مسکرا کر کہا اور اس کا گال چوم کر نکل گئی آرزو نے تھک ہار کے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی۔

زرینہ اس بار بہت اچھا رشتہ ہاتھ آیا ہے اور میں نے لڑکے کو بھی دیکھا ہے ماشا اللہ بہت پیارا ہے اور انجینیئر ہے جہیز کی بھی تم فکر نہ کرو۔ راشدہ نے زرینہ بیگم سے کہا جو گلی سے گزر کر اپنے گھر کی جانب بڑھ رہی تھی۔

جہیز کی تو فکر نہیں کیوں کی وہ نصیب کی بات ہے ہم بس چاہتے ہیں کہ گھرانہ اچھا اور سلجھا ہوا ہو اور خوش رہے۔ زرینہ بیگم نے سادگی سے کہا۔

ارے وہی تو تم فکر نہیں کرو زبردست رشتہ ہے روشناس راج کرے گی اور نندوں کا بھی مسئی لا نہیں بس دو بھائی ہیں وہ بھی ایک ماں اور باپ بس۔ راشدہ نے اس کو تسلی کروائی۔

اچھا تو بسم اللہ کرتے ہیں میں ایاز سے بات کروں گی۔ زرینہ بیگم نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔



زیادرات میں سلپنگ پلز کھا کر گہری نیند میں تھا جب اس کا فون بجنے لگا پر سوئے ہوئے وجود میں ہلکی سی بھی جنبش نہ ہوئی وہ ہنوز گہری نیند میں تھا فون مسلسل بج رہا تھا شاید کال کرنے والا بھی کوئی ڈھیٹ انسان تھا تبھی بار بار کیے جا رہا تھا۔

صبح صادق کے ہوتے زیاد کی آنکھ اپنے وقت پہ کھلی کچھ منٹ تو کسلمندی سے لیٹا رہا پھر اٹھ کر واشروم کی جانب بڑھا وہاں سے واپس آ کر ڈریسنگ ٹیبل سے گھڑی اٹھائی اور کلائی پہ باندھی اس نے خود کو مرر میں دیکھا وہ اس وقت سفید کرتا پا جامے میں تھا جس کا استعمال وہ بس نماز پڑھنے پہ ہی کرتا تھا۔

نماز پڑھنے جا رہے ہو؟ وہ جیسے ہی سیڑھیاں اتر رہا تھا اسرار صاحب جو خود نماز کے لیے اٹھے تھے زیاد کو دیکھا تو پوچھا۔

جی۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا

ساتھ میں چلتے ہیں۔ اسرار صاحب نے اس کو تیز تیز قدم اٹھاتا دیکھا تو کہا اپنے بیٹے کے ساتھ جائے۔ زیاد بنا لحاظ کیے کہتا لائی ونج سے گزر گیا جب کی اسرار صاحب نے دکھ سے اس کی پشت کو دیکھا تھا۔

کچھ پریشان ہو؟ زیاد نماز کے بعد وہی سے بیٹھا تھا جب امام صاحب نے نرمی سے پوچھا وہ بہت وقت سے زیاد کو جانتے تھے کیوں کی زیاد مسجد میں ہی آتا تھا۔ پریشان نہیں ہوں بس ایسے ہی یہاں بیٹھنے کا دل کیا۔ زیاد نے جواب دیا۔

اچھی بات ہے۔ امام صاحب نرمی سے مسکرائے۔

ایک بات پوچھو؟ زیاد نے سوال کیا۔

اجازت کی ضرورت نہیں۔ امام صاحب نے مسکرا کر کہا۔

اگر کوئی آپ سے لا پرواہ رہے جب آپ کو اس کی ضرورت ہو وہ تب آپ سے دور رہے آپ کی فکر نہ کرے بلکہ اپنے آپ میں مگن ہو اور پھر اچانک سے اس کو اپنی غلطی اور کوتاہیوں کا خیال آجاتا ہے وہ آپ سے معافی مانگتا ہے آپ کی طرف لوٹ آتا ہے

اور اپنی محبت کا یقین دلاتا ہے مگر آپ کو اب اس کی ضرورت نہیں ہوتی آپ اپنی زندگی میں آگے بڑھ گئی ہو اور جس کی آپ کو پہلے ضرورت تھی اس سے اب کئی زیادہ نفرت ہو تو کیا کیا جائے؟ زیادہ سانس میں پوچھ ڈالا امام صاحب مسکرائے اور کہا

اگر وہ لوٹ آئے تو اس کا خوشدلی سے استقبال کرو۔

پر آپ کو نفرت ہو اب تو زیادہ دوبارہ کہا۔

اول تو جس طرح آپ بتا رہے ہیں تو مجھے نہیں لگتا اس سے نفرت ہوگی ہاں وقتی طور پر غصہ ناراضگی ہو سکتی ہے کیوں کی جب آپ کو ضرورت تھی وہ نہیں تھا اب ہے پر آپ کو ضرورت نہیں تو یہ جان کر اس کو لوٹ آنے کا رستہ دے کہ آپ کی بہتری ہوگی شاید تب آپ اپنی زندگی میں آگے نہ بڑھ پاتے کسی اور پہ ڈپنڈ کرتے اس لیے اللہ نے آپ کو آزمایا اور اکیلے زندگی جینے کا گن سکھایا ہو۔ امام صاحب کی بات پہ وہ کچھ پل بول نہ پایا۔

اس کے علاوہ بھی وہ بہت کچھ کر چکے ہیں اگر وہ معاف کیا جائے اور لوٹ آنے دیا جائے تو جو پہلے وہ کر چکے ہیں نہ وہ ناقابل معافی ہیں۔ زیادہ سنجیدگی سے کہتا اٹھ کر جانے لگا۔

ایسا کوئی گناہ نہیں جس کی معافی نہیں اگر معاف کرو گے تو آخرت میں معاف کیے جاؤ گے۔ زیاد نے مسجد سے نکلتے یہ الفاظ امام صاحب کے سنے تھے پر اس نے کان بند کر دیے۔ دوبارہ واپس آ کر وہ جلدی سے اپنے کمرے میں آیا تو اس نے موبائل اٹھایا آرزو کا میسج دیکھا تو اس کا موڈ فریش ہو گیا تھا پر تبھی جب کالز پہ نظر پڑی تو وہ حیرت اور کچھ پریشانی بھی ہوئی کیوں کی آدھی رات کو اس کے نمبر پہ شجاع غنی جو نور جہاں کے ہسبند تھے اس کی سؤ سے زیاد کالز تھی اور زیاد کو پتا تک نہ چلا تھا زیاد نے پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور کال بیک کرنے لگا۔

اسلام علیکم خالو خیریت۔ دو تین بیلز پہ کال جیسے ہی اٹھالی گئی زیاد نے فوراً سے پوچھا۔

رات میں بھنگ پیتے سوئے تھے یا ڈرنک زیادہ کی تھی۔ دوسری طرف سے طنزیہ بات سن کر اس نے مٹھیاں بھینچ لی اور کہا۔

پوری بالٹی شراب کی پی تھی اور ایک بڑا سا جگ بھنگ کا بھی پیا تھا اس کے بعد سو گیا تھا اب آپ بتائیے گے اتنی رات کو اتنی ساری کالز کیوں۔ شجاع غنی جو اس کے کالز نہ سننے پہ شرمندہ کرنا چاہتے تھے اس کے جواب پہ صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گئی۔

تمہاری خالا کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ شجاع غنی نے بتایا۔

واٹ ایکسیڈنٹ کب کیسے اور آپ مجھے اب بتا رہے ہیں۔ زیاد نے جیسے ہی ان کی بات سنی بھڑک اٹھا۔

آواز دھیمی رکھو زیاد و دن پہلے ہوا تھا اور بہت سیریس حادثہ تھا ایسے میں اپنا خیال نہیں رہا تمہیں کیسا بتاتا۔ شجاع غنی نے ٹوکا۔

وہ کیسی ہیں اب؟ زیاد نے گہری سانس لیکر پوچھا ماں کے علاوہ ایک خالا ہی تو تھی جس کے وجود سے اس کو ماں کی خوشبو آتی تھی اور ان کی یہ بات سن کر زیاد کو تکلیف ہونے لگی تھی۔

ابھی بیہوشی میں ہی رکھا گیا ڈاکٹر زکا کہنا ہے ان کا بچنا معجزہ ہے اور ر۔ شجاع غنی چپ ہو گئی۔

اور کیا جلدی بولیں۔ زیاد بے چینی سے پوچھنے لگا۔

چہرہ پورہ خراب ہو گیا ہے سرجری کرنی ہوگی اور کیا تمہیں سب فون پہ بتاؤ یہ باتیں ایسی ہیں کیا اگر آنا ہے تو اسلام آباد آ جاؤ۔ شجاع غنی بتاتیں بتاتیں چڑ کے بولے ان کی بات پہ زیاد کے اعصاب تن گئی مگر معاملہ ایسا تھا وہ ضبط کر گیا۔

میں آتا ہوں۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہتے کال کٹ کر دی اور موبائل پکڑ کر کچھ پل خاموش کھڑا رہا پھر گروپ میں ایک میسج لکھ کے اپنے جانے کا علیحدہ ان وقاص احمد اور ہمایوں سب کو ایک ساتھ بتایا اور موبائل بیڈ پہ پھینکنے والے انداز میں رکھا۔

شبیر

شبیر

اپنے کمرے سے نکلتے زیاد سیڑھیوں کہ پاس رینگ پہ ہاتھ رکھے نیچے دیکھ کر شبیر کو آوازیں دینے لگا۔

جی سر۔ شبیر بوتل میں جن کی طرح نازل ہوا۔
میرے کمرے میں آؤ۔ زیاد کہتے ہی واپس مڑ گیا۔
ہمیشہ گھوڑے پہ سوار رہتا یہ تو۔ سما یا بیگم جو صوفی پہ بیٹھی موبائل یوز کرنے میں مگن تھی زیاد کے ایسے اچانک تیز آواز پہ بولی۔

جانے کیا بات ہے پریشان لگ رہا تھا۔ ماہی بیگم نے ان کی بات نظر انداز کرتے کہا
پریشان کرتا ہے وہ خود نہیں ہوتا۔ سما یا بیگم نخوت سے بولی۔
ہائے موم اینڈ چچی۔ عینی فریش جو س ہاتھ میں پکڑتی بولی وہ شاید جاگنگ سے آئی ی تھی
کیوں کی وہ اس بلیو کلر کے ٹریک سوٹ میں تھی۔ عینی کے سلام کرنے پہ انہوں نے

اس کی جانب دیکھا اور گہری سانس لی عینی کا زیادہ کے جیسا ہونا اب کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا ان کو سونیا پسند نہیں تھی اس کے جانے کے بعد ان کو زیادہ کو برداشت کرنا پڑا جو ان کی کاپی تھا پھر کچھ سال بعد اپنی بیٹی ہی ویسے پیدا ہوئی کیوں کی وہ ہر وقت بس زیادہ کو گھر سے نکالنے کا ہی سوچتی تھی جب پریگنٹ ہوئی تب بھی ان کو زیادہ کی ٹیشن ہوتی کہ اس کو کیسے دور کیا جائے گھر سے اور کہتے ہیں نہ حمل میں انسان جس انسان کو زیادہ دیکھتا ہے یا سوچتا ہے بچہ ویسے ہوتا ہے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا عینی پوری زیادہ کی کاپی نکلی تھی جیسے جیسے بڑی ہوتی جا رہی تھی چہرے کے نقوش زیادہ سے ملتے جاتے تھے بس آنکھوں کا فرق تھا۔

عینی اسلام علیکم بولتے ہیں۔ ماہی بیگم نے پیار سے اس کو ٹوکا۔

اسلام علیکم چچی۔ عینی نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے کہا۔

و علیکم اسلام فریش ہو جاؤ ناشتہ ٹیبل پہ لگنے والا ہے۔ ماہی بیگم نے مسکرا کر کہا تو عینی

نے ایک نظر اپنی ماں کو دیکھا پھر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

میری پیکنگ کرو جلدی سے اور میرے سارے ضروری سامان بیگ میں ڈالنا۔ زیادہ نے

شبیر سے کہا اور خود واثروم کی طرف گیا۔

سر میں نے آپ کا سارا سامان پیک کر لیا ہے پر آپ نے بتایا نہیں تھا کتنے دنوں کے لیے اس لیے میں نے بس سات آٹھ سوٹ ہی پیک کیے۔ کچھ دیر بعد زیاد نہا کر نکلا تو شبیر نے سر جھکاتے کہا۔

ہمم ٹھیک ہے ضرورت پڑی تو میں وہاں سے خرید لوں گا تم نے میرا بیگ تیار کیا ہے تو جاؤ اس کو میری گاڑی میں رکھ آؤ اور اسٹرونگ بلیک کافی بناؤ۔ زیاد اپنے بال ٹاول سے رگڑتے ایک نیا حکم دیا جس پہ شبیر فورن سے بیگ کو لیا اور کمرے سے نکل گیا۔ یہ بیگ کیوں؟ اسرار صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

پتا نہیں بس زیاد سر نے کہا ان کی پیکنگ کروں اور پھر بیگ گاڑی میں رکھوں۔ شبیر جواب دے کر وہاں نکل گیا۔

جائے گادوستوں کے ساتھ آوارا گردی کرنے۔ سما یا بیگم نے اپنا بولنا ضروری سمجھا۔ آپ خاموش رہا کرے۔ اسرار صاحب نے خشمگیں نظروں سے دیکھ کر کہا سما یا بیگم نے غصے سے سر جھٹکا اور ڈائی ینگ ہال کی طرف چلی گئی۔

زیاد کہاں جا رہے ہو؟ وہ بھی صبح صبح۔ زیاد کو سیڑھیوں سے اترتا دیکھ کر اسرار صاحب نے پوچھا۔

اسلام آباد کام سے۔ وجہ بتانا ضروری نہیں سمجھا۔

پر کیوں یو اچانک۔ اسرار صاحب نے پھر پوچھا۔
میری زندگی میں سب کچھ اچانک ہی ہوتا ہے۔ زیادنے کہہ کے جانے لگا تو شبیر جلدی
سے آیا

سر آپ کی کافی۔

مجھے دیر ہو رہی ہے۔ زیادنے انکار کیا۔

زیادناشتہ کر کے جاتے تیار ہے۔ ماہی بیگم نے کہا۔

وقت کم ہے۔ زیادان کے پاس آکر کہا اور ان کا ماتھا چوم کر نکل گیا گاڑی گیٹ سے پار
کرتے وقت زیاد ایک وجود کو فراموش کر بیٹھا تھا جس کو کبھی اس نے اپنی حیات کہا
تھا۔
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ جس کا غرور تھی محبت

وہ جس کا سرور تھی محبت

قید ہے وہ عالم تنہائی میں،

شاید اس کا قصور تھی محبت



یہ کیا بات ہوئی کہ زیادنے بس ایک مسیج کیا ہم کو۔ احمد نے تیز آواز میں کہا۔

زیادہ کو جب بھی ہماری ضرورت ہوتی ہے وہ ہمیں کہتا ہی نہیں کچھ۔ ہمایوں بھی سخت خائف تھا وہ سب گرائی و نڈپہ بیٹھے تھے۔

پریشان ہو گا فحال دوبارہ بات ہوگی اس سے تو پوچھ لیں حالات اور ایڈریس بھی۔ علیدان نے کہا۔

پر ایسا چانک ایکسیڈنٹ اور زیادہ بھی کہتا تھا نہ کہ خالہ جان سے کانٹیکٹ نہیں ہوا تو مطلب یہ وجہ تھی۔ وقاص نے ایک اور نقطہ نکالا۔

بس اللہ خالا کو اچھی صحت دے۔ ہمایوں نے دعائیہ انداز میں کہا۔

آمین۔ سب نے ایک آواز میں کہا۔

تم آج کل مس حجابن کا دیدار کرنے نہیں جاتے۔ وقاص نے علیدان کو چھیڑا۔

میں اس ٹاپک پہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ علیدان سنجیدگی سے بولا۔

ویسے وہ آج آئی بھی نہیں۔ وقاص باز نہیں آیا۔



تم نے میرا یقین توڑ دیا آرزو۔ روشنا فوسوس موبائل کی جانب دیکھ کر بولی وہ اپنی دوست

کی طرف سے واپس آکر اپنے کمرے میں آئی تھی آرزو کو موبائل دینا چاہا پر اس کا

کمرہ لوک تھا اندر سے تو وہ واپس آگئی تھی آرزو کی موبائل پہ پاسورڈ نہیں ہوتا تھا

روشنا نے جیسے ہی موبائل استعمال کرنے لگی تو زیادہ آرزو کو رابطے میں دیکھ کر اس کو

بے یقینی سی ہو گئی اس کو امید نہیں تھی آرزو اس کو دھوکہ دے گی اس کے لیے تو دو دھوکہ دینے والی ہی بات تھی پر اس نے سوچ لیا تھا اب کیا کرنا اگر وہ اب آرزو پہ غصہ ہوتی تو ڈر تھا کہ وہ اس سے باغی ہو جاتی اس لیے ابھی اس نے انسٹا گرام سے لیکر فیس بک اور واٹس ایپ سے بلاک کر دیا اور کونٹیکٹ لسٹ سے بھی وہ اپنی کروائی پی کافی مطمئن ہو گئی جیسے موبائل فون پہ بلاک کرنے کے بعد سب ختم ہو جائے گا ان کی گفتگو کافی نارمل ہی تھی جس میں بس آرزو ہی بات کر رہی تھی زیادہ بس سن رہا تھا اس کو چیٹ پڑھتے وقت کچھ بھی غلط میسج نہیں ملا پر جانے کیوں اس کو زیادہ سے خطرہ محسوس ہوتا تھا جس کی وجہ سے وہ چاہتی تھی کہ آرزو اس سے دور رہے۔

آپی آپ کب آئی ی؟ آرزو روشنہ کے کمرے میں آکر بولی۔

بہت ٹائی م ہو گیا اب تو۔ روشنہ نے نارملی لہجے میں کہا آرزو نے غور سے روشنہ کا چہرہ دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات نارمل دیکھ کر اس نے سکون کا سانس لیا کہ چلو ان کو پتا نہیں لگا۔

میرا موبائل دینگی مجھے مہک سے بات کرنی تھی۔ آرزو بیڈ پہ بیٹھ کر بولی۔

ہاں یہ لو۔ روشنانے سائیڈ سے موبائل اٹھا کر دیا۔ آرزو نے چیک کیا تھا زیادہ کا کوئی میسج تھا اس نے لب دانتوں تلے کچلے جانے کیوں اس کو انتظار تھا اور زیادہ پتا نہیں کہاں غائب تھا۔

میں کمرے میں جا رہی ہوں اپنے اور سوچا ہے کل سے اسکول جانا بھی شروع کروں۔ آرزو اٹھتے ہوئے بولی

ہاں اگر گھٹنے پہ لگی چوٹ ٹھیک ہوگئی ہے تو جانا چاہیے۔ روشنانے اس کی بات پہ اتفاق کیا۔

اماں آج رات کھانے میں کیا ہے؟ آرزو لائیونج سے گزر رہی تھی تو زرینہ بیگم کے پاس آئی جو سبزی کاٹ رہی تھی

آلو گوبی۔ زرینہ بیگم نے جواب دیا۔

واہ عاشر کو بہت پسند ہیں آلو گوبی آپ کے ہاتھ کے۔ آرزو پر جوش آواز میں بولی۔

تو دے آنا اس کو یا پھر رات کو اس یہاں آنے کا کہنا۔ زرینہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

اس کو کہوں گی آئے۔ آرزو اٹھتے ہوئے بولی اور عاشر کو کال کرنے لگی۔

اسلام علیکم۔ عاشر نے کال اٹھاتے ہوئے کہا۔

وعلیکم اسلام رات کو ہمارے گھر آنا۔ آرزو نے مزے سے کہا۔

کیوں کیا ہوا؟ عاشر نے سوال کیا۔

کیا مطلب کیوں کیا ہوا اماں نے آج آلو گوبی بنائے ہیں تمہیں پسند ہیں نہ اس لیے کہا۔ آرزو نے بتایا۔

او واہ۔ عاشر خوش ہوا

ہاں آلو کھاؤ تاکہ شکل بھی آلو جیسی بنے۔ آرزو نے چڑانے کے غرض سے کہا۔ جیسی تمہاری ہے۔ عاشر نے ہنس کے کہا۔

خبردار جو میری پیاری شکل کو آلو کہا تو۔ آرزو تک کر کہا

تو اور کیا کہوں؟ عاشر نے پوچھا۔

آرزو کہو بس۔ آرزو نے دانت پیستے ہوئے کہا اور کھٹاک سے فون بند کیا جب کی عاشر اس کے کال رکھنے پہ دیر تک ہنستا رہا۔



زیادرات کے وقت اسلام آباد پہنچ گیا تھا وہ سیدھا ہو سہیل آہا تھا اور ر سیشن سے نور جہاں کا پوچھا ر سیشن پہ کھڑی لڑکی نے روم نمبر بتایا تو زیاد جلدی سے اس طرف آیا جہاں شجاع غنی کوریڈور میں کھڑے تھے۔

کچھ بتایا ڈاکٹر نے؟ زیاد جلدی سے ان تک پہنچ کر بولا۔

چہرہ پورہ خراب ہو گیا ہے اور ٹانگوں سے بھی ابھی وہ معزور ہو گئی ہے پر ٹھیک ہونے کے امکان ہے اگر علاج اچھے سے ہو تو۔ شجاع غنی نے بتایا۔

تو واٹس پر و بلم آپ کہہ رہے ہیں دو دن پہلے تو یہ ڈاکٹر زاتنے ٹائی م سے جھک مار رہے تھے کیا اگر یہ ٹھیک علاج نہیں کر سکتے تو بتادے ہم کسی اور ہو اسپتال میں ان کو لے جائے گے یا کسی اور ملک۔ زیاد تیز آواز بولا۔

اتنی جلدی اپنا ٹیمپر لوز مت کیا کرو زیاد اور ہم ہو اسپتال میں ہیں مائی اینڈاٹ اور دوسری بات کہ وہ کیا کر رہے ہیں تو سنو وہ نور کو اس لیے ہوش میں نہیں لارہے تاکہ ابھی پر سکون ہو وہ اس کنڈیشن میں نہیں کہ ہوش میں لائے جائے۔ شجاع غنی ایک ایک لفظ چبا کے بولے جس پہ زیاد بس ہو نہہ کرتے رہ گیا اور بیچ پہ سر ہاتھوں میں تھامے بیٹھ گیا۔

یہ نور جہاں کے ڈاکٹر ہیں۔ شجاع غنی نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر بتایا زیاد نے جلدی سے اٹھ کر ڈاکٹر سے مخاطب ہوا جو ابھی اپنے کین سے آرہے تھے۔
ڈاکٹر ہاؤ از شی؟

شی از آؤٹ آف ڈینجر۔ ڈاکٹر نے پہلے تو نا سمجھی سے اس کو دیکھا پھر جب شجاع غنی نے اپنی طرف اشارہ کیا تو کہا۔

او کے بٹ ان کو ہوش کب آئے گا۔ زیاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔
 ویل میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ فیصلہ کر لیں ہمیں ان کی سرجری کر لینی چاہیے ورنہ ان
 کی جان کو خطرہ بھی ہو سکتا ہے کیوں کی نشہ آور دوائی یاں ہم زیادہ مقدار میں دیں گے تو
 جان جانے کا خطرہ ہے۔ ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں بولیں۔

تو انتظار کس بات کا آپ سرجری شروع کرنے ان کے چہرے کی اور اگر پیروں کا
 آپریشن کرنا ہے تو وہ بھی۔ زیاد کو ان کی بات سمجھ نہیں آئی اس لیے فورن سے کہا۔
 مسٹر شجاع سے ہم نے کہا تھا پراپرائز انہوں نے فیس جمع نہیں کرائی۔ ڈاکٹر نے شجاع غنی
 کی جانب اشارہ کیا تو زیاد نے افسوس سے ان کی طرف دیکھا پھر ڈاکٹر سے بولا۔
 آپ مجھے میری خالا کی فائل بھی دیکھائے اور سارے بلز بھی بتائے بس اب آپ
 سرجری کرنے میں اور ٹائی م ویسٹ نہ کریں۔

او کے میں آپ کو بتاتا ہوں کچھ دیر میں۔ ڈاکٹر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا بول کے
 جانے لگا۔

ہمارے بزنس کا بہت لو سٹ ہوا ہے بہت لون بھی لیا ہے میرے ایسے حالات نہیں کہ
 میں فیس جمع کرواتا یا سرجری کے لیے پیسے سے جمع کرواتا۔ شجاع غنی نے ڈاکٹر کے
 جاتے ہوئے وضاحت دی۔

چاہے پھر وہ جان سے چلی جاتی بیھوش رہ رہ کر۔ زیاد تلخ ہوا
 بیوی ہے میری پر میں مجبور تھا۔ شجاع غنی کو زیاد کی بات پسند نہیں آئی۔
 ایکسیڈنٹ کیسے ہوا اور خالا جان کہا تھی اس وقت آپ ساتھ کیوں نہیں تھے؟ زیاد نے
 سنجیدگی پوچھا۔

اپنے بوتیک سے واپسی پہ گاڑی ٹرک سے ٹکرائی اور اتنا برا حادثہ ہوا۔ شجاع غنی نے
 گہری سانس بھر کے بتایا۔



تم کیوں اداس ہو؟ مہک نے آرزو سے پوچھا جو کلاس ختم ہونے کے بعد بے دلی سے
 کتابیں اندر ٹھونس رہی تھی۔

مجھے بھی شک گزرا کہ آج میڈم آرزو اداس ہیں اور ہمارے لیے یہ بہت لیسٹ نیوز
 ہے۔ ردہ نے اس کو چھیڑا۔

اداس تو نہیں بس بہت ٹائی م بعد اسکول آئی ہو نہ اس لیے۔ آرزو نے جواب دیا۔
 جو بھی پر یہ سنجیدگی تم پہ بالکل سوٹ نہیں کرتی۔ مہک نے اس کے گال کھینچ کر کہا۔
 ہاں نہ تم بس جو کر ہی بنا کرو۔ سول اپنی دوست کے ساتھ آکر اس کا مزاق اڑایا۔

کتنی ویلی ہونہ تم یا پھر عزت نفس نہیں جو ہر بار آجاتی ہو بے عزت ہونے۔ آرزو نے جیسے افسوس کیا۔

تم ہو کیا جو مجھے اس انداز میں بات کر رہی ہوں میں تمہارا منہ توڑ دوں۔ سول اس کی بات پہ آگ بگولا ہوئی

اور میں تمہارا ہاتھ توڑ دوں گی جو میری طرف آئے گا۔ آرزو نے وارن کرنے والے انداز میں کہا ردہ پریشانی سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی جب کی مہک کا جیسے پسندیدہ شو چل رہا ہو۔

آپ پلینز جائے۔ ردہ نے صلح انداز میں کہا جب کی سول کھا جانے والی نظروں سے آرزو کو دیکھ رہی تھی جو اس کے اس طرح دیکھنے پہ آنکھ و نک کر گئی تھی۔ مجھ سے پنکامت لیا کرو اگر میں بدلا لینے پہ آئی نہ تو پچھتاؤ گی۔ سول نے اس کو دھمکی دی۔

ہائے میں تو ڈر گئی آپ بدلا لینے پہ مت آئی یے گامس کبوتری۔ آرزو نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے آخر میں اس کے پتلے ہونے پہ چوٹ کر کے کہا۔ ہا ہا۔ آرزو کی آخری بات پہ ان کے پاس والی ڈیسک پہ بیٹھی لڑکیاں ہنسنے لگی۔ اور تم خود کیا ہو ڈریمون۔ سول نے غصے سے غراتے ہوئے کہا۔

ڈریموں زبردست ہوتا ہے۔ آرزو نے بنا اثر لیے کہا۔
 سومی چھوڑو باہر چلو۔ سول کی دوست نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔
 تمہیں تو میں بعد میں دیکھ لوں گی۔ سول دانت پیستے ہوئے بولی۔
 شوق سے دیکھنا اور فرصت سے۔ آرزو نے پیچھے سے ہانک لگائی۔
 اب بس کرو۔ ردہ نے اس کے بازو پہ تھپڑ مارا۔
 کیا بس کرو وہ بلا وجہ لڑنے آجاتی ہے اور تم کہتی ہو کہ میں بس کروں۔ آرزو اب اس پہ
 چٹھ ڈوری۔
 ایسے لوگوں کہ منہ نہیں لگنا چاہیے اور ہم پڑھنے آتے ہیں لڑنے یاد دشمن بنانے
 نہیں۔ ردہ نے نرمی سے سمجھایا۔
 تمہارے جیسی دوست اس کو بھی ہوتی جو سمجھاتی یہ باتیں پر میں خود اس سے نہیں لڑتی
 اس کو شوق ہوتا ہے میرے سے پنگا لینے کا۔ آرزو نے سر جھٹکا۔
 تم نظر انداز کرنا دوبارہ۔ ردہ نے پھر کہا۔
 سول کا جانے کا مسئی لا ہے جو ہر بار آجاتی ہے بحث کرنے۔ مہک نے ناک سکوڑی۔
 اب سول نامہ ختم کرو۔ آرزو نے برا منہ بنایا۔
 اوکے بوس۔ ردہ مہک دونوں نے ساتھ کہا تو وہ ہنس دی۔

دوستی کے بازار میں دولت نہیں دیکھی جاتی
 پیار ہو جائے تو صورت نہیں دیکھی جاتی
 ایک دوست پہ لٹا دوا پنا سب کچھ
 کیوں کی اگر پسند ہو تو قیمت نہیں دیکھی جاتی۔



نا جانے کیا ہے تم سے واسطہ

چہرہ تیرا یہ نگاہوں پہ چھایا۔۔۔۔۔

میں چل دیا ہوں تیرے پیچھے بن کے سایہ

پاکیزگی ہے ادائوں میں تیری

چو کھٹ پہ تیری میں دل رکھ آیا

اب توں تھامے یا چھوڑے اب

تو جوڑے یا توڑے دل میرا

مجھ سے بولے کوئی تو ہے تم سے

رابطہ نا جانے کیا ہے تم سے واسطہ

بھائی آپ کو ڈیڈ بولا رہے ہیں۔ علیدا ان اپنے کمرے میں لیٹا گانا سن رہا تھا جب حفصہ

دروازہ نوک کر کے اندر آ کر بولی علیدا ان نے موبائل پہ چلتا گانا بند کیا۔

کہاں ہیں ڈیڈ؟ علیدا ان اٹھ کر سلپر پہنتا پوچھنے لگا۔

اسٹڈی میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حفصہ بتا کر جانے لگی علیدا ان بھی اسٹڈی روم میں داخل ہوا۔

اسلام علیکم ڈیڈ آپ نے بولایا۔ علیدا ان چیئی رہے بیٹھا پوچھنے لگا۔

ہم زیاد کے بارے میں کچھ بات کرنی تھی۔ اسدا اللہ صاحب نے ہاتھ میں پکڑی کتاب ٹیبل پہ رکھ کر کہا

زیاد کے بارے میں کیا بات کرنی ہے؟ علیدا ان ہم تن گوش ہوا۔

میں نے اس کے ساتھ کچھ مہینے پہلے کونٹریکٹ کیا تھا مگر زیاد کی ہر دفعہ کانفرنس روم میں غیر موجودگی اور غیر دماغی کی وجہ سے پہلے پروجیکٹ ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے اب جب کی تم کالج کے بعد آفس آتے ہو تو اس کو سمجھانا کہ اگر ایسا ہی رہا تو میں کونٹریکٹ ختم کر دوں گا اور اس کو بہت نقصان ہوگا کیوں کی وہ ابھی نیا ہے اس لیے اس کو کہنا کہ اپنی کمپنی ڈوبنے سے بچائے۔ اسدا اللہ صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

زیاد میٹنگ روم میں نہیں ہوتا تھا پر وہ تو کالج سے چھٹی کر لیتا تھا جب جب میٹنگ ہوتی تو۔ علیدا ان حیرت سے بولا۔

آفس میں ہوتا ہے اپنے کانفرنس روم میں میٹنگ اٹینڈ کرنے آ جاتا ہے مگر پھر کوئی کال یا میسج آتا ہے تو میٹنگ ادھوری چھوڑ کر نکل جاتا ہے۔ اسد اللہ صاحب خائف نظر آرہے تھے

ابھی تو وہ اسلام آباد ہے آئے گا تو بات ہوگی اس سے اور مجھے آپ کو بتانا تھا میں بھی اسلام آباد جاؤں گا شاید اس کو ہماری ضرورت ہو۔ علید ان نے کہا۔
اسلام آباد خیریت؟ اسد اللہ صاحب نے پوچھا۔

ہاں اس کی خالانور جہاں ہے نہ ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے تو وہ کل سے اسلام آباد ہے۔ علید ان نے بتایا۔
اللہ ان کو صحت دے۔ اسد اللہ صاحب نے دعا کی۔
آمین۔



یہ ان پیپر زپہ سائی ن کر دے۔ ڈاکٹر نے شجاع غنی کے سامنے کچھ پیپر ز رکھے۔
سائی ن کیوں۔ زیاد نے سوال کیا۔

کل رات ان کی حالت بہت بگڑ گئی تھی ایسے میں ان کا آپریشن کرنا خطرناک ہو سکتا ہے پر اور کوئی آپریشن بھی نہیں اگر ہم نے مزید دیر کی تو اور زیادہ خطرہ ہو سکتا ہے ان کی جان کے لیے۔ ڈاکٹر نے بتایا۔

اور سر جری؟ شجاع غنی نے سوال کیا۔

وہ ایک ہفتہ بعد ہم نے امریکا کے ڈاکٹر ز سے رابطہ کیا ہے ان کو آنے میں اتنا وقت لگ جائے گا۔

میری خالا جان کو ہوش آجائے گا نہ آپریشن کے بعد۔ زیادہ پوچھا۔

ہاں ان کو نشہ آور دوائی یوں کا ڈوز کم کر لینگے اور آئی سینہ ہم دیکھائی یں گے نہیں ان کو تو وہ ہسٹریک بھی نہیں ہوگی۔ ڈاکٹر نے اب کی مسکرا کر کہا۔

ان کو جلدی ٹھیک کر دے۔ زیادہ نہ کہا پھر انہوں نے پیپر زد یئیے تو شجاع غنی نے سائی ن کر دی یئیے تو ڈاکٹر اپنے کام میں لگ گئی۔



آپ سے کچھ بات کرنا تھی۔ زرینہ بیگم نے ایاز صاحب سے کہا۔

ہاں کہوں۔ ایاز صاحب نے اجازت دی۔

راشدہ بتا رہی تھی روشنا کے لیے رشتہ بہت اچھا ہے لڑکا انجی یئی رہے۔ زرینہ بیگم نے خوش ہو کر بتایا۔

پہلی بار والا کیسا تھا اگر اس بار بھی ایسا ہو اتو۔ ایاز صاحب نے خدشہ ظاہر کیا۔

ہر بار تو ایسا نہیں ہو سکتا نہ اور دیکھنے میں کیا حرج ہے ایک نہ ایک دن شادی تو کروانی ہے نہ ہم نے روشناس کی۔ زرینہ بیگم نے تسلی آمیز لہجے میں کہا تو انہوں نے بس ہنکارہ بھرا جب کی اپنے کمرے میں جاتی روشناس نے ان کی یہ باتیں سن لی تھی۔
آپ یہاں سوئی نہیں ابھی تک؟ آرزو جو اپنا کورس پڑھ رہی تھی روشناس کو اپنے کمرے میں آتا دیکھا تو پوچھا۔

سونے والی تھی سوچا تمہیں دیکھ لوں۔ روشناس سنجیدگی سے بولی۔
کوئی بات ہوئی ہے؟ آرزو نے اندازہ لگایا۔

بس اماں کو میری جلد سے جلد شادی کروانے کی جلدی ہے۔ روشناس بیزار ہوئی۔
آپ کو کس نے کہا؟ آرزو سیدھی ہو کر بولی۔

ایسے ہی کانوں میں آواز پڑ گئی اماں بابا کو بتا رہی تھی لڑکا انجنیئر ہے۔ روشناس نے بتایا۔

کیا پتا اب کی بار بات بن جائے۔ آرزو نے پر سوچ لہجے میں کہا۔
شاید پرا بھی میں شادی نہیں کرنا چاہتی اپنی پڑھائی مکمل کرنا چاہتی ہوں۔ روشناس نے مسی لا بتایا۔

تو اگر بات بن جائے تو آپ لڑکے سے کلی ئی رکردینا کہ شادی کہ بعد آپ پڑھائی
جاری رکھئیے گی یا ابھی بس منگنی اور شادی پڑھائی کے بعد۔ آرزو نے چٹکی بجا کر
حل دیا۔

ہاں یہ ٹھیک ہے تم نے میری آدمی پریشانی دور کر دی۔ روشنائے آرزو کو گلے لگا کر کہا
تو آرزو مسکرا دی۔



دو ماہ بعد

کس کو کال کیے جارہے ہو کوئی ی پریشانی ہے تو بتاؤ؟ علیدا ان نے کافی کا لگ زیاد کی
طرف بڑھا کر پوچھا۔

نہیں ایسے ہی۔ زیاد نے ٹالنے والے انداز میں کہا ورنہ وہ تھا تو بہت پریشان شروع میں
جب وہ نیا اسلام آباد میں آیا تھا تو کچھ دن بعد جب وہ کچھ فارغ ہوا تھا تو اس نے پہلی کال
آرزو کو کی تھی جب اس کا نمبر مصروف لگا تھا کئی بار ایسے ہونے پہ اس کو اندازہ ہو گیا
کہ اس کا نمبر بلاک کیا گیا ہے کیوں یہ اس کو پتا نہیں تھا پر اتنا اس کو یقین تھا کہ آرزو نے
نہیں کیا ہو گا ورنہ روشنائے کا کیا دھڑا ہو گا ورنہ روشنائے سے تنگ ہو گیا تھا جو بلا وجہ اس کے گلے کی
ہڈی بن گئی تھی پھر اس نے کئی نمبرز سے اور آئے ڈی بدل کر آرزو سے رابطہ
کرنا چاہا پر اس کا نمبر ہی بند تھا جو اس کو اور پریشان کرنے کے لیے کافی تھا اور ستم گری تو

یہ تھی کہ وہ کراچی جا بھی نہیں سکتا تھا نور جہاں کو ابھی اس کی ضرورت تھی انہوں نے بہت بار کہاں بھی تھا کہ واپس چلا جائے شجاع غنی ہے پر زیادہ اٹل انداز میں کہا تھا جب تک ان کے چہرے کی سرجری نہیں ہو جاتی وہ ان کے ساتھ ہی رہے گا جس پہ نور جہاں نے کوئی ی بحث نہیں کی اب ان کو آمریکا جانا تھا سرجری کے لیے جس کا انتظام زیادہ کر لیا تھا مگر سرجری ہونے پہ چار سے پانچ ماہ لگ سکتے تھے پر زیادہ اپنا ہر کام چھوڑے ان کے ساتھ تھا اور اب اگر اس کو کچھ پریشانی تھی تو بس آرزو کی جس کی آواز اس نے دو ماہ سے نہیں سنی تھی جس کی وجہ سے اس کا دل بے قرار اور بے چین تھا مگر وہ فلحال صبر کرنے کے علاوہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتا تھا۔

تم ہم سے باتیں چھپانے لگے ہو۔ علید ان کافی کا گھونٹ بھرتا تلخ سے مسکرایا۔

علید ان بیوقوفوں والی بات مت کرو ایسا کچھ نہیں میں کیوں تم لوگوں سے کچھ چھپاؤ گا۔ زیادہ کو علید ان کی بات بالکل پسند نہیں آئی تھی وہ بھڑک اٹھا۔

ہم سب دو ماہ سے یہاں ہیں زیادہ اور ہم دیکھ سکتے ہیں تمہارا یہ بے رونق چہرہ اور موبائل پہ ہلکی سے میسج کی ٹون پہ کیسے تم بے قرار ہو کر موبائل کی طرف دیکھتے ہو آدھی رات تک لان میں ٹہلتے کسی کو کال کرنا پھر غصہ ہونا یہ سب کیا ہے پھر تم ہی بتا دو۔ علید ان نے بھی تیز آواز میں پوچھا۔

میں بس آفس کا کام دیکھتا ہوں اور کوئی ضروری ای میلز۔ زیادہ کمزوری
وضاحت کی جس پہ علیدا ان ذرا بھی مطمئن نہیں ہوا۔
کل ہم کراچی کے لیے نکلے گیس۔ علیدا ان نے بتایا۔
اچھا ہے میں نے تو پہلے ہی کہا تھا جاؤ تم لوگوں کا کام رک گیا ہے پر تم چاروں میں سے
کسی نے میری نہیں سنی۔ زیادہ جواب کہا۔

ارادہ تو ہمارا امریکا تمہارے ساتھ آنے کا تھا مگر وہاں بہت وقت لگتا اور ہمارا ویسے ہی
کالج میں لاسٹ ای ٹی رہے تو بس پھر چکر لگائی یں گیس۔ علیدا ان نے کہا۔
ٹھیک۔ زیادہ نے بس اتنا کہا فلحال اس کا دماغ کہیں اور تھا علیدا ان نے زیادہ کی طرف دیکھ
کر گہرا سانس لیا اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی بات ضرور ہے جو زیادہ کو اندر ہی اندر
کھا رہی ہے پر وہ شاید بتانا نہیں چاہتا یا کوئی اور بات تھی۔

یہ تینوں نہیں نظر آرہے کہاں گئی ہیں؟ کچھ توقف کے بعد علیدا ان نے کہا۔
ہو سپیٹل گئی ہیں میں بھی بس یہاں فریش ہونے آیا تھا۔ زیادہ نے جواب دیا۔



آرزو کے امتحان قریب تھے جس میں وہ ابھی بس پڑھائی میں مگن تھی روشنائی اس
سے موبائل لے لیا تھا یہ کہہ کر کے امتحان ختم ہونے کے بعد واپس کرے گی جس پہ
آرزو نے بس سر ہلایا تھا روشنائی کا رشتہ انجینیئر فراز سے ہو گیا تھا پر باقاعدہ طور پہ منگنی

نہیں ہوئی تھی روشنائی نے اپنا مدعا فراز کے سامنے پیش کیا تھا جس پہ اس کو کوئی احتراز نہ تھا روشنائی کو کافی سلجھا ہوا لگا اور اس کے ماں باپ بھی جس پہ وہ مطمئن تھی انون نمبر سے میسج آنا بھی بند ہو گئی تھی جواب اس کو یاد بھی نہیں تھی عاشر اب انٹری ٹیسٹ کی تیاری میں تھا ڈاکٹر بننا اس کا سب سے بڑا خواب تھا وہ رات دیر تک جاگتے پڑھنے میں مگن ہوتا۔

آپی میرا نیوی بلیو ڈوپٹہ آپ کے کپڑوں میں تو نہیں آیا؟ آرزو روشنائی کے کمرے میں آکر پوچھنے لگی۔

پتا نہیں تم الماری میں چیک کرو۔ روشنائی نے اسائی میمنٹ لکھتے مصروف انداز میں کہا یہ رہا۔ آرزو نے الماری کا پٹ کھولا تو سامنے ہی اس کا ڈوپٹہ لٹک رہا تھا اس کو تھا متی وہ پر جوش ہوتی بولی

خیر ہے کہیں جارہی ہو کیا جو ڈوپٹہ کا خیال آیا؟ روشنائی نے سوال کیا کیوں کی عام طور پہ آرزو گھر میں ڈوپٹہ نہیں پہنتی تھی۔

نہیں وہ تو نماز پڑھنے لگی ہوں نہا کر آئی تو پتا چلا میں نے جو ڈریس پہنا ہے اس کا ڈوپٹہ ہی نہیں۔ آرزو نے ڈوپٹہ نماز کے اسٹائل میں پہن کر کہا۔

مغرب کی آذانیں آگئی ہے اور میں یہاں سر کھپا رہی ہو۔ روشنا بھی اٹھتے ہوئے بولی۔

آپ بھی وضو کرے میں تو چلی اپنے کمرے میں۔ آرزو مسکرا کر کہتی اپنے کمرے میں آئی۔



دانی سے بات ہوئی تھی کل آرہا ہے وہ۔ ڈنر کرتے اسد اللہ صاحب اپنی بیگم سے بولیں۔

چلو اچھا ہوا خود ہی آرہا ہے ہم کہتے تو خواہ مخواہ کا اعتراض کرتا کہ ہم اس پہ پابندی کرتے ہیں وہ لڑکا ہے تب بھی۔ نرمابیگم ہنس کر بولی۔

نالائق پھر بھی دو ماہ لگا کر آئے گا۔ اسد اللہ صاحب نفی میں سر ہلا کے کہا۔

ڈیڈ زیاد بھائی کو شاید ان کی ضرورت ہوگی اور آپ تو جانتے ہیں ان پانچوں میں جب کوئی پر و بلم میں آتا ہے باقی سب بھی اپنا کام چھوڑ کر اس کے ساتھ لگ جاتے۔ حفصہ نے فورن سے اپنی بھائی کی طر ف داری کی۔

یہ تو صحیح کہا پر آفس کا کام جو اس نے خود پہ سو نپا ہے وہ بھی تو کرنا ہے نہ کاروبار ایسے تو نہیں چلتا نہ۔ اسد اللہ صاحب نے چکن منہ میں ڈالے کہا۔

کاروبار کے علاوہ بھی سوچ لیا کرے اب ہمیں علید ان کی شادی کر دینی چاہیے میری تو سنتا نہیں آپ بات کرے تو شاید اس کے دماغ میں کوئی ی بات آئے۔ نرمائیگم نے کہا۔

واؤ بھائی کی شادی مطلب بھا بھی ہمارے گھر آئے گی اور ہماری فیملی میں ایک فرد کا اضافہ ہوگا۔ حفصہ چہک کر بولی۔

ہاں پر تمہارا بھائی مانے تب نہ وہ تو شادی کے نام پہ ایسے بھاگتا ہے کہ نہ پوچھو۔ نرمائیگم نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

وہ اس لیے کیوں کی ان کے سب فرینڈس بیچلر ہیں اس لیے بھائی بھی شادی کا نہیں سوچا۔ حفصہ نے اندازہ لگایا۔

اب کیا شادی بھی وہ ایک ساتھ کرے گیں۔ اسد اللہ صاحب ناگواری سے بولیں۔
حفصہ نے جسٹ بات کہی آپ تو خواہ مخواہ ہی ناراض ہو جاتے ہیں دانی پہ۔ نرمائیگم نے برامانتے ہوئے کہا۔

ہممم آئے تو بات کرینگیں۔ اسد اللہ صاحب پر سوچ لہجے میں بولیں۔
امی لڑکی ڈھونڈنا شروع کرے۔ حفصہ نے شوخ لہجے میں کہا تو وہ دونوں مسکرا دی ئی۔



تم کیوں اتنے ضدی ہو زیاد میرے ساتھ آنے پہ تمہارا ٹائی م ویسٹ ہوگا بہتر یہ ہے کہ تم بس فون کال پہ رابطہ کرنا۔ نور جہاں نے ایک بار پھر اس کو قائل کرنا چاہا زیاد نے گہری سانس لیکر ان کی طرف دیکھا جہاں ان کا پورہ چہرہ پیٹوں سے جکڑا ہوا تھا بس آنکھیں اور ہونٹ ہی نظر آ رہا تھا۔

یہ آپ کی خود کی سوچ ہے ورنہ میں نہیں سوچتا ایسا اور نہ سچ میں ایسا ہے کہ میرا ٹائی م ویسٹ ہوگا آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کو اس حالت میں اکیلا چھوڑ دوں گا؟ زیاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

اکیلی کہاں ہوں شجاع ہے نہ۔ نور جہاں نے کمزور آواز میں کہا۔
ان کی تو بات ہی نہ کرے ان کے آسرے پہ ہوگئی آپ کی سرجری اور ہوگئی آپ پہلے کی طرح ٹھیک ٹھاک۔ زیاد کا لہجہ مرق اڑانے والا ہو گیا۔
غلط بات ہے زیاد بڑے ہیں تم سے اور خالو بھی۔ نور جہاں ٹوکا۔

تو آپ بار بار مجھے نہ آنے کا کہنا چھوڑ دے کیوں کی جب تک پہلے کی طرح صحت مند نہیں ہو جاتی میں سائے کی طرح آپ کے گرد منڈلاؤں گا۔ زیاد نے پیار سے ان کی طرف دیکھ کر کہا تو نور جہاں کی آنکھیں نم ہو گئی۔

تمہارے جیسا بھانجا اللہ سب کو دے خوش نصیب ہوگی وہ لڑکی جس سے تمہاری شادی ہوگی۔ نور جہاں کی شادی کی بات پہ زیاد کے سامنے آرزو کا مسکراتا چہرہ آیا تو اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی جس کو چھپانے کے لیے اس نے چہرہ جھکا دیا۔

ہمیں آج رات کی فلائی ٹ سے نکلنا ہے۔ زیاد نے بتایا

پانچ ماہ بعد سر جری ہوگی تو ہم اب کیوں جا رہے ہیں؟ نور جہاں نے نا سمجھی سے پوچھا۔ وہاں اور بھی تو ہمیں فارملٹیز پوری کرنی ہوگی اور اتنے میں پانچ ماہ بیت جائے اور کچھ ان میں کچھ ٹائی م ہم ایسے رہے گیں۔ زیاد نے مختصر بتایا۔

زیاد پانچ ماہ تو یہ ہیں اور سر جری ہو جانے کے بعد پیٹی کھلنے میں بھی تو وقت لگے گا نہ اس لیے میں چاہتی تھی کہ تم نہیں چلو تمہارا نیا بزنس ہے اس میں تمہیں لوسٹ ہو سکتا ہے تم یہ بات سمجھ کیوں نہیں رہے یا تم ایسا کرو کہ ابھی میں شجاع کے ساتھ جاتی ہوں تم بعد میں آجانا۔ نور جہاں نے زیاد کی بات پہ کہا۔

خالا جان شاید آپ بھول رہی ہیں کہ اس سے پہلے بھی آفس کا کام مینجر ہی دیکھتا تھا میرا بزنس پرانہ ہے میں نیا تھا اور مینجر اب بھی دوبارہ وہ کام دیکھ لے گا آپ لوسٹ کی فکر نہیں کرے۔ زیاد نے ان کی یہ کوشش بھی رد کر دی۔

اب ایسا ہی ہوں۔ زیادہ نے سر کو خم دے کر کہا۔



جو بغیر ر کے سالوں سال کام کرتا ہے

اسے سکون دے۔۔۔ چاہے آپ کا ہو

یا آپ کے آپنوں کا۔۔۔۔۔

لوں آج کا دن بھی ہو گیا ڈائی ری لکھنے کا۔ آرزو نے پین ڈائی ری کے بیچ رکھ کر کہا اور ٹیبل کا دراز کھول کر اس کے اندر ڈائی ری رکھی۔

انسان اگر ڈائی ری لکھتا ہے تو اس میں اپنی روزانہ روٹین یا کچھ خاص اور راز لکھتا ہے یا

اپنی پسند دل کی باتیں اور ایک تم ہو جو بس شاعری لکھتی رہتی ہو اور پھر بھی اپنی

ڈائی ری کو ہاتھ تک نہیں لگانے دیتی۔ روشنانے نفی میں سر ہلاتے ہوئے آرزو سے کہا

روشنا کی بات سن کر آرزو کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔

آپ نے کونسا میری ڈائیری پڑھی ہے اور ویسے بھی میں صرف ڈائیری میں شاعری

نہیں اور بھی بہت کچھ لکھتی ہوں اپنی پسند دل کی باتیں روزانہ کی روٹین میں جب

کوئی خاص بات یا کچھ اچھا ہوا ہو تو وہ بھی اس لیے میں نہیں چاہتی کہ میرے علاوہ میری ڈائی ری ہو کوئی اور پڑھے یہ میری پر سنل ڈائی ری اگر میرے علاوہ کوئی اور پڑھے گا تو یہ بس ڈائی ری رہے گی پر سنل نہیں۔ آرزو نے لمبا چوڑا جواب دیا۔

میں بہن ہوں تمہاری اگر تمہاری پر سنل “ڈائی ری پڑھ بھی لی تو بھی پر سنل ہی رہے گی۔ روشنانے پر سنل پہ زور دیتے ہوئے کہا۔

بلکل آپ میری بہن ہے پر پر سنل بات وہ ہوتی ہے جو بس آپ کے خود تک ہی ہو۔ آرزو نے عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔

خیر یہ بات تو طوی ہے کہ آرزو ایاز سے باتوں میں کوئی جیت نہیں سکتا اور میں کالج کے لیے نکل رہی ہوں تم کیوں نہیں جا رہی اسکول؟ روشنانے بتا کر آخر میں پوچھا۔

امتحان قریب ہے اس لیے بس سوچا گھر میں پڑھائی کرو۔ آرزو نے کندھے اچکا کر بتایا۔

مرضی تمہاری عاشر بھی انٹر کے بعد انٹری ٹیسٹ دے گا بورڈز امتحان کی تیاری اور انٹری ٹیسٹ کی تیاری دونوں کر رہا ہے ماشا اللہ سے۔ روشنانے نرمی سے عاشر کا ذکر کر کے بتایا۔

وہ تو ہے ہی کتابی کیرا کیا ہوتا اگر وہ ایک سال میری خاطر فیل ہو جاتا تو ساتھ میں پڑھتے۔ آرزو نے ناک سکڑتے ہوئے کہا۔

میڈم میڈیکل کی پڑھائی آسان نہیں ہوتی بہت محنت کرنی ہوتی ہے نہ تو اس میں دن کا ہوش رہتا ہے اور نہ رات کا اور دوسری بات کہ ہم میڈیکل کالج کی فیس ادا بھی نہیں کر سکتے۔ روشنانے اس کو حقیقت سے روشناس کروایا۔

تو میں کب بولی مجھے ڈاکٹر بننا ہے میں تو کالج کی بات کر رہی ہو اس کے بعد بھلے وہ میڈیکل کی تیاری کرتا اور ویسے بھی مجھے ڈاکٹر بننے کا شوق نہیں سارا دن مریضوں سے سرکھپانا عاثر ہی کر سکتا ہے۔ آرزو نے ہاتھ کھڑے کیے۔
تمہارا کوئی حل نہیں میں جا رہی ہوں اب۔ روشنانے بیگ اور ایک کتاب ہاتھ میں پکڑے کہا۔

خدا حافظ۔ آرزو نے الوداع کہا تو وہ نکل پڑی۔ وہ ابھی اپنے محلے سے نکل کر روڈ پہ آئی تھی جب ایک گاڑی اس کے سامنے روکی روشنا اچھل کے کچھ دور ہوئی اور نہ گاڑی اس کا پیر چیر ڈالتی روشنانے غصے سے گاڑی کا شیشہ نوک کیا شیشہ نیچے ہوتے ہی اس نے گاڑی پہ بیٹھے شخص کو دیکھا تو اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئی۔
آپ؟ روشنانے حیرت سے پوچھا کیوں کی گاڑی میں اور کوئی نہیں بلکہ فراز تھا۔

جی میں۔ جواب بہت دلکش انداز میں دیا گیا تھا۔

یہاں کیسے۔ روشنا کو سمجھ نہیں آیا اس کا یہاں آنا اور اپنے سامنے ایسے اچانک سے گاڑی روکنا۔

اندر آئے۔ فراز نے آفر کی تو وہ کشمکش میں مبتلا ہو گئی سوچا انکار کر دے پر انکار کی وجہ پوچھے تو وہ کیا جواب دے گی اس لیے ناچاہتے ہوئے بھی گاڑی میں بیٹھ گئی۔
مجھے کالج جانا تھا۔ روشنا نے بتانا ضروری سمجھا۔

اوکے میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں اور ایسے میں کچھ باتیں بھی ہو جائے گی۔ فراز نے مسکراتے ہوئے روشنا کی طرف دیکھ کر کہا۔
میں خود چلی جاتی۔ روشنا کو عجیب لگا۔

چلی تو آپ جاتی پر مجھے آپ کو کچھ بتانا تھا۔ فراز نے گاڑی اسٹارت کرتے ہوئے کہا۔
جی کہیں؟ روشنا اب کی متوجہ ہوئی۔

شام میں میری امی آئے گی انگیجمنٹ کی ڈیٹ فائی نل کرنے۔ فراز نے پر جوش آواز میں کہا۔

اچھا۔ روشنا نے بس اتنا کہا۔

کیوں آپ کو خوشی نہیں لڑکیاں تو بہت کیر یوس ہو جاتی ہیں۔ فراز نے اس کا روکھا جواب سنا تو پوچھا۔

خوشی کی کیا بات ہوگی۔ روشنائے کوئی خوشامدی نہیں کی۔ ہماری انگلیجمنٹ ہوگی کیا یہ وجہ کم ہے آپ کے خوش ہونے کے لیے مجھے لگا تھا آپ کو بتاؤں گا تو آپ فنکشن کے پوچھے گی انگلیجمنٹ ڈریس ڈسکس کرنے لگ جائے گی۔ فراز کو روشنائے کی لا تعلقی پسند نہیں آئی۔

مجھے ان چیزوں میں دلچسپی نہیں ہوتی اور نہ انگلیجمنٹ ایسی کوئی رسم ہے یہ تو ہم انسانوں نے بنائی ہے اور خوش ہونے کی تو بات مجھے نہیں لگتی۔ روشنائے آرام سے جواب دیا۔

خوش ہونے کی وجہ ہے پر آپ شاید ہمارے رشتے سے خوش نہیں اس لیے۔ فراز اب کچھ سنجیدہ ہوا۔

آپ مائی سینڈ کر گئی؟ روشنائے پوچھا۔
نہیں آپ اپنے کالج کا نام بتائے۔ فراز نے بات ختم کرنی چاہی۔
بس یہی روکے۔ روشنائے بتانے کے بعد کہا تو فراز نے گاڑی سائیڈ پر پارک کی۔
تھینکس۔ روشنائے گاڑی سے اتر کے بولی تو فراز نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

کون تھا وہ جس کے ساتھ تم آئی ی؟ علیداں جو کالج کی گیٹ پہ کھڑا احمد کا انتظار کر رہا تھا
 روشنا کو کسی لڑکے کے ساتھ آتا دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ ئی بھلے وہ کچھ
 ٹائی م سے اس کو نظر انداز کر رہا تھا لا تعلق رہنا چاہتا تھا مگر محبت تو آج بھی تھی تو وہ کیسے
 اس کو کسی اور ساتھ کھڑا دیکھتا۔

آپ سے مطلب۔ روشنا کو علیداں کا پوچھنا ایک نہیں بھایا۔
 میرے مطلب پہ مت آؤ جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔ علیداں نے دھاڑ کے پوچھا تو
 روشنا نے حیرت سے اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا۔
 یہ رعب مجھے پہ مت چلائے۔ روشنا نے گھور کر کہا۔
 مانا کے کسی سے نہیں ڈرتی پر میری ایک بات اپنے اس دماغ میں بیٹھالیں دوبارہ میں
 کسی کے ساتھ آتا نہ دیکھو۔ علیداں نے اس کی کنپٹی پہ انگلی رکھ کر کہا تو روشنا بدک کے
 پیچھے ہوئی ی۔

اپنی حد میں رہے ہیں اور دوسری بات میری مرضی میں جس کے ساتھ آؤ اور جس
 کے ساتھ نہیں یہ آپ کا سر درد نہیں اس لیے دوبارہ مجھے پہ حکم مت چلائیے
 گا۔ روشنا نے وارن کیا۔

مجھے غصہ نہ دلائے۔ علیداں نے مٹھیاں بھینچ لی۔

میں غصہ دلارہی ہوں یا آپ اور آپ ہوتے کون ہیں مجھ سے سوال جواب کرنے والے اس لیے دوبارہ مجھ سے اس لہجے میں بات مت کرئیے گا۔ روشنانے بنا لحاظ کیے کہا

میں کون ہوتا ہوں اس کا پتا بھی چل جائے گا بس کچھ صبر کرو۔ علیدان نے معنی خیز انداز میں کہا تو روشنا کچھ گڑ بڑا گئی اور ہمت کرتے کہا۔

میں جس کے ساتھ آئی ہوں وہ میرا منگیتر تھا اور یہ ہماری مرضی سے ہوئی ہے منگنی مل گیا جواب اب ہٹے۔ روشنانے کہتے ہی گیٹ کے اندر داخل ہو گئی جب کی علیدان کا وجود پتھر کا ہو گیا اس کو سمجھ نہیں آیا کہ جو اس نے سنا وہ سچ تھا اگر تھا تو اتنا بھیانک ابھی تو اس نے محبت کی تھی پہلی دفع تو اس کے دل کو کوئی لڑکی پسند آئی تھی جس کی چاہ ہونے لگی تھی اس کو جس کو سوچنے سے اس کو سکون ملتا تھا علیدان کو لگ رہا تھا جیسے روشنانے اس کو موت کا پیغام دیا ہو اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا دل چاہ کے ابھی جا کر اس لڑکے کو شوٹ کر دے پر کیا وہ اتنا خود غرض تھا کہ اپنی محبت میں آکر وہ اتنا گرا ہوا کام کرتا وہ اپنی جگہ سن ہو کر رہ گیا تھا کتنی دیر تک وہ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ کھڑا رہ گیا تھا ٹانگوں نے چلنے سے جیسے انکار کر دیا تھا وہ ابھی بس یہی سوچ رہا تھا کہ کیا اس کی محبت ادھوری رہے گی کیا وہ اپنی محبت کو کسی اور کا ہوتا دیکھ

سکتا تھا جواب تو فوراً نہ میں آیا تھا پر دماغ نے فوراً نہ کہا تھا یہ زندگی ہے اس میں وہ ہر ایک بات ہوتی ہے جس کا تصور کرنے سے بھی ہم ڈرتے ہیں زندگی میں ہم جتنا کسی کے پیچھے جائے گیں وہ اتنا ہم سے دور ہو گا وہ ابھی روشنی کی بات ہی سوچ رہا تھا جب احمد کے زور سے پکارنے پہ وہ ہوش میں آیا۔

کیا ہو گیا ہے کب سے آواز دی ئی جارہا ہوں اور ایک تم ہو جو روبرو کی طرح کھڑے ہوئے ہو۔ احمد اس کی حالت سے لاپرواہ اپنی بولیں جارہا تھا جب کی علیدا ان نے بس اس کو خالی نظروں سے دیکھا احمد کی نظر جب اس کے چہرے پہ پڑی تو اس کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا اس کا پہلا خیال زیاد کی طرف گیا تھا۔

ایوری تھنگ از او کے علیدا ان؟ احمد نے پوچھا۔

ایوری تھنگ از او کے بٹ مائے ہارٹ از بروکن۔ علیدا ان نے زخمی انداز میں کہا۔

اس کو اس کا مطلب۔ احمد کو علیدا ان کا ایسا کہنا پسند نہیں آیا۔

اس کی منگنی ہو گئی وہ بھی اس کی مرضی سے۔ علیدا ان کی آنکھ سے ایک آنسو گر کر زمین میں جذب ہو گیا احمد نے اس کی آنکھوں میں نمی دیکھی تھی تو اس کا دل تڑپا آخر تڑپتا بھی کیوں نہ جگری دوست تھا اس کا اور ایک اچھا دوست تو یہی چاہتا ہے کہ اس کے

دوست کی آنکھوں میں کبھی نمی نہیں آئے اس کی زندگی میں ہمیشہ خوشیوں کی بہار ہو
غم کا سایہ بھی اس کے آس پاس نہ گزرے۔

کسی کی بات کر رہے ہو مس حجابن کی؟ احمد نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا علیدا ان نے
بنا کچھ کہے اس کے گلے لگ گیا احمد علیدا ان کی حالت پہ پریشان ہو گیا اور ایساری ایکٹ
اس نے پہلی دفع کیا تھا اور نہ وہ تو ہمیشہ خوش رہنے والا تھا۔

اس کو میری محبت نظر نہیں آتی تھی کیا وہ اتنی نا سمجھ تو نہیں تھی کے اظہار کے بنا محبت
نہ پہچانتی یا اس کو اپنی انا عزیز تھی علیدا ان نے ایسے ہی اس کو گلے لگائے پوچھا۔

محبت جیت ہوتی ہے
مگر یہ ہار جاتی ہے
کبھی دلسوز لمحوں سے
کبھی بے کار رسموں سے
کبھی تقدیر والوں سے
کبھی مجبور قسموں سے
مگر یہ ہار جاتی ہے۔

پہلی محبت نہیں ملی تو کیا ہوا علید ان تم کسی کا آخری عشق بن جاؤ۔ احمد نے اپنی طرف سے اس کو اچھا مشورہ دیا علید ان نے جھٹکے سے اس سے الگ ہوا۔

یہاں میں اتنا دکھی ہوں اور تم مجھے ایسے مشورے دے رہو۔ علید ان کو یقین نہ آیا کہ اتنی سنجیدگی سچویشن میں بھی احمد ایسی کوئی بات کر سکتا ہے۔

خرابی کیا ہے اور انا کی بات ہے نہ اس مس حجابن میں تو بس توں بھی انا پرست بن جا محبت میں زور زبردستی سے کام نہیں لیا جاتا یہ دلوں کے معاملے ہوتے ہیں اور دل پہ تو اپنا اختیار نہیں ہوتا تو تم کسی اور کے دل پہ اختیار کیسے جما سکتے ہو۔ احمد نے اس کو سمجھانا چاہا اور وہ اس وقت بھول گئی تھی کہ کہاں کھڑے ہیں اور کیا باتیں کر رہے ہیں۔

میں نے کہی پڑھا تھا انا پرستوں کو عشق ہو جائے نہ تو سمجھ لینا کے اس کو بد دعا لگی ہے۔ علید ان نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

توں کیا تمہیں مس حجابن سے عشق ہے اور تم انا پرست تو نہیں۔ احمد نے جو سمجھا وہ کہا۔

مجھے کیا ہوا یہ نہیں پتا پر زیادہ خانزادہ عرف زیادہ اسرار معید صدیقی کو عشق ہو گیا ہے۔ علید ان نے کہا تو احمد کو علید ان کی دماغی حالت پہ شک ہوا پہلے وہ اپنی محبت کا رونا رو رہا تھا اور اب بیچ میں زیادہ کو لے آیا کہ اس کو عشق ہو گیا ہے۔

علید ان یونیڈ ٹوریسٹ تم کالج کے اندر جانے کے بجائے گھر لوٹ جاؤ اور کچھ پل سکون کی نیند لوں مس حجابن کی منگنی کا سن کر شاید تمہارے دماغ پہ اثر ہو گیا ہے اس لیے بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ احمد نے اس کے دونوں کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر بہت افسردہ ہو کر کہا اس کی بات سن کر علید ان نے اس کے ہاتھ جھٹکے سے اپنے کندھوں پہ ہٹائے۔

میں کوئی بہکی بہکی باتیں نہیں کر رہا۔ علید ان نے گھور کر احمد سے کہا اور کالج کے اندر چلا گیا۔

یا اللہ علید ان کو ٹھیک کرنا اس کو اس صدمے سے جلدی نکالنا۔ احمد نے علید ان کی پشت دیکھ کر آسمان کی جانب ہاتھ کھڑے کیے اور اللہ سے دعا مانگنے لگا۔



Episode 33

جانے کیا سمجھتا ہے خود کو ہم جیسے زر خیز غلام ہے نہ اس کے جو ایسے رعب جھاڑ رہا تھا۔ روشنانے جلے دل کے پھوڑے پھوڑے۔

اب بس بھی کرو روشنا آدھے گھنٹے سے تم ایک ہی بات دوہرا رہی ہو پہلے تم زیاد سے پرو بلم تھی اور اب علیدا ان سے۔ علیزہ جو بہت وقت سے روشنا کا غصے سے متمتا چہرہ دیکھ رہی تھی اب کی وہ کچھ بیزار ہو کر بولی۔

تم سے کوئی ایسے پوچھے گا اور حکمرانی کرنے کی کوشش کرے گا تو تمہیں کیسے محسوس ہو گا غصہ نہیں آئے گا کیا۔ روشنا نے جاننا چاہا۔

ویل اس نے پہلے تم سے سوال پوچھا جو کی عام تھا اگر اس کو جواب دے دیتی تو ٹھیک تھا۔ علیزہ نے آرام سے جواب دیا

سوال بھلے ہی عام تھا پر پوچھنے کا انداز بالکل عام نہ تھا اور پھر بھی وہ کون ہوتا ہے مجھ سے پوچھنے والا۔ روشنا نے پھر وہی بات کی۔

ایک تو تم ہر بات کو پکڑ لیتی ہوں اور دوسرا یہ کہ غصہ بھی جلدی کر جاتی ہو۔ علیزہ نے گہری سانس لیکر کہا۔

ایسی ہی ہوں میں۔ روشنا نے شان بے نیازی سے کہا تو علیزہ ہنس دی۔

کیا کر رہی ہو تم؟ عاشق زریںہ بیگم کی طرف آیا تو سامنے آرزو کو لائی ونج میں بیٹھا تو اس کے پاس آکر بیٹھ کے پوچھنے لگا جو کوئی کتاب پڑھنے میں تھی۔

ایکزام کی تیاری۔ آرزو نے بتایا۔

گڈ خالا کہاں ہیں؟ عاشر نے یہاں وہاں لائی ونج میں نظر گھمائی۔
 کچن میں چائے بنانے گئی ہیں تم بیٹھو تمہارے لیے بھی کہتی ہوں۔ آرزو کہہ کر اٹھنے
 لگی تو عاشر نے کہا۔

میں چائے نہیں پیوں گا ایسے ہی آیا تھا۔

پھر بھی چائے تو پینی پڑے گی۔ آرزو نے مہمان نوازی کے آداب نبھانے چاہے۔
 خیر ہے آج کیسے اتنی خدمت کر رہی ہو۔ عاشر نے اس کی ایک ہی رٹ پہ مشکوک انداز
 میں بولا۔

نہیں پیوں مرضی ہے میں نے پوچھ کہ غلطی کی۔ آرزو دوبارہ بیٹھ کر لاپرواہی سے
 بولی۔
 Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

دن میں بہت دفع پی ہے چائے اور اب تو جانے کتنی دفع پی جاتا ہوں چائے اور رات میں
 بھی۔ عاشر نے بتایا۔

حیرت ہے ویسے کہ لوگوں کو لگتا ہے کہ چائے پینے سے مائی نینڈ فریش ہو گا اور رات کو
 نیند بھی نہیں آئے گی اگر دیر تک جاگنا ہو تو چائے پی لوں پھر نہیں آئے گی نیند۔ آرزو
 نے عجیب لہجے میں کہا

تو یہ سچ ہے کبھی آزما کر دیکھنا۔ عاشر نے مسکرا کر کہا۔

اچھا کہیں باہر چلے؟ آرزو نے کتاب بند کرتے چھک کر پوچھنے لگی۔

یہ دیکھو۔ عاشر نے اس کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑے تو آرزو نے منہ بنایا کیوں کی اس ایکسیڈنٹ کے بعد عاشر نے دوبارہ آرزو کو باہر لے جانے پہ تو بہ کر لی تھی آرزو کے بہت بار کہنے پہ بھی اس کی ناں ہاں میں نہ بدلی جس پہ آرزو بس کڑھ کے رہ جاتی۔ کتنا ٹائی م ہو گیا اب تو اس ایکسیڈنٹ کو پر تمہیں تو جیسے بہانا مل گیا مجھے اپنے ساتھ باہر نہ لیجانے کا۔ آرزو کو برا لگا جب عاشر نے پھر سے منع کیا تو ویسے ہی اب اس کی طبیعت میں جھنجھلاہٹ ہونے لگی تھی ہر بات پہ نقص نکالنا پھر بلا وجہ غصہ کرنا جو اس کی تربیت کے بالکل برعکس تھا۔

غصہ کیوں ہو رہی ہو بائی یک پہ نہیں ہم ٹیکسی پہ چلے جاتیں ہیں اور بہانا کیوں ملے گا ایسا خیال تمہارے دماغ میں کیسے آیا؟ عاشر نے اس کو غصہ کرتے دیکھا تو نرمی سے کہا۔ بھاڑ میں جاؤ اور تمہارا ٹیکسی جانے کا مشورہ۔ آرزو اپنے سامنے رکھی کتاب عاشر کی طرف اچھال کر غصے سے کہا اور وہاں سے واک آؤٹ کر گئی عاشر شاک سا آج آرزو کا انداز دیکھ رہا تھا ایسا پہلی دفع ہوا تھا جو آرزو نے اس کے ساتھ بد تمیزی کی تھی ورنہ وہ لڑائی میں بھی ایسے نہیں کرتے تھے عاشر کو سمجھ نہیں آ رہا تھا اتنی چھوٹی سی بات پہ آرزو ایسا ری ایکٹ کر گئی ہے۔

آرزو کو کیا ہوا؟ زرینہ بیگم جو چائے لائی تھی آرزو کی حرکت ان سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی تبھی عاشر سے پوچھا۔

پتا نہیں خالا کوئی بات ہوئی ہے کیا اور اس نے مجھے باہر جانے کا کہا میں نے پہلے انکار کیا تو برامان گئی۔ عاشر نارملی لہجے میں بولا ورنہ اس کو برا لگا تھا آرزو کا اس طرح سے ری ایکٹ کرنا۔

تم سب نے اس کو بگاڑ دیا ہے اب تو بد تمیزی بھی کرنے لگی ہے۔ زرینہ بیگم نے کہا اچھا میں اب چلتا ہوں ایک دوست سے ملنا تھا۔ عاشر اٹھتا بولا۔ اتنی جلدی کیوں چائے تو پیتے جاؤ۔ زرینہ بیگم بھی اٹھتے ہوئے بولی۔ نہیں شکریہ خالا میں بس ایسے ہی آیا تھا۔ عاشر نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے چلا گیا جب کی زرینہ بیگم سخت تیور لیے آرزو کے کمرے کی طرف گئی۔ یہ آج تم نے کیا بد تمیزی کی عاشر سے کتنا برا لگا ہو گا اس کو۔ زرینہ بیگم آرزو کے سر پہ کھڑی ہو کر بولی۔

ایسا بھی کچھ نہیں کیا میں نے اور وہ کوئی برا نہیں مانے گا آپ فکر نہ کرے ایک کتاب تھا اور کچھ نہیں۔ آرزو بنانا کی طرف دیکھ کر بولی ورنہ دل میں ملال سا آ گیا عاشر اس کا اتنا خیال اور کیئی کرتا تھا اور اب وہ بنا بات پہ اس کے ساتھ یہ کر آئی تھی۔

آرواب تم بچی نہیں اس لیے اپنی حرکتیں سدھارو بچنے سے نکل آؤ تم اب۔ زرینہ بیگم نے سر پکڑا۔

مجھے سونا ہے۔ آرزوان کی طرف دیکھ کے بولی۔

شرم کرو ماں کو کمرے سے نکل جانا بول رہی ہو۔ زرینہ بیگم اور تپی۔

میں نے ایسے ہی بتایا آپ کی مرضی بھلے یہی کھڑی رہے۔ آرزو نے کندھے اچا کر کہا

اور چادر اپنے اُپرتان لی۔ زرینہ بیگم بھی اس کو گھوری سے نوازتی باہر نکل گئی۔

ان کے جانے کے بعد آرزو نے اپنا چہرہ چادر سے نکالا اور گہری سانس لیتی ڈائی ری لکھنے

کا سوچتی بیڈ سے اٹھی

NEW ERA MAGAZINE
Novels | Affairs | ...

عاشر سید ہاسا حل سمندر کی طرف آیا تھا جہاں اکاد کالوگ اور بچے تھے وہ سامنے بیٹھ کر

سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا ہوا سے اس کے بال بار بار ماتھے پہ گر رہے تھے جس کو

اس نے پیچھے کرنے کی زحمت نہیں کی تھی وہ بس آرزو کے روئیے کے بار میں سوچ

رہا تھا اس کو یاد نہیں آیا کہ کب آرزو نے اس سے غصے سے بات کی تھی کبھی بھی تو

نہیں وہ چاہے جتنا بھی اس کو چڑاتا مزاق اُرتا وہ بس جھنجھلا جاتی یا جوابی کاروائی کرتی

پر آج اس کا انداز عاشر نے پہلی دفع دیکھا تھا اور کہی دکھ بھی ہوا تھا پر وہ یہ سوچ کر خود کو

تسلی دے رہا تھا کہ شاید ایک زامز کی وجہ سے پریشان ہو اور اس لیے وہ غصہ ہو گئی ہو

عاشق اپنی سوچو میں اتنا محو تھا کہ وہ یہ بھی محسوس نہیں کر پایا کہ کوئی اس کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔

ہائے۔ عینی نے خوشی سے جھمگاتے چہرے ساتھ عاشق سے کہا وہ آج اپنی فرینڈس کے ساتھ گھومنے نکلی تھی یہاں آکر بھی اس کو بہت وقت بیت گیا تھا جب دور بیٹھے لڑکے یہ اس کو عاشق کا گمان ہوا تو بنا سوچے سمجھے وہ فوراً وہاں چلی آئی اور جب واقع میں عاشق تھا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی آج کتنے عرصے بعد وہ اس کو دیکھ رہی تھی۔

وعلیکم اسلام۔ عاشق اچانک آواز پہ چونک اٹھا کر اپنے بائیں طرف عینی کو دیکھا تو دوبارہ سامنے کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔ عینی کو کچھ شرمندگی ہوئی کیوں کی اس نے کیا انگلش میں ہائے کیا تھا پر وہ سر جھٹکتی عاشق کو دیکھنے لگی جو آج کاٹن کے اسکن کلر کے شلوار قمیص میں تھا جس کی آستینیں اس نے فولڈ کر رکھی تھی سفید کلائی جہاں کالے بال بھی تھے اور گھڑی بندھی ہوئی عینی کی نظر اس کے بعد ہاتھ میں پڑی جہاں رگیں ابھری ہوئی تھیں وہ خود تو پیارا تھا پر اس کے ہاتھ کچھ اور زیادہ خوبصورت لگیں تھے عینی کا دل بہت تیز انداز میں دھڑک اٹھا تھا اس نے اپنے دل کی آواز سے گھبرا کر سامنے سمندر کی جانب نظریں کی۔

میں یہاں اپنی فرینڈس کے ساتھ آئی تھی آپ کو دیکھا تو سوچا آ جاؤ۔ عینی نے خود کی بات کی شروعات کی۔

اچھا۔ عاشر نے بس اتنا کہا اس کی اتنا کہنے پہ عینی نے ٹیرھی نظر سے دیکھا جہاں آج اس کا ڈمپل ظاہر نہ تھا

آپ کے ڈمپل بہت پیارے ہیں۔ عینی کہے بنانہ رہ سکی۔

تھینکس۔ عاشر نے کہا اس کے مختصر جواب سن کر عینی کو اچھا نہیں لگ رہا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا کہ عاشر سے ڈھیر ساری باتیں کرے اور عاشر بھی پر اس کا روکھا سوکھا انداز دیکھ کر مایوسی ہو رہی تھی۔

آپ کم بولتے ہیں؟ عینی نے نیا سوال داغا اس کے سوال پہ عاشر نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر کے کھولی وہ یہاں اس لیے آیا تھا تاکہ کچھ پل اکیلا رہ سکے اور عینی کی بار بار بے تکی باتیں اس کو چڑھلا رہی تھی۔

ایسا نہیں ہے نہ میں کم بولتا ہوں اور نہ زیادہ اور زیادہ بولنے کے لیے باتوں کا ہونا بھی لازم ہوتا ہیں جو ابھی میرے پاس نہیں۔ عاشر نے جواب دیا۔

ہاں یہ تو آپ نے ٹھیک کہا ویسے آپ کا نام کیا ہے؟ عینی کو اب یاد آیا کہ نام بھی پوچھنا ہے جو پہلی دفع ملنے پہ بھی یاد نہ رہا تھا اور نہ دوسری میں کیوں کی تب وہ عاشر کو آرزو کے ساتھ دیکھ کر اُداس ہو گئی تھی۔

عاشر عباس۔ مختصر جواب۔

عاشر۔ عینی نے زیر لب نام دوہرایا۔

بہت پیارا نام ہے آپ کا اور میرا نام عینی صدیقی ہے۔ عینی نے خود ہی اپنا نام بتا دیا۔
نئی س نیم۔ عاشر نے اب کی کجھ مسکرا کر کہا تو عینی کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ آگئی۔

میرا پورا نام عنایا تھا پر پھر سب نے عینی عینی کہاں تو دو بار والا الف میرے نام سے ہٹ گیا اور اب تو میرے ڈاکیومنٹس میں بھی بس عینی ہے عنایا تو کھو گیا۔ عینی اب بے تکلف ہو کر بولی۔ عاشر نے چہرہ موڑ کر اس کی جانب دیکھا پہلی نظر اس کی عینی کے ڈمپل پہ پڑی تھی اس کی ڈریسنگ دیکھ کر عاشر نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل دیا کیوں کی عینی گرین شارٹ شرٹ جو سیلو لیس تھی وہ پہنی ہوئی تھی اور بلیک پینٹ پہنی ہوئی تھی بال کھلے ہوئے تھے۔

تو عنایا نام پسند ہے آپ کو یا عینی؟ عاشر نے پوچھا عینی کا دل جھوم اٹھا تھا اس کے منہ سے اپنا نام سنتے دل کیا کہ بتادے دونوں ہی اچھے لگتے ہیں ابھی سے کیوں وہ تمہارے منہ سے سنا ہے پر یہ کہنے کی اس میں ہمت نہ تھی اور نہ وہ کبھی اتنی بے باکی کا مظاہرہ کر سکتی تھی۔

عینی زیادہ پسند ہے اس لیے میں وہ نام کہلواتی ہوں۔ عینی نے بالوں کو کچھ پیچے کرتے ہوئے کہا جو ہوا کی وجہ سے بار بار چہرے پہ پڑ رہے تھے۔

سہی۔ عاشر اٹھتا بولا اور اپنے کپڑے جھاڑے۔ اس کو اٹھتا دیکھ کر عینی بھی ریت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

کیا ہوا؟ عینی نے بے چین ہو کر پوچھا

مجھے جانا ہے بہت وقت گزر گیا ہے۔ عاشر نے اس کو وقت کا احساس دلایا۔ عینی کو عاشر کی بات پہ ہنسی آگئی جس کو چھپانے کی اس نے زحمت نہ کی جب کی عاشر نے تعجب سے اس کو ہنستا دیکھنے لگا۔

ہنس کیوں رہی ہیں؟ عاشر سے رہا نہیں گیا تو پوچھا جو ہاتھ منہ پہ رکھے ہنس رہی تھی۔

آپ نے کہا اس انداز سے نہ کہ مجھے جانا ہے وقت بہت گزر گیا ہے تو بس اس لیے ہنسی آگئی مطلب یہ ڈائی لوگ لڑکیوں کا ہوتا ہیں نہ جو اگر کسی لڑکے سے ملنے آتی ہے تو

بعد میں یہ کہتی ہیں۔ عینی نے اس کا کہادوہرا کر پھر سے ہنسنا شروع کیا جب کی عاشق نے گھور کر اسے دیکھا۔

پر نہ ہم ملنے آئے تھے اور نہ میں اس لحاظ سے کہہ رہا تھا میں ایسے ہی یہاں آگیا تھا تو آپ کی ”مجھ سے اتفاقی ملاقات ہوگئی اور کچھ نہیں شام کے سائے گہرے ہوگئی“ ہیں آپ بھی گھر لوٹ جائیے گا ایسے دیر تک لڑکیوں کا باہر رہنا ٹھیک نہیں۔ عاشق نے سنجیدگی سے کہا اور اس کی سائیڈ سے گزر گیا جب کی عینی کا منہ اتر گیا اس کو لگ رہا تھا عاشق کو برا لگا اور عاشق کا آپ کی کہنے پہ زور دینا عینی کو برا لگا عینی نے مڑ کر عاشق کو دیکھا جو بہت دور جا چکا تھا شاید اس کی زندگی سے بھی عینی تو یہی سوچ سکی یہ اندازہ تو ہو گیا تھا عاشق سے ہو جانے والی ملاقات چاہے جتنی بھی خوبصورت ہو پر آخری وقت پہ ایسا ضرور ہوتا تھا جس میں وہ خوبصورت احساس بھول جاتی تھی اور بس ایک بات یاد رہتی تھی جو اس کو مایوس کرنے کے لیے کافی ہوتی تھی۔

پھر یہ احساس ہوا کہ جتنا کسی کے پیچے

بھاگو گے اتنی ہی قدر کھودو گے اپنی۔۔۔۔۔



اگر آپ فکشن نہیں کرنا چاہتے تو میں بس روشنا کو انکھوٹی پہنا دیتی ہوں بات پکی ہو جائے گی روشنا پھر ہماری امانت ہوگی آپ کی طرف۔ عطیہ بیگم جو فراز کی والدہ تھی

وہ بولی کیوں کی انہوں نے جب ایاز صاحب اور زرینہ بیگم سے انگیجمنٹ کی بات کی تو انہوں نے یہ کہہ کر منع کیا کہ وہ ایسی کوئی ی تقریب نہیں کرتے یا تو سیدھا شادی یا پھر نکاح اس کے بعد پھر رخصتی پر منگنی وغیرہ کے جھنجھٹ سے وہ دور ہی رہتے ہیں۔ آپ کی مرضی ہے۔ زرینہ بیگم نے مسکرا کر کہا جب کی فراز ضبط کرتا رہ گیا وہ ابھی تک روشنا کا اٹیٹیوڈ نہیں بھولا تھا اور اب اس کے گھر والوں کی نئی بات وہ اس کا پارہ مزید ہائے ہوا تھا۔

ٹھیک ہے پھر بسم اللہ کرتیں ہیں۔ عطیہ بیگم نے اپنی پرس سے انگھوٹی نکال کے بولی۔ یہ آنٹی کیا انگھوٹی پرس میں لیکر گھومتی ہیں یا ان کو الہام ہوا تھا اماں انکار کرے گی انگیجمنٹ فنکشن کرنے پہ۔ آرزو نے روشنا کے کان میں کہا جو اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی آرزو کی بات پہ روشنا نے اس کو آنکھیں دیکھائی جس پہ آرزو کچھ دور ہو کر بیٹھی۔

روشنا بیٹھے یہاں آنا۔ عطیہ بیگم نے مسکرا کر روشنا کو اپنے پاس آنے کا کہنا کہ منگنی کی رسم سادگی میں ہی کر لیں۔

آنٹی میں سائیڈ پہ ہو جاتی ہوں آپ یہاں آکر آپ کو انگھوٹی پہنائے آپ سنگل صوفے پہ بیٹھی ہیں اب آپ آپ کے گود میں بیٹھی اچھی تو نہیں لگیں گی نہ۔ آرزو نے

اٹھتے ہوئے کہا جس پہ ایاز صاحب نے عطیہ بیگم کی طرف دیکھا جو واقع میں سنگل صوفے پہ بیٹھی تھی اور وہ صوفہ اتنا چھوٹا نہ تھا مگر عطیہ بیگم کچھ صحتمند تھی جس وجہ سے روشنا تو کیا کوئی بچہ بھی بیٹھ نہ پاتا زریں بیگم آرزو کی بات پہ بیچ و تاب کھاتی رہ گئی مگر مہمانوں کی وجہ سے کچھ کہا نہیں فراز نے آنکھیں چھوٹی کیے آرزو کو دیکھا جو بس دیکھنے میں ہی معصوم تھی روشنا نے کوئی تاثر نہیں دیا عطیہ بیگم شرمندہ ہوتی اپنی جگہ سے اٹھی اور دوسرے صوفے پہ آئی جہاں روشنا تھی لائی ونج میں ایک ٹیبل تھی جس کے اطراف تین ڈبل صوفے تھے اور ایک سنگل ٹیبل کے بائیں طرف والے صوفے پہ ایاز صاحب اور زریں بیگم بیٹھی تھی اور دائیں طرف فراز اور اس کا والد مختار حفیظ بیٹھے تھے اور ان کے پاس والے پہ عطیہ بیگم بیٹھی تھی جب کی روشنا اور آرزو ایاز صاحب کے کچھ سامنے والے صوفے پہ تھی۔

اگر کچھ منٹ آپ انتظار کرتی تو میں پاس والے گھر میں اپنی بہن کو بولا لیتی منگنی ہے اگر ان کو پتا لگیں گا کہ ان کے بغیر ہوئی تو برا مانے گی۔ عطیہ بیگم روشنا کو انگھوٹی پہنانے والی تھی جب زریں بیگم نے کہا

آپ ان کو پہلے بولا لیتی نہ۔ فراز نے بڑے تحمل سے کہا ورنہ وہ یہاں آکر پچھتا یا تھا منگنی اس کی تھی اور انگھوٹی پہنا اس کی ماں رہی تھی۔

آپ لوگ اچانک سے آگئیے نہ اگر بتا کر آتے تو ان کو اطلاع کر دیتے۔ آرزو نے بڑی معصومیت سے کہا زرینہ بیگم نے اس کو ایسے دیکھا جیسے سالم نکل جانے کا ارادہ ہو۔ آپ بولا لائے اپنی بہن کو۔ عطیہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

جی میں بس پانچ منٹ میں لیکر آئی۔ زرینہ بیگم کہہ کر جلدی سے نکل گئی۔ نصرت بیگم کے آنے کے بعد عطیہ بیگم نے روشنا کو انگھوٹی پہنائی پھر سب کا منہ میٹھا کر دیا گیا پھر کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ الوداع کر کے نکل گئی نصرت بیگم بھی چلی گئی تھی کیوں وہ جس افراتفری میں آئی تھی گھر کو لاک بھی نہیں کیا تھا اور گھر میں موجود بھی نہیں تھا۔

آآماں کیا ہو گیا ہے؟ سب کے جانے کے بعد زرینہ بیگم نے کھینچ کر اپنی چپل آرزو کی طرف اچھالی جس پہ وہ بلبلا اٹھی اس کا دھیان نہیں تھا اور نہ اپنا بچاؤ ضرور کرتی۔

کیا ہو گیا ہے جانے کس گناہ کی سزا ہو تم آرو۔ زرینہ بیگم نے دوسری چپل بھی اچھالی۔ گناہ کی سزا نہیں پر کسی عمل کا ثواب کہہ سکتی ہیں۔ آرزو نے بڑی مہارت سے اس بار چپل کچ کر کے شان بے نیازی سے کہا ایاز صاحب اور روشنا بس ان کو دیکھ رہے تھے۔ تمہارا دماغ تو میں آج اچھے سے سیٹ کرتی ہوں۔ زرینہ بیگم کہتے ہی یہاں وہاں دیکھنے لگی پھر ان کی نظر ایاز صاحب کے پیرو کے پاس ان کی سلیپر پہ پڑی تو وہ اٹھالی ایاز صاحب

اور روشنانے حیرت سے ان کی طرف دیکھا آج زرینہ بیگم کا انداز ہی کچھ ایسا تھا جیسے میدان جنگ میں ہو اور یہ عہد کیا ہو کہ یا تو مرنا ہے یا مار کے آنا ہے مگر جب آرزو نے اپنے ابا کی چپل ان کے ہاتھ میں دیکھی تو اس کا خون خشک ہو گیا۔

اماں بیٹی ہوں میں آپ کی اور مردوں کی چپلیں بہت بھاری اور وزنی ہوتی ہیں۔ آرزو نے التجا کی

بہت برداشت کیا آروپر تمہیں عقل نہیں آئی ی شرم نہیں آئی ی بہن کے سسرال والوں سے ایسے بات کی۔ زرینہ بیگم نے آرزو کی طرف ایاز صاحب کی سلیر اچھالی جو آرزو کی کمر پہ لگی۔

کچھ غلط تو نہیں کہا تھا سچ ہی بولا تھا۔ آرزو کہتے ہی وہاں سے بھاگ گئی کیوں کی زرینہ بیگم اب ایاز صاحب کا دوسرے پیر والی سلیر بھی لے رہیں تھی پر آرزو تب تک وہاں سے جا چکی تھی۔

آرزو کی وجہ سے ہی تو گھر میں رونق ہے اور تم اس پہ ہی غصہ کرتی ہوں۔ ایاز صاحب نے زرینہ بیگم سے کہا روشنا بھی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

آپ کی اور گھر کی رونق کو اللہ سلامت رکھے۔ زرینہ بیگم جھلا کر کہتی وہاں سے اٹھ گئی ایاز صاحب نے گہری سانس بھری۔



آپ کا ملایا ہوا نمبر فلوقت بند ہے بڑائے مہربانی کچھ دیر بعد کو شش کرے۔

ٹھاہ

زیاد نے موبائل کان سے ہٹائے اور سامنے لگے شیشے پہ دے ماری چھناک کی آواز سے شیشہ کے ساتھ ساتھ اس کا موبائل بھی کئی ٹکروں میں تقسیم ہو گیا آج امریکا آئے اس کا چوتھا دن تھا جانے کتنے نمبر ز اور کتنی کالز کی تھی اس نے ماسوائے نمبر بند جانے کا علاوہ اس کو اور کچھ نہ ملے اس نے یہاں اپارٹمنٹ لے رکھا تھا جب کی نور جہاں ابھی ہو سپٹل میں ایڈمٹ تھی اور یہاں کبھی وہ تو کبھی شجاع غنی آ جاتیں تھے زیاد بے چینی سے یہاں وہاں چکر لگاتا اپنے آپ میں قابو پانے کے چکرو میں تھا کبھی بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑتا تو کبھی اپنی پیشانی مستا وہ یہاں آ تو گیا تھا مگر اب اس کا دل چاہ رہا تھا اڑ کر آرزو کے پاس پاکستان جائے اور آرزو کو جھنجھوڑ کر پوچھے کے کیوں اس کا سکون برباد کر دیا ہے اور خود منظر سے ہٹ گئی تھی اپنا اسیر بنا کر وہ کیوں بے خبر ہو گئی تھی مگر پھر اس کو یاد آتا کہ وہ پاگل خود بنا ہے اس کے پیچھے وہ تو کچھ جانتی بھی نہیں تو وہ کیا پوچھے گا اور کس حیثیت سے ساری غلطی تو اس کی اپنی تھی آرزو کا یا کسی اور کا تو کچھ نہ تھا وہ تو ابھی اس جزبے سے بھی نا آشنا تھی وہ سب سوچتے سوچتے خود کو انگاروں پہ لوٹتا محسوس کر رہا تھا اس کو اپنا وجود جلتا ہوا لگ رہا تھا وہ پچھتا رہا تھا اپنے دوستوں سے یہ بات

چھپا کر اگر ان کو بتاتا تو اس کی خبر ہی لے لیتا کہ کیسی ہے اور فون کیوں بند کر رکھا تھا ایسی لا تعداد سوچے اس کے دماغ میں بھٹک رہی تھی پر بات یہ تھی کہ وہ ابھی ان کو بتانا نہیں چاہتا تھا وجہ آرزو کا کم عمر ہونا تھا وہ کچھ سال انتظار کرنا چاہتا تھا کہ آرزو کچھ بڑی ہو جائے تاکہ اس کو یہ نہ لگے کہ وہ ابھی بھی بچی ہے پر وہ یہاں سے اب جا بھی نہیں سکتا تھا اور یہ ماہ کیسے گزرے گئیں زیادہ کو پتا نہ تھا اس کو اپنا حال ابھی سے ہی برا لگ رہا تھا تو وہ باقی کا صبر کیسے کریگا اس میں اتنی برداشت تو نہ تھی آرزو کے معاملے میں تو بالکل بھی نہ تھی رات کا سکون تو اس کا پہلے ہی برباد تھا اب تو دن کا سکون چین بھی ختم ہو گیا تھا وہ ایسے ہی چکر کاٹ رہا تھا جب شجاع غنی کمرے کے اندر داخل ہوئے ان کی نظر پہلے ہی قیمتی لکڑی سے بنا ہوا ڈریسنگ ٹیبل جہاں مرر پورہ ٹوٹا ہوا تھا اس پہ پڑی پھر نیچے قالین پہ پڑے زیادہ کی موبائل دیکھی جس کو اب موبائل کہنا موبائل کی توہین ہوگی شجاع غنی نے گہری سانس لیکر زیادہ کو دیکھا جو ان کی موجودگی سے بے خبر ابھی بھی چکر کاٹنے میں مصروف تھا وہ آگے آکر بیڈ کے سامنے صوفے پہ بیٹھ گئی اور زیادہ کو دیکھا جو ریڈ کلر کی شرٹ جس میں اس کے کسرتی بازو جھانک رہے تھے اور ساتھ میں اس نے بلیک کلر کی پینٹ پہنی ہوئے تھا سلکی کالے بال بے ترتیب سے تھے ہینزل گرین آنکھوں میں سرخ لال ڈورے تھے ان کو زیادہ کی ایسی حالت کی سمجھ میں

نہیں آئی انہوں نے گلا کھنکھار کر زیادہ کو اپنے ہونے کا احساس دلایا تو زیادہ جو یہاں وہاں چکر لگانے میں مصروف تھا ان کی آمد پہ کچھ چونکہ اٹھا اور ان کی طرف دیکھا جو دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنائے ان پہ اپنی ٹھوری جمائے فرصت سے اس کی حرکات نوٹ کر رہے تھے زیادہ نے جلدی سے خود کو کمپوز کیا۔

کوئی کام تھا؟ زیادہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

ہو سپٹل کے لیے نکلنا ہے وہی بتانے آیا تھا پر یہاں تو نظارہ ہی کچھ الگ ہے۔ شجاع غنی کا اشارہ ٹوٹیں ہوئے موبائل اور ڈریسنگ ٹیبل کے مرر کی طرف تھا۔ آپ چلے جاتیں میں خود آجاتا۔ زیادہ ان کی آخری بات نظر انداز کرتا بولا۔

کیب میں نے بک کروالی ہے سوچا ساتھ نکلتے ہیں۔ شجاع غنی نے صاف بات کی۔

میں کپڑے چینج کروں۔ زیادہ نے کہتے ہی وارڈ راب سے کوئی ڈریس نکالنے لگا۔

موبائل توڑنا نہیں چاہیے تھا پاکستان سے تم کوئی رابطہ کر سکتا ہے اور بھی بہت ہی ضروری کام ہوتے ہیں۔ شجاع غنی کی بات پہ اس کے ہاتھ شرٹ نکالتے ہوئے تھے۔

میں نیا لے لوں گا۔ زیادہ نے کہا۔

میں باہر انتظار کر رہا ہوں آجانا اور یہ گند تم نے خود ہی صاف کرنا ہے یہ پاکستان نہیں جہاں تمہارے نوکر سارے کام کر جائے گی۔ شجاع غنی نے اس کو کہتے کمرے سے نکل گئی جب کی زیاد نے دروازے بند ہونے کی آواز پہ سامنے طنزیہ نظروں سے دیکھا۔

اب زیاد خانزادہ صفائی کی کریگانیور۔ زیاد مغرور انداز میں کہتا ٹیچ واش روم کی جانب بڑھ گیا اور زور سے اس کا دروازہ بند کیا



اسلام علیکم خالا عاشر ہے گھر پہ؟ آرزو نصرت بیگم کے گھر آکر سلام کے بعد بولی۔
وعلیکم اسلام میری بچی ہاں عاشر گھر پہ ہی ہے پڑھ رہا ہوگا۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر اس سے مل کر بولی۔

اچھا تو میں اس کے کمرے میں جا رہی ہوں۔ آرزو نے مسکرا کر کہا۔
کمرے میں نہیں وہ اسٹڈی روم میں ہے۔ نصرت بیگم نے بتایا تو وہ سدھا جا کر رائیٹ سائیڈ میں گئی جہاں اسٹڈی روم تھا اس نے دروازے کو ہلکا سا پیش کیا تو وہ چڑکی آواز سے کھلتا گیا عاشر جو کتاب پہ جھکا ہوا تھا دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے سراٹھا کے دیکھا تو آرزو کھڑی تھی جو اس کے دیکھنے پہ مسکرا کر ہاتھ ہلا رہی تھی عاشر نے ایک نظر

دیکھ کر اپنے کام میں لگ گیا آرزو نے گھور کر اس کو دیکھا جو اس کی موجودگی نظر انداز کر گیا تھا آخر کرتا بھی کیوں نہ وہ دو دن بعد اس کو منانے آئی تھی اس بیچ میں نہ عاشر اس کے پاس آیا تھا اور نہ آرزو پر آج اس کے آتادیکھا تو اس نے ناراضی کا احساس کروانا لازمی سمجھا۔

ناراض ہو؟ آرزو اس کے پاس آکر معصومیت سے پوچھنے لگی۔ عاشر نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنے کورس کی کتاب کی طرف نظریں کی۔
سوری۔ آرزو نے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پہ رکھ کر کہا۔

مجھے پڑھنا ہے باہر جاؤ۔ عاشر نے سنجیدگی سے کہا۔
عاشر معافی مانگ رہی ہوں نہ تو ختم کرو اب تم اپنا ایڈیٹوڈ۔ آرزو نے اب کچھ چڑکے کہا۔

میں ایڈیٹوڈ دیکھاؤ یا ناراض رہوں تمہیں کونسا فرق پڑتا ہے۔ عاشر نے بنا دیکھے کہا۔
یہ کیسی بات ہوئی مجھے کیوں فرق نہیں پڑے گا۔ آرزو کو عاشر کی بات سمجھ نہیں آئی۔

تو فرق پڑے گا؟ عاشر نے سنجیدگی سے دیکھ کر پوچھا۔

ہاں بہت ہم دوست ہے آپس میں اور کزن بھی ہمارے بیچ کبھی اتنی دیروالی ناراضی نہیں رہی جتنی اس بار ہے مجھے اچھا نہیں لگ رہا آئے نو میں نے اس دن براری ایکٹ کیا تھا پر میں شرمندہ ہوں اس لیے معافی مانگنے آئی ہوں تاکہ تمہارا موڈ ٹھیک ہو جائے اور ہم پہلے کی طرح ہو جائے اور تم ہو جو منہ پھلائے بیٹھے ہو۔ آرزو نے ایک سانس میں کہہ ڈالا۔

ہاں ہم دوست ہے۔ عاشر عجیب سے انداز میں مسکراتا سر جھٹک کے بولا جب کی آرزو کو عاشر آج ٹھیک نہیں لگا۔

تو کیا نہیں ہے؟ آرزو نے سوال کیا۔
ہیں۔ عاشر نے بس اتنا کہا۔

نظر انداز کیوں کر رہے ہو کتاب تم بھی اچھا دو میرے اُپر حساب برابر۔ آرزو نے آسان ساحل دیا۔

نہیں ہوں میں ناراض۔ عاشر نے کہا۔

عاشر پلیز سوری سچی والا۔ آرزو نے بازو سے پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے کہا۔
مجھے بہت برا لگا تھا آرزو۔ عاشر نے شکوہ کیا۔

سوری۔ آرزو نے معصوم شکل بنائی۔

بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنا تم نے ری ایکٹ کیا۔ عاشر نے مزید کہا۔

سوری۔ آرزو نے شکل کو اور معصوم بنایا۔

تم کوئی بھاری چیز بھی میرے اُپر ڈالتی میں اف نہ کہتا پر تمہارا رویہ مجھے برا لگا اور کچھ

نہیں۔ عاشر نے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹا کر کہا۔

سوری۔ آرزو نے شرمندگی سے کہا۔

ہمارے درمیاں پہلے کبھی ایسا کچھ نہیں ہوا اور نہ تم نے یا میں نے ایسی بد تمیزی

کی۔ عاشر نے گھور کر کہا۔

سوری۔ آرزو نے وہی لفظ کہا۔

آئی ندہ ایسا نہ ہو۔ عاشر نے وارن کیا۔

ہاں نہیں ہوگا۔ آرزو نے شکر کا سانس لیکر کہا۔

اچھا کیا بات تھی جو تم اتنا چڑگئی تھی کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ۔ عاشر اب پہلے

کی طرح نارمل لہجے میں بولا اس کا دل صاف ہو گیا آرزو کو احساس ہو گیا اور اس نے

معافی مانگی تو ورنہ دو دن وہ خود اپسیٹ تھا وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا کیوں کی وہ

تو ناراض تھا نہ دوسری بات کہ آرزو بھی نہیں آئی تھی اس لیے وہ بھی خاموش ہو گیا

تھا اس کو فیل ہونے لگا تھا کہ جیسے آرزو بدل گئی ہو اور اب اس کو کسی عاشر کی

ضرورت نہیں پر آرزو کے آنے پہ اس کے خدشات ختم ہوئے تو اپنا آپ ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔

پریشان نہیں ہے کوئی پریشانی بھی مجھ سے پریشان رہتی ہے۔ آرزو نے فخر یہ بتایا جس پہ عاشق نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

آرزو تم کبھی مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتی اب بھی نہیں چھپاؤ۔ عاشق نے پھر سے پوچھا۔

تمہیں لگتا ہے میں کوئی بات تمہیں بتائے بنا رہ سکتی ہوں۔ آرزو نے اُلٹا اس سے

سوال کیا
لگتا تو نہیں پر میرے یہ دو دن بہت بورنگ گزرے ہیں کیوں کی تمہاری کوئی بات نہیں سنی نہ۔ عاشق نے مسکرا کر کہا

ہائے میرے بھی قسم اتنی باتیں جمع کی ہیں میں نے۔ آرزو نے پر جوش آواز میں کہا۔
اچھا کونسی بات؟ عاشق ہمہ تن گوش ہوا۔

آپ کی منگنی ہو گئی۔ عاشق جو غور سے بات سننے میں لگا تھا گھور کر آرزو کو دیکھا

توبہ ہے آرزو یہ تو میں جانتا ہوں نہ۔ عاشر نے بیزاری سے کہا تو آرزو نے منگنی کے بعد والا واقع بتایا کہ کیسے زرینہ بیگم نے اس پہ چپلوں کی برسات کی اپنی گئی تو ابا کی چپل سے عاشر شک سا آرزو کی باتیں سن رہا تھا
 خالا تو بہت خطرناک ہیں۔ عاشر ہنس کے بولا۔
 ہاں نہ ان کو کسی انڈر ورڈ خاندان سے ہونا چاہیے تھا۔ آرزو نے عاشر کی بات پہ اتفاق کیا۔

اٹھو۔ عاشر اپنی جگہ سے اٹھتا بولا
 کیوں؟ آرزو اٹھ کر بولی۔
 ہفتے بعد ایک زامز ہیں اور کل سے میں زیادہ تر دوستوں کے ساتھ کمبائی ن اسٹڈی کروں گا
 اس لیے آج باہر لے چلتا ہوں تمہیں اس دن نہیں لے چلا تھا نہ اور میں بھی مصروف
 ہو جاؤ گا اس لیے اس بیچ کوئی فرمائش نہیں کرنا۔ عاشر نے جواب دے کر خبردار کیا۔

دل خوش کر دیا۔ آرزو نے چہک کر کہا۔
 اچھا اب تم باہر جاؤ میں بکس سمیٹ کر آتا ہوں۔ عاشر مسکرا کر بولا تو آرزو سر ہلاتی باہر گئی۔

آؤ آرزو ادھر بیٹھو۔ آرزو اسٹڈی سے جیسے نکلی نصرت بیگم ٹرے کچن سے لیتی نکلی جس میں چائے کی کتیلی اور ننگس تھے۔

جی خالا۔ آرزو ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔

سب کھاؤ۔ نصرت بیگم نے کھانے کا کہا

عاشر آئے تب تک میں چائے پیتی ہوں۔ آرزو نے مسکرا کر کہا اور اپنے لیے چائے نکالنے لگی۔

عاشر بھی آگیا۔ نصرت بیگم عاشر کو آتا دیکھ کر کہا۔

تم یہی کھانے پہ بیٹھ گئی۔ عاشر نے آرزو کے سر پہ تھپڑ رسید کیا اور اپنے لیے ننگس اٹھائے۔

تو تمہیں کیا۔ آرزو نے منہ بنایا۔

ناراضگی ختم ہوگئی تم دونوں کی؟ نصرت بیگم نے ان دونوں کو ساتھ مسکراتا دیکھا تو پوچھا۔

آپ کو کیسے پتا۔ دونوں نے ساتھ ہی پوچھا پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

پتا کیسے نہ چلتا دونوں کو اچھے سے جانتی ہوں میں۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر کہا۔

پھر ابھی۔ آرزو کو تجسس ہوا۔

عاشق خاموش خاموش سا تھا تو پہلے مجھے لگا امتحانوں کا برڈن ہے شاید اس وجہ سے پھر
جب وہ گھر سے کم نکلتا اور کھانے پہ دھیان نہیں دیا اس کے بعد زینہ نے بتایا تو پتا لگ
گیا۔ نصرت بیگم نے بتا دیا۔

اچھا تو یہ بات ہے۔ آرزو بولی۔

جی۔ نصرت بیگم ہنس کے بولی۔

پتا نہیں تھا میرے بات نہ کرنے پہ ایسے ہو جاؤ گے۔ آرزو نے عاشق کے کندھے سے
اپنا کندھا ٹکڑا کر شرارت سے کہا۔

ظاہر میری موٹو دوست ہو ادا سی تو ہو گی نہ۔ عاشق نے مظلوم شکل بنائی۔

ایسے ہی خوش رہو۔ نصرت بیگم نے دعا دی۔

اب چلیں۔ عاشق اپنی چائے ختم کرتے بولا۔

ہاں چلو۔ آرزو بھی جلدی سے اٹھ بیٹھی۔

عاشق بائی یک آہستہ چلانا۔ نصرت بیگم نے تنبیہ کی۔

آپ فکر نہ کریں امی ہر بار ایک ہی حادثہ نہیں ہوتا۔ عاشق نے تسلی دی۔

آؤ اب۔ آرزو نے اس کا ہاتھ پکڑتے باہر کی جانب کھینچا۔

پہلے آئی سکریم اس کے بعد تم مجھے چوڑیاں خرید کے دو گے پھر ہم گول گپیں بھی
 کھائی یں گیں۔ آرزو اس کے پیچھے بائی یک پہ بیٹھتی ہوئی ی بولی
 چپ چاپ آئی سکریم ہی کھانا بس اور کچھ نہیں مجھے اور بھی کام ہے۔ عاشر نے بائی یک
 اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا

اب کی میں نے ناراض ہو جانا ہے۔ آرزو نے وارن کیا
 مرضی ہے۔ عاشر لاپرواہی سے بولا تو آرزو نے اس کی پیٹھ پہ تھپڑ مارا۔



ہم بات کر سکتیں ہیں؟ روشنائی بریری میں تھی جب علید ان اس کے سامنے والی
 چچی رپہ بیٹھ کر بولا۔

مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔ روشنائی سہولت سے انکار کیا۔

روشنائی پلینز۔ علید ان نے اس کا ہاتھ جو ٹیبل پہ رکھا تھا وہ تھام کر بولا تو اس کی نظر پہنی
 ہوئی ی انگھوٹھی پہ پڑی تو وہ شک سارو شنکو دیکھنے لگا جس نے فورن سے پہلے اس کے
 ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

مسٹر علید ان آپ پلینز مجھے ہاتھ مت لگایا کریں۔ لائی بریری میں ہونے کی وجہ سے
 روشنائی دھیمی مگر سخت آواز میں کہا۔

انگلیجمنٹ رنگ ہے؟ علید ان کو اپنی آواز کھائی ی سے آتی محسوس ہوئی ی۔

جی بلکل۔ روشنانے کہا جب کی اس کو دیکھنے سے گریز کیا تھا جانے کیوں اس کو علیدا ان سے سامنا کرنا مشکل لگ رہا تھا۔

تم یہ منگنی توڑ دو۔ علیدا ان نے شدت پسندی سے بولا اس کی بات پہ روشنا کو اپنی سماعت پہ یقین نہ آیا کہ کیا واقع اس نے جو سنا وہ سچ ہے۔
آپ کا دماغ ٹھیک ہے؟ روشنانے دانت پیستے کہا۔
نہیں۔ جواب فورن سے آیا۔

تو علاج کروائے میرا خراب نہیں کریں دماغ۔ روشنانے گھور کر کہا۔
روشنا آئی لو یو پلیز یہ منگنی ختم کر دو میں نہیں رہ سکتا تمہارے بنا جب سے تم نے یہ بات بتائی میں ایک پل سکون کا سانس نہیں لے پایا سوچ سوچ کر میرا دماغ شل ہو گیا پر میں نے بہت سوچا اور یہی بات معلوم ہوئی کہ میں روشنا کی اب بس ہوئی تھی اس نے بنا لحاظ کیے علیدا ان کے گال پہ تھپڑ جڑ دیا علیدا ان گال پہ ہاتھ رکھے بے یقین سے روشنا کو دیکھنے لگا جو تیز تیز سانس لے رہی تھی روشنانے ایک حقارت بھری نظر اس پہ ڈالی اور لائی بریری سے نکلی علیدا ان فورن سے اس کے پیچھے گیا۔

روشنا میری بات سنو۔ علیدا ان اس کے سامنے آکر منت بھرے لہجے میں بولا اس کو اپنا آپ حد سے زیادہ بے بس محسوس ہو رہا تھا وہ چاہ کر بھی اپنی فیلینگز اچھے سے روشنا کے سامنے ایکسپریس نہیں کر پارہا تھا اور نہ روشنا اس کو موقع نہیں دے رہی تھی۔

کیا بات سنو ہاں کیا بات تم سمجھتے کیا وہ میں تمہارے بہکاوے میں آجاؤں گی تو سن لو میں ان میں سے نہیں کو پیار کے دو بول سن کر ایمپریس ہو جاؤ گی اور تمہیں شرم نہیں آئی مجھ سے ایسی گھٹیا گفتگو کرتے ہوئے۔ روشنا نے تیز آواز میں علیدا ان سے وہ کب آپ سے تم کا سفر کر گئی اس کو پتا نہیں لگا۔

روشنا آہستہ سب دیکھ رہے ہیں۔ علیدا ان نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا جہاں کچھ اسٹوڈنٹس ان کو دیکھ کر گزر رہے تھے

کیوں ڈر لگ رہا ہے اپنی عزت خراب ہونے کا۔ روشنا نے طنزیہ پوچھا۔

مجھے تمہاری پرواہ ہے میں نہیں چاہتا کہ لوگ باتیں بنائے تمہارے بارے

میں۔ علیدا ان نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا جہاں اس کے لیے سوائے

نفرت کے کچھ نہ تھا اس کو روشنا کی نظروں میں اپنے لیے ایسے نفرت دیکھ کر چھن سے

اپنے اندر کچھ ٹوٹا محسوس ہوا پر وہ مرد تھا اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھنا وہ اچھے سے جانتا

تھا۔

میری پرواہ مت کرو کوئی ضرورت نہیں اچھے سے جانتی ہوں میں تم جیسے مردو کو۔ روشنا چیخ کے بولی جب کی علیدا ان بے بسی اس کی جانب دیکھا جس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

محبت ہے تم سے آج یا کل سے نہیں جب پہلی دفع دیکھا تھا نہ تب سے ہی۔ علیدا ان نے ایک اور کوشش کی وقاص اور احمد بھی وہاں آگئی تھیں اور سارا معاملہ وہ جان گئی تھیں۔

میں نہیں کرتی جان گئی اب میرا راستہ مت روکیے گا کیوں کی سوائے ناکامی ہے کچھ نہیں ملیں گا۔ روشنا کہتے ہی ایک پل نہیں رکی تھی علیدا ان نے پھر اس کو روکا نہیں تھا وہ تو اپنی جگہ پتھر کا ہو گیا تھا جیسے اپنی جگہ جم گیا ہو اور ہلنے کی سکت اس میں نہ تھی آنکھیں پتھر اسی گئی تھی ایک آنسو اس کی آنکھ سے گر کر بے مول ہوا تھا۔ کبھی ایک خواب سادہ دیکھا تھا میں نے

کہ تم میرے ہو اور میرے لیے ہو



زندگی کسی ایک کے لیے نہیں رکتی اور نہ کسی ایک کے جانے سے ختم ہو جاتی ہیں زندگی میں ہم اس دنیا میں جانے کتنے لوگوں سے ملتے ہیں کن کو ہم اچھے لگتے ہیں اور کوئی ہمیں اچھا لگتا ہے ایسے ہی ان سب کی زندگیوں میں بدلاؤ سا آ گیا تھا ایک سال پر لگا کر

اُڑ گیا تھا روشن کا کالج میں اب لاسٹ ای ٹی رہا تھا علید ان نے اس دن کے بعد کالج نہیں
 گیا تھا سوائے اپنے پیپرز کے علاوہ وہ اب اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا تھا اور اس کی
 مصروفیت تھی بزنس پہ دھیان دینا وہ سنجیدہ ہو گیا تھا اور سب کو اس کی سنجیدگی سے
 وحشت ہوتی تھی مگر سوائے وقاص اور احمد کے اس کی سنجیدگی وجہ کوئی نہیں جانتا
 تھا وقاص اور احمد نے بزنس جانا شروع کر دیا تھا عاشر نے انٹری ٹیسٹ پاس کر لیا تھا
 جس پہ اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی آرزو اب انٹر کے ایکزامز کی تیاری میں تھی اور وہ بھی
 عاشر کی خوشی میں خوش ہو گئی تھی روشن کے سسرال والوں نے اب شادی کا شور
 مچایا ہوا تھا مگر ایاز صاحب نے کچھ وقت مانگا تھا روشن بھی ایک سال اپنی پڑھائی مکمل
 کرنا چاہتی تھی زیادہ کا ان سے بس فون پہ رابطہ ہوتا تھا وہ ایک دوبار آمریکا گئی تھیں
 تھے اس کے بعد ان کا جانا نہ ہو سکا تھا



کیسا محسوس ہو رہا ہے آپ کو؟ زیادہ نے نور جہاں سے پوچھا جن کی پٹی آج کھلنے والی تھی
 زیادہ نے اس ایک سال میں ان کا بے حد خیال رکھا تھا اور ان کا سارا خرچ خود اٹھایا تھا اور
 اس ایک سال میں زیادہ ایک بار بھی کراچی نہیں گیا تھا اور نہ گھر والوں سے کسی سے
 رابطہ کیا تھا اسرار صاحب کو کافی دکھ ہوا تھا زیادہ کی اتنی بے اعتنائی پہ جو ان کو اس

قابل بھی نہیں سمجھ رہا تھا کہ کچھ بتائے ان کو ماہی بیگم بھی زیادہ سے ناراض تھی کیوں کی ان کو بھی کال پہ بتایا تھا۔

بہت اچھا آج اتنے ٹائی م بعد میں ٹھیک ہو جاؤں گی اور اپنی نارمل زندگی گزاروں گی۔ نور جہاں نے مسکرا کر کہا۔

یہ بات توں ہے اب آپ دل تھام لیں۔ زیادہ نہ کہا تبھی کچھ ڈاکٹر زوہاں آئی ہیں زیادہ ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا تھا جب کی ایک نرس نے آرام سے اور آہستہ آہستہ نور جہاں کے چہرے سے پٹی ہٹاتی گئی ہیں زیادہ مسکراتا ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا اس نے سب ٹھیک کر دیا تھا اور اس کو لڑکھڑانے نہیں دیا تھا پورے چہرے سے پٹی اُترنے کے بعد دوسری نرس نے ایک مر ران کے سامنے کیا نور جہاں نے جب اپنا چہرہ آئی نے میں دیکھا تو تشکر سے ان کی آنکھوں میں آنسوؤں آگئی تھیں زیادہ نے آگے بھر کر ان کو اپنے ساتھ لگایا اور ان کا ماتھا چوم کر مبارک دی۔



مبارک ہو خالا کے چہرے سے پٹی اُتر گئی زیادہ کا فون آیا تھا کافی خوش تھا۔ وقاص ریسٹورنٹ آکر پہلی یہی خبر دی اور اپنی جگہ بیٹھا آج اُتار تھا تو وقاص نے ضد کر کے سب کو اکٹھا کیا تھا ورنہ بہانے بہت تھے کہ پھر کبھی ملیں گیں۔

ماشاء اللہ یہ تو بہت اچھا ہوا اب زیاد بھی واپس آئے گا بہت یاد آرہا ہے۔ ہمایوں نے چاولوں کا اسپون منہ میں ڈالیں کہا۔

ہاں اب آنا تو چاہیے اس کو کیا پتا ایک مہینے تک آجائے۔ احمد نے پرسوج لہجے میں کہا۔
تم کیوں اب اتنا خاموش رہنے لگیں ہو زبان گم ہو گئی ہے کیا۔ ہمایوں نے خاموش بیٹھے علید ان کو ٹوکا جو کوئی ری اسپونس ہی نہیں کر رہا تھا

خاموشی بے وجہ نہیں ہوتی صاحب
کچھ درد آواز چھین لیتے ہیں

سر میں درد ہے کچھ۔ علید ان نے جواب دیا۔
آج کل بہت درد ہونا لگا ہے میں آج کی بات نہیں کر رہا تم تو اب عموماً خاموش چپ اداس ہی ہوتے ہو۔ ہمایوں نے جواب کہا تو علید ان اب کچھ نہ بولا بس کولڈ ڈرنک پینے لگا جب کی وقاص اور احمد نے ایک دوسرے کو دیکھا ان دونوں نے بہت کوشش کی تھی علید ان کو سمجھانے کی پر وہ علید ان تو جیسے کانوں میں روئی ی ٹھوس بیٹھا تھا جو ان کی بات سن ہی نہیں رہا تھا۔

زیاد سے میں بات کروں گا کچھ دن بعد میری شادی ہوگی تاکہ وہ بھی شامل ہونہ امی نے جلدی مچائی ی ہوئی ی ہے وہ تو بس میں نے جانے کیسے ان کو ٹالا ہوا ہے۔ ہمایوں نے

اپنا پرانہ دُکھرار ویا اس کا بچپن سے ہی اپنی چچا زاد سے رشتہ طئی تھا اور اب جب ان کی پڑھائی پوری ہو گئی تھی تو اس کی ماں شادی کروانا چاہتی تھی پر ہمایوں زیاد کا پاکستان میں نہ ہونے کی وجہ سے منع کیے ہوئے تھا پر اس کی ماں نے غصے سے شادی کا کہا تو ہمایوں اب زیاد سے کہنا چاہتا تھا کہ واپس آجائے تک اس کی جان خلاصی ہو۔

کچھ مائیں تمہاری ماں جیسی بھی ہوتی ہیں جن کو اپنے بیٹوں کی شادی کی بچپن میں ہی فکر ہوتی ہے اور ایک ہماری مائیں ہیں جو ان کے بیٹے اُنٹھ جتنے ہو گئے ہیں تب بھی کوئی پرواہ نہیں۔ وقاص نے جلے دل کے پھپھوڑے پھوڑے۔

تو تم خود ہی لڑکی تلاش کر کے شادی کر لوں۔ احمد نے مشورہ دیا۔

تاکہ میرے ابا ایک منٹ نہ لگائی میں میرا سر قلم کرنے میں۔ وقاص نے دانت پیسے۔

تو صبر کرو جب تمہاری اماں کو پتا لگے کہ ان کا بیٹا بڑا ہو گیا ہے یا خود ہی ان کے کان میں یہ بات ڈالوں۔ ہمایوں نے ہنس کے کہا۔

ارے واہ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ وقاص کو ہمایوں کا مشورہ پسند آیا۔

اب رہتے ہیں یہ دونوں۔ ہمایوں نے احمد اور علید ان کی طرف اشارہ کیا۔

میری بس لڑکی مان جائے۔ احمد نے دل میں سوچا زبان سے کہہ کر اپنی شامت نہیں منگوانی تھی۔



آرزو

آرزو

وہ گہری نیند میں تھی جب اپنی ماں کی چنگارتی آواز پہ گڑ بڑا کراٹھ بیٹھی اور کمرے میں دیکھا تو پتا چلا کہ آواز لائی ونج میں دے رہی ہیں۔

یہ صبح اماں کیا ہو گیا جو اتنے پیار سے بولا رہی ہیں۔ آرزو اپنے چہرے سے بال ہٹا کر کہا اور منہ بناتی کمرے سے نکلی جہاں روشنا خاموش کھڑی تھی جب زرینہ بیگم آگ بگولہ بنی۔

آپ نے بلایا اماں۔ آرزو نے جمائی لیٹے ہوئے کہا۔
جی مہارانی صاحبہ یہ دیکھو کیا ہے یہ۔ زرینہ بیگم نے طنزیہ کہہ کر اس کو ٹیبل پہ رکھے کپڑوں کی جانب اشارہ کر کے کہا تو آرزو نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔

کپڑے ہیں اور کیا آپ یہ آپ سے بھی پوچھ سکتی تھی خوا مخواہ میری نیند خرابی کی۔ آرزو بے زاری سے بولی۔

نالائق یہ کپڑو کا حشر کیا کر ڈالا پہلی دفع کوئی کام اور آسان سا کام دیا تھا وہ بھی تم نے نہیں کیا۔ زرینہ بیگم سر پکڑ کے بولی۔ تو آرزو نے ہر ایک جوڑے کو دیکھا زرینہ بیگم نے اس کو کپڑے دھونے کا کہا تھا اور سمجھایا بھی تھا کہ کیسے دھونے ہوتی ہیں آرزو

نے احتجاج بہت کیا کہ وہ نہیں کرے گی کوئی کام و ام پر زریں بیگم نے بھی ٹھان لی تھی کہ وہ اب آرزو کو سدھار کے رہے گی جو ان کے بس کی بات نہ تھی۔

چمک تو رہے ہیں ایسے تو آپ نے پوری زندگی میں نہیں دوھوئی ہیں ہو گئیں جتنے میں نے پہلی دفع دھو کر دی ئی ہیں۔ آرزو نے فخر یہ بتایا۔

بلکل میں نے کبھی ایسے کبھی کپڑے نہیں دھوئے۔ زریں بیگم نے اپنا ایک جوڑا اس کے منہ پہ مار کے کہا۔

اوو ہوا ماں اب آپ اپنے کپڑے بھی مارے گی۔ آرزو جھنجلاہٹ سے بولی۔

یہ جوڑا دیکھو میرا نیا تھا اور اب سفید سے گلابی ہو گیا ہے۔ زریں بیگم نے گھور کے کہا تو آرزو نے آنکھیں پھاڑ کر ان کی قمیص کو دیکھا جہاں گلابی رنگ چڑھا ہوا تھا۔

یہ معجزہ کیسا ہوا؟ آرزو پر جوش ہوئی۔

معجزے کی کچھ لگتی میں نے کہا تھا نہ کے کپڑے الگ الگ کر کے دھونا ورنہ رنگ چڑھاتا ہے کر دیا نہ ستیاناس کپڑوں کا۔ زریں بیگم غصے سے بولی۔

اماں مجھے یہ الزام نہ دے اب آپ ایک تو مجھ معصوم کو اتنا کام کروایا کل آپ نے اور اب توبہ۔ آرزو نے منہ بنایا۔

کام دیکھ رہا ہے کیسے کیا ہے۔ زریں بیگم نے طنز یہ کہا۔

الگ الگ کپڑے دھوتی تو وقت لگتا اور زیادہ وقت لگتا تو وقت ضائع ہوتا اور ہمیں وقت کی قدر کرنی چاہیے۔ آرزو نے اپنی عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔

آروا بھی کے لیے دفع ہو جاؤ اس سے پہلے میرا پارہ اور ہائی ہو جائے۔ زرینہ بیگم نے اس کو جانے کا بولا۔

آپ کا پارہ تو بس میرے لیے آسمان پہ ہوتا ہے۔ آرزو نے کہتی واک آؤٹ کر گئی۔

اماں کیوں غصہ ہوتی ہیں اس پہ ابھی چھوٹی ہے بعد میں سیکھ لیں گی۔ روشنانے آرزو کے جانے کے بعد اپنی ماں سمجھایا۔

چھوٹی نہیں ہے اب بیس کی ہونے والی ہے اور ابھی تک چائے کا پانی اُبالنا نہیں آتا۔ زرینہ بیگم جل کے بولی۔

میں سیکھاؤ گی نہ تو کر لے گی سب کام۔ روشنانے مسکرا کر کہا۔

ہاں وہ تو جیسے سیکھ جائے گی اب اس کے شادی کی عمر ہے سسرال جا کر کیا کرے گی اگر یہی حال رہا نہ تو گھر میں بیٹھی رہے گی۔ زرینہ بیگم کچھ زیادہ ہی غصہ تھی۔

اماں کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ اچھا اچھا سوچیں اور آرزو اتنی بھی نا سمجھ نہیں اور شادی ابھی تو آپ رہنے دے۔ روشنانے ان کا ہاتھ پکڑتے کہا۔

آرو کو چھوڑو میری بات سنو کل عطیہ بہن آئے گی تو تم تیاری کر لینا۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

وہ کیوں آئے گی؟ روشنانے سوال کیا
پتا نہیں کوئی ضروری بات ہے کہہ رہی تھی اب جب آئے تو پتا چلیں۔ زرینہ بیگم نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

شادی کی بات تو نہیں۔ روشنانے پوچھا
نہیں جب آئے گی تو پتا لگیں گائیں نے سوچا بتا دو تم آرزو کو سمجھانا ان سے اچھے بات کرے اور شاید فراز بھی ہو تو تم کوئی اچھا سا ڈریس پہننا۔ زرینہ بیگم اس کو ہدایت کرتی کچن کی طرف گئی جب کی ان کی آخری بات پہ روشنانے گہری سانس لی۔



دیکھا کتابِ عشق کے اوراق میں

اول بھی تیرا نام تھا آخر بھی تیرا نام۔

زیاد نے اپنی پکینگ کر لی تھی دو دن بعد ان کی فلائٹ تھی شجاع غنی ایک دن پہلے ہی جا چکے تھے نور جہاں اور زیاد کو بعد میں جانا تھا وہ بیگ بیڈ پہ رکھے خود صوفے پہ نیم دراز تھا اور موبائل سامنے کیے آرزو کی تصویر دیکھ رہا تھا یہ تصویر زیاد نے آرزو کا اسٹیٹس پہ دیکھ چوڑی کی تھی ساتھ میں آرزو کے روشنانے بھی تھی مگر زیاد نے تصویر کروپ کر کے

وہ میٹنگ کینسل کر دے چار بجے جو ابراہیم انڈسٹری کے ساتھ تھی بس وہ فکس کرے۔ علیدان نے سنجیدگی سے کہا۔

بٹ سر سات بجے والی میٹنگ از امپورٹنٹ اسد اللہ سر نے بہت کہا تھا کہ میں اس کی پریزنٹیشن بہت اچھے سے تیاری کرو اور اگر ان کو پتا چل جائے گا تو غصہ کرے گیں اور نقصان الگ ہو گا۔ فضا نے پریشانی سے بتایا

آپ نے پریزنٹیشن اچھے سے تیار کی ہو گی یقیناً اور ڈیڈ کو میں بتا دوں گا۔ علیدان نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ایک دوسرے میں بھنسا کر کہا۔

اوکے سر۔ فضا کہہ کر فائل ہاتھ میں لیتی کیمین سے نکل گئی علیدان فضا کے جاتے لیپ ٹاپ میں بزی ہو گیا جبھی اس کا موبائل رینگ کرنے لگا تو اس نے اسکرین پہ نظر ڈالی تو ماں کا لنگ لکھا آ رہا تھا۔

اسلام علیکم امی۔ علیدان نے کال اٹھا کر سلام کیا

و علیکم اسلام علیدان شام میں تمہاری کوئی میٹنگ توں نہیں ہے نہ؟ نمازیگم نے

سوال کا جواب دے کر پوچھا۔

کیوں؟ علیدان نے پوچھا۔

ہاں اگر ہے تو کینسل کر لینا اور شام میں جلدی آجانا کیوں کی نہیہا آرہی ہے گھر پہ تو۔ نرما بیگم نے خوشی سے بتایا جب کی علیدا ان کا بگڑا موڈ اور خراب ہوا کیوں کی پچھلے سال سے لیکر نرما بیگم علیدا ان کو راضی کرنے میں لگی ہوئی ی ہے کہ وہ ان کے بھائی کی بیٹی نہیہا سے شادی کر لیں جس پہ علیدا ان نے صاف انکار کر دیا تھا مگر نرما بیگم ہر ممکن کوشش کر رہی تھی علیدا ان کو منانے میں۔

امی نہیہا آرہی ہے تو میں کیا کروں اور آج میں بہت بڑی ہوں میری بہت ضروری یہ ٹینگز ہیں جو میں نہیہا کے لیے کینسل نہیں کر سکتا تھا۔ علیدا ان نے با مشکل اپنا لہجہ نارمل کیے کہا۔

دانی میں کچھ نہیں سن رہی تھوڑا خیال کر لوں کزن ہے وہ تمہاری کتنا برا لگیں گا۔ نرما بیگم نے دو ٹوک انداز اپنایا۔

امی اس کو برا نہیں لگیں گا اور دوسری بات حفصہ ہے نہ میری کیا ضرورت ہوگی اور رات کو شاید مجھے آنے میں دیر ہو جائے کام بہت زیادہ ہے آج۔ علیدا ان نے دوبارہ انکار کیا۔

ٹھیک ہے۔ نرما بیگم کہتے ہی کال کٹ کر گئی جب کی علیدا ان نے انٹر کام اٹھایا اور اپنی سیکریٹری سے کہا۔

مس فضا شام سات بجے والی میٹنگ کینسل مت کرئیے گا۔
اوکے سرا چھا ہوا آپ نے ابھی کہہ دیا ورنہ بہت برا لو سٹ ہو سکتا تھا۔ فضا نے علیدا ان
کی بات سن کر کہا جس پہ علیدا ان نے بس ہممم کہا کچھ بھی ہو پر وہ ابھہ شادی کے نام سے
بھی دور بھاگنا چاہتا تھا وہ چاہ کر بھی روشنا کو بھول نہیں پارہا تھا اس کے تھپڑ کی گونج وہ
آج بھی محسوس کرتا تھا جس پہ اس کے انا کو ٹھیس تو نہیں پہنچتی تھی مگر دل ضرور تڑپتا
تھا اپنی محبت کی ناقدری پہ پر وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا یا کرنا نہیں چاہتا تھا۔
حقیقی عشق تو وہ ہے جو

حد میں رہ کر بے حد کیا جائے۔
NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsana | Article

ایاز بھائی کی گھر نہیں ہے کیا؟ عطیہ بیگم نے چائے پیتے ہوئے زرینہ بیگم سے پوچھا۔
جی وہ اس وقت اپنے کام پہ ہوتی ہیں۔ زرینہ بیگم نے بتایا۔
آپ نے ان کو بتایا نہیں تھا ہمارے آنے کا؟ چائے کا کپ رکھتے انہوں نے دوسرا سوال
کیا۔

بتایا تھا پر ان کی دفتر میں بہت مشکل سے ہی چھٹی ملتی ہے۔ زرینہ بیگم نے مسکرا کر کہا
جب کی روشنا آرزو فرایہ سب خاموش تھے اور آج ان کا چھوٹا بیٹا جس کا نادر تھا وہ بھی

موجود تھا اور ایک سرے کرتی نظروں سے آرزو کو دیکھ رہا تھا جس پہ آرزو کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کی گردن مڑوڑ دے۔

نادر آپ کچھ لیں۔ روشنانے اس کا دھیان آرزو کی طرف ہٹانیں کے غرض سے کہا اس لیے کباب کی پلیٹ اس کے سامنے کی۔

مجھے بہت ضروری بات کرنی تھی اس لیے میں آئی ی ہوں اور اپنے بیٹے نادر کو بھی لائی ی ہوں تاکہ آپ دیکھ لیں کیوں کی آخری بار تو اپنے بس تبھی دیکھا تھا نہ جب روشنا بیٹی کا رشتہ لائے تھے۔ عطیہ بیگم نے تھمید باندھی تو ان کا دماغ کھٹکا۔

آرو تم کمرے میں جاؤ صبح کہہ رہی تھی نہ پیپرز کی تیاری کرنی ہے۔ زرینہ بیگم نے آرزو سے کہا جو خود اندر جانے پہ تول رہی تھی ان کی بات سن کے تو اس کو لگا جیسے کسی نے اس کو زندگی کی نوید سنادی ہو کیوں کی اس کو ان سب کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں ہوتا تھا

ہاں اماں میں جارہی ہوں۔ آرزو اچھل کے اپنی جگہ سے اٹھی اور پھر عطیہ بیگم سے بولی۔

اچھا آئی میں چلتی ہوں۔

جی بیٹا اچھے سے پڑھو۔ عطیہ بیگم مسکرا کر بولی۔

آپ بتائیں کونسی ضروری بات؟ زرینہ بیگم نے آرزو کے جاتے ہی کہا
 آپ سمجھ تو گئی ہیں اس لیے آرزو کو اندر بھیجا خیر میں صاف صاف بات کہہ دیتی
 ہوں مجھے آرزو کا ہاتھ اپنے بیٹے نادر کے لیے چاہیے میری کوئی بیٹی نہیں بس دو بیٹے
 ہیں اچھا ہے آپ کی دو بیٹیاں ایک ساتھ رہے گی۔ عطیہ بیگم کی بات زرینہ بیگم اور
 روشنائی شاک سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

آپ کی بات درست مگر ابھی ہم نے آرزو کی شادی کا نہیں سوچا دوسرا کے ابھی وہ ان
 باتوں سے ناواقف بھی ہے وہ ابھی تو پڑھائی بھی انٹر کی کر رہی ہے۔ زرینہ بیگم نے
 ان کی بات پہ اتنا کہا صاف منع بھی نہیں کر سکتی تھی دوسری بیٹی کی ساس جو تھی ہونے
 والے ہی پر تھی تو سہی۔

پڑھائی وہ کر لیں میں کونسا ابھی شادی کا کہہ رہی ہوں بس چاہتی ہوں کہ میرے
 بڑے بیٹے فراز کے نکاح کے ساتھ ان کا بھی ہو جائے روشنائی رخصتی تو کچھ ماہ میں
 ہو جائے گی آرزو کی آپ تب کریں رخصتی جب وہ پڑھائی کر لیں۔ عطیہ بیگم نے
 آرام سے کہا تو وہ سوچ میں پڑ گئی۔

میں ایاز سے بات کروں پھر آپ کو جواب دوں گی۔ زرینہ بیگم نے سنجیدگی سے کہا۔

پر جواب ہاں میں دیجئی یے گا میرے نادر کی بھی خواہش ہے یہ۔ عطیہ بیگم نے نرمی سے کہا ان کی بات پہ زرینہ بیگم نے نادر کی طرف دیکھا جواب سر جھکائے بیٹھا تھا سفید ٹی شرٹ اور بلیک پینٹ میں وہ ان کو بہت سلجھا ہوا گا زرینہ بیگم کو بے ساختہ نادر پہ ترس آیا اگر بات بن جاتی جو آرزو نے پھر کرنا تھا پھر تو نادر نے اپنے بال نوچ لینے تھے۔

آپ فکر نہ کرے شام میں جیسے ہی ایاز آئی ینگے میں بات کروں گی اور اپنی بہن سے بھی۔ زرینہ بیگم نے ان کو تسلی کروائی۔



آج زیاد کی پاکستان کی فلاحی ٹھی آج وہ بہت خوش تھا کہ پاکستان واپس جا رہا ہے پر سب سے زیادہ خوشی اس کو اس بات کی تھی کہ وہ اب آرزو کو دیکھے گا اپنے دوستوں کو اس نے بتا دیا تھا اور وہ چاروں ائی رپورٹ پہ اس کو رسیو کرنے بھی آئے گا زیاد کے دل میں خواہش ابھری کہ کاش وہ جیسے ہی پاکستان میں اپنا قدم رکھے تب پہلا چہرہ وہ آرزو کا دیکھے پر یہ اس کی خواہش ہی رہے گی جانتا تھا اس کے پاس بہت باتیں تھی جو وہ آرزو سے کرنا چاہتا تھا اور پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے اپنا نمبر کیوں بند کر رکھا ہے اور اس نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ وہ مزید روشناس کو اپنی منمائی کرنے نہیں دے گا۔

سرووڈیوٹیک سمتھنگ؟ زیادہ کو حقیقت کی دنیا میں ایسی رہو سٹ کی آواز لے آئی
وہ تو دور نہ آرزو کو جانے کب تک سوچتا رہتا۔

نو تھنکس۔ زیادہ نے انکار کیا اور کان میں ہینڈی فری لگائے پشت سیٹ پہ لگائے آنکھ بند
کردی۔ جب کی سامنے والی سیٹ پہ نور جہاں کوئی می می گزین پڑھنے میں مصروف
تھیں۔



عاشق کا آج میڈیکل کالج میں فرسٹ ڈے تھا جس پہ وہ کچھ زیادہ ایکسائٹڈ تھا اس نے
تیار ہو کر خود کو دیکھا اس نے آج کاٹن کے برائی ون کلر کے شلوار قمیص پہنا تھا جس پہ
وہ کافی ڈیشنگ لگ رہا تھا بالوں کو اس نے جیل سے سیٹ کیا تھا ہلکی سی بی بی رڈ جو اس
نے آج ہی شیو کی تھی عاشق نے خود پہ مسکراتی نظر ڈالی جس پہ اس کے ڈمپلز واضح
ہوئے عاشق نے ڈریسنگ ٹیبل سے گھڑی اٹھائی اور اپنی کلائی میں باندھنے لگا تیار
ہونے کے بعد وہ کمرے سے نکل گیا۔

ماشاء اللہ ماشاء اللہ کتنے پیارے لگ رہو۔ نصرت بیگم نے عاشق کو باہر آتا دیکھا تو نہال
ہو گئی اور اس کی بلائے لینے لگی۔

امی دعا کرنا سب اچھا ہو۔ عاشق نے ان کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔

اچھا ہی ہو گا ر کو میں نظر اُتارو کسی کی لگ نہ جائے اتنے لوگ ہو گئیں کالج میں۔ نصرت بیگم جلدی سے بولی جس پہ عاشق ہنس پڑا۔

امی کیا ہو گیا ہے اور بھی بہت ہو گئیں پیارے وہاں مجھ سے زیادہ بھی۔ عاشق نے بتایا ہو گئیں اور بھی پر تم جیسا تو کوئی نہیں ہو گا نہ اور یہ ڈمپلز ہو گئیں۔ نصرت بیگم نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

اچھا میں واپس آؤں تب اُتار لچئی یے گا کیا پتا کسی کی لے آؤ نظریں اب تو دیر ہو رہی ہے۔ عاشق نے مسکرا کر کہا اور جلدی سے باہر کی طرف گیا جب کی نصرت بیگم اس کو دیکھتی رہ گئی۔



میں نے ایاز سے بات کی ان کو اعتراض نہیں تھا۔ زرینہ بیگم نے برتن دھوتی روشناسے کہا۔

اماں نادرا اچھا تھا پر آپ کو نہیں لگتا آرزو اور عاشق کے بارے میں سوچیں بجائے نادرا کے۔ روشناسے سنجیدگی سے کہا۔

عاشق اور آرزو؟ زرینہ بیگم تعجب سے بولی۔

ہاں کیوں امی وہ اتنے کلوز ہیں ایک دوسرے کے اور دوستی بھی گہری ہیں پیار بھی آرزو کا خیال کتنا رکھتا ہے عاشق کسی بڑوں کی طرح جب شادی ہو گی تب تو اور اس کی کیٹی ر

کرے گا مجھے تو لگتا ہے عاشق بھی یہی چاہے گا وہ پیار کرتا ہے آرزو سے اور وہ کسی اور سے آرزو کی شادی ہوتا سنے گا کتنا برا لگے گا۔ روشنانے اپنے اندازے مطابق بات کی۔
ہاں پر روشنا عاشق واقع میں آرزو سے شادی کرنا چاہے گا۔ زرینہ بیگم کو یقین نہیں آیا۔
ہاں کیوں نہیں آرزو کے نخرے وہ ہی اٹھا سکتا ہے اور وہی اس کو سنبھال سکتا ہے آپ بات کرے خالاسے۔ روشنانے مسکرا کر کہا۔

کیا پتا عاشق کو آرزو شادی کے حساب سے پسند نہ ہو۔ زرینہ بیگم کا دل روشنا کی بات پہ مطمئن نہیں تھا۔

کیا خرابی ہے آرزو میں جو عاشق کو پسند نہیں ہوگی بس میری بہن تھوڑی ہیلدی ہے اور کچھ نہیں اور خوب صورت تو بہت ہے عاشق آرزو بچپن سے ساتھ ہیں آپ وہم نے کرے۔ روشنانے پھر سے کہا تو انہوں نے نصرت بیگم سے بات کرنے کی ٹھانی۔
اچھا میں ابھی جاتی ہوں ان کے پاس پھر عطیہ بہن کو کوئی جواب دوں گی۔ زرینہ بیگم نے کہا

ہاں کرے وہ عاشق سے بات کریں گی پھر اور عاشق کو کیا اعتراض ہو گا میں نے دیکھی ہے اس کی آنکھوں میں آرزو کی محبت۔ روشنانے مسکراتے ہوئے کہا۔ زرینہ بیگم پھر نصرت بیگم کے گھر چلی آئی۔

کچھ پریشان ہو؟ نصرت بیگم نے چائے کا کپ ان کو دے کر پوچھا۔
ہاں وہ روشنا کی ساس آرزو کا ہاتھ مانگ رہی تھی دوسرے بیٹے کے لیے میں نے سوچنے
کا وقت مانگا۔ زرینہ بیگم نے کشمکش میں مبتلا بولی۔

سوچنے کا وقت کیوں مانگا انکار کر دو ان کو۔ نصرت بیگم نے فوراً سے کہا۔
پر کیوں۔ زرینہ بیگم نے پوچھا۔

کیوں کیا میں نے ہمیشہ آرزو کو عاشر کا بنانے کا سوچا ہے وہ تو بس سہی وقت کے انتظار
میں تھی۔ نصرت بیگم کی بات پہ زرینہ بیگم نے شکر کا سانس لیا۔
شکر ہے آپ نے بول دیا ورنہ میں کیسے یہ بات کہتی وہ تو روشنا نے کہا میں تو عطیہ بہن
سے ہاں بولنے والی تھی۔

روشنا میں عقل ہے تم میں وہ بھی نہیں زرینہ۔ نصرت بیگم نے تاسف سے ان کی
طرف دیکھا۔

آرو کو آپ جانتی ہیں اس وجہ سے میرا دھیان کبھی آرزو اور عاشر کی جانب نہیں
گیا۔ زرینہ بیگم خفت زدہ بولی۔

میں عاشر سے بات کروں گی وہ کالج سے آئے تو زبیر کا تو تمہیں پتا ہے اس کو اپنے آفس
میں کو لیگ پسند آئی ہے۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر کہا۔

عاشر منع تو نہیں کرے گا نہ؟ زرینہ بیگم نے پوچھا
منع کیوں وہ تو خوش ہوگا۔ نصرت بیگم نے کہا۔

بس اللہ خیر کریں۔ زرینہ بیگم نے گہری سانس لیکر کہا تو نصرت بیگم نے ان کے ہاتھ پہ
ہاتھ رکھ کر تسلی کروائی۔



عاشر کالج پہنچ گیا تھا وہ کالج کو چاروں طرف دیکھ رہا تھا جب ایک لڑکی سے زبردست
قسم کا ٹکراؤ ہوا۔

سوری۔ عاشر نے فورن نے معذرت کی لڑکی نے اس کی آواز پہ فورن سے سراٹھایا تو
ساکت ہو گئی اس کو لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے اس کو لگا اگر یہ خواب ہے تو
کبھی ختم نہ ہو۔

آپ۔ عاشر حیرت سے بولا کیوں کے سامنے عینی تھی جس سے اس کا ٹکرا ہوا تھا۔
ہاں میں۔ عینی کھوئے ہوئے بولی وہ بس عاشر کو دیکھتے رہنا چاہتی تھی پر عاشر کو اس کا
دیکھنا عجیب لگ رہا تھا۔

سہی۔ عاشر بس اتنا بولا

مطلب ہم ایک کلاس کے ہیں۔ عینی اچانک ہوش میں آتی پر جوش بولی
جی شاید۔ عاشر کو اس کا اتنا خوش ہونا سمجھ نہ آیا۔

وہ ایم جی۔ عینی کو سمجھ نہیں آیا اپنی خوشی کیسے چھپائے وہ جو کبھی ایک جھلک دیکھنے کی دعا کرتی تھی اب اس کا سامنا ہر روز ہو گا یہ بات سوچتے ہی اس کو اپنے اندر سکون محسوس ہو رہا تھا اب اس کو لگ رہا تھا وہ عاشر کو پالیں گی۔

اچھا ہے مجھے بھی کوئی مل گیا ورنہ میں کب سے اکیلی ڈر رہی تھی عینی نے چمک کر بتایا۔

ڈر کس بات کا۔ عاشر ہلکا سا مسکرایا عینی نے خود کو باز رکھا کے اس کی نظر ڈمپلز پہ نہ پڑے ورنہ وہ سب بھول جائے گی اور بس ان کو دیکھتی رہے گی جو شاید عاشر کو پسند نہ آئے۔

اب اگر ہم کلاس میٹس بن چکے ہیں تو فرینڈ شپ۔ عینی نے چلتے ہوئے اپنا نازک ہاتھ

عاشر کی جانب بڑھایا۔ عاشر نے اس کا چہرہ دیکھا جو خوشی سے چمک رہا تھا اور ایک سائیڈ پہ ڈمپلز جو بہت گہرا تھا جو اس کے خوبصورت چہرے کو مزید خوبصورت بنا رہا تھا عاشر نے چہرے سے نظر ہٹا کر اس کا ہاتھ دیکھا جو سفید اور نازک سا تھا ناخن پہ الگ الگ سے نیل پالش لگائے ہوئے تھے جس پہ اس کی پتلی انگلیاں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

فرینڈ شپ۔ عاشر نے بنا ہاتھ ملائے کہا عینی نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا یہی کافی تھا کہ وہ دوستی کے لیے تومانا۔ پھر وہ دونوں ایسے چلتے اپنے ڈپارٹمنٹ کی طرف بڑھے۔



بڑا یاد کیا ہم نے۔ ہمایوں زیاد سے گلے مل کر بولا جس پہ زیاد نے مسکرا کر دیکھا۔
ویلم ٹوپا پاکستان۔ وقاص نے نور جہاں کی طرف پھولوں کا بکا تھا کر کہا
شکر یہ بیٹے۔ نور جہاں نے مسکرا کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا جب کی زیاد ان سے ملنے
میں لگا ہوا تھا۔

کیسے ہو؟۔ زیاد نے علید ان پوچھا۔
ٹھیک تم گاڑی میں آؤ۔ علید ان نے مسکرا کر کہا پر زیاد وہ ٹھیک نہیں لگا پر اس وقت وہ
تھکا ہوا تھا اس لیے مزید پوچھا نہیں۔

خالا جان کو اسلام آباد چھوڑ آنا ہے پھر میں گھر آؤں گا گاڑی تم لیجاؤ۔ زیاد نے کہا
خالا کے ساتھ میں اسلام آباد جاؤں گا تم گھر جا کر آرام کرو۔ زیاد کی بات پہ وقاص نے
کہا۔

اچھا ابھی تو میں ہمایوں کے فلیٹ جاؤں گا آرام کرنے کے بعد گھر جاؤں گا۔ زیاد نے
کہا۔

جیسی تمہاری مرضی علید ان نے کہتے ہی اس کا بیگ لینے چاہا۔

میں اٹھالوں گا کیا ہو گیا ہے۔ زیادہ روکتے ہوئے کہا آج کچھ زیادہ ہی اس کو پروٹو کول دے رہے تھے۔

ہا ہا کوئی نہیں میں اٹھالیتا ہوں۔ ہمایوں نے ہنستے ہوئے کہا تو زیادہ نے ضد نہیں کی۔ گاڑی میں بیٹھو اب۔ علیہ ان نے اس کو خاموش کھڑا پایا تو کہا۔ ہاں چلو۔ زیادہ نے چلنے کا اشارہ کیا۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ وہ آرام سے بیٹھ گیا ڈرائیونگ سیٹ پہ علیہ ان تھا اور اس کے ساتھ ہمایوں بیٹھا تھا جب کی احمد اور وقاص نور جہاں کو اسلام آباد گئی تھیں۔ زیادہ نے کھڑی سے باہر دیکھنا شروع کیا اس نے سوچ لیا آج نہیں پر کل وہ آرزو سے ملنے کی کوشش کرے گا۔ کچھ کھاؤ گیں؟ ہمایوں نے پوچھا۔

فلائیٹ میں کھا لیا تھا۔ زیادہ نے بتایا تو ہمایوں نے سر ہلایا



کیا بات ہے بلبل اداس ہے۔ آرزو نے شرارت سے روشناسے پوچھا جو خاموش لائیونج میں بیٹھی تھی۔

آرزو کونسے الفاظ یوز کرتی ہو تو بہ۔ روشناسے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

فقط بلبل ہی کہا ہے۔ آرزو نے ہنس کے کہا

ایکزم کی تیاری کیسی ہے؟ روشناسے سوال کیا۔

فرسٹ کلاس آرزو نے چمکتے ہوئے بتایا
گڈ کوئی بات ہے خوش ہو بہت؟ روشنانے پوچھا۔
ہاں خوش تو ہر روز ہوتی ہوں پر آج پتا نہیں عجیب سی خوش محسوس ہو رہی ہے۔ آرزو
نے کندھے اُچکا کر کہا۔
تمہارا کوئی حال نہیں۔ روشنانے نفی میں سر کو جنبش دی کیوں کی جب بھی وہ آرزو
سے پوچھتی اس کے ایسے ہی جواب ہوتے۔
اماں کہاں ہیں؟ آرزو نے پوچھا۔
چت پہ کپڑے سوکھانے گئی ہیں۔ روشنانے بتایا۔
اچھا میں مہک اور ردہ سے پوچھوں کتنی تیاری ہے ان کی آرزو اٹھتے ہوئے بولی۔
ٹھیک ہے۔ روشنانے کہا
ویسے آپ نے اچھا نہیں کیا میرا نمبر بدل کر۔ آرزو نے اچانک یاد آنے پہ منہ بسورا۔
اچھا کیا میں نے۔ روشنانے آرام سے جواب دیا جس پہ آرزو پاؤں پٹختی کمرے میں
گئی روشنا مطمئن تھی اب کیوں کی اس کو پتا لگ گیا تھا زیادہ پاکستان نہیں دوسرا اب
اتنے وقت بعد اس کو ہی لگ رہا تھا کہ آرزو تو بھول ہی گئی ہے زیادہ بھی بھول گیا
ہوگا اور جو اس نے آرزو کو نمبر دیا اس میں بھی جب آرزو نے انسٹا ایف بی اکائی ونٹ

بنایا تو روشنائی پہلے اس میں بھی زیادہ کا نمبر بلاک کیا تھا تاکہ آرزو کو شش کرے تو کوئی می فائی دہ نہ ہو۔



کیسا گزرا دن؟ عاشر کالج سے واپسی پہ آیا تو نصرت بیگم نے پیار سے پوچھا۔

بہت اچھا می۔ عاشر صوفے پہ بیٹھ کر بولا

کھانا لگاتی ہوں آکر کھاؤ۔ نصرت بیگم نے اس کا تھکا ہوا چہرہ دیکھا تو کہا۔

ہاں میں فریش ہو جاؤ بھوک بھی لگی ہے۔ عاشر فورن سے اٹھا اور فریش ہونے اپنے

کمرے میں گیا نصرت بیگم بھی مسکراتی کچن میں گئی۔ بیس منٹ بعد عاشر ڈھیلی

شرٹ اور ٹراؤزر پہنے ڈائی ینگ ٹیبل پہ آیا۔

تمہارا فیورٹ پلاؤ ہے کھاؤ اور بتاؤ کیسا بنا ہے نصرت بیگم نے پلاؤ عاشر کی پلیٹ میں

ڈال کر کہا تو عاشر کھانا کھانے لگا۔

زبردست۔ عاشر نے تعریفی انداز میں کہا تو نصرت بیگم بھی مسکرا کر کھانے پہ متوجہ

ہوئی۔

مجھے کچھ بتانا ہے۔ نصرت بیگم نے عاشر سے کہا جو پوری طرح کھانے میں محو تھا۔

جی بولیں۔ عاشر نے کہا۔

زینہ آئی تھی کہہ رہی تھی آرزو کے لیے رشتہ آیا ہے۔ نصرت بیگم نے عاشر کے
چہرے کے تاثرات دیکھتی بولی
آرزو کے لیے رشتہ؟ عاشر کو یقین نہیں ہوا۔
ہاں تمہیں کوئی اعتراض۔ نصرت بیگم نے پوچھا۔
مجھے کیا اعتراض ہو گا پر اتنی جلدی ابھی تو وہ پڑھ رہی ہے۔ عاشر اپنے آپ پہ قابو کرتا
نارملی بولا

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔
ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی
ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ
کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے
ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات
کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین

ہاں ابھی بس نکاح روشنہ کے ساس کا دوسرا بیٹا نادرا اس کے لیے۔ نصرت بیگم نے کہا

آرزو نے کیا کہا مطلب وہ راضی ہے۔ عاشر نے دوسرا سوال کیا۔
اس سے ابھی بات نہیں کی اس نے مجھ سے بات کی تو میں نے کہا انکار کر دو۔ نصرت
بیگم نے سنجیدگی سے کہا

آپ نے انکار کیوں کرنے کا کہا؟ عاشر تعجب سے پوچھنے لگا۔
کیوں کی میں جانتی ہوں میرا بیٹا آرزو سے بہت محبت کرتا ہے۔ نصرت بیگم نے
مسکرا کر اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا ان کی بات پہ عاشر کا وجود پتھر کا ہوا تھا اس کو لگا وہ
کبھی کسی اور کا سامنا تو دور خود کا سامنا بھی نہیں کر پائے گا
امی یہ آپ نے کیا سوچا ایسا کچھ نہیں۔ عاشر اپنا گلا ترکیے بولا اور اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا۔
کیا مطلب عاشر میں نے زربینہ سے بول دیا ہے اور تمہیں اعتراض نہیں ہونا
چاہیے۔ نصرت بیگم کچھ سخت ہوئی۔

مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا۔ عاشر نے بال مٹھی میں جکڑے۔
عاشر تم تو آرزو سے پیار کرتے ہو پھر ایسے انکار کی وجہ۔ نصرت بیگم کڑک آواز میں
پوچھا۔

میں پیار کرتا ہوں آرزو سے امی جان بہت پیار کرتا ہوں خود سے زیادہ سب سے زیادہ
اور حد سے زیادہ۔ عاشق نے کہتے ہی اپنے بالوں دونوں مٹھیوں میں جکڑے زمین پہ
بیٹھتا چلا گیا۔

تو پھر انکار کیوں۔ نصرت بیگم جلدی سے عاشق کے پاس آئی۔
پیار کرتا ہوں دوست ہے میری کزن ہے میری اور میں اس رشتے کے لحاظ سے پیار کرتا
ہوں بہت کرتا ہوں پر جو اور جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسا کچھ نہیں۔ عاشق نے چہرے پہ
ہاتھ پھیر کر کہا

عاشق بات کو گھما کیوں رہے ہو اور یہ بیوقوف مجھے بنا رہے ہو یا اپنے آپ کو۔ نصرت
بیگم نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

کسی کو بھی نہیں امی ہمارا رشتہ پاک ہے اور صاف ہے آپ پلیز یہ شادی کا خیال اپنے
دماغ سے نکال دے کیوں کی آپ کی اس خواہش کی وجہ سے اپنی بہت اچھی دوست
کھودوں گا۔ عاشق کا لہجہ منت بھرا ہو گیا تھا

عاشق تو ایک اچھے دوست ہی تو اچھے لائی ف پارٹنر بن سکتے ہیں۔ نصرت بیگم نے اس کو
سمجھانا چاہا

امی پلیز اس ٹاپک کو ختم کرے۔ عاشق نے بیزاری ظاہر کی۔

عاشق اگر کوئی بات ہے تو بتاؤ ایسا نہ ہو کہ بعد میں پچھتا نا پڑے اگر محبت بنا کوئی
 حجت کے مل رہی ہے تو اس کا استقبال کرو۔ نصرت بیگم نے ایک اور کیل ٹھوکا۔
 امی جان آپ کی ایک ہی بات مجھے میری نظروں میں گرا رہی ہے پلیز بار بار ایک ہی
 بات مت کرے میں آرزو کو چاہتا ہوں مگر میں نے کبھی ایسی کوئی بات نہیں سوچی
 وہ میری بہت اچھی دوست ہے اور آپ آرزو سے اس بارے میں بات مت کرئیے
 گا وہ کیا سوچیں گی۔ عاشق نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

مجھے لگا تھا خیر میں زرینہ سے بات کروں گی جانے وہ کیا سوچیں گی کتنا برا لگیں گا اس
 کو۔ نصرت بیگم افسوس سے بولی وہ سمجھ رہی تھی اور حقیقت تھی کیا۔
 میری تو غلطی نہیں ہے نہ محبت کا مطلب ایک ہی تو نہیں ہوتا۔ عاشق نے چڑکے کہا۔
 اگر شادی کے بعد نادار کو تمہارا اور آرزو کا بات کرنا اچھا نہ لگیں تو۔ نصرت بیگم نے
 جانچنا چاہا۔

میں آرام کرنا چاہوں گا تھک گیا تھا پہلے ہی آپ نے اور اسٹریس دے دیا۔ عاشق ان کی
 بات نظر انداز کرتا اٹھ گیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جب کی نصرت بیگم کو
 پریشانیوں نے آگھیرا وہ خود کو زرینہ بیگم کے سامنے جانے کے لیے تیار کرنے لگی ان کو
 ڈر لگ رہا تھا کہ عاشق کی اس بات اور انکار پہ کہیں ان بہنوں میں نہ دوریاں

آجائے۔ عاثر کمرے میں آکر زور سے دروازہ بند کیا اور وہی اپنی پشت ٹکا کر گہرے گہرے سانس بھرنے لگا اس کو اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا بھلا اس نے کب آرزو سے شادی کرنے کا سوچا تھا وہ محبت کرتا تھا اور یہ بات وہ مان رہا تھا پر اس کی محبت اس حساب سے توں نہیں تھی اور وہ جانتا تھا آرزو کو بھی اس کے بارے میں ایسا نہیں سوچتی جانے گھر والوں کے دماغ میں یہ بات کیسے آگئی تھی۔



اے عشق یہ تفریق مناسب تو نہیں ہے

جو حال اصر ہے وہ اُدھر کیونہیں ہوتا۔

خیر ہے آج مسکرایا جا رہا ہے وہ بھی بلا وجہ۔ کشمالا نے جھولے پہ بیٹھی عینی سے کہا جو جھولے کو ہلکے سے آگے پیچے کرتے مسکرا رہی تھی۔

الحمد للہ خیر ہے اس لیے تو مسکرایا جا رہا ہے۔ عینی نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

اچھا ہمیں بھی بتائیے۔ کشمالا ڈائی جسٹ پکڑتی جھولے کی دوسری سائیڈ پہ بیٹھ کے بولی۔

یار کش اللہ کبھی کبھی کتنے خوبصورت اتفاق سے لوگوں کو ملواتا ہے نہ انسان کی سوچ بھی نہیں ہوتی اور وہ ہو جاتا ہے اللہ کر دیتا ہے تمہیں پتا ہے میں پورا سال اس سے ملنے کی جدوجہد میں تھی ہر راستے پہ نظر لگائے بیٹھتی تھی کے شاید ابھی آجائے آج اس سے

ملاقات ہو جائے یا بس ایک جھلک ہی اس کی دیکھنے کو مل جائے پر ہمیشہ ناکامی ملی اور آج جب میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا تو وہ کالج میں ملا اور ملا کیا اب تو ہر روز ملنا جلنا باتیں کرنا ہوتا رہے گا۔ عینی ٹرانس کی کیفیت میں بولتی گئی کشملا ہاتھ ٹھوری پہ ٹکائے عینی کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کس سے ملی تم اور کس سے ملنے کی جدوجہد کرتی تھی؟ کشملا کو جب کچھ سمجھ نہیں آیا تو پوچھ لیا۔

عائشہ۔ عینی نے کہتے ہی چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا کشملا حیرت سے عینی کو دیکھنے لگی۔ تمہیں محبت ہوگئی ہے اور مجھے خبر تک ہونے نہیں دی۔ کشملا نے آڑے ہاتھوں لیا اس کو۔

کیا کرتی کیا بتاتی اس کے بارے جب کی لو ایک سائیڈ سے ہے۔ عینی نے اداس ہو کر کہا۔

تو کیا اس کو بھی ہو جائے گا۔ کشملا نے اس کو دلا سہ دیا۔

اللہ کرے وہ اتنا پیارا ہے نہ کیا بتاؤ۔ عینی نے پر جوش آواز میں کہا۔

اچھا کہاں رہتا ہے اور کون ہے؟ کشملا نے دلچسپی سے پوچھا۔

عاشر عباس نام ہے اس کا اور زیادہ نہیں جانتی پر آہستہ آہستہ اب جان لوں گی۔ عینی نے جواب دیا۔

نام تو اچھا ہے کافی۔ کشمالا نے مسکرا کر کہا۔

خود بھی کم نہیں اس کے اتنے پیارے ڈمپلز ہیں اور جب وہ بات کرتا ہے نہ تو نظریں جھکی ہوئی ہوتی ہیں اور تمہیں پتا ہے وہ زیادہ تر شلوار قمیض پہنتا ہے اور اتنا ہینڈ سم لگتا ہے کہ نظر ہٹانے کا دل ہی نہیں کرتا۔ عینی کو تو موقع مل گیا تھا عاشر کے بارے میں اور تعریف کرنے کا۔

واہ ملنا پڑے گا ڈمپل بوائے سے۔ کشمالا عینی کا چمکتا چہرہ دیکھ کر بولی تو عینی نے مسکرا کر سر ہلایا



زیادہ سو کر اٹھا تو رات کے دو بج رہے تھے اس نے کمرے میں نظر گھمائی اندھیرا ہونے کی وجہ سے کچھ دیکھائی نہیں دیا اس کو یاد آیا وہ مغرب پڑھ کر نیند کی گولیاں لیکر سویا تھا اور عشاء کی نماز اس سے قضا ہو گئی یہ خیال آتے ہی اس نے افسوس سے سر ہلایا کمرے کی لائیٹ آن کی تو کمراروشنی میں نہا گیا وہ اٹھا اور تہجد پڑھنے کا سوچا و اشروم میں جا کر وضو کیا اور جائے نماز کی تلاش میں نظر یہاں وہاں گھمائی پھر اپنا بیگ کھولا

جو بیڈ کے سامنے ہی تھا اس میں سے جائے نماز اٹھائی کیوں کی وہ آمریکا میں جتنا وقت رہا تھا نماز اپارٹمنٹ جو اس نے لے رکھا تھا وہاں ادا کرتا تھا اور آتے وقت اس نے کپڑوں کے ساتھ ساتھ جائے نماز بھی رکھ لیا تھا تہجد نماز کی نیت کرتے وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھنے میں محو ہو گیا تہجد تو وہ نماز ہے جس میں اللہ بندے کی کوئی دعا رد نہیں کرتا وہ خود انسان کے روبرو ہوتا ہے اللہ ان کی قبولیت کا خود انتظام فرماتا ہے ایسے ہی تو نہیں تہجد اللہ تعالیٰ کی لاڈلی نماز ہے کہا جاتا نماز پڑھ کر زیاد نے اپنے ہاتھ دعا کے انداز میں کیے اور بس ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھتے دیکھتے شکر الحمد للہ کہتے اپنے چہرے پہ پھیر کر جائے نماز سے اٹھا۔

NEW ERA MAGAZINE

Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہمایوں

ہمایوں۔ زیاد اپنے کمرے سے نکل کر لائی وئج میں صوفے پہ لیٹے ہمایوں کو آواز دی مگر وہ اپنی جگہ سے ہلا نہیں تو اس نے ہمایوں کا کندھا ہلایا کیا ہے زیاد۔ ہمایوں نیند سے بھری آواز میں بولا۔

یہ لو اپنا چشمہ۔ زیاد نے ٹیبل سے اس کا چشمہ اٹھا کر دیا جو ہمایوں نے گھوری سے نوازتے لے لیا۔

تین بجنے والے ہیں رات کے اور تم مجھے اب کیوں جگایا ہے۔ ہمایوں نے موبائی ل میں وقت دیکھ کر کہا

مجھے بھوک لگی ہے۔ زیاد نے آرام سے اپنا مسی لایا۔

توں؟ ہمایوں کو سمجھ نہ آیا۔

توں۔ زیاد نے اسی کے انداز میں کہا۔

زیاد سامنے کچن ہے فرج سے لیکر کچھ کھا لیتے مجھے کیوں جگایا۔ ہمایوں نے جھنجھلاہٹ سے کہا۔

کیوں کی مجھے بازی کھانا نہیں کھانا تم مجھے پاستا بنا کر دو۔ زیاد نے حکم دیا۔

پاستا۔ ہمایوں نے شک میں پوچھ کر کنفرم کرنا چاہا

ہاں پاستا وقت ہی کتنا لگتا ہے۔ زیاد نے شان بے نیازی سے کہا

تو خود بنا لوں نہ۔ ہمایوں نے دانت پیسے۔

شرم تو ہر گز نہیں آرہی ہوگی ڈیرہ سال بعد تمہارے گھر آیا ہوں اور ایک چیز بنانے کو

کہہ دی آنکھیں ماتھے پہ رکھ دی تم نے۔ زیاد نے سخت ہوتے کہا۔

وہ مطلب نہیں تھا تمہیں تو پتا ہے پاستا مجھے زہر لگتا ہے بنانا۔ ہمایوں نے مجبوری

بتائی۔

جلدی سے بنا کر آؤ آسان تو ہوتا ہے۔ زیاد نے صوفے پہ بیٹھ کر ٹانگ پہ ٹانگ چرھا کر کہا۔

بڑا آسان ہوتا ہے کبھی بنایا ہے۔ ہمایوں نے گھور کر کہا۔

ڈونٹ ویسٹ ٹائی م۔ زیاد نے اس کو جانے کا اشارہ کیا۔

جاتا ہوں۔ ہمایوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ زیاد نے گہری سانس لی اور ریموٹ کی تلاش میں یہاں وہاں نظر گھمائی تو وہ ٹی وی کے پاس نظر آیا اور ٹی وی اس سے دور تھی۔ ہمایوں۔

زیاد نے زور سے کچن میں ہمایوں کو آواز دی۔
اب کیا ہوا؟ ہمایوں جو نیا کچن میں داخل ہوتا لائی ٹس آن کر رہا تھا زیاد کی آواز پہ باہر آتا جھلا کر بولا۔

ریموٹ تو اٹھا کر دو اتنا دور رکھا ہے۔ زیاد نے مسکراہٹ ضبط کرتے کہا اس کی بات ہمایوں نے صدمے جیسی حالت میں اس کو اور پھر ریموٹ کی طرف دیکھا۔
تم نے اس وجہ سے مجھے بولا یا؟ ہمایوں کو یقین نہیں آیا۔

ہاں میرا ہاتھ وہاں نہیں پہنچ رہا تھا اس لیے تمہیں بولا یا۔ زیاد نے اپنی ٹانگیں ٹیبل کے اُپر سیدھی کر رکھی۔

تو اٹھتے اپنی ٹانگوں کو زحمت دیتے۔ ہمایوں زچ ہوتا بولا۔

ڈونٹ ویسٹ ٹائی م ریموٹ دو پھر کچن میں جاؤ۔ زیادنے آنکھیں دیکھاتے ہوئے کہا
تو ہمایوں بس اس کو دیکھتا رہ گیا پھر ریموٹ اٹھا کر زور سے ٹیبل پہ رکھ کے کہا۔

انسان کو اتنا بھی سست نہیں ہونا چاہیے ایسا نہ ہو کے کل کو ایسی لڑکی سے شادی ہو جو کام
بھی تم سے کروائے اپنا۔ ہمایوں جلے دل کے پھپھوڑے پھوڑتا نکل گیا جب کی زیاد ہنستا
ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا۔



کیا بات ہے چپ نظر آرہی ہیں؟ روشنا کالج جانے کی تیاری کر رہی تھی جب صوفے پہ
زرینہ بیگم کو خاموش دیکھتا پا کر وہاں آکر بولی۔

نصرت کا فون آیا تھا۔ زرینہ بیگم نے گہری سانس بھر کے بتایا

تو پریشان کیوں۔ روشنا نے پوچھا۔

عاشق نے آرزو سے شادی کرنے پہ انکار کر دیا وہ آرزو کے بارے میں شادی کے مطلق
نہیں سوچتا۔ زرینہ بیگم نے بتایا تو روشنا کو شاک لگا اس کو یقین نہیں آیا کہ عاشق انکار
بھی کر سکتا ہے۔

تو اب سوچ لیں پہلے کونسا وہ بڑے تھے اتنے جو شادی کا سوچتے۔ روشنا نے سنجیدگی سے
کہا

وہ نہیں کرنا چاہتا نصرت کو صاف جواب دے دیا ہے اس نے مجھے تو پہلے ہی لگتا تھا عاشر آرزو سے شادی نہیں کرے گا جانتا ہے وہ آرزو کیسی ہے لا پرواہ کام چور ساری زندگی اس کا جینا حرام کرتی اس لیے اس نے انکار کر دیا سوچا ہو گا ابھی ایسا کرتی ہے شادی بعد تو اور کرے گی۔ زرینہ بیگم بولنے پہ آئی تو بولتی چلی گئی روشنا کے ساتھ ساتھ پلر کے پاس آرزو نے بھی حیرت سے اپنی ماں کو ہر افشائی سی سنی تھی وہ جو ناشتہ کرنے کمرے سے نکلی تھی روشنا اور اپنی ماں کی بات سننے وہ وہی سائیڈ پہ کھڑی ہو گئی اس کے بعد جو اس نے سنا ناقابل یقین تھا اس لیے بنا کچھ کہے وہ واپس کمرے میں چلی گئی۔

اماں کیسی باتیں کر رہی ہیں آرزو اب ایسی بھی نہیں اور یہ بات عاشر اچھے سے جانتا ہے۔ روشنا کو اپنی ماں کی بات پسند نہیں آئی۔

تو انکار کیوں کیا اور کیا وجہ ہو سکتی ہے عقل کے علاوہ تو ہر چیز ہے میری آرو میں خوبصورت کی مثال ہے مجھے آرو کی شادی کی جلدی ہے بھی نہیں اس کے تورشتہ بہت آتے ہیں نادر بھی اچھا بچا ہے میں نے عاشر کا تمہارے کہنے پہ کہا کہ اچھا ہو گا دونوں کی بنتی ہے اور عاشر اپنا بھانجا ہے۔ زرینہ بیگم جزباتی ہو گئی۔

کیا پتا وہ ابھی ان چیزوں میں نہیں پڑنا چاہتا ہوں۔ روشنا نے اس کو رلیکس کرنا چاہا۔

توں یہ بات بتا سکتا تھا وہ تو اچھا ہوا میں نے عطیہ بہن کو انکار نہیں کیا اور نہ ایاز سے عاشر کی بات کی تھی ورنہ تو غضب ہو جاتا۔ زرینہ بیگم تیز آواز میں بولی۔

چھوڑے آپ بس جو قسمت میں ہو اور آپ اب یہ بات آرزو سے مت کیجیے گا وہ حساس ہے بہت تکلیف ہوگی اس کو۔ روشنائے کہا

میں کیا پاگل ہوں جو آرزو سے بات کروں گی۔ زرینہ بیگم روشنائے کو گھورا تو وہ گڑ بڑا گئی۔

اچھا میں چلتی ہوں کالج میں بہت ضروری لیکچر ہے میرا۔ روشنائے جلدی سے کہا اور اپنی کتاب لی۔ زرینہ بیگم بھی اپنا دھیان دوسری طرف کرنے کی خاطر کچن میں چلی گئی۔

آرزو کمرے میں آکر زرینہ بیگم کی باتیں سوچنے لگی عاشر سے اپنی شادی کا سن کر اس کو عجیب لگ رہا تھا اس نے تو کبھی شادی کا نہیں سوچا تھا پر اپنی ماں سے عاشر کے انکار کی وجہ سن کر اس کو دکھ ہو رہا تھا کیا عاشر ایسا سوچتا تھا جو شادی کرنے پہ انکار کیا یہ خیال آتے ہی اس کی آنکھیں بھینگنے لگی وہ اٹھ کر آئی سینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر دیکھنے لگی گول موٹی آنکھیں جن کا رنگ ہلکہ برائی ون تھا گورے سیپ

جیسے گال پتلی خوبصورت ناک اور بھرے بھرے چھوٹے گلابی ہونٹ آرزو نے پوری طرح سے خود کو دیکھا پھر اپنے بال کھول دیئے جو پوری کمر پہ بکھر گئے۔

میں موٹی ہوں شاید اس وجہ سے۔ آرزو نے خود سے سوال کیا

پر میں تو بس صحتمند ہوں موٹی کہاں ہوں اور اتنی پیاری تو ہوں بس ڈمپل نہیں ہے۔ آرزو نے اپنے گال پہ انگلی سے مصنوعی ڈمپل دیا

عاشق نے ایک بار کہا تھا کہ وہ جس لڑکی سے شادی کرے گا اس کی تعریف میں کتاب لکھے گا بھلا میں کیا کم خوبصورت ہوں اتنا گوارنگ ہے اور اسکن بھی کتنی صاف ہے۔ آرزو نے چہرہ کو دایئیں بائیں کر کے آئی نے میں خود کو دیکھا آنسوؤں گر کر اس کے رخساروں پہ بہہ رہے تھے اپنا آپ ٹھکرانا اس کو تکلیف دے رہا تھا آرزو نے اپنے چہرے سے آنسوؤں پونچے اور الماری سے چادر لیکر اپنے اُپر اوڑلی وہ اب اکیلا رہنا چاہتی تھی باہر کھلی ہوا میں تاکہ اس کا ذہین ان باتوں سے آزاد ہو۔

اماں میں مہک کے گھر جا رہی ہوں۔ آرزو نے اپنا نم لہجہ کنٹرول کر کے لائی ونج سے ہی زرینہ بیگم کو آواز دے کر کہا اور لائی ونج پار کر گئی۔

یہ صبح صبح مہک کے گھر کیوں ناشتہ بھی نہیں کیا۔ زرینہ بیگم اس کی آواز سنتی باہر آئی تھی مگر تب تک آرزو جا چکی تھی۔

آآ۔

آرزو جب روڈ کر اس کر رہی تھی تو اپنے عین سامنے گاڑی کو رکتا دیکھ کر اس کی چیخ نکل گئی اس نے ڈر کے مارے چہرے پہ ہاتھ رکھ دیئے۔

زیاد کو صبح ہوتے ہی ہمایوں کی فلیٹ سے نکلا تھا تاکہ آرزو سے مل پائے پر اس نے سوچا نہیں تھا وہ اتنی آسانی سے مل جائے گی اس لیے جب دور سے ہی اس کو آرزو کی جھلک دیکھی تو وہ وہاں آکر گاڑی روک دی مگر آرزو کی چیخ پہ وہ جلدی سے گاڑی سے اُترا۔
کیا ہوا بیٹا گاڑی زور سے لگی کیا۔ ایک آدمی آرزو کو ایسا کھڑا دیکھتا پوچھنے لگا اور بھی لوگ وہاں رک گئیئے تھے آرزو نے ہاتھ نیچے کیے اور سب کو دیکھنے لگی سمجھ نہیں آیا کے کیا ہے اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا زیاد سب پہ ایک نظر ڈالتا آرزو کے سامنے آیا۔

آرزو۔ زیاد آرزو کے بالکل سامنے کھڑا ہوا آرزو نے اتنے وقت بعد زیاد کو دیکھا تو اس کو یقین نہیں آیا کہ سچ ہے یا جھوٹ وہ منہ کھولے اس کو دیکھ رہی تھی جب کی زیاد بھی اس کو مسکراتا دیکھ رہا تھا کتنا انتظار کیا تھا اس نے آرزو سے ملنے کا اس کو دیکھنے کا اور آج یہ انتظار پورا ہو گیا تھا تڑپتے دل کو سکون ملا تھا اور آنکھوں میں جیسے ٹھنڈا ترگئی تھی جو لوگ کھڑے ہو گئیئے تھے اپنے راستے چل دیئے۔

آپ؟ آرزو حیرت سے بولی۔

ہاں میں آؤ گاڑی میں بیٹھو۔ زیاد نے محبت سے چور لہجے میں بولا۔

کیوں۔ آرزو نے اور حیرت سے پوچھا۔

باتیں کرنی ہے تم سے ملنے آیا ہوں تم سے۔ زیاد نے اس کے چہرے پہ نظریں ٹکائے

جواب دیا۔

میرا بھی موڈ نہیں مجھے اکیلے رہنا ہے۔ آرزو نے انکار کیا زیاد اس کی بات پہ حیرت سے

دیکھا اس کو نہیں تھا پتا آرزو انکار بھی کر سکتی ہے تو کیا وہ واقع میں بدل گئی ہے یہ وہ

سوچ تھی جس پہ اس کا دل سیکڑ جاتا تھا۔

اکیلا کیوں رہنا ہے میرے ساتھ آؤ۔ زیاد نے خود پہ قابو پا کر مسکرا کر آرزو سے کہا جو

سامنے سڑک پہ دیکھ رہی تھی۔

میں اُداس ہوں۔ آرزو کا لہجہ نرم ہو گیا تھا زیاد سن سا ہو گیا تھا اس نے کبھی بھی آرزو کو

ایسے نہیں دیکھا تھا جانے اس بار کیا ہوا تھا۔

جی آرزو کیا بات ہے مجھے بتاؤ۔ زیاد جو حیات کہنے والا تھا جلدی سے آرزو کہہ کر بولا۔

آپ کون ہوتی ہیں جس کو میں بتاؤ آپ تو جانے کہاں غائب ہو گئی تھیں اور

اب اتنے ٹائی م بعد واپس آئے ہیں۔ آرزو نے بے اختیار شکوہ کیا زیاد جو پریشان آرزو

کی جانب دیکھ رہا تھا اس کی بات پہ مسکرائے بغیر نہیں سکھا آرزو کو اس کی کمی محسوس ہوئی یہ بات اس کو خوشی دے رہی تھی۔

ضروری کام نہ ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔ زیاد نے نرمی سے کہا تو آرزو نے پھولے منہ سے اس کی طرف دیکھا زیاد کی نظر اس کی بھیگی آنکھوں پہ پڑی تو اس کے دل میں جیسے کسی نے گھونسنہ مارا ہو۔

ہے تم روئی ہو؟ زیاد فکر مند ہوا۔
نہیں۔ آرزو صاف مکر گئی۔

اب ضد نہیں گاڑی میں بیٹھو تم۔ زیاد نے مصنوعی غصے سے کہا تو وہ فوراً سے گاڑی میں بیٹھی۔ زیاد بھی گاڑی میں بیٹھ کر اس کو اسٹارٹ کیا اور سائیڈ پہ کھڑی کی جہاں لوگوں آنا جانا نہیں ہوتا تھا۔

اب بتاؤ کیا بات ہے جس نے تمہیں رولایا ہے۔ زیاد اس کی طرف منہ کیے پوچھنے لگا۔
کوئی خاص بات نہیں۔ آرزو نے سوس سوس کرتے ہوئے کہا
آرزو۔ زیاد نے تنبیہ کی۔

عاشق کی وجہ سے رو رہی ہو۔ آرزو نے آنکھیں صاف کرتے بتایا۔ زیاد نے عاشق کے نام پہ مٹھیاں زور سے بند کی۔

وجہ کیا کیا ہے اس نے؟ زیاد نے دانت پہ دانت جمائے پوچھا۔

آپ بتائے کیا میں بری ہوں خوبصورت نہیں ہوں۔ آرزو نے اپنا چہرہ زیاد کی طرف کیے پوچھا جس کے تاثرات تنے ہوئے تھے۔

تم بہت پیاری ہو اتنی کے پوچھوں مت۔ زیاد کا لہجہ آنچ دیتا ہوا تھا جو آرزو محسوس نہیں کر پائی۔

میں موٹی ہوں نہ۔ آرزو نے نیا نقطہ نکالا۔

تم موٹی نہیں ہو بلکل بھی نہیں ہو۔ زیاد نے پر یقین لہجے میں کہا تا کہ آرزو کو یقین ہو۔ آپ کو نہیں لگتی پر عاشر کو لگتی ہوں۔ آرزو کے منہ سے دوبارہ عاشر کا نام سن کر زیاد کا دل کیا پہلی فرصت میں وہ اس عاشر کو ختم کر دے

تمہیں اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ زیاد کا چاہ کر بھی آرام سے نہیں بول سکا اس کو برداشت نہیں ہو رہا تھا آرزو کی زبان سے بار بار دوسرے لڑکے کا نام سن کر اور وہ تو رو رہی تھی عاشر کی وجہ سے۔

فرق تو اس بات پہ پڑا ہے کہ اس نے مجھے ٹھکرا دیا۔ آرزو کی بات کسی ہم کی طرح زیاد پہ گری تھی وہ بے یقین ہو گیا تھا اس کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا سن رہا ہے زیاد کے پورے وجود میں غصے کی لہر گھمی تھی۔

مطلب کیا اس بات کا؟ زیاد نے پوچھا۔

اس نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ آرزو نے آنکھیں بڑی کر کے بتایا۔ زیاد نے زور سے اپنا ہاتھ اسٹیرنگ پہ مارا آرزو ڈر کے کچھ دور ہوئی اور حیرت سے زیاد کی طرف دیکھنے لگی جو ہونٹ آپس میں پیوست کر کے ضبط کرنے کی کوشش میں تھا۔

تم پیار کرتی ہو اس سے؟ یہ سوال کس دل سے زیاد نے کیا تھا وہی جانتا تھا۔

پیار کیوں نہیں کروں گی وہ میرا کزن اور بہت اچھا دوست ہے ہم بچپن سے ساتھ ہے سب کزنز جلتے ہیں ہم دونوں سے کیوں کی جتنی میری اور عاشر کی بنتی ہے اتنی کسی کی نہیں بنی اور عاشر تو میرا خیال بھی بہت کرتا ہے وہ مجھے کبھی ہرٹ نہیں کرتا پر جواب میں نے اماں کی بات سن کر محسوس کیا ہے نہ میں بہت ناراض ہوں عاشر سے۔ آرزو نے منہ پھولا کر کہا زیاد کی حالت سے وہ لاپرواہ تھی زیاد نے غور سے آرزو کی طرف دیکھا پھر اپنا سوال کچھ بدل کر پوچھا۔

تم اس سے شادی کرنا چاہتی ہو؟ نام لینے سے زیاد نے پرہیز کیا۔

نہیں دوست ہیں ہم میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا پر عاشر نے یہ کہا نا وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا اس لیے مجھے برا فیمل ہو رہا ہے اگر میں کہتی تو زیادہ بہتر ہوتا نا۔ آرزو نے اب اپنے رونے کی وجہ سے ٹھیک سے بتائی جس پہ زیاد کا منہ شاک سے کھل گیا وہ

جانے کیا سمجھ کر اپنا غصہ دبا رہا تھا کہ وہ جس سے پیار کرتا ہے وہ کسی اور کے بارے میں سوچ رہی ہے پر اصل بات کیا نکلی کے وہ رو کیوں رہی ہے کے اس نے انکار کیوں نہیں کیا عاشق نے کیوں کیا زیادہ کو آج یقین ہو گیا آرزو اپنی عمر سے زیادہ چھوٹی ہے اس کا دماغ بڑے لوگوں کی طرح نہیں سوچتا وہ شاید سوچنے کی زحمت نہیں کرتی وہ ابھی اپنے بچپن میں تھی پر جو بھی زیادہ کو وہ بہت پسند تھی زیادہ کو اپنے اندر اب کچھ سکون ملا اس نے شکر کا سانس لیکر سیٹ پہ اپنا سر ٹکا کر آنکھیں بند کر کے کھولی آرزو حیرت سے زیادہ کی حرکت دیکھنے لگی۔

آرزو تم بہت کیوٹ ہو۔ زیادہ نے ویسے ہی اپنی پشت سیٹ پہ ٹکائے کہا۔
ہاں وہ تو میں ہوں۔ آرزو نے اتر کر کہا تو زیادہ نے سر اس کی طرف گھما کر دیکھا جہاں اب کچھ مسکراہٹ تھی
کیوں ہو؟ زیادہ نے عجیب سا سوال کیا۔

آپ کے پاس ڈمپل کیوں ہے۔ آرزو نے بھی ویسے ہی پوچھا تو زیادہ سیدھا ہوا۔
کیوں کی میری ماں کے پاس ڈمپلز تھے اس لیے میرے پاس بھی ہیں۔ زیادہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

آپ کی ماں بھی پھر خوبصورت ہوگی مجھے ان کی پکچر دیکھائے۔ آرزو پر جوش ہو کر بولی
پر زیادہ کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا تھا

تم کہاں جا رہی تھی؟ زیادہ نے بات بدل دی۔

میں تو ایسے ہی قریب میں ایک پارک ہے وہاں جاتی تاکہ میرا موڈ ٹھیک ہو جاتا۔ آرزو
نے بتایا۔

تو ہم کسی ریسٹورانٹ چلتے ہیں۔ زیادہ نے تائی د نظروں سے اس کی جانب دیکھا
ناشتہ تو میں نے بھی نہیں کیا اور بھوک بھی لگی ہے پر آپ ایسا کرے کے ریسٹورانٹ کی
 بجائے ڈائیں پہ چلیں وہاں تو بہت اچھا پراٹھا اور چائے ملتی ہے۔ آرزو چہکتے ہوئے کہا۔
ڈائیں پہ؟ زیادہ کو یقین نہیں آیا۔

ہاں نہ آپ ایک دفع وہاں کا کھانا کھا کر دیکھے بار بار آنے کا دل کرے گا۔ آرزو نے ایسے
بتایا جیسے جانے کو نسی بڑی بات ہو۔

اچھا۔ زیادہ مصنوعی مسکراہٹ سے بولا۔ بیس منٹ بعد وہ آرزو کی بتائی یں ہوئے ڈائیں
پہ تھا اور عجیب نظروں سے پراٹھوں کو دیکھ رہا تھا جو ایک لڑکا رکھ کر گیا تھا۔

بیٹھے نہ۔ آرزو نے اس کو بیٹھنے کو کہا جو چارپائی کے سامنے کھڑا تھا پر بیٹھنے سے قطار رہا
تھا۔

آرزو کسی اور جگہ پہ چلتے ہیں۔ زیادنے کان کی لو کھجاتے ہوئے کہا۔
ارے آپ بیٹھ کر کھائے تو پسند نہ آئے تو کہنا۔ آرزو نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر
بیٹھایا۔

یہ اتنا دلی ہے تم کھاؤ میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ زیادنے آرزو سے کہا اور خود آس پاس
دیکھنے لگا جہاں سب شوق سے کھانے میں مصروف تھے۔

یہ لیں۔ آرزو نے ایک نوالہ بنا کر زیاد کے منہ کے پاس کیا زیاد جو بیزار سا سب کچھ دیکھ
رہا تھا آرزو کی آواز پہ چونک کر اس کی جانب دیکھا جو اپنا ہاتھ قریب کیے اس کو کھانے
کا بول رہی تھی زیاد کتنے ہی پل اس کو دیکھتا رہا وہ تو آرزو کا دیا زہر بھی پی لیتا یہ تو پھر بھی
پراٹھا کھانے کی بات تھی زیاد نے بنا کچھ کہے منہ کھولا تو آرزو نے مسکرا کر کھلایا اور اپنے
لیے نوالہ بنانے لگی زیاد کی نظریں مسلسل آرزو پہ تھی اس کو پراٹھا اب برا نہیں لگ رہا
تھا

یہ میں آخری بار کھلا رہی ہوں اس کے بعد آپ خود کھائیے گا۔ آرزو نے دوسرا نوالہ
زیاد کی طرف کرتے کہا زیاد نے اچھے بچوں کی طرح سر ہلایا اور آرزو کے ہاتھ سے نوالہ
کھایا۔

اور کھاؤں گی؟ زیاد نے آرزو سے پوچھا جو اپنا پراٹھا ختم کر گئی تھی۔

نہیں بس چائے اس کے بعد آپ گھر کے راستے تک مجھے چھوڑ دیجئیے گا۔ آرزو نے کہا اور ساتھ ہی ایک لڑکے کو آواز دیکر چائے کا کہا۔

دو کپ کیوں کہا؟ زیادنے سوال کیا

میرا اور آپ کا آپ نے تو پراٹھے بھی نہیں کھائی یں چائے پی لیں۔ آرزو نے بتایا میں چائے نہیں پیوں گا۔ زیادنے لڑکے کو آتادیکھ کر کہا جو ٹرے میں چائے کے دو پیالے لا رہا تھا

افف آپ امیروں کے کتنے نخرے ہیں۔ آرزو نے منہ بگاڑا

ایسا نہیں ہے بس میرا دل نہیں چاہ رہا۔ زیادنے فورن سے وضاحت دی جو کی پہلی بار وہ دے رہا تھا۔

دل کیسے ہو گا آپ لوگ تو کیفے میں یا مشہور ریسٹورانٹ میں جاتے ہو گئیں یہاں تو آپ شاید گزرتے بھی نہیں ہو گئیں۔ آرزو نے کندھے اچکا کر کہا زیادنے آرزو کی بات پہ پیالہ اٹھایا لیتا کہ اس کو برانہ لگئیں پر جیسے ہی اس نے پہلا گھونٹ بھرا اس کا دل کیا باہر نکال دے اس کے چہرے کے برے زوایے بن گئیے تھے زیادنے آرزو کی طرف دیکھا جو مسکرا کر اس کو دیکھ رہی تھی زیادنے زبردستی چائے کو اندر ٹھوسا اور اشارے سے چائے اچھی ہے کا کہا جس پہ آرزو اپنی چائے پینے میں لگ گئی زیادنے

دوسرا گھونٹ بھرنے کی غلطی نہیں کی اور ایسے ہی آرزو کو دیکھ کر چائے چار پائی کے نیچے پھینک دی تھی۔

چلیں اب۔ زیاد نے اٹھتے ہوئے کہا پیئی سے اس نے لڑکے کو دے دی ئی تھے۔

ہاں۔ آرزو نے چادر ٹھیک کی اور زیاد کے ساتھ گاڑی میں آئی۔

سیٹ بلیٹ باندھنا پہلے بھی نہیں باندھا تھا۔ زیاد نے آرزو سے کہا۔

مجھ سے نہیں باندھا جاتا۔ آرزو نے برا منہ بنایا زیاد مسکراتا خود اس کی طرف ہوا اور

جھک کر سیٹ بلیٹ باندھنے لگا آرزو سانس رکے زیاد کے دور ہونے کا انتظار کر رہی

تھی سیٹ بلیٹ باندھ کر زیاد سیدھا ہوا تو آرزو نے اپنی روکی ہوئی سانس بحال کی۔

پڑھائی کیسی چل رہی ہے تمہاری؟ زیاد نے بات شروع کی۔

بہت اچھی اور دو دن بعد میرا فرسٹ پیپر ہے انٹر کا۔ آرزو نے مسکرا کر بتایا۔

دیٹس گریٹ۔ زیاد اس کو مسکراتا دیکھ کر مسکرایا۔



ہائے۔ عینی لائی بریری آکر عاشر سے بولی جو پڑھنے میں مصروف تھا

وعلیکم اسلام۔ عاشر بنا اس کی طرف دیکھے کہا عینی کے مسکرا کر اس کے پاس والی چچی ر

پہ بیٹھی۔

یہ دیکھو میں کیا لائی ہوں۔ عینی نے اپنی پرس سے بینڈ نکال کے عاشر کو دیکھایا

فرینڈ شپ بینڈ اچھا ہے۔ عاشر نے مسکرا کر کہا
میں یہ تمہارے لیے لائی ی ہوں۔ عینی نے مسکرا کر کہا وہ اب آپ کہنے کا تکلف نہیں
کرتی تھی۔

میرے لیے کیوں؟ عاشر کو سمجھ نہیں آیا۔
کیوں کیا ہماری فرینڈ شپ ہو گئی ہے اس لیے۔ عینی نے مسکرا کر کہا۔
پھر بھی۔ عاشر نے کچھ کہنا چاہا۔

پھر کو چھوڑے ہاتھ دے اپنا۔ عینی نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو ناچاہتے بھی عاشر نے اپنا ہاتھ
سامنے کیا عینی کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ بینڈ پہنانے ہی والی تھی جب اس کی نظر عاشر کی
کلائی پر پڑی جہاں پہلے سے ہی ایک بینڈ پہنا ہوا تھا کالے رنگ کا جس پر عاشر نام لکھا
ہوا تھا خوبصورت سا جو عاشر کی مضبوط کلائی پر پہنچ رہا تھا عینی نے پہلے اس کو اتارنا چاہا۔
یہ کیوں کھول رہی ہو؟ عاشر نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچے کیا۔

یہ پہنانے کے لیے۔ عینی نے گڑ بڑا کر کہا
ایسے دو میں پہن لوں گا۔ عاشر نے اس کے ہاتھ سے بینڈ لیکر کہا۔
یہ بینڈ کس نے دیا تھا؟ عینی کا موڈ خراب ہوا۔
میری کزن پلس دوست نے۔ عاشر کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

جو پہلے آپ کے ساتھ تھی آئی سکریم پارلر میں۔ عینی نے مزید پوچھا۔
 ہاں تمہیں یاد ہے ابھی تک آرزو نے گفٹ کیا تھا فرینڈ شپ ڈے پہ اور کافی سال پرانا
 ہے۔ عاشر نے بتایا
 پر تم نے ابھی تک پہن رکھا ہے۔ عینی نے اپنی جلن پہ قابو پا لیا۔
 آرزو نے دیا تھا نہ جب تب کہا تھا اُتار نامت۔ عاشر نے کہا۔
 کلاس کا ٹائی م ہو گیا ہے چلیں۔ عینی مزید آرزو نامہ سن نہیں پائی تو گھڑی میں وقت
 دیکھ کر کہا۔

شیور۔ عاشر اپنی کتابیں سمیٹی تو عینی بھی اٹھ بیٹھی۔
 NEW ERA MAGAZINE
 Novels | Afsana | Articles | Books

آرزو گھر داخل ہوئی تو لینڈ لائی نہ پہ کال آرہی تھی اس نے چادر وہی صوفے پہ
 رکھی اور کال اٹھائی۔

کون ہے۔ آرزو نے چھوٹے ہی یہی سوال کیا۔ زرینہ بیگم بھی ڈوپٹے سے اپنا ہاتھ
 صاف کرتی آرہی تھی۔

اسلام علیکم آرزو بیٹا میں عطیہ بات کر رہی ہوں۔ دوسری طرف سے روشنا کی ہونے
 والی ساس خوشی سے بولی تو آرزو نے رسیور زرینہ بیگم کی طرف بڑھایا

آپنی کی ساس کی کال ہے سن لیں۔ آرزو کہتی وہاں سے چلی گئی زرینہ بیگم نفی میں سر کو جنبش دیتی کال پہ متوجہ ہوئی۔

آرزو کمرے میں آکر اپنی کتابیں لیکر بیٹھ گئی تاکہ پڑھائی کر سکے جب ایک خیال آتے ہی چونک اٹھی۔

میں نے زیاد سے پوچھا کیوں نہیں کے وہ اتنے وقت کہا تھے اور نہ انہوں نے ٹھیک سے بتایا اور تو اور موبائل فون پہ بھی رابطہ نہیں ہوتا اور آج اچانک ایسے۔ آرزو نے سر پہ ہاتھ مار کر جیسے اپنی عقل پہ ماتم کیا۔



زیاد میرے بچپن تم آگئی۔ ماہی بیگم نے جیسے ہی زیاد کو گھر میں داخل ہوتا دیکھا تو محبت سے بولی زیاد نے مسکرا کر ان کو اپنے ساتھ لگایا۔ کیسی ہیں؟ زیاد نے پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں نور جہاں ٹھیک ہے۔ ماہی بیگم نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر پوچھا۔

ہاں اللہ کا شکر اب وہ ٹھیک ہیں۔ زیاد نے جواب دیا تم بیٹھو تو میں تمہارے لیے جو س لاتی ہوں اور کھانے کا بھی بندوبست کرو۔ ماہی بیگم نے اس کو لائی ونج میں لے آکر بولی۔

ہاں بھوک واقع بہت لگی ہے اچھا سا ناشتہ تیار کروائے۔ زیاد صوفے پہ بیٹھتا بولا
 کیوں نہیں پہلے بتاتیں تو بھائی صاحب سے بھی مل لیتے پر صبح کال پہ بھی تم نے خبر
 نہیں ہونے دی کے پاکستان آگئی ہو۔ ماہی بیگم نے کہا
 ان کا اپنے آفس میں ہونا ہے ہی بہتر ہے۔ زیاد کال لہجہ کرڑا ہوا۔
 زیاد ایسا نہیں کہتے۔ ماہی بیگم نے ٹوکا تو اس نے آنکھیں گھمائی ماہی بیگم اٹھ کر کچن
 میں گئی تاکہ خانساں سے کچھ بنانے کا کہے زیاد جیب سے موبائل نکال کر اس میں
 بڑی ہو گیا۔



اپنی پر و بلم؟ وقاص آفس سے لوٹ رہا تھا جب حفصہ کو گاڑی سے باہر کھڑا ہوتا دیکھ کر
 پوچھنے لگا۔

وقاص بھائی۔ حفصہ وقاص کو دیکھ کر چہک کر بولی جب کی وقاص اس کے منہ سے
 بھائی کا لفظ سن کر برا منہ بنایا۔

جی میں وقاص آپ بتائیں اب کیا پر و بلم ہے۔ وقاص نے بڑے ادب سے سوال کیا۔
 یہ دیکھے۔ حفصہ نے ٹائی رکی طرف کیا جو پنچر تھا
 او ویہ پر و بلم ہے۔ وقاص نے جیسے ساری بات سمجھ لی۔
 جی۔ حفصہ نے سر کو ہاں میں جنبش دی

تو کیا تمہاری گاڑی میں دوسرا ایکسٹرا ٹائی نہیں؟ وقاص نے نیچے ٹائی رکامعائی نہ کر کے پوچھا۔

وہ تو ہے۔ حفصہ نے بتایا۔

پھر پر و بلم کیا ہے تمہیں چہنچ کرنا نہیں آتا ٹائی ر۔ وقاص نے ایک اور سوال داغا جی نہیں آتا اس لیے تو دھوپ میں کھڑی ہوں۔ حفصہ نے گہری سانس لیکر کہا۔ کوئی ی نہیں میں ہوں نہ میں ہیلپ کر دیتا ہوں۔ وقاص نے مسکرا کر کہا تو حفصہ نے مشکور نظروں سے اس کی جانب دیکھا وقاص نے اپنی آستینیں اُپر کی اور ڈکی سے ٹائی نکالا اور کام میں لگن ہو گیا حفصہ قریب ہی وقاص کو دیکھ رہی تھی جس کا تھوڑی دیر میں ہی پسینے سے برا حال ہو گیا تھا اور بار بار بازوؤں سے ماتھے کا پسینہ صاف کر رہا تھا۔ لے ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وقاص ہاتھ جھاڑتا کھڑا ہو گیا۔

تھینکس۔ حفصہ نے مشکوک ہو کر کہا اور گاڑی سے پانی کی بوتل اس کو تھمائی جو وقاص نے جلدی سے لی پہلے ہاتھ صاف کیے اس کے بعد پانی پی کر باقی کا سارا پانی چہرے پہ گرایا تو حفصہ ہنس پڑی۔

سوری ایک گرمی اُپر سے آپ کو کام کرنا پڑا ایسا۔ حفصہ نے معذرت خواہ لہجے میں کہا۔

سوری کی کیا بات ایسے تو میری بھی خراب ہو سکتی تھی پھر وہ بھی تو میں ہی ٹھیک کرتا نہ۔ وقاص نے عام لہجے میں کہا۔

اوکے بائے میں اب چلتی ہوں اینڈ تھنکس اگین۔ حفصہ نے مسکرا کر گاڑی کا دروازہ کھول کر کہا۔

بائے۔ وقاص نے بھی ہاتھ ہلایا اور اپنی گاڑی میں بیٹھا۔



میں عطیہ بہن کو ہاں کہہ دی آرو کے امتحانوں کے بعد وہ نکاح کی تاریخ رکھے گئیں۔ زرینہ بیگم نے سبزی کاٹتے ہوئے روشناسے کہا جو کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ جو آپ کو بہتر لگیں آرزو سے ایک دفع بات کرئیے گا کیا پتا وہ ہنگامہ نہ کر دے بعد میں پھر۔ روشناسے گہری سانس بھر کر کہا کتنا ارمان تھا اس کا عاشر اور آرزو کو ایک ساتھ دیکھنے کا پر جو قسمت کو منظور

تم کر لینا بات اور اپنے طریقے سے سمجھا بھی دینا میرا تو دماغ گھما دیتی ہے وہ۔ زرینہ بیگم نے ساری زمینداری روشناسے ٹھوپ دی۔

اچھا کرلوں گی ابھی تو وہ کمرے کا دروازہ بند کیے بیٹھی ہے۔ روشناسے جواب کہا۔ ہاں کل پیپر ہے نہ اس کا پہلا اس لیے مصروف ہے اس میں۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

ہممم ٹھیک ہے پھر میں کل بات کروں گی آرزو سے آپ دعا کرنا شور نہ کرے وہ روشنا
نے اٹھتے کہا۔

نہیں کرے گی وہ۔ زرینہ بیگم نے تسلی کروائی۔

اسلام علیکم۔ عاشر نے آکر سلام کیا۔

وعلیکم اسلام آؤ بیٹھو۔ زرینہ بیگم نے خوشدلی سے کہا جب کی روشنا کمرے میں چلی
گئی۔

خالا آپ ناراض ہے کیا مجھ سے؟ عاشر نے جھجک کر پوچھا۔

ناراض نہیں بس تھوڑا افسوس ہوا۔ زرینہ بیگم سادگی سے بولی۔

میرا ارادہ دل آزاری کرنے کا نہیں تھا پر میں نے کبھی آرزو کے معاملے میں ایسا نہیں
سوچا تھا اور وہ مجھے عزیز ہے بہت میں نے انکار کیا تو ایسا نہیں کے مجھے کوئی برائی
لگی یا کچھ اور بس میں شادی نہیں کر سکتا تھا۔ عاشر کو سمجھ نہیں آیا کیسے اپنی صفائی پیش
کرے۔

کوئی بات نہیں بیٹا یہ باتیں قسمت کی ہوتی ہیں اللہ جو جس کی قسمت میں لکھے ہم

انسان کیا کر سکتے ہیں۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

یہ تو ہے آرزو کہاں ہے؟ عاشر نے جواب دے کر پوچھا۔

کمرے میں ہے دروازہ لوک کیا ہوا ہے کل پرچہ ہے نہ اس کا تو بس تیاری کر رہی ہوگی۔ زریںہ بیگم نے بتایا۔

اچھا میں مل کر آیا۔ عاشر اٹھتا ہوا بولا تو زریںہ بیگم نے بس سر ہلایا تو عاشر آرزو کے کمرے کی طرف گیا۔

گھر میں آکر آرزو کے بنادل نہیں لگتا اور کہتا ہے شادی کا نہیں سوچا آرزو کے بارے میں جانے جب الگ الگ لوگوں سے شادی ہوگی تو گنہگار کیسے کریں گیں۔ عاشر کے جاتے ہی وہ خود سے بڑبڑانے لگی۔

آرزو۔ عاشر نے دروازہ نوک کیے آرزو کو پکارا۔ آرزو جو جواب دوہرا رہی تھی دروازہ نوک ہونے پہ بیڈ سے اٹھی اور دروازہ کھولا تو عاشر کھڑا تھا آرزو واپس بیڈ پہ چرھ کے بیٹھی عاشر نے تعجب سے اس کا رویہ دیکھا

کیا ہوا اتنا روکھا استقبال۔ عاشر اندر داخل ہوتا بولا

پتا نہیں تھا تمہارے آنے کا ورنہ پھولوں کا بندوبست کرتی۔ آرزو نے طنزیہ کہا تو عاشر نے حیرت اس کو دیکھا جو نارنجی فراق اور ٹراؤز میں روٹھی ہوئی بیٹھی تھی۔

اب ہم سے کیا خطا ہوگئی جو ناراض ہو؟ عاشر نے وجہ جاننا چاہی۔

میں تمہاری وجہ سے بہت ہرٹ ہوئی تھی۔ آرزو نے آخر بول دیا۔

میری وجہ سے کیوں؟ عاشر سنجیدگی سے بولا
 تم نے مجھ سے شادی سے انکار کیا اور ٹھکرا دیا پھر بھی پوچھتے ہو کیوں۔ آرزو نے کچھ
 غصے سے کہا تو عاشر شاک سا اس کو دیکھنے لگا وہ آرزو سے اس بات کی امید نہیں رکھ رہا
 تھا اس کو لگا تھا آرزو اس بات سے ناواقف ہو گی پر وہ تو بات کو اپنے انداز میں لے
 گئی تھی۔

آرزو ایسا بالکل نہیں ہے تمہیں لگتا ہے میں تمہیں ٹھکرا سکتا ہوں میں تو کیا کوئی ی بھی
 تمہیں ٹھکرا نہیں سکتا۔ عاشر نے صفائی دیتے ہوئے کہا
 اماں کو کہتے سنا تھا کہ تم نے مجھے اس لیے ٹھکرایا ہو گا کیوں کی میں کام چور ہوں لا پرواہ
 ہوں تمہارا جینا حرام کرتی۔ آرزو نے اس کو گھورتے ہوئے کہا
 توبہ ہے خالا تو جانے کیا کیا سوچتی ہیں میں نے اس لیے انکار کیا کیوں کی ہمارا رشتہ کزن
 اور دوستی کا ہے اور میں اس تک ہی رکھنا چاہتا تھا۔ عاشر نے جلدی سے کہا۔
 مجھ سے شادی میں کیا پروہلم تھی؟ آرزو نے ویسے ہی سوال کیا۔
 پروہلم تو کوئی ی نہیں تھی۔ عاشر نے مسکرا کر اس کے پھولے ہوئے گال کھینچے۔
 دور رہو بات مت کرو تم نے مجھے ٹھکرایا ہے۔ آرزو نے اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

آرزو یا ر قسم سے میں پیار کرتا ہوں تم سے اور میں تمہارے بارے میں ایسا بالکل نہیں سوچتا جیسا خالانے کہا ہے۔ عاشق نے اس کے ہاتھ پکڑتے ہوئے یقین دلانا چاہا۔

اچھا تو اماں جھوٹ بول رہی ہیں میں جانتی ہوں تم نے اس لیے انکار کیا کیوں کی میں تمہیں موٹی لگتی ہوں اور تم کسی سلم سمارٹ لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو جس کی تعریف میں تم کتابیں لکھ سکوں۔ آرزو نے جلے کٹے انداز میں کہا تو عاشق کی ہنسی نکل گئی اور وہ بیڈ پہ لیٹ کر زور سے قہقہہ لگانے لگا آرزو کھلے منہ سے اس کو تکتی رہی پھر بیڈ پہ پڑا کشتن اس کو دے مارا۔

ہا ہا آرزو سوری بٹ تم کیا سوچتی رہتی ہو مطلب حد ہے ہا ہا۔ عاشق نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں تو سوچتی ہوں تم تو بول دیتے ہو۔ آرزو نے کہا۔

آئی پرومس موٹو تو میں تمہیں پیار سے کہتا ہوں اور چڑانے کی خاطر ورنہ تم تو بس صحت مند ہو۔ عاشق اب کی سنجیدہ ہو کر بولا۔

ہاں پتا ہے۔ آرزو نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا

اچھا اگر تم مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہو تو میں امی سے بات کرتا ہوں۔ عاشق نے آرزو کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔

اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا۔ آرزو نے گھورتے ہوئے کہا۔

توں لڑائی کیوں کر رہی ہو اس بات پہ۔ عاشر نے چڑتے ہوئے کہا۔
مجھے لگا تم نے اس وجہ سے انکار کیا جو میں نے بتائی۔ آرزو نے بتایا۔
ایسا کچھ نہیں ہے آرزو میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا ابھی تو مجھے میڈیکل کی پڑھائی
کرنی ہے اور بہت سے میرے خواب ہیں جن میں فلحال شادی کا کوئی سیسہ نہیں اگر
ہوتا تو میں پاگل تھا جو تمہارے لیے انکار کرتا۔ عاشر نے آخر میں آنکھوں سے کہتے کہا تو
آرزو پہلی دفع ہنس پڑی۔

پتا ہے تمہارے خواب۔ آرزو نے منہ بگاڑا۔
پھر بلا وجہ میں اتنا ڈرامہ کیا جب کی پتا ہے تمہیں سب۔ عاشر نے گھورتے ہوئے کہا۔
توں اور کیا کرتی مجھے لگا تم۔

اچھا چھوڑو ان باتوں کو جن میں کچھ نہیں نہ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہو نہ میں تو
فائی دا کیا۔ آرزو کچھ کہنا چاہ رہی تھی جب عاشر نے بیچ میں ٹوک دیا۔
ہاں یہ بات بھی ہے۔ آرزو اس کی بات سے متفق ہوئی۔

اب تو ہرٹ نہیں ہو نہ دل صاف کر لیا نہ اپنا میری طرف سے؟ عاشر نے کنفرم کرنا
چاہا۔

میلا تو پہلے بھی نہ تھا بس جو تھی ناراضگی وہ بھی ختم ہو گئی۔ آرزو نے مسکرا کر کہا تو
عاشر بھی مسکرا دیا پہلے جو اس کے اندر گلت تھا وہ اب عاشر کا ختم ہو گیا تھا وہ پر سکون تھا
کے آرزو کی طرف سے بھی ایسی کوئی بات نہیں تھی اور آرزو نے بات کر کے سب
کلیئی کر دیا تھا سہی کہتے ہیں لوگ جو بات ہو کہہ دیا کرو ورنہ بعد میں پچھتاوا ہوتا ہے
کیوں کی مسائل کبھی کبھی چپ رہنے کی وجہ سے بھی ہوتی ہیں جو ہو وہ بول دینا
چاہیے تاکہ اگر کوئی غلطی نہیں ہو تو وہ ختم ہو جائے آرزو بھی اگر خاموش ہوتی اور
عاشر سے بات نہ کرتی تو وہ بس یہی سوچتی کے عاشر نے اس کو ٹھکرایا جب کی عاشر نے
بس اپنی دوستی قائم کرنی چاہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsana | Article



میرا ماننا ہے زندگی میں کبھی کوئی انسان محبت نہ کرے اگر کرے تو کسی نا قدرے
انسان سے نہ کرے اگر ہو جائے تو اظہار نہ کرے پہلے وہ اس انسان کو جانچے کہ وہ
آپ کے بارے میں کیا خیالات رکھتا ہے کسی سوچ رکھتا ہے اس کے بعد وہ اپنی محبت کا
اقرار اور اظہار اس کے سامنے کرے محبت کا لا حاصل ہونا تکلیف نہیں دیتا مگر جس سے
آپ کو محبت ہو وہ اگر آپ کی محبت کو ٹھکرائے یا آپ کے بارے میں غلط رائے رکھے
آپ کی محبت کو غلط سمجھے تو وہ زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے محبت کا کیا ہے وہ تو کبھی بھی کسی

سے بھی ہو سکتی ہے اور ضروری نہیں کہ وہ قسمت میں بھی ہو پر وہی انسان اگر آپ کو غلط قرار دے تو انسان خود کو دنیا کا بدترین انسان سمجھتا ہے اور بے بس محسوس کرتا ہے اس کو ایسا لگنے لگتا ہے اس نے محبت نہیں بلکہ کوئی ی جرم کیا ہے جس کی اس سزا مل رہی ہے محبت کرنا جرم تو اظہار کرنے سزا بن جاتا ہے اس لیے محبت کرنے سے انسان دور رہے تو بہتر ہے اس میں سوائے تکلیف کے کچھ نہیں ملتا بندہ وہ نہیں رہتا جو ہوتا ہے جھوٹی مسکراہٹ سجانا ایک آرٹ ہوتا ہے اور آرٹ کوئی ی بھی ہو آسان نہیں ہوتا۔ زیاد بڑی حیرت سے علیدا ان کی اسٹوری دیکھ اور پڑھ رہا تھا جو اس نے شاید رات کو لگائی تھی اس کو علیدا ان کے ایسے الفاظ حیرت میں مبتلا کر رہے تھے کیوں کی اس نے پہلی دفع علیدا ان کا ایسا کوئی ی لکھا ہوا پڑھا تھا اس لیے حیران ہونا بنتا تھا اس نے علیدا ان کی جانب دیکھا جو ہمایوں کی کوئی ی بات سن رہا تھا وہ پانچوں آج لپچ کرنے باہر آئے تھے ایسے ہی موبائل یوز کرتے زیاد کی نظر علیدا ان کی اسٹوری پہ پڑی جو اس نے انسٹاپ لگائی تھی۔

علیدا ان خیر ہے؟ زیاد نے موبائل کی اسکرین علیدا ان کے سامنے کی جہاں اس کی اسٹوری جگمگا رہی تھی زیاد کا انداز پوچھنے کا کچھ ایسا تھا کہ وقاص جو ملک شیک پی رہا تھا زبردست قسم کا اچھو لگا تھا۔

ہاں خیر ہے بس انٹرٹین کے لیے رکھا ہے۔ علیدا ان نے خود پہ قابو پا کر کہا اس نے اس وقت کو کو سا جب روشنا کا خیال آتے اس نے یہ اسٹوری لگائی تھی وہ یہ بات کیسے بھول گیا تھا کہ اس کے جو دوست ہے وہ جب تک بال کی خال نہ اُتارے ان کو چین نہیں پڑتا تھا۔

انٹرٹین کے لیے تم نے یہ رکھا کہ محبت نہ کرے اگر ہو جائے تو اظہارے نہ کریں۔ زیادہ کو ہنسی آئی علیدا ان کی شکل دیکھ کر جب کی وقاص ٹیشو سے اپنی شرٹ صاف کر رہا تھا جہاں تھوڑا ملک شیک کرنے پہ خراب ہو گئی تھی۔ زیادہ تجھے نہیں پتا ان محترم کو پیار ہو گیا تھا پر قسمت کا ستم یہ ہوا کہ اس لڑکی کی منگنی کسی اور سے ہو گئی اب تو شادی ہو جائے گی اس لیے یہ بیچارے اس غم میں ہیں۔ احمد نے بلی تھیلی سے باہر نکالی۔

غم کس بات کا شادی ہوئی تو نہیں کڈنائی پ کر لیتے ہیں گن پوائی نٹ پہ نکاح کرنا آج کل عام ہے۔ زیادہ بغیر حیران ہوئے آرام سے بولا جیسے کوئی عام بات ہو۔ علیدا ان نے افسوس ان سب کو دیکھا جب کی وقاص زیادہ کی بات پہ عیش عیش کراٹھا تھا۔

محبت ہے میری اور محبت سے زیادہ عزت کرتا ہوں میں اس کی اگر بات صرف محبت کی ہوتی نہ تو بہت کچھ اور بہت پہلے کر چکا ہوتا پر میں نہیں چاہتا میری وجہ سے اس کی عزت پہ کوئی بات آئے میری محبت اس کے لیے سوالیہ نشان بن جائے۔ علیدا ان سنجیدگی سے بھرپور آواز میں بولا۔

عزت پہ بات کیوں آئے گی تم نے تو اس کے ہاتھ کا تھپڑ کھا لیا اب بھی دیر نہیں ہوئی بات کرو اس سے مانے تو ٹھیک نہ مانے تو زیادہ کا مشورہ زبردست ہے۔ وقاص نے زیادہ کی بھرپور حمایت کی۔ علیدا ان کا دماغ گھوم گیا وقاص کی بات پہ وہ بس اب پچھتا ہی سکتا تھا کہ اس نے تھپڑ والا سین ان کو کیوں بتایا۔ اس کو اگر ماننا ہوتا نہ تو پہلے مان لیتی یوں میری محبت کو روند کے نہ جاتی اور زیادہ کا جو مشورہ ہے نہ اس میں سوائے زلت کے اور کچھ نہیں میں نے مان لیا ہے وہ میری قسمت میں نہیں اگر ہوگی تو اللہ کسی نہ کسی وسیلے مجھے اس تک پہنچا دے گا اس کے لیے مجھے ایسی حرکتیں کرنے کی ضرورت نہیں جس سے میں اس کی نظروں میں اور گر جاؤ۔ علیدا ان ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

ایوری تھنگ از فیئی رائن لو اینڈ وور۔ زیادہ غرور سے بولا۔

محبت اور جنگ میں سب جائی نہیں ہوتا جو جائی زہو سہی ہو بس وہ ہی جائی زہوتا ہے۔ علیدا ان طمانت سے بولا

اگر تمہیں لگتا ہے تمہیں تمہاری محبت بنا کچھ کیے پلیٹ میں سجا کر ملے گی تو یہ بھول ہے تمہاری۔ زیاد نے اس کو حقیقت سے آگاہ کیا جب کی وہ تینوں حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے جن کا گفتگو کا موضوع آج محبت کو حاصل کرنا ہے تھا۔

مجھے ایسی کوئی ی بھول نہیں کے وہ مجھے ملے گی میں نے سال پہلے ہی اپنی محبت پہ فاتح پڑھ لیا تھا۔ علیدا ان طنزیہ مسکراہٹ سے بولا

ایڈریس بتاؤ اس لڑکی کے گھر کا ہم بات کریں گیں اس کے گھر والوں سے انگیجمنٹ کوئی می بڑا ایشو نہیں۔ زیاد نے دوبارہ کہا۔

پلیز زیاد اس ٹاپک کو ختم کرو۔ علیدا ان نے منت کی۔

اگر محبت کو پانے کی ہمت نہ ہونہ تو محبت کرو بھی مت محبت میں یہ نہیں دیکھا جاتا کے میرے اس اقدام پہ کیا ہوگا کیا نہیں محبت ڈنکے کی چوٹ پہ کی جاتی ہے جو ہوگا دیکھا جائے گا بس ایسے نامردو کی طرح یہ سوچنا ختم کرو کے ایسا نہیں کر سکتا ویسا نہیں کر سکتا۔ زیاد کی آواز جانے کیوں تیز ہوگئی تھی جس سے ریسٹورانٹ میں کچھ لوگوں کا دھیان ان کی طرف ہو گیا تھا پر یہاں پرواہ کس کو تھی۔

بند کرو اپنا یہ موضوع گفتگو محبت۔ ہمایوں نے چڑ کر کہا علیدا ان کو ایسے لگا جیسے زیاد نے اس کی مراد نگنی پہ کاری ضرب لگائی ہو۔

ایک منٹ ہمایوں مجھے بات کرنے دو۔ علیدا ان نے ہمایوں سے کہہ کر زیاد کی طرف دیکھا۔

میرے میں اتنی ہمت ہے کہ میں اس کو پاسکوں میں چاہوں نہ تو اس کا نام اپنے نام سے جوڑ سکتا ہوں پر اس سے کیا ہو گا روشنا مجھ سے نفرت کریں گی میں اپنی محبت کو پا کر بھی اس سے دور ہو جاؤ گا وہ اپنے گھر والوں کو کیا جواب دیں گی لوگوں کے سوالوں کے کیا جواب دے گی کے اس نے کیوں منگنی ایک سے شادی کسی اور سے کی۔ علیدا ان نے بات ختم کرنی چاہی۔

لوگ ہوتیں کون ہے جن کے سوالوں کے ہم جوابات دیتے پھیرے ان کا کام ہی تو یہی ہوتا ہے خود سے کہانی بناتے ہیں اور ان میں سے سوال نکال کر پوچھتے ہیں پھر جواب بھی خود دیتے ہیں۔ زیاد اب بھی اپنی بات پہ قائم تھا۔

تم کرنا پھر پر مجھ سے ایسی توقع مت کرو۔ علیدا ان ہار مان کر کہا جب کی اس کی بات پہ زیاد کی آنکھوں میں عجیب سی چمک آئی تھی پر اسرار سی۔



میں تو تھک گئی۔ وہ تینوں پیپرزدے کر کلاس سے باہر آ کر بولیں آج ان کا دوسرا پیپر اٹھا۔

تین پیپرزد بھی ہو جائے تو جان چھوٹے۔ مہک بیزاری سے بول کر بیچ پہ بیٹھی۔
میری بات سنو۔ سول تن فن کرتی ان تینوں پہ سر پہ پہنچی۔
جمعرات یا جمعہ کو آنا۔ آرزو پینے پیتے ہوئے بولی جس پہ سول کلس کے رہ گئی۔
حد میں رہا کرو آرزو۔ سول نے دانت پیستے ہوئے کہا
نہیں رہوں گی کیا کروں گی۔ آرزو نے چیلنج کرنے والے انداز میں پوچھا۔
جو تم نے سوچا بھی نہیں ہوگا۔ سول شیطانی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کر بولی تو آرزو نے
آنکھیں گھمائی۔

بات کرو اور جاؤ۔ مہک نے کہا
بات یہ ہے کہ مجھے کل جو بھی پیپرزد میں سوال ہو ان کے جواب میں میری مدد کرو گی۔
سول نے ان تینوں کی جانب دیکھ کر کہا جیسے وہ بیٹھی ہی ان کا حکم ماننے کے لیے ہو
آرزو نے بچا ہوا پانی پورا اس کے منہ پہ الٹ دیا جس پہ ہو فورن سے پیچے ہوئی پر
بیچاری پانی سے بچ نہ پائی اس کا پورا یونیفارم گیلیا ہو گیا جب کی ردہ اور مہک کا ہاتھ بے
ساختہ منہ پہ پڑا۔

یو بلڈی وچ۔ سول غصے سے اس کی طرف بڑھی پر مہک اور ردہ فورن سے سامنے آکر
اس کو روکا آرزو آرام سے کھڑی اس کا غصے سے لال پیلا چہرہ دیکھ رہی تھی۔
حداب تم رہو کبوتری آئی ی بڑی کے میری مدد کروں گی کر لی ہم نے مدد پڑ گئی
تمہارے کلیجے میں ٹھنڈک اب دفع ہو یہاں سے میرے منہ نہ لگا کرو تم۔ آرزو نے
انگلی اٹھا کر اس ہو وارن کیا۔

تم ہوتی کون ہو مجھے حد بتانے والی۔ سول نے غصے غراتے ہوئے کہا۔
میں جو کوئی ہوں تمہارا اس میں کنسرن نہیں بس میرے سے دور رہا کرو۔ آرزو نے
کندھے اچکا کر کہا۔
تمہاری یہ اکڑ ایک دن میں ضرور ختم کروں گی۔ سول اس کو دھمکی دیتی وہاں سے
نکلی۔

یہ تم نے کیوں کیا آرزو۔ ردہ نے پریشانی سے کہا۔
خوا مخواہ کار عب جہاڑ رہی تھی اوقات دیکھا دی بس۔ آرزو شان بے نیازی سے بولی۔
اچھا کیا تم نے۔ مہک نے تعریف کی۔
اور وہ جو دھمکی لگا کر گئی ہے۔ ردہ پریشان ہو گئی تھی۔

جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ آرزو اور مہک نے ایک ساتھ کہہ کر اس کے کندھے پہ اپنا کندھا ٹکایا تو ردہ ان دونوں کو دیکھتی مسکرا دی۔



زیاد سیٹی کی دھن بجاتا سیڑھیاں اتر رہا تھا اس کا چہرہ اس کے خوش ہونے کی عکاسی کر رہا تھا جب کی نیچے بیٹھے سب لوگوں نے اس کو حیرت سے دیکھا تھا ماہی بیگم نے دل ہی دل میں ماشا اللہ کہا جب کی سمایا بیگم کو اس کی خوشی ہضم نہیں ہوئی ایسا پہلی بار تھا جب انہوں نے زیاد کو خوش یا مسکراتا دیکھا ہو مگر آج تو اس کے انداز ہی الگ تھے اور سیٹی کی دھن بجا رہا تھا۔

کچھ پل ہمارے ساتھ بھی بیٹھ جایا کرو۔ اسرار صاحب نے اس کو باہر جاتا دیکھا تو کہا زیاد نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا وہ منع کرنے والا تھا مگر ماہی بیگم نے نظروں ہی نظروں میں بیٹھنے کا کہا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی ان کی طرف آیا۔

نور جہاں کیسی ہے؟ ابرار صاحب نے چائے پیتے ہوئے پوچھا۔

الحمد للہ ٹھیک ہیں بالکل ورنہ کسی کو توفیق نہیں ہوئی کی ان کی عیادت کرنے جائے۔ زیاد نے جواب دے کر طنزیہ کرنا فرض سمجھا اس کی بات پہ اسرار صاحب اور ابرار صاحب شرمندہ ہو گئے تھے جب کی سمایا بیگم نے آنکھیں گھمائی۔

سارے رشتے توڑ کے گئی تھی اور کہا تھا کہ وہ اگر مر بھی جائے تو اس کا چہرہ نہ دیکھے
تو اب عیادت کیوں کرنے جائے۔ سمایا بیگم نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

جب آپ سے بات کریں نہ کوئی ی تب بولا کریں۔ زیادہ بنالحاظ کیے کہا ماہی بیگم نے
کندھے پہ ہاتھ رکھتے اس کو باز رکھنا چاہا۔

اب تم بتاؤ گے کب بات کرنی ہے اور کب نہیں۔ سمایا بیگم سیخ پا ہوئی۔
اگر آپ نے کوئی بات نہیں کرنی تو میں جاؤں۔ زیادہ ان کی بات نظر انداز کرتا سرار
صاحب سے کہا جو اپنا سر پکڑے بیٹھے تھے۔

تم سے شادی کی بات کرنی تھی۔ اسرار صاحب نے اس کے چہرے پہ نظریں جمائے
کہا۔

ایڈریس بتا دوں گا جا کر رشتہ لے جائیے گا میرا اور شادی ایک مہینے میں ہونی چاہیے
ہر بات طئی کر کے آئیے گا۔ زیادہ تو جیسے تیار بیٹھا تھا بنان کے حیرت زدہ چہرے پہ
دھیان دیئے بولا اور وہاں سے اٹھ گیا جب کی ماہی بیگم خود شک میں تھی۔
لے جی ساری تیاری کر لی ہے تو رشتہ بھی خود لیکر جاتا شادی بھی کر آتا۔ سمایا بیگم تلملا
اٹھی۔

آپ جانتی تھی یہ بات؟ اسرار صاحب نے ماہی بیگم سے پوچھا جس پہ وہ محض نفی میں سر ہلانے لگی۔

نامراد لڑکا ہے بڑا چچی چچی کہتا پھرتا ہے اور اب کیسے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکا۔ سمایا بیگم نے آگ لگانی چاہی ماہی بیگم خاموش سی وہاں سے نکل گئی۔



آرزو تم سے بات کرنی تھی۔ روشنا آرزو کے کمرے میں آکر بولی جو آرام سے بیڈ پہ بیٹھی ہوئی تھی آج اس کا لاسٹ پیپر تھا جو اچھے سے ہو گیا تھا ورنہ اس کے ایکز ایمینز ہونے کے بعد بات کرنے کا سوچا تھا اور آج جیسے ہی ختم ہوئے تو وہ بات کرنے چلی آئی تھی کیوں کی فراز کی ماں کبھی بھی آسکتی تھی اور وہ ان کے آنے سے پہلے آرزو سے بات کرنا چاہتی تھی۔

جی آپ کی کیا بات ہے؟ آرزو ٹانگیں سمیٹ کر بیٹھی تاکہ روشنا بیٹھ سکیں۔

میں جو بات کروں غور سے اور پوری سننا ایسے چیخنا مت۔ روشنا نے تھمید باندھی۔

میں چیختی کب ہوں۔ آرزو نے سنی ہی آخری بات روشنا کی۔

آئی عطیہ چاہتی ہیں کے میرے نکاح کے دن تمہارا اور نادر کا نکاح بھی ہو یہ سمجھو کے انہوں نے تمہارا ہاتھ مانگا ہے اپنے بیٹے کے لیے۔ روشنا نے آہستہ آہستہ اس کو بات

بتائی اور اس کے چہرے کے تاثرات جاننے چاہے جو کی ویسے کے ویسے ہی تھے روشنا کو اُلجھن ہوئی۔

نادر وہ ٹھہر کی جو دیدیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے مجھے۔ روشنا کے چپ ہونے پہ آرزو بولی بھی تو کیا۔

آرزو تھمیز سے۔ روشنا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

تھمیز کو چھوڑے آپ میری کچھ شرائط ہیں۔ آرزو نے اتر کر کہا روشنا نے اس کو عجیب نظروں سے دیکھا وہ کیا سوچ کے آئی تھی کے آرزو چنے گی چلائے گی اور کہے گی بنا میری مرضی جانے اتنی بات کہہ دی اور یہاں تو گنگا ہی اُلٹی تو اس کو تو اپنی شرائط منوانی ہے۔

شاید تم نے میری بات کا مطلب نہیں سمجھا تمہارا اور نادر کا نکاح سمجھ رہی ہوں نہ تمہیں اعتراض نہیں کوئی۔ روشنا نے پھر سے کہا اس کو لگا شاید آرزو نے سمجھا نہیں۔

آپی میں سمجھ رہی ہوں پر اعتراض کیوں ہو گا ہائے میرا بھی نکاح ہو گا مہک اور ردہ کا تو منگیتر بھی نہیں اب میں ان کو جلاؤں گی ہائے کتنا مزے آئے گا۔ آرزو نے چمکتے ہوئے کہا اور کشن اپنی گود میں رکھ کر سوچنے لگی مہک اور ردہ کا ان کو جلانے کا روشنا نے

تاسف سے اس کی جانب دیکھا اس کو یقین ہو گیا آرزو سے عقلمند ہونے کا ثبوت مانگنا
مطلب خود کو بیوقوف بنانا ہوا۔

آرزو تمہیں اب بھی مزاق سوچھ رہا ہے نکاح اتنا بڑا فیصلہ ہے اور تمہیں بس مہک اور
ردہ کو جلانے کی پڑی ہے۔ روشنانے اس کی عقل پہ ماتم کیا۔

آپی میں جانتی ہوں نکاح کا مطلب اور یہ بھی کہ میں اگر ابھی آپ کو منع کرتی تو آپ
مجھے راضی کر کے ہی جاتی مجھے اعتراض ہوتا مگر وہاں بھی ہم ساتھ رہے گئیں اور مجھے
وہاں کام بھی نہیں کرنا پڑیگا مطلب یہاں بھی آزادی اور وہاں بھی آزادی۔ آرزو نے
بتا ہی دیا وہ اتنی کم عقل نہیں جتنا اس کو سمجھا رہا ہے۔

اچھا تو کام سے بچنے کے لیے۔ روشنانے مصنوعی غصہ دیکھایا۔

نہیں ہمیشہ ساتھ رہے گے اس لیے۔ آرزو نے مسکرا کر کہا تو روشنانے اس کو اپنے
ساتھ لگایا۔

اللہ تمہیں بہت ساری خوشیاں دے۔ روشنانے دل سے دعادی جس پہ آرزو نے
مسکرا کر آمین کیا۔



عینی کتنے دن سے عاشق کے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی جس کی کلائی میں اس کا دیا ہوا
فرینڈ شپ بینڈ نہیں تھا وہ جاننا چاہتی تھی کہ اس نے کیوں نہیں پہنا اور دوسرا جو اس

نے بتایا تھا آرزو کا وہ جب بھی دیکھتی اس کی کلائی میں تو دل کرتا اس کی کلائی سے اتار کے نوچ پھینکیں مگر ہائے دل کا کیا وہ تو کچھ بھی کہتا رہتا ہے عینی نے کوشش کرنی چاہی پوچھنے کی پر ہمت نہیں ہوئی مگر آج اس نے سوچ لیا تھا کہ پوچھے گی وہ ابھی عاشر کو لیکر کالج کے کیفیٹر یا آئی ی تھی اور کشمکش میں مبتلا تھی کے کیسے پوچھے آخر اس نے سب سوچو کو جھٹک کر پوچھ ہی لیا۔

عاشر تم نے میرا دیا ہوا بینڈ نہیں پہنا۔ عاشر اس کی بات پہ چونک اٹھا۔
بینڈ؟ عاشر نے کنفرم کرنا چاہا۔

ہاں بینڈ بھول گئی۔ عینی کو اس کا ایسے پوچھنا برا لگا
نہیں بھولا تو نہیں مگر وہ کھو گیا تھا اس لیے میں نے پہنا نہیں۔ عاشر نے کندھے اچکا کر کہا جیسے عام بات ہو خیر اس کے لیے تو تھی مگر عینی کے لیے نہیں اس کو عاشر کی بے نیازی بہت بری لگی کتنے پیار سے اس نے عاشر کو دیا تھا اور عاشر نے اس کا پہلا تحفہ ہی ایسے گم کر دیا۔

تم نے ڈھونڈا نہیں۔ عینی نے بامشکل اپنا لہجہ ہشاش بشاش کر کے پوچھا۔
نہیں بینڈ ہی تو تھا ڈھونڈتا کیوں کو نسا مل جانا تھا۔ عاشر نے مسکرا کر کہا

یہ بھی تو بند ہی ہے ہمیشہ پہنا ہوتا ہے کیا کبھی گم نہیں ہوا یہ اور ہمیشہ کیوں پہنا ہوتا ہے
اُتار پھینک کیوں نہیں دیتے۔ عینی نے جلیس ہوتے ہوئے کہا عاشر کو عینی کی یہ بات
بہت ناگوار گزری۔

گم نہیں ہوا کیوں کی میں نے کبھی اُتار نہیں اور پلیز دوبارہ ایسے بات مت کرنا اور نہ
پوچھنا۔ عاشر نے دو ٹوک انداز میں کہا
میں نے جسٹ سوال کیا۔ عینی نے کہا۔

سوال مجھے نہیں پسند اور میں کیوں اُتار پھینکنے لگا یہ میرے لیے خاص ہے تمہاری نظر
میں یہ بند ہو گا بس پر میرے لیے بہت قیمتی شے ہے۔ عاشر سپاٹ لہجے میں کہہ کر اٹھ
گیا عینی نے دکھ سے اس کو جاتا دیکھا کتنی کوشش کر رہی تھی وہ عاشر کے دل میں اپنی
جگہ بنانے کی اور ایک عاشر تھا جو شاید پتھر کا بنا ہوا تھا جو اپنے دل میں جگہ نہیں دے رہا
تھا عینی نے کمنیاں ٹیبل پہ لٹائی اور اپنا ماتھا رکھ دیا اس کی برداشت سے باہر تھا عاشر
کی بے رخی سہنا۔

عشق جب وار کرتا ہے تو آنکھیں لال کرتا ہے
چھین لیتا ہے سکون اور بے چین کرتا ہے
نہیں سکھاتا دیکھنا اس کو کسی اور کے ساتھ

جب کرتا ہے تو حد سے زیادہ بیقرار کرتا ہے



سر کوئی زوایا صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔ زیاد اپنے کین تھا جب انٹر کام پہ
اس کو پیغام موصول ہوا زوایا کے نام پہ اس کے ماتھے پہ بلے آئے مگر کہا اس نے بس یہ
کے میرے کین میں بھیج دو۔

کیوں آئے ہو یہاں؟ زوایا جیسے ہی کین میں آیا زیاد نے سخت لہجے میں پوچھا۔
تمہاری یاد آرہی تھی تو سوچا مل آؤ دو سال ہو گئی ہیں ہماری ملاقات نہیں
ہوئی۔ زوایا نے ایسے کہا جیسے بہت گہری دوستی ہو ان کے بیچ۔
کام کی بات کرو اور شکل گم کرو اپنی۔ زیاد نے غراتے ہوئے کہا۔
ایک تو تمہارا غصہ۔ زوایا آرام سے چپٹی رہی پتھڑتا جیسے افسوس کرنے لگا زیاد نے
آنکھیں دیکھائی تو وہ مسکرا کر بولا۔

میں تمہارے اور اپنے بیچ کی بلا وجہ والی دشمنی ختم کرنے دوستی کا ہاتھ برہانے آیا
ہوں۔ اس کی بات پہ زیاد کی آنکھوں میں تمسخر در آیا زیاد اس کی بات پہ محفوظ ہوا۔
ریلی مسٹر زوایا تمہیں میں اتنا بیوقوف لگتا ہوں۔ زیاد ہنس کے بولا
بیوقوف والی کیا بات میں سچے دل سے کہہ رہا ہوں۔ زوایا نے خود کو کمپوز کیا۔
سریسلی؟ زیاد نے طنزیہ کہا۔

لسن زیاد جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ دوستی کرنے آیا ہوں تو تم بھی پرانی باتیں چھوڑ کر میری طرف ہاتھ برہاؤ اور ہم بزنس کے پارٹنر بن جاتے ہیں۔ زاویار صلح انداز میں کہا

زیاد خانزادہ نام ہے میرا اڑتی چڑیا کے پڑگن لوں اور کیا میں تمہارا دوغلہ پن نہیں سمجھوں گا۔ زیاد سنجیدگی سے بولا

زیاد میں دوغلہ پن نہیں کر رہا۔ زاویار نے یقین دلانا چاہا چائے پیو گے یا کافی وہ کیا ہے نہ دوست ہو یا دشمن میں ان کی بنا خاطر تو واضح کیے جانے نہیں دیتا۔ زیاد نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے بس میری بات کا یقین کرو۔ زاویار کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کیا کر گزرتا۔

اگر یہی بات کرنی ہے تو میری طرف سے انکار ہے میں زیادہ دوست بنانے کے خلاف ہوں۔ زیاد نے آرام سے راکنگ چی ئی رہ پٹیک لگائے کہا۔ سوچ لو بزنس پارٹنر بننے میں تمہارا فائدہ ہو سکتا ہے۔ زاویار نے ایک اور پتہ پھینکا۔ میرے پاس فضول باتوں کو سوچنے کے لیے وقت نہیں۔ زیاد نے کہا۔ پچھتا بھی ہو بعد میں۔ زاویار اپنا غصہ دباتا ہوا بولا۔

زیاد خانزادہ پچھتا تا نہیں۔ زیاد طمانیت سے کہا
تمہیں تو میں دیکھ لوں گا۔ زاویار غصے سے اٹھتا ہوا بولا۔

افسوس ہوا تم اچھے بننے کی اداکاری نہیں کر پائے۔ زیاد نے بڑے افسوس کا اظہار کیا
زاویار بس گھورتا باہر نکل گیا زیاد زور سے قمقمہ لگانے لگا پورے کیمین میں اس کے ہنسنے
کی آواز گونج رہی تھی دیواریں بھی حیرانکن تھی آج پہلی بار انہوں نے زیاد خانزادہ کے
ہنسنے کی آواز جو سنی تھی۔



میں بہت خوش ہوں آپ نے ہماری بات کا مان رکھا۔ عطیہ بیگم سموسہ کھاتے
ممنونیت سے زرینہ بیگم سے کہا آج وہ اکیلی آئی تھیں نکاح کی تاریخ فکس کرنے کے
لیے۔

بس دونوں بہنیں ایک ساتھ ایک گھر میں جائیں گی تو ٹھیک رہے گا ہم نے سوچا اس
لیے ہاں کہہ دی اب بس آگیاں اللہ بہتر کرے گا۔ زرینہ بیگم سادگی سے بولی
بلکل بلکل دونوں بہنیں آپس میں خوش رہیں گی تو بس طئیہ پایا کے چار دن بعد نکاح
کی تقریب رکھتے ہیں۔ عطیہ بیگم مسکرا کر بولی۔

چار دن تو بہت ہیں ہمیں تیاری بھی تو کرنی ہیں اور رشتیداروں کو بھی تو دعوت دینی ہے
نہ۔ زرینہ بیگم بوکھلا گئی ان کی بات سن کر تبھی عاجزی سے بولی۔

ہاں تو چار دن کم تو نہیں نکاح میں آپ بس قریبی رشتیداروں کو بولائے شادی پہ سب کو دعوت دیجائیے گا میں اب اور دیر نہیں کرنا چاہتی پہلے ہی آپ نے بہت وقت مانگا تھا۔ عطیہ بیگم ان کی بات رد کرتی بولیں۔

ٹھیک اگر آپ کا اتنا اصرار ہے تو میں کیا کہہ سکتی ہوں بس کل سے ہی ہم تیاری چھوڑو کریں گے بازار کا بھی جو سامان چاہیے ہو گا وہ ہم دیکھ لیں گے۔ زرینہ بیگم نیم رضامندی دیتی ہوئی بولی جب کی اندر ہی اندر وہ کافی پریشان تھیں۔

یہ ہوئی نہ بات نکاح کا جوڑا تو ہم نے ڈالنا ہے آپ کی اتنی تیاری کہاں ہوگی پر شادی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی میں۔ عطیہ بیگم خوش ہوتی ہوئی بولی جب کی زرینہ بیگم محض مسکرا سکی اب ان کو کیا بتاتی ان کو کیا پریشانی ہے۔

جی سہی بس آپ اپنے بیٹوں کی ناپ ہمیں بتا دیجائیے گاتا کہ ان کا نکاح کا ڈریس ہم لیں تو مشکل نہ ہو۔ زرینہ بیگم گہری سانس لیکر بولی۔

جی جی آپ فکر نہ کریں۔ عطیہ بیگم نے تسلی کروائی۔



زیاد مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔ زیاد پول سائیڈ پہ بیٹھا آفس کا کام کر رہا تھا جب ماہی بیگم سنجیدگی سے بولی۔

جی چچی جان آئے بیٹھے۔ زیاد نے مسکرا کر کہا۔

تم نے بتایا نہیں کبھی اپنی پسند کا؟ ماہی بیگم چیئی رہی بیٹھتی ہوئی ی پوچھنے لگی۔
کل بتایا تو تھا۔ زیادہ نے کہا

ایسے بتاتے ہیں اجنبیوں کی طرح مجھے لگا تم اپنی ماں سمجھتے ہو مجھے مگر کل تم نے بتا دیا
میں بس چچی ہوں تمہاری۔ ماہی بیگم اپنی آنکھیں صاف کرتی بولی جو نم ہوگئی تھی۔
چچی جان ایسی بات نہیں کاموں میں اتنا الجھ گیا تھا کہ آپ سے بات کرنے کا موقع
نہیں ملا یقین کرے میں نے خالا جان سے بھی کوئی بات نہیں کی۔ زیادہ ان کا ہاتھ
تھام کر بتانے لگا۔

اچھا مان لیتی ہوں تمہاری بات مگر یہ تو بتاؤ نام کیا ہے اس کا کیسی ہے وہ اور کب سے
ہے تمہاری زندگی میں کہاں رہتی ہے؟ ماہی بیگم نے ایک سانس میں پوچھ لیا زیادہ ان کی
جلد بازی پہ ہنس پڑا

نام اس کا آرزو ہے مگر میرے لیے وہ حیات ہے۔ زیادہ محبت سے چور لہجے میں کہا ماہی
بیگم مسکرا دی اور وہ کیسی ہے میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ زیادہ نے آنکھیں بند
کر کے کھولی ماہی بیگم نے اس کے ماتھے پہ چپٹ لگائی تو مسکرا دیا زیادہ عرصہ نہیں ہوا
مگر کم عرصے میں ہی میری سب کچھ بن گئی ہے اور جہاں وہ رہتی ہے اس کا ایڈریس
میں آپ کو بتاؤں گا رشتہ لینے تو آپ نے ہی جانا ہے کل۔ زیادہ نے ان کا ہاتھ عقیدت

سے چومتے ہوئے کہا تو ماہی بیگم نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا وہ بہت خوش ہوئی
 زیادہ کو مطمئن اور پرسکون دیکھ کر دل میں اللہ کا شکر ادا کیا کہ زیادہ کی زندگی میں بھی
 خوشی دی۔

کچھ دن بعد جائے گیس کل کیوں لڑکی کے گھر جا رہے ہیں تو سامان بھی تو لیکر جانا ہوگا
 نہ۔ ماہی بیگم نے مسکرا کر کہا۔

مٹھائی یوں کا ڈھیر آپ کو مل جائے گا آپ بس کل جائیے گا اور باقی جو بھی سامان ہوگا
 وہ ہم بعد میں دیکھ لیں گے۔ زیادہ نے فوراً سے کہا۔

ہا ہا زیادہ اتنی بیقرار رہی۔ ماہی بیگم ہنسنے بنا نہ رہ سکی۔

یہی سمجھ لیں میں اب مزید اس سے دور نہیں رہ سکتا میرا بس چلے تو ابھی اس کو یہاں
 لے آؤ۔ زیادہ آنکھ و نک کرتے کہا تو ماہی بیگم نفی میں سر ہلانے لگی۔

اللہ تمہیں تمہاری یہ خوشی آباد رکھے۔ ماہی بیگم نے دعا دی۔

آمین بس آپ جانے کی تیار کر لیں ایڈریس میں بتا دوں گا۔ زیادہ نے کہا

ہاں پر بھائی صاحب سے بھی بات کرو ان کو بتاؤ آخر کو باپ ہیں وہ تمہارے ان کا

زیادہ حق ہے۔ ماہی بیگم نے اسکو سمجھانا چاہا جب کی ان کی بات پہ زیادہ کا چہرہ پل بھر میں

سپاٹ ہوا تھا۔

کل میں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا وہ جائے یا نہیں مجھے فرق نہیں پڑتا پر آپ جائے گا اور ہر بات طئیہ کر لیجئے گا۔ زیادہ بنانا شردیئے کہا۔

ان کو اچھے لگیں گا اگر تم کہو گے تو۔ ماہی بیگم نے کہا
چچی پلیز جو میرے اختیار میں نہ ہو وہ کام مت کہا کرے کرنے کے لیے اور سما میڈم کو دور ہی رکھئے گا۔ زیادہ نے کہا
بری بات۔ ماہی بیگم نے گھورا۔

اچھا آپ کہئے گا ان سے چلنے کے لیے اگر ان کے پاس وقت ہو تو مگر مجھ سے یہ امید نہ رکھے۔ زیادہ نے جیسے اجازت دی ہو ماہی بیگم نے زیادہ کو ایک ہی بات پہ اٹل دیکھا تو بحث کرنا چھوڑ دیا جانتی تھی زیادہ اگر ایک بات پہ ضد پکڑ لیں تو کوئی کچھ بھی کہے وہ اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹیں گا۔



کچھ پریشان ہیں؟ ایاز صاحب نے زرینہ بیگم کو خاموش دیکھ کر سوال کیا
ہاں بس جوان بیٹیوں کی شادیاں قریب ہے اب بس اس کی پریشانی ہے میں نے اپنا سارا زور تو بیچ دیا تھا جو بھی تھا روشنا کا کالج بہت مہنگا تھا پر اس کی تعلیم ضروری تھی پھر آرزو کی اخلا کے لیے بھی جو بن پڑا میں نے کیا اب جہیز میں کیا دوں گی یہی بات

پریشان کر رہی ہے۔ زرینہ بیگم نے اپنا مسئی لایا ان کی بات پہ ایاز صاحب مسکرا دیئی۔

پریشان ہونے والی کیا بات ہے اللہ کوئی وسیلہ بنا دے گا اور دوسری بات یہ کہ میں لون کے لیے بات کروں گا ابھی تو بس نکاح ہو رہا ہے نہ شادی تک انشا اللہ بات بن جائے گی۔ ایاز صاحب نے ان کو تسلی کروائی۔

ہاں اللہ سب ٹھیک کر دے گا مگر پریشانی تو لگی رہے گی نہ۔ زرینہ بیگم نے کہا جو لوگ اللہ پہ رکھتے ہیں نہ سب کچھ تو وہ پریشان نہیں ہوتے تم بس بچیوں کو لیکر بازار سے ان کو ان کی ضروریات کی چیزیں خرید کے دینا جو میرا کام ہو اوہ میں نیٹالوں گا۔ ایاز صاحب کی بات پہ وہ خود کو پرسکون کرنے لگی۔

کل ان دونوں کو بھیج دو گی بازار میں تب تک باقی کا کام دیکھ لوں گی۔ زرینہ بیگم نے بتایا۔

آپا سے کہنا وہ بھی مدد کروادے گی۔ ایاز صاحب نے کہا نصرت تو کہہ رہی تھی وہ آئے گی ٹھیک ہے میری بھی مدد ہو جائے گی پھر۔ زرینہ بیگم نے جواب کہا تو وہ ایاز صاحب سر کو جنبش دیتے سونے کے لیے لیٹ گئی۔



کتنے بچے جانا ہے یہ بھی آپ کا لاڈلہ بتا دیتا۔ سمایا بیگم بریڈ میں جیم لگاتی ہوئی بولی۔

نہیں بس آج جانا ہے یہ بتایا تھا سامان زیاد نے پہلے ہی گاڑی میں رکھ دیا ہے۔ ماہی بیگم نے بتایا۔

سامان کونسا؟ سمایا بیگم نے نا سمجھی سے سوال کیا۔

مٹھائی وغیرہ کی ٹوکریاں۔ ماہی بیگم بولی۔

مٹھائی بھی کیوں کونسا منگنی کی رسم کریں گے ابھی تو بس بات ہی کرنی ہے اور جانے وہ لوگ کیسے ہو اور کیا پتہ رشتہ دینے کے لیے فورن سے کہتے بھی ہے یا نہیں ہم ایسے ہی مٹھیاں اٹھا کر لے جائے۔ سمایا بیگم نخوت سے بولی ان کی زیاد کی شادی کا سن کر ایک پل چین نہیں آ رہا تھا انہوں نے سوچ لیا تھا کچھ بھی ہو بات بننے نہیں دیں گی بھلا ان کے ہوتے ہوئے وہ خوش کیسے رہ سکتا ہے پسند کی شادی تو وہ ہر گز نہیں ہونے دے گی۔ آپ کے پئی سوں سے تو نہیں لیے میں نے تو آپ کو آگ کیوں لگ رہی ہے۔ زیاد سیڑھیاں اترتا ان کی بات سن کر بولا۔

تم میں تو ادب نام کی کوئی چیز نہیں پر ہمیں تو اپنے جیسا نہ سمجھو جہاں ہم جارہے ہیں ان کو پتا بھی ہے ہمارے آنے کا یا بن بلائے مہمان بن کر جارہے ہیں۔ سمایا بیگم تلملا کر پوچھنے لگی۔

آپ نہ جائے اتنی ادب والی ہے تو میں نے تو نہیں کہا اور آپ جا کیوں رہی ہے۔ زیاد
ڈان ئی نگ ٹیبل سے سیپ اٹھاتا بولا۔

فضول کی چک چک بند کرو کبھی تو صبح کو پر سکون گزرنے دیا کرو۔ اسرار صاحب ان کی
بحث سن کر چڑ کر بولے۔

بہت پر سکون گزرے تھے دن جب یہ گھر پہ نہیں تھا۔ سما یا بیگم تو موقع مل گیا ان کی
بات پہ زیاد طنزیہ مسکرایا۔

ہماری تو زندگی پر سکون تھی جب آپ نہیں تھیں۔ زیاد نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا
سما یا بیگم خون کا گھونٹ پی کر رہ گئی عینی اور اشرف نے بے اختیار ایک دوسرے کو
دیکھا تھا عینی نے اپنا فون ٹیبل سے اٹھایا اور ڈائی ینگ ٹیبل سے اٹھ گئی اشرف بھی
مزید وہاں نہیں بیٹھا ان کی دیکھا دیکھی میں کشملا اور زارون بھی اٹھ گئی۔
یہ تم اچھا نہیں کرتے میرے بچوں کے سامنے ایسی بات کرتے ہوئے۔ سما یا بیگم غصے
سے بولی۔

آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں کے میں کیا اچھا کر رہا ہوں اور کیا غلط۔ زیاد نے بنا اثر
لیے کہا۔

ناشتہ کرو چپ چاپ بیٹھ کر۔ ابرار صاحب نے کہا۔

میرا ہو گیا ہے آپ کے کہنے کا شکریہ۔ زیادہ سنجیدگی سے کہتا باہر کی طرف چلا گیا۔
 جانے کب سب ٹھیک ہو گا۔ اسرار صاحب آبدیدہ ہو کر بولے۔
 بیس سالوں میں ٹھیک نہیں ہوا تو اب کیا ہو گا۔ ابرار صاحب نے تلخ حقیقت بیان کی
 جن سے اسرار صاحب ہمیشہ نظریں چڑاتے تھے اور اب بھی ایسا ہی کیا تھا۔
 زیادہ بھائی کی۔

زیادہ اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا جب اشرف کی آواز پہ رُکا اور اس کی طرف سوالیہ نظروں
 سے دیکھا جہاں وہ چاروں اس کو دیکھ رہے تھے۔

کہو۔ زیادہ سپاٹ انداز میں بولا
 ہم نہیں جانتے آپ اور ماما کے بیچ کیا اختلاف ہے پر ان سب میں ہمارا تو کوئی قصور
 نہیں آپ ہم سب کو کیوں اس طرح نظر انداز کرتے ہیں ہم سے بات نہیں کرتے
 دیکھتے نہیں ہم بھی چاہتے ہیں ہمارا بھائی کی جو ہم سے بڑا ہے وہ ہم سے بات کرے جیسے
 باقی سب کے ہوتے ہیں پر آپ نے کبھی ہمیں بڑے کی طرح ٹریٹ نہیں کیا۔ عینی نے
 زیادہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

ہاں بھائی اور آپ تو امی سے بات کرتے ہیں ان کی ہر بات سنتے ہیں مانتے ہیں پھر ان کے بچوں سے ناراضگی کیسی۔ کشمالا نے بھی ہمت کرتے ہوئے کہا جب کی زیاد سپاٹ تاثرات لیے ان کی تقریریں سن رہا تھا۔

بڑا بھائی می ہے نہ زارون اس کو اپنی فرمائی شیں بتایا کرو اور کیا کرو میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا تم لوگوں کے چونچلے اٹھانے کا اور میں تم لوگوں کا بھائی می نہیں یہ بات سمجھ لو۔ زیاد نے چاروں کو دیکھ کر بے رخی سے کہا۔

آپ ایسا کیوں بول رہے ہیں ماں بھلے الگ ہے پر باپ تو ہمارا ایک ہے نہ ہم ایک گھر میں رہ کر بھی اتنے دور کیوں ہے کیا آپ کا دل نہیں کرتا اپنے بہن بھائی یوں سے بات کرنے کا۔ اشرف نے دکھ سے سوال کیا۔

میرا کوئی باپ بھی نہیں۔ زیاد کہتے ہی گاڑی میں بیٹھا اور زوردار آواز میں ڈور بند کیا عینی اور کشمالا نے بے ساختہ دل پہ ہاتھ رکھا۔

ان کے دل میں جانے کیا ہے جو کسی کی بھی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ زارون نے زیاد کی گاڑی کو گیٹ پار کرتا دیکھا تو کہا۔

ہاں ویسے حیرت ہے ان کو لڑکی کو نسی پسند آگئی جن سے یہ شادی کرنے والے ہیں۔ کشمالا تجسس سے بولی۔

مجھے تو بڑا شوق ہے اس ہستی کو دیکھنے کا جس نے بھائی کے دل پہ قبضہ کر لیا ہے۔ عینی نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

آج جا رہے ہیں نہ رشتے کی بات کرنے پھر ہم بھی دیکھ لیں گے۔ اشرف نے کہا پھر وہ بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر کالج اور یونی کے لیے نکل گئی۔



میں نے اپنی پسند کا جوڑا لینا تھا۔ آرزو نے منہ بسور کر کہا۔ ان کی پسند بھی اچھی ہوگی ٹینشن کیوں لے رہی ہو۔ عاشر نے اس کو رلیکس کرنا چاہا۔ اپنے زمانے کے کپڑے لے گی نہ وہ نکاح جس سے ہو گا وہ تو پسند کا نہیں نکاح کا ڈریس ہی میری اپنی پسند کا دلادیتے۔ آرزو نے اپنا رونا رویا عاشر اس کی بات پہ ہنس پڑا جب کی روشنائی اس کے بازو پہ چٹکی کاٹی وہ تو اچھا تھا زریں بیگم وہاں نہیں تھیں ورنہ چپل زور پڑتی ان کی۔

تم لوگ ابھی تک بازار گئیے نہیں۔ زریں بیگم اپنے ہاتھ صاف کرتی ان سے بولی آج روشنائی اور آرزو نے بازار جانا تھا اس لیے عاشر کو ساتھ چلنے کا کہا تھا اس لیے عاشر کالج سے چھٹی کر کے خوشدلی سے ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ جا رہے ہیں اماں۔ روشنائی کہا جب کی آرزو نے ناک سکڑ کر ان کی طرف دیکھا۔ تم کیوں منہ بنائے بیٹھی ہو؟ زریں بیگم نے آرزو سے پوچھا۔

کچھ نہیں۔ آرزو نے کہا۔

اچھا اب چلیں ورنہ شام ہو جائے گی واپسی پہ۔ عاشر اٹھتا ہوا ان کو وقت کا احساس دلانے لگا۔

شام کیوں ہوگی بس گھر کا سامان ہی لینا ہے کونسا اپنے کپڑے لینے ہیں۔ آرزو نے جھلا کر کہا۔

تمہاری رخصتی تو میں نکاح کے دن ہی کرواتی ہوں۔ زرینہ بیگم نے گھورتے ہوئے کہا۔
نوازش ہوگی آپ کی۔ آرزو نے جھک کر شکریہ ادا کیا

اب بس کرو اور چلو۔ روشناس کو بازوؤں کھینچتے ہوئے باہر کی طرف بڑھی عاشر مسکراتا ان کے پیچھے گیا جب کی زرینہ بیگم نے گھر کی صفائی کر کے کا سوچا۔



سنو آج عاشر نہیں آیا کیا؟ عینی کلاس میں داخل ہوئی تو عاشر کو ناپا کر ایک لڑکی سے پوچھا۔

نہیں تمہیں بتایا نہیں اس کے ساتھ ہوتی ہو۔ لڑکی نے جواب دے کر پوچھا۔

پتا ہوتا تو کیا تم سے پوچھتی۔ عینی نے چڑتے کہا اور اپنی جگہ پہ بیٹھی۔

عاشر مجھے بتانا کیسا کونسا ہمارا فون پہ رابطہ ہوتا ہے یا کونسا میں اس کے لیے خاص ہوں۔ عینی نے طنزیہ خود سے کہا۔

اگر بتانا تو اچھا ہوتا پر کل بھی نہیں بتایا ایسا کچھ۔ عینی نے گہری سانس بھری اور کتاب کھول کر اس کو پڑھنے میں بڑی ہو گئی۔



علیدان تم فری ہو؟ علیدان لائی ونج میں بیٹھالپ ٹاپ یوز کر رہا تھا جب نرمابیگم ساتھ والے صوفے پہ بیٹھتی ہوئی ی بولی۔

ہاں بس پر پریٹیشن تیار کر رہا تھا آپ کو کوئی بات کرنی ہے۔ علیدان نے انگلیاں کیبورڈ پہ چلاتے ہوئے کہا

بات تو کرنی ہے جب فری ہو تو بتا دینا۔ نرمابیگم نے کہا
آپ بات کریں میں سن رہا ہوں۔ علیدان نے اب کی ان کی طرف دیکھ کر کہا۔
شادی کب کروگیں دانی میں کتنی دفع بات کر چکی ہوں مگر تم ہر بار ٹال دیتے ہو اب تمہیں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔ نرمابیگم نے کہا۔

شادی کے علاوہ بھی بہت سے کام ہوتے ہیں پر جانے کیوں آپ کی بات شادی پہ شروع اور شادی پہ ختم ہوتی ہے۔ علیدان کا موڈ خراب ہوا۔

شادی کے علاوہ بہت کام ہیں جانتی ہوں میں یہ پر شادی بھی ضروری ہوتی ہے اور وقت پہ کی جائے تو زیادہ بہتر تیس سال کے ہونے والے ہو ماشا اللہ سے اور اب تم شادی کا نہیں سوچ رہے۔ نرمابیگم گڑکا۔

امی جب کرنی ہوگی تو کر لوں گا آپ فورس مت کیا کرے۔ علیدا ان بیزاری سے بولا۔
 اگلے مہینے تمہارے دوست کی بھی شادی ہے نہ تم بھی کر لوں لڑکی تو میری نظر میں
 ہے تیار یاں بھی ہو جائے گی بس تم ہاں کرو۔ نرما بیگم، تھیلی پہ سرسوں جمائے بیٹھی تھی
 علیدا ان تو بس شک میں ان کا چہرہ تکتا رہ گیا۔

آخر اتنی جلدی کیوں ہے آپ کو۔ علیدا ان نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔
 حیرت ہے ابھی بھی تمہیں یہ جلدی لگ رہی ہے تمہاری شادی ہو تو میں حفصہ کا
 سوچو۔ نرما بیگم نے کہا۔
 تو کرے اس کی پر مجھے بخش دے۔ علیدا ان کی بس ہاتھ جوڑنے کی کثر رہ گئی تھی۔
 ایسے کیسے کر دوں تم بڑے بیٹے ہو پہلے تمہاری پھر اس کی۔ نرما بیگم اس کی بات پہ ہتھے
 سے اکھڑ گئی۔

وہ لڑکی ہے اس کی کر دیں میرا جب دل چاہے گا میں تب کروں گا۔ علیدا ان صوفے
 سے اٹھتا ہوا بولنے لگا پتا تھا اب اس کی ماں شادی کا ٹاپک بند نہیں کرے گی اس لیے
 وہاں سے اٹھنے میں ہی عافیت جانی۔

بھاگنے سے کیا ہو گا ایک نہ ایک دن تو شادی کر لینی ہے نہ تو میری پسند کردہ لڑکی میں کیا
 بُرائی ہے۔ نرما بیگم اس کو جاتا دیکھ کر بولی۔

امی پلیز۔ علیداں لیپ ٹاپ لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جب کی نرمابیگم اس کی پیٹھ دیکھتی رہ گئی۔



یہ کہاں جا رہے ہیں ہم؟ سمایا بیگم عجیب لہجے میں اسرار صاحب سے بولی جو فرنٹ سیٹ پہ ڈرائی یور کے ساتھ تھے جب کی وہ اور ماہی بیگم پچھلی سیٹ پہ تھیں۔

بھابھی جو زیادہ نے ایڈریس بتایا وہ یہی ہے۔ ماہی بیگم خود پریشانی سے بولیں کیوں کی جہاں وہ آئے تھے تنگ اور کچی گلیاں تھیں ڈرائی یور بڑی مشکل سے گاڑی چلا رہا تھا۔ اففف اس لڑکے کی پسند اتنی لوکلاس ہوگی اندازہ نہیں تھا کہاں وہ اپنے سے زیادہ کسی اور کو نہ سمجھنے والا اب شادی ایسی لڑکی سے کرے گا جس کا کوئی ایسٹینڈر ہی نہیں۔ سمایا بیگم طنزیہ لہجے میں بولی۔

خاموش رہو تم اور خبردار جو وہاں کوئی ایسٹینڈر سیدھی بات کی تو اور کیا پتا جہاں ہم جا رہے ہیں وہاں الگ گھر ہو اور بہتر ہو۔ اسرار صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔
ہو نہ بہتر۔ سمایا بیگم نخوت سے بولیں۔

سر کسی سے گھر معلوم کر لیں آگیاں تو گاڑی نہیں جائے گی۔ ڈرائی یور نے گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے کہا۔

کیسے گزرے گی ان کی گلیوں سے زیادہ تو ہماری گاڑی بڑی ہے۔ سمایا بیگم طنزیہ کرنے سے باز نہیں آئی۔

تم جا کر پوچھو۔ اسرار صاحب نے سمایا بیگم کی بات نظر انداز کیے کہا تو وہ سر ہلاتا نکل گیا۔ پانچ منٹ بعد وہ واپس آ کر بولا۔

سر گاڑی تو آگے نہیں جائے گی آپ لوگوں کو پیدل ہی یک دو گلیوں سے گزرنا ہوگا۔ اتنا گند ہے باہر اور اتنی دھوپ میں ہم جائیں گے۔ سمایا بیگم تو یہاں آ کر پچھتائی نہیں لڑکی کے گھر والوں کو یہاں بولا کر رشتہ مانگتے ہیں۔ اسرار صاحب چڑتے بولیں تو وہ اپنا سامنہ لیکر رہ گئی۔

ہمیں اب چلنا چاہیے اور کوئی رستہ تو ہے نہیں۔ ماہی بیگم گاڑی کا ڈور اوپن کرتیں بولی تو اسرار صاحب بھی گاڑی سے باہر آئے سمایا بیگم بھی منہ کے عجیب و غریب زاویے بناتی گاڑی سے اتر کر آس پاس دیکھنے لگی۔

میرا ڈریس تو خراب ہو جائے گا۔ سمایا بیگم نے ایک اور نقطہ نکالا۔

تو کیوں آئی آپ۔ اسرار صاحب جھنجھلاہٹ سے بولے۔

مجھے پتا نہیں تھا کہ کسی کھنڈر نما جگہ میں آنا اور نہ میں اتنا مہنگا ڈریس یہاں خراب کرنے نہ آتی۔ سمایا بیگم جل کے بولیں

ابھی بھی دیر نہیں ہوئی لی لوٹ جائے۔ اسرار صاحب نے مشورہ دیا۔
 اگر ایسے ہی لڑتے رہے گے تو اندر جائیں گے کب۔ ماہی بیگم ان کو لڑتا دیکھ کے بولی تو
 وہ زیادہ کے بتائے گئیے ایڈریس کی جانب چل پڑے۔
 یہ ہے گھر۔ اسرار صاحب ایک گھر کے سامنے رکتے ہوئے بولے جہاں آس پاس اور
 بھی مکان تھے۔

یہ۔ سمایا بیگم حیرت سے لوہے کے دروازے کی طرف اشارہ کیے بولی۔
 آپ بیل بجائے۔ ماہی بیگم چہرے سے پسینہ صاف کرتی ہوئی بولی اتنے ہی چلنے پہ ان
 کی حالت بری ہوئی تھی اسرار صاحب نے دروازہ کھٹکھٹایا کیوں کی بیل وہاں تھی
 نہیں۔

زرینہ بیگم صفائی کرنے کے بعد مہمانوں کی لسٹ تیار کر رہی تھی جب باہر
 دروازے کھٹکھٹانے کی آواز سنی۔

یہ اتنی جلدی آگئیے۔ زرینہ بیگم خود سے بڑبڑائی لی ان کو لگا شاید روشنا والے
 بازار سے آگئیے وہ اٹھی اور باہر کے دروازے کے پاس آکر دروازہ کھولا۔
 اسلام علیکم۔ ماہی بیگم نے سلام کرنے میں پہل کی جب کی سمایا بیگم اپنا فون پرس سے
 نکال کر چہرہ دیکھنے میں بزی تھیں۔

وعلیکم اسلام کس سے ملنا ہے آپ کو؟ زرینہ بیگم تعجب سے ان کو دیکھنے لگی جو دیکھنے میں ہی امیر خاندان سے تعلق رکھنے والے لگ رہے تھے اسرار صاحب بلیک شرٹ اور پینٹ کوٹ میں تھے جب کی ماہی بیگم برائی ون کلر کے برینڈڈ سوٹ میں تھیں اور اپنے اطراف شال لے رکھی تھی جب کی سمایا بیگم گٹھنے تک آتی شرٹ اور ٹراؤزر میں تھی زرینہ بیگم کو سمجھ نہیں آیا کہ یہ لوگ یہاں کیسے اور کیوں؟

یہ ایاز صاحب کا گھر ہے۔ اسرار صاحب نے پوچھا
جی ان کا ہی ہے۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

اندر آنے کا نہیں کہے گی۔ ماہی بیگم نے کہا تو خفت سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا کیوں کی اتنی گرمی میں وہ ان کو باہر ہی کھڑا کیے ہوئے تھیں۔

معاف کیجیے گا آپ آئے اندر۔ زرینہ بیگم جلدی سے سائیڈ پہ ہوتی ان کو آنے کا کہنے لگی تو وہ اندر آگئی۔

سمایا بیگم تنقیدی نظروں سے آس پاس کا جائی زہ لینے لگی جہاں صحن سے گزرتے ہوئے زرینہ بیگم ان کو اندر لے آئی لائی ونج جو نہ چھوٹا تھا اور نہ بڑا مگر نفاست سے سیٹ کیا ہوا تھا ٹیبل کے گرد صوفے رکھے ہوئے تھے جب کی اس سے دور سائیڈ پہ کچن کا

راستہ تھا اور کچھ ہی قدموں کی دوری پہ سیدھا سیڑھیاں تھی جو چھت کی طرف جاتی تھی۔

بیٹھے۔ زرینہ بیگم ان کو بیٹھنے کا کہتی خود جلدی سے کچن کی طرف گئی۔
یہ کہاں گئی؟ سمایا بیگم صاف ستھرے صوفے کو اور صاف کرتی بیٹھ کر بولی۔
شاید پانی لینے گئی ہو۔ ماہی بیگم نے اندازہ لگایا جب کی اسرار صاحب اپنی شرٹ کا کالر
ٹھیک کر رہے تھے پسینے سے ان کا برا حال تھا زرینہ بیگم کچن میں آئی اور چھوٹے سے
فرج میں سے شربت کا شیشہ نکالا اور ٹھنڈے پانی کی بوتل لیکر تین گلاس شربت کا
بنانے لگی شربت بنانے کے بعد وہ ٹرے میں ان کو سجاتی باہر لے آئی بھلے وہ ان کو
جانتی نہ ہو مگر آئے تو وہ مہمان بن کے تو انہوں نے مہمان نوازی کرنا فرض سمجھا۔
یہ لیں۔ زرینہ بیگم نے پہلے ماہی بیگم پھر اسرار صاحب کی جانب بڑھا کر سمایا بیگم کو دیا
جو وہ نخر کرتی تھام لیا گلاس کو ماہی بیگم نے تو فوراً سے شربت کا گلاس خالی کیا اور گہرا
سانس بھر کر دل میں شکر ادا کرنے لگی زرینہ بیگم پنکھا چلا کر ایک سائی یڈ پہ بیٹھی۔
ایاز تو اس وقت دفتر میں ہوتے ہیں۔ زرینہ بیگم نے بتایا
اچھا کیا اور کوئی نہیں گھر پہ۔ ماہی بیگم کو زیادہ کی پسند دیکھنے کا اشتیاق ہوا تو پوچھا۔

میری دو بیٹیاں ہے جو بازار کام سے گئی ہیں آپ کے آنے کا مقصد جان سکتی ہوں۔ زرینہ بیگم نے بتا کر آخر میں جاننا چاہا کہ بڑے لوگ ان کے گھر میں بھلا کیوں آئے ہیں۔ ان کی بات سن کر وہ تینوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے سمجھ نہ آیا کہ کیا اور کیسے کہے جب کی اسرار صاحب کو سمایا بیگم کی کہی بات درست لگی ان کو ایسے ہی نہیں چلے آنا چاہیے تھا اب وہ ان کو جانتے تک نہ تھے اپنی بیٹی کا رشتہ کیسے دے دیتے مگر اب کیا فائدہ آگئی ہے تھے تو بات تو کرنی تھی اس لیے اسرار صاحب نے گلا کھنکھار کے بات کی ابتدا کی۔

دیکھے بہن ہم سمجھ سکتے ہیں آپ ہماری آمد پہ پریشان ہوگی کے ہم کون ہے اور کیوں آئے ہیں۔ ان کی بات پہ زرینہ بیگم نے بس سر کو جنبش دی۔ ہم دراصل اپنے بیٹے کا رشتہ آپ کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں۔ اسرار صاحب کی بات سن کر زرینہ بیگم پہ جیسے آسمان گریڑا کہاں دو دن بعد ان کی بیٹیوں کی شادی تھی اور یہ جناب جن کو وہ جانتی نہ تھیں اتنی بڑی بات کہہ گئی ہے تھے کیا رشتہ ایسے بنتے ہیں وہ بس سوچ سکی۔

معذرت کے ساتھ آپ شاید غلط جگہ پہ آئے ہیں۔ زرینہ بیگم نے تحمل سے جواب دیا۔ پر آپ نے کہا تھا نہ کہ یہ ایاز صاحب کا گھر ہے۔ ماہی بیگم نے کہا

جی ان کا ہے میں ان کی بیوی ہو اور ہماری دو بیٹیاں اور دونوں کا نکاح ہے دو دن بعد ساری تیاری ہو گئی ہے۔ زرینہ بیگم نے آرام سے ان کے سروں پہ بم پھوڑا ماہی بیگم کو زیاد کی فکر لاحق ہوئی سما یا بیگم کو کمینی سی خوشی محسوس ہوئی اسرار صاحب کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیاری ایکٹ کرے۔

ہمارا بیٹا زیاد آپ کی بیٹی آرزو کو بہت چاہتا ہے آپ پلیز اپنے فیصلے پہ نظر ثانی کرے۔ ماہی بیگم کا لہجہ منت بھرا تھا۔

میری بیٹی کو آپ کا بیٹا کیسے جانتا ہے یہ مجھے نہیں معلوم اور نہ میں جانا چاہوں گی مگر ہمارے خاندان میں سب کو پتا ہے آپ اپنے بیٹے کو بتا دیجئیے گا۔ زرینہ بیگم نے بغیر لگے لپیٹ لہجے میں کہا۔

کیا آپ کی بیٹی کی رضامندی شامل ہے؟ اسرار صاحب نے سوال کیا۔ جی الحمد للہ۔ زرینہ بیگم فخر سے بولیں۔



زیاد اپنے آفس میں بیٹھا تھا اس کو ایک پل سکون محسوس نہیں ہو رہا تھا وہ بس کال کے انتظار میں تھا کہ شبیر بتائے کہ گھر والے پہنچ گئے ہیں گھر اور وہ اڑ کر ماہی بیگم سے پوچھے کہ کیا بات بنی مگر ستم یہ تھا ابھی تک کوئی کال نہیں آئی تھی اس نے خود بہت بار شبیر کو کال کی تھی مگر اس کا وہی جواب ابھی نہیں آئے سن کر وہ کال کٹ

کر دیتا اس نے آج کی ساری یہ ٹینگز کینسل کر دی تھی اور سختی سے منع کیا تھا کہ آج اس کے کیمین میں کوئی بھی کسی کام کے لیے نہیں آئے وہ اکیلا رہنا چاہتا ہے زیادہ کو مزید صبر نہیں ہوا تو آفس سے نکلنے کا سوچا گاڑی کی کیزا اٹھاتا وہ باہر نکلا اور پارکنگ سے اپنی گاڑی نکال کر گھر کے راستے پہ لگا دی۔

کونسی گاڑی میں نکلیں تھے چچی والے۔ گھر پہنچتے ہی زیادہ چوکیدار سے سوال کیا۔ سروہ گھر کے کاموں کے لیے جو گاڑی ہوتی ہے اس میں۔ چوکیدار نے بتایا۔ ڈرائیور ساتھ تھا؟ زیادہ نے ایک اور سوال کیا۔

جی ساتھ گیا تھا۔ چوکیدار نے بتایا۔ ہم ٹھیک اس کو کال کر کے پوچھو کہاں ہیں ابھی تک۔ زیادہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ جی میں کرتا ہوں۔ چوکیدار فورن سے بولا تو زیادہ نے اپنے سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرا وہ اضطراب میں تھا دل جاننے کے لیے بیقرار تھا کہ ان کا کیا جواب ہو گا اور کیا باتیں ہو رہی ہو گی وہ وہی گیٹ کے سامنے چکر کاٹنے لگا وہ اس وقت گول گلے والی وائی بیٹ شرٹ اور بلیو لیدر کی شرٹ اور جینز پینٹ میں بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا چہرے پہ ہلکی سرخی مائل ہو گئی تھی وجہ اس کا دھوپ میں کھڑا ہونا تھا۔

سر وہ کہہ رہا تھا کہ وہ گھر کے باہر کھڑا ہے ابھی تک صاحب اور بی بی باہر نہیں آئے۔ چوکیدار نے زیاد کاروشن چہرہ دیکھ کر کہا جو دھوپ کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ ہمم۔ زیاد نے بس اتنا کہا اور لان میں آگیا اب جب تک وہ ماہی بیگم کو نہیں آتے دیکھ لیتا اس کو سکون نہیں آتا تھا اس لیے لان میں بیٹھ کر وہ ان کا انتظار کرنے لگا



آپ اپنے شوہر کو بولائے کیا پتا ان کو اعتراض نہ ہو آپ کی بیٹی بہت خوش رہے گی ہمارے گھر ہر سہولت مہیا ہوگی اس کو ہمیں اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے جو ہر لڑکی چاہتی ہے۔ اسرار صاحب نے ایک اور کوشش کی۔

اچھی بات ہے مگر آپ ہماری معذرت قبول کرے ہماری بیٹی کا رشتہ طی ہے اور انشا اللہ دو دن بعد نکاح بھی ہو جائے گا۔ زرینہ بیگم نے صاف انکار کیا ماہی بیگم کا چہرہ مایوسی سے اتر گیا تھا ان کے سامنے بار بار زیاد کا چمکتا چہرہ آ رہا تھا کیا حالت ہوگی اس کو یہ بات جان کر کتنا تماشا کرے گا کتنی تکلیف ہوگی اس کو یہ جان کر یہ سوچتے ہی ان کے دل میں ہول اٹھ رہے تھے۔

اب چلے بیٹھنے کا کیا فائدہ۔ سمایا بیگم بے زار ہو کر بولی۔

اللہ آپ کی بیٹی کو خوش رکھے۔ اسرار صاحب اٹھتے ہوئے بولے اب ان کے بیٹھنے کا کوئی جواز بنتا جو نہیں تھا ان کی چال شکستہ ہو گئی تھی آج اتنے وقت بعد زیاد نے

کچھ مانگا تھا اور وہ اتنے بد نصیب خود کو محسوس کرنے لگے جو اپنے بیٹے کی یہ بات بھی پوری نہ کر سکے۔

آمین۔ زرینہ بیگم نے اتنا کہا جب کی وہ تینوں سے نکل گئی تو زرینہ بیگم گلاس اٹھاتی کچن کی طرف گئی انہوں نے سوچ لیا تھا ایاز صاحب سے بات ضرور کرے گی اور روشنا سے بھی بات کرے گی کے کیا پتا وہ کچھ جانتی ہو۔



آپی مجھے گلابی ڈوپٹہ چاہیے تھا اس ڈریس سے میچنگ۔ آرزو نے ایک گرتا روشنا کی طرف بڑھا کر کہا۔

پر یہ تو وائیٹ ہے تو ڈوپٹہ وائیٹ کیوں؟ روشنا نے کرتا دیکھ کر کہا جس کا رنگ وائیٹ تھا۔

افف آپ آپ کو تو کچھ پتا نہیں کپڑوں کی میچنگ کا ظاہر ہے گلابی ڈوپٹہ لوں گی نہ اسکو لی یونیفارم تھوڑی سی ہے جو پورا وائیٹ پہنوں گی اور اس کا گلا دیکھے گلابی ڈوری ہے تو اس لیے گلابی لے رہی ہو ورنہ لال رنگ کا لیتی۔ آرزو نے بڑی اماؤں کی طرح روشنا کو سمجھایا

اچھا جو مرضی چاہے لو مجھے فلحال اپنے لیے تو لینے دو۔ روشنا نے جھنجھلا کر کہا۔

میں عاشر کے پاس جاتی ہو وہ ہیلپ کر دے گا۔ آرزو روشنا سے کہتی جینس کی شاپ پہ
گئی کیوں کی عاشر وہاں تھا۔

عاشر کیا کر رہے ہو تم؟ آرزو نے عاشر کے پاس آکر کہا۔

اپنے لیے شرٹس دیکھ رہا ہوں۔ عاشر نے بتایا۔

ٹھیک میں مدد کرتی ہوں پھر تم بھی کرنا۔ آرزو نے کہا۔

اوکے ڈن۔ عاشر نے کہا

آؤ وہاں چلتے ہیں میلز شرٹس کی کلکیشن بہت اچھی ہے۔ آرزو اس کا ہاتھ پکڑتی دوسری

طرف لے آئی۔ تو عاشر بھی وہاں چلا آیا۔ ایک کے بعد ایک شرٹ آرزو عاشر پہ

لگائے دیکھتی لینے کا کہنے لگی عاشر کو جو پسند آئی اس نے وہی تو آرزو اس کو اپنی مدد

کرنے کا کہا تو وہ پھر آرزو کی مدد کرنے لگا جس میں آدھے گھنٹے سے زیادہ تو ڈوپیٹہ لینے

میں وقت لگا عاشر تنگ تو آگیا تھا مگر کچھ کہا نہیں بس جہاں آرزو اس کو لے جاتی وہ چل

پڑتا۔

میری تو ہو گئی شاپنگ۔ آرزو پر جوش ہو کر بولی عاشر نے شکرا ادا کیا۔

آپی روشنا نے بھی کر لی ہوگی کاؤنٹر کی طرف چلیں اب۔ عاشر نے کہا تو آرزو نے

سر ہلایا۔



زیادلان میں یہاں سے وہاں ٹہل رہا تھا جب گاڑی کے ہارن کی آواز سنی تو وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا چوکیدار نے دروازہ کھولا تو گاڑی گھر کے اندر داخل ہوئی یہ پہلے اسرار صاحب گاڑی سے باہر نکلے اور پھر ماہی بیگم اور سمایا بیگم زیاد فورن سے ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اندر چل کر بات کرتے ہیں۔ اسرار صاحب نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا تو زیاد نے ایک نظر ان کو دیکھ کر ماہی بیگم کو دیکھا جو نظریں چراگئی تھی زیاد کا دل کسی انہونی کے خیال سے دھڑک اٹھا تھا مگر وہ نظر انداز کرتا اندر کی جانب چلا گیا۔ بتا دو ابھی سے ہی مجنوں بنا ہوا ہے۔ سمایا بیگم کہتی ٹک ٹک کی آواز سے اندر چلی گئی۔ بڑا مشکل ہے زیاد کو سمجھانا جانے کیا کریں گاسن کر۔ اسرار صاحب نے تھکن زدہ آواز میں کہا۔

وہ پیار کرتا ہے اس سے کیا پتا اس لڑکی کی خوشی کی خاطر سلینڈر کر لیں۔ ماہی بیگم نے دور کی کوڈی اچھالی

اب بتائے چچی جان کیا ہوا وہ مان گئی ہے اور کب کی تاریخ طے کی آپ نے۔ وہ جیسے ہی اندر آئے زیاد بیقرار آواز میں پوچھنے لگا۔

زیاد اس لڑکی کا نکاح دو دن بعد ہے تم نے بہت دیر کر دی۔ کچھ پل کی خاموشی کے بعد ماہی بیگم نے کہا تو زیاد کو اپنی سماعتوں پہ یقین کرنا مشکل لگا بے اختیار اس کے قدم لڑکھڑائے تھے آنکھیں بے یقینی سی کھلی ہوئی ی تھی۔

چچی مزاق نہ کریں۔ زیاد نے سنبھل کر کہا۔

اس کی ماں کہہ رہی تھی وہ راضی ہے اس لیے تم بھول جاؤ کوئی ی اور لڑکی ہم تلاش کرے گے۔ اسرار صاحب کی بات پہ اس کا خون کھول اٹھا تھا۔

آپ لوگوں سے امید کر کے میں نے بہت بڑی غلطی کی۔ زیاد دھاڑا۔ ماہی بیگم کی آنکھوں سے آنسو گرے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

زیاد۔ اسرار صاحب نے ٹوکا۔

کیا زیاد ہاں کیا زیاد ایک رشتے کے لیے آپ ان کو کنوینس نہ کر پائے۔ زیاد کی آواز پورے ہال میں گونج رہی تھی سب ملازم بھی وہاں کھڑے ہو گئیے تھے۔

تمہیں پتا کرنا تھا نہ کہ وہ کسی کی منگ تو نہیں ہے ایسے ہی عشق معشوقی کا چکر لگایا۔ سمایا بیگم نے اس کے زخموں پہ نمک چھڑکا۔

آپ تو خاموش رہے ورنہ آج میں ہر لحاظ بھول جاؤں گا۔ زیاد زخمی شیر مانند غرایا سمایا بیگم ڈر کر کچھ دور ہوئی ی۔

آپ نے تو کچھ نہ کیا اب جو میں کروں گا اس میں کسی کو سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ زیاد
سرخ آنکھوں سے سب پہ نظر ڈال کر بولا اس کا بس نہیں چل رہا تھا سب کچھ تنہا
نہیں کر ڈالتا۔

تم کتنے دور ہو مجھ سے
میں کتنے پاس ہوں تمہارے
تمہیں پانا بھی ناممکن اور
تمہیں کھونا بھی ناممکن

تم کچھ غلط نہیں کرو گے۔ اسرار صاحب نے اس کو روکنا چاہا مگر زیاد ایک زوردار ٹھوکر
صوفے پہ مارتا باہر کی جانب چلا گیا ماہی بیگم سر پکڑ کر بیٹھی گئی۔
جانے اب کیا دیکھنا رہ گیا ایک دو ٹکے کی لڑکی کے لیے اتنا دیوانہ بنا ہوا ہے۔ سمایا بیگم
بڑ بڑاتی وہاں سے اٹھ گئی۔



ہائے اماں پانی پلا دیں۔ وہ لوگ گھر پہنچے تو آرزو صوفے پہ بیٹھتی زور سے بولی تو زورینہ
بیگم شربت کا جگ لیے وہاں آئی اور سب کو دیا۔
ہائے کلیجے وچ ٹھنڈ پڑ گئی۔ آرزو شربت پی کر صوفے پہ پشت ٹکائے بولی جیسے جانے
کو نسا معرقہ مار آئی ہو۔

اور دوں۔ زرینہ بیگم نے عاثر سے پوچھا جس نے نہ میں سر ہلایا۔
مجھے دے۔ آرزو نے جلدی سے اپنا گلاس ان کی طرف بڑھایا تو زرینہ بیگم نے اس کا
گلاس بھرا۔

کیا بات ہے اماں پریشان ہیں۔ روشنانے شربت کا گھونٹ بھر کر پوچھا۔
نہیں تم لوگوں دیکھاؤ سب چیزیں لے آئے ہونہ۔ زرینہ بیگم ٹالنے والے انداز بولی۔
ہاں میں تو سب لے آئی ہوں۔ آرزو پر جوش سی بولی
دیکھاؤ۔ زرینہ بیگم نے مسکرا کر کہا تو آرزو خوشی خوشی دیکھانے لگی زرینہ بیگم نے غور
سے آرزو کی طرف دیکھا جہاں بناوٹ والی خوشی نہیں تھی بلکہ حقیقی خوشی تھی ان کے
دل میں کچھ سکون ہوا کے آرزو کی طرف سے ایسی کوئی بات نہیں وہ لوگ اپنی
طرف سے ہی آئے تھے روشنا کا دھیان بھی اپنی ماں کی طرف تھا اس کو کوئی ی گڑ بڑ
لگ رہی تھی بعد میں پوچھنے کا سوچتی اس نے بھی اپنا دھیان شاپنگ دیکھانے کی طرف
لگایا۔

اب ہر کوئی اپنا سامان سمیٹے پھر میں کھانا لگاؤ۔ سب چیزیں دیکھنے کے بعد زرینہ بیگم
نے کہا۔

میں اب چلتا ہوں امی ویٹ کر رہی ہوں گی۔ عاثر اٹھتا ہوا بولا۔

کھانا کھا کر جاؤ۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

نہیں خالا جان امی نے بھی نہیں کھایا ہوگا میں ان کے ساتھ کھاؤں گا۔ عاشر عاجزی سے بولا۔

شام ہوگئی ہے نصرت نے کھالیا ہوگا۔ زرینہ بیگم نے کہا
خالہ پھر کبھی۔ عاشر نے منت کی تو زرینہ بیگم گہرا سانس لیکر اجازت دی تو عاشر مسکراتا چلا گیا۔

عاشر نے اپنی ساری شرٹس میری پسند کی لی تھی۔ آرزو اپنے بیگز اٹھا کر بتانے لگی۔
کو جا ہے وہ کپڑے خریدنے کے معاملے میں۔ روشنا ہنس کے بولی
ایویں کو جاتا سینیس ایبل ہے بس شرٹس خریدنے میں مشکل ہوتی ہے اس کو ورنہ
شلوار قمیض نہیں دیکھے آپ نے اس کے۔ آرزو نے روشنا کے کو جا کہنے پہ کہا۔
اچھا اب بس جلدی سے سامان کمرے میں رکھ آؤ۔ روشنا نے عجلت سے کہا تو آرزو
چیزیں اٹھا کر کمرے کی طرف گئی اس کو جاتا دیکھ کر روشنا پچن میں گئی تاکہ زرینہ
بیگم سے بات کر سکے۔



زیاد ریش ڈرائی یونگ کرتا بلا وجہ سڑکیں ناپ رہا تھا غصے کی شدت سے اس کی رگیں پھول گئی تھیں سوچ سوچ کر اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا کہ کون تھا جو اس کے اور آرزو کے درمیان آگیا تھا زیاد نے زور سے اپنا ہاتھ اسٹیرنگ پہ مارا اور گاڑی کو سائیڈ پہ کھڑا کیا اور ڈیش بورڈ سے اپنا سیل فون اٹھایا ایک نمبر ڈائی ل کرنے لگا جو پہلی ہی بیل میں رسیو ہو گئی تھی زیاد نے بنا اس کی بات سنے کہا۔

مجھے ارجنٹلی پیپرزنوانے ہیں تمہارے پاس کل صبح کے گیارہ بجے کا وقت ہے۔
سر آپ کا بتا دے کونسے پیپرزنوانے ہیں انشا اللہ آپ کا کام ہو جائے گا۔ دوسری طرف سے فورن کہا گیا۔
میسیج سینڈ کر رہا ہوں۔ زیاد سنجیدگی سے کہتا کال کٹ کر گیا اور اس نمبر پہ ایک میسیج چھوڑ دیا میسیج سینڈ کرتے زیاد نے دوبارہ سیل فون ڈیش بورڈ پہ رکھا اور اپنا سر سیٹ پہ ٹکا کر آنکھیں بند کر لی۔

میں ہمارے بیچ پر چھائی تک کو برداشت نہ کروں اور تم کسی اور سے نکاح کرنے سوچ لیا۔ زیاد آرزو کے تصور سے مخاطب ہوا آنکھیں ہنوز بند تھیں۔
میں نہیں جانتا میرے اس اقدام پہ تمہارا کیاری ایکش ہو گا مگر فلحال میرے لیے یہی کرنا بہتر ہے تم نے کوئی اور راستہ چھوڑا ہی نہیں۔ زیاد نے کہتے ہی اپنی آنکھیں کھولی

شام ہونے والی تھی مگر اس کا ابھی گھریا کہی اور جانے کا ارادہ نہ تھا اس لیے گاڑی سمندر کے راستے پہ لگا دی اس وقت وہ اپنی تنہائی کے ساتھ رہنا چاہتا تھا اور یہ بھی سوچنا تھا کہ آرزو کو کیسے ہینڈل کرنا تھا اس کو یقین تھا آرزو کو سنبھالنا مشکل نہیں ہو گا وہ آرام سے اس کو راضی کر لیں گا اپنی محبت کا یقین دلائے گا محبت سے اس کو اپنا بنالیں گا اور یہ یقین اس کی سب سے بڑی بھول تھی سب اتنا آسان نہ تھا جتنا وہ سمجھ رہا تھا۔

”محبت زندگی کے فیصلو سے لڑ نہیں سکتی

کسی کو کھونا پڑتا ہے، کسی کا ہونا پڑتا ہے“



اماں کچھ پوچھنا تھا آپ سے۔ روشنا کچن میں آکر بولیں

ہاں پوچھو۔ زرینہ بیگم مصروف سی بولی۔

کوئی آیا تھا کیا یہاں آپ پریشان لگ رہی ہیں؟ روشنا نے بغور ان کے چہرے کے

تاثرات دیکھ کر پوچھا۔

نہیں کوئی نہیں آیا تھا تم وہ ڈبہ پکڑانا۔ زرینہ بیگم نے پھر سے ٹالا کیوں کی وہ پہلے ایاز

صاحب سے بات کرنا چاہتی تھی۔

اماں مجھے بتائے۔ روشنانے مرچوں کا ڈبہ پکڑاتے ہوئے کہا تو زرینہ بیگم نے روشنانی طرف دیکھا جو بیقرار سی ان کی بات کی منتظر تھی زرینہ بیگم نے گہری سانس بھر کر سب بتایا جسے سن کر روشنا کچھ پل بول نہ سکی۔

نام کیا بتایا تھا اس لڑکے کا؟ روشنا کا سب سے پہلے دھیان زیاد کی طرف گیا جس کو وہ اتنے عرصے تک بھلا بیٹھی تھی مگر اس کو زورہ اندازہ نہیں تھا کہ زیاد آرزو سے شادی کرنے چاہے گا۔

بڑا مشکل نام بتایا تھا یاد نہیں آرہا لوگ کافی امیر معلوم ہو رہے تھے بہلا ان کو کیا ضرورت یہاں رشتہ کرنے کی اپنے جیسوں میں کریں نہ۔ زرینہ بیگم اس کی بات سن کر بولیں۔

اماں نام یاد کرنے کی کوشش کرو کیا پتا آجائے۔ روشنا کو فلحال نام جاننے کی جلدی تھی۔ تمہیں کیوں بے چینی ہے مجھے یہ بتاؤ آرونے کبھی کسی لڑکے کا ذکر کیا ہے تم سے؟ زرینہ بیگم مشکوک انداز میں پوچھنے لگی تو روشنا گڑبڑاگئی۔

نہیں اماں مجھ سے تو کوئی بات نہیں۔ روشنا فوراً سے اپنے کانپتے لہجے پہ قابو پا کر بولیں۔

ہو تو بتاؤ مجھے پر سوں نکاح ہے میں نے بس قریبی رشتیداروں کو دعوت دینے کی لسٹ بنائی ہے کل چلنا تم دینے یا آدھے لوگوں کو تم دینا جانے اور کچھ رشتیداروں کو میں ایسے وقت کی بچت ہوگی تو ہم کوئی ی اور کام نپٹائے گیں۔ زرینہ بیگم خود ہی اپنی بات کی تردید کرتیں بولی۔

جی اماں جیسے آپ کو بہتر لگے۔ روشنانے کہا جب کی اس کا اب سارا ادھیان آج آئے ہوئے لوگوں پہ تھا کے کون ہو سکتے ہیں سوائے زیاد کے گھر والوں کے علاوہ۔



رات ہوگئی تھی اور ابھی تک زیاد کا کچھ پتا نہیں تھا اسرار صاحب پریشانی سے داخلی دروازے کے سامنے چکڑکاٹ رہے تھے ان سے کچھ دور رکھے صوفہ پہ ماہی بیگم پریشان بیٹھی تھی اور ان کی ایک سائیڈ پہ عینی تو دوسرے طرف کشمالا بیٹھی ہوئی تھی زارون اور اشرف بھی وہی کھڑے ہوئے تھے سمایا بیگم سب سے لا پرواہ اپنے کمرے میں نیند کے مزے لوٹ رہی تھیں جب کی ابرار صاحب باہر لان میں تھے۔ آپ زیاد کے دوستوں سے بات کرے کیا پتا وہاں ہو ان کے ساتھ۔ ماہی بیگم نے اسرار صاحب سے بولی جوان کی بات پہ چونک سے گئی تھی۔

بھا بھی میں ان سے کیا پوچھوں شرمندگی ہو رہی ہے اور کبھی میں نے کال تک نہیں کی
نہ ہی بات اگر آج کی تو زیادہاں نہیں ہوا تو خواہ مخواہ وہ بھی پریشان ہو جائے
گیں۔ اسرار صاحب سخت پریشانی کے عالم میں گویا ہوئے۔

پہلے کبھی ضرورت بھی تو محسوس نہیں ہوئی نہ ایک دفع بات کرنے میں کیا حرج
ہے۔ ماہی بیگم نم لہجے میں بولی رات کے تین بج رہے تھے ان کی پریشانی بجا تھی۔
ڈیڈ بھائی تو ہمیشہ اپنی مرضی سے آتے جاتے ہیں رات کو بھی جانے کب آتے ہیں
کسی کو پتا نہیں چلتا تو آج آپ ان کی اتنی فکر کیوں کر رہے ہیں۔ اشرف جو ساری باتوں
سے بے خبر تھا اُلجھ کر بولا جب کی اپنے بیٹے کی بات سن کر اسرار صاحب خود کو زمین
میں دھنستا محسوس کر رہے تھے وہ ہمیشہ سے زیادہ کے معاملے میں کوتاہی کر جاتے
تھے جس سے زیادہ بہت دور ہو گیا تھا ان سے اور اب وہ سوائے کوشش کے۔

آج شام سے وہ باہر ہے اور جس انداز سے گیا ہے نہ وہ بات ہمیں خوفزدہ کر رہی
ہے۔ اشرف کو جواب ماہی بیگم نے دیا تھا ان کی بات پہ اشرف نے زارون کو دیکھا جو
کندھے اُچکا گیا تھا۔

آپ سب لوگ اپنے اپنے کمرے میں جائے۔ اسرار صاحب نے سنجیدگی سے ان
چاروں کو کہا۔

آپ بھی چلیں ڈیڈ بھائی می ٹھیک ہو گے اور کیا پتا ان کا پلین بن گیا ہوا اپنے دوستوں کے ساتھ۔ اشرف نے رلیکس کرنے کی خاطر کہا۔

تم لوگ جاؤ تھوڑی دیر بعد میں آ جاؤ گا۔ اسرار صاحب کی بات وہ چاروں وہاں سے اٹھ گئی اور اپنے کمرے کی جانب چلے گئے ماہی بیگم بھی اٹھ کر لان میں ابرار صاحب کی طرف چلی گئی اسرار صاحب نے زیاد کا نمبر ملایا مگر بے سود زیاد کا نمبر بند جا رہا تھا۔

بھائی می بلا وجہ زیاد کی ٹینشن لے رہے ہیں۔ ابرار صاحب نے ماہی بیگم کو اتادیکھا تو کہا۔ ٹینشن کی بات تو ہے جو ان پیٹرات تک گھر سے باہر ہے اور گھر سے نکلا بھی اتنے غصے سے ہے اگر خود کو کچھ نقصان پہنچائے تو۔ ماہی بیگم نے جواب کہا۔

نقصان کیوں پہنچائے گا بات اتنی بڑی بھی نہیں تھی اور مجھے اندازہ نہیں تھا کہ زیاد جیسا بندہ ایک لڑکی کے نہ ملنے پہ ایساری ایکٹ کرے گا۔ ابرار صاحب بے یقینی سے بولے۔

زیاد محبت نہیں کر سکتا تھا کیا؟ زیاد تو بچپن سے ہی محبت سے محروم رہا ہے پہلے ماں کی محبت اس کے جانے کے بعد باپ کی محبت کے لیے ترسا جو ساتھ تھے مگر محبت کے دو بول بھی نہیں بولتے تھے پھر رشتہ بچا ددی کا جو اس پہ محبت نہ چھوڑ کرنے لگی مگر کیا ہوا

پھر وہ بھی دنیا سے چل بسی اور زیاد اکیلا رہ گیا چھوٹی سی عمر میں ہی میرے پاس آتا تو میں تھوڑی توجہ دے پاتی کیوں کی میرے اپنے بچے چھوٹے سے تھے ان کو ملازموں کے حوالے کرتی تو زیادہ خود ہی مجھ سے دور ہو جاتا اگر پوچھتی تو کہتا میں اپنی ماں کی محبت سے محروم ہوں میں نہیں چاہتا کہ کوئی ی اور بھی وہ درد محسوس کرے جو ہر روز میں کرتا ہوں چھوٹے بچے کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر میرا دل تڑپ اٹھا تھا پر جو خود اس حالت سے گزر رہا تھا وہ مسکرا رہا تھا زبردستی ہی سہی پر مسکرا رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس نے زبردستی کا مسکرانا بھی چھوڑ دیا جو ہر وقت شرارت کرتا رہتا تھا وہ ایک سنجیدہ انسان بن گیا اپنی چھوٹی سی عمر میں وہ اتنی باتیں سیکھ گیا جو شاید بڑے بھی نہیں جانتے ہو گے اب جب اتنے سالوں بعد اس کو کسی سے پیار ہوا ہے جب وہ اس کا کسی اور کے ہونے کا سنے گا تو اس کا یہ عمل فطری ہے مگر اس بار بھی میں اس کے لیے کچھ نہیں کر پائی ی۔ ماہی بیگم بولنے پہ آئی ی تو بولتی چلی گئی ان کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے بہہ نکلے تھے جب کی ابرار صاحب اپنی جگہ چور سے بن گئیے تھے وہ آگے بڑھے ماہی بیگم کو اپنے ساتھ لگا کر تسلی دینے لگے۔



شام سے رات، رات سے صبح ہو گئی تھی مگر وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں تھا ساری رات اس نے سمندر کے پاس آکر ریت پہ لیٹ کر گزاری تھی اس کی آنکھیں سرخ

ہوگئی تھی حالت کسی ملنگ سے کم نہیں لگ رہی تھی وہ اٹھا کر اور اپنے کپڑے جھاڑ کر گاڑی کے پاس آیا اور ہاتھ بڑھا کر اپنا سیل فون اٹھایا جو کی بند تھا اس نے خود بند کر کے رکھا تھا تاکہ کسی سے رابطہ نہ ہو سیل فون آن کر کے اس نے ایک نمبر ڈائل کیا صبح کے چھ بجے کا وقت تھا وہ جانتا تھا اس وقت وہ سویا ہو گا مگر اس کو کسی سے کیا پرواہ اس کو فلحال اپنا کام کرنا تھا۔

اسلام علیکم سر۔ نیند سے بھری آواز سن کر زیاد کو کوفت ہوئی۔
 سوتے ہی رہو گے یا کام بھی کرو گے جو میں نے کہا تھا۔ زیاد نے بنا سلام کا جواب دیئے کہا۔
 سوری سر کام تو ہو جائے گا ابھی تو نیا دن شروع ہوا ہے۔ دوسری طرف نیند جھٹ سے دور ہوئی تھی۔

ہممم مجھے ایک گھر کی پوری ڈیٹیل بھی چاہیے اسپیشلی ایک نمبر تو فورن سے مجھے سینڈ کرو آدھے گھنٹے تک۔ زیاد حکیمہ انداز میں کہا تو لڑکے کو صبح میں ہی تارے نظر آنے لگے۔

سرا تنا وقت تو مجھے فریش ہونے میں ہی لگے گا ابھی اٹھا ہوں نیند سے اور وقت تو پھر بھی لگے گا نہ۔ منت بھرا لہجہ سن کر زیاد نے ہونٹ بھیچ لیے۔

ایک گھنٹہ ہے تمہارے پاس۔ زیاد نے اپنی بات کی اور فون کٹ کر کے ہمایوں کا نمبر ڈائی ل کیا۔

ہیلو زیاد خیریت؟ ہمایوں جو اپنے کمرے میں بیٹھنا شتہ کر رہا تھا اتنی صبح کو زیاد کی کال دیکھ کر جلدی سے اٹھا کر پوچھنے لگا۔

ہاں خیریت ہے تم سے بات کرنی تھی۔ زیاد نے سپاٹ انداز میں کہا
میں سن رہا ہوں۔ ہمایوں کو زیاد پریشان لگا۔

تم تو پنڈی میں ہو رائی ٹ؟ زیاد نے تصدیق چاہی۔

ہاں شادی کی تیاریاں شروع ہیں میری تم لوگوں سے کہا تھا مگر تم سب نے کہا تھا کہ شادی سے ایک ہفتہ پہلے آؤ گے مطلب دو دن بعد کیوں کی دو دن بعد میری شادی کے فنکشن سٹارٹ ہیں۔ ہمایوں نے سب بول دیا۔

ہاں آجائے گے مگر میں تمہارے فلیٹ میں آج جانا چاہتا ہوں۔ زیاد نے اپنے ماتھا دو انگلیوں سے مسل کر کہا۔

ڈوپلیکیٹ چابی میرے گھر کے باہر جو گلڈان رکھا ہوا ہوتا ہے نہ اس میں ہے تم وہی سے اٹھالینا۔ ہمایوں نے بنا کوئی سوال کیے بتایا۔

مجھے کچھ اور بھی بتانا تھا۔ زیاد نے کہا۔

ہاں تو بتاؤ۔ ہمایوں نے اجازت دی مگر اس کے بعد جو زیاد نے بتایا ہمایوں کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا۔



اماں کہاں کی تیاری ہے؟ آرزو لائی ونج میں آکر زرینہ بیگم سے پوچھنے لگی۔
 قریب ہی محلے میں دعوت دینی ہے نکاح کی وہاں جانا ہے اور روشنا عاشر کے ساتھ
 قریبی رشتیداروں کے پاس جائے گی۔ زرینہ بیگم نے بتایا۔
 ہاں مطلب آپنی خود ہی اپنے نکاح کی دعوت دینے جائے گی۔ آرزو ان کی بات سن کر زور
 سے ہنس پڑی۔

آر و سنجیدہ بھی رہ لیا کرو۔ زرینہ بیگم نے ٹوکا۔
 اماں آپ نے بات ہی کچھ ایسی کی۔ آرزو نے کندھے اچکا کر کہا مگر زرینہ بیگم خود بھی
 سوچنے لگی کہ روشنا کو نہیں بھیجے صرف آرزو کا نکاح ہوتا تو الگ بات تھی مگر ان کا خود کا
 بھی تو ہے انہوں نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مار کر اپنی عقل پہ جیسے ماتم کیا اتنی جلدی نکاح کا
 سن کر ان کا دماغ اُلجھ گیا تھا پریشانی میں ان کو کوئی بات سمجھ ہی نہیں آرہی تھی مگر
 ان کو روشنا پہ تعجب ہوا کہ وہ بھی نہ بولیں کہ وہ کیسے جائے گی دعوت دینے آرزو
 مسکراتی اپنی ماں کے تاثرات دیکھ رہی تھی جبھی وہاں روشنا آئی۔

روشنا تم اور آرزو گھر پہ رہنا میں خود ہی سب کو دعوت دیتی آ جاؤں گی تم دونوں مل کر
گھر کی صفائی کر دینا اور جو کل نئی بے پردے لیکر آئے تھے وہ بھی سیٹ کر دینا کل
مہمان ہو گے تو ان سب کاموں کے لیے وقت نہیں ملے گا۔ زرینہ بیگم عجلت میں
بولی۔

فکر نہ کریں سب ہو جائے گا۔ روشنائے ان کو تسلی کروائی۔
اماں مہندی کون لگائے گا ہمیں۔ آرزو کو مہندی لگانے کی فکر ہوئی۔
دوپہر کو ہو گا کل نکاح تب تک کسی سے لگو الینا۔ زرینہ بیگم نے جواب دیا۔
کسی پار لر والی کو بولا لیتی۔ آرزو نے منہ بنایا۔
ایک تو تمہارے چونچلے ختم ہونے کو نہیں آتے۔ زرینہ بیگم نے اس کو گھورا۔
کیا اماں نکاح ایک بار ہوتا ہے اپنے چاہ تو پورے کرنے دے۔ آرزو نے شکوہ کیا۔
ہو جائے گا سب جو تم چاہتی ہو پریشان نہ ہو۔ روشنائے مسکرا کر کہا تو آرزو بھی
مسکرا دی۔

میں چلتی ہوں اب جو میں نے کہا وہ کام ہو جانا چاہیے۔ زرینہ بیگم اپنی چادر پہنتی ان کو
یاد کروانے لگی۔

ہو جائے گا سب۔ روشنائے دوبارہ تسلی کروائی تو وہ مطمئن ہوتی وہاں سے نکلی۔

آرزو آؤ صفائی میں مدد کرواؤ پھر پردے بھی تبدیل کرنے ہے۔ روشنانے آرزو سے کہا جس کا چہرہ کام کرنے کے نام پہ ہی بگڑ گیا تھا۔

پردے رات میں بدل دے گیس صفائی میں مجھ سے نہیں کی جاتی۔ آرزو نے سستی دیکھائی تو روشنانے آنکھیں دیکھائی تو ناچار آرزو کو اٹھنا پڑا۔

اچھا شکل مت بناؤ تم بس لائی ونج کی ڈسٹن کرو باقی کا کام میں دیکھ لوں گی۔ روشنا کو رحم آگیا آرزو کی رونی شکل دیکھ کر جب کی اس کی بات آرزو کا چہرہ بلب کی طرح چمک اٹھا۔

اللہ آپ جیسی بہن ہر ایک کو دے۔ آرزو نے روشنا کا گال چومتے ہوئے کہا۔

اب پڑے ہٹو سہی کہتا ہے عاشر تمہارے بارے میں تم غلطی سے یہاں پیدا ہو گئی ہو ورنہ جتنے تمہارے نخرے ہے نہ کسی محل یا بڑے گھر میں ہونا چاہیے تھا۔ روشنا سے اس کو دور کرتے ہوئے کہا۔

اللہ نے بنایا بھی تو اتنا پیارا ہے۔ آرزو اترا کر بولی تو روشنا بس نفی میں سر ہلانے لگی آرزو کپڑا اٹھا کر جیسے تیسے کر کے لائی ونج کی صفائی کرنے لگی اس کو صفائی کرتے ہوئے بیس منٹ ہو گئی تھی جب لینڈ لائی نہ پہ کال آنے لگی آرزو نے گھور کر

لینڈ لائی ن کو دیکھا جو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا مجھے اٹھو آرزو پاؤ پٹختی وہاں آئی اور
رسیور اٹھا کر شروع ہو گئی۔

کون ہے کیوں فون کیا ہے زمانہ بدل گیا ہے لینڈ لائی ن اب نکارہ ہو چکا ہے آپ کو بات
کرنی ہے تو گھر پہ آجائے اگر ہمارا نمبر نہیں تو میرے پاس اپنا فون ہے آپ کے پاس اپنا
فون ہے ابا کے پاس اپنا فون ہے تو اگر بات کرنی ہے تو وہاں کرے نہ ایسے لینڈ لائی ن
پہ کرنے کی کیا ضرورت انسان ہر وقت اس کے سامنے تو کھڑا نہیں ہوتا نہ
آرزو

آرزو نان سٹاپ بولے جارہی تھی جب دوسری طرف زیاد نے گھمبیر لہجے میں اس کا
نام لیا زیاد کو اپنے اندر سکون کی ایک لہر سرائی ت کر تی محسوس ہو رہی تھی اس کو آرزو
کو سننا اچھا لگ رہا تھا مگر ابھی اس کو ضروری بات کرنی تھی جس کے لیے اس نے بیچ
میں ہی اس کو ٹوکا۔

آپ زیاد ہیں؟ آرزو نے زیاد کی آواز پہ اس کو پہچان لیا زیاد کے چہرے پہ بہت وقت پہ
مسکراہٹ آگئی یہ بات اس کے لیے کسی اعزاز سے کم نہ تھی کے اتنے وقت بعد
بھی آرزو اس کی آواز پہچان گئی تھی زیاد نے سکون سے اپنی سرخ آنکھیں بند
کر کے کھولی۔

ہاں میں ہوں۔ زیاد نے جواب دیا۔
یہاں فون کیا خیریت؟ آرزو نے پوچھا۔
میں تمہارے گھر کے پاس ایک گلی چھوڑ کر سائیڈ پہ گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں
آجاؤ۔ زیاد بے لچک انداز میں کہا۔
آنا کیوں ہیں؟ آرزو نے اپنے لب کھلے اس کو پتا تھا روشنہ نے بہت سوال کرنے ہیں اور
زیاد کا بتاتی تو وہ ہر گز جانے نہ دیتی اور زیاد کو انکار بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔
آؤں گی تو بتاؤں گا۔ جواب فورن سے حاضر ہوا۔
ابھی بہت کام ہیں گھر میں اور آپ اجازت نہیں دے گی آپ کو ایک بات بتانی تھی کل
نہ میرا نکل
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews
آرزو پلینز آجاؤ۔ زیاد اس کی بات کاٹ کر منت بھرے لہجے میں کہا جو شاید ہی اس نے
کبھی کسی کے سامنے کی ہوگی زیاد کے لہجے میں جانے کیا تھا کہ آرزو نے اپنے سوکھے
لبوں پہ زبان پھیری۔

اچھا میں آتی ہوں پر صرف پانچ منٹ کے لیے۔ آرزو نیم رضامند ہوتی بولی۔
میں انتظار کر رہا ہوں۔ زیاد نے کہا تو آرزو نے رسیور رکھ کر لائی ونج میں نظر
ڈورائی اور اپنے حلیے کو دیکھا جو بہت برا تھا وہ ابھی تک نائیٹ سوٹ میں تھی جو بی

بی پنک کلر کا تھا بالوں کی چوٹی بنائی ہوئی تھی جس کی کچھ آوارہ لٹیں چہرے پہ جھول رہی تھی وہ اپنے لاپرواہ حلیے میں بھی بہت پیاری لگ رہی تھی روشنا شاید چھت پہ تھی اس نے سوچا پانچ منٹ میں آجائے گی اور اس کو پتا بھی نہیں چلیں گا اپنی سوچ پہ مسکراتی وہ بنا اپنے حلیے پہ دھیان دی ئی کمرے سے بس چادر اٹھائی اور بنا روشنا کو بتائے گھر کی دہلیز پار کر گئی اور یہ اس کی نادانی میں کی گئی غلطی ہر غلطیوں پہ بھاری ثابت ہونے والی تھی۔

آرزو باہر آئی تو دور زیاد اپنی گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے اس کے انتظار میں تھا زیاد نے جب آرزو کو دیکھا تو اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے آرزو اس پاس نظر ڈورتی جلدی سے زیاد کی طرف آئی۔

کیا بات ہے جلدی بتائے میں نے آپ کو بتایا بھی نہیں اور ایسے ہی چلی آئی ہو اماں گھر پہ نہیں تھیں آپ بات کرے تو میں جاؤ۔ آرزو عجلت میں ایک سانس میں بولی جب کی زیاد مسکراتا اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جو جانے کتنے دنوں بعد دیکھنے کو ملا تھا کل والی ساری فرسٹریشن اس کی ختم ہوگئی تھی اب سامنے کھڑی ہستی اس کی ہونے والی تھی وہ اس کا حقدار ہونے والا تھا وہ جو کل سے پاگل بنا ہوا تھا اب اس کو اپنی ساری پریشانی

فکریں ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی وہ مسلسل آرزو کو دیکھ کر اپنی نظروں کی پیاس بجھا رہا تھا جب کی آرزو آنکھوں میں اُلجھن اور عجلت لیے اس کو دیکھ رہی تھی۔

جب نظریں ملیں تو پیار ہو جاتا ہے
اور پلکیں اٹھیں تو اظہار ہو جاتا ہے
نہ جانے کیا کشش ہے چاہت میں
کوئی یانجان، زندگی کا حقدار ہو جاتا ہے۔

زیاد۔ آرزو کو زیاد ایسے خاموش ہوتے دیکھنا عجیب لگ رہا تھا اس لیے نظریں جھکا کر
اس کا نام پکارا زیاد آرزو کی حرکت پہ مسکرا دیا۔
گاڑی میں بیٹھو۔ زیاد نے کہا تو آرزو نے فوراً سے اپنا سر اٹھایا۔

گاڑی میں نہیں آرہی میں آپ پلیز جلدی بات کریں ورنہ میں ایسے ہی جارہی
ہوں۔ آرزو نے معصوم سی دھمکی دی۔

آرزو تھوڑی دیر بعد ہم تمہارے گھر ہی چلیں گے پر ابھی آؤ میری بات مانو۔ زیاد
دوسری طرف کا ڈور اوپن کر کے آرزو سے کہا جو اسٹل تھی اپنی جگہ پہ۔ آرزو نے زیاد
کی طرف دیکھا جو امید بھری نظروں اس کو دیکھ رہا تھا مگر وہ زیاد کے ساتھ جانا نہیں
چاہتی تھی اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا جیسے کچھ برا ہونے والا تھا پر اس کو جانے

کیوں زیادہ یقین ساتھ شاید وجہ اس کی سحر انگیز شخصیت تھی یا کچھ اور وہ کوئی نام نہیں دے پارہی تھی آرزو آہستہ آہستہ چل کر زیادہ کے روبرو کھڑی ہوئی اور فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گئی زیادہ سرشار سا مسکرایا اور ڈور لوک کیے ڈرائی یونگ سیٹ سنبھالی آرزو اضطراب کی صورت میں اپنی انگلیاں مڑوڑ رہی تھی اس کو اپنی حالت سمجھ میں نہیں آرہی تھی زیادہ آگے کو جھکا اور اس کا سیٹ بیلٹ باندھنے لگا مگر آرزو جوں کی توں بیٹھی رہی آج وہ سانس رکے نہیں بیٹھی جیسے پہلے کیا کرتی تھی زیادہ ایک نظر پہ ڈالتا سیدھا ہو گیا اور گاڑی سٹارٹ کی۔

ہم کہاں جا رہے ہیں؟ آرزو نے گاڑی انجان راستوں پہ چلتی دیکھی تو زیادہ سے پوچھا۔ سرپرائز۔ زیادہ پراسرار لہجے میں بولا جب کی گاڑی میں کو لنگ ہو کر بھی آرزو کے ماتھے پہ پسینے کی بوندیں چمکنے لگی۔

آپ مجھے گھر ڈراپ کر دے۔ آرزو اپنے ڈر کو قابو پا کر بولی اس کو زندگی میں پہلی دفع کسی سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

رلیکس پانی پی ئی و۔ زیادہ ایک ہاتھ سے ڈرائی یو کرتا دوسرے ہاتھ سے پانی کی بوتل آرزو کی طرف بڑھائی جو اس نے تھام لی تھی۔

پریشان مت ہو مجھے پہ یقین ہونا چاہیے تمہیں۔ زیاد نے اس کا خوف سے فق ہوتا چہرہ دیکھ کر ناراض لہجے میں کہا تو آرزو کو شرمندگی ہوئی۔

ایسی بات نہیں وہ بس آپ کو بتا کر نہیں آئی نہ تو اس لیے آپ پریشان ہو گئی ہوگی۔ آرزو نے وضاحت دینی ضروری سمجھا زیاد مسکرا دیا آرزو ساتھ تھی اس لیے بات پہ بات اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آرہی تھی۔

تم کوئی بات بتانے والی تھی شاید۔ زیاد کو اچانک یاد آیا کہ آرزو کچھ بتا رہی تھی مگر اس کے ٹوکنے پہ خاموش ہو گئی تھی۔

میں؟ آرزو نے پوچھا اس کو یاد نہیں آیا وہ کیا بتانے والی تھی اس کا ڈر بھی اب آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا۔

ہاں کل کے مطلق شاید۔ زیاد نے یاد کروایا تو آرزو کو یاد آیا وہ کیا بتانے والی تھی وہ پر جوش ہو کر اس کی طرف چہرہ کیے بتانے لگی۔

کل میرا نکاح ہے۔ آرزو کے بتانے کی دیر تھی زیاد کی گاڑی سامنے سے آتی ٹرک سے

بڑی مشکل سے بچی تھی زیاد نے فورن سے موڑ کاٹا اور سائیڈ پہ گاڑی کی آرزو اس

سچویشن میں پریشان ہو کر سیٹ پہ چپک سی گئی تھی جب کی زیاد کی گرفت اسٹیرنگ

پہ بہت زور پکڑ گئی تھی یہ بات جب اس نے ماہی بیگم کے منہ سے سنی تھی تو اس کو
 اتنا غصہ نہیں آیا تھا جتنا آرزو کے اتنے پر شوق لہجہ سن کر اس کو تیش آیا تھا۔
 ک کیا ہوا؟ آرزو ڈر کر بولی زیاد نے اب گاڑی کی اسپید قدرے کم کی تھی جس سے
 آرزو نے اپنی سانس بحال کی۔
 کچھ نہیں۔ زیاد ضبط کی حدود چھو تا بس اتنا بولا۔

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔
 ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی
 ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ
 کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے
 ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات
 کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین

میرا تو آج ہارٹ فیل ہوتے ہوتے رہ گیا۔ آرزو آنکھیں بڑی کر کے بولی جب کی زیاد کا
 سارا موڈ خراب ہو گیا تھا ہمایوں کے فلیٹ کے پاس پہنچ کر وہ گاڑی روک کر اتر اور

آرزو کی طرف کا دروازہ اوپن کیا جب کی آرزو سیٹ بیلٹ کھولنے کے جتن میں تھی زیادہ سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھتا رہا آرزو ہلکان ہو گئی تھی مگر سیٹ بیلٹ نے جیسے قسم کھائی ہوئی تھی کہ اس کے ہاتھوں سے نہیں کھلے گا آرزو تھک ہار کر مدد طلب نظروں سے زیادہ کی طرف دیکھا زیادہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر آگے کو جھکا اور سیٹ بیلٹ کھول دیا

یہ کونسی جگہ ہے؟ آرزو گاڑی سے باہر نکلتی اشتیاق سے پوچھنے لگی جہاں بہت سارے خوبصورت گھر تھے اور پہلی دفع اپنے محلے کے علاوہ کہیں آئی تھی اس لیے اس کے لیے یہ سب نیا تھا۔

اندر آؤ۔ زیادہ آس پاس دیکھتا احتیاط سے اس کو لیکر اندر آیا سامنے رکھے گلدان میں سے چابی اٹھائی اور ہمایوں کے گھر کا دروازہ کھولا۔

ایسے تو میں نے ڈراموں میں دیکھا تھا۔ آرزو کا اشارہ گلدان میں سے چابی نکالنے کی طرف تھا۔

آج ریئل میں بھی دیکھ لیا۔ زیادہ نے کہا اور ہینڈل کو گھما کر دروازہ کھولا دیا اندر آ کر آرزو پر شوق نظروں سے دیکھنے لگی جہاں خوبصورت سالائی ونچ تھا دیوار پہ ایک بڑی سی پینٹنگ لگی ہوئی تھی سامنے بڑی سی ایل ڈی تھی اور صوفہ کائی ونچ اس کے

درمیاں چھوٹی سی ٹیبل تھی جہاں ایک آرٹیفیشل گلدستہ تھا دیواروں پہ بلیوں رنگ چڑھا ہوا تھا سامنے دیوار گیر تھی جس سے باہر کا منظر نظر آ رہا تھا وہ تھوڑا آگے بڑھی تو سامنے سائیڈ پہ باورچی خانہ تھا جو بالکل صاف تھا زیادہ بغور اس کے چہرے کے ایکسپریشن دیکھ رہا تھا اس کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ آرزو کو یہ گھر پسند آیا زیادہ کو افسوس ہوا کہ یہ فلیٹ اس کا اپنا کیوں نہیں اور ہمایوں کا کیوں ہے۔

زیادہ وہ پینٹنگ کتنی خوبصورت ہے نہ؟ آرزو لائی ونج میں زیادہ کے پاس آکر ستائش لہجے میں دیوار پہ لگی پینٹنگ کی طرف اشارہ کیا جو کسی جھنگل کا منظر پیش کر رہی تھی ہر طرف پیڑ ہی پیڑ تھے اور نیچے سوکھے پتے گرے ہوئے تھے آرزو کو بہت بھایا بالکل پرسکون جگہ لگی اس کو زیادہ آرزو کی بات پہ دیوار پہ لگی اس پینٹنگ کو دیکھنے لگا جس نے آرزو کی توجہ کھینچی تھی وہ جانے کتنی دفع یہاں آیا تھا مگر اس نے کبھی اتنا غور نہیں کیا تھا اس نے وہ واقع میں بہت خوبصورت تھی مگر زیادہ کو بری لگی کیوں کہ آرزو کی نظروں کا مرکز تھی اور یہ بات زیادہ کو گوارا نہیں تھی

تم بیٹھو میں ایک کال کر کے آیا۔ زیادہ نے صوفہ کی جانب اشارہ کیے کہا۔ آپ مجھے یہاں لیکر کیوں آئے ہیں اور کیا یہاں کوئی اور نہیں ہے۔ آرزو نے اب دھیان دیا کہ وہ فلیٹ میں وہ زیادہ کے ساتھ اکیلی ہے۔

آرزو میں سب کچھ بتاؤں گا اس امید سے کہ تم میری بات کو سمجھو گی۔ زیادنے
سنجیدگی سے کہا۔

آپ اتنے سنجیدہ کیوں ہو گئی ہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ آرزو زیاد کا سنجیدگی سے
بھرا چہرہ دیکھتی کنفیوز لہجے میں بولی تو زیاد اس کی معصومیت پہ مسکرا پڑا



روشنا اپنے کمرے سے باہر آکر لائونج میں آئی جہاں سناٹوں کا راج تھا اس کے مطابق
آرزو کو یہی ہونا چاہیے تھا روشنا کچن میں گئی جہاں خالی کچن اس کا منہ چڑھا رہا تھا۔

آرزو
روشنا اس کے کمرے میں آکر آواز دی مگر جواب نادر داس نے کمرے میں آس پاس
نظر ڈرائی و اشروم کا دروازہ کھلا ہوا تھا مطلب وہ اپنے کمرے میں بھی نہیں تھی
چھت پہ آکر وہ صحن میں آئی اور آرزو کو آوازیں بھی دینے لگی مگر آرزو ہوتی تو
کوئی جواب ملتا نہ روشنا کو اب ٹینشن ہونے لگی۔

آرزو بنا بتائے کہاں چلی گئی۔ روشنا خود سے پوچھنے لگی
اگر کہی جانا تھا تو بتا کر جاتی نہ ایسے پریشان کر دیا۔ روشنا کو آرزو کی حرکت پہ غصہ آ رہا تھا
وہ سر جھٹکتی اندر کی طرف چلی گئی اس کا لگا تھوڑی تک آجائے گی یہی سوچ کر وہ کچن
میں برتن دھونے چلی گئی۔



زیادہ بھی تک نہیں آیا میں نے اس کے دوست احمد کو کال کی تھی پوچھا بھی زیادہ کا مگر اس نے کہا کہ کل پورا دن اس کی زیادہ سے بات نہیں ہوئی تھی۔ ماہی بیگم نے اسرار صاحب سے کہا جو آج آفس جانے کے بجائے گھر پہ ہی تھے۔

اپنی مرضی سے گیا ہے ابھی جائے گا۔ اسرار صاحب سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

زیادہ سے بات ہوئی؟ ابرار صاحب ہال میں آکر پوچھنے لگے۔

ابھی تک کوئی رابطہ نہیں ہوا۔ ماہی بیگم پریشان کن لہجے میں بولیں۔

بچے کہاں ہیں؟ ابرار صاحب نے دوسرا سوال کیا۔

کانج گئی ہوئے ہیں بس زارون اپنے کمرے میں سویا ہوا ہے۔ ماہی بیگم نے بتایا۔

بھائی میں آفس جا رہا ہوں آپ کو چلنا ہے۔ ابرار صاحب نے خاموش بیٹھے اسرار

صاحب کو مخاطب کیا۔

آج میں آفس نہیں آؤں گا۔ اسرار صاحب نے گہری سانس ہوا میں خارج کرتے

ہوئے کہا تو ابرار صاحب ایک نظر ان پہ ڈالتے خود آفس جانے کے لیے نکل گئی

ماہی بیگم نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا۔



ڈرو نہیں بس کچھ دیرو بیٹ کرو میں آیا۔ زیادہ آرام سے کہا اور قریب کمرے کی جانب بڑھ گیا آرزو زیادہ کے جاتے ہی صوفے پہ بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ کب تک آرہے ہو؟ زیادہ نے فون پہ کہا۔

بس سرپانچ منٹ میں پہنچ جاؤں گا۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔ سارے انتظامات کر لیے ہیں نہ؟ زیادہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

جی جی سب ہو گیا ہے آپ جب کہے گے میں ان کو لے آؤں گا۔ زیادہ اس کی بات سن کر مطمئن سا مسکرایا اور کمرے سے نکلا تو اس کی نظر آرزو پہ ٹھہری زیادہ نے غور کیا تو دیکھا آرزو اپنے سیلپنگ ڈریس میں تھی اس کا اپنا حلیہ بھی بہت رف تھا پرا بھی بات کرنا ضروری تھا زیادہ نے گہری سانس بھر کر خود کو آنے والے وقت کے لیے تیار کیا اس نے آرزو کی طرف ایک قدم ہی بڑھایا تھا جب ڈور بیل بجی آرزو نے زیادہ کی طرف دیکھا جو آنکھوں سے اشارہ کرتا اس کو وہی بیٹھنے کا کہا اور خود باہر نکل آیا۔ سر آپ کی امانت۔ زیادہ نے دروازہ کھولا تو ایک چوبیس سال کا نوجوان اس کی طرف انویلیپ بڑھا کر بولا۔

شکریہ نوریز۔ سامنے والے لڑکے کا نام شاید نوریز تھا تبھی زیادہ نے انویلیپ لیکر کہا تو لڑکا مسکرا کر واپسی کے لیے مڑ گیا زیادہ نے بھی دروازہ دوبارہ سے بند کیا اور آرزو کے

پاس آیا سامنے ٹیبل پہ اس نے انویلیپ رکھا اور خود آرزو کے سامنے درازنوں میں بیٹھا
 آرزو چونک کر زیادہ کو دیکھنے لگی جو نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھا اس کو دیکھ رہا تھا زیادہ نے
 آرزو کی گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھا جن کو آرزو نے مڑ مڑ کر لال کر دیا تھا زیادہ
 کو کچھ جھجک ہوئی مگر اس نے اپنے مضبوط ہاتھ آرزو کے ہاتھوں کی طرف بڑھائے
 ان کو اپنی قید میں لے لیا۔

یہ کیا کر رہے ہیں؟ آرزو نے اپنے ہاتھ پیچے کرنے چاہے مگر زیادہ کی گرفت مضبوط
 تھی۔

آرزو میری بات سنو۔ زیادہ نے آرزو کی طرف دیکھ کر کہا تو آرزو نے سوالیہ نظروں
 سے اس کو دیکھا۔

جانتی ہو اس لفافہ میں کیا ہے؟ زیادہ نے ٹیبل پہ رکھے انویلیپ پہ اشارہ کر کے پوچھا تو
 آرزو نے محض نہ میں سر ہلایا۔

اس میں نکاح نامہ کے پیپر ہیں۔ زیادہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔
 اچھا۔ آرزو کو سمجھ نہیں آیا زیادہ اس کو کیوں بتا رہا ہے اس لیے بس یک لفظی کہا جب
 کی زیادہ نے گھور کر آرزو کو دیکھا اس کو اچھا لفظ کی امید نہ تھی۔
 پوچھو گی نہیں یہاں کیوں ہیں۔ زیادہ نے اگسایا۔

آپ بتائے کیوں ہیں؟ آرزو نے کہا

اس لیے کیوں کی کچھ دیر میں میرا اور تمہارا نکاح ہونے والا ہے۔ زیاد نے آرام سے اس کے سر پہ بم گرایا۔

یہ آپ کیا کر رہے ہیں مجھے میرے گھر جانا ہے۔ آرزو بدک کر زیاد سے کچھ دور ہوئی زیاد حیرت سے آرزو کو دیکھنے لگا۔

نکاح ہو جائے اس کے بعد ساتھ چلیں گے گھر۔ زیاد تحمل کا مظاہرہ کرتا ہوا بولا۔ آپ کا دماغ خراب ہے۔ آرزو نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ زیاد کے ہاتھوں سے آزادی کروائے زیاد نے اپنی خالی ہاتھوں کو دیکھا پر اس کو آرزو منانا اور وہ منا کر ہی رہے گا پیار سے یاز بردستی سے۔

آرزو مجھے غصہ نہیں دلاؤ۔ زیاد اس کو باہر جاتا دیکھا تو سرعت سے اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

میں آپ پہ یقین کر کے آئی تھی اور آپ شرم آنی چاہیے آپ کو۔ آرزو چیخ کر زیاد سے بولی آنسوؤ کا پھندہ اس کو اپنے گلے میں اٹکتا محسوس ہوا اس آج شدت سے اپنی بیوقوفی کا احساس ہوا اس نے ہزار بار اس وقت پہ لعنت بھیجی جس وقت اس نے زیاد کی بات ماننے کا سوچا تھا۔

نکاح کی بات کی ہے کوئی غلط بات نہیں جو شرم آتی۔ زیادہ کو برا لگا آرزو کا ایسے ری ایکٹ کرنا۔

میرا کل نکاح ہے اور یہ بات پہلے سے ہی طی تھی میں کسی اور کی آپ امانت ہوں سنا آپ نے۔ آرزو کو لگا شاید اب وہ اس کو جانے دے زیادہ زور سے اپنے ہاتھ کی مٹھیاں بھینچی۔

تم کسی کی امانت نہیں سمجھی کچھ دیر میں نکاح ہوگا ہمارا اپنے آپ کو سیٹ کر دو۔ زیادہ دانت پیستے ہوئے کہا۔

مجھے نہیں کرنا نکاح ہم تو دوست تھے نہ اور دوستوں سے نکاح نہیں کیا جاتا اگر کیا جاتا تو میں عاشر سے نہ کرتی۔ آرزو کی آخری بات زیادہ کو تیش دلا گئی تھی

سوچ سمجھ کر بولا کہ آرزو تم میری ہو بس میری اس لیے بار بار اپنا نام کسی اور کے ساتھ جوڑ کر مجھے غصہ نہیں دلاؤ۔ زیادہ دھاڑ کر بولا تو آرزو کا دل اچھل کر حلق تک آیا۔

اس طرح چلا کر آپ مجھے زبردستی نکاح کے لیے راضی نہیں کر سکتے۔ آرزو اپنی طرف سے بہادر بننے کی کوشش کرنے لگی۔

اور یئی لی۔ زیادہ کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔

ہاں اور میں اپنے گھر جا رہی ہوں آئی نہ آپ میرے راستے میں مت آئیے گا۔ آرزو بے خوف ہوتی ہوئی بولی زیادہ دیتی نظروں سے اس کو دیکھنے لگا جو پہلے بھیگی بلی بن گئی تھی اور اب اپنے اصلی روپ میں آکر رنگ بدل گئی تھی۔ تمہیں لگتا ہے میں نکاح کیے بنا تمہیں گھر جانے دوں گا۔ زیادہ بھوئی اُچکا کر سوال کیا۔

آپ سے اجازت لے کون رہا ہے۔ صاف مزاق اڑاتا انداز۔ آرزو بس اب بہت ہو امیری نرمی کا ناجائزہ فائدہ مت اٹھاؤ۔ زیادہ تیز لہجے میں بولا۔ دیکھے زیادہ آپ میرے ساتھ ایسے کیسے کر سکتے ہیں پلیز مجھے گھر جانے دے اماں گھر آگئی ہوگی آپ مجھے ڈھونڈ رہی ہوں گی کل میرا نکاح ہے یہ ہر ایک کو پتا ہے آپ جو چاہتے ہیں اس میں میری عزت پہ سوال اٹھے گا پورے خاندان میں پلیز میری بات سمجھ۔ آرزو روتے ہوئے بولی مگر زیادہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھا تھا۔ آرزو سب انتظامات ہو گئی ہیں تمہارے گھر والوں کو میں اپنے انداز میں سمجھا لوں گا۔ زیادہ نے بچوں کے انداز میں پچکارا تو آرزو ہتھ سے اکھڑ گئی۔

آپ کو میری بات سمجھ کیوں نہیں آرہی جیسا آپ چاہتے ہیں وہ ناممکن ہے میری بہن کا رشتہ بھی ٹوٹ سکتا ہے اور آپ کو نکاح کی پڑی ہے۔ آرزو زور سے چیخ کر باہر جانے کے لیے بڑھی۔

تم اپنی بہن کی فکر نہیں کرو اس کے لیے ہم کوئی اور رشتہ دیکھ لیں گے۔ زیاد نے حل پیش کیا۔ آرزو نے خونخوار نظروں سے زیاد کو گھور زیاد نے ڈرنے کی اداکاری کی تو وہ سر جھٹکتی دروازہ کھولنے لگی جو کی لاک تھا۔

یہ کھل کیوں نہیں رہا۔ آرزو اپنے آنسو ایک ہاتھ سے صاف کرتی ہوئی بولی اس کو روتا دیکھ کر زیاد کے دل کو کچھ ہوا مگر وہ نرم نہیں پڑ سکتا تھا کیوں کی میں نہیں چاہتا اور میں تب تک نہیں چاہتا جب تک تم نکاح کے پیپر پہ سائی ن نہیں کر دیتی۔ زیاد مغرور انداز میں بولا۔

آپی سہی کہتی تھی آپ بہت برے ہیں۔ آرزو سو سوں کرتی ہوئی بولی۔

اب جیسا بھی ہوں تمہارا ہوں۔ زیاد آنکھ و نک کرتا ہوا بولا۔

آپ ایسا کرے مجھے گھر چھوڑ آئے پھر میرے گھر والوں سے میرا رشتہ مانگے۔ آرزو نے عقلمندی کا ثبوت دیا۔

بھيجا تو تھا رشتہ صاف انکار کر دیا۔ زیاد طنزیہ مسکراہٹ سے بولا۔

آپ

بس بہت ہو گئی باتیں اندر چلو تم۔ زیاد نرمی سے اس کا بازو پکڑتا ہوا کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔

میں نہیں کر سکتی آپ سے نکاح میں اماں بابا کو کیا جواب دوں گی۔ آرزو اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی

جواب دینا ضروری نہیں اور تمہارے لیے اب میں امپورٹنٹ ہوں اور کوئی نہیں۔ زیاد کمرے کے پاس لا کر شدت پسندی سے گویا ہوا۔

میرے لیے میرے اماں با آپ خالا اور عاشر ضروری ہیں اور کوئی بھی نہیں۔ آرزو نے جلدی سے باور کروایا۔

بار بار عاشر کا نام نہ لوں۔ زیاد چلایا۔

میں لوں گی آپ ہوتے کون ہیں مجھے روکنے والے۔ آرزو بھی چلا کر بولی زیاد نے اپنے بالوں ہاتھ پھیر کر ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگا آج آرزو اس کے صبر کا امتحان لے رہی تھی اور زیاد یہ سب زیاد کی برداشت سے باہر تھا۔

چپ چاپ یہی کمرے میں رہو گی میں کام سے باہر جاؤں گا اور جب میں واپس آؤں تم کوئی تمنا شکیہ بنا میری ہر بات مانوں گی جانے تو میں تمہیں دو گا نہیں ورنہ اور میں

تمہاری آپنی اور عاشر کی گرینی نہیں دیتا کے وہ کل تک زندہ رہے گے۔ زیاد سفاک انداز میں بولا آرزو بے یقین سی منہ پہ ہاتھ رکھ کر زیاد کو دیکھنے لگی جس کے چہرے سے کہیں نہیں لگ رہا تھا کے وہ مزاق کر رہا ہے آرزو کی آنکھوں سے آنسوؤ کی لڑیاں بہنے لگی جسے زیاد نظر انداز کرتا کمرے کو باہر سے لاک کیا اور باہر جانے کے لیے بڑھ گیا جب کی پیچے آرزو زمین پہ بیٹھتی چلی گئی اور دھاڑے مار مار کر رونے لگی وہ اپنی پوری زندگی میں اتنا نہیں روئی تھی جتنا ایک دن میں زیاد نے اس کو رونے پہ مجبور کیا تھا۔



روشن پانی پلانڈ۔ زرینہ بیگم گھر میں داخل ہوتی روشنا کو آواز دینے لگی اور اپنی چادر اُتار کر سائی بیڈ پہ کی روشن پانی کا گلاس لا کر ان کے سامنے کیا۔
آرو کہا ہے؟ زرینہ بیگم پانی کا گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر آرزو کا پوچھنے لگی روشن جو خود آرزو کی غیر موجودگی سے پریشان تھی ان کے پوچھنے پہ سمجھ نہیں آیا کے کیا جواب دے

اماں آرزو پتا نہیں کہاں چلی گئی ہیں۔ روشنا لب دباتی ہوئی ی بولی۔
کیا مطلب پتا نہیں کہاں چلی گئی۔ زرینہ بیگم تعجب سے بولی۔
وہ دراصل میں کمرے میں گئی تھی کچھ دیر بعد آئی تو آرزو نہیں تھی میں نے پورے گھر میں دیکھا وہ وہاں نہیں تھی۔ روشنا نے پریشان لہجے میں کہا۔

نصرت کے گھر گئی ہوگی اور کہاں جاسکتی ہے کام سے بچنے کے لیے وہی گئی ہوگی
میں لیکر آتی ہوں۔ زرینہ بیگم اٹھتی ہوئی بولی۔

اماں آرزو وہاں نہیں ہے میں نے خالہ کو فون کر کے پوچھا تھا۔ آرزو ان کا ہاتھ پکڑتی
ہوئی بولی۔

تو کہاں جاسکتی ہے۔ زرینہ بیگم پریشان ہو کر بولی۔

پتا نہیں آس پاس تو کوئی اس کی دوست نہیں اور وہ بناتائے تو کبھی نہیں گئی مجھے تو
بہت ڈر لگ رہا ہے شام ہونے والی ہے۔ روشنائے کہا۔

میں تیرے ابا کو فون کرتی ہوں کے آج کچھ جلدی آئے۔ زرینہ بیگم لینڈ لائن کی
طرف بڑھی۔

اماں میں محلے میں کسی سے پوچھ آؤں کیا پتا ان میں کسی نے آرزو کو جاتا ہوا دیکھا
ہو۔ روشنائے اجازت طلب کی۔

ہاں جاؤ اور اس کی دوستوں سے بھی پوچھ آنا کیا پتا وہاں ہو۔ زرینہ بیگم فورن سے بولی تو
روشنائے اپنا حجاب پہننے لگی اور زرینہ بیگم کی چادر اٹھاتی ہوئی باہر نکل گئی جب کی
زرینہ بیگم ایاز صاحب کو کال ملانے لگی۔



ابھی بھی کیوں بتایا دو چار بچے پیدا کر کے بتاتے۔ وقاص جل بھن کر بولا زیاد نے علید ان، وقاص، اور احمد کو کینے کے باہر بولا یا تھا اور اپنے نکاح کا بتایا تو وہ کتنے پل شک میں کچھ بول نہ سکے کبھی زیاد نے کسی لڑکی کا ذکر نہیں کیا تھا اور اب سیدھا نکاح کرنے جا رہا تھا اور نکاح کرنے کے کچھ وقت پہلے بتا رہا ہے یہ بات ان کی سمجھ سے باہر تھی۔ بتایا تو ہے ابھی کونسا میں نے تم لوگوں کے بغیر نکاح کر لیا۔ زیاد گھور کر بولا۔ کون ہے لڑکی اور یوں اچانک بیٹھے بیٹھائے شادی کا خیال کیسے آیا؟ علید ان نے سنجیدگی سے سوال کیا

نکاح کے بعد مل لینا اور باقی کے سوالات بعد میں پوچھ لینا ابھی اتنا وقت نہیں۔ زیاد کو فت سے بولا۔
پر زیاد تم لڑکی کی رضامندی سے ہی شادی کر رہے ہو نہ۔ احمد نے کسی خدشے کے تحت پوچھا۔

افکورس۔ زیاد بس اتنا بولا پر جانے کیوں علید ان کو کوئی بات ٹھٹک رہی تھی۔ گواہوں کی ضرورت ہوگی اس لیے ہمیں بتایا ورنہ اتنے وقت تک کانوں کان خبر نہیں ہونے دی کے تمہارا کسی کے ساتھ نین مٹکا چل رہا ہے۔ وقاص کو بس ایک ہی دکھ کھائے جا رہا تھا کہ اس کو پتا کیسے نہ چلا زیاد کا کسی لڑکی سے چکر ہے۔

بکواس نہیں کرو۔ زیاد کو وقاص کا ”نین مٹکا“ لفظ ایک آنکھ نہ بھایا وقاص نے منہ بنایا۔ کہاں جانا ہے اب اور ہمیں کرنا کیا ہے؟ احمد نے پوچھا۔

ہمایوں کے فلیٹ چلنا ہے اور مولوی کو ساتھ لے چلنا ہے اس کا بندوبست میں نے کر دیا ہے تم لوگ بس ساتھ چلو۔ زیاد نے بتایا تو وقاص نے اور منہ بنایا۔

علیدان تم اپنی بہن کو کہو وہ ہمایوں کے گھر آئے آرزو کے پاس کسی لڑکی کا ہونا ضروری ہے۔ زیاد اب کی علیدان سے بولا زیاد کی بات پہ وقاص کی باچھیں پھیل گئی۔ اوہو آرزو وو۔ احمد نے زیاد کو چھیڑا۔

میں حفصہ سے کہتا ہوں۔ علیدان نے فون نکال کر کہا۔ کیا تم اپنے نکاح میں ایسے رہو گے؟ وقاص نے زیاد کو اپنے حلیے کی طرف دھیان کروایا زیاد ابھی کل کے کپڑوں میں ہی تھی فرق اتنا تھا کہ اب جیکٹ نہیں تھی بال پورے بکھرے ہوئے تھے آنکھوں کے ڈورے ابھی بھی سرخ تھے زیاد کو وقاص کی بات پہ آرزو کا خیال آیا جو نائیٹ سوٹ میں تھی۔

نہیں میں مال جاؤں گا پہلے تب تک تم لوگ جاؤ مولوی سمیت میں جلدی آ جاؤں گا۔ زیاد نے بات بنائی۔

ٹھیک ہے۔ وقاص نے کہا وہ تینوں ایک گاڑی میں بیٹھے زیاد اپنی گاڑی کی طرف آیا اور مال کی طرف گاڑی بڑھائی قریب جو شاپنگ مال آیا زیاد نے وہی اپنی گاڑی رکی اور جلدی سے آرزو کے لیے اچھا سا ڈریس دیکھنے لگا اس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا خرید ایسے موقع پہ اس نے دور کھڑی سیل گرل کو ہاتھ سے اشارے سے بولا۔

آپ کوئی مدد چاہیے؟ سیل گرل زیاد کے سامنے آ کر پوچھنے۔

نکاح کی تقریب کے حساب سے کوئی ڈریسز دیکھائے۔ زیاد نے کہا تو وہ مسکراتی سر ہلانے لگی اور اس کو اپنے ساتھ آنے کا کہا اس نے بہت سے وائیٹ کلر کے جوڑے زیاد کے سامنے کیے مگر زیاد کو آرزو کے لیے کوئی بھی مناسب نہیں لگا کسی گاؤن کا گلاڈیپ تھا تو کوئی بغیر آستینوں کے تھا لہنگا جو وہ دیکھا رہی تھی تھا تو بہت خوبصورت مگر وہ بھی زیاد کو کچھ پسند نہیں آیا ایسے ہی سب کو دیکھنے کے بعد زیاد کی نظر ایک فراق پہ اٹک گئی اس نے سیل گرل کو فراق کی طرف اشارہ دیا تو اس نے فراق کو سیدھا کر کے دیکھا یا یہ ڈریس دیکھ کر زیاد کی آنکھوں میں پسندیدگی کا تاثر آیا ایسا بھرپور فراق جس کا گلا کافی چھوٹا اور گول تھا آستینیں سفید نیٹ کی تھی اور گٹھنے کے کچھ نیچے تک فراق کی لمبائی تھی زیاد نے اس کو ڈن کیا تو سیل گرل وہ ڈریس پیک کرنے چلی گئی زیاد نے سفید رنگ کی اسٹریپ والی سینڈل بھی لی اپنے لیے اس نے سفید ہی

رنگ کا کرتا لیا بل دے کروہ جلدی سے مال سے باہر آیا اور گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی کو
زن سے بھگا گیا



کیا آرزو خوش نہیں تھی اس رشتے سے؟ ایاز صاحب جن کو گھر آئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا
مگر آرزو کا کوئی نام و نشان نہیں ملا تھا مایوس ہو کر وہ زرینہ بیگم سے پوچھنے لگے جو
صوفہ پہ تھک ہار کر بیٹھی ہوئی تھی۔

کیسی بات کر رہے ہیں آپ بھلا آرزو کیوں خوش نہیں ہو گی اور اگر نہیں ہوتی خوش تو
کیا میں زبردستی کرتی اس کے ساتھ۔ ایاز صاحب کی بات پہ زرینہ تیز آواز میں بولی۔
تو کہاں ہے آرزو کل کسی اجنبی کا اس کے لیے رشتہ آیا اور اب آرزو بنا بتائے گھر کی
دہلیز پار کر گئی ہے کل سب مہمانوں کو کیا جواب دیں گے ہم۔ ایاز صاحب پھٹ
پڑے۔

آجائے گی انشا اللہ مگر آپ شک تو نہ کرے بیٹی ہے آپ کی۔ زرینہ بیگم نم آواز میں
بولیں تو وہ سر جھٹکتے رہ گئی۔

روشنا باجی۔ روشناسب سے پوچھ کر مایوس ہو کر گھر جا رہی تھی جب اپنے پیچھے بچے کی
آواز پہ وہ رکی۔

جی۔ روشناز بردستی مسکرا کر بولی۔

آپ آرزو باجی کو ڈھونڈ رہی ہیں نہ؟ بچے نے روشنا کی طرف دیکھ کر کہا تو روشنا نے جلدی سے سر کو ہاں میں ہلایا۔

وہ بہت پہلے کسی آدمی کے ساتھ بڑی سی گاڑی میں بیٹھ کر گئی تھی۔ بچے کی بات پہ روشنا پہ مانوں پہاڑ گرا تھا اس کو یقین کرنے میں مشکل ہو رہی تھی کہ جو اس نے سنا وہ سچ تھا یا جھوٹ۔

آپ سچ بول رہے ہو؟ روشنا کو اپنی آواز کھائی ی سے آتی ہوئی ی محسوس ہوئی ی۔ جی اللہ کی قسم وہ کسی گرین کلر کی آنکھوں والا لڑکا تھا اور رنگ بھی بہت گورا تھا قد بھی لمبا تھا۔ اب کی بچے نے پورا نقشہ کھینچ کے بتایا روشنا کی حالت کاٹوں بدن لہوں نہیں کی مثال جیسی ہوگئی جب وہ بچہ وہاں سے چلا گیا تھا روشنا کے کانوں میں دور کہیں زیادہ کی آواز گونج رہی تھی جب اس نے کہا تھا وہ آرزو کی پرچھائی ی سے بھی اس کو دور رکھے گا روشنا کو اپنی ٹانگیں بے جان سی محسوس ہوئی ی وہ خود کو گھسیٹتی گھر کے راستے چل دی جب کی آنکھوں سے گرم سیال بہہ رہے تھے۔



زیادہ واپس فلیٹ آیا تو ان تینوں کے ساتھ مولوی بھی تھا اور دو اور لوگ بھی زیادہ چلتا ہوا ان کے پاس آیا۔

حفصہ دوسرے کمرے میں سامنے والا روم تم نے لوک کیا ہوا ہے تو وہ جانہیں
پائی ی۔ علیدان نے دھیمی آواز میں زیاد سے کہا۔

میں یہ چیزیں اس کو دے دو پھر اس کو کہنا وہ جائے۔ زیاد نے ہاتھ میں پکڑے شاپنگ
بیگز کی طرف اشارہ کیا۔

تم نے بھی چیخ کر ناہو گانہ؟ علیدان نے کہا۔

ہاں تیسرے روم چلا جاؤں گا۔ زیاد آرام سے کہتا کمرے کی جانب گیا جہاں آرزو کو
رکھا ہوا تھا۔

زیاد کے جانے بعد وہ کتنی دیر تک روتی رہی اس کو اندازہ نہیں تھا اب تو شاید آنسو بھی
سوکھ چکے تھے مگر جو بھی تھا اس سب کا امیدار وہ خود کو ہی سمجھ رہی تھی نہ وہ زیاد کے
ساتھ شناسائی کرتی اور نہ آج کا دن اس کو دیکھنا پڑتا گھر والوں کا خیال آتے ہی اس کا
دل تیزی سے دھڑک اٹھتا مگر زیاد نے ایک ہی وار پہ اس کو بے بس کر دیا تھا زیاد کی
جھوٹی دھمکی کا رآمد ثابت ہوئی تھی تبھی اس نے بنا شور کیے خاموشی اختیار کر لی تھی
اس کو لگا زیاد نے کہا تو کر دیکھائے گا وہ ایسے ہی زمین پہ بیٹھی اپنی حالت پہ ماتم کنا تھی
جب دروازہ کھلنے کی چرچر کی آواز آئی مگر وہ بے حس بنی بیٹھی رہی کوئی حرکت

نہیں کی وہ تو اب تک بے یقین تھی کہ یہ اس کے ساتھ ایسا ہوا چند منٹ میں اس کی پوری زندگی کا رخ بدل گیا تھا۔

زیادہ اندر آیا تو آرزو کو بنا حرکت ایک جگہ بیٹھے پایا تو اس نے گہری سانس ہو امیں خارج کی اور چلتا ہوا اس کے عین سامنے بیٹھ گیا آرزو نے تبھی بھی کوئی ری سانس نہیں دیا زیادہ بیکز سائیڈ پہ رکھے۔

آرزو

آرزو۔

زیادہ اب کی اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر ہوش کی دنیا میں لانا چاہا تو آرزو نے نظریں اٹھا کر زیادہ کو دیکھا زیادہ کو زور کا جھٹکا لگا آرزو کی سو جھی آنکھیں دیکھ کر اس کو ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے دل میں خنجر سے وار کیا ہو۔

تم روئی ہو؟ زیادہ با مشکل بول پایا۔

آپ کو کیا۔ آرزو روکھائی سے بولی زیادہ کا دل ڈوب کے ابھرا۔

کپڑے چینج کرو باہر سب انتظار کر رہے ہیں۔ زیادہ نے بے حسی کا لبادہ اوڑھا۔

مجھے نہ تو نکاح کرنا ہے اور نہ ہی کپڑے چینج۔ آرزو ہندیاتی انداز میں چیخی جس کی آواز باہر بھی گئی تھی

آہستہ بولو باہر مہمان ہیں۔ زیاد نے ٹوکا۔

تو وہ بھی تو سننے نہ آپ میرے ساتھ زبردستی کر رہے ہیں۔ آرزو کو خود اپنی بات کا مطلب نہیں تھا پتا کہ وہ کیا بات کر گئی ہے جب کی زیاد کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھل گئی تھی

آرزو جس بات کا مطلب پتا نہ ہونہ وہ بولا بھی نہ کرو۔ زیاد نے گھور کر کہا تو کیا زبردستی نہیں کر رہے آپ کے مطابق میری مرضی جانے بنا نکاح کرنا زبردستی نہیں میری بہن اور کزن کے مارنے کی بھی دھمکی دی ہے میں آپ پہ کیس کروں گی۔ آرزو فل فام میں آئی جب کی زیاد آرزو کو سمجھ نہیں پایا کہ وہ اس کو کیا سمجھے۔ شرم نہیں آئے گی اپنے مجازی خدا پہ کیس کرتے ہوئے۔ زیاد نے مسکراہٹ ہونٹوں کے گوشے میں چھپا کر کہا آرزو کی نظر زیاد کے ڈمپل پہ پڑی جو اندر باہر ہو رہا تھا اس کو سمجھ آ گیا کہ زیاد اس کی بات کا مزالے رہا تھا اس کو پھر سے رونا آنے لگا۔ آپ میرے مجازی خدا نہیں آپ کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ۔ آرزو نے روتے ہوئے کہا۔

ڈونٹ کرائے۔ زیاد سخت ہوا مگر آرزو کے رونے میں اور شدت آئی۔

آرزو اٹھو اور واشروم میں جا کر تیار ہو جاؤ میں مزید تمہیں وقت ضائع کرنے نہیں دوں گا۔ زیادہ دھوکہ انداز میں کہا۔

پلیز زیادہ۔ آرزو نے اپنے ہاتھ جوڑے زیادہ فورن سے اس کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ رکھے

آرزو میرے لیے مشکل نہیں بناؤ نکاح تو آج ہو کر رہے گا اور دوسری بات ایسے کرتے تم دیر کر رہی ہو اپنے گھر جانا ہے نہ تو جلدی سے وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں دن سے شام ہو گئی ہے رات ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ زیادہ نرمی سے اس کے ہاتھوں کو سہلا کر کہا آرزو نے جھٹ سے اپنے ہاتھ دور کیے زیادہ اس بار یہ حرکت بری لگی مگر گہری سانس بھر کر کنٹرول کر گیا۔

میں باہر جا رہا ہوں ایک لڑکی آئے گی اگر کوئی مدد چاہیے ہو تو کہنا۔ زیادہ اٹھتا ہوا بولا آرزو نے کوئی جواب نہیں دیا زیادہ کچھ پل اس کے جواب کا انتظار کیا پھر باہر چلا گیا آرزو مرے قدموں سے اٹھتی بیگ ہاتھوں میں لیے واشروم کی طرف چلی گئی۔ سب ٹھیک ہے؟ احمد نے زیادہ سے پوچھا جو ابھی باہر آیا۔

ہاں سب ٹھیک ہے علیہ ان تم اپنی بہن کو وہاں بھیجتے تک میں بھی فریش ہو جاؤں۔ زیادہ نے سنجیدگی سے احمد کو جواب دے کر علیہ ان سے کہا۔

تیرے بال تو سلامت ہیں ورنہ جتنی آوازیں باہر آرہی تھی میں تو سمجھا تیرے کپڑے
 ہوئے بھی پھٹے ہوئے ہو گے اور بال بھی کھینچے ہوئے ہو گے۔ وقاص نے اس کے
 کندھوں پہ ہاتھ رکھتا بڑے ہمدردانہ لہجے میں بولا اس کی بات پہ احمد نے مسکراہٹ
 دبائی جب زیاد اس کو گھورتا وہاں سے گیتا کہ فریش ہو سکے۔
 کبھی تو فضول بولنے سے پرہیز کیا کرو۔ علیدان زبچ ہوتا ہوا بولا۔
 تم کرتے ہو نہ وہ کم ہے جو ہم بھی کرے۔ وقاص احمد کے ہاتھ پہ تالی مار کر ہنس کر بولا
 علیدان نے تاسف سے اس کو دیکھا۔
 ہائے۔ آرزو کپڑے پہنتے باہر آئی تو سامنے ایک اسٹائش لڑکی کو دیکھ کر چونک
 گئی مگر زیاد کی بات یاد آئی تو تلخ سے سر جھٹکا۔
 یو لوک سوپر بیٹی۔ حفصہ اس کے جواب نہ دینے پہ برامانے بنا بولی جو وائیٹ فراق پہنے
 جس کے ساتھ چوڑیدار پاجامہ تھا وہ سادگی میں ہی بہت پیاری لگ رہی تھی رونے کی
 وجہ سے اس کی آنکھیں اور ناک سرخ ہو گئی تھیں جب کی گال روز کی نسبت
 آج گلابی سے تھیں۔ آرزو اب بھی بنا کوئی جواب دیئی بیڈ سے اٹھا کر اوڑھنے
 لگی جولال رنگ کا تھا حفصہ کو اس کا ایسے برتاؤ سمجھ میں نہیں آیا پر وہ زیاد کا سوچتی سب
 نظر انداز کر کے مسکرا کر بات کرنے لگی۔

تم ڈریسنگ ٹیبل کے پاس بیٹھو میں ہلکہ سا میک اپ کر دیتی ہوں ضرورت تو نہیں تم ویسے ہی بہت پیاری ہو مگر پھر بھی نکاح ہے تھوڑا سا تو کر لو۔ حفصہ نے مسکراہٹ سے کہا۔

مجھے میک اپ نہیں کروانا۔ آرزو نے پہلی بار جواب دیا اس کی بات کا اور بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی۔

لپ اسٹک ہی لگوا لیں۔ حفصہ نے کہا۔

نہیں۔ آرزو نے یک لفظی جواب دیا کوئی اور موقع ہوتا تو وہ خود ہی بڑھ چڑھ کر میک اپ کروانے میں مگن ہوتی۔ یہ سینڈل۔ حفصہ نے ہیل والے سینڈل اس کے پاس رکھے آرزو نے بس ایک نظر اس کو دیکھا پھر نگاہیں نیچے فرش پہ ٹکادی۔

کیا تم خوش نہیں ہو نکاح سے ہلانکہ تمہارا نکاح زیاد بھائی سے ہو رہا ہے تمہاری تو خوشی کی انتہا نہیں ہونی چاہیے اور تم اس طرح سے شکل بنائے بیٹھی ہو۔ حفصہ نے آخر پوچھ ہی لیا اس کی بات پہ آرزو کا دل کیا کے چیخ چیخ کر بتائے کہ وہ نہیں خوش زبردستی سے ہو رہا ہے یہ اس کو نہیں چاہیے ایسی خوشی جس میں اپنوں کے سامنے نظریں ملانے کے قابل نہ رہے مگر وہ کہہ نہیں پائی کیوں کی زیاد خشبوں سے نہایا ہوا وہاں آگیا تھا

سفید کرتا پا جامے میں زیاد کا انداز ہی نرالے تھے سفید رنگ اس کے گورے رنگ پہ
 بچ رہا تھا بالوں کو جیل سے سیٹ کیا تھا ہیزل گرین آنکھوں میں عجیب سی چمک لیے وہ
 آرزو کو دیکھ رہا تھا جو کسی پتھر کی مورت کی مانند بیٹھی ہوئی تھی زیاد کا دل وہ اپنی اتنی
 سی ہی تیاری میں دھڑکا گئی تھی زیاد یک ٹک اس کو دیکھتا چلتا آ رہا تھا حفصہ زیاد کو
 کھویا ہوا دیکھا تو مسکراتی وہاں سے چلی گئی مگر کمرہ بند کرنا نہیں بھولی تھی زیاد چلتا ہوا
 اس کے پیروں کے پاس بیٹھا گھٹنے کے بل اس نے آرزو کا پیر اپنے گھٹنے پہ رکھا اور
 سینڈل کی اسٹریپ کھول کر اس کے پیر میں پہنانے لگا آرزو چاہ کر بھی اپنا پیر پیچے نہیں
 کر پائی زیاد نے نرمی سے اس کا پاؤں نیچے کیا اور دوسرے پیر میں سینڈل پہنانے لگا
 سینڈل پہنا کر اس نے اسٹریپ بند کی اور بغور اس کے پاؤں دیکھنے لگا آرزو کے گلابی پیر
 سفید سینڈل میں دمک رہے تھے زیاد ہلکے سا مسکرایا اور آرزو کو دیکھا جو کسی غیر نقطے کو
 تک رہی تھی بال اب کی کھلے ہوئے کچھ پیچے کمر پہ تھے تو کچھ چہرے پہ گر رہے تھے
 زیاد نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بال کانوں کے پیچے کیے۔

مجھے لگا شاید سینڈل تمہارے لیے فٹ نہ ہو مگر دیکھو تمہارے ناپ کا ہی ہے۔ زیاد نے
 اس کا دھیان اپنی طرف کرنا چاہا مگر آرزو جوں کی توں بیٹھی رہی زیاد نے گہری سانس
 بھری اس کو آرزو کا خاموش رہنا تکلیف پہنچا رہا تھا مگر وہ اپ اپنے قدم واپس نہیں لے

سکتا تھا اگر وہ ایسے کرتا تو وہ آرزو کو شاید ہمیشہ کے لیے کھودیتا پر زیاد آرزو کو کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا اس لیے اس نے اپنے دل کی سن کر نکاح کا فیصلہ کیا وہ جانتا تھا آرزو کے گھر والے اب نہیں مانیں گے اس لیے زیاد سے لا پر واہ ہو کر بس اپنا سوچنے لگا۔ بہت پیاری لگ رہی ہو کسی اور کو دیکھنے کا حق نہیں ہونا چاہیے۔ اس کو دیکھتے رہنے کے بعد زیاد کا لہجہ اچانک سے بدل گیا تھا اس نے آرزو کا ڈوپٹہ جو اس نے شانوں پہ ٹکایا تھا وہ اٹھا کر اس کے سر پہ اس طرح پہنایا کہ آرزو کا چہرہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا سوائے ہونٹوں کے زیاد مسکراتا ہوا باہر گیا اور مولوی کو نکاح شروع کرنے کا کہا تو وہ سب اندر

کمرے کی جانب بڑھے

NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsana | Articles | Books



روشنا کی بات سن کر وہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ساتھ ہی ساتھ زرینہ بیگم رونے کا شغل فرما رہی تھی۔

ہمیں جانچ کرنی چاہیے آخر کوئی ی لڑکا ہماری بیٹی کو کیوں لیکر گیا ہے۔ زرینہ بیگم آبدیدہ لہجے میں بولی۔

ہماری آرزو خود گئی ہے زبردستی نہیں لیکر گیا اس کو ضرورت کیا تھی گھر سے باہر نکلنے کی کیا وہ بھول گئی تھی کل اس کا نکاح ہے۔ روشناسر دلہے میں بولی۔

آج کا دن بہت بڑا اور خطرناک سا ہے۔ ایاز صاحب کھوئے ہوئے لہجے میں بولے زرینہ بیگم کے رونے میں روانگی آگئی تھی۔

مجھے یقین ہے کچھ غلط نہیں ہوگا آرو تھوڑی دیر تک آجائے گی اس کی تو عادت ہے مزاق کرنے کی پریشان کرنا تو وہ اپنا اولین فرض سمجھتی ہے۔ زرینہ بیگم خود کو جیسے تسلی دینے لگی۔

اگر کچھ غلط ہوا تو ہماری عزت نیلام ہو جائے گی آدھے محلے سے زیادہ لوگ جانتے ہیں کل نکاح ہے آرزو کی حرکت پہ روشناس کی زندگی پہ بھی اثر انداز ہو سکتا ہے۔ ایاز صاحب سنجیدگی سے بولے روشناس دونوں کی طرف دیکھتے اٹھ کر چلی گئی۔



”کیا آپ آرزو ایاز ولد ایاز مرید“ زیادہ اسرار ولد اسرار معید صدیقی کو بیس لاکھ روپے حق مہر سکھہ رائیج الوقت اپنے نکاح میں قبول ہے۔

مولوی صاحب نے بیڈ پہ بیٹھی آرزو سے پوچھا پاس ہی صوفے پہ زیادہ شان سے بیٹھا اس کے جواب کا منتظر تھا جب کی علیہ ان احمد اور وقاص ہاتھ باندھے ایک سائیڈ پہ کھڑے تھے وقاص کا منہ بنا ہوا تھا کیوں کی اس کو زیادہ کی دو لہن دیکھنی تھی جس کا چہرہ زیادہ نے چھپایا ہوا تھا ڈوپٹے کی آرمیں

مجھ سے دوستی بھاری بھی پڑ سکتی ہے۔ زیاد کی کہی بات یاد آنے پہ اس نے نفرت سے سر جھٹکا۔

قبول ہے۔

728

روپے حق مہر سکھہ رائیج الوقت اپنے نکاح میں -----

قبول ہے۔

Email: Neramag@gmail.com

کیا آپ زیادہ اسرار معید ولد اسرار معید صدیقی ”آرزوایاز ولد ایاز مرید اپنے نکاح میں قبول ہے۔

قبول ہے۔

زیادہ بنا دیر کیے بولا اس کی جلد بازی پہ سب نے مسکراہٹ دبائی مولوی صاحب نے دوبارہ پھر تیسری دفع پوچھا اس کے بعد دعاما نگنے کا سلسلا چلا و قاص نے سب کو چھوڑے بانٹے زیادہ کی مسکراہٹ جانے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی مولوی صاحب اس کو مبارک اور دعائے کر چلے گئے زیادہ اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کر رہا تھا اس کے پاؤں زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے جب کی آرزو کے پیروں کے نیچے اس نے زمین کھینچ لی تھی جس سے وہ لا پرواہ اپنی خوشی میں مگن تھا۔

زیادہ اب تو بھابھی کا چہرہ دیکھنے دے۔ سب کے جانے کے بعد و قاص نے منت کی۔ دیکھ لینا ابھی اس کو گھر تک چھوڑ آنا ہے کھانا کھائے وہ تو ہم جائیں گے تم ولیمہ کے دن دیکھ لینا۔ زیادہ نے مسکراہٹ سے کہا و قاص کو صبر کرنا مشکل لگا وہ اب لائی ونج میں آئے تھے حصہ آرزو کے ساتھ کمرے میں تھی۔

کھانا آرڈر کیا ہے میں کرو۔ احمد نے ٹی وی کاریموٹ اٹھا کر پوچھا کر لیا ہے۔ زیادہ نے کہا۔

زیادہ لڑکی وہی تھی نہ جو۔ علید ان اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔
 ہاں وہی ہے۔ زیاد اس کی بات کا مطلب سمجھتا بولا۔
 تم ایسے کیسے کر سکتے ہو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں لڑکی راضی نہیں تھی۔ علید ان بے
 یقین سا بولا۔

علید ان کلوز دس ٹاپک۔ زیاد نے تنبیہ کی۔
 کیوں۔ علید ان نے پوچھا۔
 دیکھو علید ان اگر وہ خوش نہیں تو بعد میں ہو جائے گی تم اس کی فکر نہیں کرو۔ زیاد سرد
 لہجے میں بولا جب کی احمد اور وقاص شک کی حالت میں ان کو لڑتا دیکھ رہے تھے
 علید ان کچھ کہتا کے ڈور بیل بننے کی آواز آئی زیاد اٹھتا باہر چلا گیا۔
 علید ان تم اب بہت روڈی بات کرنے لگے ہو زیاد سے۔ زیاد کے جاتے ہی احمد نے اس
 کو احساس کروایا۔

اس کی حرکتیں بھی تو دیکھو کیا گزر رہی ہو گی اس کے گھر والوں پہ اور لڑکی پہ۔ علید ان
 زچ ہو کر بولا۔

زیاد بچہ تو نہیں اس نے یہ قدم سوچ سمجھ کر ہی اٹھایا ہو گا اس لیے تم فکر نہیں
 کرو۔ وقاص نے کہا۔

وقاص کچن سے پلیٹس لے آؤ۔ زیادہاتھ میں کھانے کے شاپر زلا کر بولا وقاص اس کی بات پہ سر ہلاتا ہوا اٹھا۔

پیزا منگوایا ہے نہ؟ احمد ٹیبل پہ کھانے سجانے میں اس کی مدد کرتا ہوا پوچھنے لگا۔
برگر بھی ہے۔ زیادہ نہ ہنس کر بتایا۔

بھابھی کو کھانا کمرے میں کھانے کا کہوں گے کیا؟ وقاص نے زیادہ کو پلیٹ میں بریانی لیکر اندر جاتا دیکھا تو شرارت سے پوچھنے لگا۔

ہاں شاید یہاں اس کو ٹھیک نہ لگے۔ زیادہ آنکھ و نک کرتا ہوا بولا تو وہ دونوں ہنس دیں جب کی علیہ ان لا تعلق سا بیٹھا تھا۔

حفصہ باہر کھانا لگ گیا تم جا کر کھاؤ۔ زیادہ کمرے میں آتا حفصہ سے بولا۔
جی بھائی۔ حفصہ سر ہلاتی ہوئی ی نکل گئی۔ زیادہ آرزو کی طرف آیا جو گم سم جانے کہاں کی سیر پہ نگلی ہوئی ی تھی۔

آرزو کھانا کھاؤ پھر تمہارے گھر چلنا ہے۔ زیادہ بیڈ پہ اس ساتھ بیٹھتا نرم لہجے میں بولا۔
مجھے گھر جانا ہے۔ آرزو تیر کی تیزی سے اٹھ بیٹھی۔

ہاں میری جان پر پہلے کچھ کھاؤ تو سہی۔ زیادہ کو احساس نہیں ہوا وہ کیا آرزو سے کہہ گیا
جب کی آرزو نے زیادہ کے ترز خطاب پہ گھور کر دیکھا تھا۔

مجھے کچھ نہیں کھانا گھر جانا ہے بس آپ میری بات سن کیوں نہیں رہے۔ آرزو چنچتی ہوئی بولی۔

رزق کو انکار نہیں کرتے۔ زیاد نے بریانی کا چنچ آرزو کے منہ کے پاس کیا آرزو نے غصے سے چمچہ نیچے گرایا زیاد نے آنکھیں بند کر کے کھلی وہ صبح دس بجے کے قریب آرزو کو یہاں لایا تھا اور اب شام کے سات بج رہے تھے آرزو کی بھوک کا خیال بھی تھا مگر اس نے آرزو کے سامنے سلینڈر کر لیا۔

چادر پہنو چلتے ہیں۔ زیاد سنجیدگی سے کہا تو آرزو نے جلدی سے بیڈ پر سے چادر اٹھا کر پہنی زیاد اپنے پیچے آنے کا کہتا باہر نکلا لائی ونج سے گزرتے وقت سب نے ان دونوں کو حیرت سے دیکھا۔

زیاد تو گیا کام سے۔ وقاص پانی کا گلاس اٹھا کر تبصرہ کرنے لگا۔
لڑکی کافی تیز معلوم ہوتی ہے۔ احمد نے تگہ لگایا۔

معصوم اور بچی ہے تیز لڑکی نہیں۔ حفصہ نے برگر کی بائیٹ لیکر اس کی بات کی تردید کی وقاص نے جان نثار ہوتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔



اماں کچھ کھالوں دو پہر کو بھی نہیں کھایا تھا کچھ بابا سے بھی کہے کھانے کے لیے۔ روشنا
زرینہ بیگم کے پاس آکر بیٹھ کر بولی۔

رات ہونے والی ہے آرو کا کوئی یاتا پتا ہی نہیں جانے اس نے کچھ کھایا ہو گا بھی کے
 نہیں صبح ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ زرینہ بیگم نم لہجے میں بولی۔
 جس کے ساتھ گئی ہے اس نے کھلایا ہو گا آپ پریشان نہیں ہو۔ روشنا پتھر یلے لہجے
 میں بولی۔

ماں ہوں پریشانی تو ہو گی نہ آرو تو ہے بھی بہت کچی کھانے کے معاملے میں پانچ منٹ
 دیر ہو تو کیسے پورے گھر میں چیختی رہتی تھی۔ زرینہ بیگم کو آرزو کے کچھ گھنٹوں کی
 دوری نے ہی نڈھال کر دیا تھا۔

اماں آپ پریشان ہونے کے بجائے حوصلہ کرے اور بابا کو بھی ہمت دے کے انشا اللہ
 سب ٹھیک ہو گا۔ روشنائی سمجھانا چاہا۔

انشا اللہ۔ زرینہ بیگم نے کہا تبھی باہر زور شور سے دروازہ پیٹنے کی آواز آئی روشنائی
 پریشانی سے زرینہ بیگم کو دیکھا جو خود پریشان تھی۔



زیاد آہستہ آہستہ ڈرائی یو کرتے ایک نظر آرزو پہ بھی ڈال دیتا جو ونڈو سے باہر دیکھ رہی
 تھی شیشہ کھلا ہوا ہونے کی وجہ سے ہوا اندر داخل ہو رہی تھی جس سے آرزو کی چادر سر
 سے سرک گئی تھی اور بال بال اڑتے ہوئے اس کے چہرے پہ پڑ رہے تھے زیاد کو یہ
 منظر حد سے زیادہ پیارا لگا پر اس کو آرزو کی خاموشی چھ رہی تھی پر اس نے فلوقت

آرزو کو چھیڑا نہیں وہ جانتا تھا ابھی وہ اس سے بات کرنے کی روادار نہیں ہے آرزو کے گھر کے پاس اس نے گاڑی روکی جہاں تک اندر داخل ہو سکتی تھی گاڑی رکنے پہ آرزو ہوش میں آئی اور پہچاننے کی کوشش کرنے لگی کہ وہ کہاں ہے مگر اندھیرا ہونے کی وجہ سے کچھ دیکھائی نہیں دے رہا تھا وہ جلدی سے گاڑی سے نکلی وہ اپنے محلے میں ہے یہ جان کر وہ بنا زیادہ دھیان دیے وہ پاگلوں کی طرح بھاگ کر اپنے گھر کے راستے گئی زیادہ جوا بھی اپنا سیٹ بلیٹ کھول رہا تھا آرزو کو ایسے بھاگتا دیکھ کر فکر مند سے وہ بھی اس کے پیچھے گیا۔



آرزو

زیادہ اس کے پیچھے بھاگتا آوازیں دے رہا تھا مگر آرزو کچھ سننے کے موڈ میں کہا تھی اس کو تو بس اپنے گھر جانا تھا زیادہ سے بہت دور وہ یہ سب ایک خواب سمجھ کر بھولنا چاہتی تھی مگر حقیقت کو کون خواب کہہ سکتا ہے آرزو بھاگتے ہوئے پورا سانس پھول گیا تھا مگر اس نے اسٹاپ اپنے گھر کے دروازے پہ ہی لگایا تھا اور زور سے ہاتھ دروازے پہ مارنے لگی رات کا وقت تھا ہر کوئی اپنے گھروں میں تھا ایسے میں جہاں پہلے سناٹوں کا راج تھا

اب آرزو کے دروازہ بجانے پہ اس کی آواز گونج رہی تھی زیاد بھی آرزو کے پاس آ کر اس کا پاگل پن دیکھ رہا تھا چادر گر کر کندھوں تک آ پہنچی تھی مگر یہاں پرواہ کیسے تھی۔ دروازہ کھلنے پہ آرزو فورن سے گھر کے اندر داخل ہوئی۔

بابا۔ دروازہ ایاز صاحب نے کھولا تھا آرزو سیدھا ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی زریںہ بیگم بھی آرزو کی آواز سن کر باہر آگئی تھی جب کی روشنا کی نظر سب سے پہلے زیاد پہ پڑی تھی زیاد کی ڈریسنگ اور آرزو کو دیکھ کر روشنا کو کچھ برے ہونے کا احساس ہوا اس کو یاد تھا آرزو کو صبح کو نسانائی ٹ سوٹ زیب تن تھا۔ کہاں تھی تم۔ روشنا غصے سے آرزو کو ایاز صاحب سے دور کرتی پوچھنے لگی جب آرزو اپنی بہن کا ایسا روپ دیکھ کر چکراتی رہ گئی۔

آپی۔ آرزو بے یقین سی ہوئی۔

جو پوچھا ہے اس کا جواب دو اور اس کے ساتھ کیوں آئی ہو؟ روشنا نفرت سے زیاد کو دیکھ کر بولی جو اس کے دیکھنے پہ آنکھیں گھما گیا تھا۔

وہ۔ آرزو کو سمجھ نہیں آیا تھا کیا کہے۔

روشنا آرزو کو سانس تو لینے دو حالت دیکھو اس کی۔ زریںہ بیگم روشنا کو ڈپٹ کر بولی اور آرزو کی طرف اشارہ کیا جو بکھرے بالوں میں بہت ادا اس پر لگ رہی تھی۔

صبح سے کہاں تھی تم آرزو؟ ایاز صاحب نے سنجیدگی سے سوال کیا آرزو کا سانس گلے میں اٹک گیا۔

بابا

صرف سچ اور کوئی ی بات نہیں۔ آرزو کچھ کہنے والی تھی جب ایاز صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے ٹوکا۔

انکل ہم نے نکاح کیا ہے۔ زیاد آرزو کی حالت سمجھتا خود ہی میدان میں کود پڑا آگے آکر آرزو کے گرد اپنا حصار قائم کیے وہ بے لچک انداز میں بولا جب کی وہ تینوں شک میں آرزو کو دیکھنے لگے جو زمین پہ نظر گاڑھے جانے کیا تلاش کر رہی تھی۔

کیا یہ سچ ہے؟ زرینہ بیگم اس کا بازو پکڑتی کڑے تیوروں سے پوچھنے لگی جواب میں آرزو بس رونے لگی زیاد کو مشکل لگ رہا تھا آرزو کو روتا ہوا دیکھنا جو صبح سے ہی ندیاں بہانے کے در پہ تھی۔

اماں آپ ہٹے میں پوچھتی ہوں۔ روشنا زرینہ بیگم سے بولی جب کی ایاز صاحب بت بنے کھڑے تھے۔

آرزو تم سچ بتاؤ اور کہو کہ زیاد خانزادہ جھوٹ بول رہا ہے۔ روشنا آرام سے آرزو سے بولی ورنہ نظروں کے سامنے بار بار زیاد کا آرزو کو اپنے حصار میں لینے والا سین گھوم رہا تھا۔

وہ سچ سچ کہہ رہے ہیں۔ آرزو نے اٹکتے اٹکتے اپنی بات مکمل کی زیاد کے ہونٹوں پہ خوبصورت مسکراہٹ نے بسیرا کیا زینہ بیگم کے قدم لڑکھڑاگئی تھیں روشنا اسکی بات سن کر طیش میں آتی تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھا آرزو نے ڈر کر اپنی آنکھیں بند کر لی مگر کچھ پل گزر جانے کے بعد جب چہرے پہ تھپڑ نہیں پڑا تو اس نے ایک آنکھ کھلی مگر جو نظر آیا اس نے اس کو دونوں آنکھوں کو کھولنے پہ مجبور کیا۔ روشنا جو آرزو پہ ہاتھ اٹھانے والی تھی اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا کیوں کی زیاد فوراً سے آرزو کے آگے کھڑے ہو کر روشنا کی کلائی کی زور سے اپنی مضبوط گرفت میں لی تھی جب کی آنکھیں شعلاً اُگل رہی تھی۔

آرزو منکوحہ ہے میری اس پہ ہاتھ اٹھانے کی اجازت میں خود کو نہ دوں تو تم کون ہوتی ہو ایسا سوچنے والی۔ زیاد شیر کی مانند غریب کی روشنا اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنے کی جدوجہد میں تھی زیاد نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

یہ ہم بہنوں کا معاملہ ہے بہتر ہو گا تم اس سے دور رہو۔ روشنا اپنی کلائی سی سہلاتی نفرت سے گویا ہوا۔

بہن وہ تمہاری تھی اب آرزو میری منکوحہ ہے اس لیے تمہارے لیے بہتر ہو گا کہ اپنی حد میں رہو۔ زیادہ اس سے زیادہ نفرت سے گویا ہوا جب کی آرزو ان دونوں کو چھوڑتی ایاز صاحب کے پاس گئی جو چپ سا دم کھڑے تھے۔

بابا میں منع کر رہی تھی میں یہ نکاح نہیں کرنے والی تھی مگر جھوٹی گواہی دینا بند کرو آرزو اب کوئی سی فاعدہ نہیں۔ آرزو جو ایاز صاحب کا ہاتھ پکڑے ان کو اپنی بات کا یقین دلارہی تھی زربینہ بیگم کی بات پہ اپنا سر زور سے نفی میں ہلانے لگی۔



دانی بھائی سی آپ کچھ اسپت نظر آرہے ہیں۔ حفصہ نے سنجیدگی سے ڈرائی یو کرتے علیہ ان کو مخاطب کیا۔

ہاں بس تھوڑا سر میں درد ہے۔ علیہ ان نے ہلکی مسکراہٹ سے کہا۔
اچھا گھر جا کر میں آپ کو سر درد کی گولی دے دوں گی۔ حفصہ نے اس کی بات پہ کہا۔
ایک بات بتانا۔ علیہ ان کچھ سوچ کر بولا۔

جی کہے۔ حفصہ متوجہ ہوئی سی۔

آرزو مطلب جس سے زیادہ نکاح ہوا اس لڑکی سے تمہاری کوئی بات ہوئی تھی؟ علیہ ان نے پوچھا۔

میں نے بات کرنے کی کوشش تو بہت کی مگر اس نے کسی بات کا جواب دینا گوارا ہی نہیں تھا۔ حفصہ ہنس کے بولی۔

مطلب؟ علیہ ان کو سمجھ نہیں آیا۔

مطلب یہ کہ وہ شاید نکاح سے خوش نہیں تھی زیادہ بھائی نے جانے کیسے اس کو کنوینس کیا۔ حفصہ کو جو سمجھ آیا وہ بتایا۔

مجھے بھی یہی لگا قاری صاحب جب نکاح کا پوچھ رہے تھے کتنی دیر تک تو جواب نہیں دیا اور جب اس کی آواز ابھری تو بہت بھیگی ہوئی تھی میں اس بات پہ زیادہ سے بہت خفا ہوا۔ علیہ ان سنجیدگی سے بولا۔

آپ ان سے خفا نہ ہو آپ نے دیکھا نہیں تھا کتنے خوش تھے وہ مجھے یاد نہیں آتا میں نے کبھی ان کو مسکراتا بھی دیکھا ہو کبھی مگر آج تو ماشاء اللہ سے ان کے انداز ہی انوکھے تھے۔ حفصہ زیادہ کا خوشی سے چمکتا چہرہ یاد کرتی ہوئی بولی۔

ہاں اللہ اس کی خوشی ہمیشہ سلامت رکھے پر اس کا انداز ٹھیک نہیں تھا اس کو صرف اپنا نہیں بلکہ اس لڑکی کا بھی سوچنا چاہیے تھا۔ علیہ ان نے کہا۔

اب اتنی پیاری اور کم عمر لڑکی کو دیکھ کر زیاد بھائی کا دماغ سوچنے سمجھنے کی حالت میں کہاں ہو گا مفلوج ہو گیا ہو گا۔ حفصہ نے علیدا ان کی بات پہ مزاق کا رخ دیا۔
ہممم وہ زیاد ہی کیا جو کسی چیز کو اپنے اُپر اتنا حاوی کرے یہ بس ضد تھی اس کی جو اس نے پوری کر لی۔ علیدا ان کو قطعی یقین نہیں کر رہا تھا کہ زیاد نے نکاح محبت میں آکر کیا ہے۔

جو بھی لڑکی تھی بہت خوبصورت اُپر سے اس کے بھرے ہوئے گال میرا تو دل کر رہا تھا زور کھینچوں ان کو پر رہنے دیا۔ حفصہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی تو علیدا ان نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

اب بس کرو گھر آ گیا ہے۔ علیدا ان نے کہا اور گاڑی کا ہارن بجایا تو چوکیدار نے فوراً سے گیٹ کھولا تو علیدا ان نے اپنی گاڑی گھر کے اندر داخل کی۔



اماں آپ تو میرا اعتبار کرے۔ آرزو تڑپ کر ان کے پاس آکر بولی جب کی یہ سب زیاد کی برداشت سے باہر تھا۔

اعتبار آرزو تمہیں اگر نادر سے شادی نہیں تھی کرنی تو انکار کر دیتی پہلے سے ہی یوں ہمیں رسوا اور اپنی بہن کا گھر تو داؤ پہ نہ لگاتی۔ زرینہ بیگم سرد مہری سے بولی جب کی آرزو کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کیسے اپنی بے گناہی کا یقین دلائے اس کو تو بس زیاد پہ کیا یقین

لے ڈوبا تھا کاش وہ آنکھیں چھپک کر کھولے اور سب منظر بدل جائے اس کی زندگی سے وہ پل مٹ جائے جس پہ وہ زیاد کی بات سن کر باہر چلی گئی تھی مگر اس کو کون بتاتا کہ گزرا ہوا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔

بابا آپ کو تو اپنی آرزو پہ یقین ہے نہ؟ آرزو آنکھوں میں امید کی کرن لیے ایاز صاحب سے پوچھنے لگی جو پشت پہ ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

کاش میں کہہ پاتا کہ آرزو مجھے تم پہ یقین ہے میری بیٹی مگر تم نے جو قدم اٹھایا ہے نہ اس پہ میں کبھی اپنی باقی کی زندگی میں سر اٹھا کر چل نہیں پاؤں گا بیٹیاں تو باپ کا فخر ہوتی ہیں پر آرزو تم نے جو کیا ہے نہ وہ نظر انداز کرنے کے قابل بلکل بھی نہیں ہے۔ ایاز صاحب یاسیت سے بولے آرزو کا چہرہ پورہ بہتے اشکوں سے بھیگ گیا تھا۔ آخر آپ سب میری بات سننے بغیر ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں۔ آرزو شاک میں اپنے گھر والوں کو دیکھ رہی تھی جو اس پہ یقین کرنے کے روادار نہیں تھے۔

بات سننے سے کیا ہو گا مرضی تو تم نے کر لی نہ اپنی۔ روشنائی کے لہجے میں بولی۔
آپ آپ تو مجھ پہ یقین کرتی تھی نہ ہر بار میرا ساتھ دیتی تھی تو آج ایسا کیوں۔ آرزو دکھ سے سوال کرنے لگی۔

ہر بار میں اور آج میں بہت فرق ہے آرزو۔ روشنا جیسی لہجے میں بولی تو آرزو کے دماغ میں ایک خیال آیا وہ لپک کر زیاد کے روبرو ہوئی۔

زیاد آپ ان کو بتائے نہ میری مرضی شامل نہیں تھی آپ نے مجھے دھمکی دے کر نکاح نامہ پہ سائی نہ کروایا تھا۔ آرزو زیاد کے کرتے کا گریبان پکڑتی ہوئی بولی۔ زیاد نے اپنے ہاتھ آرزو کے ہاتھوں میں رکھ کر گریبان سے ہٹائے اور اپنی گرفت میں لیکر سب پہ ایک نظر ڈالی۔

تمہیں ایسے لوگوں کے لیے رونے کی ضرورت نہیں جن کو تم پہ اعتبار نہیں۔ زیاد اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا محبت سے چور لہجے میں بولا۔

زیاد اماں بابا کو بتائے نہ میں بے قصور ہوں۔ آرزو منت بھرے لہجے میں بولی مگر زیاد سن کب رہا تھا۔

یہ میری امانت ہے اب آپ لوگوں کے پاس جلد ہی میں لیکر جاؤں گا۔ زیاد آرزو کا ہاتھ پکڑ کر ایاز صاحب کے پاس آکر بولا ایاز صاحب نے تو کیا کسی نے کچھ نہیں کہا جب کی آرزو اس سے زیادہ کو دیکھ رہی تھی کے شاید اس کے حق میں گواہی دے۔

میں چلتا ہوں اپنا بہت سارا خیال رکھنا ورنہ بالکل بھی مت دو تین دنوں میں رخصتی اور ولیمہ رکھے گے اس کے بعد تم میرے ساتھ ہمارے گھر میں رہو گی۔ زیاد سب کی

موجودگی فراموش کرتا آرزو کے گال پہ ہاتھ رکھتا بولا اور واپسی کے لیے پلٹا جب ایاز صاحب کی آواز پہ اس کے قدم ٹھہرے تھے۔
جی فرمائے۔ زیاد واپس مڑ کر بولا۔

اپنی امانت واپس لے جاؤ اس گھر میں نہ اس کی کوئی ضرورت ہے اور نہ جگہ۔ ایاز صاحب کے الفاظ پہ آرزو بے یقین سے ان کو دیکھنے لگی اس کو یقین نہ آیا یہ وہی باپ ہیں جو اس پہ اپنی جان نچھاوڑ کرتے تھے جو ہمیشہ اس کو ترجیح دیتے تھے جو اس کی ہر جائی زنا جائی زبات مانتے تھے اس کی ضرورتوں اور فضول سی فرمائش بھی پوری کرتیں تھے مگر آج جب زندگی کے اہم موڑ پہ اس کو سب کی ضرورت تھی تو وہ انجان بن گئی تھی زریںہ بیگم نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا روشناسپاٹ تاثرات لیے کھڑی تھی جب کی زیاد کو کوئی فرق نہیں پڑا۔

بابا۔ آرزو حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگی جو اس کو نہیں دیکھ رہے تھے۔
جیسا آپ چاہے مجھے بھی آرزو کو ٹینشن والے ماحول میں رکھنا ٹھیک نہیں لگتا۔ زیاد طنزیہ نظروں سے روشناس کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔
مجھے کہی نہیں جانا مجھے یہی رہنا ہے یہ میرا گھر ہے۔ آرزو ہزیاتی انداز میں چیخنے لگی۔
آرزو چلو یہاں سے۔ زیاد اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔

آپ نے سنا نہیں مجھے نہیں جانا کہی بھی۔ آرزو اپنا ہاتھ چھڑواتی ہوئی ی بولی۔
 رات کے وقت تماشا نہیں کرو تم جاؤ تو ہم دروازہ بند کرے۔ ایاز صاحب سپاٹ انداز
 میں بولے آرزو حواس باختگی سے ان کو دیکھنے لگی زیاد سب پہ تیکھی نظریں ڈالتا آرزو کا
 ہاتھ دوبارہ تھامتا اپنے ساتھ لے جانے لگا آرزو نے اب کوئی مزاحمت نہیں کی۔
 دکھ تب نہیں ہوتا جب لوگ نہیں سمجھتے
 تکلیف تب ہوتی ہے جب اپنے نہیں سمجھتے۔

آرزو زیاد کے ساتھ گھر سے نکل کر چند قدم ہی چلی ہوگی جب اس کو اپنا سر چکراتا
 محسوس ہوا دیکھتے ہی دیکھتے وہ زیاد کی بانہوں میں جھول گئی زیاد کا رنگ فق ہوا آرزو
 کو ہوش و حواس سے بیگانہ دیکھ کر۔
 آرزو کیا ہوا آنکھیں کھولوں۔ زیاد پریشانی سے آرزو کا گال تھبتپانے لگا جب کی آرزو
 جو صبح سے بھوک تھی اور آج کا دن جو اس پہ بھاری گزرا تھا وہ سب براشت نہ کرتے
 اپنے حواس کھو چکی تھی۔

آرزو۔ زیاد بے بس ہوا جلدی سے آرزو کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتا وہ تیز قدموں سے
 گاڑی کی طرف آیا پچھلی سیٹ پہ آرزو کو آرام سے لیٹا کروہ خود ڈرائی یونگ سیٹ پہ آیا
 اور ہسپتال کی جانب گاڑی بڑھادی۔



آج کے بعد اس گھر میں کوئی آرزو کا نام بھی نہیں لے گا۔ ایاز صاحب دو ٹوک انداز میں کہتے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔

یہ آرزو نے ہمیں کس آزمائش میں ڈال دیا۔ زرینہ بیگم سینہ پیٹتے ہوئی بولی۔

اماں کیا ہو گیا ہے نہ کرے ایسا۔ روشناں کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی۔

تم بتاؤ روشناہماری آرزو اتنی بڑی کب ہو گئی جو اتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔ زرینہ بیگم روشنا سے سوال کرنے لگی۔

مجھے نہیں پتا اماں آپ بس فحال اس کا نام نہ لیں۔ روشنا بیزارگی سے بولی تو زرینہ بیگم اپنی آنکھیں صاف کرنے لگی۔

وہ تو چلی گئی اب ہم کیا منہ دیکھائے گے لوگوں کو۔ زرینہ بیگم کونئی فکر ستانے لگی۔

اماں آپ آنٹی کو کال کر کے بتادے کہ کل وہ نہ آئے مجھے جتنا ہو گا میں اتنا سنبھال لوں گی۔ روشنا تسلی آمیز لہجے میں بولی۔

تم کیا سنبھالو گی روشنا زلت تو ہماری قسمت میں لکھ دی گئی ہے سوال تو اٹھیں گے نہ کب تک اور کتنے لوگوں سے چھپ سکتی ہے یہ بات۔ زرینہ بیگم افسردہ لہجے میں بولی۔

اماں عزت اور زلت اللہ کے ہاتھوں میں ہیں وہ نہ چاہے تو ایک پتہ بھی نہیں مل سکتا
 آپ لوگوں کی فکر نہ کریں مجھ سے جتنا ہو گا میں منع کر دوں یا معذرت کر کے کہہ
 دوں گی کہ وہ نہ آئے نکاح کینسل ہو گیا ہے۔ روشنا آرام سے بولی۔
 یہ جتنا آسان کہنے اور سننے میں ہے نہ اصل میں اتنا آسان نہیں ہے تمہارا نکاح تو ہو گا
 انشا اللہ۔ زرینہ بیگم خود کو تسلی دیتی ہوئی ی بولی جب کی ان کی بات پہ روشنا زخمی سا
 مسکرائی مگر کچھ کہا نہیں۔



زیادہ ہسپتال پہنچا تو آرزو کو دوبارہ اپنے بازوؤں میں اٹھائے وہ ہسپتال کے اندر داخل ہو کر
 چیخ کر ڈاکٹر کو آویزیں دینے لگا آرزو کو اسٹریچر پہ لیٹایا گیا اور ایک روم میں اس کو لے
 جانے لگا زیادہ اڑی رنگت کے ساتھ آرزو کو دیکھ رہا تھا جس کا چمکتا چہرہ مرجھا گیا تھا
 آپ یہی ویٹ کریں۔ زیادہ وارڈ کے اندر جا رہا تھا جب ڈاکٹر طاہرہ نے اس کو روک کر کہا
 زیادہ پریشانی سے کوریڈور میں چکر کاٹنے لگا اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا آرزو کی
 حالت اس کو پریشان کر گئی تھی زیادہ نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے اور پاس پڑی
 بیچ پہ سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھ گیا وہ جانتا تھا اس نے جو کچھ کیا ہے وہ بہت غلط تھا مگر وہ
 سب ٹھیک کر لیں گا مگر اس سے پہلے اس کو آرزو کا پیار بھروسہ چاہیے تھا زیادہ کی

آنکھیں مزید سرخ ہو گئی تھیں تبھی ڈاکٹر روم سے باہر آئی تو زیاد جلدی سے ان کے پاس آیا۔

میری آرزو کسی ہے کیا ہوا تھا اُسے؟ زیاد ضبط کی انتہا پہ پہنچ کر ڈاکٹر سے پوچھنے لگا ڈاکٹر طاہرہ زیاد کی بے چینی دیکھ کر مسکرائی۔

کھانا نہ کھانے کی وجہ سے کمزوری ہو گئی تھی اور ساتھ میں انہوں نے کسی بات کا صدمہ لیا ہے جس کے باعث وہ بے ہوش ہو کر گر گئی ہیں فکر کی کوئی بات نہیں آپ آج رات ان کو ہسپتال میں رہنے دے کل تک وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ ڈاکٹر طاہرہ پروفیشنل انداز میں بولی تو زیاد نے شکر کا سانس لیا۔

میں مل سکتا ہوں؟ زیاد بیقراری سے پوچھنے لگا۔

ابھی ہم ان کو پرائیویٹ روم میں شفٹ کریں گے اس کے بعد آپ مل سکتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہرہ کی بات پہ وہ سر اثبات میں ہلانے لگا۔ کچھ دیر بعد آرزو کو دوسرے روم میں شفٹ کیا گیا تو زیاد اندر داخل ہوا جہاں آرزو سکون سے لیٹی ہوئی تھی ایک ہاتھ میں ڈرپ لگائی گئی تھی زیاد تھکن زدہ سانس خارج کی اور اس کے بیڈ کی ٹہنی پہ ٹک گیا اور اس کو دیکھنے لگا جو ہنوز آنکھیں بند کیے لیٹی تھی چہرے پہ زردی چھائی

ہوئی تھی ہونٹ خشک آپس میں پیوست تھے تکلیف کی ایک لہر زیادہ کو اپنے وجود میں ڈورتی محسوس ہوئی۔

یہ ہوش میں کیوں نہیں آرہی؟ زیادہ کافی وقت تک آرزو کو آنکھیں بند کیے لیٹا دیکھا تو نرس سے پوچھا جو دوائیاں سیٹ کر رہی تھی۔

نیند کا انجیکشن لگایا ہے اس لیے ابھی پر سکون ہیں تین چار گھنٹے تک ہوش آجائے گا فکر نہ کرے۔ نرس نے زیادہ کی طرف دیکھ کر تسلی آمیز لہجے میں بولی تو زیادہ نے دوبارہ نظریں آرزو کے چہرے پہ ٹکادی کچھ دیر اور گزر جانے کے بعد زیادہ اٹھا اور آرزو کے پاس جھک کر اپنی محبت کی پہلی مہر ثبت اس کے ماتھے پہ چھوڑی۔

آئی م سوری حیات بٹ آئی پر موس یو میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ زیادہ آرزو سے کہتے سیدھا ہوا اور اس کا دوسرا ہاتھ جو جو سیدھا بیڈ پہ پڑا تھا وہ اپنے ہاتھ میں لیا اس کا فون بجنے لگا تو جلدی سے فون جیب سے نکال کر روم سے باہر گیا نمبر دیکھا تو اس کا موڈ بگڑ گیا سوؤ سے زیادہ اسرار صاحب کی کالز آئی ہوئی تھی کل سے اور اب دوبارہ کال کر رہے تھے زیادہ نے وقت دیکھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے اس نے کال کٹ کر کے اپنا سیل پاور آف کر دیا اور روم کی طرف بڑھا سائیڈ پہ رکھی چچی راٹھا کر اس نے آرزو کے بیڈ کے کچھ پاس رکھی اور وہاں بیڈ کر آرزو کا ہاتھ دوبارہ سے اپنے ہاتھ

میں لیکر اس کے ہاتھ کی پشت پہ اپنے لب رکھ کر سہلانے لگا جب کی آرزو ہر بات سے
بے خبر آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔



بھاری دن گزر کر ایک نیا دن شروع ہوا تھا ساری رات ایسے ہی کھلی آنکھوں سے
گزاری تھی ایک پل کے لیے بھی کسی کی آنکھ نہیں لگی تھی ایاز صاحب بنا کسی سے
کوئی بات کیے اپنے دفتر کے لیے نکل گئی تھے زرینہ بیگم کمرے میں بیٹھی
بس روئے جارہی تھی ایسے میں ایک روشنا تھی جو سب رشتیداروں کو جھوٹ بول بول
کر یہاں آنے سے منع کیا تھا اور اب اپنا سرد باقی لائی ونج میں صوفہ پہ بیٹھی ہوئی ی
تھی۔

سر میں درد ہے؟ زرینہ بیگم آہستہ باہر آکر روشنا سے پوچھنے لگی۔

جی۔ روشنا نے بس اتنا کہا۔

اسلام علیکم۔ اچانک سے نصرت بیگم اور عاشر کو یہاں دیکھ کر وہ دونوں بوکھلا گئی
تھی کیوں کی انہوں نے نصرت بیگم کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا اور صبح صبح ان کا آنا کسی اچھی
بات کا ثبوت نہیں تھا۔

و علیکم اسلام بیٹھے۔ زرینہ بیگم جلدی سے بولی۔

یہ میں کیا سن رہی ہوں میں تم لوگوں نے پہلے نکاح کی دعوت دی سب کو اور رات میں ہی سب کو دعوت نہیں ہے کہ کا کہہ دیا۔ نصرت بیگم سخت لہجے میں پوچھنے لگی جب کی عاشرہ سنجیدہ بیٹھا یہاں وہاں دیکھ کر آرزو کو تلاش کر رہا تھا۔

میں کیا بتاؤں اب آپ کو کچھ کہنے کو بچا ہی نہیں۔ زرینہ بیگم ڈوٹے سے اپنے آنسو صاف کیے بولی عاشران کی طرف چونک کر دیکھنے لگا جب کی نصرت بیگم کو ان کی بات سمجھ نہیں آئی۔

کیا مطلب تمہارا؟ نصرت بیگم سوالیہ نظروں سے ان کو دیکھنے لگی تو زرینہ بیگم نے سب کو بتا دیا عاشر کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئی جب کی نصرت بیگم نے اپنا ہاتھ سینے پہ رکھ دیا۔

آرزو ایسا نہیں کر سکتی۔ عاشر فورن سے بولا
وہ کر چکی ہے۔ روشنائے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

روشنائی اس انداز سے آپ بات کر رہی ہیں وہ بھی آرزو کے بارے میں کیا آپ کو آرزو پہ یقین نہیں اگر ایسا کچھ ہوتا تو آپ کو پتہ نہ لگتا اور اگر آرزو سچ میں ایسا کچھ کرنا چاہتی تو مجھے ضرور بتاتی آرزو بنا مجھے کوئی بات بتائے نہیں رہ سکتی اور اتنی بڑی بات وہ

مجھ سے چھپائے گی۔ عاشر پر یقین لہجے میں بول رہا تھا اس کی بات پہ روشنا طنزیہ مسکرائی۔

وہ اب بڑی ہو گئی ہے عاشر اپنی بات خود تک رکھنا اس کو آگئی ہیں اس لیے مجھے یا تمہیں اس بات کی بھنک تک پڑنے نہیں دی۔ روشنا نے کہا۔

زرینہ تمہیں آرزو کی بات سننی چاہیے تھی کیا پتا وہ سچ کہہ رہی ہو۔ نصرت بیگم زرینہ بیگم سے بولی۔

کیا سنتے وہ اتنے مہنگے جوڑے میں تھی کسی لڑکے کے ساتھ آئی تھی وہ لڑکا بڑے دھریلے سے آرزو کو اپنے حصار میں ہمارے سامنے لے رہا تھا آرزو کے ماتھے پہ ایک شکن تک نہ آئی اور آپ کہہ رہی ہیں ہم اس کی بات سنتے یہ واحیات منظر دیکھتے ہوئے بھی۔ زرینہ بیگم سرد انداز میں بولی مگر وہ یہ نہ سوچ پائی کہ اس وقت آرزو کو ہوش کہا تھا اس کو تو بس اپنی بے گناہی کا یقین دلانا تھا۔

لڑکا کون تھا؟ عاشر کچھ پل خاموشی کے بعد بولا۔

جانے کون تھا۔ زرینہ بیگم لا پرواہ سی بولی عاشر ان کو دیکھتا رہ گیا۔

ایسے ہی اپنی بیٹی کو غیر کے ساتھ رخصت کر دیا۔ نصرت بیگم تاسف سے دیکھتی بولی غیر کہاں شوہر تھا۔ روشنا نے طنزیہ بولی۔

عطیہ بہن سے بات ہوئی ی ہے تم لوگوں کی؟ نصرت بیگم نے دوسری بات کی تو انہوں نے نفی میں سر ہلایا عاشر سنجیدگی سے سب پہ نظر ڈالتا اٹھ گیا اور گھر سے نکل گیا روشنا ٹھٹی عاشر کے پیچھے گئی۔

عاشر۔

روشنا نے عاشر کو آواز دی جو صحن سے گزر رہا تھا۔

جی۔ عاشر رک کر بولا۔

نام جان لوں آرزو نے کس سے نکاح کیا ہے۔ روشنا سنجیدگی سے بولی تو عاشر اس کو دیکھنے لگا جیسے پوچھ رہا ہو بتائے۔

زیاد خانزادہ نام ہے۔ روشنا نے بتایا تو عاشر کے ماتھے پہ نا سمجھی کے بل آئے اس کو یاد نہیں آیا کون سا زیاد خانزادہ کیوں کی بہت وقت پہلے ہی آرزو نے اس کا ذکر کرنا چھوڑ دیا تھا اور اس کے بعد وہ اپنی پڑھائی میں اتنا لگن تھا کہ اس کو کچھ یاد نہیں رہا تھا کجا کہ زیاد خانزادہ یاد ہوتا۔

وہی زیاد جس سے ملے بنا ہی آرزو اس کی طرف داری کیا کرتی تھی جس سے وہ باتیں کرتی تھی میرے منع کرنے کے باوجود وہ میری آنکھوں میں دھول جھونکتی رہی میرا یقین توڑ دیا اس نے بہن سے زیادہ غیر لڑکا اس کے لیے اہم ہو گیا تھا۔ روشنا حقارت

سے بتانے لگی جب کی عاشق شاک کی حالت میں اس کی باتیں سن رہا تھا پھر وہ بنا کچھ کہے
گھر سے نکل گیا روشنائے افسوس سے اس کی پشت کو دیکھا اور خود اندر کی طرف بڑھ
گئی۔



آرزو کی ہوش آیا تو خود کو انجان جگہ پہ دیکھا اس نے مشکل سے اپنی آنکھیں کھولی اور
آس پاس دیکھا تو سائیڈ پہ جی ٹی رہے بیٹھے زیادہ دیکھا جو اس کا ہاتھ پکڑے جی ٹی رہے
پشت ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا آرزو کو سب کچھ یاد آیا کل کا ہر منظر کسی فلم کی
طرح اس کی آنکھوں کے پردے پہ لہرایا اس کی آنکھیں نئی سے سرے سے بھینگنے لگی
وہ سیدھی ہو کر غیر مرئی نقطہ کو گھورنے لگی اس کو اپنا سر درد سے پھٹا محسوس ہو رہا
تھا جب کی آنسو گرتے تکیہ بھگور ہے تھے اس نے ایسے ہی لیٹ کر اپنا ہاتھ جو زیادہ کی
آہنی گرفت میں تھا جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا زیادہ جرات میں جانے کتنی دیر تک
آرزو کو دیکھ کر جی ٹی رہے سر ٹکا گیا تھا اس کی آنکھ لگ گئی اس کو پتا بھی نہیں لگا تھا مگر
اب آرزو کی حرکت پہ اس کی آنکھیں پٹ سے کھلی تھی اس نے آنکھیں مسلتے آرزو کی
طرف دیکھا جو سپاٹ تاثرات لیے لیٹی ہوئی تھی اس کو ہوش میں دیکھ کر زیادہ نے
شکر کا سانس بھرا مگر جب اس کی آنکھوں سے آنسو گرتے دیکھے تو بے چین ہوا۔

آرزو روؤ مت ورنہ پھر سے طبیعت خراب ہو جائے گی۔ زیاد چچی رے سے اٹھ کر بیڈ کے پاس آ کر اس کے ماتھے پہ ہاتھ پھیر کر بولا۔

مجھ سے یہ جھوٹی ہمدردی کا دیکھا امت کرے۔ آرزو چیختے ہوئے بولی مگر کمزوری کے باعث اس کو بولنے میں تکلیف ہوئی گی گلا پورا سوکھ گیا تھا تبھی وہ اتنا بول کر کھانسنے لگی تو زیاد نے جلدی سے سائیڈ پہ رکھی بوتل سے پانی اٹھا کر گلاس میں ڈال کر آرزو کو پلانے لگا آرزو تھوڑا سا پانی پیتے چہرہ پیچھے کر لیا۔

اب تو مکمل طور پہ ٹھیک نہیں ہو اس لیے آرام کرو لڑائی بعد میں کر لیں گے۔ زیاد نے مسکرا کر کہا اس کو مسکراتا دیکھ کر آرزو کا دل کیا اس کی مسکراہٹ نوچ لیں جو اس کی زندگی برباد کر کے خود سکون میں تھا۔ نرس وہاں آئی تو آرزو کا چیک اپ کرنے لگی۔

آپ یہی رہنا میں تب تک اپنی خانم کے لیے سوپ لے آؤ۔ زیاد آرزو کو آنکھ مار کر نرس سے بولا جو آرزو کی کلائی کی پکڑے ہارٹ بیٹ چیک کر رہی تھی آرزو زیاد کی حرکت میں بیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔

جی میں یہی ہوں۔ نرس نے مسکرا کر کہا یہ کوئی ی اور نرس تھی اور زیادہ کو دیکھ کر اس کی وجاہت پہ مر مٹی تھی تبھی آرزو کی دیکھ بھال کرنے وہ خود آئی ی تھی پہلے والی کو اس نے دوسرے وارڈ میں بھیجھا تھا۔

زیادہ آرزو پہ ایک نظر ڈالتا باہر چلا گیا جب کی نرس آرزو کے ہاتھ سے ڈرپ نکالنے لگی جو خالی ہو گئی تھی۔



نصرت بیگم ان کے ساتھ ہی بیٹھی تھی جب تیز قدموں سے وہاں عطیہ بیگم اور ان کے شوہر فراز اور نادر وہاں آگئے تھے ان کے چہروں سے لگ رہا تھا جیسے وہ ہر بات سے واقفیت رکھتے تھے۔

آئی بے بیٹھے۔ زرینہ بیگم دھیمی آواز میں بولی۔

ہم یہاں بیٹھنے نہیں بلکہ پوچھنے آئے ہیں کہ یہ کیا کھیل کھیلا ہے آپ نے ہمارے ساتھ۔ عطیہ بیگم بد تمیزی سے بولی۔

آئی میری ماں سے تھمیز سے بات کرے۔ روشنا کو ان کا ایسے بات کرنا ایک آنکھ نہ بھایا۔

اب تم بتاؤ گی ہمیں کیسے بات کرنی ہے کیسے نہیں جو تم لوگوں نے کیا اس کے بعد تو تم لوگوں کا سراٹھا کر بات کرنا تک نہیں بنتا۔ عطیہ بیگم جاہل لوگوں کی طرح چلانے لگی زرینہ بیگم کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی ہیں تہذیب اور اخلاق سے بات کرنے والی خاتون ہیں جو نرم اور دھیمی آواز میں گفتگو کیا کرتی تھی جن کے لہجے میں بات کرتے وقت چاشنی در آتی تھی۔

ہم نے ایسا کچھ نہیں کیا جو سر جھکا کر بات کرے۔ روشناسخت ہوئی۔ اچھا تو بولاؤ اپنی آوارہ بہن کو جو عین نکاح کے ایک دن پہلے اپنی کسی عاشق کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔ عطیہ بیگم زہر خند لہجے میں بولی جب کی ان کے بیٹے اور شوہر روبرو کی مانند کھڑے تھے۔

حد میں رہ کر بات کرے آپ کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہماری بیٹی کے بارے میں ایسے بات کرنے کا۔ نصرت بیگم غصے سے بولی جب کی روشناس کو چپ لگ گئی تھی۔ نصرت تحمل سے۔ زرینہ بیگم نے ان کو روکنا چاہا وہ نہیں چاہتی تھی کہ روشناس کے رشتے پہ بات آئی جو بھی مگر وہ دو سال سے کسی کی منگ رہی ہے اگر رشتہ ٹوٹا تو روشناس پہ بات آتی لوگ اس کو غلط سمجھتے اس لیے انہوں نے بات بگڑنے سے بچانی چاہی مگر وہ نہیں جانتی تھی بات تو بگڑ چکی ہے۔

آرام سے بیٹھ کر بات کی جاسکتی ہے اور روشنا کا فراز کا نکاح ہو سکتا ہے۔ زرینہ بیگم نظریں جھکا کر عطیہ بیگم سے بولی روشنا حیرت سے اپنی ماں کو دیکھنے لگی جو ابھی بھی ان سے رشتیداری کرنا چاہتی تھی جب کی فراز اور نادر نے ایک دوسرے کو دیکھا عطیہ بیگم کے چہرے تمسخر سے بھرپور مسکراہٹ آئی۔

آپ کو لگتا ہے چھوٹی بیٹی کا کارنامہ دیکھنے کے بعد ہم آپ کی بڑی کا رشتہ لینگے؟ عطیہ بیگم طنزیہ آواز میں بولی ان کی بات زرینہ بیگم کے چہرے پہ سایہ لہرایا آخر وہی ہوا جس بات کا ان کو ڈر تھا۔

امی
فراز نے کچھ کہنا چاہا جب عطیہ بیگم نے گھور کر اس کو تنبیہ نظروں سے دیکھا تو اس کو چپ لگ گئی۔

دیکھے اس میں روشنا کی تو کوئی غلطی نہیں۔ زرینہ بیگم نے ان کو سمجھنا چاہا۔ غلطی تو ہماری ہے جو ہم نے آپ جیسوں کے ساتھ رشتہ جوڑنا چاہا اور اتنے وقت تک آپ کی اصلیت نہ جان پائے۔ عطیہ بیگم تیز آواز میں بولی۔

اب آپ حد سے بڑھ رہی ہے ہمیں کچھ کہنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکے جہاں جہالت ٹپک رہی ہے۔ روشنا سب لحاظ بلائے تاکہ رکھتی ہوئی بولی۔

روشنا تم چپ رہو بڑے بات کر رہے ہیں نہ۔ فراز نے روشنا کو خاموش کروانا چاہا۔
مجھے چپ کرانے سے بہتر ہے اپنی ماں کو خاموش کرواؤ جو بہتان بازی کر رہی
ہیں۔ روشنا نفرت سے گویا ہوئی۔

توبہ توبہ کس طرح قینچی جیسی زبان ہے اچھا ہوا وقت آنے سے پہلے پتالگ گیا۔ عطیہ
بیگم کانوں کو ہاتھ لگاتی ہوئی بولی۔

جی بہت اچھا ہوا اللہ کا شکر جو انہوں نے آپ جیسے کم ظرف اور جاہل لوگوں کے شر
سے ہمیں محفوظ کیا۔ روشنا دانت پیستے ہوئے بولی جب کی وہ سب منہ کھلے روشنا کی چلتی
زبان دیکھ رہے تھے۔

ہم تو یہ رشتہ ختم کرنے آئے تھے مگر جانتے نہیں تھے آپ شر مندہ ہونے کے بجائے
ایسے ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کریں گے۔ عطیہ بیگم کے شوہر نے کہا۔

آپ لوگوں نے رشتہ ختم کیا اب جائے بڑی مہربانی اور ساتھ میں یہ انگھوٹی بھی لے
جائے۔ روشنا اپنی انگلی سے انگھوٹی اتار کر بولی اور ٹیبل پہ رکھی عطیہ بیگم نے انگھوٹی
اٹھائی اور تن فن کرتی وہاں سے نکلنے لگی روشنا بھی ان کے پیچھے گئی تاکہ دروازہ بند
کر سکے مگر جب دروازے کے پاس آئی تو اپنے گھر کے باہر ہجوم کھڑا دیکھ کر اس کو
آرزو سے نفرت ہوئی اس کی نظر میں آرزو کی وجہ سے ان سب کو زلت کا سامنہ

کرنا پڑ رہا ہے روشنائے ایک نظر دور کھڑی عطیہ بیگم پہ ڈالی جوان کے محلے کی عورتوں سے جانے کیا بات کر رہی تھی پھر اس نے دروازہ بند کیے اپنی پشت دروازے پہ کر کے کھڑی ہو گئی وہ کمزور پڑ رہی تھی مگر اس کو کمزور نہیں پڑنا تھا اس کو اپنی ماں باپ کو سہارہ دینا تھا ان کی ہمت باندھنی تھی اگر وہ بھی حوصلہ ہار جاتی تو ان کو کون سنبھالتا روشنا یہ سب سوچتی بے دردی سے اپنے گال صاف کیے جہاں آنسو گر پڑے تھے وہ خود کو کمپوز کرتی اندر کی طرف بڑھی۔



زیادہ سوپ لیتا روم میں آیا جہاں اب آرزو بیڈ پہ ٹی ک لگائے بیٹھی تھی چہرے کے تاثرات ہنوز سپاٹ سے تھے اور پاس پڑے صوفے پہ نرس بیٹھی ہوئی تھی زیادہ اندر آیا اور باؤل میں سوپ ڈال کر اس کو ٹرے میں رکھ کر آرزو کے پاس آیا یہ سامان نرس پہلے ہی روم میں رکھ لیے تھے اب بہت پر شوق سی زیادہ کا کیٹی رنگ انداز دیکھ رہی تھی جب کی آرزو ہر بات سے لاپرواہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔

آپ کا شکریہ ابھی آپ جائے جب آپ کی ضرورت ہوگی تو کہہ دے گے۔ زیادہ نے بنا دیکھے نرس سے کہا تو وہ منہ بناتی ہوئی اٹھ گئی۔

آرزو یہ پیو اس کے بعد دوائی بھی لینی ہے۔ زیادہ سوپ کا چمچ آرزو کے پاس کیے بولا۔

مجھے نہیں پینا۔ آرزو بنا دیکھے بولی۔

ضد نہیں کرو کل سے کچھ نہیں کھایا اب بھی اگر یہ نہیں پیو گی تو طبیعت خراب
ہو جائے گی اور میں یہ نہیں چاہتا۔ زیاد نے نرمی سے اس کو سمجھانے لگا۔
مر نہیں جاؤں گی۔ آرزو بے حسی سے بولی۔

آرزو۔ زیاد تیز میں چیخا۔

ہاں ہو گئی غلطی میں جانتا ہوں ہوں

پر اب میں تمہیں اپنی جان مانتا ہوں

آپ اگر چاہتے تو میری بے گناہی میں کچھ بول سکتے تھے مگر آپ خاموش رہے اور آپ
کی خاموشی نے مجھے میرے گھر والوں کے سامنے مشکوک قرار دے دیا۔ آرزو اس کے
چلانے پہ سہم کر بولی زیاد نے سؤ بار خود پہ لعنت بھیجی آرزو کو خود سے ڈرتا دیکھ کر مگر
وہ کیا کرتا آرزو کی بات پہ وہ چاہ کر بھی خود پہ کنٹرول نہیں کر پایا زیاد نے سوپ والا
باؤل سامنے چئی رہی رہا اور خود آگے آکر آرزو کو اپنے سینے سے لگایا آرزو نے
مزاحمت کی اس کو دور کرنے کی مگر زیاد پہ کوئی فرق نہیں پڑا وہ ایسے ہی اس کو اپنے
ساتھ لگائے رکھا۔

میں نے جو کیا جانتا ہوں تمہیں اس سے بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے مگر میں سب کچھ ٹھیک کر دو گا ٹرسٹ می۔ زیاد نے اس کے بالوں پہ اپنا لمس چھوڑ کر اس کی پیٹھ سہلائی ی جب کی آرزو اس کے سینے پہ مکے برسانے لگی زیاد اس کی حرکت پہ مسکراتا اس سے الگ ہوا۔

میرے قریب مت آئیے گا دوبارہ۔ آرزو کا چہرہ ہل بھر میں سرخ ہوا تھا زیاد نے دلچسپی سے اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔

یہ میرے بس کی بات نہیں ہاں اگر تم خاموشی سے سارا سوپ پیو تو میں سوچوں گا۔ زیاد شرارت سے اس کی جانب دیکھ کر بولا آرزو سوائے اس کو گھورنے کے علاوہ کچھ نہیں کر پائی ی زیاد نے سوپ اٹھایا اور آہستہ آہستہ اس کو پلانے لگا آرزو بھی بنا کوئی ی بات کیے خاموشی سے پینے لگی اس کو بھی طاقت چاہیے تھی تاکہ زیاد سے لڑ سکے۔

اب بس۔ آرزو نے منع کیا اس کا دل خراب ہو رہا تھا ایسا لگتا تھا جیسے اور پیا تو اُلٹی کر دے گی زیاد نے بھی اصرار نہیں کیا اور اس کا چہرہ صاف کر کے نرس سے دوائی کا بولنے کے لیے وہاں سے اٹھ گیا آرزو نے تھک ہار کر اپنا سر تکیے پہ رکھا۔

نرس سے بات کر کے زیاد ڈاکٹر طاہرہ کے کیمین میں آیا تھا جو کسی سے فون پہ بات کر رہی تھی زیاد کو آتادیکھ کر انہوں نے فون بند کی اور مسکرا کر زیاد کو بیٹھنے کا کہا۔ کیا میں اب آرزو کو گھر لے جاسکتا ہوں۔ زیاد نے بیٹھتے ہی پوچھا۔ میں ان کا دوبارہ ایک بار چیک اپ کر لوں اس کے بعد آپ لے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہرہ نے کہا۔

اوکے۔ زیاد نے سر ہلایا۔

جی اور آپ کو شش کرئیے گا کہ وہ ٹینشن نہ لے کیوں کی زیادہ ٹینشن یا پریشان ہونے کی وجہ سے ان کا نروس بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا ہے کیوں کی وہ مینٹلی طور پہ بہت ڈسٹرب ہیں اس لیے آپ ان کو خوش رکھے اور ان کو اچھا سا ماحول دے تاکہ وہ ہر پریشانی فکر سے دور رہے۔ زیاد کو اٹھتا دیکھ کر وہ تاکید کرنے لگی جب کی ڈاکٹر کی بات پہ زیاد کی ہوائی یاں اڑنے لگی اس کے کانوں میں بس ایک جملہ گونج رہا تھا ”ان کا نروس بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا ہے“

جی میں اس کا بہت خیال رکھوں گا۔ زیاد سنبھل کر بولا اور ان کے کیمین سے نکل گیا۔ وہ آرزو کے پاس آیا تو وہ سوئی ہوئی تھی زیاد کو تعجب ہوا اتنی جلدی اور دوبارہ آرزو کو سوتا دیکھ کر اس نے نرس کو مخاطب کیا۔

آرزو ٹھیک تو ہے نہ یہ دوبارہ کیوں سوگئی؟

جی دوائی کی کھلائی ہے ان میں سے کچھ آرام کی بھی ہے اس لیے یہ اب غنودگی کی حالت میں ہیں اور ابھی ان کا سونا ہی بہتر ہے تاکہ دماغ پر سکون ہوا اگر جاگیں گی تو عجیب و خیالات سوچتی رہے گی اور پریشان رہے گی جو ان کے لیے ٹھیک نہیں۔ نرس نے تفصیلی جواب دیا تو زیادہ نے سر ہلایا اور صوفہ پہ ٹانگیں سیدھی کیے لیٹ گیا نرس ان دونوں پہ نظر ڈالتی باہر نکل گئی۔

کیا بات ہے مسکرا کیوں رہی ہو؟ وہ دوسرے وارڈ میں جا رہی تھی جب ایک نرس اس کو مسکراتا دیکھا تو پوچھنے لگی۔

وارڈ نمبر ۶ میں اتنا خوبصورت مرد ہے اور اپنے ساتھ جو لڑکی لے آیا ہے نہ اسکی اتنی فکر کر رہا ہے کہ کیا بتاؤں۔ نرس نے اشتیاق بھرے لہجے میں بتایا۔

تو لڑکی اس کی بیوی ہوگی اس لیے فکر رہا ہے تم کیوں خوش ہو رہی ہو۔ دوسری نرس کو سمجھ نہیں آیا۔

اس لیے کیوں کی آج کل کہاں ہوتے ہیں اتنے کیئی رنک شوہر جو بھی آتے ہیں اپنی بیوی کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں پر یہ تو ایک منٹ کے لیے بھی دور نہیں جا رہا کل رات

سے یہی ہیں بس صبح سوپ لینے باہر گیا تھا اور واپس آگیا جلدی سے میرے خیال سے کچھ کھایا بھی نہیں۔ نرس نے اب کی پوری بات بتائی۔

ہاں یہ تو تم نے سہی کہا۔ نرس اس کی بات سے مطفق ہوئی۔

دعا کرو میری شادی بھی ایسے بندے سے ہو۔ نرس نے آنکھ دبا کر کہا تو دوسری نرس نے اس کے بازو پہ تھپڑ رسید کیا تو وہ ہنس کر وارڈ کی جانب چلی گئی۔



تم لوگ کب آؤ گے میری شادی ہے اور سارے کام میں خود کر رہا ہوں۔ ہمایوں ویڈیو کال پہ ان سب سے بات کر رہا تھا۔

فلکرنٹ جگر میں کل تیرے ساتھ ہوگا۔ وقاص نے مزے سے بتایا۔

میں بھی دو تین دن تک آجاؤں گا۔ احمد نے بھی تسلی کروائی۔

میری کچھ میٹنگز ہیں چار دن تک اس کے بعد آجاؤں گا اور کام میں مدد بھی کروالوں گا۔ علید ان نے بھی کہا تو وہ مسکرا دیا۔

زیاد کی خبر ہوئی تمہیں کون سا گل کھلایا ہے اس نے۔ وقاص نے ہاتھ نچا کر خالص عورتوں کے انداز میں کہا۔

ہاں جانتا ہوں اس نے نکاح کر لیا۔ ہمایوں آرام سے بولا۔

تجھے کیسے پتا اور تو تو نکاح کے دن نہیں آیا تھا۔ وقاص کو تو گویا صدمہ لگ گیا۔

بیل نامی شخص نے ایک چیز ایجاد کی تھی۔ ہمایوں نے تنگ کیا۔
 فون پہ بتایا کیا کہا تھا اس نے؟ اب کی علید ان نے سوال کیا علید ان کی بات سن کر ہمایوں
 فون پہ کی گئی گفتگو یاد کرنے لگا۔
 میں نکاح کر رہا ہوں آج۔ زیاد کی بات پہ ہمایوں کو لگا اس نے سننے میں غلطی ہوئی
 ہے۔

زیاد تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہمایوں نے الجھ کر پوچھا۔
 وہی جو سنا تم نے۔ زیاد سپاٹ انداز میں بولا۔
 زیاد نکاح اور وہ بھی تم کل تک تو لڑکی کا کوئی سیٹن نہیں تھا اور اب اچانک
 ڈائی ریٹ نکاح تک پہنچ گئی ہے۔ ہمایوں طنزیہ بولا۔
 ہاں محبت کی منزل تو نکاح ہوتی ہے نہ۔ زیاد نے کہا۔
 او تو جناب ہو محبت ہو گئی ہے۔ ہمایوں نے مسکرا کر پوچھا۔
 شاید اس سے بڑھ کر۔ زیاد آنکھیں بند کیے بولا۔

تو تم ایسے کیوں کر رہے ہو میری شادی ہو جائے تب کرنا اور جانتا ہوں تمہاری
 گھر والوں سے نہیں لگتی مگر نکاح میں ان کا ہونا ضروری ہے تم شاندار طریقے سے
 شادی کرو نہ جس میں ہر تقریب ہو۔ ہمایوں نے نرمی سے کہا۔

حالات بہتر ہوتے تو ضرور اگر میں دیر کروں گا تو اس کا کسی اور سے نکاح ہو جائے گا۔ زیادہ نے کہا۔

مطلب یہ فورس میر تاج ہے۔ ہمایوں نے جیسے ساری بات سمجھ میں آگئی اس کی بات پہ زیادہ نے گہری سانس لی
ہاں۔ زیادہ نے یک لفظی کہا۔

لڑکی کون ہے؟ ہمایوں نے بحث نہیں کیا وہ جانتا تھا زیادہ ضرور اس وقت ٹینس ہوگا۔
آرزو نام ہے دو سال سے زیادہ عرصے سے جانتا ہوں اور میں اس کے بناب جینے کا تصور نہیں کر سکتا زبردستی یا پیار سے اس کو بس میرا ہونا ہے۔ زیادہ بے بس ہوا تھا۔
پر زیادہ کو شش کرنا وہ کسی کے سامنے غلط نہ ہو اور نہ اس کے کردار پہ بات آنے دینا
لڑکی کی عزت کا بچ کی چوڑی کی طرح ہوتی ہے۔ ہمایوں نے اچھے دوست ہونے کا ثبوت دیا۔

مجھے اگر اس سے محبت ہے تو میرے دل میں اس کے لیے بے انتہا عزت بھی ہے اس لیے میں اس کو اپنی عزت بنا رہا ہوں میں سب کچھ ٹھیک کر دوں گا شاید پہلے کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑے اس کو پر میں اس کے ساتھ رہوگا۔ زیادہ عزم سے بولا۔

میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہمایوں نے سچے دل سے کہا یاد نے ایک دو اور بات کر کے
کال کٹ کر دی۔

مطلب تم ہم سے پہلے ہر بات سے واقف ہو۔ وقاص نے اس کی ساری بات سن کر برا
منہ بنایا۔

جی بلکل بجا فرمایا۔ ہمایوں نے کہا۔

ہاں میں بھی سوچو تمہارے فلیٹ میں نکاح کر رہا ہے تمہیں کیسے پتا نہیں ہو گا۔ احمد نے
کہا تو وقاص نے تائی ید میں سر ہلایا۔



پانی دوں آپ کو؟ ایاز صاحب گھر آئے تو روشنائے ان کو پسینے سے بھیگا دیکھا تو کہا۔
ہاں دو۔ ایاز صاحب نے کہا تو روشنائے میں پانی لینے چلی گئی۔

ماں کہاں ہے تمہاری؟ ایاز صاحب نے اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیکر پوچھا۔
عصر کی نماز ادا کر رہی ہیں آپ آج کچھ جلدی آگئی ہے۔ روشنائے جواب دے کر
پوچھا۔

ہاں بس سر میں درد تھا کچھ اس لیے آگیا۔ ایاز صاحب یاسیت سے بولے۔
چائے بناؤں آپ کے لیے پھر گولی کھائی ہے گا سرد درد ختم ہو جائے گا۔ روشنائے
فکر مندی سے کہا۔

نہیں میں مسجد جا رہا ہوں نماز پڑھنے جماعت تو رہ گئی۔ ایاز صاحب اٹھتے ہوئے بولے۔

ایاز صاحب آج جلدی آگئی کیا؟ زرینہ بیگم نماز سے فارغ ہوتی باہر آکر بولی۔
ہاں اماں سر میں درد ہے ان کے اس لیے آج جلدی آگئی۔ روشنانے جواب دیا۔
اب یہ سر درد تو ہمیشہ رہے گا۔ زرینہ بیگم طنزیہ بولی۔
اماں اب اس بات کا ذکر چھوڑ دے اور بھول جائے۔ روشنان کو صوفہ پہ بیٹھاتی ہوئی ی بولی۔

بھولنا اگر اتنا آسان ہو تو انسان کی زندگی میں کیا غم۔ زرینہ بیگم طنزیہ بولی۔
آرزو نے جو کیا وہ قطعی معافی کے قابل نہیں بابا ایک دن میں بوڑھے نظر آنے لگے ہیں۔ روشنائز آواز میں بولی

ابھی تو نئی بات ان کو بتانی ہے۔ زرینہ بیگم نے کہا۔
وہ جانتے تھے رات سے ہی کے ایسا ہو گا۔ روشنان کی بات سمجھتی ہوئی ی بولی۔
بتانا تو پھر بھی ہے نہ۔ زرینہ بیگم کی بات پہ روشنا خاموش ہو گئی۔



آرزو کو ڈسچارج مل گیا تھا زیادہ ہسپتال کی ساری فارملیٹی پوری کر کے آرزو کو فلیٹ لے آیا تھا وہ ابھی اپنے گھر جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا ڈاکٹر کی باتیں یاد آکر اس کو

پریشان کر رہی تھی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ زیاد چاہتا تھا کہ وہ ابھی بس اس کے ساتھ رہے اور کوئی می بھی نہیں گھر لے جاتا تو ان کے سوالوں کے جواب اور حیران کن تاثرات دیکھنے کو ملتے وہ جواب دینا تو گوارہ نہ کرتا مگر آرزو کے لیے وہ چاہتا تھا پہلے وہ بالکل ٹھیک ہو جائے تب وہ اس کو لے جائے گا

کیا کھاؤ گی؟ زیاد آرزو کو سہارا دیتا ایک کمرے میں لا کر بیڈ پہ بیٹھا کر پوچھنے لگا۔
بھوک نہیں ہے۔ آرزو چڑ کر بولی۔

کیسے بھوک نہیں ہے کھانا تو پڑے گا میں نے بھی کل سے کچھ نہیں کھایا۔ زیاد آرزو کی ٹانگیں بیڈ کے اوپر رکھتا گھٹنوں تک لٹاف رکھا آرزو بس اس کو دیکھتی رہی جو آرام سے سارا کام کر رہا تھا اتنی جلدی کے اس کو روکنے کو موقع بھی نہیں ملتا۔
میں بس آرام کروں گی۔ آرزو نے بنا دیکھے ہوئے کہا۔

کل سے آرام ہی کر رہی ہو۔ زیاد نے اس کے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا وہ اب سختی سے بات نہیں منوانا چاہتا تھا آرزو نے اب کچھ نہیں کہا زیاد مسکراتا اس کے ماتھے پہ اپنے لب کر کمرے سے نکل گیا جب کی آرزو اس کا لمس اپنے ماتھے پہ محسوس کرتی پتھر کی ہوگئی تھی اس نے بے ساختہ اپنا ہاتھ ماتھے پہ رکھا اور زور سے اپنا ہاتھ پھیرتی زیاد کا لمس مٹانے کی کوشش کرنے لگی۔ زیاد پکن میں آیا تو سامان تو سب کچھ تھا

پر اس کو سمجھ نہیں آیا وہ بنائے کیا اس نے تو کبھی کچن میں پیر تو کیا کچن کے پاس گزرا
 بھی نہیں تھا پر آرزو کے لیے وہ ایسے بہت سے کام کر گیا تھا جو شاید اس نے کبھی سوچا
 بھی نہیں تھا زیادہ نوڈلز کے پیکٹ اٹھائے اور ان کے کور پہ نوڈلز بنانے کا طریقہ
 دیکھنے لگا وہ بنا پوچھے ہی کہہ سکتا تھا آرزو کو پسند ہو گئیں نوڈلز پر اس کی طبیعت کا سوچتے
 اس نے پیکٹ واپس رکھا اور سیل فون کرتے کی جیب سے نکالا اور نیٹ پہ سوپ بنانے کا
 طریقہ دیکھنے لگا جو بہت مغز ماری کرنے کے بعد بھی اس کے پلے کچھ نہ پڑا تو وہ واپس
 نوڈلز کی جانب آیا جو بھی اس کو پانچ منٹ میں بننے والے نوڈلز ٹھیک لگے زیادہ ان کو
 اٹھایا اور بنانے لگا ایک بار بننے کے بعد اس نے چکے تو برا منہ بنایا پھر دوسرا پیکٹ اٹھایا اور
 چولہے کے پاس آیا اور دوبارہ بنانے کا ارادہ کیا گرمی میں اس کا حال برا ہو گیا تھا سفید
 رنگت سرخ ہو گئی تھی کشادہ پیشانی پہ پسینے کی بوندیں آگئی تھی پشت پہ کرتا پسینے
 کی وجہ سے چپک گیا تھا مگر زیادہ کا دھیان گرمی کے بجائے شاندار طریقے سے نوڈلز
 بنانے میں تھا وہ جو ہر چیز نفاست سے پسند کرتا تھا اب اگر کوئی ی کچن کی حالت دیکھتا تو
 غش کھا کر گر جاتا کیوں کی زیادہ سارے نوڈلز کے کور کھول کر یہاں وہاں رکھ
 دیئے تھے جواب کچھ نیچے گرے ہوئے تھے نوڈلز کے لیے جانے کتنے برتن اس
 نے کپ بورڈ سے نکال کر یہاں وہاں رکھ دیا تھا زیادہ آستین سے اپنا پسینہ صاف کیا

آج اس کا اپنا آپ کسی مزدور سے کم نہ لگا دوسری دفع جب نوڈلز تیار ہو گئے تو زیادہ چو لہا بند کیا اس اُمید سے کہ اب یقیناً نوڈلز اچھے بنے ہو گئے مگر جب زیادہ اسپون بھر اور اپنے منہ میں ڈالا تو جلدی سے سنک کی طرف بڑھا اور اپنا منہ واش کیا۔ یہ کام میرے بس کا نہیں۔ زیادہ گہرے سانس بھرتا ہوا بولا مگر دماغ سے آواز آئی تم زیادہ خانزادہ ہو تم سب کچھ کر سکتے ہو یہ تو بس نوڈلز ہے جو پانچ دس منٹ میں بن سکتے ہیں زیادہ کو کچھ ڈھارس ملی اور تیسری دفع نوڈلز بنانے کا سوچا جب کی پہلے والے باؤل اس نے سائی بیڈ پہ کیے اور دوبارہ چولہے کو آنچ دی فریج سے پانی کی بوتل نکال کر اس نے گٹاگٹ پانی کی ساری بوتل کھالی کی اور لاپرواہی سے رکھ دی تیسری دفع نوڈلز چیک کرنے میں وہ اس کو پہلے کی نسبت ٹھیک لگے تو اس نے فوراً سے ٹرے لی اور باؤل میں نوڈلز ڈال کر اس نے ٹرے میں رکھا اس کو نوڈلز ٹیسٹ کرنے میں کچھ چیز کی کمی تو محسوس ہوئی مگر یہ سوچ کر نظر انداز کیا کہ بہت ٹائی م بعد چیک کیے ہیں شاید اس وجہ سے۔

,Something is better then nothing

ٹرے کو دیکھ کر زیادہ نے خود سے کہا اور آرزو کے کمرے میں گیا جو بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھی کمرے میں کسی کی آہٹ کا احساس ہوا تو آرزو نے آنکھیں کھولی تو زیادہ کو دیکھا جو

ایک گھنٹہ لگا کر آیا تھا زیاد کی حالت دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی ی اس نے ہمیشہ جب بھی اس کو دیکھا تھا ٹھاٹ باٹ طریقے سے تیار دیکھا جس پہ اگر کوئی دیکھتا تو اپنی نظریں ہٹانا بھول جاتا اور آج وہ کل کے پہنے ہوئے کُرتے میں ہی تھا مگر جہاں پہلے بال جیل لگا کر نفاست سے سیٹ ہوتے تھے آج پسینے کی وجہ سے پیشانی سے چپکے ہوئے تھے چہرہ پورا سرخ ہوا تھا گرمی کی وجہ سے جب کی آرزو کی نظر اس کے بازو پہ پڑی جس پہ کُسر تہی بازو جھلک رہے تھے مگر وہاں آستین بھی بھیگی ہوئی تھی آرزو کو جانے کیوں زیاد کی حالت پہ رحم آیا مگر اس نے محسوس نہیں ہونے دیا۔

شاندار سے نوڈلز تیار ہے تمہیں پتا ہے میں پہلی دفع کچن میں گیا ہوں اور وہ بھی تمہاری وجہ سے اور یہ نوڈلز میں نے خود تمہارے لیے بنائے ہیں۔ زیاد بیڈ پہ آیا اور درمیان میں ٹرے رکھ کر آرزو کی معلومات میں اضافہ کیا اس کی بات پہ آرزو نے ٹرے پہ رکھے باؤل میں دیکھا جہاں نوڈلز تھے مگر ان کو نوڈلز کہنا نوڈلز کی توہین ہوگی کیوں کی باؤل میں پانی کے بیچ جانے گول مول سا کیا پڑا تھا جس کو زیاد نوڈلز کا نام دیا تھا اور یہ اس کی تیسری دفع بنایا ہوا تھا آرزو کو یاد نہیں آیا کہ اس نے کبھی ایسے نوڈلز کی شکل دیکھی ہو جانے زیاد نے کونسے نوڈلز بنائے تھے جس میں پانی بھی تھا۔

اس کی ظاہری شکل پہ مت جانا کھانے میں بہت ٹیسٹی ہیں تم کھا کر چیک کر کے بتاؤ۔ زیادنے آرزو کی نظریں مسلسل نوڈلز پہ جمی دیکھی تو کہا زیاد کی بات پہ آرزو نے اس کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو واقعی؟

مجھے میں پسینے کی سمیل ہو گئی ہے میں نہانے جا رہا ہوں تب تک تم یہ فینش کرنا سارا۔ زیاد اٹھتا ہوا بولا۔

آرزو نے کچھ نہیں کہا بس زیاد کی طرف دیکھا جو کُرتے کے اُپری بٹن کھول رہا تھا اور کمرے سے نکل گیا آرزو نے اس کے جاتے ہی اس عجیب مخلوق کو دیکھا اور ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی سر تا پاؤں لحاف اُڑ کر لیٹ گئی۔

زیاد دوسرے کمرے میں آیا جہاں جب وہ رہنے آتا تو اپنے استعمال میں کرتا اور وہاں اس کے کچھ کپڑے بھی موجود تھے زیاد وارڈروپ سے اپنا ڈریس نکال کر واشروم کی جانب گیا بیس منٹ شاور لینے کے بعد وہ پرسکون سا واشروم سے نکلا اور ٹاول سے بال رگڑ کر خشک کرنے لگا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہو کر اب اپنی چہرہ غور سے دیکھا بلیک ٹی شرٹ کے ساتھ لائیٹ برائی ون کلر کی جینز پہنے وہ بہت پیارا لگ رہا تھا اور نہ تھوڑی دیر پہلے اس کو اپنی شکل بہت بری لگ رہی تھی وہ کوس رہا تھا ایسے آرزو کے سامنے کیوں گیا وہ سر جھٹکا بالوں کو سیٹ کرنے بالوں میں جیل لگا کر اس نے پرفیوں کی

بوتل اٹھائی اور ڈھیر سا راخود پہ پر فیوم چھڑک کر خشبو میں نہا گیا ٹیبل سے اپنی واچ اٹھائی اپنی کلائی میں باندھی اچانک اس کے دماغ میں کلک ہوا کے آرزو کے پاس ڈریسز تو کیا ایک ڈریس بھی موجود نہیں اس نے زور سے مٹھی بند کر کے اپنی پیشانی پہ ماری کہ اتنی بڑا پرواہ وہ کیسے ہو سکتا تھا مگر کل کا سوچ کر وہ خود کو پر سکون کرنے لگا اور سیل فون چارج پہ لگا تا روم سے نکل کر آرزو کے کمرے کی طرف آیا اس نے دروازہ کھولا تو حیرت سے بیڈ پہ لیٹی آرزو کو دیکھا اور سائیڈ ٹیبل پہ رکھی ٹرے کو جس کو شاید آرزو نے جھکنے کی زحمت بھی نہیں کی زیاد کو افسوس ہوا اور کہی نہ کہی دکھ بھی وہ سر جھٹکا آرزو کے سرہانے بیٹھ کر اس کے سر سے لحاف ہٹایا اور ہلکے سا جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

باہر چلو گی اگر بہتر سمجھو تو وہاں اپنی مرضی کا کھانا کھا لینا۔
میں کہی نہیں جاؤں گی۔ آرزو نے آنکھیں بند کیے ہی جواب دیا زیاد نے اس کے چہرے سے بال ہٹائے۔

اچھا ٹھیک میں خود باہر جا کر لے آتا ہوں کھانے کو۔ زیاد نے بحث کیے بنا کہا۔

تو کیا میں گھر میں اکیلی رہو گی؟ آرزو نے جھٹ سے اپنی آنکھیں کھولی زیادہ کو بلکل اپنے پاس دیکھا تو اٹھ بیٹھ گئی زیادہ اس کی حرکت پہ مسکرایا جب کی آرزو اس کو دیکھنے سے گریز برت رہی تھی۔

ساتھ چلنے کا بھی آپشن ہے تمہارے پاس۔ زیادہ نے کہا وہ چاہتا تھا آرزو باہر چلیں تاکہ اس کا دماغ گھروالوں کی سوچوں سے دور رہے۔

پر مجھے آپ کے ساتھ کہی نہیں جانا۔ آرزو تنک کے بولی پہلے جب نامحرم تھا تب تو کوئی ی مسئی لا نہیں ہوتا تھا میرے ساتھ چلنے پہ اور اب جب محرم ہوں ہر لحاظ سے حق رکھتا ہوں تم پہ تو تم ایسا برتاؤ کر رہی ہو میرے ساتھ جب کی پہلی ملاقات میں ایسا بیسیو نہیں کیا تھا۔ زیادہ نے بات تو سادہ انداز میں کہی تھی مگر آرزو کو لگا جیسے وہ اس پہ طنزیہ کر رہا ہو آرزو کو زیادہ کی بات کڑوی مگر سچ لگی جب کی زیادہ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا کہ آرزو ہرٹ ہو جب کی وہ ہرٹ ہوئی تھی۔ پہلے دن کی ہی غلطی کی سزا ہے میری جو میں یہاں اس حال میں ہوں۔ آرزو ہاتھ اٹھا کر کمرے کی جانب اشارہ کیے بولی۔

میں اس وقت بحث نہیں کرنا چاہتا تم چلو یا میں جلدی سے کھانا لے آؤ آرڈر کر لیتا مگر میں وہ نہیں کرنا چاہتا۔ زیادہ نے سنجیدگی سے کہا۔

تو کیا میں بحث کر رہی ہوں مجھے بھی شوق نہیں آپ سے بات کرنے کا آپ کو جانا ہے تو جائے اکیلی تو میں ویسے بھی ہوں گھر میں رہوں گی تو کوئی ی بڑی بات نہیں۔ آرزو تیز آواز میں کہتی منہ موڑ گئی زیادہ گہری سانس لی اور آرزو کو دیکھا جو حد سے زیادہ اس سے بدگمان ہو گئی تھی۔

میں بحث کر رہا ہوں تم نہیں اس لیے اب غصہ نہیں کرو میرے ساتھ چلو لو ننگ ڈرائی یو پہ چلیں گے اور ٹائی م بچا تو شاپنگ بھی کر لینا تمہارے پاس کپڑے نہیں۔ زیادہ نے تحمل کا مظاہرہ کیا۔

جانے کیوں آپ میری کوئی ی بات سمجھتے نہیں۔ آرزو نے جھلا کر کہا۔
تو تم میری باتوں کو سمجھ لیا کرو۔ زیادہ نے مسکرا کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔
ابھی تو رات ہے ہم کپڑا تو میں باہر جائی یں گے؟ آرزو نے سوال کیا اس کو یاد تھا
زیرینہ بیگم کی بات جو کہتی تھی شام کے پانچ بجے کے بعد باہر جانا ٹھیک نہیں ہوتا مگر پھر وہ کبھی کبھی عاشر کے ساتھ جاتی تو دیر ہو جاتی تھی اور انعام میں اس کو اپنی اماں کی چپل ملتی تھی آرزو کو ادا سی نے آگھیرا تھا۔

ہاں میری گاڑی باہر ہے ہم پہلے کھانا کھائے گے اور پھر شاپنگ کریں گے لو ننگ ڈرائی یو پہ ہم پھر کبھی چلیں گے۔ زیادہ نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں

لے کر آرام سے بتانے لگا آرزو نے نظریں اٹھا کر پہلی دفع زیاد کو غور سے دیکھا کشادہ چمکتی پیشانی آئی بروز میں زیاد کی دایں آئی بروپہ ایک کٹ کا نشان تھا اس کو تو چوٹ کا نشان لگا مگر پھر بھی زیاد پہ وہ نشان بہت بچ رہا تھا گہری گرین ہیزل آنکھیں جس میں اس وقت عجیب سی چمک تھی آنکھوں کو دیکھ کر اس کو سب یاد آیا تھا روشنا کے بتانے پہ تو اس کو زیاد نامی لڑکے میں دلچسپی ہوئی تھی جب جب وہ ناو لڑ پڑھتی تو وہ سوچتی تھی کہ ایسے رنگ کی آنکھوں والے لوگ کیسے لگتے ہو گئیں پھر جب اس نے زیاد کو رو برو دیکھا تھا تو وہ اس کو ناو لڑ میں جو پڑھے تھے اس سے زیادہ زیاد کی آنکھیں اٹریکٹو لگی تھیں کیوں وہ بس تصوری تھا جب کی حقیقت میں آنکھیں اس کے سامنے تھی تو وہ اس کو بے خوبصورت لگی تھی مگر وقت گزرنے کے بعد اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا ہنزل آنکھوں والا پورا کا پورا اس کا اپنا ہو جائے گا آنکھوں کے بعد اس کی نظر زیاد کی خری مغرور ناک پہ پڑی بائیں گال پہ ڈمپل پوری آب و تاب سے ابھرا ہوا تھا آرزو کو اپنا آپ زیاد کے سامنے کمتر لگ رہا تھا کہاں وہ خوبصورتی کا مجسمہ اور کہاں وہ خود کہنے کو تو وہ بھی خوبصورتی میں اپنی مثال تھی مگر زیاد اس کو اپنے سے زیادہ لگا اس کے لیے وہ ایک مکمل انسان تھا جس کے پاس ہر وہ چیز تھی جو انسان چاہتا ہے یا تصور کرتا ہے اس کو پانے کی مگر اس کے خود کے پاس کیا تھا جو زیاد نے اس سے نکاح کیا تھا آرزو نے زیاد کے

ہاتھوں کو دیکھا جن میں اس کے اپنے ہاتھ قید تھے سرخ سپید رنگت کے مضبوط بھاری ہاتھ جس کے ایک ہاتھ میں رولیکس کی گھڑی بندھی ہوئی تھی جو بہت خوبصورت منظر پیش کر رہی تھی جب کی اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک بینڈ تھا کالے رنگ کا جس کے بیچ تلوار کا شیپ تھا اور اس میں زیادہ کا نام آرائی ستہ تھا آرزو نے دوبارہ زیادہ کا چہرہ دیکھا اور عنابی ہونٹوں کو دیکھ کے اس نے اپنی نظریں سامنے دیوار پہ لگی ایل ڈی پہ نظر جمائی زیادہ جو بہت محویت سے اس کو اپنا جائی زہ لیتا دیکھ رہا تھا اس کے نظر پھیرنے پہ اس کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا سوچ رہی ہے آرزو نے تو جواب بھی نہیں تھا زیادہ کا بھوک سے بُرا حال تھا سارا دن ہو سہیل میں گزارنے پہ اس کو کچھ کھانے کا خیال ہی نہیں آیا تھا اور اب جب آیا تو آرزو کے مزاج نہیں مل رہے تھے۔

آرزو۔ زیادہ نے اس کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

آپ جائے میں کہی نہیں جاؤں گی۔ آرزو سرد مہری سے بولی زیادہ نے اس کے دونوں ہاتھ چھوڑے اور لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے نکل گیا آرزو نے چہرہ موڑ کر دیکھا جہاں سے زیادہ نکل گیا تھا پھر اپنے ہاتھوں پہ نظریں ٹکادی جو پہلے زیادہ کی گرفت میں تھے زیادہ خود تو چلا گیا تھا مگر اس کے پرفیوم کی خوشبو ابھی بھی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی آرزو کو بے چینی ہونے لگی تو اٹھ بیٹھی یہ وہی کمرہ تھا جہاں زیادہ نے اس کو نکاح کے لیے

دھمکی دے کر راضی کیا تھا اس نے چاروں طرف سے کمرے کو دیکھا کل تو دیکھنے کا دھیان ہی نہیں رہا تھا بلیو اور وائیٹ امتزاج سے پینٹ کمرے میں جہازی سائی یز بیڈ تھا اسکن کلر کے پردے کھڑکیوں میں ڈالے ہوئے تھے کمرے کے بائیں جانب کتابوں کا ریک تھا جب کی دائیں طرف واشروم کا دروازہ اور ڈریسنگ ٹیبل تھا جہاں بس پرفیومز اور کنگھی کے علاوہ کچھ نہ تھا جب کی کمرے کے دروازے کے پاس دیوار کے کچھ دور ایل ای ڈی چسپا تھی اور بیڈ کے کچھ پاس بلیو کلر کا کائی ونچ پڑا تھا آرزو کو کمرہ کافی خوبصورت لگا اس کو یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں لگا کے یہ جس کا کمرہ تھا اس کو بلیو کلر پسند تھا کیوں کی زیادہ تر چیزیں بلیو کلر کی ہی تھی مگر اس کو حیرت ہوئی کی کے پورے کمرے میں الماری نہیں تھی تو زیادہ اپنے کپڑے یاد گیر سامان کہاں رکھتا ہو گا شاید دوسرے کمرے میں یہ خیال آتے ہی اس کو دوسرا خیال آیا جو کی اس کے گھر والوں کا تھا اس نے یاد کیا کل بس ایک لڑکی تھی جو زیادہ کو اپنا بھائی کی کہہ رہی تھی ورنہ نکاح کے وقت تو اس نے کسی کو نہیں دیکھا تھا گھونگھٹ کی وجہ سے جو زیادہ نے ڈالا تھا اگر وہ بھی نہ بھی ہوتا تو وہ اس حالت میں کہا تھی جو ان باتوں پہ غور کرتی۔

ضرور گھر والوں سے خفیہ نکاح کیا ہو گا۔ آرزو نے اپنا اندازہ لگا اس کو زیادہ حد سے زیادہ برا لگا رہا تھا وہ اتنے خوبصورت گھر میں بھی گھٹن محسوس کر رہی تھی کیوں کی یا تھا تو

سب کچھ مگر اس کے اماں ابا اور آپی نہیں تھی آنسو گرتے اس کے رخسار بھگونے لگے اس کو اپنا چھوٹا ساتین کمروں والا گھریا د آرہا تھا جو چھوٹا ہی مگر اس کے لیے کسی جنت سے کم نہ تھا اب جب وہ دور ہوئی تھی تو اس کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ اپنی غلطی کی وجہ سے کیا کچھ کھو بیٹھی ہے سہی کہتے ہیں لوگ کسی کو پانے کے لیے سب خوبیاں بھی کم لگتی ہے اور کھونے کے لیے ایک چھوٹی غلطی ہی کافی ہوتی ہے آرزو کی ایک چھوٹی غلطی جس میں وہ بنا سوچے زیاد کے کہنے پہ باہر آئی اس غلطی نے اس کو اپنے پورے گھر والوں سے الگ کر دیا آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے وہ واشر روم میں گئی تاکہ ہاتھ منہ دھوئے وہ جب واشر روم میں آئی تو اسٹینڈ پہ اپنا نائیٹ سوٹ دیکھا جو کل اس نے رکھا تھا پھر اس کی نظر اپنے پہنے ہوئے ڈریس پہ پڑی جس میں اس کو دو آئی یوں کی سمیل آرہی تھی نائیٹ سوٹ دیکھ کر اس نے نہانے کا سوچا دروازے کو اس نے لاک کر دیا۔



اشرف کہاں سے آرہے ہو اس وقت؟ اسرار صاحب ریکنگ کے پاس کھڑے سخت لہجے میں اشرف سے بولے جو ابھی سیرٹھیان چڑھنے والا تھا۔ وہ ڈیڈ دوستوں کے ساتھ تھا۔ اشرف نے جلدی سے بتایا۔

یہ وقت ہے گھر آنے کا۔ اسرار صاحب نے سخت تیور سے اس کی جانب دیکھا۔

آٹھ ہی تو بجے ہیں کیوں میرے بیٹے کو کٹھڑے میں کھڑا کیا ہے اپنے بڑے بیٹے پہ
 دھیاں دے جو تین دنوں سے لاپتہ ہے۔ اُپر سے آتی سمایا بیگم اشرف کا فق چہرہ دیکھتی
 اس کی حمایت میں بولی اشرف نے اپنی ماں کو دیکھ کر دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔
 تم بیچ میں مت بولا کرو سمایا۔ اسرار صاحب کڑک آواز میں دھاڑے۔
 ڈیڈ پلینز میری وجہ سے موم پہ نہ چلائے میں آئی بندہ سے وقت کا خیال رکھوں
 گا۔ اشرف نے جلدی سے کہا۔

تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ سمایا بیگم اشرف سے بولی تو وہ فورن زینے چڑھتا اُپر کی طرف
 گیا۔
 بچوں کے سامنے اپنے لہجے پہ کنٹرول کیا کرے ایسے جاہلوں کی طرح چلا کر بات کرے
 گے تو کیا میج بنے گا ان کے دماغ میں اپنی ماں کا کہ ان کا باپ ان کی ماں کی عزت نہیں
 کرتا آگے جا کر پھر یہ بھی اپنی بیویوں سے ایسا رویہ اختیار کریں گے اور ماں کی عزت تو
 سرے سے نہیں کرے گے کہ باپ نہیں کرتا تو ہم کیوں کریں۔ سمایا بیگم کا چہرہ
 آہانت کے احساس سے سرخ ہو گیا تھا ان کو کہاں گوارہ تھا اسرار صاحب کا لائی وڈی
 بات کرنا وہ بھی اپنے بچوں کے سامنے اس لیے وہ اشرف کو کمرے میں جانے کا کہتی خود
 اسرار صاحب کے پاس آ کر سخت لہجے میں بولی۔

اگر اپنی امیج کا اتنا خیال ہے تو خود بھی جاہلوں کی طرح رویہ نہ رکھا کرو ان کو اب عادت ہے یہ سب دیکھنے کی اور فکر نہیں کرو وہ اپنی بیویوں سے ایسا رویہ نہیں رکھے گے وہ کیوں کی میں ان کے لیے تم جیسی عورت کا انتخاب نہیں کرو گا۔ اسرار صاحب ان کو آئی نہ دیکھا کر نیچے چلیں گئیے جب کی سمایا بیگم کلمستی رہ گئی۔

اسرار صاحب باہر تارخی میں لان کی طرف آئے اور ایک کرسی پہ بیٹھ کر زیاد کے کسی دوست کو کال کرنے کا سوچ کر فون جیب سے نکالا اور نمبر ملانے لگے۔

اسلام علیکم انکل۔ علید ان بیڈ پہ لیٹنے والا تھا جب اپنے سیل فون پہ اسرار صاحب کا نمبر بلنک ہوتا دیکھ کر اس نے کال اٹھا کر سلامی بھیجی۔

وعلیکم اسلام بیٹے کیسے ہو؟ اسرار صاحب نے سلام کا جواب دے کر حال احوال پوچھا۔

الحمد للہ ٹھیک۔ علید ان نے جواب دیا

بیٹے وہ زیاد کا پوچھنا تھا کوئی ری رابطہ ہوا اس سے؟ اسرار صاحب تھوڑا جھجھک کر پوچھنے لگے جب کی علید ان کو ان کے سوال پہ شک لگا اس کو لگا زیاد نکاح کے بعد گھر لوٹ گیا ہو گا مگر ایسا نہیں تھا۔

انکل زیاد گھر نہیں آیا ابھی تک؟ علید ان نے سوال کیا۔

نہیں بیٹا۔ اسرار صاحب نے افسردہ سانس اندر کھینچی

آپ فکر نہ کریں وہ ٹھیک ہے بلکل۔ علیدا ان نے ان کو رلیکس کرنا چاہا پر نکاح کا نہیں بتایا اس نے سوچا زیادہ خود ہی یہ بات ان کو بتائے۔

کہاں ہے وہ اور اس کو کہو مجھ سے بات کریں۔ اسرار صاحب نے جلدی سے کہا۔ جی جی میں ابھی کہہ دو گا آپ پریشان نہ ہو کل تک وہ آپ سے رابطہ کر لیں گا۔ علیدا ان نے کہا تو وہ شکریہ ادا کر کے کال کٹ کر گئی اب ان کو کچھ سکون آیا کے زیادہ جہاں بھی ہے ٹھیک ہے بس ایسے گھر نہیں آ رہا وہ پر سکون ہوتے لان سے اٹھ کر واپس اندر کی طرف بڑھے اب ان کو سکون کی نیند آنی تھی باپ تھے بھلے ماضی میں ان سے جو کوتاہیاں ہوئی تھی وہ اب دوبارہ اس کو دہرا نہ نہیں چاہتے تھے اور ایسا نہیں تھا کے ماضی میں ان کو زیادہ سے محبت نہیں تھی بس وقت ایسا آ گیا تھا کے ان سے وہ سب کچھ ہو گیا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔



بہت وقت تک شاور لینے کے بعد اس کو اپنا آپ ہلکے پھلکے محسوس ہوا وہ ٹاول بالوں میں لپیٹی واشر و م سے نگی تو اس کو ائے سی کی تیز کولنگ کی وجہ سے ٹھنڈ محسوس ہوئی ی باہر جو بھی مگر کمرے میں تو گرمیوں کا اس کو پتا ہی نہیں لگ رہا تھا اس کو کہا عادت تھی ائے سی میں رہنے کی اپنی سوچ پہ وہ خود ہی طنزیہ مسکرائی اور مرر کے سامنے کھڑی

ہوئی اس کو نہیں تھا پتا زیاد کہاں گیا ہو گا اور نہ اس کو دلچسپی تھی یہ جاننے میں وہ سر جھٹکتی بالوں کو ٹاول سے آزاد کرنے لگی تو پورے الجھے بال کمر پہ بکھر گئی پانی ٹپک بہہ رہا تھا آرزو نے لب دانتوں تلے دبائے خود کو آئی نے میں دیکھا جہاں اس کا عکس چمک رہا تھا چہرے پہ زردی ختم ہو گئی تھی اس کا رنگ پہلے کی طرح چمک رہا تھا اور گال سرخ سے تھے آرزو نے ٹاول اٹھایا اور بالوں کو رگڑتے بیڈ پہ بیٹھ گئی تاکہ سوکھ جائے تو وہ کنگھی کر سکے اس نے بالوں کو دونوں کندھوں پہ ڈالا اور کچھ پیچے کمرے میں چھوڑے اس کے بال پہلے کی نسبت اور لمبے اور گھنے ہو گئے تھے جس سے اس کو کوفت ہوتی تھی کیوں کی بالوں کو سنوارنے میں مشکل پیش آتی تھی آرزو نے جیسے ہی بیڈ کی سائیڈ پہ ٹاول رکھا تھا تو زیاد بھی کمرے میں داخل ہوا جس کے ہاتھ میں مختلف شاپرز اور بیگنز تھے آرزو کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا تھا جو گیلے کھلے بال اور پنک نائیٹ سوٹ میں سرخ گالوں سمیت بہت خوبصورت لگ رہی تھی زیاد کی نظریں اس کے بالوں پہ ٹھیر گئی تھی جو کافی لمبے تھے جب کی آرزو خواہ مخواہ کنفیوز ہو رہی تھی زیاد کی نظریں خود پہ محسوس کرتے زیاد مسکراتا شاپرز کا بیڈ پہ رکھے اور آرزو کو مخاطب کیا۔

میں ابھی کے لیے تمہارے لیے نوڈلز سوپ لایا ہوں تم وہ پینا اینڈ اس کے بعد تمہیں دوائی لی لی ہے میں اپنی پسند کے کچھ ڈریسر بھی لایا ہوں تم دیکھ لینا باقاعدہ شاپنگ ہم تب کریں گے جب اپنے گھر جائیں گے۔ زیادہ کی بات یہ آرزو چونک گئی اپنے گھر سے کیا مراد کیا یہ زیادہ کا اپنا گھر نہیں تھا آرزو کا دل کیا پوچھے مگر ہائے آرزو کے اندر انا جاگ گئی تھی جس نے پوچھنے سے روک دیا۔

میں آتا ہوں کچھ کچن سے سامان لے آؤ۔ زیادہ دوبارہ کہتا باہر گیا دو منٹ بعد آیا تو اس کے ہاتھ میں باؤل اور پلیٹیں تھی زیادہ نے سوپ باؤل میں ڈال کر آرزو کو دیا جو آرزو نے تھام لیا اس نے کبھی نوڈلز سوپ پینا تو دور دیکھ بھی پہلی دفعہ رہی تھی اس نے زیادہ کو دیکھا جو شاپنگ بیگز نیچے قالین پہ رکھ رہا تھا اور باقی شاپر زور کیے ایک شاپر کھول رہا تھا جس میں پیزا تھا شاید وہ اپنے لیے لایا تھا آرزو کو یہی لگا زیادہ کو دیکھنے کے بعد وہ سوپ پینے میں مگن ہو گئی جو اس کو بہت پسند آیا زیادہ بیڈ پہ آیا اور سے کچھ دور ہو کر پیزا کے دو پیس الگ پلیٹ میں رکھ کر آرزو کی طرف رکھا اور خود پیزا کھانے میں محو ہو گیا۔ یہ میں نہیں کھاؤں گی۔ آرزو خالی باؤل سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی ہوئی زیادہ سے بولی۔ کیوں؟ زیادہ نے پوچھا۔

بس سوپ کافی تھا۔ آرزو بیڈ سے اٹھتی ہوئی بولی۔

اچھا پر شاید دیر کو بھوک لگے تو کچھ کھالینا میں کچن میں سامان سیٹ کر رہا ہوں تمہارے لیے میں اور بھی چیزیں لایا ہوں لائی یک چپس چاکلیٹس وغیرہ جب بھوک لگے تو کھالینا۔ زیادہ پیزا کھاتے ہوئے بولا۔

ہم۔ آرزو اتنا کہتی ڈریسنگ ٹیبل کے پاس کھڑی ہو کر بال سنوارنے لگی زیادہ آرزو کو دیکھا جو بالوں کو برش کرنے میں بڑی تھی آرزو کے بال اتنے بڑے ہو گے زیادہ کو اندازہ نہیں تھا زیادہ پیزا کھانے کے بعد اٹھا اور سارے شاپر ز اٹھا کر باہر کی جانب گیا کچن میں آکر اس نے جوس وغیرہ کا سامان فریج میں رکھا اور سینڈوچز بھی اس نے فریج میں رکھ کر اس نے چاکلیٹس کا پیکٹ فریج کے اوپر والے خانے میں رکھا سارا سامان اس نے فریج میں سیٹ کیا مگر کچن کی حالت سدھارنے کی زحمت نہیں کی جو جوں کی توں تھی زیادہ واپس کمرے میں آیا اور برتن اٹھائے باہر گیا اور کچن میں آکر سنک کے پاس رکھ دیئی۔ کمرے میں دوبارہ آیا تو آرزو ابھی بھی بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔

آرزو دو آئی لیٹی ہے تمہیں۔ زیادہ بیڈ پہ بیٹھتا ہوا بولا۔

بعد میں کھالوں گی۔ آرزو نے جواب دیا۔ زیادہ نے قالین سے شاپنگ بیگزا اٹھائے اور کمرے میں جگہ دیکھنے لگا کہ کہاں رکھے مگر کوئی جگہ سمجھ نہیں آئی تو اس نے ان کو اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس رکھ دیا اور آرزو کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کے کندھے

پہ ٹھوری ٹکائی ی۔ آرزو کے ہاتھ تھمتھے تھے زیاد کو اپنے پاس دیکھ کر جب کی زیاد
 آئی نے میں خود کو اور آرزو کو دیکھ کر رہے تھا
 پیچھے ہٹے۔ آرزو نے زیاد کو دور کرنا چاہا مگر زیاد نے اپنا ہاتھ اس کی کمر کے گرد رکھے۔
 تم بہت پیاری ہو مگر پتا ہے مجھے تم میں کیا اچھا لگتا ہے؟ زیاد نے محبت سے چور لہجے میں
 آرزو سے کہہ کر اس سے پوچھا۔

مجھے نہیں کرنا پتا اور آپ دور ہٹے۔ آرزو تپ کے بولی تو زیاد نے مسکراہٹ دبائی ی۔
 پر مجھے بتانا ہے۔ زیاد نے بڑی سنجیدگی سے کہا جب کی آنکھوں میں شرارت واضح
 تھی۔

مجھے نہ تمہارے گال بہت اٹریکٹ کرتے ہیں جب بھی دیکھتا تھا نہ ان کو کھینچنے کا دل کرتا
 تھا مگر تب میرا حق نہیں تھا مگر اب میرا حق ہے۔ زیاد اس کے کان کے پاس سرگوشی
 نما آواز میں کہتا اپنا ایک ہاتھ اس کے گال پہ رکھا آرزو کو اپنے اندر سنسنی ڈورتی محسوس
 ہو رہی تھی زیاد کا ہاتھ اپنے چہرے پہ محسوس کر کے کسی کرنٹ سے کم نہیں نہیں لگ
 رہا تھا جب کی زیاد نے اپنا چہرہ اس کے بالوں میں چھپا لیا کچھ منٹ بعد خود ہی وہ اس سے
 الگ ہوا اور اس کا چہرہ اپنی طرف کیا آرزو کو لگ رہا تھا وہ اب گرپڑے گی اس کی ٹانگیں
 کپکپانے لگی تھی زیاد مسکراتا اس کے گال پہ جھک گیا آرزو نے آنکھیں بند کیے اپنے ہاتھ

زیادہ کے سینے پہ کر کے اس کو دور کرنے کی کوشش کرنے لگی جب کی زیادہ اب
دوسرے گال پہ جھک رہا تھا وہاں بھی اپنا لمس چھوڑ کر وہ سیدھا ہو کر آرزو سے کچھ دور
ہو کر کھڑا ہو کر آرزو کو دیکھنے لگا جس کی حالت بری ہو رہی تھی جب کی چہرہ بلش کر رہا
تھا آنکھیں ہنوز بند تھیں۔

میں باہر لائی ونج میں ہی ہوں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتانا۔ زیادہ نے مسکرا کر کہا اور
جانے کے لیے پلٹ گیا دروازے بند ہونے کی آواز پہ آرزو نے اپنی آنکھیں کھولی اور
ڈریسنگ ٹیبل پہ ہاتھ رکھ کر سہارہ لیا اس کو زیادہ سے اتنی جرئت کی توقع نہیں تھی اس
کو اب زیادہ سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔



میں آج پنڈی کے لیے نکل رہا ہوں۔ وقاص نے بریک فاسٹ کرتے احمد سے کال پہ
کہا۔

میں بھی دو دن تک پنڈی کے لیے نکلوں گا۔ احمد نے جواب کہا۔

زیادہ کی کوئی خبر؟ وقاص نے جو س کا گلاس پکڑ کر پوچھا۔

ابھی بات نہیں ہوئی میری اس سے۔ احمد نے بتایا۔

اچھا علیحدہ ان سے بات ہو تو بتانا اور کہنا کے زیادہ سے رابطہ کرے۔ وقاص نے کہا۔

کوئی بات ہوئی ہے کیا؟ احمد نے پوچھا

نہیں شاید وہ دونوں ساتھ نکلے پنڈی کے لیے ہمارے ساتھ تو نہیں آرہے وہ ویسے

اصولن تو ہمیں ساتھ چلنا چاہیے۔ وقاص نے ناک سکوڑ کر کہا۔

کام نہ ہوتا تو ساتھ ہی ہوتیں۔ احمد نے وجہ بتائی۔

ہم اوکے۔ وقاص نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔



بابا ناشتہ کر کے جائے تیار ہے۔ روشنا ایاز صاحب کو باہر جاتے ہوئے دیکھا تو فوراً سے کہا۔

چائے پیئی تھی اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ ایاز صاحب سنجیدگی سے بولے

رات میں بھی آپ نے کھانا ٹھیک سے نہیں کھایا تھا۔ روشنا فسوس سے بولی۔

بیٹا بھوک نہیں تھی مجھے دیر ہو رہی ہے میں چلتا ہوں خدا حافظ۔ ایاز صاحب کہتے باہر

کی جانب چلے گئی۔ روشنا نے مایوس سے ان کو جاتا دیکھا گھر میں عجیب سا سکوت

چھایا ہوا تھا کیوں کی اب چہکنے والی ہستی آرزو نہیں تھی جو جاتے جاتے شاید گھر کا سکون

بھی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

آرزو تم نے کیا کر دیا۔ روشنا تاسف سے آرزو کو خیالوں میں یاد کرتے ہوئے بولی۔

روشنا تم خود تو ناشتہ کرو۔ زرینہ بیگم کپڑوں کا ڈھیر لاتی ہوئی بولی۔

ہاں اماں کر لوں گی۔ روشنا کہتی کمرے کی طرف گئی زرینہ بیگم خاموش سے کپڑوں کو صوفہ پہ رکھا۔

جانے زندگی کیا کیا دیکھائے گی اس عمر میں۔ زرینہ بیگم بڑبڑاتی ہوئی بیٹھ گئی۔



عاشر کالج کیوں نہیں جا رہے ہو تم؟ عاشر بیڈ پہ لیٹا تھا تھے پہ بازوؤں ٹکائے ہوئے تھا جب نصرت بیگم اس کے کمرے کی لائیٹ آن کرتی ہوئی پوچھنے لگی۔

کچھ دن بعد جاؤں گا۔ عاشر نے ویسے ہی لیٹ کر جواب دیا۔

پڑھائی میں حرج ہو گا اور تم نے کتنی محنت کی ہے ڈاکٹر بننے کے لیے اور خواب دیکھے ہیں اور اب ایسے لاپرواہ بن رہے ہو۔ نصرت بیگم اس کو دیکھتی ہوئی بولی جو تین چار دنوں سے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔

امی آپ کو لگتا ہے آرزو ایسا کر سکتی ہے جیسا خالا والوں کو لگ رہا ہے۔ عاشر نے ان کی بات جیسے سنی ہی نہیں تھی عاشر کی بات پہ نصرت بیگم تعجب سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی جو سنجیدہ سا تھا عاشر کا مر جھایا اور سپاٹ چہرہ دیکھتی وہ گہری سانس لینے لگی وہ جانتی تھی عاشر آرزو کے لیے پریشان ہے اس وجہ سے ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھاتا تھا اور نہ زیادہ بات چیت کرتا تھا جب سے زرینہ بیگم کے گھر سے لوٹا تھا انہوں نے تو عاشر کو مسکراتا ہوا بھی نہیں دیکھا تھا۔

اللہ بہتر جانتا ہے۔ نصرت بیگم صوفہ پہ بیٹھتی ہوئی ی بولی عاشر بھی اٹھ کر بیٹھ گیا اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں جو ٹھیک سے نیند نہ لینے کی چغلی کھا رہی تھی بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے نصرت بیگم کا دل کٹ سا گیا تھا عاشر کو ایسی حالت میں دیکھ کر۔ بیشک مگر آپ اپنا بتائیں آپ کو کیا لگتا ہے۔ عاشر نے دوبارہ پوچھا۔

میرا دل نہیں مانتا ایسا کچھ ہوتا تو آرزو خود ہی کہہ دیتی کوئی ی بات تو ہے جو ہم نہیں جانتے۔ نصرت بیگم نے کہا۔

امی آرزو ایسا کر ہی نہیں سکتی مجھے اس پہ یقین ہے۔ عاشر پختگی سے بھرے لہجے میں کہا۔

عاشر تم نے اپنا حلیہ ایسا کیوں بنایا ہے میں جانتی ہوں آرزو کو لیکر پریشان ہو مگر اپنے آپ پہ تو توجہ دو تمہارے بابا پتا لگا تو جانے کیا مطلب نکالے۔ نصرت بیگم نے عاشر سے کہا جو سوچ میں گم تھا۔

میں ٹھیک ہوں میری جب تک آرزو سے بات نہیں ہو جاتی تب تک مجھے سکون نہیں آئے گا اس کی بات خالا خالوں اور روشنا آپ نے نہیں سنی مگر میں سنوں گا اور یقین بھی کروں گا۔ عاشر تیز آواز میں بولا تو نصرت بیگم اس کو دیکھتی رہ گئی۔



احمد تم ایک دن کے لیے ملازمہ کا بندوبست کرو اور یہاں کا ایڈریس دو۔ زیاد فون پہ احمد سے بولا۔

ایک تو تم ابھی تک ہمایوں کے فلیٹ میں ہو تو ملازم کا کیا کرنا ہے وہ بھی ایک دن کے لیے گھر جاؤ اپنے اور آرام سے رہو۔ احمد نے تنک کے کہا۔
مشورہ نہیں مانگا اور ملازم نہیں ملازمہ۔ زیاد نے جتائے ہوئے لہجے میں کہا۔
ہاں ہاں وہی ملازمہ پر کیوں؟ احمد نے کہا۔

گھر کی صفائی کروانی ہے۔ زیاد نے کچن کہنے سے گریز برتا۔

اچھا تم خود کر لوں صفائی۔ احمد پھر سے مشورہ دیا۔
اب اگر اپنے جیسا مشورہ دیا نہ تو سارے فلیٹ کی صفائی کرواؤ گا تم سے۔ زیاد نے سخت لہجے میں کہا۔

اچھا بابا اچھا نہیں دیتا میں مشورہ اور ملازمہ کا بندوبست ہو جائے گا۔ احمد ہنس کے بولا تو زیاد کی نظر سامنے سے آتی آرزو پہ پڑی جو آنکھیں مسلتی ہوئی آرہی تھی زیاد کے لبوں پہ تبسم کھلا۔

بعد میں بات کرتا ہوں۔ زیاد نے احمد سے کہتے کال کٹ کی آرزو زیاد کے سامنے کھڑی ہوئی۔

مجھے بات کرنی ہے آپ سے۔ آرزو زیاد سے بولی جو یک ٹک اس کو دیکھ رہا تھا آرزو کی بات پہ وہ اس کا ہاتھ پکڑتا اپنے ساتھ بیٹھانے لگا اور دونوں ہاتھ تھام لیے۔

کرو بات۔ زیاد نے اس کے ہاتھ اپنے ہونٹوں پہ لگائے کہا آرزو پزل ہوتی نیچے دیکھنے لگی۔

وہ مجھے میرے گھر جانا تھا۔ آرزو نے کہا تو زیاد کے تاثرات ایک منٹ میں بدلے تھے۔

تمہارا گھر اب وہ ہے جہاں میں رہوں گا۔ زیاد نے کہا۔

مجھے ان سے بات کرنی ہے میں جاؤں گی ان کے پاس۔ آرزو نے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا مگر زیاد کی گرفت مضبوط تھی۔

ناشتے میں کیا لوں گی؟ زیاد اس کی بات نظر انداز کیے بولا۔

زہر لوں گی۔ آرزو سیخ پا ہو کر بولی۔

آرزو کیوں میرا اور اپنا موڈ خراب کر رہی ہو صبح صبح ایسی باتیں کر کے۔ زیاد نے اس گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

میری پوری زندگی خراب ہو رہی ہے اور آپ کو اپنے موڈ کی پڑی ہے۔ آرزو جھنجھلا کر بولی۔

تم بیٹھو میں تمہارے لیے ناشتہ لے آتا ہوں۔ زیاد نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا جب کی آرزو گنگ سی پاگل بنے زیاد کو دیکھ رہی تھی جس پہ اس کی بات کا اثر بہہ نہیں ہو رہا تھا زیاد کچن کی طرف گیا تو آرزو پہ اٹھتی کمرے میں گئی دروازہ لوک کر لیا اور اس پہ اپنی پشت ٹکاتی بیٹھتی چلی گئی۔ زیاد ٹرے میں سینڈوچ اور جوس سجا تالائی ونج میں آیا تو خالی لائی ونج دیکھ کر وہ آرزو کے کمرے کی طرف دیکھا دروازہ لاک دیکھ کر زیاد نے زور سے پیر دروازے پہ مارا۔

آرزو دروازہ کھولو یہ کیا طریقہ ہے۔ زیاد نے دروازہ کھٹکھٹا کر زور آواز میں کہا جب کی دوسری طرف گھٹنوں کے درمیان سردی آئی آرزو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آرزو دروازہ کھولوں ورنہ میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا اس کو توڑنے میں۔ زیاد نے دھمکی دی۔

مجھے نفرت ہے آپ سے سنا آپ نے اور میں آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی کبھی بھی نہیں مجھے بس میرے گھر جانا ہے۔ آرزو چیخ کے بولی جب کی زیاد کے دل میں کچھ ٹوٹا تھا اتنا آسان کہاں تھا اس کے لیے اپنی محبت کے منہ سے نفرت کا اظہار سننا زیاد نے گہری سانس لیکر خود کو کمپوز کرنا چاہا۔

آرزو ابھی تم غصے میں ہو ر لیکس کرو اس کے بعد آرام سے بات کریں گے۔ زیادنے
آرزو کو سمجھانا چاہا۔

میں تب بھی یہی کہوں گی اور اب بھی یہی کے مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔ آرزو
ویسے ہی جواب دیتی بولی تو زیادنے آنکھیں بند کر کے کھولی یہ اتنا آسان نہیں تھا جتنا
اس نے سوچا اس کو لگا تھا آرزو اس کی محبت دیکھ کر سلینڈر کر لیں گی اس کو کیا پتا تھا وہ
ایسا رویہ اختیار کریں گی۔

دل تجھ پہ فدا ہوا

کعبخت شوق سے تباہ ہوا

آرزو ناشتہ کرو اس کے بعد بھلے دروازہ بند کرنا۔ زیادنے منت کی مگر اس بار کوئی ی
جواب نہیں آیا تو زیاد وہاں پلٹ گیا جب کی آرزو پھوٹ پھوٹ کر رونے میں لگ
گئی



آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ماہی بیگم نے ابرار صاحب کو کپڑے بیگ میں پیک کرنے کا کہا
تو انہوں نے پوچھا۔

لاہور میں کوئی کام ہے وہاں جا رہا ہوں تم پکنگ کر لینا۔ ابرار صاحب شوز کے تسمے
باندھتے ہوئے بولے۔

خیریت ہے نہ۔ ماہی بیگم نے پوچھا۔

ہاں اللہ کا کرم ہے۔ ابرار صاحب اٹھتے ہوئے بولے۔

موم ڈیڈ میں آ جاؤں؟ زارون دروازے کے قریب آتا اجازت لینے لگا۔

ہاں آ جاؤ۔ ماہی بیگم نے اجازت دی تو وہ اندر داخل ہوا۔

ڈیڈ میرے دوست ٹرپ پہ جارہے ہیں تو میں ان کے ساتھ جاؤں گا آج شام

کو۔ زارون نے بتایا۔

کتنے دنوں کا ٹرپ ہے؟ ابرار صاحب نے پوچھا۔

ایک مہینے کا۔ زارون ماہی بیگم کی طرف دیکھ کر ابرار صاحب سے بولا۔

ایک مہینہ زیادہ ہے تم اپنی پڑھائی پہ فوکس کرو نہ کی دوستوں میں زیاد کی طرح

ٹائی م ویسٹ کرو۔ ابرار صاحب اس کی بات پہ بھڑک اٹھے۔

زیاد کا کیا ذکر یہاں۔ ماہی بیگم کو ان کا کہنا برا لگا تو فوراً سے کہا۔

تو کیا وہ نہیں کرتا اب بھی ان کے ساتھ آوارہ گردی کر رہا ہو گا اور جان سولی پہ

بھائی کی لٹکائی ہے۔ ابرار صاحب سخت ہوئے جب کی زارون پریشانی سے ان کی

طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ کہنے کیا آیا تھا اور بات شروع کونسی ہو گئی تھی۔

بنا جانے بس زیاد کو برا کہی ئی یے گا۔ ماہی بیگم گھور کر کہتی کمرے سے نکل گئی۔

ڈیڈ۔ ماہی بیگم کے جانے کے بعد زارون نے ابرار صاحب کو مخاطب کیا۔
 جاؤ بھئی ایک مہینے کے لیے یاد و مہینوں کے لیے ہر کسی کو اپنی پڑی ہے یہاں۔ ابرار
 صاحب جھلا کر بولے تو زارون کی ہنسی نکلتے نکلتے رہ گئی۔
 شکریہ ڈیڈ۔ زارون کہتا جلدی سے کمرے سے واک آؤٹ کر گیا جب کی ابرار صاحب
 نفی میں سر ہلانے لگے۔



پورا دن گزر گیا تھا مگر آرزو نہ باہر آئی اور نہ دروازہ کھولا زیاد پریشانی سے دروازے
 کے سامنے چکر لگاتا اور واپس ہٹ جاتا اس کو ڈوپلیکیٹ چابیاں مل گئی تھیں پر وہ آرزو
 کو وقت دینا چاہتا تھا تاکہ وہ خود ہی ٹھیک ہو مگر اس کو پریشانی بھی تھی کہ اس کی طبیعت
 نہ بگڑ جائے اور ایک آرزو تھی جس نے ضد پکڑ لی تھی کہ کچھ بھی ہو جائے اس کی بات
 نہیں ماننی احمد کا بھیجا گیا ملازم اس کو مل گیا تھا اس نے تو ملازمہ کا کہا تھا مگر احمد نے کہا
 ایک دن کی بات ہے صفائی کروالے تو زیاد نے اس کو سیدھا کچن میں چھوڑ کر اس کو
 ٹھیک کرنے کا کہا تھا اور کام ہو جانے کے بعد پٹی سے دے کر اس کو فارغ کیا تھا اور
 اب زیاد اپنا سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا جب اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا
 تو جھٹ سے سراٹھایا تو دنگ رہ گیا بکھرے بال سو جھی آنکھیں لیے آرزو سنجیدگی سے

اس کو دیکھ رہی تھی زیادہ کو اپنا آپ کھائی میں گرتا محسوس ہو رہا تھا وہ فوراً سے اٹھا اور آرزو کو کندھوں سے پکڑا۔

کیوں کر رہی ہو ایسا کیوں مجھے تکلیف دینے کے لیے خود کو تکلیف پہنچا رہی ہو۔ زیادہ جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

ایک دفعہ فون پہ ہی بات کروادے۔ آرزو کی بات پہ وہ اس کو دیکھتا رہ گیا جس کو ابھی بھی بس گھر والوں کی پڑی تھی جنہوں نے بنا اس کی بات سننے گھر سے بے دخل کر لیا تھا۔

یہاں بیٹھو۔ زیادہ نے اس کو صوفہ پہ بیٹھایا اس کو بیٹھا کر زیادہ نیچے اس کے قدموں کے پاس بیٹھا اور نرمی سے بات شروع کی۔

میں وعدہ کرتا ہوں سب ٹھیک کر لوں گا تمہارا باپ خود تم سے ملنے آئے گا اور تمہاری ماں تمہیں سینے سے لگائے گی پر تم ایسے خود کو تکلیف نہیں دو کچھ صبر کرو اس کے بعد۔ آرزو اس کی بات پہ زیادہ کا چہرہ دیکھنے لگی جہاں سچائی تھی پر آرزو کا اعتبار زیادہ سے اٹھ گیا تھا۔

میری قسم کھائے۔ آرزو بہت دیر بعد بس یہی کہا جب کی زیادہ بو نچکار کے رہ گیا آرزو کی بات سن کر۔

آرزو۔ زیاد غصے سے بولا۔

کیا آرزو آپ بس میری قسم کھائے اگر آپ نے اپنی بات پوری نہیں کی تو میں دعا کروں گی اس دن میری موت

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی

ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے

ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات

کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین

مجھے تمہاری قسم آرزو میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا اگر میں اپنی بات پوری نہ کروں تو

میری موت اس طرح سے ہو کے لاش بھی نہ ملے۔ آرزو کی بات بیچ میں ٹوک کر زیاد

سپاٹ انداز میں بولا آرزو کی بے اعتباری نے اس کو دکھ پہنچایا تھا۔

ٹھیک ہے۔ آرزو نے سر ہلایا اور اپنی آنکھیں صاف کی۔

میں نے تمہاری بات مانی اب تم بھی مانو فریش ہو جائے پھر باہر چلتے ہیں۔ زیادہ نے کہا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی اٹھ کر کمرے کی طرف بڑگی زیادہ بھی فریش ہونے کے لیے اٹھ گیا۔ آرزو کمرے میں آکر زیادہ کے دیئے ہوئے بیگز میں سے ایک بیگ لیا اور واٹر وم گئی۔ شاو ر لیکر باہر آئی تو مرر کے سامنے اپنا جائی زہ لینے لگی سکن کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی شیفون کا ڈوپٹہ اس نے ایک شانے پہ ٹکایا تھا ڈریس پورا اس کی ناپ کا تھا آرزو کی آنکھوں میں ستائی ش ابھری تھی وہ زیادہ تر فراق پہنتی تھی مگر سکن کلر کی قمیض اور اسکن ٹرائی وزر میں وہ اپنی عمر سے بڑی لگ رہی تھی آرزو ڈوپٹہ اتار کر بیڈ پہ رکھا اور بالوں میں برش پھیرنے لگی ربن تو تھا نہیں اس لیے ان کو کھلا ہوا چھوڑ دیا چپل کی تلاش میں اس نے نظر گھمائی تو بیڈ کے پاس سینڈل نظر نہیں آئی مگر اپنے ڈریس کے ساتھ اس کو ٹھیک نہیں لگا تو اس نے اپنی سادہ چپل پہن لی جو یہی پہ موجود تھی ڈوپٹہ کندھے پہ رکھ کر وہ باہر آئی تو زیادہ بھی اس کے انتظار میں تھا آرزو چلتے ہوئے اس کے پاس جانے لگی جس کی پشت اس کے سامنے تھی آرزو کی موجودگی محسوس کر کے زیادہ نے اس کی طرف چہرہ موڑا تو مبہوت رہ گیا اس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کب آرزو زیادہ پیاری لگ رہی تھی جب بھی دیکھتا اس کو پہلے کی نسبت پیاری لگتی زیادہ سوچتا رہ گیا وہ اتنی سادگی میں ہی اس کو خوبصورت لگتی

ہے جب وہ مکمل طور پہ تیار ہوتی ہوگی تو جانے اس کا کیا حال ہوگا اس کو دیکھ کر آرزو نے پھر زیادہ کو خود کو دیکھنے میں گم پایا تو عجلت بھرالہجہ اپناتے ہوئے بولی۔

میری چادر نہیں ہے باہر کیسے چلوں گی یہ بہت باریک سا ہے۔ آرزو کی بات پہ وہ ہوش میں آیا تھا اور اپنی حالت پہ ہنسی آئی۔

کوئی بات نہیں تم ابھی یہی سر پہ اوڑلو باہر جا رہے ہیں تو دوسری لیں گے۔ زیادہ نے مسکرا کر کہا تو آرزو نے بس سر کو جنبش دی۔

ایک منٹ اندر آنا۔ زیادہ نے اس کا ہاتھ تھام کر اندر کمرے میں لے آیا۔

کیا ہوا؟ آرزو کو سمجھ نہ آیا۔

تم بیٹھو۔ زیادہ نے اس کو کائی ونچ پہ بیٹھایا اور خود بیگز کی جانب آیا اور ان میں سے ایک گلابی رنگ کا بیگ اٹھایا اور دوسرا بیگ ہاتھ میں لیا۔

اس میں تمہارے کا سٹیمپٹکس کا سامان ہے اور یہ میچنگ سینڈل ہے جو تم اس ڈریس کے ساتھ پہنوں گی۔ زیادہ نے آرام سے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر جانے کیا مزہ آتا تھا اس کو آرزو کے قدموں کے پاس بیٹھ کر۔

میں خود پہن لوں گی۔ آرزو نے اس کو ڈبے میں سے سینڈل نکالتا دیکھا تو فوراً سے کہا۔

میں پہنا دیتا ہوں نہ۔ زیاد عام انداز میں بولا۔
 نہیں۔ آرزو نے اپنے پاؤں پیچے کر لیے جب کی زیاد نے نفیس سی اسکن کلر کی پینسل
 ہیل والی سینڈل اپنے ہاتھوں میں لی اور بنا اس کی حرکت کانوٹس لیے اس کا پیر اپنے
 گھٹنے پہ رکھا اور اس کی پہنی ہوئی ی چیل اُتار کر سینڈل پہنانے لگا آرزو تو بس حیرت سے
 اس کو دیکھ رہی تھی جو بنا ماتھے پہ شکن لائے اس کے پیروں میں سینڈل پہنا رہا تھا کیا
 کوئی ی مرد عورت کے قدموں میں بیٹھتا ہو گا اس نے سوچا مگر کوئی ی جواب نہیں ملا
 وہ سمجھ نہ آئی اتنے خوب و اور کی ئی رنگ شوہر ملنے پہ وہ ناز کریں یا اپنے گھر والوں
 سے الگ ہونے پہ ماتم کریں اس کی سوچ سے بے خبر زیاد پورے دھیان سے اس کو
 سینڈل پہنانے کے بعد اس کے پاؤں دیکھ رہا تھا جس پہ اسکن کلر کی سینڈل آرزو کے
 گلابی پاؤں میں بہت بچ رہی تھی۔

چلیں۔ زیاد اٹھتا ہوا بولا تو آرزو خیالوں سے نکل کر ہوش میں آئی ی اور زیاد کے پیچے
 چلنے لگی زیاد ڈرائی یونگ سیٹ پہ بیٹھا تو آرزو بھی فرنٹ سیٹ کی طرف آئی ی۔

سیٹ بیلٹ باندھ لیتا ہوں۔ زیاد نے کہا
 میں کر لوں گی۔ آرزو نے کہا اور سیٹ بیلٹ باندھنے لگی زیاد آرزو کو دیکھنے لگا جو سیٹ
 باندھنے کی کوشش کر رہی تھی اور آخر کار ٹیڑھا میڑھا اس نے باندھ ہی لیا تھا جس سے

وہ خوش ہو گئی تھی زیادہ خوشی ہوئی کی کسی بہانے آرزو کے چہرے پہ کچھ مسکراہٹ تو آئی زیادہ بھی مسکراتا گاڑی سٹارٹ کرنے لگا آرزو گاڑی کا شیشہ نیچے کرتی باہر کا نظارہ دیکھنے لگی۔



پہلے کہاں چلیں؟ زیادہ نے گاڑی ڈرائیو کرتے آرزو سے پوچھا۔
سب اپنی مرضی سے کرتے ہیں اس میں بھی اپنی مرضی کریں۔ آرزو نے بنادیکھے کہا تو زیادہ نے گہری سانس لی اور گاڑی مال کے سامنے روکی گاڑی رکنے پہ آرزو نے زیادہ کو دیکھا جو سیٹ بیلٹ کھول رہا تھا آرزو بھی بنا سوال کی سیٹ بیلٹ کھولنے لگی اور گاڑی سے اُتری تو آنکھیں پھاڑ کر سامنے مال کو دیکھنے لگی جو رات ہونے کی وجہ سے باہر سے جگمگا رہا تھا آرزو اتنے بڑے مال کو دیکھ کر زیادہ کو دیکھنے لگی جو اس کے ساتھ کھڑا ہوا تھا آرزو کو سمجھ نہیں آیا وہ ایک چادر لینے اتنے بڑے مال میں آئی تھیں جہاں رات ہونے کے باوجود بھی لوگوں کی افراتفری تھی۔

ہمیں یہاں بس چادر لینے آئی ہیں؟ آرزو زیادہ دیر تک اپنی حیرت چھپا نہیں پائی۔

نہیں اگر تم کچھ اور لینا چاہو تو لے سکتی ہو ہم یہاں فوڈ کارٹ میں کھانا کھا سکتے ہیں۔ زیادہ نے آرام سے کہا اور اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لیتا مال کے اندر لے جانے لگا

اندر داخل ہوتے آرزو چاروں طرف مال کا معائی نہ بھی کر رہی تھی ایسے مالز میں
 شاپنگ کرنا اس کا بس ڈریم رہا تھا حقیقت میں بھی آئے گی یہ اس نے خواب میں بھی
 نہیں سوچا تھا زیادہ اس کو ایک شاپ پہ لے آیا اور مختلف ڈیزائن کی چادریں شال اس
 کو دیکھنے کا کہا

آرزو کو سمجھ نہیں آیا کونسی لے اس کو تو بس خود کو ڈھانپنا تھا اور یہاں اتنی ساری دیکھ کر
 اس کو اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہو رہا تھا زیادہ اس کو خاموش دیکھتا خود ہی چار سے پانچ
 مختلف چادریں اور ایک شال آرزو کے اُپر اوڑدی آرزو تو سب کے سامنے زیادہ کی حرکت
 پہ گھور کر رہ گئی جب کی سیل گر لڑ مسکرا کر ان کو دیکھ رہی تھیں۔ زیادہ نے بیگ پکڑا
 اور آرزو کو لیے جیولری شاپ لے آیا۔

اب ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟ آرزو تپ کے بولی۔

تمہیں رونمائی کا تحفہ نہیں دیا تھا نہ وہ خریدنے آئے ہیں۔ زیادہ نے فوراً سے کہا
 ہاں جیسے شادی تو بہت شاندار طریقے سے ہوئی تھی نہ بس یہ تحفہ رہتا تھا۔ زیادہ کی
 بات پہ آرزو طنز یہ کہا زیادہ کو لگا جیسے آرزو اس کا دل اپنے پیروں کے نیچے مسل رہی
 ہو۔

آپ کوئی سیمل مگر خوبصورت بریسلٹ کے ڈیزائن دیکھائے۔ زیاد آرزو کی بات
نظر انداز کیے جیولر سے بولا

تو جیولر نے بہت سارے بریسلٹ زیاد کے سامنے کیے۔ زیاد سب پہ نظر ڈالتا ایک
ستاروں کی ڈیزائن سے بنا بریسلٹ اپنے ہاتھ میں لیا جس کے بیچ چاند نماسی لڑی لٹک
رہی تھی آرزو بھی زیاد کے ہاتھ میں بریسلٹ کو دیکھا پھر چہرہ دوسری طرف کر لیا۔
یہ پیک کر دیں۔ زیاد نے بریسلٹ پیک کرنے کہا اور بل پے کیا آرزو کو لیے باہر آیا۔
میں اب اور نہیں چل رہی آپ مجھے گھر لیں چلے۔ آرزو نے زیاد کی پھر کسی شاپ پہ جاتا
دیکھا تو کہا۔

اتنا وقت بھی نہیں ہوا خیر ڈنر کر کے چلتے ہیں۔ زیاد نے آرزو سے کہا اور فوڈ کارٹ کی
طرف بڑھا۔

آہستہ چلیں میں گرجاؤں گی۔ آرزو اپنی شال جو بار بار ہیل میں اٹک رہی تھی اس کو
سنجھالتی زیاد سے بولی جو اس کا ہاتھ پکڑتا تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔

ڈونٹ وری میں ہوں نہ سنبھالنے کے لیے۔ زیاد نے چہرہ آرزو کی طرف آنکھ و نک
کرتے ہوئے کہا تو آرزو نے گھور کر زیاد کو دیکھا جواب مسکرا رہا تھا۔

وہ آرزو ہے نہ؟ سول اپنی دوستوں کے ساتھ شاپنگ پہ آئی تھی جب مال میں اپر والے فلور پہ اس کو ایک لڑکی کو زیادہ کے ساتھ دیکھ کر آرزو کا گمان ہوا کیوں کی زیادہ کا چہرہ نظر آگیا تھا مگر آرزو کو شال کی وجہ سے سول کو پہنچانے میں مشکل ہوئی۔

ارے آرزو کہاں آگئی بیچ میں اس کی ایک دوست عدیلہ سول کا مزاق اڑاتی ہوئی بولی۔

آجکل سول کو آرزو بہت یاد آتی ہے۔ دوسری دوست نے بھی لقمہ دیا۔

شٹ اپ گائی یز۔ سول چیخ پڑی تو ان سب نے ہنسا بند کیا۔

وہ آرزو کیسے ہو سکتی ہے اور وہ بھی ایک لڑکے کے ساتھ۔ دوسری دوست نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کہا۔

ہمم شاید۔ سول نے کہا۔

اچھا چلو نیچے ہیں۔ عدیلہ نے کہا تو سب اس کی تلقید میں گئی جب کی سول کا دھیان زیادہ کے ساتھ کونسی لڑکی تھی اس پہ چلا گیا تھا۔

کیا کھاؤ گی؟ زیادہ نے آرزو کے لیے چیخ کر گھسیٹتے ہوئے پوچھا۔

کچھ بھی۔ آرزو زور سے بولی۔ زیادہ خود بھی بیٹھا اس کے بعد ایک لڑکے کو اپنا آرڈر لینے کا کہا آرزو اس پاس دیکھنے لگی جہاں کوئی کیپل کی طرح ایک دوسرے کا ہاتھ

ہاتھوں میں لیے بیٹھا تھا تو کہیں لڑکیوں لڑکوں کا گروپ تھا ہلکہ ہلکہ میوزک رات کی تاریخی میں ایک خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا۔

رومانٹک ماحول ہے نہ؟ زیادہ نے مسکراہٹ ضبط کیے آرزو سے پوچھا جو ابھی تک جائی زہ لینے میں مصروف تھی۔

مجھے کیا پتا۔ آرزو سیدھی ہو کر بولی تب تک ان کا آرڈر بھی آچکا تھا۔

پاستا کہا تھا میں نے۔ زیادہ نے لڑکے سے کہا جو ٹیبل پہ کھانا سیٹ کر رہا تھا۔

سوری سر ابھی لاتا ہوں۔ لڑکا فورن سے کہتا وہاں سے چلا گیا جب کی زیادہ آرزو کو کھانا سرو کرنے لگا آرزو اپنی پلیٹ کو دیکھتی رہی جب زیادہ کا آرڈر آیا اس نے کھانا پھر شروع کیا جب زیادہ نے کھانا سٹارٹ کیا تو زیادہ کے دل نے انجانی خوشی کا احساس جاگا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد زیادہ نے اپنی کرسی آرزو کے کچھ پاس کی تو آرزو نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھنے لگی جواب اپنی پیٹ کی جیب سے سیل فون نکال رہا تھا۔

ایک یادگار سیلفی تو بنتی ہے نہ آخر کار یہ ہمارا پہلا ڈنر ہے وہ بھی باہر۔ زیادہ اس کی آنکھوں کا تاثر پڑھتے محبت سے بولا تو آرزو نے آنکھیں گھمائی ی جب کی زیادہ فرنٹ کیمرہ آن کیے اپنے بالوں میں ہاتھ ڈالے ان کو سہی کرنے لگا جو پہلے ہی ٹھیک تھے زیادہ

کی حرکت پہ کچھ لڑکیوں کی نظر اس پہ ٹھہری تھی آرزو نے جب اپنے پاس والی ٹیبل پہ بیٹھی لڑکیوں کا دھیان زیاد کی طرف دیکھا تو اس کو خواہ مخواہ غصہ آنے لگا۔ اب چلیں۔ آرزو تیکھے لہجے میں بولی تو زیاد حیرت سے اس کی جانب دیکھنے لگا جس کا موڈ اچانک سے خراب ہو گیا تھا۔

ایک سیلفی بھی نہیں۔ زیاد نے جیسے یاد کروایا اور اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تصویریں نکالنے لگا جب کی آرزو کی شعلہ بھری نظریں ان لڑکیوں پہ تھیں جو بنا ارد گرد کا خیال کیے زیاد کو تاڑ رہی تھی زیاد ان سب سے لا پرواہ بنا بیٹھا تھا کیوں کی اس کو ان نظروں کی عادت تھی جب کی آرزو کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ان سب کی آنکھیں نوچ لیتی وہ خود اپنی حالت سمجھ نہیں پا رہی تھی کے اس کو کیوں اتنا برا لگ رہا ہے۔ آرزو فون کی کیمرہ کی طرف دیکھو یا مجھے۔ زیاد نے اس کو مسلسل کہی اور دیکھتا پایا تو جیسے ہو کر بولا اس کی بات پہ آرزو نے گھور کر دیکھا زیاد نے یہ منظر اپنی فون میں کلک کر دیا تھا۔

چلیں اب۔ زیاد مسکرا کر بیگنہاتھ میں لیے بولا آرزو اپنی شال ٹھیک کرتی اٹھی اور وہاں سے گزرنے لگی جہاں وہ لڑکیاں بیٹھی ہوتی تھی ان کی ٹیبل سے پاس گزرتے وقت

آرزو نے جب ایک لڑکی کا پاؤ ٹمبل سے باہر دیکھا تو اپنی ہیل سے اس کا پیر کچلتی بڑے آرام سے گزر گئی

آآآ۔ لڑکی کی زوردار چیخ پہ سب اس کی طرف دیکھنے لگے اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکیوں نے تو اپنے دل پہ ہاتھ رکھ دیا تنی زور سے جو چیخی تھی۔

اندھی ہو گیا۔ جس کا آرزو نے پیر کچلا تھا وہ اپنے سرخ ہوتے پیر کو دیکھتی غصے سے آرزو کو دیکھتی بولی جو چہرے پہ دنیا جہاں کی معصومیت سجائے نا سمجھی سے اس کو دیکھ رہی تھی جیسے اس نے تو کچھ کیا ہی نہیں تھا اور نہ جانتی تھی زیاد بھی جلدی سے آرزو کے پاس آیا اس کو لگا آرزو سے غلطی سے ہو گیا ہو گا۔

جان بوجھ کر تو نہیں ہو اس لیے چیخے مت۔ زیاد نے معاملہ رفع دفع کرنا چاہا۔ آپ کہتے ہیں تو مان لیتے ہیں۔ دوسری لڑکی زیاد کو دیکھ کر دل فریب انداز میں بولی تو اس کی ساتھ کھڑی لڑکیاں بھی تائی دید میں سر ہلانے لگی جب کی جس کا پیر آرزو نے کچلا تھا اس کی تو بس رونے کی کثر رہ گئی تھی آرزو نے گھور کر اس لڑکی کو دیکھا۔ نہ مانے میں نے جان بوجھ کر کیا ہے۔ آرزو نے تنک کر کہا تو سب لوگ حیرت سے اس کو دیکھنے لگے زیاد نے سب کا دھیان آرزو کی طرف پایا تو آرزو کو دیکھ کر کہا۔ آرزو ایسا کیوں بول رہی ہو ہم باہر ہیں اس لیے مزاق مت کرو۔

سے سوری۔ لڑکی چیخ کر آرزو سے بولی تو زیاد نے ناگوار نظر اس لڑکی پہ ڈالی۔

میری جوتی۔ آرزو نے ٹھینکا دیکھایا۔

کیا ہو رہا ہے یہاں۔ مینیجر نے رش دیکھا تو وہاں آکر بولا۔

نتھنگ آپ بس ان پاگل لڑکیوں کو سمجھائے جو تماشا کر رہی ہیں۔ زیاد سخت انداز میں کہا تو مینیجر نے فورن سے غلطی نہ ہونے پر بھی معذرت کی وہ زیاد کو اچھے سے جانتے تھے۔

چلو آرزو۔ زیاد سب پہ ایک نظر ڈالتا آرزو ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لیتا لوگوں کی جمع کی ہوئی بھیڑ کو چیرتا آرزو کو سامنے کیے گزر گیا جب کی آرزو چہرہ موڑ کر ان لڑکیوں کو زبان دیکھا کر چڑانا نہیں بھولی تھی۔



عاشر۔

عینی اتنے دنوں بعد عاشر کو کالج میں دیکھا تو خوشی سے کھل اٹھی اور فورن سے اس کے پاس آئی جو باہر گرائی ونڈ پہ بیٹھا تھا۔

اسلام علیکم۔ عاشر نے سلام کیا۔

وعلیکم اسلام کہاں غائب تھے اتنے دن کالج ہی نہیں آئے؟ عینی نے سلام کا جواب

دے ایک سانس میں پوچھ ڈالا وہ چاہ کر بھی اپنی بے چینی چھپا نہیں پائی۔

کچھ ضروری کام تھا اس وجہ سے کالج نہ آسکا۔ عاشر نے بتایا۔
 اچھا سہی میں تمہاری ہیلپ کردوں گی پر تم نے تو پہلی پریزٹیشن بھی مس
 کر دی۔ عینی پہلے پر جوش پھر پریشان ہو کر بولی۔
 میں کور کر لوں گا سب کچھ۔ عاشر نے جواب دیا۔
 ہاں پڑھائی میں ایکٹو جو ہو۔ عینی نے ہنس کر بولی۔
 میں لائی بریری جا رہا ہوں دس منٹ بعد کلاس ہے۔ عاشر اٹھتا ہوا بولا تو عینی پہ جھٹ
 سے اٹھ بیٹھی۔

مجھے بھی لائی بریری میں کام ہے ساتھ چلتی ہوں۔ عینی کی بات پہ عاشر نے محض
 سر ہلایا۔
 Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews



صبح آرزو کی آنکھ باہر سے آتی آوازوں پہ کھلی وہ انگڑائی بھرتی بیڈ پہ اٹھ بیٹھی تو بال
 کسی آبشار کی مانند اس کے چہرے پہ گریڈے جن کو وہ ہاتھوں کی مدد سے پیچے کرتی
 بالوں کا جوڑا بنائے کیچر میں مقید کیا اور بیڈ سے اٹھ کر سائیڈ سے اپنا ڈوپٹہ اٹھایا اور
 کندھے پہ ڈال کر سلپر پہنتی باہر جانے لگی تو زیادہ کے ساتھ کسی لڑکے کو بیٹھا دیکھا مگر
 اس کی پشت دیکھ کر وہ فورن سے واپس جانے کے مڑی مگر زیادہ نے اس کو دیکھ لیا تھا
 تبھی اس کو آواز دی۔

آرزو یہاں آؤ۔ آرزو مرتا کیانہ کرتا کی مصداق ڈوپٹہ کندھے سے لیکر سر پہ ٹھیک سے پہنا اور چہرہ دوبارہ سیدھا کیے زیاد کے پاس جانے لگی زیاد نے فخر سے آرزو کی جانب دیکھا تھا جو جتنی بھی لاپرواہ سہی مگر مگر خود کو غیر مردوں سے چھپانا اس کو اچھے سے آتا تھا آرزو پاس آئی تو اس کی نظر سامنے بیٹھے شخص پہ پڑی تو اس کو ایسا لگا جیسے اس نے کہی دیکھا ہو مگر وہ سر جھٹکتی زیاد کے پاس رکھے صوفہ پہ بیٹھ گئی۔

کیسی ہو۔ علیدا ان نے مسکرا کر پوچھا تو آرزو نے زیاد کی جانب دیکھا جو خود علیدا ان کو گھور رہا تھا۔

میں ٹھیک ہوں۔ آرزو نے جواب دیا۔

شاید تم نے پہچانا نہیں میں وہی ہوں جو تمہاری بہن کو ڈراپ کرنے آیا تھا۔ علیدا ان نے آرزو کو جزبہ ہوتا دیکھا تو یاد کروانے کی خاطر بتایا زیاد بس خود پہ کنٹرول کیے بیٹھا رہا دوستی ہو کوئی بھی مگر اس کو کہاں برداشت تھا اس کے علاوہ کوئی آرزو سے فرینکلی بات کرے۔

ہاں یاد آیا تبھی میں سوچوں آپ مجھے دیکھے دیکھے سے لگ رہے تھے۔ آرزو کچھ دیر تک دماغ پہ زور دینے پہ یاد آیا تو پرجوش آواز میں بولی تو علیدا ان نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

تمہیں آفس کے لیے لیٹ نہیں ہو رہا ہے۔ زیادہ زبردستی مسکرا کر علید ان سے پوچھا۔

نہیں آج میرا آف ہے میں پنڈی کے لیے روانہ ہو گا۔ علید ان نے بتایا۔
ہاں میں بھی آ جاؤں گا ہمایوں بار بار کال کر کے آنا کا کہہ رہا تھا۔ زیادہ کو اچانک ہمایوں کی شادی یاد آئی تو کہا۔

ہم اور تم اپنے آفس سے کسی کی کال رسیو نہیں کر رہے تو انہوں نے مجھے کال کی
آئی ی مین سرئی سلی زیادہ تم اپنے بزنس سے اتنے غافل ہو گئی ہو میخبر بتا رہا تھا
آفس میں کام کالوڈ بڑھ گیا ہے آپ زیادہ سر سے رابطہ کروائے۔ علید ان نے دانت پیستے
ہوئے کہا تو زیادہ آرزو کی موجودگی پہ علید ان کو کچھ کہہ بھی نہ سکا۔

ایک دو ہفتے بعد آفس جایا کروں گا۔ زیادہ نے کہا۔
انکل اور ماہی بیگم بھی تمہارے لیے پریشان ہے کل خالانور کا بھی فون آیا تھا تمہارا پوچھ
رہی تھی۔ علید ان نے پھر سے کہا۔ جب کی آرزو گالوں پہ ہاتھ جمائے ان کو بات کرتا
دیکھ رہی تھی۔

چچی اور خالا سے بات کر لوں گا میں۔ زیادہ نے کہا۔

گھر جاؤ اپنے اور اپنی بیوی کا تعارف کرواؤ۔ علیدا نے جان بوجھ کر آرزو کے سامنے یہ بات کہی وہ جانتا تھا وہ منع نہیں کرے گا۔

میں نے ایک نیا گھر دیکھا ہے بہت اچھا علاقہ ہے اور میرے آفس کے کچھ پاس میں بھی ہے۔ زیاد نے اپنی بات کی۔

تو کیا تم گھر میں اپنے نکاح کا نہیں بتاؤ گے۔ علیدا نے زیاد کی بات کا جھٹکا لگا۔

ضروری نہیں۔ زیاد لا پرواہی سے بولا آرزو جو پہلے ہی زیاد سے بدگمان تھی کے زیاد نے خفیہ نکاح کیا ہے زیاد کی بات کو وہ اپنے انداز میں لیتی وہاں سے اٹھ گئی اس کے مطابق اس کے شک کی تصدیق ہوگئی تھی علیدا نے افسوس سے زیاد کو دیکھا جو پریشانی سے آرزو کو جاتا دیکھ رہا تھا۔

تم نے جان بوجھ کر آرزو کے سامنے گھر کا تذکرہ کیا نہ۔ زیاد غصے سے علیدا سے بولا جو آرام سے ٹانگ پہ ٹانگ ٹکائے بیٹھا تھا

جیسا تم سمجھو آرزو کی فیملی تو تم چھین ہی چکے ہو اب کیا اس کا حق بھی چھین لو گے؟ علیدا نے بھی تیز آواز میں کہا۔

کو نہ اس حق آرزو میری بیوی ہے میں جہاں رہوں گا اس کو وہاں رہنا ہو گا دوسری یہ کہ گھر فائی نل ہو گیا ہے بس شفٹنگ کرنی ہے۔ زیاد غصے سے ٹیبل پہ ہاتھ مارتا بولا۔

اچھا تو تم تو سارا دن آفس میں ہو گے اس کو اکیلے گھر میں رکھ کر پاگل کرنے کا خیال ہے کیا۔ علیدا ان طنزیہ انداز میں بولا۔

میں اس کا ایڈمیشن اچھے سے یونی میں کرواؤں گا وہ اپنی پڑھائی میں بڑی رہے گی مگر ان سب کے درمیان میں آرزو کو نہیں رکھوں گا۔ زیاد کی رگیں غصے سے ابھر پڑی تھی۔

واہ زیاد واہ۔ علیدا ان نے زیاد کی بات پہ زور سے تالیاں بجا کر زیاد کو داد دینے والے انداز میں دیکھا۔

سب کچھ اپنے مطابق سوچ لیا سب وہ کر رہے ہو جو تم چاہتے ہو پر آرزو کیا چاہتی ہے اس کے بارے میں بھی تو سوچو سات دن زیاد سات وہ اپنے گھر والوں سے الگ یہاں تمہاری قید میں رہ رہی ہے جب میں نے اس کو پہلی دفع دیکھا تھا نہ وہ ایسی بلکل نہیں تھی جیسا میں نے آج اس کو دیکھا تمہاری خود غرضی نے اس کی شخصیت اس کی زندہ دلی کو مار دیا ہے وہ ایک شوخ مزاج کی لڑکی تھی مگر تم نے اس کو ایک سنجیدہ قسم کی لڑکی کا روپ دے ڈالا ہے ایک ہنسی مسکراتی لڑکی کی تم نے مسکراہٹ ختم کر لی ہے صرف اور صرف اپنے نے لیے اپنی خود غرضی کے لیے۔ علیدا ان بولنے پہ آیا تو بولتا ہی چلا گیا

جب کی زیاد شک کی حالت میں علیدا کو بولتا دیکھ رہا تھا اس کو علیدا کی بات پہ غصہ نہیں آیا اس کو علیدا کی بات سچ لگی تھیں وہ واقع میں خود کو مجرم سمجھ رہا تھا آرزو کا۔ میں اس کی مسکراہٹ واپس لاؤں گا۔ زیاد پر اعتماد ہو کر بولا۔

ہاں گھر میں اکیلے رکھ کر۔ علیدا طنزیہ کہتا وہاں سے نکل گیا جب کی زیاد تھکن زدہ صوفہ پہ بیٹھ کر اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے۔



بڑا دکھ ہوا آپ کی بیٹی کی حرکت کا سن کر۔ محلے کی عورتیں ہر روز ان کے پاس آتی ہمدردی کے بہانے ان کے زخموں پہ نمک چھڑکنے کا کام کرتی آج بھی کچھ ایسا ہی حال تھا ان کے پڑوس کی خاتون جن کا نام افسانہ تھا وہ یہاں آکر چائے بسکٹ سے لطف اندوز ہوتی ان کے ساتھ افسوس کا اظہار کر رہی تھی زرینہ بیگم خاموش سی بیٹھی تھی کیا کہتی وہ ان سے عطیہ بیگم جاتے جاتے اپنی بے عزتی کا بدل اچھے سے لے گئی تھی محلے میں آگ لگا کر بات کو بڑا کر کے ان سب کے کانوں میں ڈال گئی تھی روشنانے تو اب کمرے سے نکلنا چھوڑ دیا تھا جب کوئی عورت آتی تو اس میں اتنی ہمت نہ تھی کے لوگوں کی جھوٹی تسلیاں سنے۔

بس اللہ سب کو ہدایت دے۔ زرینہ بیگم ایک نظر ان پہ ڈال کر کہا۔

آمین مگر آرزو دیکھنے میں ایسی تھی کہ نہیں سہی کہتے ہیں لوگ چہرے سب سے بڑا
دھوکہ ہوتا ہے کسی کے چہرے کی معصومیت پہ نہیں آنا چاہیے۔ افسانہ بیگم ہاتھ نچاتے
ہوئے بولی تو روشنان کے سر پہ کھڑی ہوئی

اگر آپ نے بول لیا ہو تو جاسکتی ہیں ہم کوئی ضرورت نہیں آپ کی ہمدردی
کی۔ روشنادانت پیستے ہوئے بولی۔

روشنا۔ زرینہ بیگم نے ٹوکا جب کی خاتون تو منہ پہ ہاتھ رکھے روشنا کو دیکھ رہی تھی
ایک منٹ اماں مجھے بات کرنے دے جانے ان سب کو کیا مسئی لا ہے جو آجاتے ہیں
دوسروں کو پریشان کرنے آپ جائے اور جا کر اپنا گھر سنبھالیں۔ روشنا نے زرینہ بیگم کو
ہاتھ کا اشارہ کرتی افسانہ خاتون سے بولی جو اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

ہمیں بھی کوئی شوق نہیں میں تو بس دلجوئی کرنی آئی تھی مگر یہاں تو مزاج ہی
نہیں مل رہے۔ افسانہ خاتون ہاتھ نچا کر بولی۔

جائے۔ روشنا ہاتھ سے ان کو باہر جانے کا اشارہ کرتی بولی تو وہ ہو نہ کہتی نکل گئی۔
ایسا نہیں کیا کرو۔ زرینہ بیگم کمزور آواز میں بولی۔

تاکہ ان لوگوں کی زبانیں لمبی ہو جائے۔ روشنا طنزیہ بولی
تم ان سب کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ زرینہ بیگم افسوس سے بولی۔

مجھے اماں ان لوگوں سے مقابلہ کرنا ہے بھی نہیں۔ روشنا فورن سے بولی تو زرينہ بیگم
افسوس سے اس کو دیکھا جو نظریں چراتی اٹھ گئی تھی۔



آرزو کھانا کھاؤ۔ زیاد آرزو کے کمرے میں آکر اس کو آنے کا کہنے لگا جو بیڈ پہ پشت
ٹکائے بیٹھی ہوئی ی تھی۔

بھوک نہیں۔ آرزو سپاٹ انداز میں بولی۔

تمہیں بھوک لگتی کب ہے۔ زیاد گھور کر بولا جو ہر دفع یہی جملہ دہرایا کرتی تھی۔

پتا نہیں آپ جائے مجھے اکیلا رہنا ہے۔ آرزو بیزاری سے بولی۔

آرزو کھانا کھاؤ اس کے بعد ہمیں نکلنا ہے۔ زیاد اپنی بات پہ زور دیتا بولا تو آرزو اس کو
دیکھنے لگی

کہاں نکلنا ہے؟ آرزو نے پوچھا۔

ہمارے گھر اپنے گھر والوں سے ملوانا ہے اور اب ہم ان کے ساتھ رہے گیں۔ زیاد نے

کہا اس نے بہت سوچ سمجھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ کیا پتا آرزو پھر اس کے ساتھ

ٹھیک ہو جائے اور اپنے گھر والوں سے ملنے کی ضد ختم کر لے اس کے ساتھ خوشی خوشی

رہنے لگ جائے۔ آرزو زیاد کی بات پہ اٹھ کر کمرے سے نکل گئی زیاد گہری سانس

لیتے اس کے ساتھ آیا اور ڈائی ینگ ٹیبل پہ بیٹھا کی دوسری چئی رہی آرزو بیٹھی

ہوئی تھی زیادہ اس کی پلیٹ میں بریانی سے بھری تو آرزو کو عاشر کی یاد آئی کیسے وہ لڑا کرتے تھے جب ساتھ کھاتے تھے تو اس سے ضد کرنا آئی سکریم لے جانے کے لیے مناسبت کبھی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا مگر وہ خود پہ ضبط کرتی رونے سے باز رکھا

کیا سوچ رہی ہو کھانا کھاؤ۔ زیادہ اس کو خاموش دیکھا تو کہا آرزو بنا جواب دی ئی کھانا کھانے لگی تو زیادہ سالن اس کے قریب کیا اور خود سلا د کھانے لگا آرزو نے ایک بار سوچا پوچھے کے وہ کیوں نہیں کھا رہا مگر پھر بے نیاز ہو گئی کے اس کا کیا وہ کھائے یا نہیں اس کی مرضی۔ کھانا کھانے کے بعد زیادہ چینیج کرنے چلا گیا تو آرزو بھی اپنے کمرے میں گئی تاکہ وہ بھی کپڑے بدل سکے۔ زیادہ ریڈ شرٹ کے ساتھ وائیٹ جینز پینٹ پہنے خشبو سے نہایا ہوا آرزو کے کمرے میں آیا جو جھکی سینڈل کی اسٹریپ بند کر رہی تھی زیادہ آرزو کو دیکھا تو چہرے پہ دلکش مسکراہٹ آئی جو بلیک اینڈ ریڈ کلر کے امتزاج کے پرنٹڈ شلوار قمیض میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور اب بلیک سینڈل اپنے پاؤں میں پہن کر اس کو دیکھ رہی تھی بالوں کی اس کے پونی بنائی ہوئی تھی۔

تیار ہو تو چلیں۔ زیاد نے محبت پاش نظروں سے آرزو کی طرف دیکھ کر پوچھا جو اس کی موجودگی سے باخبر تھی وجہ زیاد کا پر فیوم تھا جو ٹھہر سارا خود پہ چھڑکتا تھا اور جہاں جاتا وہ اس کی مہک چھوڑ جاتا۔

ہاں بس شال پہن لوں۔ آرزو نے کہا اور اپنی ڈریس کا ڈوپٹہ جو بیڈ پہ تھا وہ سلیقے سے ماتھے پہ ٹکایا اور اپنے اطراف شال اوڑھنے لگی زیاد بہت غور سے اس کی ہر ایک حرکت ملاحظہ کر رہا تھا اور اس کی مسکراہٹ گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی آرزو اپنے کام سے فارغ ہوتی زیاد کے سامنے آئی اور چلنے کا اشارہ کرنے لگی تو زیاد اس کا ہاتھ تھام کر اس کی پیشانی پہ اپنے ہونٹ رکھے آرزو کے دل نے تیز رفتار پکڑ لی تھی اس کو اب زیاد کی حرکت کی عادت ہو گئی تھی جو دن میں تین سے چار دفع اپنا لمس اس کی پیشانی پہ ضرور چھوڑتا تھا وجہ اس کو معلوم نہیں تھی۔ زیاد اس کی پیشانی چومنے کے بعد آرزو کو دیکھنے لگا جس کے چہرے پہ ہزاروں خوبصورت رنگ کھلے تھے زیاد جی جاں سے مسکرایا تھا اور اس کو لیے باہر لے آیا۔

ہم سامان نہیں لیں گے۔ زیاد جب فلیٹ کا دروازہ لاک کر کے گاڑی میں بیٹھا تو آرزو نے پوچھا۔

تمہارا سامان تو تھوڑا تھا جو میں نے پہلے ہی گاڑی میں رکھ دیا تھا باقی جو رہتا ہے میں پروپرلی اب کرواؤں گا۔ زیادہ مسکرا کر اسٹیرنگ پہ ہاتھ رکھ کر کہا جب کی آرزو اس سے یہ نہ کہہ پائی میں آپ کے سامان کا پوچھ رہی ہوں۔ زیادہ تیز رفتار میں گاڑی چلاتا اپنے گھر کی طرف گاڑی موڑ لی آرزو باہر کے مناظر دیکھنے میں تھی۔ زیادہ اپنے گھر کے قریب آتا زور سے ہارن بجایا تو چوکیدار الرٹ ہو گئی اور جلدی سے گیٹ کھولنے لگے جو جانے کتنے دنوں بعد واپس لوٹا تھا ٹیرس پہ کھڑی ماہی بیگم اس کی گاڑی کے ہارن بجانے کا طریقہ جانتی تھی اس لیے خوش ہوتی ٹیرس کے پاس کھڑی ہوتی زیادہ کی گاڑی کو اندر آتا دیکھنے لگی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ زیادہ گاڑی گھر میں داخل کرتا چابی سامنے کھڑے چوکیدار کی طرف اچھالی اور خود آرزو کی طرف آکر دروازہ کھول کر اس باہر آنے میں مدد دینے لگا آرزو باہر آتی ستائش بھری نظروں سے محل نما گھر کو دیکھ رہی تھی جس کے باہر سب شیشے کا تھا اور دوسری طرف بڑا سا لان تھا جہاں بہت سارے خوبصورت پھول لگے ہوئے تھے اور میز کے اطراف کرسیاں اور ایک بڑا سا صوفہ رکھا ہوا تھا آرزو کا دل مچنے لگا لان کی طرف جانے کا وہاں جا کر ننگے پاؤ چل کر گھاس کی نرم ماہٹ محسوس کرنے کے لیے مگر زیادہ اس کا ہاتھ پکڑے گھر کے اندر جانے لگا لابی سے گزرتے زیادہ اس کو ہال میں لایا وہ سیدھا کمرے کی

طرف جاتا مگر گزرتے ہوئے لائی ونج سے ماہی بیگم کی آواز پہ وہ رک گیا آرزو بھی اپنے سامنے باوقار سی خاتون کو دیکھنے لگی جو شفقت سے زیادہ کا تھا چوم رہی تھی ماہی بیگم کی نظر ابھی آرزو پہ نہیں پڑی تھی آرزو کو لگا شاید یہ زیادہ کی ماں ہو۔ میرا خیال بالکل نہیں آتا نہ تمہیں۔ ماہی بیگم نے شکوہ کیا۔

ایسا کیوں سوچتی ہے یہاں آپ کے علاوہ میرا ہے کون۔ زیادہ نے محبت سے ان کو اپنے ساتھ لگائے کہا تو ماہی بیگم کی نظر آرزو پہ پڑی تو سوالیہ نظروں سے زیادہ کو دیکھا جو ان کی نظروں کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

چچی یہ میری حیات میں نے نکاح کر لیا تھا۔ زیادہ نے آرام سے ان کے سر پہ بم پھوڑا ماہی بیگم بے یقین نظروں سے زیادہ کو دیکھنے لگی جب کی آرزو حیات نام پہ اٹک گئی تھی۔ زیادہ۔ ماہی بیگم نے زور سے اس کا نام ادا کیا۔

میں واپس آکر بات کرتا ہوں۔ زیادہ نے آرام سے کہا اور آرزو کو لیکر سیڑھیوں کی طرف بڑھا جب کی ماہی بیگم کو پریشانی نے آگھیرا کے زیادہ کیا کر آیا ہے۔ زیادہ آرزو کو اپنے کمرے میں لایا اور اس کو آرام کرنے کا کہتے ہوئے دروازہ بند کرتا باہر نکل گیا آرزو دروازے کے پاس کھڑی کمرہ دیکھنے لگی جو بہت بڑا اور کشادہ تھا سامنے جہازی سائی یز بیڈ تھا جس کے دائیں طرف دو صوفہ رکھے ہوئے تھے اور دیوار پہ

مختلف قسم کی پینٹنگز چسپاں تھی ساتھ میں شاید واٹر روم کا دروازہ تھا اور کچھ دور ڈریسنگ ٹیبل تھا جو کی گول ڈیزائن برائی ون تھیم کا تھا ڈریسنگ ٹیبل پہ گھڑیوں کی کلکیش رکھی ہوئی تھی اور ایک سائیڈ پہ پرفیومز تھے آرزو چلتی ہوئی بی بی طرف گیلری کے پاس آئی اور گلاس ڈور کھولنے کی کوشش کرنے لگی جو کی شاید لاک تھا آرزو نے برامنہ بنایا زیاد کا پورا کمرابلیک اینڈ وائیٹ تھیم کا تھا جس کی ہر چیز اعلیٰ قسم کی تھی اور قیمیتی چیزوں کا منہ بولتا ثبوت تھی آرزو کی نظر اچانک سے دیوار پہ لارج فوٹوں پہ پڑی جو دیوار پہ چسپاں تھی اس طرف پشت ہونے کی وجہ سے آرزو دیکھ نہیں پائی تھی کے پینٹنگز کے علاوہ زیاد کی بھی کوئی تصویر ہے آرزو چلتی ہوئی زیاد کی تصویر کے سامنے کھڑی ہوئی اس کو ایسے لگا جیسے زیاد خود اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا وہ غور سے زیاد کی تصویر دیکھنے لگی جس میں وہ سیاح پینٹ کوٹ میں ملبوس چہرے پہ سنجیدگی سجائے ہوئے تھا۔

ہو نہہ شوخا۔ زیاد کی تصویر میں اس کا پوز دیکھ کر آرزو بڑبڑائی کیوں کی سیاح لینڈ کروزیہ ٹیکائے زیاد کھڑا تھا اور یہ بات آرزو کو پسند نہیں آئی وہ سامنے چلتی گیلری کے پاس چینجنگ روم کی طرف گئی اندر گئی تو حیران رہ گئی اس کو لگا جیسے وہ کپڑوں کے جہاں میں آگئی ہو کیوں کی وارڈروب کھلا ہوا تھا جس سے زیاد کے

برینڈڈ سوٹ سامنے نظر آرہے تھے سامنے دیوار پہ ایک اور لاک تھا آرزو نے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ کر اس کو پرے کیا تو اس میں زیاد کے روٹین کے کپڑے اور نیچے دراز میں کچھ کاغذوں کا ڈھیر تھا آرزو کو اپنا سر چکراتا محسوس ہوا تو باہر نکلی اور بیڈ پہ آرام سے لیٹ گئی۔

زیاد یہ کیا حرکت کی ہے تم نے؟ زیاد لائی ونج میں آیا تو ماہی بیگم نے سخت لہجے میں پوچھا۔

چچی جان آپ لوگوں کو تو انہوں نے انکار کر دیا تھا تو میں کیا کرتا اس کو کسی اور کا ہوتا دیکھتا اس لیے جو مجھے ٹھیک لگائیں نے وہ کیا۔ زیاد صوفہ پہ بیٹھ کر آرام سے بولا۔
تو تم نے زبردستی لڑکی سے نکاح کیا ہے۔ ماہی بیگم نے پوچھا۔

ایسا ہی ہے کچھ۔ زیاد نے کہا۔

اففف زیاد تمہاری ایسی تربیت تو نہیں۔ ماہی بیگم کو افسوس ہوا۔

چچی جان میں نے کچھ غلط نہیں کیا بس اپنی محبت کو پایا ہے۔ زیاد کو ماہی بیگم کی بات بری لگی۔

زبردستی کسی کو پایا نہیں جاتا حاصل کیا جاتا ہے بس۔ ماہی بیگم نے اس کی بات کی تردید کی۔

ایک بات ہے ہوئی تو وہ میری نہ۔ زیاد مغرور ہوا۔
 وہ خوش ہے تمہارے ساتھ؟ ماہی بیگم نے جانچنے والے انداز میں پوچھا۔
 ہاں۔ زیاد آرام سے بولا مگر ماہی بیگم کو یقین نہ آیا۔
 بھائی صاحب کو کتنا برا لگے گا تمہارے نکاح کا سن کر تم نے نکاح میں شریک کرنا تو
 دور بتانا تک گوارہ نہیں کیا۔ ماہی بیگم تاسف سے بولی۔
 آپ میری بیوی سے ملی بھی نہیں۔ زیاد ان کی بات نظر انداز کر گیا۔
 میرا دماغ ماؤف ہو گیا تھا تمہاری بات سن کر اس لیے تمہارے ساتھ پیاری لڑکی سے
 مل ہی نہیں پائی۔ ماہی بیگم پہلے پریشانی پھر زیاد کو چھیڑنے کے غرض سے بولی تو زیاد
 مسکرا دیا۔
 کوئی بات نہیں رات کے کھانے پہ سب کے سامنے اس کا تعارف کرواؤ گا تو آپ
 مل لینا۔ زیاد نے آنکھ ونک کرتے کہا تو وہ ہنس دی۔
 ٹھیک ہے ابھی تو سب اپنے کالج یونیورسٹی اور آفس میں ہیں۔ ماہی بیگم نے کہا تو زیاد
 بس مسکرانے پہ اکتفا کیا۔



اماں میں کوئی جاب کرنا چاہتی ہوں۔ روشنائی سلائی کرتی زرینہ بیگم سے کہا جو
 اس کی بات پہ ٹھٹک گئی تھی۔

جواب کر کے کیا کرنا ہے چپ چاپ گھر میں رہو ایک تو رشتہ نہیں مل رہا کوئی اچھا پُر سے نوکری کروں گی تو لوگوں کو موقع مل جائے گا باتیں بنانے کا۔ زرینہ بیگم نے صاف انکار کیا۔

میں گھر میں ایسے نہیں بیٹھ سکتی کالج میرا بند ہو گیا ہے دوسری بات کے ٹیوشن کے بچے بھی نہیں ہے اور شادی کوئی آخری کام نہیں کے اس کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہو سکتا شادی کے علاوہ بھی انسان بہت کچھ کر سکتا ہے مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں ان کا تو کام ہے باتیں کرنے کا۔ روشنان کی بات پہ پھٹ پڑی۔

آرو کی طرح ہر بات کا جواب نہ دو۔ زرینہ بیگم کے منہ سے بے ساختہ نکلا تو روشنانے دکھ سے ان کی طرف دیکھا۔

آپ کو یاد آتی ہے نہ آرزو؟ روشنانے غیر متوقع سوال کیا

نہیں۔ زرینہ بیگم نظریں چراتی ہوئی بولی تو روشنانے تمسخرانہ مسکرا نے لگی۔

مجھے آتی ہے اماں ہر رات اس کے کمرے میں جاتی ہوں یہ دیکھنے کے وہ سوئی ہے یا نہیں مگر وہاں جاتی ہوں تو خالی کمرہ میرا استقبال کرتا ہے ایسے لگتا ہے جیسے کمرے کی دیوارے مجھ سے سوال کرتی ہے کے ان کی مالکن آرزو کہا ہیں میرا دم گٹھنے لگتا ہے تو

میں واپس آ جاتی ہوں۔ روشنا کھوئے ہوئے انداز میں اپنے دل کی باتیں ان کو بتانے لگی۔

میرے لیے چائے بنا کے لاؤ۔ زرینہ بیگم آرزو کے ذکر سے بچنے کے لیے اس کو جانے کا کہنے لگی۔

جاتی ہوں چائے بنانے مگر آپ بابا سے میری جاب کی بات ضرور کرئیے گا۔ روشنا اٹھتی ہوئی ی بولی زرینہ بیگم نے کوئی ی جواب نہیں دیا وہ جانتی تھی ایاز صاحب اب ہر گز اجازت نہیں دیں گے ان سے بات کرنے کا کوئی ی فائدہ ہو نہیں ہو گا پروہ یہ بات روشنا کو کیسے سمجھاتی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels/Afsanay



زیاد کمرے میں آیا تو آرزو کو بڑے آرام سے اپنے بیڈ پہ لیٹا پایا زیاد آرزو کو بڑے حق سے اپنے بیڈ پہ سوتا دیکھا تو اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی وہ چلتا ہوا اس کے پاس آیا جو گہری نیند میں تھی زیاد کی نظر اس کے پیروں پہ پڑی تو نفی میں سر ہلانے لگا آرزو بغیر سینڈل اتارے لیٹی ہوئی ی تھی زیاد آگے آیا اور اس کے پیروں کو سینڈل سے آزاد کروایا پھر سر ہانے آکر آہستہ سے آرزو کو کچھ اُپر کیا تاکہ اس کی نیند خراب نہ ہو پھر اس کے گرد لپیٹی شال اور ڈوپٹہ اس کے وجود سے الگ کیا تاکہ نیند میں وہ ڈسٹرب نہ ہو شال اور ڈوپٹہ زیاد نے دور صوفہ پہ رکھا اور بلینکٹ کھول کر آرزو کے اُپر ڈالا جواب

کروٹ کے بل لیٹی ہوئی تھی زیاد آرزو کی طرف دیکھتا گیلری کی طرف چلا گیا تاکہ
مینجر سے آفس کے بارے میں بات کر سکے اس کا لیپ ٹاپ اور دیگر سامان آدھے سے
زیادہ وہاں ہوتا تھا اور جم کا سامان بھی ویسے تو جم کا کرہ نیچے الگ ہے مگر زیادہ نے کبھی وہ
اپنے استعمال میں نہیں لیا تھا زیاد گیلری میں داخل ہوتا وہاں بنے ایک کمرے کی طرف
گیا لیپ ٹاپ اٹھا کر گیلری پہ رکھے صوفہ پہ بیٹھ گیا شام کا وقت تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا
ماحول کو سرور بخش رہی تھی۔

جی مسٹر سراج مجھے آفس کے بارے میں بتائے۔ زیاد نے لیپ ٹاپ پہ اپنے مینجر سے
ویڈیوں کا لہ پہ کہا۔

سر وہ آپ آفس آجائے ور کرز مسئی لا کر رہے ہیں اور ہم ایک بہت بڑا پراجیکٹ بھی
ملا ہے جو آپ کی موجودگی کے بنا ہم پورا نہیں کر سکتے۔ سراج نے اپنی ہانگی زیاد لیپ
ٹاپ میز پہ رکھے سنجیدگی سے اس کی بات سن رہا تھا۔

ور کرز کو کیا مسئی لا ہے؟ زیاد نے پوچھا۔

سراج کا کہنا ہے کہ وہ بہت محنت کرتے ہیں ان کی سیلری بڑھنی چاہیے۔ مینجر نے کچھ
جھجک کر کہا اس کی بات پہ زیاد کی ہنسی نکل گئی مینجر سراج نے بڑی حیرت سے زیاد
کی ہنسی دیکھی تھی۔

تو مسئی لا کیا ہے اگر وہ واقع ہمارے قابل امپلوئی زہیں اور ہارڈ ور کر زہیں تو ان کی
ڈیمانڈ پوری کر لیں ناکہ مسئی لا بنائے۔ زیادنے آرام سے کہا
جی سر مگر آپ آفس کب تک آئی یں گے بہت سی یہ ٹینگز ہم نے آپ کے بغیر کی
ہیں۔ سراج نے پوچھنا لازمی سمجھا۔

اس مہینہ کے جو پندرہ دن بچے ہیں اس پہ تو نہیں انشا اللہ آکٹوبر میں آؤں گا اور ہر ایک
یہ ٹینگز کا اور سب پر ا جلیٹس ڈیکنگ وغیرہ ہر چیز کی اپ ڈیٹ لوں گا۔ زیاد کے لہجے میں
جانے کیا تھا جو سراج نے تھوگ نگلاتھا۔

او کے سر جو آپ کہے۔ سراج نے فورن سے کہا تو زیاد نے ایک دوسرا سراج کو ہدایت
آفس کے مطلق دے کر رابطہ ختم کیا زیاد نے چہرہ موڑ کر کمرے کی طرف دیکھا جہاں
آرزو ابھی بھی نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔
جانے کتنی محبت ہے نیند سے آرزو کو۔ زیاد آرزو کو دیکھ کر بڑبڑایا اور میلز چیک کرنے
لگا۔

اسرار صاحب آفس سے گھر آئی یں تو ماہی بیگم نے ان کو زیاد کی حرکت کا بتا دیا تھا جس
پہ وہ شرمندگی سے کچھ بول نہیں پائے زیاد کے اس عمل پہ ان کو بہت تکلیف ہوئی ی
تھی کے زیاد ان کو اس لائی ق بھی نہیں سمجھتا کے اپنی زندگی کے اتنے بڑے اہم دن پہ

اپنے باپ کو حق دیتا کہ وہ بھی شریک ہو تیں ماہی بیگم کو دلی دکھ ہوا اسرار صاحب کی حالت دیکھ کر جن کو چپ لگ گئی تھی اور یہ بھی نہیں پوچھ رہے تھے کہ لڑکی کون اور کہاں ہیں کیسے زیاد کے ساتھ رہ رہی ہے۔

میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں اس کے بعد زیاد سے بات ہوگی۔ اسرار صاحب شکستہ انداز میں بولے۔

زیاد کا کہنا ہے وہ ڈنر کے وقت سب کے سامنے اطلاع دیں گا اپنے نکاح کی۔ ماہی بیگم نے بتایا تو اسرار صاحب بنا کچھ کہے سیڑھیوں کی جانب بڑھے۔ ماہی بیگم بھی اٹھتی کچن میں کھانا دیکھنے چلی گئی کے تیار ہوا ہے کے نہیں۔

آرزو کسمسا کراٹھی تو خود کو فریش پائیا نجانے کتنے دنوں بعد اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی تھی وہ بیڈ سے اٹھی تو خود کو بنا ڈوپٹے میں دیکھا تو تعجب سے ڈوپٹے کی تلاش میں یہاں وہاں دیکھنے لگی تو صوفے پہ اپنی شال کے ساتھ ڈوپٹہ بھی نظر آیا اس کو یاد آیا وہ ایسے ہی لیٹ کر سو گئی تھی اور اب اس کے اُپر بلیسٹ بھی تھا زیاد کا خیال آیا تو وہ سمجھ گئی اس نے ہی کیا ہوگا۔

اٹھ گئی تم۔ زیاد گیلری کا گلاس ڈور کھول کر کمرے میں داخل ہوتا آرزو کو دیکھ کر مسکرا کر بولا۔

نہیں ابھی نیند میں ہوں۔ آرزو جل کے بولی تو زیادہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
ہا ہا خوشی ہوئی تمہیں پرانے انداز میں بات کرتا دیکھ کر۔ زیادہ ہنستا ہوا اس کے پاس
آکر دونوں گالوں کو کھینچتے ہوئے کہنے لگا۔

ہاتھ دور کریں اپنے۔ آرزو کے اس کے ہاتھ جھٹکنے چاہے تو زیادہ نے اس کے ہاتھ اپنی
گرفت میں لیے اور بیڈ پہ بیٹھ کر اس کو دیکھنے لگا۔

کب تک ایسے بات کروں گی اپنی ناراضگی ختم کر لوں۔ زیادہ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں
آرزو کے ہاتھوں کی انگلیوں میں پھنسا کر جیسے منت کی آرزو نے اپنے ہاتھ زیادہ کی
گرفت میں دیکھا جو بہت خوبصورت لگ رہے تھے مگر جب زیادہ کی بات سنی تو طنزیہ
مسکرائی۔

آپ سے بات کرنے میں مجھے اب کوئی دلچسپی نہیں۔ آرزو نے اپنے ہاتھ زیادہ کی
ہاتھ سے چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ایسا ممکن نہیں وہ دن دور نہیں جب تم خود مجھ سے بات کرنے کے بہانے تلاش کروں
گی۔ زیادہ کو آرزو کی بات پہ تکلیف تو بہت ہوئی مگر وہ خود کو ہشاش بشاش کرتا ہوا
آرام سے بولا۔

دل کو بہلانے کے لیے خیال اچھا ہے۔ آرزو تپ کے بولی اس کو غصہ آ رہا تھا زیادہ کو اتنا
مطمئن نہ دیکھ کر۔

اگر یہ خیال ہے تو اس خیال پہ سب قربان۔ زیادہ آرزو کو دیکھ کر اپنی آنکھ دباؤی جس
سے آرزو کو وہ بہت پیارا لگا مگر اپنی سوچ پہ لعنت بھیج کر وہ چہرہ دوسری طرف
کر گئی۔

اچھا اب موڈ سہی کرو کچھ دیر بعد گھر والوں سے ملوانہ ہے ایسا نہ ہو کے ان کو لگے
زبردستی لے آیا ہوں۔ زیادہ چھیڑنے کے غرض سے کہا
زبردستی تو کرتے ہیں سب کچھ۔ آرزو نے ایک اور وار کیا اس کے دل پہ زیادہ اس
بار بھی خود پہ قابو پا یا۔

آرزو اب جو ہو گیا سو ہو گیا بہتر یہ ہے کہ تم کچھ بھول کر مجھے ایکسیپٹ کر لوں۔ زیادہ
نے سنجیدگی سے کہا آرزو جواب میں کچھ کہتی اس سے پہلے کمرے کا دروازہ نوک
ہوا۔ زیادہ نے آرزو کے ہاتھ چھوڑ کر اجازت دی

زیادہ سر نیچے کھانے پہ آپ کو سب بولا رہے ہیں۔ ملازمہ داخل ہوتے ہی کہا۔
ہم آتے ہیں۔ زیادہ نے کہا وہ جانتا تھا آج کھانے پہ سب کو اس کی یاد کیسے آگئی
تھی۔ جب کی ملازمہ زیادہ کا جواب سن کر چلی گئی تھی۔

اُو۔ زیاد بیڈ سے اٹھتا آرزو کی طرف اپنا مضبوط ہاتھ بڑھایا جس کو آرزو نظر انداز کر کے اٹھی اور اپنا ڈوپٹہ اٹھا کر پہننا زیاد نے ایک نظر اپنے خالی ہاتھ پہ ڈالی اور دوسری بے نیاز کھڑی آرزو پہ زیاد چلتا اس کے سامنے آیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ میرا ہاتھ چھوڑے۔ آرزو زیاد سے بولی جو کمرے سے نکل رہا تھا۔

چھوڑنے والا کام نہیں کروں گا بڑا خود غرض ہوں تمہارے معاملے میں۔ زیاد آرام سے راہداری سے گزرتا ہوا بولا آرزو بس اس کو دیکھتی رہ گئی جواب سیڑھیوں کے نیچے اتر رہا تھا۔

لو آگیا۔ ماہی بیگم زیاد اور آرزو کو دیکھا تو کہا جس پہ سب کا دھیان ان کی طرف گیا آرزو اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی اس کو کیا پتا تھا زیاد کی فیملی میں جوئی نٹ سسٹم ہوگا۔ سربراہی کرسی پہ ہمیشہ کی طرح اسرار صاحب برجمان تھے ان کے ساتھ والی کرسی پہ سمایا بیگم جو آرزو کو دیکھ کم اور گھور زیادہ رہی تھی ان کے کچھ دور والی کرسی پہ اشرف جب کی ایک کرسی کو چھوڑ کر زارون بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ کشمالا جو ستائش سے آرزو کو دیکھ رہی تھی جب کی اسرار صاحب کے بائیں طرف ابرار صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس کھڑی ماہی بیگم جو ان کو کھانا سرو کر رہی تھی مگر زیاد کو اتنا دیکھ کر وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

میٹ مائی وائی ف آرزو زیادہ خازادہ۔ زیادہ اعتماد سے آرزو کو ڈائی ینگ ٹیبل کے پاس آئے سب کے ایک جتنی نظر ڈال کر تعارف کروایا جب کی آرزو جزبہ ہو گئی تھی۔ ویلکم بھابھی۔ زارون اشرف اور کشمالا مسکرا کر ایک ساتھ اپنے سے چھوٹی لڑکی کو دیکھ کر بولیں جب کی ان میں عینی نہیں تھی جب کی سمایا بیگم ان تینوں کو گھور کر رہ گئی آرزو کو شرمندگی ہونے لگی تھی اپنے لیے ایسا لقب سن کر۔

میری بیوی کو یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہونی چاہیے اور نہ میری غیر موجودگی میں اس کے ساتھ کوئی غلط رویہ اختیار کریں گا۔ زیادہ ایک اچھنی نظر سمایا بیگم کا چہرہ دیکھ کر بولا۔

آپ سے مل خوشی ہوئی بیٹا۔ اسرار صاحب اٹھ کر آرزو کے سر پہ ہاتھ رکھ کر شفقت سے بولیں جب کی آرزو کو اپنے بابا کی یاد آئی تو اس کی آنکھوں میں نمی اُترنے لگی۔

اللہ تمہیں زیادہ کے ساتھ ہمیشہ خوش رکھے۔ ابرار صاحب بھی مسکرا کر اس کو مان دیا ماہی بیگم کی زبانی ان کو ہر بات کا علم تھا۔ آرزو سر جھکائے ان کا پیار بھر الہجہ محسوس کر رہی تھی اس کو زیادہ تو نہیں مگر اس کی فیملی بہت پسند آئی تھی۔

سوری بیٹا میں آپ سے پہلے نہیں مل پائی ی۔ ماہی بیگم اس کو اپنے ساتھ لگاتی محبت سے بولی آرزو تو بس اب حیران ہوئے جارہی تھی کے اس کے اپنوں نے تو چھوڑ دیا تھا بنا اس کی سنے مگر زیاد کے گھر والوں نے بنا اس سے پوچھے مان بخشا تھا جو بس زیاد کی دین تھا پر وہ ابھی کہا زیاد کی عنایتیں قبول کرے گی۔

کوئی بات نہیں۔ آرزو مسکرا کر بولی زیاد تو جیسے آرزو کی مسکراہٹ دیکھ کر پھر سے جی اٹھا تھا ورنہ اتنے دنوں بعد تو وہ بس خواہش کر رہا تھا کہ آرزو مسکرائے مگر اس کی یہ خواہش پوری ہوئی ی تھی۔

بھائی کی تو نظریں ہی نہیں ہٹ رہی بھابی کے اُپر سے ایسا لگ رہا ہے جیسے پہلی دفع دیکھ رہے ہیں۔ کشمالا جو زیاد کو دیکھ رہی تھی جو مسلسل آرزو کو دیکھنے میں محو تھا تو وہ زارون کی طرف جھک کر آہستہ آواز میں بولی تاکہ کوئی ی اور نہ سن لیں۔ خاموش رہو زیاد بھائی ی نے سن لیا نہ تو ان کی ایک گھوری ہی کافی ہے۔ زارون نے اس کو ڈرایہ تو وہ منہ بنا کر بیٹھ گئی۔

اُو کھانا کھاؤ۔ ماہی بیگم نے کہا زیاد کا دل تو نہیں تھا ان سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کا مگر آرزو کے لیے جبر کرتا بیٹھنے لگا اور ایک تیکھی نظر سمایا بیگم پہ ڈالی تھی جس نے مروا تاً بھی آرزو کو سلام نہیں کیا تھا۔

بیٹھو۔ زیاد نے پہلے آرزو کے لیے کرسی گھسیٹی تو سب کے منہ حیرت سے کھل گئی۔ جب کی اسرار صاحب اور ابرار صاحب نفی میں سر کو جنبش دیتے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے ان تینوں نے شرارت سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا جب کی ماہی بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا وہ زیاد کی جانے کتنی بلائے لیتی سمایا بیگم تو نخوت سے سر جھٹکا زیاد کی سب کے سامنے ایسی حرکت پہ آرزو سرخ ہو گئی تھی وہ فوراً سے بیٹھی تو زیاد بھی بالکل پاس والی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

عینی نہیں آئی آج؟ سمایا بیگم کو اچانک عینی کا خیال آیا تو فوراً سے پوچھا۔
چچی جان اس کا کوئی می کالج کا ضروری کام ہے وہ کر رہی ہے کھانا اس نے اپنے کمرے میں منگوایا لیا تھا۔ کشمالا نے جواب دیا تو انہوں نے سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔
بس۔ آرزو زیاد سے بولی جو اس کے سامنے چکن رول بریانی اور جانے کیا کچھ رکھ رہا تھا۔

کیوں بس کھاؤ چپ چاپ۔ زیاد نے آرام سے کہا آرزو کا جھکا سر مزید جھک گیا اس کو سب کے سامنے بیٹھ کر کنفیوزن ہو گئی تھی اتنے بڑے ڈائی ینگ ٹیبل پہ کھانا کھانے کا دل اس کا بالکل نہیں کر رہا تھا مگر وہ کر بھی کیا کر سکتی تھی اس نے بریانی کی پلیٹ پڑے کی اور بس کباب کھانے لگی جب کی زیاد مچھلی کھانے میں محو تھا۔

آپ کو کسی چیز کی ضرورت یا پریشانی ہو آپ میرے پاس آسکتی ہو۔ اسرار صاحب نے شفقت سے آرزو سے کہا ان کی بات پہ زیادہ نے مٹھیاں بھینچ لی تھی جب کی آرزو نے مسکرا کر سر ہلایا زیادہ کا دل ایک پل میں ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا آرزو نے زیادہ کو کچھ کھاتے نہیں دیکھا تو خود بھی اس نے کھانے سے ہاتھ ہٹا لیے تھے آج آرزو کی یہ حرکت زیادہ نے تو نہیں مگر اشرف نے بڑے غور سے دیکھی تھی۔

تمہارا ہو گیا تو چلیں۔ زیادہ نے آرزو کو ایسے بیٹھا دیکھا تو کہا جس پہ آرزو فوراً سے اٹھ گئی تھی جیسے اسی بات کے انتظار میں ہو زیادہ بھی آرزو کو لیے ڈائی ینگ ہال سے نکلا۔ میں کسی کام سے باہر جا رہا ہوں اگر تم کمرے میں بور ہو تو چچی جان کے پاس جانا اگر وہ اپنے کمرے میں ہو یا بات کرنے میں تمہیں جھجک ہو تو یہاں گیلری میں بیٹھ سکتی ہو یا گھر پہ بنے پول سائیڈ پہ مگر اور کوئی جگہ کہے تو تم نے اس پہ دھیان نہیں دینا اوکے۔ زیادہ اس کے گالوں پہ ہاتھ رکھتا کسی بچے کی طرح سمجھا رہا تھا آرزو حیرت سے اس کو دیکھ رہی تھی جو آج کہی جا رہا تھا ورنہ فلیٹ میں تو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا آرزو کے دماغ میں کئی سوالات آئے کہ وہ کیوں جا رہا ہے رات کے وقت اور کہاں جا رہا ہے مگر انا آڑے آرہی تھی اس لیے اس نے خود کو ڈپٹا۔

ٹھیک ہے نہ۔ زیاد اس کو خاموش دیکھتا بالوں میں ہاتھ ڈال کر کنفرم کرنا چاہتا تو آرزو نے بس سر ہلایا تو زیاد مسکرا کر اس کے دونوں گالوں پہ بوس دیا اور بنا کچھ اور کہے کمرے سے نکل گیا آرزو شک کی حالت میں اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتی بیٹھ گئی۔

میری بیوی سے اپنا دو غلہ پن دور رکھے۔ زیاد سیدھا اسرار صاحب کے سر کھڑا ہو کر سپاٹ انداز میں بولا جو کھانے کے بعد چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

زیاد۔ ماہی بیگم نے اس کو ٹوکنا چاہا جب کی اسرار صاحب ٹھٹک کر زیاد کا تپا ہوا چہرہ دیکھ رہے تھے

ایک ہی دن میں ہو مجھے تمہارے حوالے سے عزیز ہو گئی ہے۔ اسرار صاحب نے نرمی سے کہا تو زیاد طنزیہ مسکرایا۔

میری بیوی کو بناوٹی محبت کی ضرورت نہیں اس کے لیے میں اور میری محبت بہت ہے۔ زیاد نے باور کروایا تو اسرار صاحب افسوس سے اس کو دیکھنے لگے۔

نہ میری محبت تمہارے لیے بناوٹی ہے اور نہ تمہاری بیوی کے لیے۔ اسرار صاحب نے جیسے اس کو یقین دلانا چاہا۔

ایک تو تم چھپ کر نکاح کر آئے ہو اُپر سے ہم پہ بھڑک رہے ہو کے میری بیوی سے یہ نہ کرو وہ نہ کرو۔ اسرار صاحب کی بات پہ زیاد کچھ کہتا اس سے پہلے ہی سمایا بیگم جل بھن کے بولی۔

آپ خاموش رہے میں نہیں چاہتا آپ کے بچوں کے سامنے اچھی خاصی بے عزتی ہو میرے ہاتھوں آپ کی بڑے ہو رہے ہیں وہ تھوڑا آپ اپنے اُپر کنٹرول کرے۔ زیاد خود پہ ضبط کرتا اشرف کی جانب اشارہ دیتا بولا جوان کو بحث کرتا دیکھ کر سر جھکا کر بیٹھا ہوا تھا سمایا بیگم کہ تو سر پہ لگی اور تلوؤ پہ بجھی۔

تم مجھے بتاؤ گے میں کیا کروں اور کیا نہیں۔ سمایا بیگم غصے سے بولی۔
میرے پاس اتنا فالتوں وقت نہیں جو آپ کو بتاتا پھروں کے یہ کریں وہ نہیں میرے معاملات سے دور رہا کریں اور میں جس سے بھی بات کروں آپ بیچ دوبارہ بولنے کی غلطی نہیں کریں گے۔ زیاد دھاڑ کی آواز میں کہتا باہر نکل گیا۔

شادی ہو گئی ہے تب بھی سکون نہیں اتنے دن بعد گھر آیا تھا اور بیوی کو چھوڑ کر باہر چلا گیا۔ ابرار صاحب جو خاموش بیٹھے تھے اندر آتی ہارن کی آواز سن کر بولیں۔
بیوی کیا بچی ہے اپنے عمر کی لڑکی سے تو کر لیتا شادی۔ سمایا بیگم جلے دل کے پھپھوڑے پھوڑنے لگی ان کو رہ رہ کر آرزو کا نو خیز حسن یاد آ رہا تھا جو زیاد کی ماں کی طرح

خوبصورت تھی اور یہ بات ان کو تیار ہی تھی ماں سے تو چھٹکارا مل گیا اب اس نئی لڑکی سے چھٹکارا حاصل کرنے کو سوچنے لگی ان کو اب لگ رہا تھا زیادہ جانی دیا میں سے اپنا حصہ لے گا تو ان کے بچوں کا کیا ہو گا وہ اپنے دماغ میں تانے بانے جوڑنے لگی۔

عینی۔ کشملا دھڑام سے دروازہ کھول کر عینی کے کمرے میں آئی جو کی اچانک افتاد پہ دل پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھ گئی تھی۔

کیا ہے کش۔ عینی گھور کر کشملا کو دیکھا جس کے چہرے سے تجسس پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہو رہا تھا۔

تم یہ ڈاکٹری پڑھنے میں ہو اور وہاں باہر ہم بھا بھی سے مل آئے مگر افسوس تم اس کے دیدار کا شرف حاصل نہ کر پائی۔ کشملا ڈرامائی انداز میں بولی تو عینی نے کو اس کے دماغی حالت پہ شک گزرا جو ایک دن میں بھا بھی بنالائی تھی۔

کون بھا بھی کس کی بھا بھی کیا بول رہی ہو تم؟ عینی نے جھنجھلاہٹ سے پوچھا۔
 زیادہائی نے شادی کر لی ہے کین یو بلیوٹ؟ کشملا مسکرا کر کشن اپنی گود میں رکھتی ہوئی بتانے کے ساتھ ساتھ پوچھنے لگی
 نو۔ عینی کے منہ سے شک سے بس یہی لفظ نکلا۔

ہاں نہ پر کیا لڑکی تھی یا تمہاری عمر کی ہوگی بس تھوڑی ہیلدی تھی اور سیپ جیسے
گالوں والی تھی بھائی کے ساتھ تو بہت بچ رہی تھی۔ کشمالا ہاتھ گالوں پہ ٹکائے آرزو
کو یاد کرتی ہوئی بولی۔

کش تم مزاق کر رہی ہو زیاد بھائی وہ بھی شادی سرسلی اور انہوں نے ہم کو بتایا تک
نہیں۔ عینی ابھی بھی حیرت میں تھی۔

ہاں یہ افسوس تو مجھے بھی ہے مگر چلو اچھا ہے گھر تو وہ لے آئے۔ کشمالا مسکرا کر بولی۔
کیا وہ باہر ہے مجھے بھی ملنا ہے۔ عینی اب تجسس نے آگھیرا۔

باہر کہاں ڈنر پہ زیاد بھائی اس کو لے آئے تھے اور ڈنر کر کے لے بھی گئی پر کیا
سین تھا ہر چیز زیاد بھائی خود اس کو سرو کر رہے تھے کرسی تک انہوں نے سامنے کی
تاکہ وہ بیٹھے میں تو بھائی کا یہ کیئی رنگ روپ دیکھ کر عیش عیش کراٹھی۔ کشمالا
کھوئے ہوئے انداز میں بولی۔

آکاش میں ڈنر سب کے ساتھ کرتی۔ عینی کو افسوس ہوا۔

بھائی کے کمرے میں تو نہیں جاسکتے اس لیے صبح بریک فاسٹ ہونے کا ویٹ
کرو۔ کشمالا نے آرام سے کہا۔

ویسے وہ ہم سے بات کریں گی یا بھائی ی اس کو منع کریں گا؟ عینی کے دماغ نیا سوال آیا تو پوچھا۔

زیاد بھائی ی ایسا نہیں کریں گے اور ہماری چھوٹی بھابھی بھی ایسی نہیں لگی بہت پیاری اور معصوم لگی مجھے تو۔ کشمالا کو جو لگا اس نے بتایا۔

اللہ کریں ایسا ہی ہو کیا پتا پھر بھائی ی کا رویہ بھی ہمارے ساتھ ٹھیک ہو جائے۔ عینی نے کہا۔

ہاں ہو سکتا ہے۔ کشمالا نے کندھے اچکا کر کہا۔

اچھا صبح جانے کب ہو تم یہ بتاؤ بھائی ی جس لڑکی کو لے آئے ہیں وہ دیکھنے میں کسی تھی۔ عینی اپنا پڑھنا چھوڑ کر پوچھنے لگی۔

خوبصورت تھی بہت گورا صاف رنگ اور سرخ بھرے ہوئے گال گلابی ہونٹ پتلی خوبصورت ناک اور آنکھوں کا کلر بھورا تھا مطلب میں کیا بتاؤ۔ کشمالا بتاتے بتاتے بیڈ پہ لیٹ گئی تو عینی نے گھور کر اس کو دیکھا۔

یہ کیا پہلے رنگ بتایا پھر گال اور آخر میں آنکھیں بتائی ترتیب سے ان کے نین نقش بتاتی تو میں ان کا تصور بناتی نہ کہ وہ کیسی ہوگی دیکھنے میں۔ عینی نے کشن اٹھا کر کشمالا کو مارا۔

تمہارے بس کی یہ بات نہیں کل دیکھ لینا تھی بہت کمال کی بھائی کی تو نظریں ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔ کشمالا زور سے قہقہہ لگا کر بولی تو عینی بھی ہنس کر اس کے ساتھ لیٹ گئی۔

آرزو زیاد کے جانے کے بعد کتنی دیر تک اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ کر اس کا لمس محسوس کرنے لگی پھر اٹھ کر وہ کمرے میں چکر کاٹنے لگی نیند تو اس کو آ نہیں رہی تھی اس کو عجیب لگ رہا تھا ان ئی لوگوں کے بیچ میں رہنا ان سب کو دیکھنے کے بعد گھر والوں کی یاد نے شدت پکڑ لی تھی پر وہ مجبور تھی ان سے مل نہیں سکتی تھی اور نہ بات کر سکتی تھی وہ ایسے ہی پریشانی سے ٹہلتے ٹہلتے گیلری میں جانے کا سوچا اس نے گیلری کا گلاس وال ڈور کھولا تو مبہوت رہ گئی رات کی تاریخی میں جہاں اندھیرے نے اپنا ڈھیر اجمایا ہوا تھا وہی گیلری میں رنگ برنگی لائیٹس کا جھرمٹ تھا آرزو گول گول گھومتی چاروں اطراف دیکھنے لگی جہاں خوبصورت سے صوفے اور ایک سائیڈ پیہ شیشے کی میز تھی جہاں کرسل کا شوپیز رکھا ہوا تھا تو کہی خوبصورت پھولوں کی لائی ن تھی جب کی کمرے کے دروازے پہ پتیوں کی لڑی لٹک رہی تھی وہ زیاد کی پسند کو داد دی ئی بنا نہ رہ سکی وہ چلتی ہوئی بیچوں بیچ آگئی جہاں پنچنگ بیگ لٹک رہا تھا اور نیچے جانے ورزش کے کون کون سے سامان تھے آرزو ان کے اُپر سے گزرتی ایک سینٹر صوفے پہ

بیٹھ گئی اور آسمان کی طرف دیکھنے لگی جہاں ستارے جگمگا رہے تھے ان منظر دیکھ کر
آرزو پر سکون سی مسکراتے لگی وہ اپنا آپ کسی اور جہاں میں محسوس کر رہی تھی۔



زیادہ ساحل سمندر کے پاس آیا تھا اور سمندر کی لہراتی ہوئی لہروں کو دیکھ رہا تھا اس کو
نہیں پتا یہاں آئے اس کو کتنا وقت گزر گیا تھا مگر وہ کچھ پل سکون کا گزارنا چاہتا تھا آرزو
کو اسپیس دینا چاہتا وہ جانتا تھا آرزو یا تو سو گئی ہوگی یا پھر ایسے بیٹھ گئی ہوگی مگر اس
کا انتظار تو دور وہ اس کو یاد بھی نہیں ہو گا یہ سوچتے ہی زیادہ کے چہرے پہ زخمی مسکراہٹ
نے بسیرا کیا وہ چاہتا تھا ابھی اس کے گھر والوں کو حقیقت سے روشناس کر دیتا مگر وہ ابھی
ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا اس کو آرزو کے دل میں جگہ بنانی تھی تاکہ جب اس کو اپنے
گھر والے مل بھی جائے تو وہ زیادہ سے الگ ہونے کا سوچے بھی نہ الگ تو وہ اب مر کر بھی
آرزو نہ کرتا ہمیشہ اپنے پاس رکھے گا پر وہ چاہتا تھا آرزو اس کو دل سے قبول کرے اس
کی محبت کا جواب محبت سے دے اس کا ہاتھ نہ جھٹکے اور نہ ہی اس سے دور رہنے کی ناکام
کوششیں کریں زیادہ جانے کتنی اور دیر تک یہاں رہتا مگر سیل فون پہ آتی کال نے اس
کی سوچوں میں خلل پیدا کیا زیادہ نے سیل فون جیب سے نکال کر اسکرین کو دیکھا تو ماہی
بیگم کی کال تھی۔

ہیلو چچی جان خیریت۔ زیاد کو ان کا کال کرنا سمجھ نہیں آیا تبھی پہلی بیل پہ فون رسید کر کے بولا۔

زیادرات کے بارہ ہونے والے ہو اور تم اب تک گھر سے باہر ہو پہلے کی بات اور تھی مگر اب جب تم شادی کر کے اپنے بیوی لائے ہو تو اس کا بھی تو سوچو اسے وقت دو نا کہ باہر رہو۔ دوسری طرف ماہی بیگم چھوڑو ہو گئی تھی زیاد نے نچلا ہونٹ دبا کر ان کی باتیں سنی۔

میں بس گھر ہی آ رہا تھا۔ زیاد نے فورن سے کہا۔

جلدی سے آؤ۔ ماہی بیگم حکیمہ انداز میں کہتی کال کٹ کر گئی تو زیاد اٹھتا اپنی گاڑی کی طرف آیا اور بیٹھ کر گھر جانے کے راستے پہ چھوڑی۔ گھر آ کر وہ جلدی سے اپنے کمرے کی طرف آیا کمرہ خالی دیکھ کر زیاد کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا تھا اس نے چاروں طرف کمرے میں نظر گھمائی مگر جب گیلری کا ڈور اوپن دیکھا تو بے ساختہ دیوار کے ساتھ لگ کر سکون بھر اسانس خارج کیا اور گیلری کی طرف آیا جہاں دور سائیڈ پہ آرزو آرام سے بیٹھی آسمان پہ چمکتے ستاروں کو دیکھ رہی تھی جو ایک الگ خوبصورت اور سکون بھر منظر تھا وہ تو ان چیزوں کی دیوانی تھی زیاد مسکراتا وہاں آیا اور پیچھے سے آرزو کی طرف جھک کر سرگوشی نما آواز میں بولا۔

تم یہاں ہو اور میں کمرے میں تمہیں نہ دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ آرزو جو پوری طرف اپنے دھیان میں تھی اچانک اپنے اتنے قریب آواز سن کر اس کا دل اچھل کر حلق تک آگیا اور گھور کر زیادہ کو دیکھا جو بے حد نزدیک اس کے تاثرات جانچ رہا تھا۔

آرام سے اور دور ہو کر بھی بات کر سکتے تھے۔ آرزو اپنی سانسوں کو ترتیب دیتی زیادہ سے بولی جو اس کا چمکتا چہرہ دیکھ رہا تھا زیادہ بنا کوئی ی جواب دی ئی آرزو کے بلکل پاس صوفے پہ بیٹھ گیا آرزو نے اٹھنا چاہا تو ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بیٹھایا۔

کہا جا رہی ہو؟ زیادہ نے اس کے بال چہرے سے پیچے کر کے پوچھا جو اس کا ہاتھ کھینچنے کی وجہ سے چہرے پہ گر پڑے تھے

NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

آپ سے دور۔ جواب فورن سے حاضر ہوا تھا۔

یہ تو ناممکن ہے۔ زیادہ دلکش انداز میں میں مسکرا کر بولا

سب کچھ ممکن ہے۔ آرزو نے درمیان میں فاصلہ بناتے ہوئے کہا۔

اچھا تو مجھ سے محبت کب کروں گی؟ زیادہ نے سوال داغا۔

کبھی نہیں۔ آرزو نے فورن سے کہا۔

کیوں اتنا پیارا تو ہوں۔ زیادہ نے مصنوعی افسوس سے کہا

مجھے نہیں لگتے پیارے۔ آرزو زیادہ کے خوبصورت ڈمپل سے نظر چراتی ہوئی بولی۔

پر مجھے تو تم بہت پیاری لگتی ہوں تمہارے بال۔ زیاد نے اس کے بالوں کی لٹ کو اپنی انگلی میں لپیٹ کر کہا تمہاری آنکھیں۔ اب کی اس کی آنکھوں میں پھونک مار کر کہا تو آرزو نے اپنی آنکھیں بند کر لی۔ اینڈ موسٹلی تمہارے گال۔ زیاد نے اپنا ایک ہاتھ اس کے گالوں پہ پھیر کر کہا تو آرزو ساکت سی بیٹھ گئی ہو جیسے پتھر کا مجسمہ بن گئی ہو۔ تمہارے ہونٹ بھی بہت پیارے ہیں۔ زیاد ان پہ انگلی پھیرتا اس سے پہلے آرزو نے اپنا چہرہ کچھ پیچے کیا وہ چاہ کر بھی زیاد سے دور نہیں ہو پار ہی تھی جب کی زیاد کھل کر مسکرایا آرزو کا گھبرا یا اور شرمایا روپ اس کو پسند آ رہا تھا زیاد نے اس کو کمر سے تھام کر اپنا قریب کیا اور اس کے ماتھے پہ اپنے لب رکھے آرزو نے اپنے ہاتھ اس کے سینے پہ رکھ کر دور کرنا چاہا جو ابھی بھی اس کے ماتھے پہ جھکا ہوا تھا زیاد تھوڑا آرزو سے کچھ دور ہوا جو گہرے سانس لے رہی تھی۔

میرے دوست کی شادی ہے کل مجھے پنڈی کے لیے نکلنا ہے تم بھی ساتھ چلو۔ زیاد نے کچھ دیر بعد خاموشی کو توڑا۔

میں نہیں آؤں گی اور نہ آپ اب اپنی چلائے گے۔ آرزو نے وارن کیا۔

میرا دل نہیں لگے گا تمہارے بنا۔ زیاد نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

نہ لگیں مجھے کیا۔ آرزو تنک کے بولی

بہت نافرمان بیوی ہو۔ زیاد نے گھور کر کہا
تو کسی فرمانبردار سے شادی کر لیں۔ آرزو نے مشورہ دیا۔
ایک تو سنبھل جائے پھر دوسری کا سوچوں گا۔ زیاد بڑبڑایا۔
کچھ کہا؟ آرزو نے مشکوک نظروں سے اس کی جانب دیکھ کر پوچھا۔
ہاں میں کہہ رہا تھا تم جو ہوا تنی خوبصورت بیوی تو کسی اور کی کیا ضرورت۔ زیاد آرزو کی
طرف دیکھ کر کہا تو آرزو نے آنکھیں گھمائی۔
اندر چلورات بہت ہو گئی ہے۔ زیاد نے آرزو کی طرف دیکھ کر کہا جو پھر سے آسمان
کی طرف دیکھ رہی تھی۔
مجھے نیند نہیں آرہی۔ آرزو نے بتایا۔
دن کو سوؤ گی تو کیسے آئے گی۔ زیاد نے نارمل بات کی مگر آرزو کو تو غصہ آگیا۔
آپ کا کیا مطلب میں ہر وقت سوتی رہتی ہوں۔ آرزو فل لڑا کا انداز میں بولی تو زیاد
سوچنے لگا اس نے ایسا کب کہا۔
میں نے ایسا تو نہیں کہا۔ زیاد نے تحمل سے کہا۔
مطلب تو وہی تھا نہ۔ آرزو ویسے ہی بولی۔
بڑا باتوں کا مطلب سمجھنے لگی ہو۔ زیاد تو اسکی عقلمندی پہ عیش عیش کراٹھا تھا۔

آپ کو نیند نہیں آتی تو کیا کوئی اور بھی نہ سوئے۔ آرزو کی سوئی ابھی بھی سونے پہ
انگی ہوئی تھی۔

آرزو اندر چلو لیٹو گی تو نیند بھی آجائے گی۔ زیاد نے اس کا گال تھپتھپا کر کہا
مجھے نہیں آتا۔ آرزو ضدی انداز میں بولی۔

آرزو چلو نہیں تو میں نے گود میں اٹھا کر لے جانا ہے۔ زیاد نے اب کی دھمکی دی جو کام
کر گئی تھی۔

جاتی ہوں۔ آرزو تن فن کرتی اٹھ گئی۔ زیاد بھی مسکرا کر نفی میں سر ہلاتا ساری
لائٹس آف کیے کمرے میں گیا اور گیلری دروازہ بھی لاک کیے چینج روم کی طرف
بڑھا جب کی آرزو بلیسٹ تان کر لیٹ گئی۔ زیاد چینج روم سے نکلا تو بلیک ٹی شرٹ
اور ٹراؤزر میں تھا۔

آرزو ایک سائیڈ پہ ہو۔ زیاد بیڈ کے پاس کھڑا ہوتا آرزو سے بولا جو بیڈ کے بچوں بیچ
لیٹی ہوئی تھی۔

کیوں؟ آرزو چہرے سے بلیسٹ ہٹا کر پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔
کیوں کی میں نے بھی سونا ہے۔ زیاد نے آرام سے کہا تو آرزو بدک کر اٹھ بیٹھی۔

اتنے بڑے گھر میں اور کوئی ی کمرہ نہیں کیا؟ آرزو کو زیاد کی بات پہ چار سو چالیس کے
 وولٹ کا جھٹکا لگا۔

بہت ہیں پر تم کیوں پوچھ رہی ہو۔ زیاد بیڈ پہ بیٹھ کر پوچھنے لگا۔
 توں آپ وہاں جائے یا مجھے دے کوئی ی اور کمرہ۔ آرزو نے کہا۔
 پاگلوں والی باتیں نہ کروں میں کیوں جاؤں گا اپنا کمرہ چھوڑ کر اور دوسری تم بھی یہاں
 رہوں گی۔ زیاد نے سمجھایا۔

پر پہلے بھی تو ہم سپریٹ روم میں رہتے تھے نہ تو اب بھی۔ آرزو جھنجھلا گئی تھی۔
 وہاں کی بات الگ ہے اور ہم میاں بیوی ہے بیڈ شیئر کر سکتے ہیں اسٹناٹ بگ
 ڈیل۔ زیاد نے اٹڈ آنے والی مسکراہٹ کو ضبط کیے کہا۔

پر میں نہیں کروں گی۔ آرزو حتمی انداز میں بولی تو زیاد کا دل کیا ماتھا پیٹ لے۔
 آرزو اب یہ کیا تم رات میں ضد لیے بیٹھی ہو میں نے بہت وقت دیا تمہیں اب اور
 نہیں۔ زیاد بیڈ پہ ٹانگیں سیدھی کیے آرام سے آرزو کو بے آرام کیے بولا۔

پر

آرزو سو جاؤ بیڈ بڑا ہے مشکل نہیں ہوگی۔ زیاد نے بیچ میں ٹوک کر کہا اور خود آدھا
 بلینکٹ اپنے اُپر ڈال کر لیٹ گیا آرزو بے بسی اس کو دیکھا اور دوسری طرف سیکڑ سمیٹ

کر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگی زیادہ نے چہرہ موڑ کر آرزو کو دیکھا جو بہت لیٹی ہوئی تھی جب کی آدھے سے زیادہ بیچ میں بیڈ خالی تھا خیال سے گرنا نہ جاؤ اتنی دور لیٹی ہوئی ہو۔ زیادہ نے مسکرا کر آرزو کو چھیڑا۔
چپ کر کے سو جائے۔ آرزو نے تپ کے کہا تو زیادہ نے آنکھیں بند کر لی تھی اور بنا سلیپنگ پلز کھائے سونے کی کوشش کرنے لگا۔



روشنا آج گرو سہری کا سامان لینا ہے تو تم جا کر لے آنا عاشر کے ساتھ۔ روشنا فجر پڑھ کر کچن میں آئی تو زریہ نے بیگم نے کہا۔
عاشر کے ساتھ کیوں میں خود لے آؤں گی۔ روشنا چو لہے پہ چائے کی کیتیلی رکھ کے بولی۔

اکیلے جانا ٹھیک نہیں وہ لڑکا ہے اس کے ساتھ جانا بہتر ہے۔ زریہ نے بیگم نے سجھایا۔
وہ لڑکا ابھی بچہ اماں میری کیا حفاظت کرے گا جو میں اس کے ساتھ جاؤں اور عاشر تو اتنے وقت تک ہمارے گھر نہیں آیا اور آپ چاہتی ہیں اس سے مدد لوں۔ روشنا طنزیہ بولی۔

بہت کڑوی باتیں کرنے لگی ہوں عاشر کوئی بچہ نہیں ماشا اللہ بیس سال کا مضبوط مرد ہے۔ زریہ نے بیگم نے اس کو ٹوکا۔

جو بھی وہ ہم سے خفا ہے اور خفا ہوئے سے میں کیا بات کروں۔ روشنانے کہا۔
خفا ہوئے لوگوں کو منایا جاتا ہے نہ کے قطعی تعلق کیا جاتا ہے۔ زرینہ بیگم نے سمجھنا
چاہا۔

اماں وہ میرا چھوٹا کزن ہے مجھے عزیز بھی ہے پر میں اس کے سامنے جھک نہیں
سکتی۔ روشنا گہری سانس بھر کے بولی۔

خیر دیر کو جانا سامان لینے عاشر تو یہاں کونسا ہم سے ملنا آتا تھا جس کے لیے آتا تھا وہ نہیں
تو وہ کیوں آئے گا نہ تو اس کو اپنی خالا عزیز ہے اور نہ بڑی کزن۔ زرینہ بیگم آبدیدہ ہو کر
بولی۔

چائے تیار ہو گئی ہے میں بابا کو دے آؤں۔ روشنانے بات بدلی۔

ہاں دے آؤ۔ زرینہ بیگم نے کہا تو وہ چائے کپ میں انڈیلیٹی ایاز صاحب کے پاس
گئی جو دفتر جانے کے لیے تیار تھا۔

بابا آپ کی چائے۔ روشنا دروازہ نوک کر اندر آتی ہوئی بولی۔

شکریہ۔ ایاز صاحب نے کپ پکڑتے ہوئے کہا۔

شکریہ کی کیا بات اماں ناشتہ تیار کرنے والی ہے بس پانچ منٹ وہ کر لیں پھر کام پہ
جائیے گا۔ روشنانے مسکرا کر کہا۔

تم نے اپنی ماں سے جاب کی بات کی تھی کیا؟ ایاز صاحب نے پوچھا۔
جی بابا۔ روشناسر جھکا کر بولی۔

جاب کا خیال دماغ سے نکال دو بیٹا میں ہوں کمانے کے لیے۔ ایاز صاحب نے دو ٹوک
لہجے میں کہا۔

میں گھر میں بور ہوتی ہوں اماں کپڑے سلنے میں مصروف ہوتی ہے کام گھر کا جلدی ختم
ہو جاتا ہے میں اپنے آپ کو بزی رکھنا چاہتی ہوں اس لیے جاب کا سوچا۔ روشناسر نے
وضاحت دیتے ہوئے کہا۔

آپ کوئی ی کورس کر لیں کالج تو ختم ہو گیا آپ کا۔ ایاز صاحب چائے کا گھونٹ بھرتے
ہوئے بولے تو روشناسر کو ان کی بات ٹھیک لگی۔

ہاں ٹھیک جانے کیوں میرے دماغ میں یہ خیال کیوں نہیں آیا میں مدرسہ جوائن
کرتی ہوں وہاں ایک خاتون سب کو بہت اچھا سبق دیتی ہیں میں جایا کروں گی تو کچھ سیکھ
لوں گی۔ روشناسر مسکرا کر بولی تو ایاز صاحب نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور خالی کپ
ٹرے میں رکھا تو روشناسر لیکر کمرے سے باہر آئی اور کچن میں واپس آئی جہاں
زرینہ بیگم آٹا گوند رہی تھی۔

بابا نے کہا میں کوئی ی کورس کر لوں جاں کے بجائے تو میں نے مدرسہ جانے کا سوچا
اچھا ہے نہ۔ روشنانے زرینہ بیگم کو بتایا۔

ہاں اچھا ہے دین کی نالچ ملے گی۔ زرینہ بیگم نے کہا

جی پہلے خیال آتا تو اچھا تھا۔ روشنا اب پر سکون سی ہو کر بولی۔

نام کیا ہے جو مدرسہ کا کلاس لیتی ہے کچھ پتا ہے؟ زرینہ بیگم نے پوچھا۔

زیادہ نہیں پتا کچھ وہاں داخلوں گی تو سہی سے پتا لگے گا۔ روشنانے کہا۔

ٹھیک میں نے تمہارے لیے رشتے کی بات کی ہے امید ہے کوئی اچھا مناسب رشتہ

مل جائے گا۔ زرینہ بیگم نے کہا تو روشنا کا موڈ بگڑا۔

اماں پلیز شادی کا ذکر نہ کیا کریں اب تو اس نام سے مجھے وحشت ہونے لگتی ہے۔ روشنا

نے چڑ کر کہتی کچن سے نکل گئی زرینہ بیگم نے تاسف سے اس کی پشت کو دیکھا۔



زیاد کی آنکھ صبح فجر کے وقت کھلی تو اس نے جیسے آنکھیں کھولی تو آرزو کو دیکھا جو آرام

سے لیٹی ہوئی تھی زیاد کو اپنے اندر سکون اُترتا محسوس ہوا وہ آرام سے اٹھا اور نماز

پڑھنے کے لیے کپڑے بدلنے کے لیے چینجنگ روم کی طرف بڑھا باہر آیا کپڑے چینج

کر کے تو اس نے سوچا آرزو کو بھی نماز کے لیے اُٹھائے مگر اس کو پر سکون سوتا دیکھ کر

اس نے ارادہ ترک کر دیا اور خود آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا وہ پیدل ہی مسجد

کے لیے نکل پڑا اس کے گھر کے اور مسجد کا فاصلہ پندرہ منٹ کا تھا زیادہ اپنی چپل اتار کر مسجد میں داخل ہوا اور وضو کرنے لگا وضو کے بعد جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے لگا۔ اللہ میں جانتا ہوں میں گنہگار بندہ ہوں اور شاید میں نے جو آرزو کو پانے کا راستہ اختیار کیا ہے وہ بھی غلط تھا مگر میرے پاس اس وقت کوئی اور چارہ نہ تھا اگر میں خاموش رہتا تو آج آرزو کسی اور کے نام ہوئی ہوئی میری سانسوں کی ڈور اب آرزو سے جڑی ہے میں کیسے اس کو کسی اور کا ہونے دیتا اس لیے میں نے آرزو کی مرضی بغیر اس سے نکاح کر لیے میں جانتا ہوں وہ بہت سفر کر رہی ہے وہ اپنے گھر والوں کو یاد کرتی ہے میں اس کو اس کے گھر والوں سے ملو اوں گا پر ابھی مجھے کچھ وقت درکار ہے آپ تو ہر چیز پہ قادر ہے میری مشکل آسان کر دے آرزو کے دل میں میرے لیے گنجائش پیدا کر دے وہ بھی سب بھول کر مجھے اپنائے مجھے وہ مقام دے جس پہ میرا حق ہے وہ بہت روڈی ہو گئی ہے میرے ساتھ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا میں بہت چاہتا ہوں اس سے میری دعا پہ کن فرما دے میرے اللہ ایک آپ ہے جو سب کچھ جانتے ہیں وہ تو اب میری محرم ہے آپ اس کے دل میں میرے لیے محبت ڈالے میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا بس آرزو مجھ سے خفانہ ہو۔

نماز پڑھنے کے بعد زیاد اپنے ہاتھ دعا کے لیے کھڑے کیے اللہ سے اپنے دل کی باتیں اور دعا مانگنے لگا جس میں بس آرزو تھی آج وہ اپنے رب سے آرزو کی محبت کی بھیگ مانگ رہا تھا وہ دعا میں اتنا محو تھا کہ اس کو پتا بھی نہیں چلا کہ اس کی آنکھوں میں نمی اُترنے لگی اس کا دھیان تو بس دعا مانگنے میں تھا زیاد نے اپنے گال پہ کچھ گرتا محسوس کیا تو اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا تو اپنے آنکھوں میں آنسو محسوس کر کے وہ حیرانگی کی کیفیت میں مبتلا ہوا اس کو یاد نہیں آیا کہ اس نے اتنی شدت اور عاجزی سے کسی کے لیے دعا مانگی تھی یا کہ وہ آخری دفع رو یا تھا وہ تو پتھر کا بن گیا تھا اس نے اپنے دل کو بھی پتھر کا بنا دیا تھا جس میں محض چند لوگوں کے علاوہ کسی اور کے لیے احساس نہیں جاگتا تھا زیاد اپنے ہاتھ کو دیکھ کر مسکرایا جہاں نمی آگئی تھی۔

کیا بات ہے آج دعا کافی لمبی تھی۔ امام صاحب اس کے ساتھ بیٹھ کر نرمی سے بولے تو زیاد نے ان کا پر نور چہرہ دیکھا جہاں سفید ڈھاڑی تھی اور ہاتھ میں تسبیح لیے وہ نرمی سے اس کو دیکھ رہے تھے۔

جب انسان کو کسی چیز کی ضرورت ہو وہ وہاں آتا ہے جہاں اس کو یقین ہوتا ہے کہ اگر اس کی ضرورت پوری نہیں ہوئی تو ایک در ہوتا ہے جہاں اس کی ضرورتیں مرادیں التجائیں قبول ہوتی ہیں میرے ساتھ بھی یہی مسئی لاہے میں بھی اپنے خالی ہاتھ

اس در پہ پھیلائے مانگ رہا ہوں اس یقین کے ساتھ کہ وہ میری سنے گا اور میرے لیے بہتر کریں گا۔ زیاد نے اپنی آنکھیں صاف کیے ہنس کے بولا تو امام صاحب اس کی بات پہ مسکرائے۔

بیشک وہ رب سب کی سنتا اور قبول کرتا ہے۔ امام صاحب نے اُپر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

میں گھنگار ہوں میری بھی سنے گا نہ؟ زیاد نے کسی بچے کے انداز میں پوچھا۔
ابھی تو آپ نے کہا آپ کو یقین ہے وہ آپ کی سنے گا تو کسی اور سے کیا پوچھنا دعا مانگوں نہ تو یہ سوچ نہ لاؤں کہ میں گھنگار ہو کیا پتا میری قبول نہ ہو بس یہ سوچو کہ اللہ نے دعا مانگنے کی توفیق دی ہے تو دعا کی قبولیت کا بھی شرف بخشے گا۔ امام صاحب نے آرام سے کہا تو زیاد کو سکون ملا۔

شکر یہ آپ کا۔ زیاد نے عقیدت سے ان کے ہاتھوں کو آنکھوں پہ لگایا تو انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

جس کے لیے تم تڑپ رہے ہو نہ اس تڑپ کی تپش اس پہ ضرور پہنچے گی۔ امام صاحب کی بات پہ زیاد نے حیرت سے ان کو دیکھا جواب اٹھ کر چلے گئے تھے کیا میرا چہرہ دل کا حال بیان کرتا ہے۔ زیاد نے خود سے سوال کیا پر کوئی جواب نہ ملا تو مسجد سے

نکل گیا۔ چلتے ہوئے گھر آیا تو ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی زیاد آرام سے چلتا گھر کے اندر داخل ہوا کمرے کی جانب گیا تو آرزو کو ویسے ہی لیٹا پایا وہ چلتا ہوا بیڈ کے پاس آیا اور آرزو کا ہاتھ اُپر کیا جو بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا خود وہ بیڈ کے کنارے پہ تھی زیاد نے جیسے ہی کلائی پکڑی تو آرزو کی آنکھ کھلی آرزو نے آنکھ کھول کر جیسے ہی زیاد کو دیکھا تو منہ بنایا مگر جب زیاد نے چہرہ کچھ اُپر کیا تو آرزو اس کی آنکھیں دیکھ کر ٹھٹکی جو کچھ سرخ سی تھیں۔

اچھا ہوا اٹھ گئی تم۔ زیاد نے آرزو کی کھلی آنکھیں دیکھی تو مسکرا کر ہشاش بشاش لہجے میں کہا کچھ دیر پہلے والا ادا اسی کا عنصر بالکل نہ تھا۔

ہاں مگر آپ کو کیا ہوا ہے؟ آرزو اپنی آنکھیں مسلتی ہوئی پوچھنے لگی۔

مجھے کچھ بھی نہیں۔ زیاد کو آرزو کی بات سمجھ نہیں آئی۔

تو آنکھوں کا کلر بدلا بدلا کیوں لگ رہا ہے مطلب سرخ اور گیلی سی ہیں آپ روئے ہیں کیا؟ آرزو نے اپنے تئیں اندازہ لگایا جب کی زیاد صدقے جانے والی نظروں سے اس کو دیکھنے لگا اور جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

آرزو نے اپنی آنکھیں کرکھلی۔

ایسا کچھ نہیں تم فریش ہو جاؤ میں کپڑے چینج کر کے جاگنگ پہ جاؤں گا۔ زیاد نے اس کا گال سہلا کر کہا تو آرزو نے دوبارہ نہیں پوچھا بس بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی

زیاد آرزو کو واشروم جاتا دیکھا تو اس کو یاد آیا آرزو کے چند کپڑوں کے بیگز اس کی گاڑی میں ہیں۔ زیاد ماتھے پہ ہاتھ مار تھا کمرے سے باہر گیا گیراج میں آکر اس نے اپنی گاڑی کا لاک کھولا اور سب بیگز اپنے ہاتھ میں لیکر اندر کی طرف گیا وہ چاہتا تو یہ کام کسی ملازم سے بھی کہہ سکتا تھا مگر ان بیگز میں آرزو کی چیزیں تھیں اور زیاد نہیں چاہتا تھا آرزو کی کوئی بھی چیز اس کے علاوہ کوئی اور چھوئے زیادہ چلتا ہوا گھر میں سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا جب سمایا بیگم نے نخوت سے اس کو اور اس کے ہاتھ میں پکڑے بیگز کو دیکھے تھے جب کی زیاد نظر انداز کرتا سیڑھیوں پر کرتا رائیٹ سائیڈ جا کر اپنے کمرے میں جانے لگا کمرے میں داخل ہوا تو آرزو شاید ابھی بھی واشروم میں ہی تھیں

زیاد نے اس کا ایک ڈریس بیڈ پہ رکھا باقی جو تین چار تھے وہ چینجنگ روم میں بنے وارڈروب میں رکھے اس کے بعد وہ واشروم کے دروازے کے قریب آرزو کو آواز دینے لگا۔

تمہارا ڈریس کمرے میں موجود ہے اٹھالینا۔ زیاد کی بات پہ آرزو جو کل والا ڈریس پہن رہی تھی اس کو واپس رکھا۔

آپ واشروم کے دروازے پہ رکھ دے میں وہاں سے اٹھالوں گی۔ آرزو نے لب دانتوں تلے دبائے کہا تو زیاد نے وہی کیا جو آرزو نے کہا اور خود ٹریک سوٹ پہنتا باہر نکلا۔ آرزو نہا کر باہر نکلی تو زیاد نہیں تھا وہ آرام سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہوئی اور بالوں سے ٹاول اُتار کر ٹیبل پہ رکھا تبھی کمرہ نوک کرتے ماہی بیگم اندر داخل ہوئی تو آرزو ان کو دیکھ کر جانے کیوں گھبرائی جب کی ماہی مسکرا کر اس کو دیکھ رہی تھی۔

اسلام علیکم۔ آرزو کو کچھ اور نہ سوچھا تو سلام کر ڈالا وعلیکم اسلام ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔ ماہی بیگم نے سلام کا جواب دے کر تعریف کی آرزو ان کی تعریف پہ شرملا گئی تھی جو اس وقت کمیکل کلر کے شلوار قمیض میں تھی گیلے بال کھلے ہوئے تھے جب کی چہرے پہ ہلکی ہلکی پانی کی بوندیں چمک رہی تھی۔

شکریہ۔ آرزو نے نیچے دیکھتے ہوئے کہا تو ماہی بیگم ہنس دی۔ آپ ریڈی ہو جائے پھر باہر چلیں ناشتہ بھی تیار ہونے والا ہے اور عینی تمہیں دیکھنے کے لیے بے چین ہے اس لیے جلدی کریں۔ ماہی بیگم ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آکر بولی تاکہ اس کی مدد کریں ان کے لیے آج آرزو کی پہلی صبح تھی سسرال میں جو بھی زیاد تو اب

لے آیا تھا اس کو اس لیے وہ پہلے دن کی دو لہن کی طرح اس کو پروٹو کول دیں رہی تھیں۔

عینی کون؟ آرزو الجھ کر بولی۔

زیاد کی بہن کل تم سے نہیں مل پائی نہ اس لیے۔ ماہی بیگم نے بتایا۔
تو وہ یہاں بھی تو آسکتی ہے۔ آرزو نہ عام لہجے میں کہا تو ماہی بیگم کے چہرے پہ سایہ لہرایا۔

زیاد کو پسند نہیں اس کے کمرے میں کوئی آئے اس لیے بس میں یہاں اس کا خاص ملازم شبیر ہی آتا ہے اور کوئی نہیں۔ ماہی بیگم سنبھل کے بولی۔
ہاں پر بہن تو آسکتی ہے۔ آرزو کو ان کی بات عجیب لگی

آپ یہاں بیٹھو میں تیار کروں گی آج آپ کو۔ ماہی بیگم بات بدل کے بولی۔
مجھے بس بال بنانے ہیں اور کچھ نہیں۔ آرزو نے بتانا ضروری سمجھا۔

میک اپ کی تو آپ کو ضرورت نہیں مگر پھر بھی تھوڑا سا کر لیں اس گھر میں آپ کی پہلی صبح ہے نہ۔ ماہی بیگم مسکرا کر اس کو ڈریسنگ ٹیبل کے پاس والی چئی ٹی رپہ بیٹھا کے بولی تو آرزو جو جزبہ ہونے لگی۔

آپ کے پاس سامان نہیں کیا؟ ماہی بیگم نے ڈریسنگ ٹیبل پہ بس زیاد کی چیزیں دیکھی تو پوچھا۔

زیاد لائے تو تھے مگر شاید وہ وہاں رہ گئی ہے جہاں ہم رہ رہے تھے۔ آرزو نے بتایا۔
کوئی نہیں میں آتی ہو۔ ماہی بیگم مسکرا کر کہتی ہوئی کمرے سے باہر گئی تو آرزو نے بالوں کو سلجھانے کے لیے برش اٹھایا اور بالوں میں پھیرنے لگی کچھ دیر تک ماہی بیگم آئی تو ان کے ہاتھ میں میک اپ کی کٹ تھی

انہوں نے آرام سے ہلکے سامیک اپ آرزو کے چہرے پہ کیا اور آنکھوں میں کاجل کی لکیر کھینچی آرزو خاموش آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی جب کی ماہی بیگم لپ اسٹکس کے شیڈ دیکھ رہی تھی کے کونسی لگائے پھر انہوں نے ہلکے ریڈ کلر کی لپ اسٹک آرزو کے ہونٹوں پہ لگائی ساری تیاری کے بعد ماہی بیگم نے آرزو کو دیکھا تو گردن کے پیچے کاجل کا ٹیکہ لگایا ان کو ڈر تھا کہی نظر نہ لگ جائے آرزو لگ جواتنی پیاری لگ رہی تھی وہ زیاد کی پسند کو داد دی ئی بغیر نہ رہ سکی وہ اب سمجھی زیاد کیوں کسی لڑکی کے لیے اتنا پاگل ہوا تھا۔

اللہ نظرے بد سے بچائے۔ ماہی بیگم نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تو آرزو نے اپنے آپ کو مر میں دیکھا اور گہری سانس لی ماہی بیگم اس کی عدم دلچسپی نوٹ کر رہی تھی

مگر کچھ کہا نہیں وہ سمجھ سکتی تھی اس وقت وہ کیا محسوس کر رہی ہوگی اپنوں سے الگ رہ کر مگر وقت کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہو جائے گی ماہی بیگم یہ سوچ کر مطمئن تھی اور زیادہ پر بھی بھروسہ تھا۔

یہ لیں آپ کا ڈوپٹہ۔ ماہی بیگم نے ایک شانے پہ اس کا ڈوپٹہ ٹھیک کیا جب کی بال کھلے آدھے ایک کندھے پہ تھے تو باقی پیچھے کمر پہ تھے۔

اُو باہر چلتے ہیں زیادہ بھی آجائے گاتب تک۔ ماہی بیگم نے اس کو ایک جگہ کھڑا پایا تو چلنے کا کہا تو آرزو سر ہلاتی ان کے ساتھ جانے لگی تھی مگر ان کے جانے سے پہلے ہی دروازہ کھول کر زیادہ داخل ہوا جس کے ہاتھ میں فریش جوس کی بوتل تھی اور بال سارے ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے آرزو نے زیادہ کو دیکھ کر نظر جھکا دی جو بلیک اینڈ بلیو کلر کے ٹریک سوٹ میں بکھرے بالوں کا ساتھ بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا اُپر سے اس کے کسرتی مضبوط بازو جو صاف نظر آرہے تھے کیوں کی زیادہ نے جیکٹ کے بازو بہت فولڈ کیے ہوئے تھے زیادہ جو اپنے خیال میں اندر داخل ہوا تھا آرزو پہ نظر پڑی تو وہ ماہی بیگم کی موجودگی بھی محسوس نہیں کر پایا اور دم سادھے آرزو کو دیکھے جا رہا تھا جو ایک سیکیئنڈ میں اس کے دل کی دھڑکن تیز کر چکی تھی آرزو ماہی بیگم کے سامنے زیادہ کو نظروں سے خائف ہوتی ڈوپٹے کا کونہ مڑوڑنے لگی زیادہ بھی آگے قدم بڑھا کر اس کے پاس

آتا اس سے پہلے ماہی بیگم نے اس کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ جیسے گہری نیند سے جاگا تھا سامنے ماہی بیگم کو دیکھ کر وہ تعجب سے ان کو دیکھنے لگا کو شرارتی نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہی۔

آپ کب آئی؟ زیادکان کی لو مسلتا اپنی خفت مٹانے کے غرض سے بولا
میں تو کب سے یہی ہوں مگر تمہیں اپنی بیوی کو دیکھنے کے علاوہ کسی اور کو دیکھنے کی
فرصت ہو تو کوئی اور نظر آئے۔ ماہی بیگم نے اس کے سر پہ چپت لگاتے ہوئے کہا۔
آرزو کو آپ نے تیار کیا ہے؟ زیاد بات بدلنا بہتر سمجھا۔
جی اور تمہیں پسند آئی یا نہیں یہ مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ ماہی بیگم نے پھر سے
تنگ کیا تو زیاد مسکرایا ماہی بیگم نے اس کے ڈمپل کو دیکھا تو ماشا اللہ کہا۔
میں آرزو کو نیچے لیکر جا رہی ہوں تم بھی فریش ہو کر ناشتہ کرنے آؤ۔ ماہی بیگم نے کہا تو
زیاد نے آرزو کی طرف دیکھا جواب بالوں کی لٹ کو انگلی میں گھما رہی تھی۔
اگر آپ کو برا نہ لگے تو آرزو میرے ساتھ آئے میں فریش ہو جاؤ پھر ساتھ آئیں
گے۔ زیاد نے ماہی بیگم سے کہا تو مسکرا دی۔

ٹھیک ہے پر جلدی آنا۔ ماہی بیگم مسکرا کر کہتی باہر نکلی جب کی آرزو کو زیاد کی بات پسند
نہیں آئی۔

مجھے آنٹی کے ساتھ جانا ہے۔ آرزو زیادہ کو اپنے پاس آتا دیکھا تو کہا۔
 اور مجھے تمہارے ساتھ۔ زیادہ اس کا ہاتھ تھامتا ہاتھ کی پشت پہ اپنے ہونٹ رکھتا ہوا بولا
 تو آرزو نے گھور کر زیادہ کو دیکھا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے الگ کیا زیادہ ہلکے سا مسکرایا۔
 اتنا تیار مت ہوا کرو تمہیں ان مصنوعی چیزوں کی ضرورت نہیں۔ زیادہ اس کے پیچھے
 کھڑا ہوتا ہوا بولا اور اس کے بال اپنے ہاتھوں میں لیے ان کو بل دینے لگا آرزو تعجب
 سے زیادہ کے ہاتھ اپنے بالوں پہ محسوس کر رہی تھی جو آرام سے ان کی پونی بنا رہا تھا۔
 کیا کر رہے ہیں آپ؟ آرزو جھنجھلا کر پوچھنے لگی۔

لبے بال ہیں سنبھالنا مشکل ہو گا اس لیے ان کو قید کر رہا ہوں۔ زیادہ نے بے آرام سے
 جواب دیا۔
 Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

میں سنبھالتی۔ آرزو جل کے بولی زیادہ نے آخر بل دیا اور ڈریسنگ ٹیبل پہ چہرے موڑ کر
 دیکھا جہاں کیچر رکھا ہوا تھا زیادہ نے وہ اٹھایا اور ربن کے بجائے کیچر لگایا اس کے بعد
 اس کے شانے پہ ٹکا ہوا ڈوپٹہ آرام سے شانے سے ہٹا کر اس کو کھول کر سر پہ ٹکایا آرزو
 تو بہت بیزاری سے اس کی حرکتیں دیکھ رہی تھیں زیادہ اپنے کام سے مطمئن ہو تا
 آرزو کے سامنے کھڑا ہوا اور اس کے ماتھے پہ اپنے لب رکھے۔

میں جلدی فریش ہو کر آیتب تک یہی رہنا۔ زیاد کہتا واشروم کی طرف گیا آرزو بھی بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی۔

بیس منٹ بعد زیاد واشروم سے ٹاول سے بال رگڑتا ہوا آیا تو پینٹ اور بنیان میں تھا زیاد سیدھا چینجنگ روم کی طرف بڑھا آرزو تو بس شعلہ بھری نظروں سے اس کو گھورتی رہ گئی جو لڑکیوں کی طرح فریش ہونے میں وقت لگایا تھا وہ تو یہی سوچ سکی دس منٹ اور زیاد نے چینجنگ روم میں لگائے آرزو کا دل کیا اکیلے نکل جائے مگر اس کو تو کچھ پتا بھی نہیں تھا جانا کہاں ہیں اس لیے جبر کر کے بیٹھی رہی زیاد باہر آیا تو نیوی بلیو کلر کی شرٹ اور جینز پینٹ میں تھا جس سے اس کی رنگت دمک رہی تھی کف بازوؤں تک فولڈ کرتا زیاد ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آیا آرزو تو حیرت سے زیاد کی کلائی دیکھ رہی تھی جہاں سفید رنگت پہ رگیں ابھری ہوئی صاف نظر آرہی تھی آرزو نے میکانیکی نظروں سے آستین اُپر کر کے اپنا بازو اور پھر کلائی دیکھی جو گوری تو تھی مگر رگیں نہیں تھی ظاہر آرزو نے منہ بنایا اور آستین نیچے کی پھر سے زیاد کو دیکھا جو اپنے سلکی بالوں کو جیل لگا کر سیٹ کر رہا تھا عنابی لب آپس میں پیوست تھے اور سنجیدگی سے اپنی تیاری میں مگن تھا زیاد نے بال سیٹ کرنے کے بعد گھڑی پہنی اور پرفیوم اٹھا کر ڈھیر سارا خود پہ چھڑکا تو آرزو دیکھتی رہ گئی آرزو کو اپنے اطراف زیاد کے پرفیوم کی خشبو

محسوس ہونے لگی تو سانس اندر کھینچی اور اٹھ بیٹھی۔ زیاد بھی تیار ہوتا آرزو کی طرف آیا اور بنا کچھ کہے اس کا ہاتھ اپنی آہنی گرفت میں لیکر کمرے سے نکلنے لگا۔

وہ دیکھو۔ کشمالا نے عینی کو پیچھے دیکھنے کا کہا جہاں زیاد آرزو کو لیے آ رہا تھا وہ عینی اور کشمالا ان دونوں کے انتظار میں تھے کہ کب وہ آئے گے عینی نے جب چہرہ موڑ کر زیاد کے ساتھ آتی آرزو کو دیکھا تو اس کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا اس نے بار بار آنکھیں بند کر کے کھلی کے شاید منظر بدل جائے مگر آرزو کو زیاد کی بیوی کے روپ میں دیکھ کر اس کو جتنا حیرت کا جھٹکا لگا تھا اس سے گئی گناہل کے ایک کونے میں ٹھنڈک ملی تھی کہ چلو اب وہ عاشر کے اور اس بیچ میں نہیں آئے گی۔

اُبات کر کے ہیں۔ کشمالا نے اس کو کہنی مار کر کہا تو وہ ہوش میں آئی۔

ہاں چلو۔ عینی ہڑبڑا کر بولی۔

ناشتہ لگ گیا ہے سب آجائے ماہی بیگم نے کہا تو زیاد آرزو کو لیکر وہاں گیا تو وہ دونوں دل مسوس کر کے رہ گئی۔

یہ لوں۔ زیاد نے ڈائی ینگ ٹیبل پہ بیٹھ کر آرزو کی طرف پر اٹھا بنایا وہ جانتا تھا آرزو کو پر اٹھے پسند ہیں وہ بھی بہت آوئی لی اس لیے اس نے شبیر سے کہہ کر آرزو کے لیے بنوائے تھے جب کی ان سب میں سے کوئی بھی اتنا ہیوی نہیں کھاتا تھا۔

اتنی آوی لی چیزے کھاتی ہوگی اس لیے تو ان فٹ ہو۔ سمایا بیگم نے آرزو کو پراٹھا کھاتے دیکھا تو اس کے صحتمند وجود پہ چوٹ کی جب کی سب زیاد کی طرف دیکھنے لگا جس کی رنگت سرخ ہوئی تھی جیسے سمایا بیگم نے آرزو کو نہیں بلکہ اس کو کہہ دیا ہو اگر وہ اس کو کہتی تو شاید زیاد کو اتنا غصہ آتا بھی نہ مگر سمایا بیگم نے سب کے سامنے آرزو کو کمتر کرنے کی کوشش کی تھی یہ بات زیاد کو آپے سے باہر کرنے کے لیے کافی تھی اسرار صاحب نے تنبیہ نظروں سے سمایا بیگم کو دیکھا تھا جب کی آرزو تو ان کی بات پہ گھورنے لگی پھر اپنا پرانہ جملہ دہرایا

میں ان فٹ نہیں بلکہ ہیلدی ہوں مطلب کی صحتمند اور ان فٹ ہونے میں اور صحتمند ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ آرزو کی بات پہ ان چاروں نے سر جھکا کر اپنی ہنسی چھپائی جب کی سمایا بیگم کا چہرہ آہانت کے احساس سے سرخ ہوا تھا ان کو لگا تھا وہ چپ کر جائے گی یا چہرے پہ شرمندگی کے تاثرات نظر آنے لگیں مگر وہ تو بہت کانفڈنٹ سے ان کے منہ پہ جواب مار گئی تھی زیاد ابھی بھی اپنا اشتعال دبانے میں لگا ہوا تھا۔

شبیر

شبیر

جی سر۔ شبیر فورن سے حاضر ہوا تھا آرزو زیاد کی اتنی تیز دھاڑ پہ ڈر کے کچھ دور ہوئی ی اس نے کہاں زیاد کو اتنا چیختے دیکھا تھا جب کی زارون اشرف عینی کشمالانے اپنا سر پکڑا تھا کے اس دفع بھی ناشتہ کی ٹیبل پہ تماشا ہو گیا تھا جانے وہ دن کب آئے گا جب وہ آرام سے ساتھ بیٹھے ناشتہ کریں گے وہ بس سوچ سکے اسرار صاحب نے غصیلی نظر سمایا بیگم پہ ڈالی جو خود کو بے نیاز ظاہر کر رہی تھی ماہی بیگم جو زیاد کے پاس والی چچی ئی رہے بیٹھی تھی اس کا ہاتھ دبا کر رلیکس کرنے کی کوشش کرنے لگی مگر زیاد اپنی چچی ئی ر کو ٹھو کر مار کر اٹھ بیٹھا تھا آرزو فورن سے اٹھ بیٹھی تھی اس کا پورا وجود لرز رہا تھا ٹانگیں بے جان ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

آرزو کا ناشتہ ہمارے کمرے میں لے آؤ۔ زیاد نے تیز آواز میں کہا اور آرزو کو اپنے حصار میں لیکر اندر کی طرف بڑھا آرزو تو حیرت سے گنگ زیاد کا روپ دیکھ رہی تھی اس کو ابھی تک سمجھ نہیں آیا تھا زیاد کو غصہ کس بات پہ آیا تھا اپنی ماں کی بات پہ یا اس کے جواب پہ شاید اس کے جواب پہ یہ خیال آتے ہی آرزو کی آنکھیں خوف سے پھٹی اس نے چور نظروں سے سپاٹ چہرہ لیے زیاد کو دیکھا جواب سیڑھیاں پھیلا نکلتا جست میں اس کا بازو پکڑے لیے گیا تھا سب لوگوں نے افسوس پہلے زیاد کو اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

کبھی تو اس کو سکون لینے دیا کرو۔ اسرار صاحب سمایا بیگم سے بولے۔
 کچھ غلط تو کہا نہیں تھا ایک نارمل بات تھی اور دوسرا یہ کہ اپنی جیسی منہ پھٹ لڑکی سے
 شادی کی ہے۔ سمایا بیگم تو جل بھن کے بولی وہ تو کل آرزو کو خاموش دیکھ کر دبنے والی
 سمجھ گئی تھی مگر وہ تو زیادہ سے بھی دو ہاتھ آگے لگی ان کو۔

موم آپ پلیرز زیاد بھائی کے معاملے میں کچھ غلط نہ بولا کریں وہ آپ کی وجہ سے پہلے
 ہی ہم سے بھی نفرت کرتیں اور اب تو ان کی بیوی بھی کریں گی اور کیا پتا آپ کے اس
 رویے کی وجہ سے وہ ان کو لیکر یہ گھر ہی نہ چھوڑ دے۔ اشرف سخت لہجے میں اپنی ماں
 کہتا ہوا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا سمایا بیگم تو حیرت سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھی جو ان کے
 خلاف بول رہا تھا ان کے دل میں زیادہ کے لیے نفرت کی چنگاڑی مزید بڑھی تھی ان کو
 اپنی غلطی نہیں بس زیادہ کی غلطی دکھ رہی تھی جس کی وجہ سے ان کا اپنا بیٹا پہلی بار ان
 سے ایسے بات کر رہا تھا۔

ماں سے بات کرنے کی تھمیز بھول گئی ہو کیا؟ سمایا بیگم ناگواری سے اشرف کو
 دیکھ کر بولی

سوری موم بٹ آئی ریکیویسٹ یو پلیرز چیئنج یو ری رہویر۔ اشرف اب کی کچھ عاجزی
 سے کہتا نکل گیا اس کو زیادہ بچپن سے ہی عزیز تھا جانے کیا کشش تھی جو سمایا بیگم کے

لاکھ بھکانے پہ بھی وہ کبھی زیاد سے نفرت نہ کر سکا اور نہ کبھی اس کو سوتیلا بھائی سی سمجھا تھا مگر کچھ سال پہلے ہوئے حادثے پہ جیسے زیاد نے اس کا ساتھ دیا تھا بنا کسی کو بتائے یا شک دلائے اس کا پردہ رکھا تھا اشرف کے دل میں زیاد کا مقام مزید بلند ہوا تھا۔

آپ کے بیٹے کی وجہ سے میرا بیٹا مجھ سے ایسے بات کر گیا ہے۔ سمایا بیگم اسرار صاحب پہ چیخی جب کی زارون کشمالا کو اشارہ کرتا اٹھا تو وہ بھی اٹھی اور عینی بھی وہاں سے نکلی ماہی بیگم پریشانی سے ان کو بننا نشہ کیے جاتا دیکھنے لگی۔

آواز دھیمی رکھویوں جاہل عورتوں کی طرح چیخوں مت ملازم بھی ہوتے ہیں یہاں۔ اسرار صاحب ٹوک کر بولا جب کی سمایا بیگم تو غصے سے پاگل ہونے کے در پہ تھیں۔

Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

اپنے بیٹے کو کچھ نہ کہنا بس مجھے ہی رعب چلانا۔ سمایا بیگم سیخ پا ہوئی سی اسرار صاحب نیپکن سے اپنا ہاتھ صاف کیے اٹھ گئیے سمایا بیگم اپنی مٹھیاں بھینچ کے اسرار صاحب کی پشت دیکھنے لگی جنہوں نے ان کی بات کا جواب دینا بھی ضروری نہ سمجھا تھا۔

زیاد کمرے میں آتا آرزو کو بیڈ پہ بیٹھایا اور خود یہاں سے وہاں چکر کاٹنے لگا آرزو بس اس کو یہاں سے وہاں جاتا دیکھ رہی تھی دروازہ نوک ہونے پہ زیاد دروازے پہ آیا

جہاں شبیر ناشتے کی ٹرے لیے کھڑا تھا زیاد نے اس کے ہاتھ سے ٹرے لی پھر دروازہ بند کیا کمرے میں رکھی ٹیبل پہ اس نے ٹرے رکھی۔

آرزو آجاؤ ناشتہ کرو۔ کمرے کی خاموشی کو زیاد کی بھاری گھمبیر آواز نے توڑا آرزو آہستہ سے چلتی صوفے پہ بیٹھ کر زیاد کو دیکھنے لگی جو کسی کو کال ملانے میں لگا ہوا تھا۔ آپ نہیں کرو گے ناشتہ؟ آرزو نے دھیمی آواز میں زیاد سے پوچھا جو اپنی پیشانی مسل رہا تھا آرزو کے پوچھنے پہ زیاد کا سارا غصہ پل بھر کہی دور سویا تھا اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی تھی تو کیا آرزو کو اس کی فکر تھی زیاد نے مسکرا کر سوچا پھر سر جھٹکتا خود پہ صوفے پہ آیا۔

میں ناشتے میں بس فریش جوس لیتا ہوں۔ زیاد نے آرام سے اس کو معلومات دی آرزو تو اس کے بیٹھنے پہ ہی ناشتہ شروع کر چکی تھی زیاد بس یک ٹک آرزو کو دیکھنے لگا جو آرام سے ناشتہ کر رہی تھی آرزو کے ناشتہ کرنے کے بعد زیاد نے اس بار اپنا بیگ خود پیک کرنے کا سوچا آرزو نے زیاد کے ہاتھ میں بیگ دیکھا تو اس کو لگا شاید اب یہ بھی گھر چھوڑ کر جانا پڑے گا۔

زیاداب تم چھوٹی سی بات پہ گھر چھوڑ کر جاؤ گے؟ ماہی بیگم جو آرزو سے معذرت کرنے آئی تھی زیاد کو اپنے کپڑے بیگ میں ڈالتا دیکھا تو پریشانی سے بولی آرزو بھی خاموش کھڑی ان کو دیکھ رہی تھی جب کی زیاد تعجب سے ان کی جانب دیکھنے لگا۔ یہ میرا گھر ہے چچی جان میرے نام کیا تھا امی نے یہ گھر میں کیوں سمایا بیگم کے لیے اپنا گھر چھوڑوں گا آرزو منہ کھولے زیاد کو اپنی ماں کا نام لیتا دیکھ رہی تھی اس کو تو یہی لگ رہا تھا کہ وہ اس کی ماں ہے۔

وہ تو چاہتی ہی یہ ہیں کہ میں اس گھر میں نہ رہوں مگر میں یہ ان کی خواہش کبھی پوری نہیں کروں گا۔ زیاد بات کرتے کرتے آخر میں تمسخرانہ مسکرایا۔

پھر یہ سامان۔ ماہی بیگم نے الجھ کر بیڈ کی طرف اشارہ کیا جہاں اس کے کپڑے اور باقی کا سامان تھا۔

ہمایوں کی شادی ہے چچی جان وہاں جانا ہے آج پنڈی کے لیے نکلنا ہے بار بار کالز آچکی ہیں اس کی بہت دیر کی میں نے وہاں جانے میں اور ساتھ میں علیدا ان کو بھی روکا ہوا ہے ورنہ وہ تو کب کا جاچکا ہوتا پنڈی اس لیے بس آج جاؤں گا اس کے ساتھ ایک ہفتے کے بعد آجاؤں گا۔ زیاد نے بتایا تو ماہی بیگم کو کچھ سکون آیا آرزو بھی خوش ہوئی کی کہ چلو ایک ہفتہ تو زیاد کی شکل نہیں دیکھنی پڑے گی۔

آرزو بھی چلیں گی تمہارے ساتھ؟ ماہی بیگم نے آرزو کی طرف دیکھ کر زیاد سے پوچھا۔

نہیں وہ آپ لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتی ہے اس لیے میں اکیلے جاؤں گا۔ زیاد نے آدھا سچ اور آدھا جھوٹ بولا۔

کر آتی آپ بھی شادی انجوائے۔ ماہی بیگم زیاد کی اداسی بھانپتی آرزو سے بولی جوان کی بات پہ گڑ بڑاگئی تھی۔

اگر وہ نہیں آنا چاہتی تو رہنے دے آپ۔ زیاد نے مسکرا کر آرزو کی مشکل آسان کی اور ماہی بیگم سے کہا۔

اچھا جیسا تم لوگوں کو سہی لگے اور تم ہٹو میں پیکنگ کرتی ہوں شبیر سے نہیں کہا تو مجھے کہتے نہ خود کیوں کر رہے ہو۔ ماہی بیگم نے زیاد کے ہاتھوں سے شرٹ لیکر پیچے کرتے ہوئے کہا تو زیاد سائیڈ پہ ہوا۔

کس وقت نکلوں گے؟ ماہی بیگم سامان بیگ میں ڈالتی پوچھنے لگی۔

آرزو کی شاپنگ کرنی ہے اس کے بعد نکلوں گا۔ زیاد سیل فون میں دیکھتا ہوا جواب دینے لگا۔

ٹھیک ہے۔ ماہی بیگم نے سر ہلایا جب کی آرزو سارا معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی
کے چچی کے لیے اتنی نرمی اور ماں کے لیے نفرت بھرا لہجہ



روشنا سٹاپ پہ کھڑی ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی جب ایک گاڑی اس کے سامنے رکی
روشنانے گاڑی دیکھ کر کڑوا منہ بنایا وہ گاڑی کو پہچان گئی تھی جو فراز کی تھی۔
گاڑی میں آؤ کچھ بات کرنی ہے۔ فراز گاڑی سے باہر آتا روشناسے بولا جو مکمل طور پہ
اس کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

مجھے کوئی بات نہیں اس لیے بڑے مہربانی یہاں سے جاؤ بیچ سڑک پہ میرا تماشا مت
بناؤ۔ روشناسانت پیستے ہوئے بولی۔
تماشا نہیں کر رہا تم بس آرام سے میری بات مانو۔ فراز آتی جاتی گاڑیوں کو ایک نظر
دیکھتا روشناسے کہا۔

تم یہاں سے نہیں گئیے نہ تو میں چیخ چیخ کے لوگوں کی جمع کروں گی پھر دیکھنا کسی
چھترول پڑتی ہے۔ روشناس کو وارن کرتی بولی تو فراز کا دماغ گھما اور ایک جھٹکے میں اس
کا ہاتھ پکڑا روشناس منہ کھولے اس کی جڑی ت دیکھنے لگی۔

تم نہ عزت کے لائق ہی نہیں اب چپ چاپ گاڑی میں بیٹھو یہ اگر کسی اور کو
دیکھنا۔ فراز اس کا ہاتھ کھینچتے لے جانے لگا تو روشناس نے اپنے دوسرے ہاتھ کے ناخن

اس کے بازو پہ رکھ کر زور سے مسلانا خن تو ٹوٹا فراز کے بازو پہ خون کی بوندیں
 ٹپک نے لگی فراز تڑپ کے جیسے ہی مڑا تو روشنانے زوردار تھپڑ اس کے گال پہ جڑ دیا۔
 چٹاخ کی آواز پہ جو لوگ ٹکسی یا کیب کا انتظار کر رہے تھے ان کی جانب متوجہ
 ہو گئی تھیں مگر آگے بھر کر کسی نے پوچھنا یاد کرنے کی آفر نہ دی بس تماشا
 دیکھنے لگے فراز تو شاک میں اس کو دیکھنے لگا جو خونخوار نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی
 فراز کو روشنا کی اس عمل کی توقع نہیں تھی۔

تیری یہ ہمت۔ فراز غصے سے پاگل ہوتا جواب میں تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا
 جب بیچ میں کسی نے اپنے مضبوط ہاتھ سے اس کا ہاتھ جکڑ کر اس کی کوشش کو ناکام بنادیا
 تھا فراز اپنے ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالنا چاہا مگر سامنے والے نے زور سے اس کا ہاتھ
 مڑوڑا تھا فراز درد سے بلبلا اٹھا تھا روشنا شاک کی کیفیت میں سامنے والے کو دیکھ رہی
 تھی جس کی آنکھوں سے شعلے بھڑک رہے تھے جس میں فراز کو جلانے کی خواہش
 تھی۔



زیادہ ایک ضروری کال پہ بات کر رہا تھا آرزو ہو کر کمرے سے نکل کے باہر جانے
 لگی۔

گھر تو کافی بڑا ہے مجھے تو ٹھیک سے پتا بھی نہیں جانا کہاں ہے۔ آرزو آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی ی خود سے بولی

یہ دروازہ شاید چھت کا ہے۔ آرزو راہداری سے گزر رہی تھی جہاں ایک میز اور اس کے گرد تین صوفے رکھے ہوئے تھے اس سے دور ایک ادھ کھلا دروازہ دیکھا تو تکہ لگایا وہ چیک کرنے کا سوچتی جانے لگی جب کشملا اس کے سامنے آئی ی آرزو اس کے اچانک سامنے آنے پہ کچھ ڈر کے پیچھے ہوئی ی۔

ہا ہا ہا آپ ڈر گئی شکر زیاد بھائی ی نے نہیں دیکھا ورنہ میرا سر قلم کر دیتے آپ کو ڈرانے کے جرم میں۔ کشملا ہنستی ہوئی ی شوخ لہجے میں آرزو کو دیکھ کر بولی۔
آپ کا نام؟ آرزو اس کی بات نظر انداز کرتی ہوئی ی بولی۔

میرا نام کشملا ابراہار صدیقی ہے۔ کشملا نے اپنے کندھے تک آتے بالوں کو جھٹکا دے کر ایک ادا سے کہا تو آرزو مسکرائی ی۔

واؤ آپ کی سہمی لیل تو بہت پیاری ہے۔ کشملا نے اس کی مسکراتا دیکھا تو تعریف کی جب کی آرزو چلتی ہوئی ی ایک صوفے پہ بیٹھ گئی تو کشملا بھی ساتھ والے صوفے پہ بیٹھی۔

آپ زیاد کی بہن ہیں؟ آرزو نے جانے کیوں یہ سوال پوچھا

ہاں کزن سسٹر ہوں۔ کشمالا نے مسکرا کر بتایا تو آرزو نے سر یلایا۔
 آپ کل سے یہاں ہو ہماری ٹھیک سے بات تو کیا تعارف بھی نہیں ہوا آپ اپنے
 کمرے میں تھیں نہ اور جب ابھی میں نے آپ کو باہر دیکھا اور زیاد بھائی کو نہیں تو
 موقع غنیمت جان کر آپ کے پاس چلی آئی۔ کشمالا نے فخر سے اپنا کارنامہ بتایا آرزو
 کو وہ اپنی طرح باتونی لگی جب کی الجھن بھی ہوئی کی کہ یہ سب زیاد کے کمرے میں
 کیوں نہیں آرہے اور زیاد کی موجودگی میں بات کرنے میں ان کو کیا پروہلم ہے۔
 آپ مجھے تم کہہ کر مخاطب کریں تو مجھے اچھا لگے گا ایسے آپ لفظ اپنے لیے سننا عجیب
 فیل ہو رہا ہے۔ آرزو نے مسکرا کر کہا تو کشمالا کی آنکھیں چمکی۔
 ہاں نہ اور تم تو مجھ سے چھوٹی بھی ہو مجھے خود عجیب لگ رہا تھا۔ کشمالا جھٹ سے اسکی
 بات مان کر آپ سے تم پہ آگئی۔

دو سال کا ہی فرق ہو گا۔ آرزو نے عام لہجے میں کہا۔
 عینی کو میں نے کہا آج کا لجنہ جائے مگر اس کا ایک ضروری لیکچر تھا تو وہ گئی ڈاکٹری کی
 پڑھائی بہت مشکل ہوتی ہے اور اس کو تو اچانک سے بیٹھے بیٹھائے جانے کہاں سے
 ڈاکٹر بننے کا کریر ہوا۔ کشمالا آنکھوں کو گھما کر بتانے لگی جب کی آرزو حیرت سے اس کو

بات کرتا دیکھ رہی تھی جو ساتھ میں آنکھوں کو گھما بھی رہی تھی اور ہاتھوں کا اشارہ بھی دے رہی تھی۔

یعنی آپ کی بہن؟ آرزو نے پوچھا۔

ہاں کزن سسٹر ہے میری۔ کشمالا کو جانے کیوں ہنسی آئی۔

میرا کزن بھی میڈیکل کالج میں پڑھتا ہے اس کو بھی بہت شوق ہے ڈاکٹر بن کر لوگوں کی خدمت کرنے کا۔ آرزو کو عاشر کی یاد آئی تو بتایا جانے کیا سوچتا ہو گا وہ اس کے بارے میں آرزو نے سوچ کر سر دسانس خارج کی۔

او وہ دیٹس گریٹ تم کونسی کلاس میں ہو؟ کشمالا نے مسکرا کر پوچھا آرزو کو اس کے سوال پہ تکلیف ہونے لگی کتنا دل تھا اس کا کالج یا یونیورسٹی میں پڑھنا مگر وہ کسی کو کہہ نہیں پائی وہ اپنے گھر کے حالات جانتی تھی پر روشنانے اس کو تسلی دی تھی کے نادر ضرور اس کو آگے پڑھنے میں مدد کریں گا جب کی زیادنے بیچ میں آکر سب کچھ ختم کر دیا تھا۔

ہیلو کہاں کھو گئی۔ کشمالا نے اس کے سامنے چٹکی بجا کر ہوش میں لانا چاہا جو جانے کہاں کی سیر کو نکلی تھی

کہیں نہیں میں نے دو مہینے پہلے انٹر کے امتحان دی ئی تھی تھے دو سال پہلے دے چکی ہوتی مگر میں دو سال فیل ہو گئی تو بس۔ آرزو نے بتاتے بتاتے اپنا مخصوص ڈائی یلوگ مارا کشمالا کو وہ آخری بات پہ بہت کیوٹ لگی اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے گال کھینچے تو آرزو مسکرائی۔

یہاں سب گھر والے ہیں تو تم بغیر ڈوپٹے کے مطلب ایزی ہو کر گھوم سکتی ہو۔ کشمالا نے آرزو کو اپنے ڈوپٹے میں چھپا دیکھا تو کہا جس کا ڈوپٹہ ابھی بھی سر پہ ٹکا ہوا تھا کشمالا کی بات پہ آرزو نے اس کو دیکھا جو خود وائیٹ کلر کی شرٹ اور ٹراؤزر میں بہت دلکش لگ رہی تھی چہرے پہ نفاست سے میک اپ اور سرخ رنگ کی لپ اسٹک لگائی ہوئی تھی اور کانوں میں گول ڈزائی ن کے ای ئی رنگس پہنے ہوئے تھے جو بڑے تھے جس کی وجہ سے ہل رہے تھے آرزو کو وہ بہت ماڈل لگی جو گھر میں بھی اتنا تیار اور ایسی ڈریسنگ کر رہی تھی جب کی زینہ بیگم تو اس کو گھر میں بھی ڈوپٹہ لینے کا کہتی تھی ان کے گھر میں تو کوئی مرد بھی نہیں ہوتا تھا تب بھی وہ اس کو کوستی تھی۔

میں خود کو ڈوپٹے میں ایزی محسوس کر رہی ہوں۔ آرزو نے سادگی سے کہا تو کشمالا نے مزید بحث نہیں کی مگر جب سامنے نظریٹی تو بدک کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی آرزو نے کشمالا کو اٹھتا دیکھ کر اس کی نظروں کے تعاقب میں اپنا چہرہ موڑ کر دیکھا تو زیاد

ہاتھ میں سیل فون پہ کچھ ٹائیپ کرتا ان کی طرف آ رہا تھا زیادہ کودیکھ کر اس نے چہرہ واپس کشمالا کی طرف کیا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی کیوں کی اب وہاں کشمالا تو کیا اس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

چلیں شاپنگ پہ پھر مجھے نکلنا ہے۔ زیادہ آرزو کے پاس آتا بولا۔

میں شال لے آؤں۔ آرزو کمرے کی طرف جاتی ہوئی بولی کمرے میں آ کر اس نے صوفہ سے شال اٹھائی جو ابھی وہاں ہی تھی جہاں زیادہ نے رکھی تھی شال خود پہ اوڑھ کر آرزو باہر آئی تو زیادہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ چلنے لگا آرزو نے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا مگر زیادہ نے اپنی گرفت مضبوط کی تو آرزو نے مزاحمت چھوڑ دی۔



علیدان آفس میں اپنی ایک ضروری میٹنگ اٹینڈ کرتا گھر جا رہا تھا کیوں کی اس نے اپنی باقی ساری یہ ٹینگر ایک ہفتے تک ملتوی کر رکھی تھی مگر ایک ضروری تھی اس لیے اس نے کینسل نہ کی ورنہ نقصان ہو سکتا تھا وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ساتھ میں گانا بھی سن رہا تھا جب ایسے ہی اس کی نظر دور اسٹاپ پہ کھڑی لڑکی کودیکھ کر اس کو روشنا کا گمان ہوا اس کو اپنا وجود سن ہوتا محسوس ہوا جانے کتنے وقت بعد وہ اس کو دیکھ رہا تھا مگر دور ہونے کی وجہ سے ٹھیک سے اس کا چہرہ نہیں دیکھ پا رہا تھا دوسرا وہ حجاب میں تھی علیدان کا دل کیا اس سے بات کریں اپنے دل کی بے چینی بتائے کے تمہارے بعد میرا کیا حال ہوا ہے تم

نے تو میری محبت ٹھکڑائی پر پھر بھی میرے دل میں محبت اپنی جڑیں مضبوط کرتی گئی ہیں وہ بیچ راستے پہ گاڑی روکے ہر چیز سے بے نیاز روشناس کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہا تھا جانے پھر کب ایسا موقع ملتا وہ اس کو دیکھنے میں اتنا کھویا ہوا تھا پیچے گاڑی سے آتی ہارن کی آوازوں نے بھی اس کا دھیان نہ بھٹکا سکا وہ تو بہرہ بن گیا ساری سماعتیں تو بس روشناس کو دیکھنے میں لگی ہوئی تھیں مگر اس کو ہوش میں آنا ہی پڑا کیوں کی اس کی گاڑی کا شیشہ کوئی توڑنے والے انداز میں بجارہا تھا علیہ ان نے غصے سے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔

کیا مسیٰ لا ہے۔ علیہ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سامنے والے کو شوٹ کر دیتا۔ مسیٰ لا تو تم ہمیں بتاؤ ذرا پیچے دیکھو کتنی گاڑیاں روک رکھی ہوئی ہیں یا تو آگیاں بڑھاؤ اپنی گاڑی یا سائیڈ پہ کرو۔ سامنے والا بھی کافی تپا ہوا تھا اس لیے اس کو پیچے دیکھنے کا کہا جہاں گاڑیوں کی لائن لگی ہوئی تھی اور لوگ اپنا چہرہ گاڑی کے ونڈوسے باہر نکال کر ہٹنے کا کہہ رہے تھے۔

بس ایک یہی روڈ رہ گیا ہے نہ جیسے۔ علیہ ان پیچے ایک نظر ڈالتا گاڑی سائیڈ پہ کرنے لگا سامنے والے شخص نے عجیب شکل بنائے اس کی بڑبڑاہٹ سنی تھی جو اپنی غلطی ماننے کے بجائے غصہ کر رہا تھا۔ علیہ ان گاڑی سائیڈ پہ کرتا گاڑی سے نکلا اور دوبارہ

وہاں دیکھا جہاں روشنا کھڑی تھی مگر اب اس کے ساتھ کسی لڑکے کو دیکھ کر اتنے وقت بعد اس کے دل میں آتی خوشی جاگ کی طرح ختم ہو گئی تھی اس کو خود یہ افسوس ہوا وہ کیسے بھول گیا کہ وہ اب کسی اور کی ہے مگر اس کی آنکھوں میں نا سمجھی کا تاثر آیا جب روشنا کے چہرے پہ غصے کا عنصر نمایاں دیکھا تو وہ دور ہی تھا مگر سمجھ گیا تھا کہ لڑکا شاید اس کو تنگ کر رہا ہے بھلا وہ کیسے نہ سمجھتا سب سے زیادہ اس نے روشنا کو غصہ ہی تو کرتے دیکھا تھا وہ بنا کچھ اور سوچے سمجھے گاڑیوں سے گزرتا ہوا روشنا کے پاس جانے لگا پھر گاڑی کو آتا دیکھ کر روکا اس کا دل چاہ رہا تھا اوڑ کر روشنا کے پاس پہنچے گاڑیوں کی بھیڑ سے وہ بچتا بچتا آیا تھا اس نے تیکھی نظروں سے آس پاس لوگوں کا جھرمٹ دیکھا تھا مگر جب سامنے والے لڑکے کو روشنا پہ ہاتھ اٹھاتا دیکھا تو اس کا دماغ کھول اٹھا تھا وہ ایک جست میں سامنے آکر اس کا ہاتھ بیچ میں روکا روک گیا تھا علیدا ان کی برائی و آنکھوں میں خون اتر آیا تھا آنکھیں میں شعلے بھڑک اٹھے تھے اس کا بس نہیں چل رہا تھا لڑکے کو جلا کر بھسم کر دیتا جس نے روشنا پہ ہاتھ اٹھانے کی جرئت کرنی چاہی تھی علیدا ان نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر مڑوڑ ڈال تھا

آآآ۔۔۔ فراز کی چیخ بلند ہوئی تھی اس کو اپنا ہاتھ ٹوٹا محسوس ہوا روشنا منہ پہ ہاتھ رکھے علیدا ان کا شدت سے لال ہوتا چہرہ دیکھ رہی آس پاس کے لوگ سرگو شیوں میں باتیں

کرنے لگے روشنانے تو سوچا بھی نہیں تھا اس کی ملاقات کبھی علیدان سے ہوگی اور وہ بھی اس طرح سے وہ تو علیدان کو پوری طرح سے بھول چکی تھی مگر قسمت نہ کیسے اس کو پھر سے روبرو کھڑا کیا تھا۔

میرا ہاتھ چھوڑو تم ہوتے کون ہو ہمارے درمیان میں آنے والے منگیترا ہے وہ میری۔ فراز تڑپ اور غصے کے ملے جلے تاثرات لیے علیدان سے بولا جس کی گرفت ”منگیترا“ لفظ پہ ڈھیلی ہوئی تھی علیدان کی نظریں بے ساختہ روشنا کے حیران چہرے پہ پڑی تھی روشناس کی آنکھوں میں شکوہ دیکھ کر جانے کیوں نظریں چراگئی تھی۔

اگر منگیترا ہے تو زبردستی کہاں لیکر جا رہے تھے؟ بھیڑ میں کھڑے ایک آدمی نے پوچھا۔

آپ لوگوں سے مطلب جائے اور جا کر اپنا کام کریں۔ فراز اپنا ہاتھ پکڑتا غصے سے ان سے بولا جو کانوں کو ہاتھ لگائے آہستہ آہستہ سے ہٹنے لگ گئی تھی علیدان کی نظریں روشنا کے جھکے سر پہ ٹک گئی تھی۔

سنا نہیں تم نے جاؤ یہاں سے لڑکی دیکھی نہیں ہیر و بن کر آجاتے ہیں۔ فراز اپنے ہاتھ کا درد برداشت کرتا علیدان کو کھڑا پایا تو کہا۔

مجھے تمہارے ساتھ کہی نہیں جانا بہتر ہے یہاں سے جاؤ۔ علیدا نے تو نہیں کچھ کہا
مگر روشنا دوبارہ اپنی جوں میں آتی بولی تو علیدا نے چونکہ۔
روشنا بحث مت کرو مل جل کر بات کرتی ہیں دو سال
میں نے کہا جاؤ۔ روشنا حلق کے بل چلائی فریڈ نے پھر سے آگے بڑھنے لگا تو علیدا نے
اس کا گلا پکڑ لیا

علیدا نے چھوڑا اسے میری خاطر۔ روشنا کے منہ سے بے ساختہ اس کا نام اپنے منہ سے
نکلا علیدا نے چہرہ موڑ کر اس کو دیکھا جیسے اس کو بہت حیرت ہوئی تھی کہ روشنا کو
اس کا نام یاد تھا علیدا نے کا دل کیا کہہ دیں کہ تم کون ہو جس کی خاطر میں اسے چھوڑو
علیدا نے کو بے اختیار جون الیا کا کہا شعر یاد آیا

عجب تھا اس کی

دلدار کی کا انداز

وہ برسوں بعد

جب مجھ سے ملا ہے

بھلا میں پوچھتا

اس سے تو کیسے

بھلا میں پوچھتا
اس سے تو کیسے
متاعِ جاں
تمہارا نام کیا ہے۔

اچھا تو یہ تمہارا یاد ہے جس کی وجہ سے تم اتنا ترانے لگی ہو۔ فراز روشنا کا جملہ سن کر زہر
اگلنے لگا اس کی بات پہ روشنا کا دل کیا زمین پھٹیں اور اس میں سما جائے بھلا وہ کیسے اپنے
کردار کے بارے میں ایسا کچھ سنتی اس نے تو ہمیشہ اپنے آپ کو سنبھال کے رکھا تھا تو
کوئی کیسے اس کی ذات پہ بہتان لگا سکتا تھا۔
بکواس بند کرو اپنی۔ علیدا نے اس کی گھٹیاں بات سن کر ایک گھونسنہ اس کے منہ پہ
مارا تو اس کا سراپنی گاڑی میں لگا ایک تو ہاتھ جو حرکت نہیں کر رہا تھا دوسرا اب سر جس
میں ٹیسیں اٹھ رہی تھی وہ مزید بنا کچھ کہے گاڑی کا ڈور اوپن کرنے لگا علیدا ان آگے
بڑھ کر اس کو پکڑنا چاہا جب روشنا نے اس کا ہاتھ پکڑا علیدا ان تو پتھر کا ہو گیا تھا روشنا کے
ہاتھ کا لمس اپنے ہاتھ میں پا کر اس نے روشنا کو دیکھا جو نجل ہوتی اپنا ہاتھ ہٹا چکی تھی
جب کی فراز فرار ہو گیا تھا۔

یہ تھا تمہارا انتخاب جس کی وجہ سے تم نے میرے جذبات پہ شک کیا میری محبت کو میرے منہ پہ مار کر چلی گئی تھی۔ علیدا نے روشناسے سوال کیا جس کا چہرہ ندامت کے احساس سے سرخ ہوا تھا وہ چاہ کر بھی علیدا کو کوئی جواب نہیں دے پائی۔ کہاں جانا ہے میں چھوڑ دیتا ہوں۔ علیدا نے اس کو خاموش کھڑا دیکھا تو کہا۔ میں خود چلی جاؤں گی ٹیکسی آتی ہی ہوگی۔ روشناسے نظر جمائے بولی۔ میری بات مان لوگی تو کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔ علیدا کو برا لگا جو ابھی اس پہ اعتبار نہیں کر رہی تھی۔

آپ کو تکلف ہوگا آپ نے کہا وہی بڑی بات ہے۔ روشناسے کہا تو علیدا نے گہری سانس لی روشناسے اتنا آرام سے بات کرنا اور آپ کہہ کر عزت دینا اس کو ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

تکلف کی بات نہیں پلیز آئے۔ علیدا نے پھر سے کہا تو روشناسے کو حامی بھر نی پڑی ویسے بھی وہ آدھے گھنٹے سے کھڑی کسی سواری کا انتظار کر رہی تھی اس کو گروسری کا سامان لینا تھا زینہ بیگم کے اکیلے جانے پہ منع تو بہت کیا مگر وہ نہیں مانی اور خود چلی آئی تھی۔ علیدا نے روشناسے کو راضی ہوتا دیکھ کر مسکرایا اور اپنے ساتھ لیے لے جانے لگا جہاں

اس نے اپنی گاڑی کھڑی کی تھی وہاں آکر اس نے روشنا کے لیے فرنٹ سیٹ کھولا تو وہ
 بیٹھ گئی علیدا ان بھی گھوم کر اپنی جگہ آیا
 تمہیں میں بھول جاؤں گا
 یہ باتیں دل میں نہ لانا
 کبھی میں یاد آؤں تو
 چلیں آنا چلیں آنا۔

روشنا جیسے ہی گاڑی میں بیٹھی تو فل آواز میں بجنا گاڑی میں میوزک اس کو کنفیوز کر گیا
 تھا علیدا ان جو گاڑی میں بنا سو نگ بند کیے نکلا تھا اب گڑ بڑا کر جلدی سے میوزک بند کیا
 اس کو کیا پتا تھا ایسا گانا چلے گا وہ بھی عین اس مصرعے پہ روشنا نے سکون کا سانس لیا اور
 اپنا حجاب ٹھیک کرتی باہر دیکھنے لگی جب کی علیدا ان اب گاڑی سٹارٹ کرنے لگا گاڑی
 میں مکمل طور پہ خاموشی تھی جس کو ختم کرنے کی خاطر علیدا ان نے روشنا کو مخاطب
 کیا۔

کہاں ڈراپ کرنا ہے؟

سوپر مارکیٹ۔ روشنا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

کیسی ہو؟ روشنا کا مختصر جواب سن کر علیدا ان نے نیا سوال داغا۔

ٹھیک ہوں۔ روشنائے بنا دیکھے جواب دیا۔

وہ لڑکا تمہارے قابل نہیں۔ علید ان کہہ بنا نہ رہ پایا۔

وہ اب میرا منگیترا نہیں۔ روشنائے سپاٹ انداز میں کہا تو علید ان کی گاڑی کو بریک لگی گاڑی رکتی دیکھ کر روشنائے تعجب سے چہرہ علید ان کی طرف موڑا جو بے یقین سا اس کو دیکھ رہا تھا۔

سچ۔ علید ان کو سمجھ نہیں آیا کیسے ری ایکٹ کرے اس لیے اس کا لہجہ پر جوش ہو گیا تھا روشنائے افسوس سے علید ان کو دیکھا جب کی اس کی نظروں سے علید ان کو احساس ہوا وہ کیا کر گیا ہے۔

میرا مطلب تھا سن کر افسوس ہوا۔ علید ان نے گڑبڑا کر وضاحت دی۔
نظر آ رہا ہے۔ روشنا گھور کر کہتی باہر دیکھنے لگی تو علید ان اپنی خوشی کو کنٹرول کرتا پھر سے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

آگئی آپ کی منزل۔ علید ان نے گاڑی روشنائے بتائی گی جگہ پہ رک کر کہا۔
شکریہ۔ روشنا گاڑی کا لاک کھول کر بولی روشنا کو گاڑی سے اترتا دیکھ کر علید ان بھی گاڑی سے اترارو روشنائے کے اترنے کا نوٹس لیے بنا مارکیٹ کے اندر جانے لگی جب کی علید ان گاڑی کے پاس کھڑا تب تک اس کی پشت دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے

او جھل نہیں ہوئی ی جانے کتنے وقت بعد اس کو اپنے اندر سکون ملا تھا یہ خیال ہی
سرشار کرنے کے لیے کافی تھا کہ اب اس کی محبت اس کے دسترس میں آسکتی تھی
علیدان دلکش انداز میں مسکرایا اور اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا گاڑی میں بیٹھا اور
میوزک دوبارہ سے آن کیا۔

یہی تک تھا سفر اپنا
تمہیں ہے لوٹ کر جانا
کبھی میں یاد آؤں تو
چلیں آنا چلیں آنا۔

علیدان کی ہنسی نکل گئی سو نگ سن کر اس نے اپنا ہاتھ اسٹئی رنگ پہ رکھا گاڑی
سٹارٹ کر کے پارکنگ کی طرف بڑھائی۔



زیاد آرزو کو لیے مہنگے بوتیک آیا تھا جہاں وہ اس کو مختلف ڈزائن کے ڈریسز لیکر دے
رہا تھا کیوں کی خود تو آرزو کچھ نہیں کہہ رہی تھی زیاد جو کچھ کہتا اس کا جواب بھی مختصر
سادیتی یادیتی ہی نہیں آرزو کا رویہ دیکھ کر زیاد بس گہری سانس لیکر رہ گیا آج پھر وہ اس
کو بری طرح نظر انداز کر رہی تھی۔

تم اپنی پسند کا کوئی ڈریس دیکھ لو سب میں نے اپنی پسند کے لیے ہیں۔ زیادہ آرزو سے کہا۔

میری پسند اب ضروری نہیں۔ آرزو بے تاثر انداز میں بولی اس کو آج شدت سے زربینہ بیگم ایاز صاحب اور روشنا کی یاد آرہی تھی جس سے اس کا دل اُداس ہو گیا تھا۔ آرزو۔ زیادہ بس ہو آرزو کو کوئی فرق نہیں پڑا زیادہ آرزو کے ڈریسز لیکر کاؤنٹر پر کارڈ دے کے پیمنٹ کی اور سارے ڈریسز کے بیگ وہ خود اٹھائے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھے آرزو چلتی ہوئی فرینٹ سیٹ پہ بیٹھی تو زیادہ نے کہا۔

آئی سکریم کھاؤں گی؟
ہاں۔ آرزو اور آئی سکریم کو انکار ایسا تو ہو نہیں سکتا تھا

پہلے آئی سکریم پارلر چلتے ہیں اس کے بعد میچنگ سامان بھی لینا ہے تم نے اپنے ڈریسز کے لیے۔ زیادہ آرزو کی بات سن کر مسکرایا اور پھر کہا۔

مجھے گھر جانا ہے ان سے ملنے۔ آرزو سے رہانہ گیا تو ڈرائیو یونگ کرتیں زیادہ سے کہا جس کے ماتھے پہ بل آئے تھے آرزو کی بات سن کر۔

پھر کبھی۔ زیادہ نے سنجیدگی سے بولا

مجھے ابھی جانا ہے۔ آرزو چیخ کے بولی

آرزو لیکس۔ زیاد جس نے اپنے سامنے کسی کو آنکھیں ملا کر بات کرنے کی اجازت نہیں دی تھی وہ آرزو کی بد تمیزی پہ غصہ ہونے کے بجائے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اس کو رلیکس کر رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے ڈرائی یونگ۔

ہاتھ مت لگایا کریں۔ آرزو نے اپنا ہاتھ کھینچا جب کی زیاد سوچ کے رہ گیا کے اچانک آرزو کو کیا ہو جاتا تھا۔

آئی سکریم کھاؤ اس کے بعد چلیں گے۔ زیاد سپاٹ انداز میں کہا تو آرزو کو یقین نہ آیا۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ آرزو نے پوچھا۔

ہمم۔ زیاد نے بس اتنا کہا اور گاڑی آئی سکریم پارلر کے سامنے روکی۔

تم روکو میں آئی سکریم لیکر آیا۔ زیاد گاڑی سے اترتا آرزو سے بولا جو پہلی دفع بنا بحث

کیے اس کی بات پہ سر ہلا گئی تھی زیاد ایک نظر اس کا چمکتا چہرہ دیکھا جو اپنے

گھر والوں سے ملنے کا سن کر ہی کھل اٹھا تھا زیاد کو اپنے اندر ٹیس اٹھتی محسوس ہوئی

مگر وہ نظر انداز کرتا آئی سکریم لینے چلا گیا۔

یہ لو۔ کچھ دیر بعد زیاد آیا تو اس نے آئی سکریم کا کپ اس کی طرف بڑھایا ایک گھر

جانے کی خوشی دوسرا اس کی فیورٹ چاکلیٹ فلیور آئی سکریم کا دیکھ کر وہ جی جاں سے

مسکرا کر کپ پکڑا تھا زیاد نے کتنے وقت بعد اس کا پہلے کی طرح مسکراتا چہرہ دیکھا تھا مگر وجہ جان کر اس کو اپنے اندر سناٹا چھایا ہوا لگا۔

آپ نے اپنے لیے نہیں لی۔ آرزو نے آئی سکریم کا چچ منہ میں ڈالیں سنجیدگی سے ڈرائی یونگ کرتے زیاد سے پوچھا

نہیں۔ زیاد نے بنا دیکھے جواب دیا اس کا دل راضی نہیں تھا آرزو کو اس کے گھر لے جانے کا وہ اگر ہاں نہ کہتا تو جانتا تھا آرزو اس سے اور دور ہو جائے گی اس لیے وہ آرزو کی بات مان گیا تھا۔ آرزو زیاد کی بات سن کر کندھے اچکائے آئی سکریم کھانے میں لگ گئی آرزو کے گھر کے پاس ایک گلی چھوڑ کر زیاد نے گاڑی روکی تو آرزو کو دیکھا جس کے پورے چہرے پہ آئی سکریم لگی ہوئی تھی جو بہت مزاحیہ خیز لگ رہی تھی زیاد کو ہنسی آئی ی جواب آئی سکریم کھانے کے بعد رلیکس بیٹھی تھی زیاد سر جھٹکتا ٹیشو بوس سے ٹیشو نکال کے آرزو کو اپنی طرف موڑا تو وہ نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھنے لگی زیاد کو وہ دن یاد آ گیا جب آرزو نے اپنا چہرہ چاکلیٹ کھا کر خراب کیا تھا۔

پورا چہرہ آئی سکریم کر دیا ہے۔ زیاد اس کو حیران ہوتا دیکھ کر بتانے لگا اور آرام سے ٹیشو پیپر سے اس کا چہرہ صاف کرنے لگا آرزو بھی خاموش بیٹھی رہی زیاد نے چہرہ صاف

کرنے کے بعد ٹیشوز ڈیش بورڈ پہ رکھے اور آرزو کو اترنے کا کہا تو وہ فورن سے گاڑی سے اتری

زیاد اس کی طرف آکر اپنا ہاتھ بڑھایا تو آرزو نے پہلے اس کی چوڑی ہتھیلی دیکھی پھر کچھ جھجک کر اپنا ہاتھ زیاد کے ہاتھ میں رکھا تو زیاد نے؟ مضبوطی سے تھاما اور گلی پار کرنے لگے جو دو پہر ہونے کی وجہ سے کافی سنسان تھی آرزو کو لگ رہا تھا آج اس کی ماں اور آپا اس کی بات ضرور سننے کے آرزو نے چلتے ہوئے زیاد کو دیکھا جو کافی خاموش تھا آرزو نے بھی کوئی بات نہیں آرزو کے گھر آیا تو زیاد نے دروازے کے پاس کھڑا کیا آرزو کو اور ہاتھ چھوڑ دیا۔

میں یہی تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ زیاد نے کہا تو آرزو نے بنا کچھ کہے اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگی زیاد غور سے اس کی بے چینی دیکھ رہا تھا جس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ دروازے کو ہی توڑ لیتی۔

اماں یا آپا دروازہ کیوں نہیں کھول رہے۔ بہت دیر بعد جب دروازہ نہیں کھلا تو آرزو روہانسی ہو کر بولی۔

پریشان کیوں ہو رہی ہو کیا پتا گھر میں نہ ہو؟ زیاد نے نرمی سے کہا۔

ہم انتظار کرتے ہیں کیا پتا بھی وہ آجائے۔ آرزو کا چہرہ زیاد کی بات پہ تاریک ہوا تھا مگر وہ سنبھل کے بولی۔

آرزو پھر آئی یں گے مجھے شام کو نکلنا ہے اور ابھی تمہاری چیزیں بھی رہتی ہیں۔ زیاد نے کہا تو وہ نفی میں سر کو جنبش دینے لگی۔

آپ جائے پر میں یہی ہوں۔ آرزو ضدی لہجے میں بولی۔

آرزو میں تمہاری بات مان کر یہاں لے آیا نہ اب تم بھی میری بات مان کر واپس چلو ٹرسٹ می میں دوبارہ بھی لے آؤں گا جب شادی اٹینڈ کر آؤں گا تو۔ زیاد نے اس کا ہاتھ تھام کر پُر یقین لہجے میں کہا آرزو نے حسرت بھری نگاہ سے اپنے گھر کے دروازے کو دیکھا پھر بنا کچھ کہے چلنے لگی زیاد نے گہری سانس خارج کی اور اس کے پیچھے چلنے لگا



روشنا سامان خرید کر مارکیٹ سے باہر نکلی تو علیدا ان کو کھڑا دیکھ کر حیران رہ گئی اس کو امید نہیں تھی وہ ابھی تک یہاں کھڑا ہو گا علیدا ان نے روشنا کو اتنا دیکھا تو اس کی طرف آنے لگا مگر روشنا نظر انداز کیے جانے لگی تو علیدا ان سرعت سے اس کے روبرو کھڑا ہوا

یہ کیا حرکت ہے؟ روشنا نے سخت لہجے میں کہا۔

میں پوچھ سکتا ہوں تم سے مگر خیر یہ شاپر ز مجھے دواور آؤ میں چھوڑ آتا ہوں۔ علیدان نے مسکرا کر کہا۔

آپ نے یہاں تک میری مدد کی وہی بہت ہے پر گھر میں خود چلی جاؤں گی۔ روشنانے آس پاس دیکھتے ہوئے کہا

نہیں میں یہاں تک لے آیا ہوں تو آپ میری زمینداری ہیں کے میں آپ کو سہی سلامت گھر تک بھی چھوڑ آؤں۔ علیدان نے اس کے ہاتھ سے شاپر ز لیے کہا تو روشنا اس کو گھورتی رہ گئی جو اتنے وقت بعد ملنے پر بھی نارملی بات کر رہا تھا ہلانکہ وہ اس کو تھپڑ مار چکی تھی جب کی علیدان کے چہرے سے اس کو کہی سے بھی روکھا پن یا غصہ نظر نہیں آیا بلکہ وہ ویسے ہی بات کر رہا تھا جس طرح کئی وقت پہلے رات کے پہر اس کی مدد کرنے پہ بات کر رہا تھا جانے کیوں وہ اس وقت بھی اس سے اچھی طرح رویہ رکھے ہوئے تھا روشناس سوچ سکی اور ناچار اس کے ساتھ چلنے لگی جو اپنی گاڑی پارکنگ سے لیکر اس کے سامنے کھڑی کر چکا تھا روشناس فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تو علیدان نے گاڑی سٹارٹ کی۔

تم ویلے ہوتے ہو جو مجھے پک اینڈ ڈراپ کی سروس دے رہے ہو؟ روشنانے طنزیہ پوچھا۔

ویلا تو نہیں ہوتا مگر تمہارے لیے کچھ بھی۔ روشنانے آپ کہنے کا تکلف چھوڑا تو علیداں بھی تم کہنے پہ آیا۔

روشنانے اس کو گھورا جو پہلے کی طرح فری ہو رہا تھا جب کی علیداں چہرہ اس کی طرف موڑے آنکھیں ونک کر گیا تو روشنا گڑ بڑا کر کھڑکی کی طرف چہرہ کر گئی علیداں کا دل کیا روشنا کی حرکت پہ قہقہہ لگائے۔

پیاری لگ رہی ہو۔ علیداں نے محبت بھرے لہجے میں روشنا سے کہا جو نیوی بلیو کلر کی شلوار قمیض اور اس کے ہم رنگ حجاب میں تھی جب کی کندھوں کے اطراف کالی چادر اوڑرکھی تھی روشنا نے علیداں کی بات پہ مٹھیاں بند کر کے کھولی جیسے ضبط کر رہی ہو۔ مجھ سے فلرٹ نہ کرے۔ روشنا نے کڑے تیوروں سے اس کو گھور کر کہا۔

میں تو حقیقت بیان کر رہا تھا۔ علیداں نے سامنے دیکھ کر کہا۔

نہ کریں۔ روشنا کو کیمبل کلر کے تھری پیس پہنے علیداں بہت برا لگا جو بالوں کو نفاست سے پف کے اسٹائی ل میں سیٹ کیے ہلکی سے بیئی رڈ کے ساتھ بہت ڈیشننگ لگ رہا تھا۔

میں بھی ہینڈ سم لگ رہا ہوں آئی ی نو۔ علیدا نے اس کی گھورتی نظریں محسوس کی تو شرارت سے کہا تو روشنانے نظروں کا زاویہ بدلا علیدا بھی مزید چھیڑنے کا ارادہ ترک کرتا خاموشی سے گاڑی چلانے لگا۔

آگیا آپ کا گھر۔ علیدا نے گاڑی روک کر اپنے ہاتھ کھڑے کیے روشناسے کہا جس کے چہرے پہ اب کچھ حیرت کے تاثرات تھے۔

تمہیں کیسے پتا میں یہاں رہتی ہوں؟ روشنانے پوچھا۔

اگر یاد ہو تو میں پہلے بھی تمہیں ڈراپ کر چکا ہوں۔ علیدا نے کہا۔

ہاں پر وہ تو دو سال پرانی بات ہے اور تب تھی بھی رات۔ روشناسا بھی بھی حیرت میں تھی۔

روشنا پلیر اتنی نا سمجھ نہ بنو جب کی میں اپنا حال دل بیان بھی کر چکا ہوں۔ علیدا نے کو اس کا اتنا حیران ہونا اچھا نہیں لگا تو کہا روشناسا علیدا کی بات پہ بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی ی اس لیے بنا کچھ کہے جلدی سے گاڑی سے نکلی علیدا نے دکھ سے اس کی طرف دیکھا اور پیچھلی سیٹ سے اس کا سامان اٹھا کر گاڑی سے نکلا شاپر ز روشناسا کی طرف بڑھائے جو آہستہ سے شکریہ ادا کر کے جانے لگی علیدا نے اس کے ساتھ نہیں گیا دروازے تک

چھوڑنے دن کی وجہ سے وہ نہیں چاہتا تھا کہ روشنا کو کوئی غلط سمجھ کسی لڑکے کے ساتھ دیکھ کر۔

کون ہو تم؟ روشنا گلی پار کر گئی تو علیدا ان اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگا تو ایک خاتون کی آواز پہ ان کی طرف متوجہ ہوں جو تشویش زدہ ہو کر اس کو گھور رہی تھی۔
میں لڑکا۔ علیدا ان نے بڑی شرافت سے جواب دیا۔

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔
ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین

وہ تو میں دیکھ رہی ہو۔ خاتون نے اُپر سے نیچے علیدا ان کو دیکھ کر کہا۔
پھر پوچھا کیوں۔ علیدا ان نے ہنسی کنٹرول کیے پوچھا۔

وہ کیا لگتی ہے تیری جس کو یہاں چھوڑ آیا تھا۔ خاتون نے اب کی مشکوک نظروں سے اس کو جانچا۔

آپ سے مطلب۔ علیدا ان نے ابھی کی ناگواری سے کہا۔

وہ بیٹا اس لیے یہ ہمارا محلہ ہے میں اس لڑکی کو اچھے سے جانتی ہوں اس کی چھوٹی بہن بھی ایسے ہی بڑی گاڑی والے کے ساتھ اپنے نکاح کے ایک روز پہلے چلی گئی تھی گھر والوں کی عزت کا سوچے بغیر اپنی بہن تک کا نہ سوچا اس کا نکاح بھی تھا مگر اس کی وجہ سے نہ ہوا۔ خاتون نے سرگوشی نما آواز میں کہا علیدا ان کو ان کی سوچ پہ افسوس ہوا جو ایسے ہی کسی کے بارے میں اپنے تیئی میں اندازہ لگالتے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ تھی جب وہ بڑی گاڑی والے کے ساتھ تھیں؟ علیدا ان نے چبا چبا کر پوچھا۔

نہیں پر سب یہی کہتے ہیں۔ خاتون ہاتھ نچا کر بولی

جب خود دیکھے نہ تک کچھ کہئیے گا ایسے سنی سنائی باتوں پہ بہتان بازی کرنا بند کریں اگر آج آپ بنا سوچے سمجھے کسی کے بارے میں بات کریں گی تو کل وہی لوگ آپ کے بارے میں باتیں کریں گے۔ علیدا ان کو آئی نہ دیکھتا گاڑی میں بیٹھ زن سے گاڑی کو بھاگا گیا



گاڑی بک شاپ پہ رک سکتے ہیں؟ زیاد آرزو کو ساری شاپنگ کروا کر اب گھر کی طرف جارہے تھے جب آرزو نے اچانک سے کہا۔

ہاں ضرور۔ زیاد مسکرایا اور شکر ادا کیا آرزو کچھ بولی تو سہی ورنہ اس نے تو اپنے لبوں پہ قفل باند لیا تھا۔

کیا چاہیے میں لے آؤ۔ زیاد نے گاڑی بک شاپ کے قریب روک کر آرزو سے پوچھا۔
میں ساتھ چلوں گی۔ آرزو بنادیکھے بولی تو زیاد نے سر ہلایا اور سیٹ بلیٹ کھول کر گاڑی سے اُترا۔

آپ کے پاس ڈائی ری ہے؟ آرزو نے شاپ کیپر سے پوچھا جب کی زیاد خاموش کھڑا تھا۔
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

جی ہیں میں آپ کو دیکھتا ہوں۔ شاپ کیپر مسکراتا بولا زیاد کا دل کیا اس کے دانت توڑ دے جس کی وہ نمائی ش کر رہا تھا۔

اس سے کچھ بڑی ہو مطلب کی پیچیز زیادہ ہوں۔ آرزو نے شکل کے زاویے بگاڑ کر کہا
کیوں کی دکاندار نے جو دیکھائی تھی اس کو وہ کچھ خاص ٹھیک نہیں لگی اس کو۔ اس کی بات پہ زیاد نے تعجب سے آرزو کو دیکھا کیوں کی اس کو ڈائی ری ٹھیک لگی۔
میم ہیں تو یہی مگر میں چیک کرتا ہوں کیا پتا ہو۔ شاپ کیپر نے کہا۔

آرزو ڈائی ریز ایسی ہوتی ہیں۔ زیادہ نے آرزو کان کے پاس جھک کر کہا۔
 الگ بھی ہوتی ہیں میرے پاس تھی پہلے اب بھی ہوگی گھر میں۔ آرزو نے جواب دیا۔
 تم نے کبھی بتایا نہیں تمہیں ڈائی ری لکھنے کا بھی شوق ہیں ہلانکہ جب ہم بات کرتے
 تھے تو تم ہر بات بتاتی تھی۔ زیادہ نے جیسے شکوہ کیا تھا۔
 ہر بات ہر ایک کو بتائی نہیں جاتی۔ آرزو سنجیدگی سے بولی تو زیادہ زخمی سے مسکرایا۔
 سوری میم شاپ میں ایسی ہی ہیں۔ شاپ کیپری ان کے پاس آکر بولا تو آرزو کے
 چہرے پہ مایوسی چھا گئی جو زیادہ کو بالکل پسند نہیں آئی۔
 آپ تین ڈائی ریاں کور میں پیک کریں۔ زیادہ نے شاپ کیپر سے کہا تو وہ سر ہلاتا اس کی
 بات پہ عمل کرنے لگا۔
 تین کیوں؟ آرزو کو حیرت ہوئی۔

جب تک تمہیں تمہارے معیار کی ڈائی ری نہیں ملتی تب تک ان سے کام
 چلا لوں۔ زیادہ نے اس ہاتھ پکڑتے کہا شاپ کیپر نے کور میں ڈائی ریز پیک کی تو زیادہ
 نے تھام کر بل پے کیا اور آرزو کو لیے گاڑی کی طرف آیا۔



روشنا اپنے گھر کا دروازہ لاک دیکھا تو پرس سے چابی نکال کر اس کو کھولا اور گھر کے اندر داخل ہوئی اور شاپرز لیکر کچن کی طرف جا کر سارا سامان سیٹ کرنے لگی آدھے گھنٹے تک وہ اس کام سے فارغ ہوئی تھی تو وہ باہر آئی اور سیل فون اٹھا کر ایک نمبر ملا یا۔ اسلام علیکم خالا۔ کال رسیو ہونے پہ روشنا نے فورن سے کہا۔

وعلیکم اسلام کیسی ہو بیٹا۔ نصرت بیگم نے محبت سے پوچھا۔

میں ٹھیک خالا وہ پوچھنا تھا ماں آپ کی طرف ہے؟ روشنا نے کال کرنے کی وجہ بتائی۔

نہیں بیٹا یہاں تو نہیں آئی کیوں خیریت۔ نصرت بیگم نے بتا کر استفسار کیا۔ ہاں وہ میں گھر کا سامان لیکر واپس آئی تو ماں دروازہ لاک کیے شاید کہی گئی تھی مجھے لگا شاید آپ کی طرف ہو۔ روشنا نے بتایا۔

یہاں نہیں ہیں کسی کام سے کہی گئی ہو گی آجائے گی اگر تم اکیلے ڈر رہی ہو تو میں آؤں کیا۔ نصرت بیگم نے تسلی دے کر کہا۔

ارے نہیں خالا شکریہ آپ خوا مخواہ پریشان نہ ہو میں نے ایسے بس پوچھا بھلا اپنے گھر میں کیسا ڈر۔ روشنا نے جلدی سے کہا تو نصرت بیگم نے تسلی دیں کر کال کاٹ دی۔ روشنا بھی اٹھ کر وضو کرنے چلی گئی تاکہ نماز پڑھ سکے۔ نماز پڑھ کے وہ باہر

آئی تو زرینہ بیگم کو لاؤنج میں بیٹھا دیکھا وہ نماز کے انداز میں پہنا ڈوپٹہ ڈھیلا کرتی ان کے پاس آئی۔

آپ کہاں گئی تھی اماں صبح بتایا تو نہیں تھا کچھ؟ روشنا بیٹھتے ہی سوال کیا۔
کچھ کام سے پڑوس میں گئی تھی تم بتاؤ کس کے ساتھ آئی تھی حلیمہ راستے میں ملی کہہ رہی تھی چھوٹی بیٹی پہ تو نظر نہ رکھی اب بڑی پہ رکھنا۔ زرینہ بیگم نے کمزور آواز میں پوچھا وہ تنگ آگئی تھی لوگوں کی ایسی باتیں سن سن کر جب کی روشنا کو ان کے سوال پہ دکھ ہوا اور حلیمہ خاتون پہ غصہ بھی آیا جو ہر ایک کے معاملے میں بولنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔

اماں آپ کو اپنی بیٹی پہ یقین ہونا چاہیے۔ روشنا نے کہا
کاش یہ بات تم تب بھی کرتی جب آرزو اپنی بات کا یقین دلا رہی تھی۔ زرینہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

کیا مطلب آپ کا اس بات سے؟ روشنا کو سمجھ نہ آیا۔
کچھ نہیں پانی کا گلاس لاؤ میرے لیے۔ زرینہ بیگم ٹالنے والے انداز میں بولی جب کی روشنا الجھ گئی تھی۔



آگئیے تم دونوں۔ ماہی بیگم نے زیاد اور آرزو کو آتادیکھا تو مسکرا کر کہا۔

جی۔ آرزو نے جواب دیا جب کی زیاد بیگن ہاتھ میں لیے اندر کی طرف بڑھا اور دوبارہ نیچے آکر باہر آیا تو پھر سے باہر گیا اور بیگن ہاتھ میں لیے اپنے کمرے کی طرف گیا ایسے تین دفع چکر لگا کر وہ سارا سامان اپنے کمرے میں رکھ آیا جب کی ہال میں بیٹھی کشمالا اور ماہی بیگم منہ کھولے زیاد کو دیکھ رہی تھی۔

ملازم سے کہہ کر سامان کمرے میں پہنچا سکتے تھے۔ ماہی بیگم نے اس کو صوفے پہ ٹیک لگا کر بیٹھا دیکھا تو کہا۔

آرزو کا سامان تھا اور مجھے اچھا لگتا ہے اس کا کام خود کرنا۔ زیاد نے آرام سے جواب دیا جس پہ ماہی بیگم کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی جب کی آرزو شرم آئی کشمالا نے رشک کرتی نظروں سے آرزو کو دیکھا تھا۔

کافی پیئی وگے۔ ماہی بیگم نے زیاد کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر پوچھا۔

نہیں بس فریش ہو کر نکلوں گا علیدا ان آتا ہی ہوگا۔ زیاد اٹھتا ہوا بولا۔

سارا دن تو شاپنگ کرنے میں گزارہ تھک گئی ہو گے۔ ماہی بیگم پریشانی سے بولی۔

ڈونٹ وری میں اتنی جلدی نہیں تھکتا۔ زیاد ان کی فکر مندی پہ مسکرا کر بولا۔
اچھا۔ ماہی بیگم بھی مسکرائی۔

میں کمرے میں جارہا ہوں آپ کو برانہ لگے تو آرزو کی مدد کر دیجئی یے گا وارڈروب سیٹ کرنے میں۔ زیاد فریش ہونے جارہا تھا جب اچانک رک کر ماہی بیگم سے بولا۔ کیوں نہیں۔ ماہی بیگم سادگی سے بولی تو زیاد مطمئن سے اندر کی طرف بڑھا۔ میں بھی کمرے میں جارہی ہوں۔ آرزو اٹھتی ہوئی بولی۔

جیسی آپ کی مرضی۔ ماہی بیگم نے نرمی سے کہا تو آرزو کمرے میں آئی تو بیڈ کو دیکھ کر گہری سانس لی کیوں کی زیاد نے سارے بیگز اور اس کے دیگر ضرورت کی چیزیں بیڈ پہ رکھی تھی اور خود واشروم میں تھا آرزو کو پہلی دفع اپنے سگھڑنے ہونے پہ افسوس ہوا اگر گھر میں کچھ کرتی تو آج زیادہ کچھ نہیں تو ٹھیک سے کپڑے تو وارڈروب میں سیٹ کرتی ورنہ تو پہلے اس کی الماری میں نفاست سے روشناسیٹ کیا کرتی تھی آرزو سب کچھ سوچتی صوفے پہ بیٹھ گئی زیاد نہاتا باہر آیا تو آرزو کو اپنے خیالوں میں گم پایا وہ بالوں کو ٹاول سے رگڑتا آرزو کے عین سامنے کھڑا ہو کر اپنے سر کو جھٹکا دیا تو ان میں ٹپکتی پانی کی بوندیں آرزو کے چہرے پہ پڑی تو وہ ہڑبڑا گئی اس نے گھور کر زیاد کو دیکھا جو گڑے کلر کی شرٹ کے ساتھ وائیٹ پینٹ پہنے گیلے بالوں میں ٹاول پھیرتا دلکش انداز میں مسکراتا اس کو شرارت سے دیکھ رہا تھا آرزو کی نظر اس کے ڈمپل پہ اٹک گئی تھی جو بہت گہرائی سے ابھر رہا تھا۔

بہت بد تمیز ہیں آپ۔ آرزو ہوش میں آتی ہوئی ی بولی۔
 تھینکس میری جاں تعریف کرنے کے لیے۔ زیادہ سرخ دم دیتا اس کا لقب قبول کیا تو
 آرزو نے دانت پیسے زیادہ مسکراتا ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آیا۔
 اب آدھا گھنٹہ تو اپنا چہرہ دیکھنے میں ہی گزار دینا ہے۔ آرزو نے زیادہ کی طرف دیکھ کر
 سوچا جو اپنی بی بی رڈ پہ ہاتھ پھیرتا مرر میں اپنا جائی زہ لے رہا تھا۔ آرزو زیادہ سے نظر
 ہٹاتی اٹھ کر اپنی شال اتاری اور ڈوپٹہ بھی اُتار کر رکلیس ہو کر دوبارہ بیٹھ گئی زیادہ نے
 مرر سے اس کے عمل پہ زیر لب مسکرایا۔

مجھے تمہاری بوریت کا اندازہ ہے۔ زیادہ نے منہ کے زاویے بگاڑتی آرزو سے کہا تو وہ
 چونک کر اس کو دیکھنے لگی جو بالوں میں برش پھیر رہا تھا۔

تو؟ آرزو نے پوچھا۔

تو یہ کہ میں تمہاری ایڈمیشن کا بندوبست پہلے کر چکا ہوتا پر ڈاکیومنٹس تمہارے نہ
 ہونے پہ ڈیلے ہو گیا ہے پر تم فکر نہیں کرنا تمہارے گھر سے میں تمہارے سارے
 ڈاکیومنٹس لے آؤں گا اور اچھی یونیورسٹی میں داخل ہو جائے گا تمہارا۔ زیادہ نے
 مسکرا کر آرزو کو بتایا تو آرزو کو کچھ خوش ہوئی کی وہ پڑھ پائے گی زیادہ کو اعتراض
 نہیں ہوگا۔

آپ کیوں کروائی یں گے میری ایڈمیشن؟ آرزو زیاد کے سامنے کھڑی ہو کر پوچھنے لگی۔

کیوں کہ تم میری اب بیوی ہو میری زمینداری تمہاری ہر ضرورت ہر چیز کا خیال رکھنا مجھ پہ فرض ہے۔ زیاد اس کی بات پہ مسکراتا ہوا بتانے لگا آرزو نے غور سے زیاد کو دیکھا جواب اس کے ہاتھ کی پشت پہ اپنا لمس چھوڑ رہا تھا اس کو اپنا دل رکتا محسوس ہو رہا تھا پر اس نے ہاتھ کھینچا نہیں جانتی تھی فاعدہ نہیں ہو گا زیاد نے چھوڑنا تو اپنی مرضی سے ہی ہے۔

تم بلا جھجک کر ہر بات کر سکتی ہو جیسے پہلے کیا کرتی تھی مجھے پہلے والی آرزو چاہیے۔ زیاد ایک قدم آرزو کی طرف بڑھتا سحر انگیز لہجے میں بولا تو آرزو ساکت ہو گئی تھی زیاد آگے بڑھ کر اس کو اپنے سینے سے لگایا آرزو کو اپنے دل کی حالت بُری ہوتی محسوس ہوئی اس کی حالت سے لا پروہ زیاد ایسے ہی اس کو سینے سے لگائے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا تو کبھی اس کا سر چومتا آرزو زیاد سے کچھ الگ ہوئی تو زیاد نے اس کی طرف دیکھا جس کا چہرہ کمرے میں ائی سی کی کولنگ پہ بھی پسینے سے نہا گیا تھا۔

میں تمہیں بہت یاد کروں گا جانے ایک ہفتہ کیسے گزرے گا تم چلتی تو اچھا تھا۔ زیاد نے اس کے ماتھے پہ عقیدت بھرا لمس چھوڑ کر کہا آرزو نے آنکھیں بند کی پر کہا کچھ نہیں

زیاد اس کو خاموش دیکھتا سائیڈ ٹیبل کی طرف آیا اپنا سیل فون اور کی اٹھا کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا بیگ اس نے پہلے ہی گاڑی میں رکھوا دیا تھا دروازہ بند ہونے کی آواز پہ آرزو یکدم ہوش میں آئی تھی اس نے کمرے کی طرف دیکھا تو زیاد نہیں تھا پر اس کا احساس اور تیز پر فیوم کی خوشبو ابھی بھی پورے کمرے میں موجود تھی۔



یہ تھا تمہارا انتخاب جس کی وجہ سے تم میرے جذبات پہ شک کر رہی تھی میری محبت میرے منہ پہ مار کر چلی گئی تھی۔ روشنا فورن سے بیڈ پہ اٹھ بیٹھی وہ کروٹ پہ کروٹ لیتی تنگ آگئی تھی مگر نیند تھی جو اس کی آنکھوں سے کو سودور تھی بار بار علیہ ان کا کہا جملہ اس کے دماغ میں آکر اس کو بے سکون کر رہا تھا اففف اللہ میں کیا کروں۔ روشنا سر ہاتھوں میں گرائے جھنجھلاہٹ سے بولی اس نے سائیڈ ٹیبل سے موبائی ل اٹھا کر وقت دیکھا تو گہری سانس بھری رات کے بارہ ہو رہے تھے اور اب تک اس کو نیند نہیں آئی تھی روشنا نے کمرے کی لائیٹ آن کی سلپر پہن کر وہ کمرے سے باہر آئی تو اچانک آرزو کا خیال آیا تو وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی دروازہ کھولا تو دکھنے آکر گھیرا اس نے چاروں طرف نظر گھمائی کیسے ہی تھا جیسے آرزو کی موجودگی میں ہوتا روشنا کی نظر آرزو کی رائی ٹنگ ٹیبل پہ پڑی تو اس کے دماغ میں کلک ہو ا وہ فورن سے ٹیبل کا ڈرار کھولا تو لمبی سانس اندر

کھینچی آرزو کی ڈائی ری دیکھ کر اس نے ہاتھ میں لی اور وہی کر سی پہ بیٹھی اس پہ اپنا ہاتھ پھیرنے لگی اگر تم ہوتی تو اپنی ڈائی ری پہ ہاتھ لگانے نہیں دیتی۔ روشنانے تصور میں آرزو کو مخاطب کیا۔

سوری میں جانتی ہوں اس میں تمہاری پرسنل باتیں ہیں تم نے کبھی پڑھنے نہیں دی مگر میں آج پڑھوں گی۔ روشنانے کہتے ہی ڈائی ری کو کھولا پہلے ورق میں بڑے حرف سے آرزو ایاز لکھا دیکھ کر اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی اس نے دوسرا ورق پلٹا۔

جنوری ۱۲

میں آرزو ایاز

آج سے اپنی ہر بات تم سے شئی رکروں گی مائے ڈی ڈی ری اور اللہ سے پہلے اللہ سے پھر تم سے۔

روشنانے دوسرا ورق پڑھ کر پھر ورق پلٹا۔

جنوری ۱۳

میں آرزو جس کی اپنے نام کی طرح بہت آرزوئیں اور تمنائیں ہیں۔

جنوری ۱۴

آج بہت سردی ہے میں اپنے اُپر چادر اُڑ کر تمہیں لکھ رہی ہوں دن تو مس نہیں کر سکتی نہ۔

جنوری ۱۵

میری عاشر کے ساتھ لڑائی ہو گئی اب میں پریشان ہوں مجھے آئی سکریم کون کھیلانے لے جائے گا۔ ساتھ میں سوچنے والا ایموجی بنایا ہوا دیکھ کر روشناسکرائی۔

جنوری ۱۶

شکر عاشر کو میرا خیال آیا اس نے اپنی غلطی تسلیم کی میرا دل بھی بڑا ہے میں نے بس پچاس دفع اس سے اٹھک بیٹھک کروا کر معاف کر لیا۔ روشناس کا قہقہہ نکل گیا۔

فروری ۲۰

سوری میں پیاری ڈائی ری میں نے اتنا وقت تمہیں نہیں لکھا مصروف تھی گھر میں اس لیے کوئی بات نہیں بتا پائی تمہیں۔

فروری ۲۷

اب ہر روز تمہیں وقت نہیں دے سکتی کچھ کمپرومائی یز کرو۔

مارچ ۲۳۔

آپی آج اداس ہیں پتاہیں کیوں؟ کیوں کی ایک سال ہو گیا ہے انہوں نے چودہ جماعتیں تو کر لی ہیں مگر آگے وہ نہیں پڑھ پار ہی ان کو بہت شوق ہیں کسی بڑے سے کالج میں پڑھنا پر ہمارے حالات ابھی اتنے اچھے نہیں پر میری دعا ہے آپی جہاں چاہتی ہیں ان کا وہاں ایڈمیشن ہو جائے اللہ کوئی نہ کوئی وسیلہ بنا دیں گا آپی کے چہرے پہ مایوسی اچھی نہیں لگتی پر میں کچھ کر نہیں سکتی سوائے دعا کرنے کے!!!! روشناس کی آنکھیں نم ہوئی تھی وہ آنسو پیتی دوسرے بیچ پہ آئی۔

جولائے ۱۹

اففف اللہ میں تمہیں سال بعد لکھ رہی ہوں وہ بھی بس عاشر کی شرارت کی وجہ سے وہ میرے کمرے میں آیا تھا اور تمہیں دیکھ کر چڑا کر لے گیا اور میں بیوقوف گھر میں پاگلوں کی طرح تلاش کرتی رہی پر تم تو نہیں اماں کی چپلیں ضرور ملی آج میں خالاکے گھر گئی تو عاشر کے کمرے میں تم دکھی ورنہ عاشر کا تو کوئی ارادہ نہیں تھا میں عاشر سے سخت خفا ہوں وہ جب تک مجھے اپنی بائی یک پہ گھمانے نہیں لے جائے گا میرا غصہ گرم ہی رہے گا۔ روشناس نے نفی میں سر ہلایا۔

جولائے ۲۰

اماں نے آپنی کو امید دی ہے کہ وہ ان کا ایڈمیشن کروائے گی پئی سے ان کے پاس آجائے کچھ کمیٹی ڈالی ہیں انہوں نے اور کچھ اپنا زیور بیچے گی وہ آپنی کی خوشی کی انتہا نہیں تھی آج میں تو بس ان کو دیکھ رہی تھی جو سن کر ہی اتنا خوش ہوئی تھی جب ایڈمیشن ہو گا تو جانے کیا حال ہو گا ان کا پھر جب وہ فرسٹ ڈے پہ کالج جائی یں پھر وہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ روشنائے اپنے ہاتھ اس ورق پہ پھیرے ایک آنسو ٹوٹ کر ڈائی ری پہ گر کر ورق میں جذب ہوا۔

جولائے ۲۲

میرا کالج بھی بہت اچھا ہے بابا نے جانے کتنی راتوں کی نیندیں قربان کر کے اور ٹائی م جاب کی تھی پھر میرا ایڈمیشن کروایا تھا۔ یہ ماں باپ بھی نہ بڑے عجیب ہوتے ہیں بس اپنی اولاد کا سوچتے ہیں ہمارا تو کوئی بی بھائی نہیں پر نہ اماں نے کبھی بیٹے کی خواہش ظاہر کی کبھی اور نہ بچپن میں ہم نے بابا سے بیٹے کا تذکرہ سنا وہ تو ہم دونوں بہنوں پہ اپنی جان چھڑکتے ہیں۔ روشنائم آنکھوں سے مسکرائی۔

ستمبر ۵

آج آپنی عاشر کے ساتھ کالج گئی تھی کالج کی فارملیٹی پوری کرنے میرا بڑا دل تھا ساتھ جانے کا میں بھی دیکھنا چاہتی تھی کالج کیسے ہوتی ہیں بڑے مگر عاشر اس نے کہا

شادی پہ نہیں جارہے اور کسی جنگ میدان پہ جو تمہیں ساتھ لیں چلیں بس جی پھر
میری بھی غیرت غلط وقت پہ جاگ گئی آپنی کے لاکھ کہنے پہ نہ گئی۔ روشنا کو وہ
دن آیا جب اس کے سامنے عاشق اور آرزو کتنا لڑیں تھے روشنا کچھ ورق چھوڑ کر پڑھا
دسمبر ۱۱

میرا بڑا دل کر رہا ہے ہیزل آنکھیں والے لڑکے کو دیکھنے کا
روشنا کا اتنا پڑھنا تھا اس نے بیدردی سے ڈائی ری کو پھینکا اور بنا آگے پڑھے کمرے سے
باہر چلی گئی جب کی ڈائی ری کا وہ ورق کھل گیا تھا جس کے بعد آرزو نے کچھ نہیں
لکھا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE

Novels | Af



پیٹا یہ آملیٹ ٹرائے کرو۔ ماہی بیگم نے آرزو کے پاس آملیٹ رکھ کر کھانے کا کہا آج وہ
زیادہ کی ڈیوٹی سنبھالے ہوئی ہیں تھی سرور کرنے والی جب کی آرزو کنفیوز ہو گئی تھی
سب کی توجہ خود کی طرف پا کر اس کو عجیب لگ رہا تھا زیادہ نہیں تھا اس کو ضرورت بھی
نہ تھی مگر اس کے بنا کچھ کھانے کو دل بھی نہیں کر رہا تھا پر ماہی بیگم کے بار بار کہنے پہ وہ
زہر مار کر زبردستی کھا رہی تھی۔

آج میرے ٹیسٹ کی رزلٹ اناؤس ہوگی دعا کیجیے گا۔ عینی اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتی ہوئی ی سب سے بولی آرزو نے غور سے اس کی طرف دیکھا جانے کیوں اس کو لگ رہا تھا جیسے اس کو کہی دیکھ رکھا ہے مگر یاد نہ آیا۔

اچھا رزلٹ آئی یں گا پریشان کیوں ہو رہی ہو آخر میں نے تیاری کروائی تھی۔ زارون نے آرام سے اس کو رلیکس بھی کیا اور فخریہ انداز میں اپنے کالر جھاڑ کر کہا۔

تھینکیو زارون برویٹ ٹینشن تو ہوگی نہ جب تک رزلٹ کا پتہ نہ ہو۔ عینی نے مسکرا کر کہا تو سب مسکرا دیئے۔

اچھا میں اب چلتی ہوں عینی جلدی سے وہاں سے اٹھ گئی۔

میں آج آپ کو پورا گھر دیکھاتی ہوں۔ ناشتے کے بعد سب اپنے کاموں پہ نکلے گئیے تو ماہی بیگم نے آرزو سے کہا۔

آئی کی طرح آپ باہر نہیں جاتی کیا؟ آرزو نے اپنے اندر پلٹا سوال پوچھا وہ دیکھ رہی تھی سمایا بیگم تیار ہو کر لمبی ہیل کی ٹک ٹک کرتی جاتی تھی تو شام کے وقت آتی تھی۔

نہیں بیٹا میں ہاؤس وائی ف ہوں جب کی سما یا بھا بھی کا ایک پارلر ہے وہ وہاں جاتی ہے اور گید رنگ پارٹیز میں بھی پر مجھے یہ پسند نہیں۔ ماہی بیگم نے مسکرا کر جواب دیا اور اس کو اُپر کی طرف گھر دیکھانے بھی چلتی رہی۔

ایک بات پوچھو؟ آرزوان کے ساتھ پول سائیڈ پہ آئی تو جھجک کر کہا۔
ہاں پوچھ لوں گھر او نہیں۔ ماہی بیگم نے اس کی ٹھوری پہ ہاتھ رکھ کر اجازت دی۔
زیاد اپنی ماں کا نام کیوں لے رہے تھے مطلب یہ تو غلط ہے نہ؟ آرزو کو سمجھ نہیں آیا
کے کیسے پوچھے اس کے سوال پہ ماہی بیگم کے مسکراتے لب سیکڑ گئی تھے۔
وہ زیاد کی سوتیلی ماں ہیں۔ ماہی بیگم نے بتایا آخر یہ بات چھپنے والی تو نہیں تھی اب اس کو
اس گھر میں رہنا تھا اس لیے اس کو ہر بات کا علم ہونا چاہیے تھا اس لیے ماہی بیگم نے
بتانے کا سوچا آرزو کو حیرت ہوئی ان کی بات پہ۔

ان کی ماں پھر؟ آرزوان کو بیٹھتا دیکھ کر خود بھی کرسی پہ بیٹھ کر بولی۔
زیاد کی ماں کا نام سونیا خانزادہ تھا بہت نیک عورت تھی مگر عمر کم لکھوا کے آئی تھی
اس لیے ستائیس سال کی عمر میں ہی اس دنیا سے چل بسی۔ ماہی بیگم نے اتنا بتا کر گہری
سانس بھری آرزو کی ساری سماعتیں ان کی جانب تھیں۔

زیاد پانچ سال کا تھا بس روز روتا تھا سو نیا کی وفات کے بعد اپنی ماں کی کاپی ہے وہ اس کی طرح نین نقش رنگ اور ڈمپل سو نیا کے دونوں گالوں پہ ڈمپل پڑتے تھے اور زیاد تو اپنی ماں کے ڈمپلز کا دیوانہ تھا۔ ماہی بیگم کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی ی تھی آرزو کے سامنے زیاد کا مسکراتا چہرہ آیا تھا۔

زیاد رات کو ڈر جاتا تھا کبھی میرے پاس آتا تو کبھی اپنے کمرے کے کونے میں ساری رات گزارتا۔

انگل کے پاس نہیں جاتے تھے؟ آرزو نے پوچھا۔

نہیں پہلے جاتا تھا پھر سما یا بھابی سے شادی کے بعد وہ اپنے باپ سے بھی دور ہو گیا اور یہ دوری نفرت میں بدل گئی۔ ماہی بیگم اُدا سی سے مسکرائی۔

باپ سے نفرت۔ آرزو شک میں بولی۔

وجہ معلوم ہو جائے گی یہاں رہو گی تو اب چلو میں تمہیں سب کے کمرے لاؤنج ہال کچن گھر کا ہر ایک کونہ دیکھاتی ہوں تاکہ سب معلوم ہو تمہیں۔ ماہی بیگم نے بات بدل کے کہا آرزو الجھے ہوئے ذہن کے ساتھ ان کے ساتھ چلی گئی۔



دودن بعد

کیا ہو گیا ہے زیاد کب تک ایسے دیو داس جیسی شکل بنا کے رکھنا ہے۔ وقاص چڑ کے زیاد کی طرف دیکھ کر بولا جو پیئی تو کافی رہا تھا مگر دھیان سارا آرزو کی طرف تھا آج ہمایوں کا نکاح تھا جب کی کل رخصتی اور ایک دن چھوڑ کر ولیمہ تھا۔

میں ٹھیک ہوں دیو داس ایسے حلیے میں نہیں ہوتے۔ زیاد نے سنجیدگی سے جواب دیں کر اپنی طرف اشارہ کیا وہ اس وقت بلیک گھیر دار شلوار اور قمیض تھا اور کندھوں پہ کالے کلر کی شال رکھی ہوئی تھی اس نے پہلی دفع ایسی ڈریسنگ کی تھی جس سے وہ حد سے زیادہ خوب رو لگ رہا تھا بال ماتھے پہ گرے ہوئے تھے چہرے پہ بیئی رڈ اور سنجیدگی لیے وہ ہر ایک کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

ہاں پر چہرہ تو ایسے ہی بنا ہوا ہوتا ہے نہ۔ احمد نے کہتے ہی وقاص کے ہاتھ میں تالی ماری تو ہمایوں نے مسکراہٹ ضبط کی زیاد نے گھور کر ان کو دیکھا جب کی علید ان جانے کہاں گم تھا۔

مجھے دھیان دینے سے بہتر ہے اس پہ دھیان دو جو تین دنوں سے مسلسل پاگلوں کی طرح مسکرائے جا رہا ہے۔ زیاد نے ان کی توپوں کا رخ علید ان کی طرف کروایا جو زیاد کی دغا بازی پہ بوکھلا گیا تھا۔

میں تو نہیں مسکرا رہا۔ علید ان جلدی سے بولا۔

جی جناب آپ کی خیر پہلے تو اتنا سنجیدہ ہو گئی تھی ان ایسے اچانک پرانے روپ میں کیسے آگئی خیر تو ہے۔ وقاص نے مشکوک نظروں سے اب کی علیدا ان کو گھور از یاد سب پہ نظر ڈالتا اٹھ گیا تھا زیادہ مایوں کے گھر کی پچھلی سائی یڈ پہ آیا تھا اس نے قمیض کی جیب سے سیل فون نکالا اور کال ملانے لگا۔

ہیلو زیاد کیسے ہو؟ ماہی بیگم جو رات کے کھانے کے بعد اپنے لیے ملازمہ کو چائے کا کہتے لائونج میں بیٹھی تھی زیاد کی کال آتی دیکھ کر خوشگوار لہجے میں اس کا حال دریافت کرنے لگی۔

میں ٹھیک ہوں چچی جان آپ سو تو نہیں رہی تھیں نہ؟ زیاد نے دور خلاؤں میں دیکھ کر پوچھا۔

نہیں بیٹا بھی کہاں۔ ماہی بیگم ہنس کے بولی تو زیاد مسکرایا۔

آرزو آپ کے ساتھ ہے؟ زیاد نے کچھ توقف کے بعد پوچھا

وہ تو ڈنر کے بعد کمرے میں چلی گئی تھی تم کہو تو بات کرواؤ۔ ماہی بیگم نے بتایا۔

کروالے گی تو آپ کا مشکور رہوں گا۔ زیاد نے لب دانتوں تلے دبائے کہا تو ماہی بیگم ہنس پڑی۔

میں کمرے میں جا کر دیکھتی ہوں اگر وہ سوئی ہو تو بات کرواتی ہوں ماہی بیگم نے کہتے ہی سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

آرزو آپ جاگ رہی ہیں؟ ماہی بیگم کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

نہیں آپ آئی ہیں۔ آرزو جو بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھی اٹھ کر بولی۔

یہ موبائل لیں زیادہ بات کرنی ہے۔ ماہی بیگم نے اپنا فون آرزو کی طرف بڑھا کر

کہا جو ان کی بات پہ عجیب تاثرات سے دیکھنے لگی بڑا جلدی خیال آگیا بات کرنے

کا۔ آرزو دل میں بڑبڑائی کیوں کی زیادہ جب سے گیا تھا اس سے بات نہیں کی تھی

آرزو سر جھٹکتی ان کے ہاتھ سے فون لیا تو ماہی بیگم کمرے سے نکل گئی۔

کیسی ہو خانم؟ آرزو نے جیسے فون کان کے پاس رکھی تو زیادہ کی گھمبیر آواز آئی تو اس

نے گہری سانس لی۔

آپ سے مطلب۔ آرزو پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

ہاں سب مطلب مجھے ہی تو ہیں۔ زیادہ اس کی آواز سن کر آنکھیں بند کر کے کھولی۔

کیا بات کرنی ہے اس وقت۔ آرزو نے بیزارگی دیکھائی دوسری طرف زیادہ نے اس

کے انداز پہ لب بھینچے تھے وہ کیوں اس کا دل توڑ رہی تھی کیا اس کو نظر نہیں آ رہا تھا کہ

کتنا چاہتا تھا وہ اُسے کتنا دل دکھتا ہے اس کا جب وہ بیزارگی دیکھاتی ہے یا نظر انداز کرتی ہے یا اس کو لیٹ ڈاؤن کرواتی ہے۔

کل ایک پارسل آئی یں گا میں تمہارے لیے بھیج رہا ہوں یہ بتانا تھا۔ زیادہ سنجیدگی سے کہتا کال کاٹ گیا آرزو کو جانے کیوں شرمندگی سے احساس نے گھیرا وہ اتنے دن بعد اس سے بات کر رہا تھا کیا تھا جو وہ تحمل کا مظاہرہ کر کے اس کو سنتی آرزو نے خود کو کو سا پھر دوبارہ سب کچھ یاد آنے پہ وہ بے حس بن گئی۔



تم کچھ ڈسٹرب لگتے ہو مجھے از ایوری اتھنگ اوکے۔ عینی عاشق کے پاس بیٹھ کر بولی جو فری ٹائی م میں کالج کے درخت کے پاس بیٹھا ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہو رہا تھا وہ بات الگ تھی کے چہرے پہ سنجیدگی رقم تھی جو عینی کو پسند نہیں آرہی تھی اس کا دل انجان خدشات میں بھرچکا تھا اس کو لگ رہا تھا شاید عاشق آرزو سے محبت کرتا ہے پر اس کی شادی ہونے پہ وہ ایسے بیہوش کر رہا ہے عینی نے عاشق کو دیکھا جو اوف وائی ٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا بال نفاست سے سیٹ تھے چہرے پہ ہلکی شیو کیے وہ بہت جاذب نظر آرہا تھا عینی اس کو حسرت سے دیکھنے لگی جو اس کے پاس ہو کر بھی بہت دور تھا۔

میں ٹھیک ہوں۔ عاشر نے سنجیدگی سے جواب دیا عینی کا دل اس کا جواب سن کر کٹ کے رہ گیا۔

عاشر شاید تم مجھے اپنا دوست نہیں مانتے اگر مانتے تو مجھ سے بات شئی ضرور کرتے۔ عینی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے اُپر رکھتی شکوہ کناں انداز میں بولی۔

عینی اپنا ہاتھ ہٹائی۔ عاشر ضبط کیے بولا تو عینی نے ایک نظر اپنے ہاتھ کو دیکھا جو عاشر کی سفید چمکتی کلائی کی جس پہ ہلکے بال اور رگیں ابھری ہوئی تھیں اس پہ رکھا ہوا تھا عینی نے اپنا ہاتھ دور کیا عینی کو افسوس نے آگھیرا اس کو لگ رہا تھا جیسے عاشر اس کو غلط لڑکی تصور کرتا ہے اتنے وقت سے وہ ایک ساتھ پڑھ رہے ہیں مگر جانے کیوں عاشر کا دل اس کی طرف نہیں ہوتا بلانکہ کے وہ بہت خوبصورت فٹ اور اسٹائی لش تھی ہر کوئی اس کی چاہ کر سکتا تھا مگر جس کی اس کو چاہ تھی وہ اس کو دیکھتا تک نہ تھا۔

سوری۔ عینی نے کہا

اگر میں دوست نہ مانتا تو نہ تم یہاں ہوتی اور نہ مجھ سے سوالات کرتی اور نہ ہی میں کوئی جواب دیتا۔ عاشر نے دو ٹوک انداز میں کہا تو عینی مسکرائی۔

اب مان لیتی ہوں کے سچ میں کوئی بات نہیں ہوگی۔ عینی چہک کر بولی۔

میں زرہ لائی بریری سے ہو آؤں۔ عاشر اپنا بیگ اٹھا کر کہتا چلا گیا عینی نے افسوس سے اس کو جاتا دیکھا۔

کوئی ی تو بات ہے جو تم بتا نہیں رہے۔ عینی عاشر کی پشت دیکھ کر بڑبڑائی۔



آرزو لان میں آکر نرم ملائی مگھاس پہ نگیں پاؤں چل کر ان کی نرم ماہٹ محسوس کر رہی تھیں وہ ناشتے کے بعد یہاں چلی آئی تھی اس کی کشملا سے اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی ماہی بیگم کا رویہ بھی اس کے ساتھ بہت اچھا تھا جب کی گھر کے مرد زیادہ تر باہر ہوتے تھے ان سے ملاقات یا صبح کے ناشتے کی ٹیبل پہ یا ڈنر کے وقت ہوتی تھی جس سے اسرار صاحب سے تھوڑی بہت بات چیت ہو جاتی تھی۔

میم آپ کا پارسل۔ آرزو مسکرا کر ٹہل رہی تھی جب شبیر احترام سے سر جھکاتا خاکی کلر کا پارسل اس کی طرف بڑھا کر بولا آرزو کو یاد آیا کل زیادہ بتایا تھا اس نے پارسل کو دیکھا جو نہ بڑا تھا اور نہ چھوٹا وہ متجسس ہوئی کے جانے کیا ہو گا۔

یہاں رکھ دیں۔ آرزو نے لان میں رکھی میز کی طرف اشارہ کیا تو شبیر نے فورن وہاں رکھا اور کھسک کر چلا گیا آرزو کر سی پہ بیٹھ کر پارسل ہاتھوں میں لیے اس کو دیکھنے لگی اور ہاتھ میں لیے گھر کے اندر کی طرف چل پڑی۔ کمرے میں آکر وہ جلدی سے بیڈ پہ چڑھی اور پارسل وہاں رکھا۔

دیکھوں تو سہی محترم نے کیا بھیجا ہے۔ آرزو اپنے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے بولی اور اس کو کھولنے لگی اس نے سارا پارسل کھول کر اپنا ہاتھ اندر ڈالا تو دو پیکٹ اس کے ہاتھ آئیں ایک خوبصورت لال کور میں چھپا ڈبہ تھا دوسرے میں کیا تھا اس کو سمجھ نہ آیا اس نے پہلے لال کلروالے ڈبے سے کور اتارہ تو اس کا منہ حیرت سے کھلا کھلا رہ گیا۔

انتہائی فون۔ آرزو شاک میں بولی کیوں کی اس ڈبے میں لیٹسٹ موبائل تھا جو آرزو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی اس نے جلدی سے آن کیا تو وال پیپر دیکھ کر اس کے چہرے پہ عجیب تاثرات آئیں کیوں کی اس میں اُس کی خود کی تصویر تھی جو اس نے بہت وقت پہلے لی تھی پر زیادہ کے پاس کیسے۔ وہ بس سوچ کے رہ گئی اس نے موبائل بیڈ پہ رکھا پھر دوسرے پیکٹ کی طرف بڑھی جو کور کے ساتھ ربن میں بند تھا آرزو نے کور پھاڑ دیا تو ہاتھ میں گلابی رنگ کی ڈائی ری سامنے آئی آرزو کی آنکھیں چمک اٹھی تھی یہ ڈائی ری اس سے زیادہ بڑی اور پیاری تھی جیسی وہ چاہتی تھی وہ مسکراتی اس کو دیکھ رہی تھی جب سیل فون بجا آرزو کو حیرت ہوئی کے اتنی جلدی کال بھی آگئی اس نے موبائل کی اسکرین دیکھی تو زاویے بگاڑے اسکرین پہ Love کا رنگ جگمگا رہا تھا وہ سمجھ گئی تھی کے زیادہ ہو گا اس نے ناک سکوڑی اور کال رسیو کی۔

پسند آیا جو میں نے بھیجا؟ زیاد نے فوراً سے پوچھا۔

ڈائی ری بہت پیاری ہے۔ آرزو نے کہا۔

اور ڈائی ری بھیجنے والا؟ زیاد نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

وہ بہت خراب۔ آرزو جواب دے کر کال کاٹ گئی۔ زیاد نے زور سے آنکھیں میچی

آرزو کا دل فتح کرنا بہت مشکل تھا یا آرزو ناشکری کر رہی تھی اس کی چاہت کی اس کے

جذبات کی اس کے محبت بھرے انداز کی ہر چیز کی

آرزو نے فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور ڈائی ری کو وارڈروب میں اپنے کپڑوں کے بیچ

رکھ دیا واپس آکر اس نے بیڈ سے سارے کور ہٹا کر بیڈ صاف کیا۔



کسی دن ہاتھ دھو بیٹھو گے مجھ سے

تمہیں چسکا ہے بہت ہے رخی کا

اُداس کیوں ہو زیاد؟ علیدا ان نے زیاد کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

آرزو کو جتنا خود سے قریب کرنا چاہتا ہوں وہ اتنا دور ہوتی جا رہی ہے۔ زیاد بالکنی کی ٹہنی

پہ بازوں ٹکائے بولا

اس کو اسپیس دو۔ علیدا ان نے کہا۔

وہی تو دے رہا ہوں۔ زیاد زخمی سے مسکرایا۔

وہ کم عمر ہے اپنے گھر والوں کی بے اعتباری نے اس کو اندر سے توڑ دیا ہے اس کے
زمیندار تم ہو اس لیے اس کا رویہ اپنی طرف سے ٹھیک ہے مگر آہستہ آہستہ ٹھیک
ہو جائے گی۔ علیدا ان نے اس کو تسلی کروائی۔

محبت کو دور جاتے دیکھنا میرے بس کی بات نہیں اور نا ہی میرا اتنا بڑا ظرف تھا کہ میں
یہ کہتا کہ میری محبت سچی ہے وہ اگر میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ خوش ہے تو میں
بھی خوش رہ لوں گا نہیں مجھے اس سے محبت ہے تو بس اس کو میرے پاس ہونا چاہیے نہ
کے کسی اور کے ساتھ۔ زیاد کی آواز تیز ہوتی گئی تھی۔

جانتا ہوں محبت سیلوش ہے بہت۔ علیدا ان نے کہا۔
میں ہمایوں کے پاس جا رہا ہوں اس کو ایجنٹس کروانے میں ضرورت ہوگی مدد
کی۔ زیاد نے علیدا ان سے کہا تو وہ بھی اس کے ساتھ باہر آیا جہاں وقاص اسٹول پہ چڑھا
پھولوں کی لڑیاں لگا رہا تھا اور احمد اس کے پاس کھڑا تھا ہدایت دے رہا تھا ایسے نہیں
ویسے۔

یہ کام باقی لوگ دیکھ لیں گے تم جا کر مینیو دیکھو۔ علیدا ان دونوں کے پاس آکر بولا
کیوں کی کام کرنے والے بہت تھے جو کرسیاں سیٹ کر رہے تھے دیواروں کو لائی ٹس
سے روشن کر رہے تھے یہ ہمایوں کے گھر کے لان کا منظر تھا جہاں رخصتی کا فنشن

بڑے پیمانے پہ ہونا ٹی پایا تھا پورے لان کو پھولوں سے سجایا ہوا تھا جب کی ایک طرف اسٹیج بنا ہوا تھا جہاں ہمایوں اور اس کی دولہن فوزیہ نے بیٹھنا تھا پاس ہی ایک میز تھی جس کے اُپر پھولوں کے بکیں رکھے ہوئے تھے

ہاں سہی ہے ہم کھانا کھا کر بتائیں گے مینیو کیسے ہے یہاں کھڑے رہ کر تو میری کمر اکڑا گئی ہے۔ وقاص علیہ ان کی بات پہ فوراً سے جمپ لگا کر بولا۔

کھانا کھا کر آنے کی ضرورت نہیں بس یہ دیکھنا ہے کہ سب ڈیشنرپک رہیں ہیں یا نہیں۔ علیہ ان اس کی بات پہ گھور کر بولا تو وقاص نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا۔

تمہاری یہ نازک کمر کچھ زیادہ ہی نازک نہیں ہو گئی۔ احمد نے اس کی پیٹھ پہ جہانپڑ رسید کیے کہا تو وقاص نے دانت پیسے۔

اب چلو۔ احمد اس کو بازوؤں سے پکڑتا اپنے ساتھ لے جانے لگا۔

اپنی شادی میں، میں چُن چُن کے بدالوں گا۔ وقاص دھمکانا ضروری سمجھا مگر کسی نے توجہ نہ دی۔



آرزو کا آج سارا دن اچھا گزرا تھا وجہ موبائی ل تھا جو زیادہ لیکر دیا تھا ابھی بھی وہ ہال میں بیٹھی انسٹاپ اپنا اکائی ونٹ چیک کر رہی تھی جو زیادہ ہی بنا دیا تھا اس کو اپنے پرانے اکائی ونٹ کا پاسورڈ یاد تھا وہ چاہ رہی تھی وہی بنائے پر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

کیا ہو رہا ہے؟ کشملا آرزو کے ساتھ بیٹھ کر بولی تو آرزو نے مسکرا کر فون کی اسکرین سامنے کی عینی بھی کشملا کے ساتھ تھی پر وہ دوسرے صوفے پہ بیٹھی دونوں کی بے تکلفی دیکھ رہی تھی عینی کی آرزو سے زیادہ بات نہیں ہو پائی تھی کیوں کی تین بجے تک وہ کالج میں ہوا کرتی تھی اس کا باقی وقت اپنے کمرے میں گنہ رتایا کہی اور پر آرزو سے بات نہ ہونے کے برابر تھی۔

تمہارے ناخن بہت خوبصورت ہے نیل پینٹ لگاؤ میرے پاس بہت اچھے کلرز ہیں۔ کشملا نے آرزو کا ہاتھ پکڑ کر اس کو ناخنوں کو دیکھ کر کہا جو بس تھوڑے بڑے تھے نیل پینٹ کا اور بہت بڑے ناخنوں کا شوق مجھے بھی ہے مگر اس سے وضو نہیں ہوتا۔ آرزو نے سادگی سے بتایا۔

اچھا سوری۔ کشملا نجل ہوئی جب کی عینی کی نظر آرزو کے ہاتھوں پہ تھی جو واقع میں بہت پیارے تھے عینی نے اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا جہاں لمبی لمبی مٹھلیں انگلیاں تھی جن کے ناخنوں پہ کالے رنگ کا نیل پینٹ کیا تھا کیوں کی اس کو اپنے گورے ہاتھ میں یہ کلرز زیادہ اٹریکٹ کرتا تھا جب کی کشملا کلر فل نیل پینٹ کرتی تھی۔

تمہارے میں ہاتھ اچھے ہیں۔ کشمالا نے عینی کو اپنے ہاتھوں میں گم دیکھا تو تنگ کرنے کی خاطر بولی۔

نہ میں تو بس ویسے ہی۔ عینی اپنی جگہ چور سی ہو گئی
روز دو کپ کافی اور ایک کپ چائے لانا۔ کشمالا نے پاس سے گزرتی ملازمہ کو دیکھ کر کہا
تو وہ سر ہلاتی چلی گئی۔

بھائی ی سے بات ہوئی ی ہے؟ کشمالا نے آرزو کو کندھا مار کر پوچھا تو اس کا چہرہ بلش
کرنے لگا عینی نے بہت غور سے اس کے چہرے پہ آتے جاتے رنگوں کو دیکھا تھا جو اس
کے بھائی ی کے نام پہ آئے تھے عینی کے دل سکون کی لہر ڈوری تھی۔
ہاں صبح ہوئی ی تھی۔ آرزو اپنے ہاتھوں پہ نظر ٹکاتی ہوئی ی بولی جبھی ملازمہ ٹرے میں
دو کپ کافی اور ایک کپ چائے ان کے سامنے رکھ کر چلی گئی تھی کشمالا نے چائے کا
کپ آرزو کو دیا اور اپنے لیے کافی لیکر اس نے عینی کو کافی پکڑنے کا اشارہ دیا۔
شکریہ۔ آرزو نے چائے کا کپ لیتے ہوئے کہا۔
موسٹ ویلکم۔ کشمالا خوشدلی سے بولی۔

آپ کی پہلی ملاقات بھائی ی سے کب ہوئی ی تھی؟ عینی حقیقت سے آگاہ تھی مگر جانے کیوں یہ سوال پوچھ ڈالا آرزو کا چہرہ عینی کے سوال پہ لٹھ مانند سفید ہوا تھا اس کی حالت دیکھ کر کشمالا نے عینی کو گھورا۔

میں آتی ہوں۔ آرزو چائے کا کپ ویسے ہی چھوڑتی اپنا موبائی ل لیتی وہاں سے اٹھ گئی۔

یہ کیا تھا عینی شکر کرو زیاد بھائی ی نہیں یہاں ورنہ آرزو کی جو حالت ہو رہی تھی نہ وہ تم جان سے مارنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ کشمالا نے دانت پیستے ہوئے عینی سے کہا جو لاپرواہ ہو کر کافی کا گھونٹ بھر رہی تھی۔

میں نے جسٹ ایک بات پوچھی ان میں اتنی بڑی بات تو نہیں میں سو تیلی ہی سہی پر زیاد بھائی ی کی بہن ہوں۔ عینی بات کے آخر میں اس کو جتایا۔

اور وہ سگی بیوی ہیں۔ کشمالا کہتی وہاں سے اٹھ گئی۔

سگی بیوی سر سلی۔ عینی کشمالا کی نرالی بات پہ عجیب سے انداز میں بولی۔

بات سننا۔ عینی نے چہرہ موڑ کر کشمالا سے کہا۔

کیا ہے۔ کشمالا واپس آتی بولی۔

سو تیلی بیوی بھی ہوتی ہے کیا؟ عینی نے معصوم شکل بنائے پوچھا

اتنی تمہاری شکل معصوم نہیں جتنا معصوم تم نے بنایا ہے۔ کشمالا نے اس کے اتھے پہ چپت لگائے کہا۔

ان باتوں کو چھوڑو جو پوچھا ہے وہ بتاؤ۔ عینی نے تجسس سے پوچھا۔
پہلے تم ایک بات کا جواب دو تو پھر۔ کشمالا نے پُر اسرار لہجے میں کہا تو عینی چونک اٹھی۔
کونسی بات؟ عینی نے کہا۔

یہی کے تمہاری لو اسٹوری کہاں تک پہنچی۔ کشمالا نے معنی خیز نظروں سے اس کی جانب دیکھا تو عینی نے گہری سانس لی۔

وہی تک ہیں۔ عینی افسردہ لہجے میں بولی۔
یہ وَن سائیڈ ڈلو بھی نہ گلے کی ہڈی کی طرح ہوتا ہے جو نہ انسان اُگل سکتا ہے اور نہ نکل سکتا ہے۔ کشمالا نے باقاعدہ اپنا ہاتھ گلے پہ رکھ کر اس کو بتایا تو عینی گھور کر رہ گئی۔

کہاں پیار اور کہاں گلے کی ہڈی۔ عینی نے کشمالا کی عقل پہ ماتم کیا۔
یہ آج بڑے عجیب ورڈز یوز کر رہی ہو کبھی سوتیلی بیوی تو کبھی یہ۔ عینی نے پھر کہا۔

میں تو ایسے ہی بات کرتی ہوں تمہیں فرصت اب ملی ہے غور کرنے کی۔ کشتی لاکندھے اچکا کر کہتی چلی گئی جب کی عینی اپنی کافی کی طرف دیکھنے لگی جو ٹھنڈی ہو گئی تھی۔



روشنا کمرے کی صفائی کر رہی تھی جب زرینہ بیگم ہر بڑی میں اندر داخل ہوئی۔

کیا ہوا اماں خیریت تو ہے؟ روشنائے ان کے اس طرح آنے پہ پوچھا۔

ہاں سب خیریت ہے تم اس کام کو چھوڑو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ زرینہ بیگم نے

عجلت سے کہا تو روشنائے کا ماتھا ٹھٹھا۔

NEW ERA MAGAZINE

Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry

کیوں؟ روشنائے پوچھا۔ تمہیں دیکھنے کچھ لوگ آئے ہیں۔ زرینہ بیگم نے بتایا۔

اماں مجھ سے پوچھے بغیر اور وہ بھی اچانک آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں۔ روشنائے یقین سے

بولی۔

روشنائے غرا ب مت کرو جو کہہ رہی ہوں وہ کرو بڑی مشکل سے کوئی رشتہ آیا

ہے۔ زرینہ بیگم نے گڑکا۔

اماں مجھے نہیں کرنی شادی۔ روشنائے ٹوک انداز میں بولی۔

میرا نہیں تو اپنے باپ کا سوچو جو پریشان رہتے ہیں تمہاری شادی کی وجہ طبیعت خراب
 رہتی ہے ایک آرزو کو سوچ کر دوسرا تمہاری شادی کا سوچ کر۔ زرینہ بیگم تیز آواز میں
 بولی تو روشنا بے بس ہوئی ایاز صاحب کی پریشانی اس سے چھپی ہوئی تو نہ تھی۔
 آتی ہوں۔ روشنا سنجیدگی سے کہتی ڈوپٹہ بیڈ سے اٹھا کر پہننے لگی۔
 دوسرا جوڑا پہن لیتی۔ زرینہ بیگم نے اس کو آسمانی کلر کے سادہ سے شلوار قمیض میں
 دیکھا تو ٹوکا۔

پسند کرنا ہو گا تو ایسے ہی کر لیں گے۔ روشنا تلخی سے بولی تو زرینہ بیگم افسردہ سانس
 خارج کی اور اُس کو لیکر باہر آئی جہاں کچھ مہمان بیٹھے ہوئے تھے۔
 اسلام علیکم۔ روشنا نے سلام کیا۔
 وعلیکم اسلام آؤں یہاں بیٹی۔ ایک خاتون سے سلام کا جواب دے کر اپنے پاس آنے کا
 کہا تو روشنا ان کے ساتھ بیٹھی گئی۔
 کیا کرتی ہو آپ؟ اُسی عورت نے پوچھا۔
 کچھ نہیں۔ روشنا نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔
 گھر میں کچھ تو کرتی ہو گی نہ۔ عورت نے کریدہ تور وشنا اپنی ماں کو دیکھا جو آنکھوں ہی
 آنکھوں رلیکس ہونے کا اشارہ کر رہی تھی۔

گھر کے کام میں اپنی ماں کی مدد کرواتے ہوں اور کچھ دن سے اسلامک کورس شروع کیا ہے گھر سے کچھ دور مدرسہ ہیں وہاں ایک راحیلانام کی عورت ہیں جو پڑھاتی ہیں۔ روشنا نے اب کی ایک سانس میں کہہ ڈالا۔

ماشاء اللہ بہت اچھی بات ہے۔ عورت مسکرا کر بولی۔

آپ کچھ لیں نہ۔ زرینہ بیگم نے ان کی توجہ ٹیبل پہ کروائی جہاں کھانے کے لوازمات تھے۔

جی جی۔ دوسری عورت نے کہتے ہی کباب کا ٹکڑا اٹھایا۔

آپ جاب کریں گی شادی کے بعد؟ عورت نے پوچھا۔

نہیں جاب کیوں کروں گی۔ روشنا نے نا سمجھی سے کہا

ارے بیٹا پریشان کیوں ہو رہی ہو میں نے تو بس ایک بات پوچھی۔ خاتون نے ہنس کے کہا۔

آپ کا بیٹا کیا کرتا ہے؟ اب کی زرینہ بیگم نے سوال کیا۔

انٹرنیشنل کمپنی میں جاب کرتا ہے۔ خاتون نے فخریہ انداز میں بتایا تو زرینہ بیگم نے

سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

آپ کی بیٹی کا رشتہ کیوں ٹوٹا تھا۔ دوسری خاتون جن کا نام شبانہ تھا وہ کباب سے بھرپور انصاف کرتی ہوئی ی پوچھنے لگی۔

بس قسمت میں ٹوٹنا لکھا تھا تو ٹوٹ گیا۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

کوئی وجہ۔ شبانہ خاتون نے پھر پوچھا۔

آپ کو راشدہ ”رشتا کروانے والی“ نے بتایا تو ضرور ہو گا پھر اس طرح پوچھنے کا مطلب۔ روشنائے تپ کے پوچھا۔

ہم نے تو ایسے پوچھا دیکھنا چاہ رہے تھے کہ آپ سچ بتاتے ہیں یا جھوٹ۔ شبانہ خاتون اپنی جگہ کھسیانی ہو گئی روشنائے سب پہ نظر ڈالتی وہاں اٹھ کر چلی گئی۔
آپ کی بیٹی خوش نہیں ہے شاید۔ دوسری خاتون سویرا نے روشنائے کے اٹھنے پہ اندازہ لگایا۔

ایسا نہیں۔ زرینہ بیگم نے کہا تو ان دونوں نے برا منہ بنایا



ہمایوں آج تیری فرسٹ ویڈنگ نائیٹ ہے تو بتاؤ کیسا فیل ہو رہا ہے؟ وقاص نے
ہمایوں کا گال کھینچ کر شرارت سے پوچھا۔

بہت بیہودہ باتیں کرنے لگے ہو تم۔ ہمایوں کا پورا چہرہ سرخ ہو گیا تھا وقاص کی بات پہ
جب کی زیاد احمد علید ان نے ہمایوں کی پتلی ہوتی حالت دیکھ کر زور سے قہقہہ لگایا تھا۔

ہا ہا اس میں بیہودہ کیا ہے شرما کیوں رہے ہو مرد ہو تم۔ وقاص نے اپنا کندھا اس کے کندھے ٹکڑا کر مزید چھیڑھا تو ہمایوں نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنائے زور سے اس کے بازو پہ ماری۔

ویسے تمہیں اب جانا چاہیے بھابھی انتظار کر رہی ہو گی۔ احمد نے ہنسی کے درمیاں کہا۔ یار احمد تم نہ وقاص کا ساتھ نہ دیا کرو ان فضولیات پہ۔ ہمایوں نے چڑ کر کہا۔

کیوں بھئی غلط کیا ہے سہی تو کہہ رہا ہے احمد رخصتی ہوئے ایک گھنٹہ سے زیادہ ہو گیا ہے اب تم جاؤ۔ علیہ ان بھی میدان میں کودا تو ہمایوں نے مدد طلب کرتی نظروں سے زیادہ کودیکھا۔

اچھا اب بس کرو تنگ نہیں کرو ہمایوں کو وہ چند منٹ پہلے ہی بھابھی سے کہہ چکا ہے کہ وہ انتظار نہ کریں اپنے دوستوں سے وہ دیر تک گپ شپ کریں گا بعد میں تو اُس نے اس کے پاس ہی آنا ہے نہ۔ زیادہ کی بات نے تو ہمایوں کی رہی سہی کسر پوری کر دی تھی جب کی ان تینوں کا قہقہہ بلند ہوا تھا زیادہ نے ہمایوں کو شک میں دیکھ کر آنکھ و نک کی تھی۔ ہمایوں ہمیں معلوم نہ تھا تم اب بھی ہمیں اتنی امپورٹنس دو گے مطلب شادی کی پہلی رات اپنی بیوی کی تعریف میں قصدے پڑھنے کے بجائے ہمارے ساتھ گپ شپ کرو گے۔ وقاص ہمایوں کے صدقے واری ہوا تھا۔

تم سب انتہا کے کمینے ہو۔ ہمایوں دانت پیس کے کہتا وہاں سے اٹھنے میں خیریت جانی
دور جاتے ہمایوں نے اپنے جان سے زیادہ عزیز دوستوں کا مقہقہ سنا تھا جس پہ اس کی
خود کی ہنسی نکلی گئی تھی۔



ان کے دیدار کے لیے دل تڑپتا ہے

اُن نے انتظار میں دل ترستا ہے

کیا کہیں اس کمبخت دل کو

اپنا ہو کر کسی اور کے لیے دھڑکتا ہے۔

آرزو صبح اٹھی تو موبائل اسکرین پہ زیادہ کامیج دیکھا ساری رات اُس نے رو کر گنہ رایی
تھی پھر نہ جانے کس پہر اس کی آنکھ لگی تھی عینی کا سوال تو عام تھا پر اُس کو ساری باتیں
یاد آگئی تھی جس سے اُس کو زیادہ سے نفرت محسوس ہو رہی تھی جس کی ضد پہ وہ
اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر اجنبیوں کے بیچ رہ رہی تھی یہاں سب کے خیال رکھنے
کے باوجود بھی وہ دلی طور پہ خوش نہ تھی شاید وجہ یہ تھی کہ اُس نے زیادہ کو قبول نہیں
کیا تھا سب کچھ سوچتے سوچتے بخلت اس کی سوچ عاشر کی جانب ہوئی تو اس کی ساری
اُداسی اور کل والی وحشت ختم ہو گئی تھی۔

میں عاشر کو کال کر سکتی ہوں مجھے تو اُس کا نمبر بھی یاد ہے یہ خیال پہلے کیوں نہ آیا۔ آرزو نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مار کر جیسے اپنی عقل پہ ماتم کیا اور جلدی سے اُس کا نمبر لکھ کر اپنی موبائی ل پہ سیو کیا تھا ابھی وہ کال کرنے ہی والی تھی کہ کمرے کا دروازہ نوک ہوا۔ آجاؤ۔ آرزو کا موڈ خراب ہوا۔

آپ کا ناشتہ کی ٹیبل پہ انتظار کر رہے ہیں۔ ملازمہ میں سر جھکا کر کہا تو اس نے گہری خارج کی۔

اچھا میں آتی ہوں۔ آرزو نے کہا تو ملازمہ باہر چلی گئی۔

کچھ دیر بعد کال کروں گی۔ آرزو کہتی اپنے اُپر سے لحاف ہٹایا اور شروم کی جانب گئی تاکہ فریش ہونے کے بعد باہر جاسکے۔

دیر کر دی۔ آرزو باہر آئی تو ماہی بیگم نے مسکرا کر پوچھا

وہ فریش ہونے میں وقت لگ گیا۔ آرزو اپنے لیے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ کر کچھ

شرمندگی سے بولی۔

کوئی بات نہیں۔ ماہی بیگم نے کہا اور آرزو کو ناشتہ سرو کرنے لگی تو آرزو ہاتھ کے

اشارے سے ان کو منع کیا

میں خود لیتی ہوں۔ آرزو نے سرسری کہا تو ماہی بیگم نے اپنے ہاتھ پیچے کیے اسرار صاحب بغور آرزو کو دیکھ رہے تھے ان کو اپنے بیٹے کی پسند اچھی لگی تھی مگر اس کی حرکت پہ وہ آرزو سے نظریں نہیں ملا پاتے تھے۔

آپ اپنی اسٹڈی دوبارہ سٹارٹ کیوں نہیں کرتی اگر کہیں تو میں یونیورسٹی میں داخلہ کرواؤ۔ اسرار صاحب نے آرزو کو مخاطب کیا جو جو س کے گھونٹ بھر رہی تھی۔ انکل زیاد نے کہا تھا وہ ایڈمیشن کروائے گے میری۔ آرزو نے چہرے پہ مسکراہٹ سجا کر بتایا۔

شادی کے بعد کیا تک ہے پڑھنے کی اچھا ہے گھر بار دیکھو اپنا اور شوہر پہ تو جھ دو جس کی پسند کپڑوں سے زیادہ بدلتی رہتی ہے۔ سمایا بیگم جلے دل سے بولی موقع جو ملا تھا زیاد کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھانا ضروری سمجھا۔

شکر یہ آپ کے بتانے کا پر شوہر جب آئی یں گا تو اس کو بھی دیکھ لوں گی وہ بچے تو ہیں نہیں جن کی دیکھ بھال کروں میں۔ آرزو کی حاضر جوابی پہ سب گنگ ہوتے رہ گئی تھے جب کی سمایا بیگم کو تو سانپ سو نگھ گیا تو آج بھی آرزو ان کی بات پہ نہ دبی تھی اور نہ خاموش رہی تھی۔

زیاد کی طرح بد تمیز ہو بلکل اپنے جیسی پسند کی ہے لڑک

سمایا۔ اسرار صاحب نے غصے سے ان کا نام لیا تو ان کی چلتی زبان کو بریک لگی جب کی آرزو اٹھتی وہاں سے چلی گئی زارون اور اشرف نے پریشانی سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا۔

بھابھی معاف کیجیے گا مگر آپ اس بچی کو بخش دے پہلے ہی وہ سفر کر رہی ہے اُس حساب سے اس کا تلخ ہونا بنتا ہے وہ اب زیادہ کی زمینداری ہے زیادہ کو اس کی پڑھائی سے مسئی لا نہیں تو آپ بھی کوئی ایجوکیشن نہ کریں۔ ابرار صاحب سنجیدگی سے کہتے اپنا کورٹ اٹھا کر آفس کے لیے نکل گئی آج پہلی بار سمایا بیگم کی کسی معاملے میں ابرار صاحب بولیں تھے ورنہ وہ زیادہ کا ساتھ نہیں دیتے تھے تو کبھی خلاف بھی نہیں ہوتے تھے سمایا بیگم نے زور سے ہاتھ ٹیبل پہ مارا تھا اسرار صاحب کو شرمندگی ہوئی ایک غلط فیصلہ ان کے لیے زندگی بھر کا پچھتاوا بن چکا تھا۔

آرزو کمرے میں آکر گیلری کا ڈور دھکیلا تو صبح کی تازی تازی وہاں اس کے چہرے پہ پڑی تو اس نے آنکھیں بند کر کے کھولی ایک سکون تھا اس جگہ پہ

کاش زیادہ سے میری ملاقات کبھی نہ ہوتی

کاش میں ان کی آنکھوں کو پسند نہ کرتی

کاش میں ان سے رابطہ نہ کرتی

کاش میں آپ کی بات مان لیتی
 کاش میں کبھی بھی زیادہ اعتبار نہ کرتی
 کاش زیادہ کی کال پہ میں ان کے پاس نہ جاتی۔
 ایسے بہت سے کاش اس کے دماغ میں آکر اس کی آنکھوں کو نم کر گئی تھے۔



انکار ہو گیا۔ زرینہ بیگم نے روشنا سے کہا۔

اچھا ہوا۔ روشنا نے کہا۔

ایاز بہت پریشان ہیں۔ زرینہ بیگم دکھ سے بولی
 ان کی پریشانی میری شادی کا نہ ہونا ہے میرا وجود اب بوجھ ہے آپ دونوں کے
 لیے۔ روشنا اسی سے گویا ہوئی۔

غلط بات مت کرو روشنا۔ زرینہ بیگم کو روشنا کی بات پسند نہیں آئی۔
 میرے فون پہ کال آرہی ہے میں جا کر دیکھ آؤں۔ روشنا کہتی اپنے کمرے میں آئی
 جہاں اس کا فون بج رہا تھا۔

Episode 45

روشنا نے دیکھا تو کوئی ی انون نمبر تھا کال پک کر کے فون اس نے کان کے پاس رکھا
 اور کہا۔

کون؟

علیدان۔ دوسری طرف سے محبت سے جواب دیا گیا تھا۔

تم؟ روشنا شاہک میں بولی اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ علیدان کال کرنے کی ہمت بھی کر سکتا تھا۔

ہاں میں۔ علیدان کمرے کی کھڑکیوں پہ پردے ہٹا کر صبح کی تازی ہوا کو اندر آنے کا راستہ دے کر دلکش انداز میں روشنائی بولا۔

میرا نمبر کہاں سے ملا اور کال کیوں کی؟ روشنائی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

نمبر بس مل گیا اور کال بات کرنے کے لیے کی ہے۔ علیدان نے فرمانبرداری سے جواب دیا۔

کیا بات کرنی ہے؟ روشنائی نے جلدی سے پوچھ کر کال بند کرنی چاہی۔

ایسے ہی حال احوال اور کیا۔ علیدان نے لب دانتوں تلے دبائے کہا تو روشنائی کو تپ چڑھی۔

میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں جو تم پاگل سے بات کروں۔ روشنائی سخت انداز میں کہتی کھٹاک سے فون بیڈ پہ پھینکنے والے انداز میں رکھا جب کی دوسری طرف علیدان دل کھول کر مسکرایا۔



عاشر عینی کے ساتھ لیکچر ڈسکس کر رہا تھا جب اس کو فون رنگ کرنے لگا اُس نے کتاب سے نظر ہٹا کر اسکرین کو دیکھا تو کوئی ی انون نمبر تھا اس نے انور کیا فلحال اُس کا لیکچر ضروری تھا سمجھنا دس منٹ بعد پھر ان کی کلاس تھی عینی بھی بہت دھیان سے اس کو بتا رہی تھی کیوں کی عاشر نے پھر سے کلاس مس کیے تھے پھر دیر بعد کال آئی ی مگر عاشر نے دھیان نہ دیا تو میسج کی بپ ہوئی ی عاشر نے بیزاری سے میسج اوپن کیا تو اُس کی ساری بیزاری ہوا ہوئی ی۔

عاشر اُس می آرزو پلیر پک اپ دی کال۔ عاشر اپنی جگہ منجمند ہو گیا اُس کو یقین نہیں آیا کہ واقع آرزو اتنے وقت بعد اس کو کال کی ہے اپنے تی ئی ی عاشر نے آرزو کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی مگر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا جس سے وہ پریشان ہو گیا تھا۔

کیا ہوا سب ٹھیک ہے؟ عینی نے اس کو ہوش میں لانا چاہا جو سیل فون کی اسکرین پہ نظر ٹکائے بیٹھا ہوا تھا عینی کے مخاطب کرنے پہ وہ یکدم ہوش میں آیا اور کال بیک کرنے لگا جو بنا سیکنڈ کی دیر کیے اٹھالی گئی تھی عینی تعجب سے اس کو دیکھنے لگی جس کے چہرے پہ بے چینی صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

عاشق میری بات سنو۔ آرزو نے کال اٹھا کر فورن سے کہا اُس کو ڈر لگ رہا تھا اب کے کہیں عاشق بھی نہ اس کو غلط سمجھے اس کا لہجہ نرم ہو گیا تھا۔

آرزو تم ٹھیک ہونہ؟ عاشق آرزو کی آواز سن کر فورن سے بولا سامنے بیٹھی عینی کو وہ فراموش کر گیا تھا جو شاک میں آگئی تھی اس کے منہ سے آرزو کا نام اور چہرے پہ اس کے لیے اتنی فکر دیکھ کر مگر سب سے زیادہ تو یہ بات اس کو شاک کر گئی تھی کہ آرزو جواب اس کی بھابھی کے روپ میں ان کے گھر میں تھی اب عاشق کو کال کیوں کر رہی تھی۔

عاشق مجھے تم سے بات کرنی ہے۔ آرزو نے اپنے گال سے آنسو صاف کیے کہا۔
ہاں کیوں نہیں تم کہاں ہو ایڈریس بتاؤ میں آتا ہوں تمہیں لینے۔ عاشق فورن سے اپنی جگہ سے اٹھا کہاں کا لیکچر کہاں کی ضروری کلاس وہ سب بھول گیا تھا یاد تھا تو بس یہ کہ وہ جس آرزو کے لیے ایک مہینے سے پریشان تھا آج وہ اس نے کال کی تھی جس سے رابطہ کرنے کے لیے کتنی کوششیں کی تھیں عینی ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ عاشق کو دیکھ رہی تھی۔

ایڈریس؟ آرزو سوچ میں پڑ گئی عاشق کارواں رواں آرزو کی طرف متوجہ تھا۔

عاشر تم اسٹاپ پہ آؤ میں وہاں آکر تمہارا انتظار کروں گی۔ آرزو کو گھر کا ایڈریس سمجھ نہ آیا تو کہا۔

اوکے میں آتا ہوں۔ عاشر نے کہتے ہی قدم باہر کی طرف بڑھائے۔

عاشر کہاں جا رہے ہو کلاس ہونے والی ہے۔ عینی ہوش میں آتی اس کے پیچھے بھاگی جو تیز قدموں سے باہر جا رہا تھا۔

مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔ عاشر کہتے ہی بائی یک پہ بیٹھ کر بائی یک سٹارٹ کی عینی بس دھول اڑاتی بائی یک کو جاتا دیکھتی رہ گئی ایک آنسو اس کی آنکھ سے گر کر بے مول ہوا تھا۔

خواہش تو یہی ہے

تم میرے مقدر میں لکھے جاؤ۔



کہاں جا رہی ہو بیٹا؟ ماہی بیگم نے چادر پہنتی آرزو کو جلدی سے باہر کی طرف جاتا دیکھا تو پوچھا۔

کچھ کام سے میں جلدی سے واپس آ جاؤں گی۔ آرزو رک کر ان کو جواب دیں کر باہر جانے لگی۔

اچھار کو میں ڈرائی یور سے کہتی ہوں تمہیں چھوڑ آئی یں گا جہاں تمہیں جانا ہو گا۔ ماہی بیگم نے کہا تو آرزو نے سر ہلایا اس کو بس جلدی سے عاشر سے ملنا تھا ماہی بیگم نے ڈرائی یور کو کہا تو وہ باہر آ کر گاڑی میں بیٹھی ڈرائی یور گاڑی زن سے باہر لے گیا۔ بی بی جی کہاں جانا ہے آپ نے؟ ڈرائی یور نے بیک ویو مرر سے آرزو کو دیکھ کر پوچھا۔ بس اسٹاپ پہ چھوڑ کر آپ واپس چلے جائیے گا۔ آرزو نے جواب دیا۔ واپس کیوں آپ کو چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہوں بڑی بی بی غصہ کریں گی۔ ڈرائی یور پریشانی سے بولا۔

میں ان کو بتا دوں گی ابھی آپ تیز ڈرائی یو کریں۔ آرزو نے جیسے بات ختم کی۔ بس اسٹاپ پہنچنے پہ آرزو گاڑی سے اتری ڈرائی یور کو واپس بھیجنے کے بعد وہ چاروں طرف دیکھنے لگی کہ شاید عاشر آیا ہو اس سے پہلے ابھی وہ دیکھ ہی رہی تھی جب پیچے سے کسی نے اُس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ گھبرا کر پیچے مڑی مگر سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر اس نے شکر کا سانس لیا۔

آرزو۔ عاشر اُس کا ہاتھ پکڑتا سائیڈ پہ لایا جہاں اس نے اپنی بائیک کھڑی کی تھی۔ بیٹھو۔ عاشر نے بائیک پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

میری بات سنو گے نہ؟ آرزو عاشر کا چہرہ دیکھ کے پوچھنے لگی جہاں سنجیدگی کے تاثرات تھے۔

اگر بات سننی نہیں ہوتی تو یہاں نہ آتا۔ عاشر نے مسکرا کر کہا تو آرزو کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔ عاشر بائی یک پہ بیٹھا تو آرزو اُس کے پیچھے بیٹھ گئی عاشر اُس کو لیکر ساحل کنارے آیا تھا عاشر نے آرزو کو اترتا دیکھ کر بائی یک کو کھڑا کیا پھر پاس پڑی بیچ پہ بیٹھ کر آرزو کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

اب بتاؤ اگر نادر سے شادی نہیں کرنی تھی تو انکار کر دیتی کوئی زبردستی تو نہ کرتا۔ عاشر نے آرزو کی طرف دیکھ کر کہا تو آرزو کو اُس کی بات پہ دکھ ہوا۔ ایسا نہیں ہے عاشر۔ آرزو جلدی سے وضاحت دینی چاہی۔

تو پھر کیسا ہے تم بتاؤ ایسے ہی تم چلی گئی اپنا گھر چھوڑ کر تمہیں اندازہ ہے میں کتنا پریشان ہو گیا تھا خالا اور آپ کی بات سن کر۔ عاشر نے سنجیدگی سے کہا انہوں نے میرا یقین نہیں کیا پر تم کرنا۔ آرزو نے جیسے منت کی۔

آرزو مجھے تم پہ اعتبار ہے تم آرام سے ساری بات بتاؤ میں پوری کوشش کروں گا تمہارا ساتھ دینے میں۔ عاشر نے اُس کو ہمت دلائی تو آرزو نے آنسوؤں کے درمیان اُس دن والا سارا واقع بیان کیا۔

روؤ نہیں آرزو رونے کا کام تمہارا نہیں تم بس مسکرانے کے لیے بنی ہو۔ عاشر نے اُس کے آنسوؤ صاف کیے کہا۔

مجھے بھی پہلے یہی خوش فہمی تھی۔ آرزو نے جیسے اپنا مزاق اڑایا۔

زیادہ خاندان نے تم سے شادی کیوں کی مطلب کیا بس کوئی بد لایا پیار و یار کا سین ہے۔ عاشر نے پہلے سنجیدگی سے پھر آرزو کو چھیڑنے کے غرض سے کہا تو آرزو نے ایک مکہ اس کے بازوؤں پہ مارا۔

اففف تمہارا ہاتھ تو پہلے سے زیادہ بھاری ہو گیا ہے۔ عاشر اپنا بازوؤں سہلاتے ہوئے کہا۔
 عاشر فضول نہیں بولوں۔ آرزو نے ٹوکا۔
 اچھا پھر تم ہی کام کی بات بتاؤ۔ عاشر نے کہا

مجھ سے وہ کونسا بد لالیں گے اور پھر پیار کا کوئی سین نہیں وہ الگ ہے عاشر مطلب وہ پرفیکٹ انسان ہے اُن کا گھر دیکھو گے نہ تو جتنا حیران ہو گے نہ اُتنا کم ہے ایسا سمجھو وہ کسی ریاست کا شہزادہ ہے میں اس کے سامنے کچھ بھی نہیں وہ ابھی یہاں نہیں پر میں اُس کے سامنے احساس کمتری کا شکار ہونے لگتی ہوں جو میں نے کبھی محسوس نہیں کیا۔ آرزو کی آواز بتاتے بتاتے رُندھ گئی تھی عاشر پہلی بار آرزو کا ایسا روپ اور ایسی بات کرتا سن اور دیکھ رہا تھا۔

ایک مہینے میں تم بدل گئی ہو آرزو مجھے بالکل پسند نہیں آئی ی۔ عاشر کو افسوس ہو رہا تھا اس کی بات پہ آرزو مسکرائی ی طنزیہ بھری مسکراہٹ۔

میری ماں میرے باپ میری بہن انہوں نے میرا اعتبار نہیں کیا عاشر جب مجھے ان کی ضرورت تھی جب ان کو میرا یقین کرنا تھا تو انہوں نے زیادہ یقین کیا جن کو انہوں نے پہلی بار دیکھا تھا میرا سچ ان کو جھوٹا لگا پر زیادہ ان کو ایسا جواب کیا کہ ماں کو نہ اپنی آرزو پہ یقین آیا نہ بابا کو اپنی لاڈلی پہ یقین آیا اور نہ آپنی کو۔ آرزو شکست خور لہجے میں بتانے لگی۔

میں خالا کو سب بتا دوں گا تم فکر نہیں کرو۔ عاشر نے اس کو یقین دلایا۔
 تم کیسے ہو؟ آرزو نے بات بدلی۔

خیر تو آج مجھ سے حال احوال پوچھ رہی ہے مس آرزو ایاز۔ عاشر پھر تنگ کیا۔
 آرزو ایاز کہاں آرزو زیاد بن گئی ہوں اب تو۔ آرزو کے لہجے پہ عاشر ایک پل کو چونک گیا تھا۔

تم اُس سے علحیدگی چاہوں گی اگر۔ عاشر نے بات ادھوری چھوڑ کر آرزو کو جانچنا چاہا۔

ہاں مجھے وہاں اپنا آپ معمولی سا لگتا ہے میں بھلے بڑے گھروں میں رہنے کی خواہش رکھتی تھی یا بہت ساری چیزیں چاہتی تھی پر وہ سب میں اپنے باپ سے چاہتی تھی نہ کے کسی غیر سے۔ آرزو نے پل بھر زیادہ کو غیر بنادیا تھا۔

کیا وہ تمہارا خیال نہیں رکھتا؟ عاشر نے پوچھا اس کی بات پہ آرزو کی آنکھوں کے سامنے زیادہ سے گنہگار ایک وہ لمحہ کسی فلم کی طرح چلا جہاں کبھی وہ اُس کے پیروں کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو کبھی سب سے پہلے اُس کو کھانا سرو کرنا تو کبھی بچوں کی طرح اُس کا خیال رکھنا زیادہ کا چھیڑنا شرارت کرنا ہر ایک بات۔

وہ بہت خیال کرتے ہیں بہت زیادہ اُس کے گھر والے بھی بہت اچھے ہیں۔ آرزو نے صاف گوئی سے کہا۔

پھر کیوں الگ ہونا چاہتی ہو؟ عاشر کو سمجھ نہ آیا ایک طرف اس سے راضی تھی تو دوسری طرف الگ ہونا چاہتی تھی بر حال جو بھی وہ آرزو کے ساتھ تھا۔

زیادہ نے مجھے میرے گھر والوں سے الگ کر دیا ان کا کیا وہ تو اپنوں کے ساتھ ہیں بُری تو میں بن گئی نہ کھویا تو میں نے سب کچھ میں ساری عمران کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ آرزو فیصلہ کن انداز میں بولی۔

گھر چلیں امی سے ملنا۔ عاشر نے کہا۔

ابھی تو دیر ہوگئی ہے تم گھر چھوڑ آؤ۔ اب تو میں بات کرتے رہے گیس نہ تو آؤں گی
 بھی مجھے اماں سے بھی بات کرنی ہے۔ آرزو اٹھتے ہوئے اپنی چادر ٹھیک کرتی ہوئی ی
 بولی۔

ایڈریس تو پتا نہیں تمہیں پھر؟ عاشر نے کہا۔

ایڈریس نہیں پتا پر راستہ پتا ہے۔ آرزو کی بات پہ عاشر نے گھور کر اس کو دیکھا۔
 میری بہت امپورٹنٹ کلاس تھی جو تمہاری وجہ سے مس ہوگئی ہے۔ عاشر نے
 آرزو کو بتایا۔

میں تمہاری کزن پلس دوست ہوں میری امپورٹنٹس ہر چیز سے پہلے ہونی
 چاہیے۔ آرزو کو ملال تو ہوا مگر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

تم ہی ہو اس لیے تو میں کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھا پا رہا تھا پر آج جی بھر کے کھاؤں
 گا۔ عاشر بائی یک پہ بیٹھتا بولا تو آرزو مسکرا دی۔



زیادہ بہت ٹائی م سے آرزو کا نمبر ملارہا تھا بیل جا رہی تھی مگر آرزو رسیو نہیں کر رہی
 تھی جو بات زیادہ کو پریشان کر رہی تھی تھک ہار اُس نے ماہی بیگم کو کال کرنے کا سوچا۔
 چچی آرزو ٹھیک ہے نہ میں کب سے اس کو فون کر رہا ہوں وہ اٹھا نہیں رہی۔ دوسری
 طرف ماہی بیگم نے جیسے کال رسیو کی زیادہ نے اپنی بات کی۔

وہ ٹھیک ہے فون شاید کمرے میں ہو وہ خود باہر گئی ہے۔ ماہی بیگم لائونج میں آکر بولی۔

باہر کہاں؟ زیادہ کو تعجب ہوا۔

جلدی میں تھی میں نے ڈرائی یور کے ساتھ بھیجا تھا پر پھر ڈرائی یور واپس آیا کیلا کے آرزو نے بس اسٹاپ سے ہی اتر کر واپس جانے کا کہا تین گھنٹے ہو گئی ہے ہیں اب تو آتی ہی ہوگی۔ ماہی بیگم کی بات پہ زیادہ کو خوف نے آگھیرا۔

چچی جان آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا۔ زیادہ نے پریشانی سے اپنی کنپٹی سہلائی۔
سوری زیادہ پر وہ اپنی کسی دوست یا گھر میں کسی سے ملنے گئی ہوگی میں روک تو نہیں
سکتی تھی پھر تمہیں کیا بتاتی۔ ماہی بیگم نے کہا۔

اچھا جب وہ آئے تو آپ بتا دیجئیے گا۔ زیادہ نے کہتے کال کٹ کی اور پریشانی سے اپنا
سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھ گیا

آرزو مجھے بتاؤ دیتی۔ زیادہ خود سے بڑبڑایا۔



تم اندر نہیں آؤ گے؟ عاشق نے آرزو کو گھر کے پاس چھوڑا تو کہا۔

نہیں تم جاؤ فکر نہیں کرنا جلد ہی تم اپنے گھر میں ہوگی۔ عاشق نے مسکرا کر کہا تو آرزو
بھی پر سکون ہوتی گھر کے اندر داخل ہو گئی۔

آرزو تم آگئی زیاد پریشان ہو رہا تھا اپنا فون ساتھ لیکر جاتی نہ زیاد بار بار فون کر رہا تھا۔ آرزو جیسے اندر داخل ہوئی تو ماہی بیگم نے کہا۔
میں بھول گئی تھی۔ آرزو شرمندگی سے بولی۔

اچھا زیاد کو کال کر لینا۔ ماہی بیگم مسکرا کر کہتی وہاں سے چلی گئی آرزو کمرے میں آکر خود کو چادر سے آزاد کیا بیڈ پہ بیٹھ کر اس نے سائیڈ ٹیبل پہ اپنا فون اٹھایا اسکرین آن کر زیاد کی اتنی ساری کالز دیکھ کر سر کو نفی میں جنبش دینے لگی اور کال بیک کی۔

آرزو کہاں گئی تھی تم؟ زیاد تو جیسے انتظار میں تھا فورن سے کال رسیو کر کے بے چینی سے پوچھنے لگا۔
کبھی بھی گئی تھی واپس تو آگئی نہ۔ آرزو نے منہ بنا کر کہا زیاد نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔

پریشان ہو گیا تھا ڈر گیا تھا میں۔ زیاد نے کہا۔
کیوں؟ آرزو کی زبان سے بے ساختہ پھسلا۔
تم کال جو نہیں اٹھا رہی تھی۔ زیاد نے بتایا۔
اب تو کر لی نہ۔ آرزو شاید کچھ اور سننا چاہتی تھی تبھی منہ بسور کر بولی جس پہ زیاد مسکرا دیا۔



روشنا در سے سے واپس لوٹی ہی تھی کے اس کا فون بج اٹھا اس نے نمبر دیکھا تو گہری
 سانس بھری وہ نمبر پہچان گئی تھی علیدا ان کا تھا۔

علیدا ان کیا مسئی لا ہے کیوں فون کر رہے ہو؟ روشنانے کال اٹھا کر تپ کے پوچھا۔
 مسئی لا تم ہو اس کو حل کرو۔ علیدا ان آرام سے بولا۔

کیا حل کروں میں؟ روشنانے جان چھڑانے والے انداز میں پوچھا۔

فون پہ نہیں بات کر سکتا ابھی میں دوسرے شہر ہوں کل واپسی ہوگی تو تم سے مل کر
 بات ہوگی۔ علیدا ان نے بتایا۔

تو اب کال کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ روشنانے طنزیہ کہا۔

تمہاری آواز سننے کا دل چاہ رہا تھا خود کو روک نہیں پایا تو کر دی کال۔ علیدا ان آنچ دیتے
 لہجے میں بولا تو روشنا کو پہلی دفع اپنا دل زور سے دھڑکتا محسوس ہوا

مجھ سے ایسی فضول باتیں مت کیا کرو۔ روشنا اپنے دل کی حالت پہ گھبرا کر علیدا ان پہ
 چڑھ ڈوری۔

تو کیا باتیں کرو وہ بھی بتادو۔ علیدا ان معصومیت سے بولا۔

کوئی بات نہیں کرو۔ روشنا غصے سے بولی تو علیدا ان کا قہقہہ بلند ہوا و روشنا اس کے ہنسنے کی خوبصورت آواز سن کر جلدی سے کال کاٹ دی اور اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر اُس باز رہنے کا اشارہ دیا۔



عینی واٹ ہیپینڈ؟ کشمالا عینی کے کمرے میں آئی تو اُس روتا دیکھ کر جلدی سے اُس کے پاس آئی۔

کش وہ مجھ سے بہت دور ہے وہ مجھ سے محبت کیوں نہیں کرتا۔ عینی کشمالا کے گلے لگ کر زور سے روتے ہوئے بولی۔

عینی کام ڈاؤن سنبھالو خود کو۔ کشمالا نے اس کی پیٹھ سہلا کر کہا تو عینی کے رونے میں روانگی آئی۔

میں آج عاشر کی آنکھوں میں وہ تاثر دیکھا کسی اور کے لیے جو اپنے لیے دیکھنا چاہتی تھی۔ عینی بے بسی کی انتہا پہ تھی۔

عاشر اگر تمہاری قسمت میں ہو گا تو ضرور ملے گا پر ایسے رو کر خود کو ہلکان نہیں کرو رونے سے کچھ نہیں ہو گا۔ کشمالا نے سمجھانا چاہا۔

میں بے بس ہوں مجھے وہ چاہیے کش اس کو میرا ہونا چاہیے میں بہت محبت کرتی ہوں
آج سے نہیں بہت وقت سے جب پہلی دفع اُس کو دیکھا تھا۔ عینی کشمالا سے الگ ہوتی
ہوئی بولی۔

ہاں میں جانتی ہوں وہ تمہارا ہی ہو گا یقین رکھو۔ کشمالا اس کو یقین دلانے لگی جب کی
دل ہی دل میں پریشان تھی اُس کی حالت دیکھ کر۔
میں عاشر کو کسی اور کا ہونے نہیں دو گی۔ عینی شدت پسند ہوئی کشمالا تو حیرت سے اُس
کی دیوانگی دیکھ رہی تھی۔



آرزو گہری نیند میں تھی جب اپنے چہرے پہ کسی کے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا اپنا وہم
سمجھ کر وہ سوتی رہی مگر وہ ہڑبڑائی کی تب جب ماتھے پہ شدت بھرا لمس محسوس ہوا
آرزو نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی تو زیر و بلب کی روشنی میں زیاد کا چہرہ نظر آیا جو بے
چین سے اس کو تک رہا تھا آرزو جلدی سے اٹھ کر لیمپ آن کی تو زیاد مسکراتا اُس کے
برابر میں بیٹھا۔

آپ کب آئیں؟ آرزو نے وال کلاک میں وقت دیکھ کر پوچھا جو رات کا ایک بجار ہی
تھی۔

ابھی۔ زیاد اس کا ہاتھ اپنے دل کے مقام پہ رکھتا ہوا بولا

آپ کو تو کل آنا تھا؟ آرزو نے بنا دیکھے پوچھا
 تمہاری یاد آئی تو ولیمہ ختم ہوتے ہی آگیا۔ زیاد نے بتایا
 جھوٹ۔ آرزو نے فورن سے کہا
 بالکل سچ۔ زیاد آرزو کی طرف جھک کر گال پہ لب رکھتا ہوا بولا آرزو کی ریڑھ کی ہڈی
 میں سرسراہٹ ڈور گئی۔

مجھے سونا ہے۔ آرزو سرخ گال لیے کہا۔
 سو جاؤ آج مجھے بھی نیند آرہی ہے۔ زیاد مسکرا کر اُس کے سرخ گال کھینچ کے بولا تو
 آرزو جلدی سے کروٹ کے بل لیٹ گئی زیاد بھی مسکراتا لیٹ گیا۔
 صبح زیاد کی آنکھ کھلی تو بیڈ کی دوسری سائیڈ خالی تھی وہ فورن سے اٹھا اور واشروم کی
 جانب آواز دینی چاہی پر گیلری کا ڈور کھلا ہوا دیکھا تو وہاں آ یا سامنے کا منظر دیکھ کر اُس
 کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ آگئی آرزو کو نماز میں مشغول دیکھ کر زیاد چلتا
 ہوا اس کا چہرہ دیکھا جو ڈوپٹے کے ہالے میں بہت پُر نور اور خوبصورت لگ رہا تھا آج
 آرزو زیاد کو پہلے سے زیادہ پیاری لگی جب اس کی نظروں سے بے خبر آرزو کا پورا
 دھیان نماز پڑھنے میں تھا زیاد مسکراتا اس کا جائی زہ لینے لگا جو سفید فراق اور پا جامے
 میں تھی جس کا ڈوپٹہ لال رنگ کا تھا۔ زیاد آرزو کو دیکھتے ہی رہتا پراچانک سے اٹھا کر

تاکہ وہ بھی مسجد جا کر نماز ادا کر سکے وہ سیدھا واشروم کی جانب گیا کرتا شلواری پہن کر وہ باہر نکل گیا جب کی آرزو نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آرزو نے جائے نماز رکھا اپنے ڈوپٹے کا ڈھیلا کر کے وہ کمرے میں آئی جہاں بیڈ خالی تھا

یہ کہاں گئی؟ آرزو خود سے بڑبڑائی اور کمرے سے باہر جانے لگی تو سب ہال میں موجود تھے اُتور ہونے کی وجہ سے آج سب کا آف تھا سب ہال میں موجود تھے صوفے کی ایک لائی ن کے گول دائی رے میں اسرار صاحب ابرار صاحب زارون اور اشرف بیٹھے کوئی بات کر رہے تھے جب کی دوسری طرف ڈبل سینٹر صوفے پہ عینی اور کشملا موجود تھی پاس والے سنگل صوفے پہ سمایا بیگم اپنے سیل فون میں مگن تھی جب کی ماہی بیگم ناشتہ ڈرائی ینگ ٹیبل پہ لگوانے میں مصروف تھی آرزو سیڑھیوں سے اُترتی ان سب کو دیکھا تھا جو ایک ہیپپی فیملی تھی پر ان سب میں اُس کو زیادتی کمی محسوس ہوئی ان کے درمیان میں تھا۔

شاید جاگنگ پہ گیا ہو۔ آرزو نے سوچا پھر نیچے آکر سب کو سلام کیا۔
وعلیکم اسلام یہاں آؤ۔ اسرار صاحب نے خوشدلی سے کہہ کر اپنی طرف بولا یا تو آرزو مسکرا کر ان کی طرف آکر بیٹھ گئی۔

زیادہ اندر داخل ہوا تو سفید فراق کھلے بال جو آدھے کمر پہ اور آدھے سے زیادہ سامنے کندھے پہ تھا جب کی ڈوپٹہ سر سے ڈھلک کر نیچے ہو گیا تھا وہ اسرار صاحب سے مسکرا کر کسی بات کا جواب دے رہی تھی زیادہ کو آرزو جہاں ایک طرف بہت خوبصورت لگی وہی ان سب کے درمیان دیکھ کر اس کی رگیں تن گئی تھیں۔ مجھ سے تو کبھی مسکرا کر بات نہیں کی۔ زیادہ جیلس ہو اور وہاں آیا آرزو کے پاس کھڑے ہو کر اس کا ڈوپٹہ ٹھیک کیا آرزو نے زیادہ کو دیکھا تو نظر انداز کیا۔

ان کے ساتھ نہ بیٹھا کر دل میں کچھ اور باہر سے کچھ اور ہوتے ہیں۔ زیادہ نے آرزو کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کیے اسرار صاحب کی طرف دیکھ کر آرزو سے کہا جونا سمجھی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

زیادہ یہ خیال تب نہیں آیا جب ایک ہفتہ اکیلے آرزو کو یہاں چھوڑ گئی تھی۔ ابرار صاحب کو زیادہ کی بات پسند نہیں آئی جب کی اسرار صاحب کا سر جھک گیا تھا۔

میں بحث کے موڈ میں نہیں۔ زیادہ نے جواب دے کر شبیر کو آواز دی۔

جی سر۔ شبیر فورن سے زیادہ کے پاس آیا۔

ہمارا ناشتہ باہر لان میں لگاؤ۔ زیاد نے سب پہ ایک اچٹنی نظر ڈال کر کہا آرزو کو زیاد کا ایسا بیہویر سمجھ نہ آیا ماہی بیگم سے اس نے سنا تھا مگر اس کو وجہ جاننے کا تجسس ہوا۔ اوکے سر۔ شبیر کہتا وہاں سے ہٹا۔

زیاد آرزو کو لیے باہر لان میں گیا جہاں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جسم میں سکون پہنچا رہی تھی۔ آپ کے فادر کو بُرا لگا ہو گا ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی آپ کو؟ آرزو اُس کی نوعیت میں چلتی ہوئی بولی

مجھے بھی برا لگتا ہے جب تم میرے ساتھ ہو کر کسی اور کا ذکر کرتی ہوں۔ زیاد اس کو اپنے حصار میں لیتا بولا۔

کیا کر رہے ہیں لوگ ہیں یہاں۔ آرزو نے گھور کر اُس کو گیٹ پہ کھڑے چوکیداروں اور شبیر کا احساس کروانا چاہا جو ناشتہ سیٹ کر رہا تھا۔

تو بیوی ہو میری کسی کی کیا مجال جو یہاں دیکھے۔ زیاد نے جھک کر اپنی ناک آرزو کی ناک سے مس کی تو آرزو کو گھبراہٹ ہونے لگی۔

میری ایڈمیشن کا کیا بنا؟ آرزو اس کی نظروں سے خائف ہوتی بولی۔

انشا اللہ اگلے مہینے تم یونی جوائن کرو گی میں یونی کے فارم لے آؤں گا۔ زیاد آرزو کو الگ کرتا ناشتے کی ٹیبل کے پاس لا کر بولا

سبجیکٹس میں خود سلیکٹ کروں گی۔ آرزو نے زیاد سے کہا جو اس کو کرسی پہ بیٹھنے کا کہہ رہا تھا۔

افکورس تم کرو گی یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ زیاد ہنس کے بولا اور اپنے چچی ر آرزو کے پاس کیے بیٹھا۔

میں بہت ایکسائیٹڈ ہوں۔ آرزو سب بھول بھال کر زیاد سے باتیں کرنے لگی۔ جانتا ہوں۔ زیاد نے بریڈ میں جیم لگا کر آرزو کو دی۔

اینڈ آپ کو پتا ہے مجھے لگا تھا میں کبھی آگے پڑھ نہیں پاؤں گی۔ آرزو بریڈ منہ میں ڈال کر بولی۔

غلط نہیں سوچا کرو۔ زیاد اس کے ہونٹوں کے پاس جیم صاف کرتا بولا۔

کوئی اور خیال جو نہیں آیا۔ آرزو کندھے اچکا کر بولی زیاد مسکرایا اس کو اچھا لگ رہا تھا آرزو کا پرانے انداز میں اُس سے بات کرنا۔

یہ انڈا کیوں کھا رہے ہیں کچھ اور بھی لیں نہ۔ آرزو نے زیاد کو بوائی ل انڈا کانٹے کی مدد سے کھانا دیکھا تو کہا

میں نے بتایا تھا نہ میں جو س پیتا ہوں ناشتے میں بس کبھی انڈا میں کھاتا ہوں۔ زیاد نے مسکرا کر بتایا۔

اچھا۔ آرزو نے کہا اور بریڈ ختم کی تو زیاد نے دوسری بریڈ آرزو کے سامنے کی جس پہ اُس نے پہلے ہی جیم لگایا ہوا تھا۔

آملیٹ دوں؟ آرزو نے جان بوجھ کر زیاد کو کھانے پہ اکسایا۔
تم دوگی تو کھاؤں گا۔ زیاد فدا ہوتی نظروں سے آرزو کو دیکھتا بولا تو آرزو جھنپ کر آملیٹ زیاد کے سامنے کیا۔



روشنا گاڑی میں بیٹھو۔ روشنا مدر سے جارہی تھی جب علیدا ان نے اپنی گاڑی سامنے روکتے ہوئے کہا۔

علیدا ان جاؤ یہاں سے۔ روشنا بنا دیکھے بولی۔
روشنا پلیرسٹ۔ علیدا ان نے کہا تو روشنا مجبورن گاڑی میں بیٹھی تو علیدا ان نے گاڑی سٹارٹ کی۔

کہاں لیکر جارہے ہو۔ روشنا نے باہر آتے جاتے مناظر دیکھ کر علیدا ان سے پوچھا۔
اغواہ کرنے۔ علیدا ان نے مزے سے کہا تو روشنا نے گھورا۔

میں سرریس ہوں۔ روشنا نے باور کروایا

ہمیشہ ہوتی ہو۔ علیدا ان نے منہ بنایا۔

علیدا ان۔ روشنا نے زور دیں کر اُس کا نام لیا۔

سوچا تھا فائی یو اسٹار ہوٹل یا ریسٹورینٹ لیکر جاؤں گا پر تمہاری نیچر کا پتا ہے مجھے اچھا نہیں لگے گا تمہیں اس لیے بس سمندر کے پاس جا رہا ہوں۔ علیدا ان نے چہرہ اُس کی جانب موڑ کر کہا۔

علیدا ان یہ کیا بد تمیزی ہے گاڑی رو کو مجھے کہی نہیں جانا تمہارا ساتھ۔ روشنا کا پارہ ہائے ہو اعلیدا ان کی بات پہ۔

روشنا مجھے پہ شک نہیں کیا کرو۔ علیدا ان اس کی بات کا اپنا مطلب لیکر بیٹھا۔
بات شک کی نہیں پلیز اسٹاپ دی کار۔ روشنا تیز آواز میں بولی تو علیدا ان نے گاڑی کو سائیڈ پہ کھڑا کیا۔

روشنا لسن میں نے پہلے بھی تم کہا تھا اب بھی کہہ رہا ہوں ول یو میری می؟ علیدا ان نے بنادیر کیے کہا تو روشنا کا ہاتھ ہینڈل پہ جاتا رہا تھا وہ شاک میں چہرہ موڑ کر علیدا ان کو دیا جس کی آنکھوں آج بھی محبت کا سمندر آباد وہ آج بھی اُس کا طلبگار تھا اس کے سامنے سوالی بن گیا تھا جس کے ساتھ اُس نے غلط کیا تھا وہ سب کچھ بھلائے اُس کی طرف قدم بڑھا رہا تھا

علیدا ان

روشنا پلیر بس میرا اور اپنا سوچنا اور کسی چیز کسی انسان کا نہیں پہلے کی طرح انکار مت کرنا پہلے تو میں بس ٹوٹ گیا تھا اب مرجاؤں گا۔ روشنا کچھ کہنے والی تھی جب علید ان نے ٹوک کر کہا تو روشنا نے بے بسی سے اس کو دیکھا جو یک ٹک اُس کو دیکھے جا رہا تھا۔ علید ان میں تمہارے قابل نہیں۔ روشنا کو کچھ اور نہیں سوچنا تو کہا۔

یس آرنو؟ علید ان سنجیدگی سے بولا۔

ہمارے اسٹیٹس میں بہت فرق ہے۔ روشنا نے ایک اور نقطہ اٹھایا۔

یس آرنو؟ علید ان کو بس اپنا جواب جاننا تھا۔

میں دو سال کسی اور کی منگیت رہی ہوں تمہاری فیملی سوال اٹھا سکتی ہے۔ روشنا بے بس ہوئی۔

Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

یس آرنو۔ علید ان نے بناکان دھڑے کہا روشنا علید ان کو دیکھتی رہی پھر گہری سانس لیکر کہا۔

اپنے والدین کو لے آنا میرے گھر میرے والدین کو مسئی لا نہیں تو مجھے بھی نہیں۔ روشنا کی بات پہ علید ان بے یقین ہو اُس کو سمجھ نہیں آیا وہ کیساری ایکٹ کرے روشنا آریو سر یس؟ علید ان اپنے دھڑکتے دل پہ قابو کیے کنفرم کرنے کی خاطر بولا۔

یس آئی ایم۔ روشناس کی چمکتی آنکھوں سے نظریں چڑا کر بولی تو علیداں کو لگا جیسے
اُس کو پوری کائی نات مل گئی ہو اُس کو اپنے صبر کا پھل مل گیا تھا اُس کی محبت
رائی یگان نہیں گئی تھی اللہ نے جس کو اُس کے دل میں ڈالا تھا قسمت میں بھی دیں
دیا تھا بھی کوئی علیداں سے اصل خوشی کا مطلب پوچھتا تو وہ بنا دیر کیے روشناس کا نام
لیتا۔



روشناس گھر آ کر علیداں کی باتیں سوچ کر مسکرا رہی تھیں اُس کے لیے انوکھا احساس تھا
اور بہت خوبصورت بھی جو اُس نے کبھی فیل نہیں کیا تھا وہ ایسے ہی اپنے کے صحن میں
چہل قدمی کر رہی تھی جب باہر کا دروازہ بجا روشناس اپنے سر پہ ڈوپٹہ ٹھیک کیے دروازے
تک آئی دروازہ کھول کر سامنے والی ہستی کو دیکھ کر اس کا موڈ بُری طرح خراب ہوا۔
تم یہاں کیوں آئے ہو؟ روشناس سامنے ہلکے گلابی کلر کی شرٹ کے ساتھ وائی ٹ پینے
زیادہ کو آنکھوں پہ گالز چڑھائے سامنے شان سے کھڑا دیکھا تو نفرت سے پوچھا۔
تم سے ملنے تو بالکل نہیں آیا۔ زیادہ نے گالز آنکھوں سے ہٹا کر روشناس کو دیکھ کر کہا جس پہ
ان نے گھور کر دیکھا سامنے خوبصورت کھڑا مرد اُس کا حد سے زیادہ بُرا لگا۔
تو جس لیے آئے ہو وہ بتاؤ۔ روشناس نے کاٹ دار نظروں سے زیادہ کو دیکھا۔

مجھے میری آرزو کے سارے ڈاکیومنٹس چاہیے۔ زیاد نے میری آرزو پہ زور دے کر کہا۔

کیوں؟ روشنائے تپ کے پوچھا۔

تمہیں بتانا ضروری نہیں۔ زیاد نے سپاٹ انداز میں کہا روشنائے ایک نظر اُس کو دیکھا پھر سامنے سے ہٹ گئی زیاد اندر آیا۔

آرزو کا کمرہ؟ زیاد نے پوچھا تو روشنائے کچھ کہے اندر گئی تو زیاد اس کی پشت کو گھورتا ہوا اس کے ساتھ گیارو شنائے کو آرزو کے کمرے کے پاس چھوڑ کر چلی گئی زیاد نے روشنائے کے جانے کا نوٹس لیے بنا آرزو کے کمرے کا جائی زہ لیا جس کی وسعت میں سنگل بیڈ تھا اور سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے کچھ دور واشروم کا دروازہ جب کی بائیں طرف الماری تھی زیاد سب پہ نظر ڈالتا الماری کی طرف آیا تو آرزو کے کپڑے سیٹ تھے زیاد ان کو دور کیے الماری کے اندر ڈرار کو کھلا جہاں ایک فائل تھی زیاد نے کھلا تو آرزو کے کچھ پیپرز تھے زیاد نے سب کو دیکھا پیپرز مکمل تھے زیاد نے فائل اٹھا کر الماری کا پٹ بند کیا وہ باہر جانے لگا تھا تو اُس کی نظر رائی ٹینگ ٹیبل پہ کھلی ڈائی ری پہ پڑی زیاد چلتا ڈائی ری تک آیا اور کھلا ہوا پیچ پڑھا۔

جولاء

بے وجہ مسکرایا کریں کیونکہ کے وجہ بہت مہنگی ہے۔

آپنی نے مجھ سے رشتے کی بات کی اماں چاہتی ہیں میں نادر سے شادی کرو جو آپنی کے دیور ہیں مجھے وہ ایک آنکھ نہیں بھاتا کیوں کی وہ بہت عجیب سا ہے جب بھی آتا ہے مجھے تاڑتا رہتا ہے مجھے اچھا محسوس نہیں ہوتا ہلانکہ عاشر اور زیادہ بہت مختلف ہیں وہ بھی دیکھتے ہیں مگر دیکھنے کا طریقہ کچھ ڈفرنٹ ہوتا ہے عاشر تو بچپن سے میرے ساتھ ہے جب کی زیادہ وہ تو میرے دوست ہیں آپنی کو نہیں پتا منع کرتی ہیں وہ زیادہ خانزادہ سے بات کرنے کے لیے پر مجھے ہیزل آنکھوں والا زیادہ بہت پسند ہے جانے کیوں پر وہ اچھا لگتا ہے میں اُس پہ یقین کرتی ہوں ہلانکہ میں زیادہ تر اس کو جانتی بھی نہیں پر جتنا جانا ہے ہمیشہ پوزیٹو ہی لگا وہ آپنی روشنا کہتی تھی وہ میرے پاس ٹائی م پاس کرتے ہیں اور کچھ نہیں میرے اندر کہی نہ کہی دکھ ہوتا تھا کیا میں ایسی ہوں جو لوگ مجھ سے ٹائی م پاس کرنے کے لیے بات کریں؟ یقیناً نہیں مجھے پتا ہے زیادہ مختلف ہیں ان سے بات کرنے کی شروعات تو میں نے کی تھی نہ تو میں آپنی کی بات کیسے مان لوں کے وہ ٹائی م پاس کرتے ہو گے بر حال میرا نکاح قریب ہے اور میں ایکسائیٹڈ ہوں نادر اچھا نہیں لگتا پر اگر وہ زیادہ برا لگا تو میں اُس کو چھوڑ کر گھر واپس آ جاؤں گی۔

زیادہ دم سادھے آرزو کا لکھا ہوا پڑھ رہا تھا۔

کیا اُس نے آرزو کا اعتبار توڑ دیا؟ یہ خیال تھا جو سب سے پہلے زیاد کے دماغ میں آیا تھا۔ زیاد بس یہی سوچ رہا تھا نادور عاشر کا آرزو نے ذکر کیا تھا مگر زیاد کے دماغ میں بس وہ باتیں تھی جس میں آرزو زیاد کا ذکر کیا تھا۔

اگر اپنی آرزو کے ڈاکیو منٹس لے چکے ہو تو پلیز جاؤ یہاں سے۔ روشنا کی آواز پہ وہ چونکہ زیاد ایک تیکھی نظر روشنا پہ ڈالی آرزو کی فائل جس میں اُس کے ڈاکیو منٹس تھے وہ اور ڈائی ری لیکر وہ گھر سے نکلا۔

روشنا زیاد کے جانے کے بعد دروازہ بند کیا اور اندر چلی گئی زرینہ بیگم سر درد کی وجہ کمرے میں سوئی ہوئی تھی جس وجہ سے ان کو زیاد کے آنے کا پتہ نہ لگا۔
 زیاد گاڑی میں بیٹھ کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا مسلسل سوچ رہا تھا کہ شاید وہ آرزو کو پرپوز کرتا تو ہاں کر دیتی اس نے راستہ غلط اپناتے آرزو کو خود سے دور کر دیا تھا زیاد نے زور سے اپنا ہاتھ اسٹیرنگ پہ مارا



امی جان آپ کے لیے ایک گڈ نیوز ہیں۔ علیدا ان نرما بیگم کے کمرے میں آکر ان سے بولا۔

اچھا وہ کیا ہے گڈ نیوز۔ نرما بیگم نے مسکرا کر علیدا ان کا خوشی سے جگمگاتا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

وعدہ کریں آپ کو اعتراض نہیں ہوگا اور نہ ڈیڈ کو۔ علیدا ان نے کہا۔

بات کیا ہے پتا تو چلیں پہلے؟ نرمابیگم ٹھٹک گئی۔

میں ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں اینڈ میں چاہتا ہوں آپ اور ڈیڈ میرا رشتہ لیکر

جائے۔ علیدا ان نے کہا تو نرمابیگم خوشی سے کھل اٹھی۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے دانی کے تمہیں شادی کا خیال آیا بھلا مجھے یا تمہارے ڈیڈ کو کیا

اعتراض ہوگا تم لڑکی کا بتاؤ کون ہے نام وغیرہ ایوری تھنگ۔ نرمابیگم نے ایک سانس

میں پوچھ ڈالا تو علیدا ان کی جلد بازی پہ مسکرائے بغیر نہ رہ پایا۔

روشنا نام ہے بہت چاہتا ہوں اُسے آپ بس اس کے گھر جانے کی تیاری کریں۔ علیدا ان نے کہا۔

ہاں کیوں نہیں تمہارے ڈیڈ آئی تو میں بات کرتی ہوں میں خود تمہاری شادی

جلدی کرنا چاہتی ہوں۔ نرمابیگم نے اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر کہا

ایک اور بات بھی ہے۔ علیدا ان کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

اور کیا بات؟ نرمابیگم نا سمجھی سے پوچھنے لگی۔

ان کے اور ہمارے اسٹیٹس میں فرق ہے اُمید ہے آپ کو یا ڈیڈ کو اس بات سے کوئی

ایشو نہیں ہوگا۔ علیدا ان نے گہری سانس بھر کر بتایا۔

دانی اس میں کوئی بڑی بات تو نہیں اور اسٹیٹس کی بات تم نہ کرو ہمیں ان سے کیا ہمارے پاس اللہ کا دیا الحمد للہ سب کچھ ہے بس خاندان اچھا ہونا چاہیے باقی سب خیر ہے۔ نما بیگم کی بات پہ علید ان کو اپنے اندر سکون کی لہر ڈورتی محسوس ہوئی علید ان اٹھا اور نما بیگم کو اپنے گلے سے لگالیا نما بیگم مسکرا دی۔

اللہ ہمیشہ خوش رکھے تمہیں۔ نما بیگم علید ان کا ماتھا چومتی ہوئی دعا دینے لگی جو آج بچہ بنا ہوا تھا۔



آرزو یہ تمہارے یونیورسٹی کے فارم ہے فل کر دو۔ زیاد کمرے میں آکر آرزو سے بولا جو اپنے سیل فون میں ناول پڑھ رہی تھی۔

آپ کو ڈاکیومنٹس مل گئی مطلب آپ گھر گئی تھیں مجھے بھی لے چلتے۔ آرزو نے زیاد سے کہا۔

تمہیں بھی لیکر جاؤں گا تم فارم دیکھ لینا میں ایک ضروری کال کر آؤں۔ زیاد نے نرمی سے کہا اور گیلری کی طرف بڑھ گیا آرزو نے فارم اٹھایا اور اُس کو دیکھنے لگی وہ مسکرا کر فارم فل کرنے لگی۔

یہ لیں ہو گیا فل۔ کچھ دیر بعد آرزو گیلری پہ زیاد کے پاس آکر بولی جو لپ ٹاپ یوز کر رہا تھا۔

سہی یہاں آؤ۔ زیاد نے لیپ ٹاپ سائیڈ پہ کیے اپنا ہاتھ آرزو کی طرف بڑھایا تو آرزو
نا سمجھی سے اس کو دیکھتی اپنا ہاتھ زیاد کے چوڑے ہاتھ پہ رکھا تو زیاد نے اس کو اپنے
ساتھ بیٹھایا۔

تمہارے والدین اگر تم پہ پہلے کی طرح ٹرسٹ کرنے لگ جائے سب کچھ ٹھیک
ہو جائے تو کیا تم مجھ چھوڑ دو گی؟ زیاد نے اپنے دل کی آواز نظر انداز کر کے آرزو سوال
کیا۔

میرے بابا اور اماں کب مجھ پہ یقین کریں گے مجھے ان کے پاس رہنا ہے نہ کے
یہاں۔ آرزو کا جواب زیاد کے دل پہ خنجر کی طرح چبھا تھا شدت جذبات سے زیاد کی
آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی زیاد جلدی سے اٹھا وہ اپنے آپ کو کمزور نہیں کر سکتا تھا
زیاد بنے دیکھے گیلری سے نکل کر کے کمرے میں گیا اور پھر کمرے سے باہر آرزو اس
کو بس جاتا دیکھتی رہی۔

آپ فری ہیں؟ آرزو لاؤنج میں تھی جب عینی نے اس سے پوچھا۔
ہاں۔ آرزو نے مسکرا کر کہا۔

چچی جان سے پتا چلا آپ پیر سے یونی جانا سٹارٹ کریں گی۔ عینی نے کہا۔
ہاں ایڈمیشن ہو گیا ہے میرا تو پیر سے جاؤں گی۔ آرزو نے جواب دیا۔

سہی۔ عینی نے بس اتنا کہا اُس کو سمجھ نہیں آیا وہ اور کیسے بات کریں۔
 میں آتی ہوں۔ آرزو عینی سے کہتی اٹھی اور سیدھا جا کر رائیٹ سائیڈ پہ بنے اسٹڈی
 روم میں گئی جہاں اسرار صاحب کسی کتاب کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھے۔
 انکل میں بیٹھ جاؤں اگر آپ ڈسٹرپ نہ ہو تو؟ آرزو نے اسرار صاحب سے کہا تو وہ
 چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

بیٹھ جائے بیٹا ڈسٹرپ ہونے کی تو کوئی بات نہیں۔ اسرار صاحب خوشدلی سے بولے
 تو آرزو ایک صوفے پہ بیٹھی یہ بڑا کمرہ تھا جس کو اسٹڈی روم کیا گیا تھا آرزو نے چاروں
 طرف دیکھا جہاں کتابوں کا ڈھیر تھا اور ریکس پہ بہت سلیقے سے کتابوں کے مجموعے کو
 سیٹ کیا گیا تھا روم کے بیچ ایک گول میز تھی جس کے اطراف صوفے جب کی سامنے
 ایک چئی رتھی جس پہ اس وقت اسرار صاحب برجمان تھے۔

آپ کو کتابیں پڑھنے کا شوق ہے؟ آرزو نے اسرار صاحب سے پوچھا۔
 جی بہت میں اور سونیا اکثر پہلے کتاب پڑھ کر اُس پہ تپیرے کیا کرتے تھے۔ اسرار
 صاحب بے دھیانی میں بول گئے جب احساس ہوا تو خاموش ہو گئے۔
 سونیا کون؟ آرزو نے ان سے سارا سچ جاننا چاہا۔

زیاد نے بتایا نہیں آپ کو اپنی ماں کے بارے میں؟ اسرار صاحب کو کچھ حیرت ہوئی ی
ان کو لگا تھا باپ کا نہیں پر ماں کا ذکر ضرور کیا ہوگا۔

انہوں نے تو کبھی کچھ نہیں بتایا مجھے۔ آرزو پھر سے زیاد سے بدگمان ہوئی ی۔

میں آپ کو زیاد کی زندگی کی ساری حقیقت بتاؤں گا آپ ان کی اب شریکِ حیات ہیں
زیاد کے بارے میں جاننا آپ کا حق ہے۔ اسرار صاحب نے گہری سانس بھر کر آرزو کو
سب کچھ بتانے کی ٹھانی تو آرزو ہمہ تن گوش ہوئی ی



ماضی۔
NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دین کا کا زیاد نے اپنی غلطی قبول کی یا اپنے جھوٹ پہ کھڑا ہے؟ اسرار صاحب نے اپنے
سامنے سر جھکائے ملازم سے پوچھا۔

وہ تو جی کچھ بول ہی نہیں رہے آپ نے کہا تھا کچھ کھانے پینے کا نہ دینا وہ تو منہ میں قفل
لگائے بیٹھے ہیں جیسے کبھی کچھ بولے گئیں ہی نہیں آپ زیاد بابا کا اعتبار کریں وہ بچہ ہے
آپ سے بدزن ہو جائے گا۔ دین کا کا نے افسوس سے کہا۔

ہاں بچہ اس لیے میں چاہتا ہوں جھوٹ کی زیاد کو سزا ملے تاکہ وہ دوبارہ کبھی جھوٹ نہ
بولے۔ اسرار صاحب اپنی بات پہ قائم تھے۔

بڑے صاحب اشرف بابا کو ہوش آ گیا ہے۔ ملازمہ نے آکر اطلاع دی تو وہ جلدی سے اٹھے اور اشرف کے کمرے کی طرف گئی جہاں سمایا بیگم اشاروں سے اس کو جانے کیا سمجھا رہی تھی۔

اشرف میرے بیٹے کیسے ہو۔ اسرار صاحب جلدی سے تین سالہ اشرف کو اپنی گود میں اٹھائے کہا۔

می تھیک دید۔ اشرف اپنی تو تلی زبان میں کہا تو اسرار صاحب مسکرا کر اس کے چہرے پہ پیار کیا۔

اشرف اپنے ڈیڈ کو بتاؤ کیسے تمہیں زیادہ تھکا مارا۔ سمایا بیگم نے اشرف سے کہا تو اس نے اپنے چھوٹے ماتھے پہ بل لائے اپنے ڈیڈ کو دیکھا پھر کہا

داد بائی نے تجھ نہیں ایامی خود گرا۔ اشرف نے جلدی سے کہا اسرار بونچکار کر اشرف کو دیکھا

اشرف ڈرو نہیں سچ بتاؤ اپنے ڈیڈ کو۔ سمایا بیگم سٹیٹا کر جلدی سے کہا۔

وہی تو کہہ رہا۔ اشرف اسرار صاحب کے سینے پہ سر رکھے کہا تو اسرار صاحب نے اس کو بیڈ پہ لیٹایا اور جلدی سے باہر نکلے۔

دین کا کا

جی صاحب۔ دین کا کافورن سے حاضر ہوا۔

زیاد کو اسٹور روم سے باہر نکالوں۔ اسرار صاحب گھرے سانس لیکر بولے جب کی دسمبر کی تیز سردی میں بھی ان کا چہرہ پورا پسینہ ہو گیا تھا۔

بڑے صاحب زیاد بابا نہیں آرہے چیخ رہے ہیں۔ دین کا کاکی بات پہ وہ خود اسٹور روم کی طرف آئے زیاد کو دیکھ کر ان کو ندامت ہوئی ی جوائے گھٹنوں پہ بازوؤں کا حصار قائم کیا خاموش بیٹھا تھا بالے سارے بکھرے ہوئے تھے ہیزل آنکھوں میں وحشت ٹپک رہی تھی جس سے اسرار صاحب کو ڈر لگا ان کو زیاد دس کا بلکل نہیں لگا زیاد کے بازوؤں پہ خراشیں دیکھ کر ان کا دل ڈوب کے ابھرا۔

زیاد میری جان اپنے ڈیڈ کو معاف کرو غلط فہمی ہوگئی تھی تمہارے ڈیڈ کو۔ اسرار صاحب اس کے پاس بیٹھ کر محنت بھرے لہجے میں بولے تو زیاد نے انجان نظروں سے ان کو دیکھا زیاد کی نظروں میں جانے کیا تھا جو اسرار صاحب نے نظریں چرائی۔
یو آر ناٹ مائی فادر یو آر ناٹ۔ زیاد ان سے دور ہوتا چیختا ہوا بولا جب کی ایسے چیخنے پہ اس کے گلے میں کانٹے چبھ رہے تھے وجہ صبح سے نہ اس نے کچھ کھایا تھا اور نہ حلق میں پانی انڈیلا تھا۔

زیاد کول ڈاؤن۔ اسرار صاحب نے زیاد کو گلے لگانا چاہا۔

اسٹے ایوے۔ زیاد پیچے کی طرف قدم بڑھاتا ان کو دور رہنے کا اشارہ کرنے لگا دین کا کا
تاسف سے ان کو دیکھتے رہے اسرار صاحب تو شک میں زیاد کا ایسا روپ دیکھ رہے
تھے۔

باپ ہوں تمہارا اگر کچھ کہہ دیا تو غلط نہیں اب آؤ میرے ساتھ۔ اسرار صاحب نے
اب کی سختی سے سمجھانا چاہا مگر زیاد سنتا تب نہ۔

یو آر ناٹ مائے فادر سنا آپ نے میں آج سے زیاد اسرار صدیقی نہیں بلکہ زیاد خانزادہ
ہوں اپنی ماں کا بیٹا اور کچھ نہیں آپ میرے کچھ نہیں لگتے۔ زیاد کمزور آواز میں چیخا تو
اسرار صاحب کا صبر جواب دے گیا انہوں نے زیاد کا نازک بازو زور سے پکڑا اور
اپنے ساتھ لے جانے لگے۔

چھوڑے مجھے۔ زیاد پھڑپھڑاتا خود کو چھڑوانا چاہا۔

بہت ہو گیا اب اور نہیں۔ اسرار صاحب بنا زیاد کی سنے کہنے لگے تو زیاد نے بنا لحاظ کیے
اپنے دانت ان کے ہاتھ میں گاڑھے تو اسرار صاحب کا ہاتھ اس کے بازو سے نکلا زیاد
بے خوف ان کو دیکھنے لگا جو زیاد کی حرکت پہ حیران سے تھے اسرار صاحب نے اپنے
ہاتھ کو دیکھا جہاں زیاد کے چھوٹے سے دانتوں کے نشان تھے اسرار صاحب کو طیش آیا
اور ساری نرمی بھلائے زنائے دار تھپڑ اس کے نازک گال پہ رکھ دیا زیاد جو پہلے ہی

کمزور تھا پورے دن کا بھوکا پیاسا تھا اسرار صاحب کے پڑتے تھپڑ پہ وہ سنبھل نہیں پایا اور اسٹور روم کے فرش پہ گر پڑا جہاں کانچ ٹکڑے تھے اور ایک کانچ زیادہ کے آنکھ کے کچھ اُپر لگ کر اس کو زخمی کر گیا تھا زیادہ کا پورا چہرہ خون میں نہا گیا تھا دین کا کافورن سے بیہوش ہوتے زیادہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے باہر کی طرف گئی ہے جب کی اسرار صاحب اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگے جس سے انہوں نے زیادہ کو مارا اور پھر نیچے فرش پہ دیکھا جہاں زیادہ کے خون کی کچھ بوندیں تھیں اسرار صاحب شکست خور ہوتے وہی بیٹھتے چلے گئی ہے یہ بھی خیال نہ آیا کہ اس وقت زیادہ کو ان کی ضرورت ہے وہ بس ندامت میں گھرے اپنا سر جھکائے بیٹھتے رہ گئی ہے۔



اسرار صاحب کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں بتاتیں ہوئے جب کی آرزو کا چہرہ آنسو سے بھر گیا تھا جانے کیوں اس کو زیادہ کی تکلیف محسوس ہو رہی تھی وہ نہیں جانتی تھی باہر سے مضبوط نظر آنے والا زیادہ یہ سب برداشت کر چکا ہے آرزو کو یاد آیا اس نے زیادہ کی آئی بروپہ کٹ کا نشان دیکھا تو کیا وہ۔ آرزو سوچ رہی تھیں اسرار صاحب اپنی آنکھیں صاف کیے مزید بتانے والے تھے جب اسٹڈی روم کا دروازہ دھڑام سے کھول کر زیادہ اندر داخل ہوا۔ آرزو نے جلدی سے اپنا چہرہ صاف کیا۔

ضرور میرے خلاف باتیں کی ہوگی۔ زیاد آرزو کو بازو پکڑتا اپنے ساتھ کھڑا کیے

اسرار صاحب سے طنزیہ کہا

زیاد ایس

آرزو کچھ کہنے والی تھی جب زیاد کی ایک گھوری پہ وہ خاموش ہو گئی۔

جانتا ہوں خفا ہو تم مگر میں ایسا کیوں کروں گا کچھ تو باپ پہ یقین کرو۔ اسرار صاحب

شرمندہ سے بولے۔

یقین اعتبار بھروسہ ان کا ذکر آپ پہ چلتا نہیں۔ زیاد تلخی سے کہتا آرزو کو لیے باہر جانے

لگا۔

زیاد آپ کے رویے سے انکل کا دل دھکتا ہے آپ ایسے بات نہ کیا کریں ان سے۔ زیاد

آرزو کو اپنے اور اس کے مشترکہ کمرے میں لایا تو آرزو نے کچھ رعب سے بولی جس پہ

زیاد غصے میں ہونے کے باوجود بھی مسکرا دیا۔

اور جو تم اپنے رویے سے مجھے تکلیف دیتی ہو اس کا کیا؟ زیاد نے پہلی دفع شکوہ کیا۔

مجھے نیند آرہی ہے۔ آرزو نے بہانا بنایا اور بیڈ کی طرف آئی زیاد نے دکھ سے اس کو

دیکھا جس کی نظر میں اس کی بات کی کوئی ویلیو نہیں تھی وہ چاہتا تھا پرانہ والا زیاد بن

سکتا تھا پر وہ آرزو کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا اور اس کے بنانہ رہ سکتا تھا زیاد نے

ایک نظر آرزو کو دیکھا جو پوری بلیسٹ میں چھپی ہوئی تھی پھر باہر نکل گیا اس کا رخ

اب پول سائیڈ تھا

اسلام علیکم خالا جان۔ نور جہاں کی کال پہ اس نے سلام کیا۔

و علیکم اسلام کیسے ہو میری جان؟ نور جہاں نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

ٹھیک۔ زیاد مختصر بولا

آریو اوکے زیاد تمہاری آواز سے لگ رہا ہے جیسے پریشان ہو؟ نور جہاں فکر مندی سے بولی۔

نہیں پریشان نہیں ہوں میں آپ بتائی اس وقت کال کی۔ زیاد نے بات بدل کر پوچھا۔

ہاں شادی تو تم نے ایسے کر لی بنا اپنی خالا کو بتائی میں چاہتی ہوں تم اب اپنی بیوی کے ساتھ آؤ دعوت پہ۔ نور جہاں نے کہا کیوں کی زیاد نے نکاح کے کچھ دن بعد مختصر سا ان کو بتا دیا تھا جس پہ نور جہاں کچھ ناراضگی کے بعد مان گئی تھی۔

ابھی تو نہیں آسکتیں خالا جان میں نے آفس کا چکر نہیں لگایا بہت کام ہیں جن کو مجھے دیکھنا ہے پھر کبھی انشا اللہ۔ زیاد ان کی بات سن کر اپنی پیشانی دو انگلیوں سے سہلاتا بولا۔

زیاد کام تو ہوتے رہیں گے آجاتے میں تمہاری حیات کو بھی دیکھ لیتی۔ نور جہاں آخر
میں شرارت سے بولی۔

خالا جان سمجھنے کی کوشش کریں ابھی میں بہت اُلجھا ہوا ہوں جس وجہ سے میں نے
ولیمہ بھی نہیں کیا۔ زیاد نے کہا تو نور جہاں نے بحث نہیں کی۔
ولیمہ جب کرو تو اپنے گھر میں نہ کرنا۔ نور جہاں نے کہا
کیوں؟ زیاد نے پوچھا۔

میں شریک ہونا چاہتی ہوں تمہارے ولیمے پہ اس لیے۔ نور جہاں نے کہا تو زیاد ساری
بات جیسے سمجھ گیا۔
جیسا آپ چاہے خالا جان۔ زیاد نے کہا تو نور جہاں مسکرا دی۔



زرینہ بیگم سبزی کاٹ رہی تھی جب باہر کا دروازہ بجا۔
روشنادروازے پہ دیکھو کون ہے۔ زرینہ بیگم نے روشنا کو آواز دی جو کمرے میں تھی۔
دیکھتی ہوں۔ روشنا اپنا ڈوپٹہ سر پہ پہنتی باہر آئی۔
آتی ہوں۔ دروازہ پھر سے بجا تو روشنا نے زور سے کہا دروازے کے پاس آکر اس نے
جیسے ہی دروازہ کھلا تو سوالیہ انداز سے باہر کھڑے نقوش کو دیکھا۔

اسلام علیکم بیٹا آپ کا نام روشن ہے؟ نما بیگم نے روشنا کو دیکھ کر مسکرا کر پوچھا جو پیرٹ
کمر کے شلوار قمیض اور سلیقے سے سر پہ ڈوپٹہ پہنا ہوا تھا۔

و علیکم اسلام جی میں روشن ہوں آپ کو؟ روشنا الجھ کر ان تینوں کو دیکھا۔

میں حفصہ اینڈ یہ میرے والدین ہیں اگر آپ اجازت دے اندر آنے کی تو ہم آپ کے
بڑوں سے بات کریں گے ان سے کام ہے۔ حفصہ نے شوخ انداز میں کہا تو نما بیگم نے
اس کو چپٹ لگائی جب کی روشنا نے سامنے کھڑی لڑکی کو عجیب نظروں سے دیکھا جو
نیلے کمر کی شارٹ شرٹ اور وائیٹ پلاز و میں تھی بال کندھے تک کھولے ہوئے
تھے ہلکے سامیک اپ چہرے پہ جو بہت خوبصورت لگ رہا تھا جب کی ہونٹوں پہ ڈارک
لپ سٹک لگائی ہوئی تھی۔

آپ لوگ آئی ہیں۔ روشنا نے اندر آنے کا کہا تو اسد اللہ صاحب نما بیگم اور حفصہ اندر
آئی۔

اماں کچھ مہمان آپ سے ملنے آئی ہیں۔ روشنا ان کو لاؤنج میں بیٹھا کر کچن میں
زرینہ بیگم سے بولی جو سبزی دھورہی تھی۔

کون سے مہمان؟ زرینہ بیگم نے پوچھا

پتا نہیں بڑے لوگ ہیں کوئی ی آپ دیکھے جا کر میں کچن دیکھتی ہوں۔ روشنالا علمی کا اظہار کیا فلحال وہ علیدا ان کی بات بھول گئی تھی جس نے کہا تھا وہ اپنے گھر والوں کو بھیجے گا۔

جی کس سلسلے میں آپ یہاں آئی ہیں؟ زرینہ بیگم نے سلام کرنے کے بعد پوچھا۔ آپ اپنے شوہر کو بولا لیتی تو اچھا تھا ان کے سامنے ہی بات ہوتی۔ نرمابیگم نے کہا وہ دفتر میں ہوتے ہیں اور ان کو شاید دیر ہو جائے آنے میں آپ لوگ کہتے ہیں تو میں کال کر کے دیکھتی ہوں۔ زرینہ بیگم نے کہا تو اسد اللہ صاحب نے منع کر دیا ان کو جانے کی جلدی تھی ایک اہم میٹنگ تھی پر وہ علیدا ان کی جلد بازی کرنے پہ آگئی تھی۔

اصل میں ہم آپ کی بیٹی کا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔ نرمابیگم نے کہا تو زرینہ بیگم کو سمجھ نہ آیا کہ کیا کہار وشنا کا رشتہ وہ تو خود بھی کرنا چاہتی تھی پر اتنے بڑے خاندان سے کیسے وہ تو ان کو جانتے تک نہ تھے۔

آپ لوگ کچھ لیں نہ۔ زرینہ بیگم نے چائے اور نمکو بسکٹ کی جانب اشارہ کیے کہا جو روشنا کچھ ٹائی م پہلے رکھ کر گئی تھی۔

ہم میٹھائی کی کھائی یں گے اگر آپ رشتے کے لیے ہاں کہہ تو۔ نرما بیگم نے اُمید سے کہا۔

آپ لوگ بڑے لوگ ہے دوسرا ہم آپ کو جانتے نہیں ایسے میں بیٹی کا رشتہ کیسے۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

آئی آپ فکر نہ کریں آپ کی بیٹی بہت خوش رہے گی۔ حفصہ نے کہا۔
میں اپنے شوہر ایاز سے بات کر کے بتاؤں گی۔ زرینہ بیگم نے کہا تو نرما بیگم نے اسد اللہ صاحب کی طرف دیکھا

ٹھیک پر ہم بہت چاہے آئے ہیں جواب ہاں میں دیجیے گا نمبر ہمارا آپ رکھ لیں ایک دو دن بعد جواب دے دیجیے گا۔ نرما بیگم نے رسائیت سے کہا تو زرینہ بیگم سوچنے پہ مجبور ہو گئی۔



آرزو اٹھ جاؤ تمہارا یونی کافر سٹ ڈے ہے آج۔ زیاد پچھلے بیس منٹ سے آرزو کو جگانے کی کوشش کر رہا تھا جو نماز کے بعد سوئی تھی تو اب تک اٹھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

آرزو مجھے آفس جانا ہے لیٹ ہو رہا ہوں۔ زیاد نے اس کے چہرے سے بال ہٹائے کہا جو اس کے چہرے پہ اور تکیے پہ بکھرے پڑے تھے آرزو نے اب کی مندی مندی آنکھیں

کھولی تو زیادہ کو دیکھا جو اپنی بزنس ڈریسنگ میں تھا آرزو کی نیند پل بھر میں غائب ہوئی تھی زیادہ کو پہلی دفعہ اُس نے فارمل ڈریسنگ کرتے دیکھا تھا وائیٹ شرٹ اور بلیک پینٹ جب کی بلیک کوٹ بازو پہ لگائے زیادہ آرزو کے پاس اس کو جگانے کی کوشش میں تھا بال نفاست سے سیٹ کیے گئے تھے ہلکی بیئی رڈ جو اس کے وجہ چہرے پہ بہت بچ رہی تھی جب کی عنابی لب مسکرا رہے تھے آرزو کے اس طرح دیکھنے پہ آرزو کی نظر زیادہ کے بائیں گال پہ پڑتے ڈمپل پہ پڑی جو پوری آب و تاب سے اپنا دیدار کروا رہا تھا آرزو نے منہ بنا کے اٹھی۔

لے لیا میرا جائی زہ؟ زیادہ آرزو کو بیڈ کر اوں سے ٹیک لگاتا دیکھ کر شرارت سے پوچھنے لگا۔

میں کونسا آپ کو دیکھ رہی تھی ایویں خوش فہمیاں۔ آرزو صاف مکر گئی۔
اچھا ابھی بحث نہیں کرتے تم فورن سے اٹھو فریش ہو جاؤ دوسرا یہ کے میں روم میں ناشتہ منگواتا ہوں۔ زیادہ نے آرزو کے اُپر سے بلیسٹک ہٹا کر کہا تو آرزو بھی جلدی سے بیڈ سے اٹھ کر فریش ہونے چلی گئی وہ یونی کے پہلے دن لیٹ نہیں جانا چاہتی تھی جب کی زیادہ اس کو دیکھ کر مسکرا کر کمرے سے نکلا۔

شبیر۔ زیادہ رینگ کے پاس کھڑا اُپر سے ہی شبیر کو آواز دینے لگا۔

جی سر۔ شبیر ہال میں آتے چہرہ اُپر کی جانب کیے زیاد سے بولا۔۔
 ناشتہ لیکر کمرے میں آؤ فورن۔ زیاد کہتا اندر کی جانب بڑھا۔
 ایک تو ان کے چونچلے۔ سمایا بیگم نے نخوت سے کہا۔
 آپ کی کرم نوازی ہے۔ اشرف کہہ بنا نہ رہ سکا۔
 میں نے کیا کیا؟ سمایا بیگم نے گھور کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔
 آپ لڑائی نہ کرتی تو ساتھ میں ناشتہ کرتے۔ اشرف نے بتایا جب کی اسرار صاحب
 خاموش رہے۔

ناشتہ لگ گیا ہے آجائے۔ ماہی بیگم نے سب سے کہا تو وہ اٹھ کر ڈرائی ینگ ٹیبل کی
 طرف آئے۔

آرزو فریش ہو کر باہر آئی بالوں کو اس نے تولیہ سے کور کیا ہوا تھا وہ بلیک کلر کے نیٹ
 کے فراق میں تھی جس پہ اسکن کلر کی نفیس سے کڑھائی کی گئی تھی ساتھ میں
 بلیک پاجامہ پہنے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہوئی اور تولیہ بالوں میں نکال کر
 اس نے صوفے پہ رکھا بال ابھی بھی گیلے ہی تھے اس نے زیاد کی طرف دیکھا جو سیل
 میں بزی تھا آرزو نے پھر اپنے آپ کو شیشے میں دیکھا جہاں بلیک کلر میں اس کا گورا

رنگ دمک رہا تھا اس نے خود پہ تنقیدی نظر ڈالی وہ سادگی میں بھی بہت پیاری لگ رہی تھی آرزو نے پُر سوچ ہو کر اپنی انگلی ٹھوری پہ رکھی۔

لگ تو پیاری رہی ہوں پھر یہ پہلے کی طرح دیکھ کیوں نہیں رہے۔ آرزو نے سوچا پھر دوبارہ زیادہ کو دیکھا جو موبائی ل میں کچھ ٹائیپ کر رہا تھا آرزو نے حسد بھری نظروں سے زیادہ کے ہاتھ میں اس فون کو دیکھا پھر ڈریسنگ ٹیبل سے برش اٹھا کر اس نے اپنا ہاتھ جان بوجھ کر ٹیبل پہ رکھے پر فیومز پہ لگا کر ان کا ٹکڑ کر دیا تاکہ آواز ہو تو زیادہ اس کی جانب متوجہ ہو پر ایسا کچھ نہیں ہوا تو آرزو وکلس کے رہ گئی اور بال سنوارنے لگی دروازہ نوک ہوا تھا زیادہ اٹھ کر دروازے کے پاس آیا شبیر سے ناشتے کی ٹرے لیکر اس نے میز پہ رکھی پھر آرزو کو دیکھا جو زور زور سے بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔ یہ کیا کر رہی ہو آرزو درد ہو گا ایسے زور سے برش کروں گی تو بال گریں گے بھی ٹوٹ کر۔ زیادہ فون سے آرزو کے پاس آکر اس کے ہاتھ سے برش لیکر بولا آرزو کو گدگدی ہونے لگی مگر چہرے کے تاثرات سنجیدہ کیے ہوئے رکھا

میرے بال ہیں میں جیسے چاہوں برش کروں اور بھلے میرے بال جڑ سے اکھڑ جائے آپ کو کیا۔ آرزو کی بات زیادہ نے گھور کر دیکھا۔

فضول مت بولوں ناشتہ کرو پھر میں کنگھی کروں گا تمہارے بالوں میں۔ زیاد اس کا ہاتھ پکڑتا صوفے پہ بیٹھائے کہا تو آرزو مسکرا دی اس کو مسکراتا دیکھ کر زیاد نے جھک کر اس کے ماتھے پہ عقیدت بھرا لمس چھوڑا ناشتہ کرنے کے بعد زیاد نے آرزو کو ڈریسنگ ٹیبل کے پاس پڑی چئی ر کے بیٹھایا اور خود پیچھے کھڑے ہو کر اس کے بال سلجھانے لگا۔

تمہارے بال بہت خوبصورت ہیں۔ زیاد نے آرزو کے گھنے سلکی بالوں کی نرماہٹ اپنے ہاتھوں میں محسوس کیے کہا۔

میں خود بھی بہت پیاری ہوں۔ آرزو اپنے بالوں سے جیسلس ہوتی ہوئی جلدی سے بولی تو زیاد ہنس پڑا اور بالوں کی چوٹی بنانے لگا تو آرزو فوراً بولی۔
یونیورسٹی جاؤں گی اس لیے بال کھلے ہوئے چھوڑوں گی۔

نہیں بال باندھ کے رکھو گی خبردار جو بال کھول کر جانے کا سوچا تو۔ زیاد کو آرزو کی بات بالکل پسند نہیں آئی آرزو نے منہ بنایا۔

آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ آرزو نے احتجاج کیا

تمہاری ہر بات سر آنکھوں پہ مگر ان چیزوں پہ میں کپرومائی نہیں کروں گا۔ زیاد نے اس کے بالوں پہ اپنے لب رکھ کر کہا تو آرزو کی زبان تالوں سے چپک گئی۔

زیاد نے آرزو کی چوٹی بنا کر ہی چھوڑی تو آرزو منہ بنا کر اٹھی اور کچھ میک اپ کرنے کا سوچا جب کی زیاد گیلری کی طرف اپنا لپ ٹاپ کا لینے گیا تھا وہ جب اندر آیا تو آرزو کو دیکھ کر اس کا میٹر گھوما اس نے آگے بڑھ کر آرزو کا چہرہ اپنے پاس کیا آرزو جو اپنے دھیان میں لپ سٹک لگانے میں محو تھی اچانک افتادہ ہڑ بڑاگئی زیاد نے ڈرینسنگ ٹیبل پہ پڑے ٹیشو پیپر میں سے ٹیشو اٹھایا اور آرزو کی لپ سٹک رموؤ کی آرزو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی اس نے اتنی محنت سے لگائی تھی۔
یہ کیا کیا آپ نے؟ آرزو شک میں نکل کے زیاد پہ چیخی۔

آرزو وہاں بہت بوئی زبھی ہو گے میں نہیں چاہتا تم پہ کسی کی نظر پڑے تمہیں تیار ہوتا دیکھنے کا حق صرف مجھے ہے۔ زیاد نے آرام سے بتایا آرزو نے غصے سے زیاد کو دیکھا جو مسکرا کر اس کو دیکھ رہا تھا آرزو پاؤں پٹختی کتابیں اٹھانے لگی تو زیاد نے بیڈ پہ پڑا آرزو کا ڈوپیٹہ اٹھایا اور اس کے سر پہ پہنایا پھر چادر لا کر اس کے کندھوں کے اطراف رکھی آرزو صبر کے گھونٹ بھرتی برداشت کرتی رہ گئی۔

یہ ڈوپیٹہ سر سے ڈھلکنا نہیں چاہیے دھیان رکھنا۔ زیاد نے اس کے سر کی جانب اشارہ کیے کہا آرزو جو پہلے ہی بھری پڑی تھی زیاد کے نئیے حکم پہ پھٹ پڑی۔

سات پردوں میں بھیج دیں نہ تاکہ ایک ڈھلک جائے تو دوسرا پھر تیسرا موجود ہو۔ آرزو کی بات پہ زیادہ ہنسی کنٹرول کی۔

اگر میری بات نہیں مانی تو میں ایسا کرنے سے گریز بالکل نہیں کروں گا۔ زیادہ کی بات پہ آرزو دانت پیستہ رہ گئی۔

اب یونی چھوڑ آئی یں مجھے۔ آرزو اپنا بیگ اور ایک کتاب ہاتھ میں پکڑے کہا۔ ایک منٹ ویٹ۔ زیادہ کہتا اور ڈروپ کی طرف بڑھا اور وہاں سے ایک مٹھلیں ڈبی لے آیا آرزو نے چونک کر اس کو دیکھا یہ وہی ڈبی تھی جس میں زیادہ نے اُس کی منہ دیکھائی کا تحفہ کہے خریدہ تھا۔

ہاتھ دو۔ زیادہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا اور مٹھلیں کیس کھول کر اس میں سے وہ بریسلٹ نکالا کر آرزو کی کلائی میں پہننانے لگا آرزو نے زیادہ کو دیکھا جس کے چہرے پہ ہلکی مسکراہٹ تھی آرزو کا دل کریا زیادہ کے ڈمپل پہ ہاتھ رکھ کر محسوس کریں۔

بیوٹیفل۔ زیادہ نے بریسلٹ کو آرزو کی کلائی میں پہنا کر کہا اور وہاں اپنے لب رکھے آرزو نے جلدی سے ہاتھ پیچے کیا زیادہ نے اپنا لیپ ٹاپ والا بیگ لیا پھر آرزو کو ساتھ آنے کا کہا تو آرزو بھی اپنی چادر سنبھالتی زیادہ کے ساتھ قدم ملانے لگی۔ سیڑھیوں سے دونوں کو اترتا دیکھ کر ماہی بیگم نے دل میں ماشا اللہ کہا وہ لگ جواتنے پیارے رہے تھے

شبیر آیز یاد کے ہاتھ سے لیپ ٹاپ لیا اور گاڑی میں رکھنے چلا گیا آرزو نے حیرت سے زیادہ کو دیکھا جواب اپنا کوٹ دوسرے بازو میں منتقل کر رہا تھا زیادہ چلتے ہی آرزو کا بیگ تھا اور کتاب پکڑی جو انسان اپنا ایک بیگ نہیں اٹھا رہا تھا وہ اس کا ہر کام اور سامان اٹھاتا تھا یہ بات آرزو کے لیے ناقابل یقین تھی پر اس کو پسند آئی اس نے چورنگاہ زیادہ پہ ڈالی جو چلتا ہوا ماہی بیگم کے پاس آیا تھا۔

میں آرزو کو یونی چھوڑ کر آفس جاؤں گا۔ زیادہ نے شاید ماہی بیگم کی کسی بات کا جواب دیا۔

ماشا اللہ دونوں بہت پیارے لگ رہے ہو پر زیادہ تمہارا آفس کا راستہ اور آرزو کا یونی میں الگ راستے میں ہیں نہ تمہیں تو لیٹ ہو جائے گا آرزو کو ڈرائیور کے ساتھ بھیج دو۔ ماہی بیگم نے مسکرا کر کہا جب کی آرزو کو بھی ٹھیک لگا ورنہ اس کو پتا نہیں تھا۔ چچی جان کوئی میسج لانا نہیں اینڈ آرزو کو پک اینڈ ڈراپ میں خود کروں گا۔ زیادہ نے آرام سے کہا۔

اچھا سہی جو تمہیں لگے۔ ماہی بیگم نے کہا۔

ہم چلتے ہیں دیر ہو رہی ہے۔ زیادہ نے کہا اور باہر نکل آئے زیادہ نے آرزو کا بیگ اور کتاب پچھلی سیٹ پہ رکھا پھر آگے آکر آرزو کے لیے فرنٹ ڈور کھولا چونکہ سب حیرت

سے دیکھ رہے تھے آرزو کے بیٹھنے کے بعد زیادہ ڈرائی یونگ سیٹ پہ آیا گیراج سے گاڑی نکالی تو چوکیداروں نے جلدی سے گیٹ کا دروازہ کھولا تو زیادہ نے گاڑی گھر سے پار کر کے نکل گیا۔

ویسے تو تمہیں کوئی پریشان نہیں کریں گا میں نے یونی کے ہیڈ سے بات کر لی ہے لیکن پھر بھی کوئی بات ہو تو مجھے بتانا۔ زیادہ نے ڈرائی یو کرتے آرزو سے کہا۔ میں خود بہت ہوں۔ آرزو نے اتر کر کہا۔

جی وہ تو ہو پر آج پہلا دن ہے کانفڈنٹ رہنا کنفیوز بلکل نہیں ہونا تم زیادہ خانزادہ کی بیوی ہو۔ زیادہ نے آرزو کو ہدایت دی۔

جانتی ہوں یاد نہ کروائے۔ آرزو نے کہا تو زیادہ جلدی سے ڈرائی یو کرتا یونیورسٹی کے باہر گاڑی روکی آرزو فورن سے گاڑی سے نکلی یونیورسٹی کا داخلہ دروازہ دیکھ کر آرزو نے حیرت سے منہ کھولے لڑکوں اور لڑکیوں کو اندر جاتا دیکھا مگر آرزو کی حیرت کی وجہ لڑکیوں کی ڈریسنگ تھی جو جینز پینٹ میں تھی آرزو نے خود پہ نظر ڈالی جس میں وہ پوری چادر میں چھپی ہوئی تھی

زیادہ دیکھیں سب کتنی فیشن ایبل ہیں اور آپ نے مجھے کیا بنایا ہے۔ زیادہ آرزو کے سامنے آیا تو آرزو نے کہا

آرزو خود کو ان لڑکیوں سے کمپئی نہیں کرو تم خاص ہو تم سیپ کا موتی ہو تمہیں خود کو چھپا کر رکھنا ہے تاکہ غلیظ نظروں سے محفوظ رہ سکو خود کو ایسا بنانا ہے کہ جب کوئی تمہیں دیکھے تو ان کی نظر احترام سے جھک جائے مجھے باوقار شخصیت والی آرزو چاہیے جو شوخ چنچل تو ہو مگر صرف اپنوں کے لیے ہر کسی کے لیے نہیں جو لڑکیاں خود کی نمائش کرتی ہیں ان کی کوئی عزت نہیں کرتا لوگ سامنے بھلے جو بھی ہو اور سب سے بڑی بات اللہ ناراض ہوتا ہے کیا تم چاہتی ہو تمہارے بال نا محرم لڑکے دیکھے؟ زیادہ نرمی سے سمجھاتے سمجھاتے آخر میں پوچھا تو آرزو کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا تو زیادہ نے مسکرا کر اپنا ہاتھ اس کے گال پہ رکھا۔

تم خوبصورت ہو آرزو اور معصوم بھی پر تمہاری خوبصورتی بس تم ہی دیکھو نا کہ کوئی اور دیکھے میرا دل چاہتا ہے تمہیں عبا یا پہنا کر یونی بھیجوں مگر میں نے نہیں کیا مجھے پتا ہے تم اپنا آپ چادر میں ہی اچھے سے چھپاؤ گی۔ زیادہ کے لہجے میں مان محسوس کر کے آرزو کو اپنی بات پہ شرمندگی ہوئی۔

میں نے ایسے ہی کہا تھا۔ آرزو نے کہا۔

جانتا ہوں اب تم جاؤ۔ زیادہ نے اس کی طرف بیگ اور کتاب بڑھا کر کہا تو آرزو یونی کی گیٹ کی طرف بڑھی گیٹ پار کرنے سے پہلے آرزو نے مڑ کر دیکھا جہاں زیادہ کھڑا تھا

آرزو کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی وہ اندر چلی گئی جب کی زیادہ گہری سانس لیتا
گاڑی میں بیٹھ کر آفس کے راستے گاڑی کو موڑ دیا۔



روشنایار تمہاری فیملی اتنا وقت کیوں لے رہی ہے جواب دینے میں ان سے کہو نہ ہاں
کہہ دیں۔ علیدا ان اپنے کیبن میں بیٹھا روشناسے کال پہ بات کیے بولا۔
علیدا ان میں کیسے کچھ کہہ سکتی ہوں ان کو جو جیسا جیسے ٹھیک لگے گا بتا دیں گے خود
ہی۔ روشناس کی حالت سے محفوظ ہوتی ہوئی بولی۔

تم نے کم ظلم کیا ہے مجھے پہ جواب تمہارے گھر والے انتظار کی سولی پہ لٹکا رہیں
ہیں۔ علیدا ان کی بس رونے کی کثر رہ گئی تھی علیدا ان کا انداز دیکھ کر روشناس کا قہقہہ بلند
ہوا علیدا ان بے ساختہ اپنے دل پہ ہاتھ رکھا اور روشناس کی ہنسی محسوس کرنے لگا جو اس پہ
سحر طاری کر رہی تھی۔

تمہارے ہنسنے کی آواز بہت پیاری ہے۔ علیدا ان کھوئے لہجے میں بولا تو روشناس کی ہنسی کو
بریک لگی۔

فضول مت بولا کرو۔ روشناس خفت مٹانے کے غرض سے بولی دوسری طرف علیدا ان اس
کی بات پہ مسکرا دیا۔

میری پیار بھری باتیں تمہیں فضول کیوں لگتی ہیں؟ علیدا ان نے پوچھا۔

مجھے کام ہیں فون رکھتی ہوں۔ روشنانے جان چھڑانی چاہی۔
 اچھا ایک بات سننا۔ روشنا کال کاٹنے والی تھی جب اسپیکر سے علیدان کی بات پہ رکی۔
 بولوں۔ روشنانے کہا۔

آئی یو لو۔ علیدان نے گھمبیر آواز میں کہا تو روشنا کی حالت غیر ہونے لگی اس نے
 جلدی سے کال کٹ کی۔

ٹوں ٹوں کی آواز پہ علیدان نے فون کان سے ہٹائے سامنے کی تو مسکرا دیا اور چچی رپہ
 پشت ٹکاتا مسکرا دیا

روشنا کو اپنے دل کی دھڑکنے کی آواز کانوں تک آتی محسوس ہوئی ی اس نے شرم سے
 اپنے ہاتھ چہرے پہ رکھ دیئے۔



آرزو یونیورسٹی میں داخل ہوتی اپنا ڈپارٹمنٹ تلاش کرنے لگی وہ جانتی تھی اگر کسی سے
 ہیلپ مانگی تو آئیل مجھے مار کے متراف ہو گا اس لیے خود ہی تلاش کرنے کا سوچا مگر اتنی
 بڑی یونی دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی تھی وہ ابھی سوچ رہی تھی جب سیل فون کی رنگ
 ٹون اس کے کانوں پہ پڑی تو آرزو نے بیگ کھول کر موبائی ل دیکھا تو زیاد کی کال تھی۔
 زیاد کیوں کال کر رہیں ہیں؟ آرزو خود سے کہتی کال پک کرنے لگی۔

آرزو تمہاری فرسٹ کلاس انگلش کی ہے کسی سے ڈپارٹمنٹ مت پوچھنا میں گائیڈ کر رہا ہوں۔ زیادہ ایک ہاتھ سے ڈرائیور کرتا دوسرے ہاتھ سے کان میں بلیو تھ ٹھیک کرتا آرزو سے بولا تو آرزو کو پہلی بار زیادہ پیار آیا جو اس کو بہت بڑی پروہلم سے بچا گیا تھا۔

جی بتائی میں پریشان ہو گئی ہوں اتنی بڑی یونی دیکھ کر۔ آرزو نے آس پاس دیکھ کر کہا جہاں اسٹوڈنٹس اپنے اپنے ڈپارٹمنٹ جا رہے تھے تو کچھ باتوں میں مشغول تھے۔ راہداری سے گزر کر تم لفٹ سائیڈ جانا وہاں سیڑھیوں سے گزر کر رائیٹ سائیڈ جانا انگلش ڈپارٹمنٹ ہیں وہاں جا کر دو کلاس چھوڑ کر تیسری کلاس تمہاری ہے اوکے سمجھ آیا۔ زیادہ نے موڑ کاٹ کر آرزو کو بتا کر پوچھا۔

ہاں میں سمجھ گئی آپ کا شکریہ۔ آرزو نے کہا۔

ایوری تھنگ فار یو۔ زیادہ نے کہہ کر کال کاٹ دی تو آرزو بھی پرسکون ہوتی فون کو دوبارہ بیگ میں رکھا چادر ٹھیک کرتی وہ اپنے ڈپارٹمنٹ کی جانب چلنے لگی تو سامنے ایک گروپ اس کے سامنے آیا آرزو نے دیکھا تو تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں جو اس کو سرتاپیر دیکھ رہی تھی

لیں آرزو گئی اب تو تم۔ آرزو بڑبڑائی وہ جانتی تھی اچھی نیت سے تو نہیں آئی ہو گے وہ بھی یونی کے فرسٹ ڈے پہ اس نے ناولز اور ڈراموں میں دیکھا رکھا تھا کہ پہلے دن سینئرز کے ہاتھوں جوئی رز کا کیا حال ہوتا ہے۔

جی آپ سامنے دیوار بن کے کیوں کھڑے ہیں؟ آرزو نے بڑی معصومیت سے پوچھا تو ان سب نے معنی خیز مسکراہٹ سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

آپ کا فرسٹ ڈے ہم اندازہ ہوا تو سوچا آپ کی مدد کریں۔ ان میں سے ایک لڑکی ساتھ والے لڑکے کے کندھے پہ بازوؤں ٹکائے کہا۔

آپ کا شکریہ جو میرے بارے میں سوچا مگر میں نے پڑھا تھا کہ انسان کو اپنی مدد خود کرنی چاہیے اس لیے شکریہ آپ یہی کھڑے ہو کر باقی اسٹوڈنٹ کی مدد کریں کیا پتہ ان کو ضرورت ہو۔ آرزو نے ہنوز معصومیت سے کہتے ان کا پلین فعل کرنا چاہا۔

آپ تو بہت سمجھدار ہیں اب تو آپ کی مدد کرنا ہم پہ واجب ہے۔ ایک لڑکا آرزو کی بات پہ بولا تو اس کے ساتھ کھڑے دوستوں نے تائیید میں سر ہلایا تو آرزو نے گہری سانس لی۔

مجھے انگلش ڈپارٹمنٹ کا بتائے کہا ہیں۔ آرزو نے جان بوجھ کر کہا ویسے بھی زیادہ تو اس کو بتا ہی دیا تھا

انگلش ڈپارٹمنٹ آپ سامنے والا راستہ دیکھ رہی ہیں۔ ایک لڑکے نے اس کو اشارہ کیا جہاں سیڑھیاں تھیں۔

وہ راستہ نہیں سیڑھیاں ہے۔ آرزو نے ہنسی کنٹرول کیے کہا تو لڑکے نے دانت پیسے جب کی اس کے ساتھ کھڑے دوست ہنس پڑے۔

ہاں وہی وہاں جا کر ٹرن لیکر سیدھا جائے پھر لفٹ اس کے بعد رائیٹ جائے گی تو آپ کی کلاس ہے۔ لڑکے نے کنٹرول کیے کہا جب کی آرزو شکر ادا کرنے لگی دل میں کے زیادہ بتا دیا ورنہ اچھی خاصی ہو جانی تھی۔

آپ کا بہت شکریہ۔ آرزو نے کہا تو سب کے چہرے پہ پُر اسرار مسکراہٹ آئی ی آرزو ان کی سائیڈ سے گزرتی سیڑھیوں کے پاس جانے لگی وہ سب سیڑھیاں پار کرتی پیچھے مڑ کر دیکھا جو اس کو ہی دیکھ رہے تھے آرزو سیدھی کھڑی ہو کر ان کو دیکھنے لگی پھر اپنا ہاتھ سیدھا کیے ان کی پانچوں انگلیاں کھول کر ان پہ لعنت بھیجی اور رائیٹ سائیڈ چلی گئی جہاں واقع اس کی کلاس تھی جب کی وہ پانچوں حیرت سے گنگ آرزو کی ہمت دیکھتے رہ گئی جس کو وہ اُلوں بنانے والے تھے وہ ان کو اُلوں تو بنا گئی ساتھ میں لعنت بھی بھیج گئی۔

دیکھنے میں کتنی معصوم تھی۔ لڑکی حیرت سے نکل کے بولی۔

ہاں مجھے تو وہ گانا یاد آ رہا ہے؟ دوسرا لڑکا سامنے دیکھتا بولا جہاں سے آرزو گزری تھی۔
 کونسا ااا؟ سب نے ایک ساتھ پوچھا۔

ان کی معصومیت پہ نہ جاندا۔ لڑکے کا اتنا گانا تھا سب ہنس پڑے۔



تمہاری تیاری ٹھیک ہے نہ آج ہمارا فرسٹ پیپر ہے؟ عینی نے عاشق سے پوچھا۔
 ہاں الحمد للہ۔ عاشق نے مسکرا کر کہا۔

یقین نہیں آ رہا ایک سال گزر گیا۔ عینی ہاتھوں میں چہرہ گرائے بولی۔

ابھی چار سال ہیں۔ عاشق اس کے انداز پہ ہنس کے بولا۔

یہ بھی گزر جائے گے ہم نہ ساتھ میں جا کر کریں گے۔ عینی نے بتایا۔

دیکھتے ہیں۔ عاشق کندھے اُچکا کر بولا۔

میں تو بہت بڑی سرجن بننا چاہتی تھی۔ عینی نے عاشق کو بتانا ضروری سمجھا۔

پھر کیوں نہیں بنی؟ عاشق نے پوچھا

بس قسمت میں بس ڈاکٹر بننا لکھا تھا۔ عینی اپنی بات پہ خود ہی ہنسی تو عاشق نے نفی میں

سر ہلایا۔



پانچ ماہ بعد۔

آرزو کو لیکر آنا اس کی بہن کا نکاح ہے سمجھو بات کو۔ علیداں زیاد کے کین میں بیٹھا اس کو سمجھا رہا تھا بہت سوچنے کے بعد ایاز صاحب اور زرینہ بیگم نے ہاں کہہ دی تھی جس پہ علیداں کی خوشی کا کوئی ی ٹھکانہ نہیں رہا تھا اور تین دن بعد ان دونوں کا نکاح تھا زیاد کو جب پتا چلا آرزو کی بہن روشناس سے علیداں شادی کر رہا ہے تو اس نے نکاح پہ آنے کے لیے معذرت کر لی تھی بھلا وہ آرزو کے بنا کیسے جاسکتا تھا آرزو تو ابھی جانتی ہی نہیں اور ابھی تو ان کے درمیان زیادہ نہیں تو کچھ ٹھیک ہوا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے گھر والے غلط رویہ اختیار کریں تو آرزو پھر سے اس سے نفرت کرنے لگے۔

میں کیا سمجھوں آرزو کے سمسٹر شروع ہونے والے ہیں وہ اس میں بڑی ہے میں نہیں چاہتا اس کا مائی اینڈ ڈسٹرپ ہو۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا

تو تم آرزو کے والد کو بتا کیوں نہیں دیتے کہ حقیقت کچھ اور ہے آرزو کی کوئی غلطی نہیں۔ علیداں کو تپ چڑھی۔

بتادوں گا۔ زیاد لا پرواہی سے بولا

زیاد یہ غلط بات ہے اتنا اور سینسٹو اور پوزیٹو مت بنو آرزو کے لیے کیا میں نہیں سمجھ رہا تم اس کو بس اپنے تک محدود رکھنا چاہتے ہو کہ وہ بس تمہارا سوچے ہر ایک سے

کٹ کر بس تمہارے ساتھ رہے۔ علیداں سخت ہوا وہ تنگ آگیا تھا زیاد کی آرزو کے معاملے میں پوزیشن دیکھ کر۔

تو غلط تو نہیں ہے یہ بیوی ہے میری اب بس میرا حق ہے اور آرزو ان کے ساتھ کیوں رہے کیوں ملے جنہوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا تھا۔ زیاد سفاکیت سے بولا
بھول گئی ہے ہو تو یاد کرواؤ خود ہی بتایا تھا تم نے قسم دی ہے آرزو کو۔ علیداں کی آواز کین میں گونج رہی تھی

ہاں تو میں ٹھیک کر دوں گا پرا بھی وقت نہیں آیا۔ زیاد نے بنا اثر لیے کہا تو علیداں نے اپنا سر پکڑ لیا زیاد کو سمجھانا بہت مشکل تھا بہت زیادہ
Novels | Afsana | Articles | Books

روشنایہ ڈریس تمہارے سسرال کی طرف سے آیا ہے پہن کے دیکھو نرمابہن فیٹنگ کا پوچھ رہی تھی۔ زریںہ بیگم روشنا کے پاس آکر بولی جو لاؤ نج میں بیٹھی چائے سے لطف اندروز ہو رہی تھی۔

اماں بعد میں چیک کرتی ہوں آپ بتائے خوش ہیں نہ؟ روشنا نے زریںہ کا چہرہ دیکھا جو پر سکون تھا۔

ہاں بہت خوش اور ایاز بھی بہت مطمئن ہے ان کے بارے میں جو خدشات تھے نہ کے امیر ہیں بڑے لوگ ہیں مغرور نہ ہو پر ایسا نہیں تھا بہت سادہ دل اور مہذب قسم کے لوگ ہیں۔ زرینہ بیگم شکر بھرا سانس لیکر بولی

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین

ہاں اچھے ہیں بہت آنٹی میں بھی حفصہ سب۔ روشنائی کھوئے انداز میں کہا سہی کہتے ہیں جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے دیکھو نہ اللہ نے کہاں کا جوڑ کہاں ملایا محلے کے جو لوگ پہلے غلط بیانی کرتے تھے اب ان کے منہ بھی بند ہو گئے ہیں۔ زرینہ بیگم تشکرانہ لہجے میں بولی۔

بیشک اماں اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ روشناہلکہ سا مسکرائی ی۔

آرزو جانے کیسی ہوگی۔ زرینہ بیگم یکدم اُداس ہوئی ی۔

خوش مطمئن ی۔ روشنا طنزیہ بولی

سال ہونے والا ہے اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔ زرینہ بیگم آبدیدہ لہجے میں بولی۔

اس نے جو کیا نہ اس کے بعد شکل دیکھنا بنتا بھی نہیں۔ روشنا کہتی وہاں سے اٹھ گئی

زرینہ بیگم نے افسوس سے اس کو جاتا دیکھا۔



آرزو بہت وقت سے ایک سوال حل کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر حل ہو کے

نہیں ہو رہا تھا تنگ آ کر وہ اٹھی اور میتھ کا بک اور رجسٹر ہاتھ میں لیے باہر آئی ی۔

چچی زارون بھائی ی ہیں گھر پہ؟ آرزو زیاد کی طرح اب ماہی بیگم کو چچی ہی کہتی تھی۔

نہیں وہ تو اشرف کے ساتھ باہر گیا ہے میچ تھا ان کا۔ ماہی بیگم نے کہا تو آرزو نے اوو

کہا۔

اسلام علیکم۔ زیاد آفس سے آتا ان کو سلام کرنے لگا جب کی آرزو کو دیکھ کر اس کو اپنی

ساری تھکن اُترتی محسوس ہوئی ی۔

زیاد اچھا ہوا آپ آگئی مجھے ایک ہیلپ چاہیے آپ کی ایک سوال حل نہیں

ہو رہا۔ آرزو زیاد کو دیکھتی ہی شروع ہو گئی جب کی مسکراتا بس اس کو دیکھ رہا تھا

آرزو بیٹا جب شوہر آتا ہے نہ کام سے تو اس کو پانی کا پوچھتے ہیں ایسے کام کا نہیں کہتے۔ ماہی بیگم نے ٹوکا تو آرزو نجل ہوئی۔

چچی جان کوئی بات نہیں پانی شبیر لیں آئے گا۔ زیاد کو کہاں برداشت تھا آرزو کا اداس ہونا۔

پھر بھی خیال رکھنا چاہیے۔ ماہی بیگم کہتی کچن کی جانب گئی زیاد گہری سانس لیتا آرزو کی طرف آیا اور اس کو اپنے قریب کیے ماتھے پہ لب رکھے۔ کیا حل نہیں ہو رہا۔ زیاد پوچھ کے پچھتا یا۔

یہ چیئر نو ہے نہ اس کا ایک سوال حل نہیں ہو رہا۔ آرزو نے کتاب کھول کر دیکھائی تو زیاد کو دن میں تارے نظر آنے لگے اُس نے کتاب کے کور کو دیکھا میتھا میٹکس دیکھ کر زیاد نے تھوک نگلا زندگی پہلی بار اس کو شرمندگی محسوس ہوئی تھی زیاد کو دور کہیں کان کے پاس احمد کی آواز گونجی تھی۔

دعا ہے میری تیری بیوی روز تجھ سے ٹیوشن لے اور کتابوں سے مشکل مشکل سوالات تلاش کر کے تم سے جواب پوچھے تب پتا چلے گا جب وہ تمہیں نکما کہے گی۔

زیاد نے آرزو کو دیکھا جو امید سے زیاد کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے زیاد ابھی حل کر کے دیں گا جواب۔

یہ کتاب مجھے دو تم تب تک میرے لیے کپڑے نکالوں تاکہ میں فریش ہو جاؤ پھر آرام سے تمہیں سمجھا پاؤں گا۔ زیادنے کہا۔

پر کپڑے تو آپ خود نکالتے ہیں۔ آرزو نے کہا

تو آج تمہیں کہہ رہا ہوں نہ۔ زیادنے کہا تو آرزو نے بحث نہیں کی اور کتاب زیاد کو پکڑتی وہاں سے گئی زیاد سیدھا پول سائیڈ آیا۔ کتاب میز پر رکھی اور آرزو کے بتائے گئے سوال کی تصور لیکر اس نے ہمایوں کے نمبر پر واٹس ایپ کی اور کال ملانے لگا۔

یہ کیا سینڈ کیا ہے تم نے؟ دو تین دفع کال کرنے کے بعد ہمایوں نے کال ریسیو کیے زیاد سے کہا۔

اس کا جواب حل کر بتاؤ مجھے جلدی سے۔ زیاد اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا
خیر تو ہے

ہمایوں باتیں بعد ابھی جو کہا ہے وہ کرو۔ زیاد نے بیچ میں ہی ہمایوں کو ٹوکا اس کو ڈر تھا
آرزو نہ آجائے۔

اچھا میں سمجھ گیا تم اپنا فون بلیو تھ میں کنیکٹ کرو پھر بھابھی جو جو پوچھے میں بتاتا ہوں
کاتم ان کو بتاتے جانا۔ ہمایوں ساری بات سمجھ کر اپنی ہنسی کنٹرول کر کے بولا۔

بہت کمینے ہو۔ زیادہ کو ہمایوں کا آئیڈیا پسند تو آیا مگر اس کا مزاق اڑاتا لہجہ محسوس کر کے بولا۔

شکریہ اب جلدی کرو مجھے فوزیہ کو ہسپتال لیکر جانا ہے۔ ہمایوں نے کہا ہسپتال کیوں؟ زیادہ پوچھا۔

طبیعت خراب رہنے لگی ہے اس کی اس لیے سوچا چیک اپ کروالوں۔ ہمایوں نے بتایا۔ آرزو آؤ سوال حل کرواؤ۔ زیادہ کمرے میں آتا آرزو سے بولا جب کی فون بلیو تھ میں کنیکٹ کیا تھا۔

ہاں پلینز جلدی۔ آرزو فورن سے بیڈ پہ بیٹھی تو زیادہ بھی اس کے ساتھ بیٹھا ہمایوں کال پہ زیادہ سے بولتا گیا اور زیادہ وہی رٹا رٹایا آرزو کو بتانے لگا جو آرزو کو سمجھ آ بھی گیا وہ آرزو کو بتانے سے فارغ ہو کر زیادہ نے بلیو تھ کان سے ہٹایا۔

آپ تو بہت ہوشیار ہے مجھے پتا ہوتا تو میں روز آپ سے پڑھتی ناکہ زارون بھائی سے۔ آرزو خوش ہوتی ہوئی بولی کیوں کی جس انداز سے ہمایوں نے زیادہ کو بتایا تھا ویسے ہی زیادہ نے آرزو کو تو آرزو جلدی سمجھ گئی تھی اس کے مطابق تو زیادہ نے بتایا اس لیے وہ کافی ایمپریس ہوئی زیادہ سے جب کی زیادہ سمجھ نہیں پایا خوش ہو یا شرمندہ۔

آپ اس لیے اتنے بڑے بزنس مین ہیں اور بزنس میں تو میتھ آنا ضروری ہے ہیں نہ۔ آرزو بنا زیاد کی سنے اپنی بولے جارہی تھی۔

میں فریش ہو کر آیا۔ زیاد نے اٹھنا ضروری سمجھا۔



زیاد آرزو کو یونی چھوڑنے کے بعد کین میں بیٹھا آفس کا کوئی کام کر رہا تھا جب ہمایوں وقاص احمد اس کے کین میں آئی۔

کیا ہوا خیریت؟ زیاد ان تینوں کو اچانک آتے دیکھ کر پوچھا۔

ہاں خیریت ہے۔ وقاص ہمایوں کی جانب دیکھ کر معنی خیز انداز میں کہا تو ہمایوں نے ایک نگہ اس کی پیٹھ پہ مارا جس پہ وہ بس کڑھاسکا۔

چائے یا کافی؟ زیاد نے پوچھا۔

دونوں نہیں تمہیں ساتھ چلو آج کی ٹریٹ ہمایوں کی طرف سے۔ احمد مزے سے بولا۔

کس خوشی میں؟ زیاد نے بھویں اچکائے پوچھا۔

یہ ابابنے جارہا ہے۔ وقاص نے ہنس کے کہا تو زیاد نے ہمایوں کو دیکھا جس نے سر ہلایا۔ واقع؟ زیاد خوشگوار حیرت میں بولا۔

ہاں واقع میں ہم سب سے یہ پہلا شخص ہے جو باپ کے رُتبے پہ فائی ز ہونے والا ہے۔ وقاص نے ہمایوں کی پیٹھ تپتھپا کر جیسے داد دی۔

مبارک ہو۔ زیاد مسکراتا اپنی جگہ سے اٹھ کر ہمایوں کے گلے مل کر بولا۔

تمہاری شادی تو اس سے پہلے ہوئی تھی تم کب ہمیں چاچوں بنا رہے ہو؟ وقاص نے بھلجڑی چھوڑی تو زیاد ہمایوں سے الگ ہوتا گھور کر وقاص کو دیکھا جو بنا سوچے کچھ بھی بول دیتا تھا۔

فضول نہیں بولوں اور چلنا کہاں ہے یہ بتاؤ۔ زیاد ان تینوں کو مسکراتا دیکھ کر گھور کر بولا۔

فائی یو اسٹار کا پرائیویٹ روم ہے جہاں ہم آرام سے بیٹھے گئیں۔ احمد نے کہا تو زیاد نے سر ہلایا۔

اور علیدان؟ زیاد ان کے ساتھ کین سے نکلتے ہوئے بولا۔

وہ نہیں آرہا میں نے بتایا پر وہ شادی کی تیاری میں بڑی ہے۔ ہمایوں نے بتایا زیاد اپنے سکیٹری کو ہدایت کرتا ان تینوں کے ساتھ باہر نکلا گیا۔



آرزو تمہارا شوہر بہت ہینڈ سم ہے۔ آرزو کی یونی میں نئی دوست بن گئی تھی جس کا نام علیشہ تھا وہ اس کے فون میں زیاد کی تصویر دیکھتی ہوئی بولی۔

میرا شوہر ہے اس لیے نظر نہ ڈالو۔ آرزو جو رجسٹر پہ لکھ رہی تھی جھٹ سے علشہ سے اپنا فون چھین کر وارن کرنے والے انداز میں بولی۔

عشتے بھئی اب دوستوں سے بھی پرداداری۔ علشہ اپنا خالی ہاتھ دیکھ کر دُہائی دیتی ہوئی بولی۔

میرے سامنے یہ ڈرامے نہ کیا کرو۔ آرزو نے ہاتھ میں پکڑی پین مار کر کہا۔
ہاں خود ایک فلم جو ہو جانے کیسے زیادہ برداشت کرتا ہو گا۔ علشہ نے منہ بسور کر کہا۔
اوہ ہیلو کس خوشی میں زیاد بول رہی ہو بھائی کہو انہیں یا ان کا ذکر ہی نہیں کرو۔ آرزو تو اس کے منہ سے زیادہ کا نام سن کر تپ اٹھی۔

غصہ کیوں آرہا ہے میں نے ایسے ہی کہا خیر تم یہ بتاؤ تم سے وہ اظہار کیسے کرتے ہیں؟ علشہ نے تجسس سے پوچھا تو آرزو نے آس پاس دیکھا وہ گرائی ونڈ میں موجود تھی جہاں اور بھی بہت سارے اسٹوڈنٹس موجود تھے۔

کس بات کا اظہار؟ آرزو کو سمجھ نہیں آیا۔

اففف پیار کا اور کس بات کا اظہار جیسے تم بتاتی ہو انہوں نے زبردستی نکاح کیا تھا پھر خیال بھی رکھتے ہیں تو محبت کا اظہار بھی تو رومانٹک طریقے سے کرتے ہو گے نہ۔ علشہ نے آرزو کی عقل پہ ماتم کر کے تفصیل سے بتایا تو آرزو نے یاد کرنا چاہا پر اتنے وقت میں

اُس کو یاد نہیں آیا کہ کبھی زیاد نے کہا ہو کہ آرزو مجھے تم سے محبت ہے تو کیا وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے؟ آرزو نے اپنے دماغ کے گھوڑے ڈورائے سوچا۔

اظہار تو نہیں کیا کبھی۔ آرزو نے بتایا۔

کبھی تو کیا ہو گا نہ۔ علشہ کو یقین نہیں آیا۔

کبھی بھی نہیں کیا۔ آرزو روہانسی ہوئی۔

تو اتنا خیال کیوں کرتے ہیں؟ اور اتنا پیار اگٹ کیوں دیا؟ علشہ نے اس کے ہاتھ میں

پہنے بریسلٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا جو اس کی کلائی میں چمک رہا تھا۔ آرزو کے

دماغ میں نئی بات بیٹھ گئی کے زیاد اس سے پیار نہیں کرتا۔

تمہیں لینے آیا ہے کوئی۔ آرزو خاموش بیٹھی ہوئی تھی جب ایک لڑکی نے اس کو

بتایا تو آرزو علشہ سے ملتی باہر آئی جہاں گیٹ کے پار زیاد اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے

اس کا انتظار کر رہا تھا آرزو کو آتا دیکھا تو مسکرا دیا۔

آرزو خاموش سی گاڑی میں بیٹھی زیاد نے کچھ حیرت سے دیکھا جو روز کے برعکس چپ

تھی۔

آج دن اچھا نہیں گزرا کیا؟ زیاد نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔

اچھا تھا۔ آرزو نے منہ بھلائے جواب دیا۔

آئی سکریم کھاؤ گی؟ زیاد کو آرزو کا خاموش ہونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔
 نہیں۔ آرزو نے انکار کیا تو زیاد کو پریشانی ہوئی اب آرزو نے پہلی بار آئی سکریم
 کھانے سے منع کیا تھا۔

پانچ منٹ لیٹ ہو گیا کیوں کی اپنے دوستوں کے ساتھ کھانے کا پروگرام بن گیا
 تھا۔ زیاد کو لگا شاید دیر آنے کی وجہ سے غصہ ہے اس لیے وضاحت دی۔
 اچھا۔ آرزو نے خاص نوٹس نہیں کیا زیاد نے گہری سانس لی اور آرزو کے منع کے بعد
 بھی آئی سکریم پارلر کے پاس گاڑی روکی زیاد گاڑی سے اتر اور آرزو کے لیے
 آئی سکریم لینے چلا گیا۔

یہ لو۔ زیاد واپس آتا آرزو کی طرف آئی سکریم کا کپ بڑھا کر بولا۔
 میں نے کہا تھا نہیں کھانی تو کیوں لے آئے۔ آرزو تنک کے بولی۔

آئی سکریم کھاؤ رلیکس کرو پھر بتاؤ کیا بات ہے جو موڈ آف ہے۔ زیاد نے آرام سے
 گاڑی دوبارہ سٹارٹ کیے آرزو سے کہا تو آرزو نے ونڈو کے باہر آئی سکریم کو پھینک دیا
 زیاد نے ضبط سے آرزو کا یہ عمل دیکھا تھا وہ سمجھ نہ پایا اچانک آرزو کو ہو کیا گیا جو ایسا
 رد عمل ظاہر کر رہی ہے ورنہ پہلے تو بالکل ٹھیک تھی صبح بھی اچھے موڈ سے یونی گئی
 تھی پرا بھی دوبارہ پوچھا نہیں بس سنجیدگی سے ڈرائیو کرتا رہا گھر پہنچنے پہ زیاد نے گاڑی

جیسے ہی گیٹ کے اندر داخل کی تو آرزو خود کی گاڑی کالا کھول کر باہر نکلی زیاد گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

کیا ہوا سب ٹھیک ہے لڑائی ہوئی ہے کیا دونوں کے درمیان؟ زیاد لاؤنج میں آکر بیٹھا تو ماہی بیگم نے پوچھا۔

نہیں لڑائی کیوں ہوگی۔ زیاد زبردستی مسکرا کر بولا۔

آرزو ایسے اندر آئی تو مجھے لگا۔ ماہی بیگم ساتھ بیٹھتی ہوئی بولی

تم اُس کو گھر چھوڑ کر آفس جاتے ہو نہ پھر؟ ماہی بیگم نے دوسرا سوال کیا۔

ہمایوں نے ٹریٹ دی تھی اس کی وائی ف ایکسیپٹ کر رہی ہے اس خوشی میں تو میں

سیکٹری کو سمجھا کر آج آفس سے آف لے لیا۔ زیاد نے وجہ بتائی۔

ماشاء اللہ میری طرف سے مبارک باد دینا۔ ماہی بیگم مسکرا کر بولی۔

ضرور۔ زیاد نے کہا۔

ہمارے گھر میں کب بچوں کی قلعاریا گونجے گی؟ ماہی بیگم نے زیاد کی طرف دیکھ کر

پوچھا۔

اشرف تو بچہ ہے فلحال آپ زارون کا سوچے۔ زیاد ان کی بات کا مطلب سمجھے بغیر بولا۔

میں تمہارے بچوں کی بات کر رہی ہوں۔ ماہی بیگم نے گھور کر کہا تو زیاد کو ان کی بات پہ جھٹکا لگا پہلے وقاص اور اب ماہی بیگم۔

جب اللہ نے چاہا تو۔ زیاد اٹھتا ہوا بولا تو ماہی بیگم نے کچھ نہ کہا۔



ڈریس پسند آیا میں نے خود پسند کیا تھا تمہارے لیے؟ علید ان نے روشناسے پوچھا۔

ہاں اچھا تھا۔ روشناسے جواب دیا۔

پریشان ہو۔ علید ان نے اندازہ لگایا۔

زیاد تمہارا دوست ہے نہ؟ روشناسے کے اچانک پوچھے گئیے سوال پہ علید ان الرٹ ہوا۔

ہاں بالکل۔ علید ان نے جواب دیا۔

وہ شادی پہ نہیں ہونا چاہیے۔ روشناسے حکیمہ انداز میں کہا تو علید ان طنزیہ مسکرایا۔

بے فکر رہو وہ خود ہی نہیں آ رہا۔ علید ان نے جواب دیں کر کال کاٹ دی روشناسے

حیرت سیل فون کو دیکھا۔

بس داعوے پیار کے عزیز تو دوست ہے بس۔ روشناسے سے بڑ بڑائی۔



آرزو پریشانی سے کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی اُس کو سمجھ نہیں آ رہا اس کو ٹینشن کیوں ہو رہی ہے نا کرے تو نا کرے مجھے کونسا ضرورت ہے زیاد کی محبت کی۔ آرزو دل میں سوچتی خود کو رلیکس کرنے کی کوشش کرنے لگی مگر نا کام ٹھہری۔

آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ ماہی بیگم آرزو کے پاس آکر بولی۔

جی کہے۔ آرزو مسکرا کر بولی تو ماہی بیگم اندر داخل ہوئی اور پاس پڑے صوفے پہ بیٹھی۔

میں جانتی ہوں آپ اور زیاد کے درمیان سب ٹھیک نہیں ہوا ابھی تک شاید وجہ آپ ہو آپ زیاد سے ٹھیک نہیں ہونا چاہ رہی پر بیٹا میں ایک بات بتانا چاہوں گی زیاد وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے۔ آرزو ان کی بات کے درمیان بولی تو ماہی بیگم اس کو دیکھتی رہ گئی۔

میں بات مکمل کروں؟ ماہی بیگم کے اس طرح کہنے پہ آرزو شرمندہ ہو گئی بس سر ہلا کر اجازت دی۔

زیاد بچپن سے بہت محرومیاں محسوس کی ہیں تم چاہو تو پوری کر سکتی ہو زیاد تمہیں بہت چاہتا ہے اس لیے غلط راستے کا انتخاب کر کے تمہیں اپنا پیار یہ بات سمجھ لوں بیٹا تمہارا جوڑ زیاد سے ہی لکھا گیا تھا تمہیں اگر زیاد سے شکوہ ہے تو ختم کر لو زیاد کو قبول کرو بیٹا

ساری عمر اب زیاد کے ساتھ ہی رہنا ہے اپنا دل بڑا کرو زیاد کی طرف ایک قدم بڑھاؤ
 گی نہ باقی کار استہ زیاد طئی کر کے تمہارے پاس آئے گا معاف کرنا اچھی بات ہے اللہ کو
 معاف کرنے والے انسان بہت پسند ہوتے ہیں زیاد کا طریقہ بس غلط تھانیت
 نہیں۔ ماہی بیگم رسائیت سے سمجھا رہی تھی آرزو غور سے ان کی سن بھی رہی تھی اب
 دیکھنا یہ تھا وہ عمل کرتی ہے یا نہیں۔

زیاد مجھ سے پیار نہیں کرتے چچی اگر کرتے تو اظہار بھی کرتے نہ؟ ماہی بیگم اپنی اتنی
 تقریر پہ آرزو کا جواب سن کر ماتھلپیٹنے کا دل کیا۔

تمہارے نزدیک محبت کا مطلب کیا ہے اظہار کرنا یا اپنے ہر عمل سے ظاہر کرنا کے کتنی
 محبت ہے سامنے والے کو۔ ماہی بیگم نے آرزو سے جاننا چاہا۔

ظاہر کرنا اچھی بات ہے پر اظہار بھی تو ضروری ہے نہ۔ آرزو کی بات بھی ٹھیک تھی۔
 تمہیں زیاد کے کسی بھی عمل سے ظاہر نہیں ہوا اس کی محبت اس کی آنکھوں میں اپنے
 لیے جذبات نہیں نظر آتے تمہیں گھر میں کس کے ساتھ تم نے زیاد کا ایسا لونگ اور
 کیئی رنگ روپ دیکھا ہے زیاد کسی کی کچھ نہ سننے والا تمہاری کڑوی بات بھی صبر سے
 پی جاتا ہے اپنا کام نہ کرنے والا تمہارا ہر کام خوش اسلوبی سے کرتا ہے تمہاری چیزوں کو
 کسی کو ہاتھ لگانے تک نہیں آتا کیا یہ سب کم ہے اس کی محبت ظاہر کرنے کے لیے۔ ماہی

بیگم نے آرزو سے کہا تو آرزو سوچ میں پڑ گئی واقع وہ سچ تو کہہ رہی تھی اظہار سے زیادہ احساس کی بات ہوتی ہے آرزو کو اپنے رویے پہ شرمندگی ہوئی اُس نے سوچ لیا تھا وہ زیادہ سے معافی مانگ لے گی۔



عاشق تم نے روشناسے یازرینہ سے بات کی آرزو کے مطلق؟ نصرت بیگم عاشق کے کمرے میں آکر بولی جو اسٹڈی کرنے میں مصروف تھا۔

وہ لوگ آرزو کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتے۔ عاشق سپاٹ انداز میں بولا

روشنا کا نکاح ہے ایک دن بعد آرزو کا حق ہے شریک ہونا۔ نصرت بیگم افسردہ

ہوئی۔
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interview

مجھے حیرت ہے اپنی بیٹی پہ کوئی اتنی بے اعتباری کیسے کر سکتا ہے آپی روشناسے تو مجھے حیرت ہوتی ہے۔ عاشق نفی میں سر کو جنبش دیتا ہوا کہنے لگا۔

اب کیا ہوگا پھر؟ نصرت بیگم نے کہا

آرزو رہنا نہیں چاہتی وہاں تو میں نے سوچ لیا ہے آرزو کو خلا کا کہوں گا پھر میں آرزو

سے شادی کروں گا۔ عاشق نے نصرت بیگم پہ دھماکا کیا۔

ہوش میں ہو تم وہ کسی اور کی بیوی ہے تم ایسا کیسے سوچ سکتے ہو۔ نصرت بیگم کو عاشق

سے اس بات کی توقع ہر گز نہ تھی۔

وہ خوش نہیں وہاں اور بیوی ہے رہے گی نہیں۔ عاشر نے اٹل انداز میں کہا

وہ مان جائے گی؟ نصرت بیگم نے پوچھا

ہاں اس میں اعتراض کیا ہے۔ عاشر عام انداز میں بولا۔

تم پیار کرتے ہو آرزو سے جو اس بار شادی کا سوچ لیا۔ نصرت بیگم عاشر سے سوال کیا۔

میری محبت آرزو کے لیے پاک امی ایک دوست کے ناطے اور کزن کے ناطے شادی کا

فیصلہ میں بس آرزو کے لیے لے رہا ہوں تاکہ وہ ہمارے ساتھ اپنوں کے ساتھ رہے

کیا پتا خالا جان اور خالوں بھی معاف کر دے اس کو۔ عاشر نے وضاحت دی۔

جو بھی مجھے نہیں لگتا وہ لڑکا آرزو کو چھوڑے گا۔ نصرت بیگم نے خدشہ ظاہر کیا پر عاشر

بے فکر تھا۔



آرزو دیر تک زیادہ کا انتظار کرتی رہی مگر جب زیادہ نہیں آیا تو وہ صوفے پہ ہی سو گئی

تھی زیادہ جب گھر آیا تو ماہی بیگم کو کچن سے آتا دیکھا۔

دیر کر دی آج؟ ماہی بیگم نے زیادہ کو دیکھا تو اس کی طرف آتی بولی۔

ہاں بس کام تھا۔ زیادہ نے جواب دیا۔

آرزو نے بات کی مجھ سے ایک۔ ماہی بیگم نے کہا

کوئی بات؟ زیادہ سیڑھیاں چڑھتا پوچھنے لگا

کہہ رہی تھی زیاد مجھ سے محبت نہیں کرتا۔ ماہی بیگم کی بات پہ شاک کی کیفیت پہ رکا
پھر تپ چرھی۔

تو شادی کیا میں نے جھک مارنے کے لیے کی ہے۔ زیاد تپ کے بولا۔
کبھی کہا ہے اس سے کہ آرزو مجھے پیار ہے تم سے؟ ماہی بیگم زیاد کا انداز دیکھ کر
مسکرا کر بولی۔

نہیں پر میں اپنے عمل سے اپنے لہجے سے بتاتا ہوں وہ نا سمجھ تو نہیں جو سمجھ نہ پائے۔ زیاد
نے کہا

اظہار ضروری ہوتا ہے محبت میں اظہار ہونا ضروری ہے ہر بات سمجھنے کے لیے عمل
کبھی کبھی کام نہیں آتا۔ ماہی بیگم اس کو سمجھاتی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تو زیاد
بھی کمرے میں آیا تو آرزو کو صوفے پہ لیٹا آیا زیاد آرزو کو بے آرام لیٹا دیکھا تو اس کے
پاس آیا جس کا ایک ہاتھ صوفے کے نیچے لٹک رہا تھا خود صوفے کے کنارے پہ تھی ذرہ
بھی ہلتی تو نیچے گر جاتی زیاد نے احتیاط سے آرزو کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور بیڈ پہ لیٹا یا تو
آرزو کسما کر کروٹ لی زیاد مسکراتا اس کے ماتھے پہ لب رکھے اور کمرے اس کے اُپر ڈال
کر خود دوسری طرف آیا اور آرزو کی طرف کروٹ لیکر اس کو دیکھنے لگا جو گہری نیند میں
تھی۔

توں کیا یہ بات تھی تمہاری ناراضگی کی؟ زیاد آرزو کو دیکھ کر دل میں سوال کرنے لگا اس نے آرزو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر سونے کے لیے آنکھ موند لی آرزو کے آنے کے بعد زیاد کی زندگی میں یہ بدلاؤ آیا تھا کہ اس کو اب سکون کی نیند آ جاتی تھی اُس لیے کسی میڈیسن کھانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

صبح آرزو کی آنکھ کھلی تو زیاد آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا آرزو کسما کراٹھی تو خود کو بیڈ پہ دیکھ کر تعجب ہوا اُس کو یاد تھا وہ صوفے پہ ہی سوئی ی تھی اس نے چور نظر زیاد پہ ڈالی جو خود پہ پرفیوم کی بارش کر رہا تھا زیاد نے آرزو کی اٹھتا دیکھا تو مسکرا کر اس کے پاس آکر بیٹھا

NEW ERA MAGAZINE

میں بھی جگانے والا تھا تمہیں۔ زیاد نے آرزو کے گالوں پہ پیار کرتے ہوئے کہا آرزو سانس روک کر زیاد کو دیکھنے لگی جس کی پرفیوم کی خوشبو میں اس کو سانس لینا مشکل لگتا تھا۔

میں تیار ہو جاؤ یونی کے لیے۔ آرزو نے اٹھنا چاہا پر زیاد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب کیا۔

تمہیں پتا ہے میں جب تمہارے ماتھے پہ بوسہ دیتا ہوں تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ زیاد نے آرزو کے بال کان کے پیچے کیے سوال کیا تو آرزو نے نفی میں سر ہلایا۔

یہ میرے پیار کا اظہار ہوتا ہے جو میں دن میں بہت بار کرتا ہوں۔ زیادہ مانتھے پہ لمس چھوڑ کر کہا تو آرزو کے دل کی دھڑکن نے تیز رفتار پکڑی وہ کل کے لیے سوری کرنے والی تھی جب آرزو کی فون میں کال آنے لگی زیادہ سوالیہ نظریں آرزو کی سیل فون پہ ڈالی اور دور ہو کر صوفے کی جانب آیا جب کی آرزو فون پہ متوجہ ہوئی تو عاشر کی کال تھی آرزو نے ابھی یونی کے لیے تیار ہونا بہتر سمجھا وہ فون وہی چھوڑ کر واشروم کی طرف گئی زیادہ فون پہ میلز چیک کر رہا تھا جب آرزو کی فون میں بار بار میسج کی بپ پہ وہ اٹھا اُس کا ارادہ فون کو سائی لینٹ پہ کرنے کا تھا پر جب اسکرین پہ عاشر نام کے میسجز اور کالز دیکھی تو اس کی پیشانی شکن آلود ہوئی زیادہ فون میں کوئی پاسورڈ نہیں دیکھا تو میسجز چیک کیے۔

آرزو

کہاں ہو؟

ضروری بات کرنی ہے۔

کیا آج مل سکتے ہیں؟

تم اپنی بات پہ قائم ہو زیادہ خانزادہ کے ساتھ علیحدگی کے لیے اگرہاں تو میرے پاس بہت اچھا آئی بیڈیا ہے پھر تمہارا کبھی زیادہ سے سامنا نہیں ہوگا۔

زیاد کی پیشانی پہ بل گھرے ہوتے گئی اُس نے عاشر کا نمبر نوٹ کیا اور آرزو کا
فون اپنی جگہ پہ رکھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کیا کر جاتا ایک تو اُس کا آرزو سے بات
کرنا ہضم نہیں رہی کسر میسجز نے پوری کردی تھی زیاد نے زور سے مٹھیاں بھینچ کر اپنا
اشتعال قابو کرنا چاہا زیاد نے واشر و م کے بند دروازے کو دیکھا۔

آرزو میری اتنی چاہتوں کا یہ صلہ دو گی مجھ سے علیحدہ ہو کر۔ زیاد زخمی مسکراہٹ سے
خود سے کہنے لگا وہ سب کچھ سوچ سکتا تھا سوائے یہ کے آرزو کبھی اس سے الگ ہوگی یا
الگ ہونا چاہے گی۔

میں کبھی خود سے الگ نہیں کروں گا۔ زیاد اٹل انداز میں کہتا بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا
آرزو بھی واشر و م سے باہر آئی تو زیاد کی نظر اُس پہ اٹک گئی جو لیمن کلر کے فراق
ٹراؤز میں گیلے بالوں کے ساتھ بہت پیاری لگ رہی تھی کچھ دیر کے لیے ہی زیاد کا
دماغ باقی سوچو سے ہٹ گیا تھا مگر پھر اپنا دھیان سیل فون پہ لگا دیا۔

آرزو بغور زیاد کو دیکھ رہی تھی اس کو زیاد کے چہرے پہ سوچ کی پرچھائی یاں دیکھی وہ
سمجھ گئی تھی زیاد پریشان ہے۔

آپ پریشان ہیں؟ آرزو ڈریسنگ ٹیبل سے ہٹ کر زیادہ کے پاس آکر بولی زیادہ کو حیرت ہوئی ی آرزو پہلی بار خود اُس کے پاس آئی ی تھی وہ عاشر کے میسج نہ دیکھتا تو ضرور خوشی کی انتہا پہ ہوتا۔

تمہیں ایسا کیوں لگا؟ زیادہ نے جواب کے بجائے سوال داغابس لگا۔ آرزو کندھے اُچکا کر بولی مگر نظر زیادہ کے دائیں آئی بروپہ کٹ پر تھیں۔

پریشان نہیں ہوں۔ زیادہ نے جواب دیا آرزو نے اپنا ہاتھ زیادہ کی آئی بروپہ رکھ کر اُس کٹ کو محسوس کرنا چاہا زیادہ نا سمجھی سے آرزو کی حرکت دیکھنے لگا اس کو آرزو کے انداز پہلے سے الگ لگے۔

یہاں درد ہے اب؟ آرزو نے جانے کیا سوچ کر پوچھا مگر وہ زیادہ کے زخموں پہ انجانے میں ہی نمک چھڑک چکی تھی۔

نہیں۔ زیادہ کے تاثرات سپاٹ ہو گئی تھیں آرزو نے دیکھا تو اٹھ کر تیار ہونے لگی۔

آجائو ناشتہ سب کے ساتھ کرنا ہے۔ آرزو تیار ہو گئی تو زیادہ نے کہا آرزو اپنا ڈوپٹہ پہنا پھر زیادہ کے ساتھ باہر آئی ی۔

اسلام علیکم۔ آرزو نے ڈرائی ینگ ٹیبل پہ کر سب کو سلام کیا جس کا سب نے خوشدلی سے جواب دیا۔

زیاد میں نے اس مہینے کی آخر تاریخ کو تمہارا ولیمہ آرگنائیز کیا ہے۔ اسرار صاحب نے زیاد کو مخاطب کیا جو سب سے لاپرواہ آرزو کو ناشتہ سرو کر رہا تھا۔

آپ کو اس تکلف میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ زیاد نے بے روخی سے بولا۔
ہر بات نہیں مانی مجھے اچھا لگے گا اگر تم ولیمہ کا انتظام ہمیں کرنے دو گے تو۔ اسرار صاحب کا لہجہ منت بھرا تھا زیاد نے آرزو کو دیکھا جو آنکھوں سے ہاں کہنے کا کہہ رہی تھی یہاں زیاد کی بس ہوئی تھی اور بیس سال بعد اس نے اپنے باپ کی بات مان لی تھی۔

اوکے مجھے کوئی پروہلم نہیں۔ زیاد کی بات پہ پانی پیتی سمایا بیگم کو زبردست قسم کا غوطہ لگ گیا جب کی باقی سب کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا زیاد بس آرزو کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ تھی اسرار صاحب نے شکر کا سانس لیا یہ ان کی پہلی صبح تھی جس کا اختتام زیاد کے ہوتے ہوئے تلخ باتوں سے نہیں ہوا تھا۔

تم بیٹھو میں تمہاری چادر اور بیگ لے آتا ہوں۔ ناشتے کے بعد زیاد آرزو کو لائونج میں بیٹھاتا بولا اور خود کمرے کی جانب گیا۔

شکریہ بیٹا۔ اسرار صاحب آرزو کے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر بولے۔

شکریہ کس چیز کا؟ آرزو کو سمجھ نہیں آیا۔

آپ کی وجہ سے زیاد میں بدلاؤ آیا ہے انشا اللہ ہم سے مکمل طور پہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ اسرار صاحب امید سے کہتے چلے گئے آرزو ان کو جاتا دیکھنے لگی زیاد آیا تو اس کی طرف متوجہ ہوئی زیاد اس کو چادر پہنائی اور ہاتھ پکڑتا باہر گیراج کی طرف آیا۔

آپ نے انکل کو دیکھا کتنے خوش ہو گئے تھے جب آپ نے ان کی بات مانی تو زیاد گاڑی سٹارٹ کرتے گیٹ کے باہر لایا تو آرزو نے پر جوش آواز میں کہا۔ مجھے تمہارے علاوہ اور کچھ نہیں نظر آتا۔ زیاد ڈرائیو کرتا سنجیدگی سے بولا تو آرزو کا چہرہ سرخ ہوا۔



عاشر کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟ روشنا آج نصرت بیگم کے گھر آئی تھی اس نے جب عاشر کو باہر جاتا دیکھا تو کہا۔

جی آپ کیوں نہیں۔ عاشر صوفے پہ بیٹھ کر بولا۔

مجھے آرزو کے مطلق بات کرنی ہے تم سے۔ روشنا کو کہتے ہوئے کچھ شرمندگی ہوئی۔

آرزو کے مطلق کیا بات آپ لوگ تو ان کا نام سننا گوارہ نہیں کرتے اب پھریوں

اچانک۔ عاشر چاہ کر بھی اپنے لہجہ پہ طنزیہ تاثر کو چھپا نہیں پایا۔

عاشر بڑی ہوں تم سے کچھ لحاظ کرو۔ روشنا کچھ سخت ہوئی۔

سوری آپ! آپ سب نے تو آرزو کی ایک بات نہیں سنی کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے پر میں

نے سنی تھی پانچ ماہ پہلے جو میں نے اس کی حالت دیکھی تھی نہ بہت مختلف تھی وجہ پتا

ہے مجھے کیا لگی؟ عاشر بات کرتے کرتے رُکا۔

کیا؟ روشنا نے پوچھا

یہ کہ اس میں جو بدلائو آیا نہ اس کی وجہ وہ نہیں تھی کہ زیادہ خاندانہ نے اس سے

زبردستی شادی کی وجہ یہ تھی کہ اس کے اپنوں نے اس کا یقین نہیں کیا اس کو دھتکار

دیا تب جب اس کو ضرورت تھی اپنوں کی۔ عاشر نے تلخی سے مسکرا کر کہا۔

کیا واقعہ زیادہ زبردستی سے نکاح کیا تھا؟ روشنا بھی بے یقین تھی۔

بلکل آپ تو ہم سے بہتر جانتی ہیں ان کو پھر اپنی بہن پہ یقین کیوں نہیں کیا؟ عاشر نے

سوال اٹھایا۔

میرے منع کے باوجود وہ زیادہ سے بات کرتی تھی تو مجھے لگا شادی کا پلین بھی بنالیا

ہوگا۔ روشنا کی بات پہ عاشر نے تاسف سے ان کو دیکھا۔

آرزو کا پتا ہے آپ کو فنٹاسی دنیا میں رہنا پسند کرتی ہے وہ جس طرح کی ناولز پڑھتی ہے آپ کو نہیں پتا تصوری لوگ ناول کے ہیروئی ن کا تو کچھ نہیں بس ہیرو کی تعریف میں دن رات ایک کرتی ہے جیسے کے اُس نے دیکھ رکھا ہو یا حقیقت ہو ایسے ہی آپ نے زیادہ خانزادہ کا خاکہ آرزو کے سامنے ایسا پیش کیا جو آرزو اس پہ مرغوب نظر آنے لگی ورنہ جیسا آپ سب نے سمجھا ویسا کچھ نہیں تھا۔ عاشق نے روشنا کو بتا کر دیکھا جس کے چہرے پہ ندامت کے کچھ تاثرات تھے۔

کل آپ کا نکاح ہے اس کی تیاری کریں۔ عاشق روشنا کو کشمکش میں دیکھ کر بولا۔ زیادہ نے ایک دفع مجھ سے کہا تھا وہ مجھے آرزو کی پرچھائی سے بھی دور رکھے گا میں اس کا سایہ بھی نہیں دیکھ پاؤں گی اور دیکھو اُس نے ایسا کر دیکھا یا سال ہونے والا ہے میں نے آرزو کی پرچھائی تک نہیں دیکھی۔ آنسو کا ایک گولار روشنا کو اپنے گلے میں اٹکتا محسوس ہوا۔

مجھ بھی لگ رہا تھا آرزو سے شادی بس آپ سے بدلا لینے کے لیے کی ہوگی۔ عاشق نے اپنا اندازہ بتایا۔

آرزو کے پاس فون ہے؟ روشنا نے امید سے پوچھا۔

ہاں میری بات ہوتی رہتی ہے اور اب تو وہ یونی بھی جاتی ہے۔ عاشق نے بتایا

وہ بے قصور ہے تو ہم سے ملنے کیوں نہیں آئی؟ روشنا کو سمجھ نہیں آئی۔
 زیاد خانزادہ نے کہا ہے وہ سب ٹھیک کر دیں گا آرزو پھر سے اس کی باتوں میں آگئی
 ہے۔ عاشر طنزیہ بولا۔

مجھ آرزو کا نمبر دو میں بات کروں گی اس سے۔ روشنا جلدی سے بولی تو عاشر نے آرزو کا
 نمبر نوٹ کر وایا۔



سر آپ نے بولا یا۔ زیاد لیپ ٹاپ میں ٹائی پینگ میں بڑی تھا جب اس کا سیکریٹری کین
 کا ڈور نوک کیے اندر داخل ہوا۔

ہاں ایک نمبر میں نے سینڈ کیا اس کی ساری انفارمیشن مجھے چاہیے۔ زیاد نے لیٹ ٹاپ
 پہ نظر ٹکائے اپنے سیکریٹری سے کہا۔

اوکے سر۔ سیکریٹری کہتا کین سے باہر نکل گیا زیاد کے سیل فون پہ کال آئی اسکرین پہ
 دیکھا تو علیدا ان کا لنگ لکھا ہوا تھا۔

ہیلو کیسے ہو؟ زیاد نے پوچھا۔

میں ٹھیک کل میرا نکاح ہے۔ علیدا ان نے بتایا۔

جانتا ہوں۔ زیاد نے جواب دیا۔

میرا کل کا دن اسپیشل ہے اور تم نہیں ہو گے۔ علیدا ان کی آواز میں اُداسی تھی۔

نکاح ہے نہ ابھی تو شادی میں وقت ہو گا زیادہ نہیں تو انشا اللہ ولیمے پہ میں اور آرزو دونوں ہو گے۔ زیادہ تسلی کروائی۔

ہاں نکاح کے ایک ہفتہ بعد شادی کے فنکشن سٹارٹ ہے۔ علیدا ان نے بتایا۔
ڈن پھر ولیمہ تو ویسے بھی تمہارے گھر پہ ہو گا تو ہم آجائے گے۔ زیادہ نہ کہا تو علیدا ان کچھ مطمئن ہوا۔

مبارک باد ہی دیں دوا ایڈوانس میں۔ علیدا ان نے مسکینت سے کہا تو زیادہ ہنس پڑا
سوری ٹو سے بٹ میں تمہیں حوصلہ دینا زیادہ بہتر سمجھوں گا جو تم نے لڑکی پسند کی ہے
نہ اپنے اس کو برداشت کرنے کے لیے ہمت دروکار ہے۔ زیادہ جیسے افسوس کیا۔
شرم کرو سالی ہے تمہاری اور کل بھابھی بن جائے گی۔ علیدا ان نے زیادہ کو شرم دلانے
کی ناکام کوشش کی۔

حقیقت بتانے میں کسی شرم۔ زیادہ مزے سے کہا تو علیدا ان ناچا ہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔



لائی بریری چلیں؟ علشبہ نے آرزو سے کہا۔

ہاں چلو۔ آرزو اپنا بیگ اٹھا کر بولی۔

تم اپنے ولیمے میں پہ انوائٹ کرو گی مجھے؟ علشبہ نے جاننا چاہا جب سے آرزو نے ولیمے کا بتایا وہ بس یہی سوچ رہی تھی۔

ہاں کیوں نہیں میری دوسری فرینڈس سے تو رابطہ نہیں ہوتا اب تمہیں تو انوائیٹ ضرور کروں گی۔ آرزو مہک اور ردہ کو یاد کر کے علشہ سے کہا تو وہ خوش ہوئی۔ چلو اچھا ہے مجھے خوشی ہوئی۔ علشہ لائی بریری میں آکر بولی۔ مجھے کل کے نوٹس دو۔ آرزو نے کہا تو علشہ اپنے بیگ سے نوٹس نکالنے لگی۔ ان کو لائی بریری میں بیٹھے آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا جب ان کی کلاس فیلو ان کے پاس آکر آرزو سے بولی

آرزو تمہیں کوئی لینے آیا ہے۔

ابھی تو دو کلاس رہتی ہیں اتنی جلدی آگیا تمہارا شوہر۔ علشہ نے آرزو کو چھیڑا جو خود حیران تھی۔

زیادہ تو وقت پہ آتے ہیں آج پتا نہیں شاید کوئی بات ہو میں چلتی ہوں۔ آرزو اٹھتی اپنی کتابیں سمیٹنے لگی۔

عاشر تم۔ آرزو باہر آئی تو عاشر کو بائی یک کے پاس کھڑا دیکھ کے چیخ کے بولی۔ آہستہ کان کے پردے پھاڑو گی کیا۔ عاشر نے گھور کر کہا تو آرزو نے لب دانت تلے دبایا۔ اچھا پر تم یہاں کیسے؟ آرزو اس کے سامنے آکر بولی تم سے بات کرنی ہے کچھ وقت ہے پھر یہی چھوڑ دوں گا۔ عاشر نے کہا۔

پر میری کلاس رہتی ہیں۔ آرزو نے بتانا ضروری سمجھا
 آج مس کر دو میں نے بھی تو آج کالج کی چھٹی لی ہے۔ عاشر نے مسکرا کر آرام سے
 مشورہ دیا۔

آرزو یہ ڈمپل بوائے کون ہے؟ آرزو ابھی بیٹھنے والی تھی کہ ایک یونی کی لڑکی نے
 سوال کیا۔

کزن ہے۔ آرزو نے جواب دیا۔

آپ بہت ہینڈ سم ہیں کیا آپ اپنا نمبر دے سکتے ہیں۔ وہ لڑکی اب ڈائی ریکٹ عاشر سے
 مخاطب ہوئی۔

سوری۔ عاشر نے ہاتھ کھڑے کیے۔ آرزو لڑکی پہ ایک نظر ڈالتی عاشر کے پیچے

بائی یک پہ بیٹھی جب کی لڑکی نے دور تک ان کی جاتی بائی یک کو دیکھا۔

بتاؤ کیا بات ہے؟ عاشر آرزو کو ایک ریسٹورینٹ میں ملایا تھا وہاں بیٹھتے ہی آرزو نے

پوچھا۔

کل آپ ریشنا کا نکاح ہے۔ عاشر نے بتایا تو آرزو سن ہوتی وجود کے ساتھ عاشر کو دیکھتی
 رہی۔

آپنی کی شادی ہو رہی ہے اور ان میں کسی نے مجھ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔ آرزو یکدم ہوش میں آتی بولی جب کی آنکھوں میں گرم سیال بہنا شروع ہو گئی تھی۔

آرزو یہ کیا تم اب تھوڑی تھوڑی بات پہ رونا شروع کر دیتی ہو۔ عاشر اس کی آنکھیں صاف کیے بولا۔

تھوڑی بات میرے گھر والوں نے مجھ سے قطعاً تعلق کر لیا ہے اور یہ تھوڑی بات ہے۔ آرزو عجیب نظروں سے دیکھتی پوچھنے لگی تو عاشر کو اپنی بات پہ شرمندگی ہوئی۔

شوہر نے نہیں بتایا؟ عاشر نے پوچھا۔

ان کو کیسے پتا ہوگا۔ آرزو نے کہا

اتنا اعتماد اچھا نہیں سب جانتا ہے وہ اور دوسری بات یہ کہ پہلے بھی اندھے اعتماد کی وجہ سے تم اس مقام پہ ہو اور اب پھر سے وہی غلطی دہرا رہی ہو۔ عاشر نے اس کو احساس کروانا چاہا تو آرزو ساکت ہو گئی تھی۔

وہ جانتے ہیں؟ آرزو کو اپنی آواز کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

یقیناً جانتا ہو گا اور تم نے کہا تھا وہ سب ٹھیک کر لیں گا تو کب کریں گا دو ماہ بعد ایک سال ہو جائے گا تمہاری شادی کو ایک سال تک وہ کچھ نہ کر سکا تو بعد میں کیا کریں گا۔ عاشر نے تیز آواز میں کہا تو آرزو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

مجھے گھر جانا ہے۔ آرزو بیدردی سے اپنا چہرہ صاف کیے بولی تو عاشر بھی اس کی حالت کو دیکھتا اٹھ بیٹھا وہ خلا کی بات کرنا چاہتا پر بعد میں کرنے کا سوچتا آرزو کو باہر لے آیا۔

یونی کے باہر چھوڑ آؤں نہ وہ لینے جو آئے گا۔ عاشر نے بائی یک پہ بیٹھتی آرزو سے کہا۔

گھر جانا ہے ابھی بس۔ آرزو نرم آواز میں بولی تو عاشر بنا کوئی اور بات کیے بائی یک سٹارٹ کی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels | Af...



سر یہ انفارمیشن ہے جن کے بارے میں آپ نے کہا تھا

نام، عاشر عباس ہے

عمر، بیس سال ہے۔

میڈیکل کالج کا اسٹوڈنٹ ہے۔

بہن کوئی نہیں دو بھائی ہیں آپس میں اور والدین۔

رکارڈ بہت کلیئی رہے کسی لڑکی کے ساتھ کوئی سین نہیں اور نہ کبھی کسی غلط صحبت

میں شریک ہوا۔

سکیٹری نے زیاد کے سامنے ایک فائل رکھ کسی طوطے کی طرح بتانا شروع کیا۔
فائل رکھو تم جاؤ۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا۔

تم سے تو حساب برابر کرنا پڑے گا۔ زیاد عاشر کی پروفائل تصویر دیکھ کر طنزیہ انداز میں بول کر اٹھا اور اپنا کوٹراکنگ چئی ریسے اٹھایا۔ زیاد گاڑی میں بیٹھتا اس کے کالج کی جانب جارہا تھا جب سامنے ہی بائی یک پہ بیٹھے لڑکے کو دیکھ کر اس کو عاشر کا گمان ہوا زیاد نے گاڑی ریورس کی اور فورن سے اپنی گاڑی کو عاشر کی بائی یک کے سامنے روکی۔ عاشر نے اپنی بائی یک جلدی سے بریک لگائی ورنہ تصادم زبردست قسم کا ہوتا۔

عاشر؟ زیاد گاڑی سے اترتا عاشر سے بولا تو عاشر نے بھی اپنی بائی یک سائیڈ پہ کھڑی کی وہ ابھی آرزو کو گھر چھوڑ کر اپنے گھر جارہا تھا جب سامنے گاڑی کو آتا دیکھ کر اس کو تعجب ہوا مگر زیاد کو گاڑی سے اترتا دیکھ کر وہ پہچان گیا تھا۔

جی۔ عاشر نے جواب دیا۔ زیاد نے عاشر پہ نظر ڈالی جو براؤن کلر کے شلوار قمیض میں بہت منفرد اور ہینڈسم لگ رہا چہرے پہ اچھے سے تراشی ڈارھی اور سفید رنگت پہ ہلکی سرخی مائل تھی ڈمپل گہرے ہونے کی وجہ سے لب آپس میں پیوست ہونے پہ پھر بھی ہلکے نظر آرہے تھے۔

آرزو سے دور رہو۔ زیاد نے سخت آواز میں کہا۔

آپ کون ہوتے ہیں یہ سب مجھے بتانے والے۔ عاشق نے بازو سینے پہ باندھ کر زیاد سے پوچھا تو زیاد اس کا انداز دیکھ کر داد دی ئی نہ رہ سکا۔

بچے ہو تم میں نہیں چاہتا میرے ہاتھوں پیٹائی ہو تمہاری۔ زیاد نے کہا جب کی عاشق اس کے مقابلے میں بس تھوڑا ہائیٹ میں اس سے کم تھا ورنہ مسلسل عاشق کے زیاد کے جتنے نہیں پر تھے ضرور۔

دھمکی سے نہیں ڈرتا میں آرزو کزن ہے میری اور جلدی میں تمہارے سامنے اس کو لے جا۔
عاشق کو چپ زیاد کے مکہ نے کروائی عاشق کا چہرہ ایک طرف ہوا تھا اس نے ہاتھ اپنے منہ کے پاس کیا تو خون نظر آیا۔

آج تو آرزو کا نام لیا اور یہ بکو اس میں نے سنی دوبارہ کرنے کی جرئت کی تو ساری عمر بولنے سے محروم رہو گے۔ زیاد بنا کوئی موقع دیا ایک اور مکہ اس کے چہرے پہ مار کر گریبان سے پکڑا عاشق کو اپنا سر بھاری محسوس ہوا جب کی زیاد کی دھاڑ کی آواز پہ کان کے پردے پھٹتے محسوس ہوئے زیاد نے مکہ مارنے کے لیے مٹھی بنائی تھی جو عاشق نے پیچ میں روک کر دوسرے ہاتھ سے زیاد پہ وار کیا۔

ہر دفع برداشت نہیں کروں گا۔ عاشر نے وارن کرنے والے انداز میں زیاد سے کہا جس کے چہرے کی رگیں پھٹنے کی حد تک ابھری ہوئی تھی۔

کیا کرو گے۔ زیاد نے دھکا دے کر پوچھا جب کی عاشر کے مکے پہ کوئی فرق نہیں پڑا۔

ویٹ اینڈ وائچ۔ عاشر زیاد کا ہاتھ خود سے پڑے کیے بولا۔

ری ئی لی تم کل آئے بچے مجھے دھمکی دو گے زیاد خانزادہ کو۔ زیاد نے مزاق اڑانے والے انداز میں بولا۔

یس گھر جاؤ سر پرائی یز انتظار کر رہا ہے تمہارا اور دوسری بات آرزو کو پک کرنے مت

جانا میں نے اس کو گھر چھوڑ دیا سو یو ڈونٹ وری۔ عاشر زیاد کے کندھے پہ ان دیکھی

میل صاف کیے زیاد کے غصے کو مزید ہوا دی

تمہیں تو میں چھوڑوں گا نہیں۔ زیاد اپنی ٹانگ عاشر کی ٹانگ میں الجھا کر نیچے گرا کر اس کے چہرے پہ مسلسل گھونسنے جڑی ئی ے روڈ پہ بھیڑ جمع ہو گئی تھے سب نے

زبردستی زیاد کو عاشر سے الگ کیا جو اس کو چھوڑنے کا نام نہیں لگ رہا تھا۔ عاشر بنا

مزاحمت کیے زیاد کی مار برداشت کرتا رہا اس کو دور ہوتا دیکھ کر وہ اپنے زخمی چہرے

سمیت اٹھ کھڑا ہوا۔

تڑپ کیوں رہے ہو اس چیز کے کھونے کا کیسا ڈر جس کو کبھی تم نے پایا ہی نہیں۔ عاشر
 بامشکل درد کو برداشت کیے زیادہ کو چڑانے کے غرض سے بولا زیادہ کی مار عاشر کے
 زبان کے وار سے زیادہ نہیں تھی زیادہ خود کو جھٹکے سے لوگوں کی گرفت سے نکال کے
 عاشر کی طرف جانے لگا جب تین لڑکے فوراً سے زیادہ کے سامنے آئے اور عاشر کو
 جانے کا کہا

ای ی ول کل یو باسٹرڈ۔ زیادہ زخمی شیر بن کر غرایا اور ایک دھکے سے تینوں لڑکوں کو
 ہٹا کر اپنی گاڑی کی طرف گیا لوگ بھی آپس میں چہ مگوئی یاں کرتے اپنے راستے چل
 دیئے جب کی عاشر اپنی جیب سے فون نکال کر کمیرہ آن کیے اپنا چہرہ دیکھا جہاں
 ہونٹوں کے پاس خون رس رہا تھا اور ایک گال اور آنکھ سو جھی ہوئی تھی عاشر اپنے
 خوبصورت چہرے کا حشر دیکھ کر تڑپ اٹھا۔

سارا سامنے کھڑا تھا پر مارنے کے لیے بس شکل نظر آئی جیسے لوگ۔ عاشر نے جلے
 دل کے پھپھوڑے پھوڑے۔

ہسپتال جانا پڑے گا۔ عاشر اپنے چہرے کا جائزہ لیکر بولا
 کمینہ بوکسر کہی کا آرزو کی وجہ سے برداشت کر گیا بس ورنہ میں نے بھی حشر نشر کرنا
 تھا۔ عاشر بڑبڑاتا بائی یک پہ بیٹھا۔



زیادریش ڈرائی یونگ کرتا گھر پہنچا تھا گاڑی کی چابی وہ چوکیدار کی طرف بڑھا کر وہ اندر لابی سے گزرتا ہال میں آیا جہاں کوئی ی نہیں بیٹھا تھا زیاد جلدی سے سڑھیاں چڑھتا کمرے کے پاس آیا اس نے دروازہ کھولنے کے لیے جیسے ہی ہینڈل پہ ہاتھ رکھ کر گھمایا تو دروازہ اندر سے لاک تھا زیاد نے طیش میں آکر زور سے دروازے پہ ہاتھ مارا اس کو آرزو سے اس حماقت کی امید نہ تھی۔

شبیر۔ زیاد نے زور سے شبیر کو آواز دی۔

جی سر۔

میرے کمرے کی ڈوپلیکیٹ چابی لائو۔ زیاد نے جلدی سے کہا۔

جی سر؟ شبیر کو لگا اس نے سننے میں غلطی کی ہے۔

میرے کمرے کی ڈوپلیکیٹ چابی لائو سمجھ نہیں آرہا۔ زیاد نے دھاڑ کر کہا تو شبیر فوراً سے کچن کی طرف گیا اور وہاں کچن کی طرف آیا اور وہاں سے چابی لیکر زیاد کے ہاتھ میں پکڑائی زیاد دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا گہری خاموشی نے استقبال کیا زیاد نے چاروں اطراف نظر گھمائی تو آرزو بیڈ کے پاس سرگھٹنوں میں گرائے بیٹھی ہوئی تھی زیاد کا دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑک اٹھا وہ آہستہ قدم چلتا آرزو کے پاس آکر بیٹھا۔

آرزو۔ زیاد نے آواز دی مگر کوئی جواب نہ ملا۔

آرزو کیا ہوا ہے؟ زیاد نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا تو آرزو نے اپنا سر اٹھایا تو زیاد اس کا چہرہ دیکھ کر اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا آرزو کی سو جھی آنکھیں سرخ ناک گالوں پہ مٹے مٹے آنسو کے نشان دیکھ کر زیاد حقیقت پریشان ہو گیا۔

آرزو مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔ زیاد نے پوچھا تو آرزو فوراً سے زیاد سے دور ہوئی۔
مجھے فلحال آپ کی شکل نہیں دیکھنی جائے یہاں سے۔ آرزو ہزیمتی انداز میں چیخ کے بولی۔

رلیکس آرزو ہوا کیا ہے وہ تو بتاؤ؟ زیاد آرزو کا ہاتھ تھامنا چاہا پر آرزو نے اپنا ہاتھ پیچے کیا۔
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

دور رہے۔ آرزو چیخی۔

جب تک بتاؤ گی نہ تو میں کیا سمجھو کیوں تم نے اپنا یہ حال کیا ہے۔ زیاد اپنے بالوں میں پریشانی سے ہاتھ پھیرتا بولا

میرا حال کرنے والے آپ ہیں اب جائے یہاں سے۔ آرزو نے ہاتھ جوڑے تو زیاد نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔

پاگل ہو گئی ہو کیا۔ زیاد گڑکا۔

آپ جائیں گے یا میں جاؤں۔ آرزو سپاٹ انداز میں بولی تو زیادہ ناچاہتے ہوئے بھی
کمرے سے باہر گیا جب کی آرزو قالین پہ بیٹھتی رونے لگ گئی۔



عاشق یہ اتنا کس نے اور کیوں مارا ہے تمہیں؟ زبیر نے عاشق سے پوچھا نصرت بیگم بھی
ساتھ ہی عاشق کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔

بھائی بی بس دوستوں سے مزاق ہو رہا تھا۔ عاشق نے بہانا بنایا۔
دفع کرو ایسے دوستوں کو بھلا مزاق میں کون مارتا ہے ایسے۔ نصرت بیگم پریشان کن
لہجے میں بولی۔

میں نے بھی مارا تھا۔ عاشق نے فخریہ بتانا چاہا۔
تمہارے دوستوں نے کافی پروفیشنل طریقے سے مارا ہے جیسے جانے کون سے بدلے
نکلنے چاہ رہے ہو۔ زبیر طنزیہ انداز میں کہا۔

بس بھائی بی مزاق میں تو چلتا رہتا ہے۔ عاشق زبیر کی نظروں بچھا صفائی دینے لگا۔
دوائی ٹھیک سے لینا تاکہ زخم بھر جائے۔ نصرت بیگم عاشق کے گال پہ ہاتھ رکھتی بولی
تو عاشق بلبلا اٹھا

امی یار حد کرتی ہیں۔ عاشق ان سے دور ہوتا بولا

مجھے کیا پتا اتنا درد ہے۔ نصرت بیگم خائف ہوتی بولی تو زبیر نے مسکراہٹ دبائی
جب کی عاشقان کو بس دیکھتا رہ گیا۔



زیادہ کمرے سے نکل کر لان میں آگیا تھا وہ جاننا چاہتا تھا ایسی کیا بات ہو گئی ہے جو
آرزو ایسے برتاؤ کر رہی ہے پر آرزو تو اس کی شکل دیکھنے کی روادار نہیں لگ رہی تھی
زیادہ چینی سے اٹھتا لان میں چکر کاٹنے لگا زیادہ اضطراب کی کیفیت میں مبتلا کبھی
کرسی پہ بیٹھتا تو کبھی ٹہلنے لگتا تھک ہار اس نے پول سائیڈ کا رخ کیا۔



کیسا لگ رہا ہوں؟ علیدا ان بلیک کلر کی شیر وانی پہنے بالوں کو جیل کے ساتھ نفاست سے
سیٹ کیے ہاتھ میں رولیکس کی گھڑی جب کی پیروں پیشاوری چیل پہنے تیار سا احمد
وقاص اور ہمایوں سے پوچھنے لگا جو اس کے کمرے میں رونق لگائی یں بیٹھے ہوئے تھے۔
مست۔ وقاص نے آنکھ و نک کیے کہا وہ تینوں سیم ڈریسنگ میں تھے اسکن کلر کی
شیر وانی میں ملبوس علیدا ان کے تیار ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

بکو اس ہی کرنا۔ علیدا ان وقاص کے مست کہنے پہ بد مزہ ہوا جب کی ہمایوں اور احمد
موبائل میں گھسے جانے کیا دیکھ رہے تھے۔

علید ان بھائی کی آپ تیار ہیں تو نیچے آئے سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حفصہ ان کے پاس آتی عجلت میں علید ان سے بولی وقاص نے غور سے حفصہ کو دیکھا جو میرون کلر کی میکسی پہنے چہرے پہ ہلکے سامیک کیے بہت پیاری لگ رہی تھی وقاص نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل کر احمد اور ہمایوں کی طرف کیا۔

ہاں ہم آتے ہیں بس۔ علید ان ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ایک آخری نظر خود پہ ڈالی اور ان سب کو باہر آنے کا کہا

میں اپنی گاڑی میں بیٹھوں گا۔ احمد باہر آتا بولا جہاں سب نکاح کے لیے نکل رہے تھے۔ میں تمہارے ساتھ۔ وقاص فورن سے بولا۔

مجھے تو الگ گاڑی میں جانا ہے تو میں گیا اب تم لوگوں کی مرضی۔ علید ان بیزار شکل بنائے بولا تو سب اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے وہاں پہنچے تو سب نے پھولوں سے ان کا استقبال کیا ایاز صاحب آگے آکر علید ان کو پھولوں کا ہار پہنایا علید ان مسکرا کر ادب سے ان سے ملا وہ سب لاؤنج میں آئییں علید ان کی طرف سے بس قریب رشتیدار شریک تھے علید ان کی فیملی نے زیادہ دباؤ نہیں دیا تھا جب کی باقی کے فنکشنس کی زمیداری علید ان نے خود لی تھی جو کی ہال میں ہونا طے پایا تھا ایاز صاحب نے اعتراض تو اٹھایا تھا مگر علید ان نے ان کو منالیا تھا۔

مس حجابن کہاں ہے؟ وقاص علیدان کے ساتھ بیٹھ کر کان کے پاس بولا۔
وقاص خاموش رہو۔ علیدان نے دانت پیستے ہوئے کہا جو سب کی موجودگی میں بھی
اپنی ہانکے جارہا تھا۔

یہ تو بہت مشکل کام ہے اس کے لیے۔ احمد جو علیدان کے بائیں طرف بیٹھا تھا بولا
جب کی ہمایوں اسد اللہ اور ایاز صاحب کے ساتھ موجود تھا۔

قاری صاحب آئی یں گے پہلے تم سے مرضی پوچھے گے یا مس حجابن سے؟ وقاص کی
زبان میں پھر سے خجلی ہوئی علیدان بس اس کو گھور کر رہ گیا۔

روشنا تمہارا دلہا تو بہت پیارا ہے۔ روشنا تیار ہو کر بیٹھی تھی جب اس کی ایک کزن
چھیڑنے کے غرض سے بولی۔

ہماری روشناسی سے کم ہے۔ دوسری کزن نے جلدی سے روشناسی طرفداری کی جو
گولڈن کلر کے لہنگے کے ساتھ میچنگ جیولری پہنے بہت حسین لگ رہی تھی میک اپ
کے نام پہ اس نے بس لپ سٹک لگائی تھی جب کی سر پہ آج گولڈن کلر کے ڈوپٹے کا
حجاب تھا جو اس کو منفرد بن رہا تھا۔

گھبراہٹ تو نہیں ہو رہی نہ؟ زرینہ بیگم آج بار بار اس کی نظر اُتار رہی تھی اب بھی آکر
وہ روشناسی سے پوچھنے لگی جو اضطراب کی کیفیت میں اپنے ہاتھ مڑوڑ رہی تھی۔

بس تھوڑا۔ روشنا صاف گوئی سے بولی اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی وہ رلیکس ہونا چاہتی تھی مگر شرم اور گھبراہٹ سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔

ہوتا ہے یہ دن ہی ایسا ہوتا ہے جہاں لڑکی اپنی ہمت ہار کر گھبرانے لگتی ہے۔ زرینہ بیگم اس کے ماتھا چومتی بولی۔

چنڑی اڑھادونکاح کا پوچھنے آرہے ہیں۔ نصرت بیگم نے کہا تو زرینہ بیگم نے جلدی سے لال چنڑی سے روشنا کا چہرہ چھپا دیا جب کی سب لڑکیوں نے سر پہ ڈوپٹہ ٹھیک کیا تو مولوی صاحب اور ایک ان کا ساتھی وقاص احمد اور ہمایوں اندر آئیں کمرہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے باقی سب باہر رک گئی تھے۔

کیا آپ روشنا یاز ولد ایاز مرید علیہ ان اسد اللہ ولد اسد اللہ پیر زادہ کو ایک کروڑ روپے حق مہر سکھ رائیج الوقت اپنے نکاح میں قبول ہے۔

مولوی صاحب جیسے جیسے نکاح کے کلمات پڑھ رہے تھے روشنا کی ہتھیلیاں پسینے سے بھگی جاتی جارہی تھی اس نے زور سے اپنے ہاتھ کی مٹھیاں بند کی اور آنکھیں بند کر کے خود کو رلیکس کرنا چاہا۔

یہ قبول ہے کیوں نہیں بول رہی سو تو نہیں گئی۔ وقاص احمد کے کان میں سرگوشی میں بولا تو ہمایوں نے اپنا پاؤں اس کے پاؤں پہ مار کر باز رکھنے کی کوشش کی۔

ہاں قبول ہے۔ زرینہ بیگم نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو روشنانے قبول ہے کہا۔

ہاں قبول ہے نہیں بس قبول ہے بولنا ہے۔ وہ وقاص ہی کیا جو باز آ جائے بناسب کی موجودگی کا لحاظ کیے وہ روشنا کو سمجھانے لگا روشنا کی سب کزنز وقاص کو دیکھنے لگی جب کی ہمایوں کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لے احمد مسکرا دیا اس کو بھی موقع مل گیا روشناسے حساب برابر کرنے کا سوچا جو بہت ٹائی م پہلے ان کو بے عزت کر گئی تھی۔ روشنا جو پہلے ہی نزوس تھی اب اور نزوس ہوئی۔

جی قبول ہے۔ روشنا چار دو بارہ سے بولی۔

پھر جی بس دو الفاظ بولے قبول ہے۔ وقاص نے باقاعدہ کہہ کر سنایا جب کی مولوی صاحب خاموش کھڑے ہو گئی تھے۔

قبول ہے۔ روشنانے جیسے جان چھڑائی۔

کیا آپ روشنا یاز ولد ایاز مرید ”علیدان اسد اللہ ولد اسد اللہ پیرزادہ“ ایک کروڑ حق مہر سکھ رائیج الوقت اپنے نکاح میں قبول ہے۔۔

قبول ہے۔ روشنائے دوسری مرتبہ بھی قبول ہے کہا مولوی صاحب نے تیسرا دفع
 پوچھا تب بھی قبول ہے کہہ کر اس نے اپنے سارے حقوق علیدا ان کے نام
 کر دی ئی سب لوگوں مبار باد دینے لگ گئی زریںہ بیگم نے روشنائے کو اپنے
 ساتھ لگایا روشنائے کی آنکھوں میں آنسو آگئی تھی اس نے کانپتے ہاتھوں سے نکاح
 نامہ پہ دستخط کیے مولوی صاحب روشنائے کے سر پہ ہاتھ رکھ کر دعا دی اور باہر نکل
 گئی جہاں علیدا ان بے صبری سے ان کا انتظار کر رہا تھا مولوی صاحب نے جب
 علیدا ان سے پوچھا تو اس نے فٹ سے قبول ہے کہہ دیا زما بیگم اپنے بیٹے کا چمکتا چہرہ دیکھ
 کر نظر اتارنے لگی حفصہ جب کی روشنائے کے پاس تھی سب دعا مانگنے سے فارغ ہوئے تو
 علیدا ان سے وہ تینوں گلے مل کر مبارکباد دینے لگے۔

تم نے اپنی محبت پاہی لی آخر۔ ہمایوں علیدا ان گلے مل کر کان میں بولا۔

الحمد للہ۔ علیدا ان خوشی سے بھرپور آواز میں جواب دیا



دودن بعد

آرزو بیڈپہ بیٹھی چادر پہ انگلیوں سے لکیریں کھینچ رہی تھی آج دودن ہوگئی تھی
 اس نے زیاد سے کوئی بات نہیں کی تھی اور نہ ہی کمرے سے باہر نکلتی تھی زیاد بھی
 صبر سے بس برداشت کر رہا تھا اس نے بھی اپنے کمرے میں جانا بند کر دیا تھا بس صبح کو

آرزو کو ناشتہ کرو تا پھر لہجہ یاد نہ آئے جو آرزو بہت ضد کرتی پر زیاد اس کی ایک نہیں سنتا وہ اداس بیٹھی ہوئی تھی جب اس کا سیل فون بجنے لگا جو آرزو بنادیکھے کال رسیو کر لی پر کہا کچھ نہیں۔

روشنابا ت کر رہی ہوں۔ دوسری طرف سے آتی آواز نے آرزو کو چونکا دیا
آپی۔ آرزو بس اتنا بولی۔

سوری معاف کر دو اپنی بہن کو۔ روشنائے آبدیدہ ہو کر کہا جب کی آرزو کو یقین نہیں
آ رہا تھا وہ اپنی بہن سے بات کر رہی ہے۔

آپی آپ معافی کیوں مانگ رہی ہے؟ آرزو بس اتنا بولی پائی۔
ہم نے اعتبار جو نہیں عاشر نے مجھے سب بتا دیا تھا کہ کیسے زیاد۔ روشنائے کہتی خاموش
ہو گئی۔

اماں بابا کو بتایا یقین ہو ان کو؟ آرزو نے پوچھا۔
میں بتا دوں گی دیکھنا پھر وہ ایک منٹ تمہیں وہاں نہیں رہنے دیں گے۔ روشنائے کہا
آپ کا نکاح ہو گیا۔ آرزو افسردہ ہو کر بولی۔
دو دن ہو گئیے ہیں۔ روشنائے بتایا۔
کون ہے وہ؟ آرزو نے پوچھا

ابھی مجھے ایک اہم بات کرنی ہے تم سے۔ روشناس کا سوال نظر انداز کرتی بولی۔
جی کہے۔ آرزو نے کہا۔

زیادہ سے طلاق کی بات کرو۔ روشناس پتھر یلے لہجے میں بولی۔

طلاق۔ آرزو شاک میں بولی

ہاں طلاق تو کیا تم ایسے انسان سے رہو گی جس نے تمہیں اپنے گھر والوں کے سامنے
رسوا کیا؟ روشناس کو آرزو کا اتنا حیران ہونا سمجھ نہیں آیا۔

طلاق وہ نہ دیں تو؟ آرزو نے خدشہ ظاہر کیا۔

تم اس کی فکر نہیں کرو ہم خلا کا نوٹس بھیج دیں گے۔ روشناس نے پوری تیار کر لی تھی جب
کی آرزو کے اندر ویرانی چھا گئی تھی روشناس کی بات پہ

آپ

میں بعد میں بات کرتی ہوں۔ آرزو کچھ کہنے والی تھی پر زیادہ کو کمرے میں آتا دیکھا تو
خاموش ہوئی۔

مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ آرزو زیادہ کے پیچھے کھڑی ہوتی بولی جو ڈریسنگ ٹیبل پہ
اپنی گھڑی اتار کر رکھ رہا تھا۔

کرو میں بھی تو انتظار میں تھا کہ میری حیات مجھ سے بات کریں۔ زیاد آرزو کے مخاطب کرنے پہ مسکرا کر اس کی طرف مڑ کر بولا جب کی آرزو کو ڈر لگ رہا تھا زیاد کا ری ایکشن سوچ کر۔

مجھے طلاق دیں۔ آرزو نے بنا سانس لیے کہا تو زیاد کے مسکراتے لب سیکڑ گئی۔ واٹ؟ زیاد کنٹرول کرنے کے باوجود بھی چیخ اٹھا آرزو ڈر کر کچھ قدم دور ہوئی۔ نام جان سکتا ہوں اس ہستی کا جس نے تمہارے دماغ میں یہ خناس بھرا ہے۔ زیاد نے غصے سے پوچھا وہ جانتا تھا اتنا دماغ آرزو کا نہیں ہو سکتا اور نہ آرزو سوچ سکتی تھی میرا اپنا فیصلہ مجھے نہیں۔

آرزو۔ زیاد کا ہاتھ اٹھا تھا اور آرزو کے چہرے پہ نشان چھوڑ گیا تھا آرزو اپنے گال پہ ہاتھ رکھتی بے یقین نظروں سے زیاد کو دیکھنے لگی جس کا چہرہ غصے کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا جب کی ہیزل گرین آنکھیں آگ برسا رہی تھی۔

سوری۔ زیاد نے آرزو کے گال پہ اپنی انگلیوں کے نشان دیکھے تو پتا چلا وہ کیا کر گیا ہے جب کی آرزو ساکت نظروں سے زیاد کو دیکھ رہی تھی جس نے اس پہ ہاتھ اٹھایا تھا اتنا وقت اس نے بس زیاد کی نرمی اور محبت ہی دیکھی تھی جب کی آج زیاد کا روپ اس کے لیے ناقابل یقین تھا۔

بہت چاہتا ہوں تمہیں آئی یو آرزو والگ ہونے کی بات مت کرو میرا دل بند
 ہو جائی یں گامجھے جینا ہے تمہارے ساتھ۔ زیاد اس کے قدموں کے پاس بیٹھ کر کسی
 بچے کی طرح سسکتے ہوئے بولا آرزو تو آج پتھر کی بن گئی تھی وہ نیچے زیاد کے پاس
 بیٹھی۔

پیار کرتے ہیں تو چھوڑ دے مان لے میری بات۔ آرزو سفاکیت سے بولی زیاد کو آرزو
 بہت ظالم لگی۔

تم نہیں کرتی؟ زیاد ایک آس سے پوچھنے لگا۔
 نہیں۔ آرزو کا دل چیخ اٹھا تھا مگر آرزو کان بند کیے بیٹھی رہی۔
 مر جاؤں گا پر کبھی چھوڑوں گا نہیں۔ زیاد کو ایک منٹ نہیں لگا تھا اپنے ازلی روپ میں
 آنے کے لیے۔

آپ اپنی مرضی نہیں کر سکتے۔ آرزو تیز آواز میں بولی زیاد نے بازوؤں سے پکڑ کر اپنے
 قریب کیا۔

میں تمہیں بھی مرضی نہیں کرنے دوں گا میں جانتا ہوں تم مجھ سے پیار کرتی ہوں کسی
 اور کے بہکاوے میں آکر اپنا اور میرا رشتہ خراب نہیں کرو تمہارا جو شکوہ ہے میں وہ بھی
 دور کر دوں گا بس دوبار اطلاق کا لفظ میں نہ سنوں۔ زیاد آرزو کے کان کے پاس جھک

کراٹل لہجے میں کہا جب کی آخری لائی ن اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا زیاد کی سرخ آنکھیں دیکھ کر آرزو کو ڈر لگا زیاد اس کی ماتھے پہ شدت بھرا لمس چھوڑ کر کمرے سے نکل گیا آرزو بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

میں کیا چاہتی ہوں؟ آرزو نے خود سے پوچھا۔
زیاد یا گھر والے۔ آرزو الجھ گئی تھی۔



تم یہاں کیوں آئے ہو زیاد گھر چلو۔ علیدا ان نے زیاد کو زبردستی اٹھانا چاہا جو کلب میں بیٹھا تھا۔

میرا کون ہے گھر جو میں وہاں جاؤں؟ زیاد تلخی سے بولا۔
زیاد پلینز چلوانکل کا فون آیا تھا پریشان ہیں وہ تمہارے لیے۔ علیدا ان نے منت کی۔
اپنی منکوحہ کو سمجھاؤ میرے اور آرزو کے معاملے سے دور رہے۔ زیاد اپنا طیش کنٹرول کیے بولا جب کی علیدا ان کو زیاد کی بات سمجھ نہیں آئی۔
روشنائی بات کر رہے ہو؟ علیدا ان نے پوچھا۔
اور بھی ہے کیا؟ زیاد نے طنزیہ پوچھا تو علیدا ان نے گھورا۔
کیا کیا ہے اس نے؟ علیدا ان نے پوچھا

اتنے وقت بعد آرزو سے بات کی اور کہا کہ مجھ سے طلاق لیں۔ زیاد غصے سے بولا
علیدان بے یقین نظروں سے زیاد کا سرخ چہرہ دیکھنے لگا۔
وہ ایسے کیوں کہے گی؟ علیدان نے کہا۔

اس کو پتا ہوگا یقین نہیں مجھ پہ تو رکارڈنگ دیکھاؤ جو اس نے کال پہ آرزو سے کہا۔ زیاد
نے سخت آواز میں کہا۔

ابھی تم یہاں سے چلو۔ علیدان کلب میں موجود شور کی آواز پہ اکتاہٹ سے زیاد کو کہا۔
ایک عاشر دوسرا یہ روشنا ہمارے درمیان آئی تو میں لحاظ نہیں کروں گا۔ زیاد نے
مٹھیاں بھینچ لی۔

تم جاؤ میں اکیلار ہنا چاہتا ہوں۔ زیاد نے ساتھ جانے سے انکار کیا۔
آرزو کو سمجھاؤ وہ سمجھ جائے گی اٹھورات ہوگئی ہے آرزو سے نرمی سے بات کرو
اپنے بارے میں ساری حقیقت بتاؤ دیکھنا پھر کبھی نہیں چھوڑے گی۔ علیدان نے کہا
ہمدردی نہیں پیور محبت چاہیے۔ زیاد طنزیہ بولا علیدان زیاد کو بازوؤں سے پکڑ کر

زبردستی کلب سے باہر لے جانا چاہا زیاد بنا مزاحمت کیے ساتھ جانے لگا۔



زیاد نے ہاتھ اٹھایا؟ ماہی بیگم آرزو کی بکھری حالت دیکھتی ہوئی بولی۔
ہاں زور سے۔ آرزو سوسوں کرتی ہوئی بتانے لگی۔

کس بات پہ؟ ماہی بیگم جانتی تھی اگر زیاد نے ہاتھ اٹھایا ہے تو کوئی بڑی بات ہوگی ورنہ ایسے ہاتھ زیاد آرزو پہ تو نہیں اٹھا سکتا۔

میں نے طلاق دینے کا کہا۔ آرزو کی بات پہ ماہی بیگم نے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ طلاق کا مطلب جانتی ہوں اللہ کا سب سے ناپسندیدہ عمل ہے۔ ماہی بیگم کو آرزو سے ایسی بات کی امید نہیں تھی آرزو خاموش رہی۔

کیا کمی دی ہے زیاد نے ہر لحاظ سے ہر چیز دی اپنی محبت تم پہ لٹاتا رہا سب کچھ برداشت کر گیا تمہارے لیے پر تم یہ دیں رہی ہو بدلے میں زیاد کی غلطی یہ نہیں اس کے نے محبت کی غلطی یہ ہے اس نے تم سے محبت کی جس کو محبت کی قدر ہی نہیں میری بات بھلے تمہیں بری لگے مگر سوچنا زیاد نے تمہیں کیا دیا اور انہوں نے کیا دیا جس کی وجہ سے تم زیاد کو چھوڑنا چاہ رہی ہو ایک یقین تک نہیں کیا تمہارا پر زیاد ہمیشہ ساتھ رہا اپنے ہونے کا احساس دلاتا رہا۔ ماہی بیگم اپنی بھر اس نکالتی وہاں سے اٹھ گئی جب کی آرزو کو ان کا کہا ہر جملہ سہی لگا واقع میں ایک سال ہو گیا تھا پر ماں باپ نے ایک دفع بھی اس سے ملنے کی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جان سے پیاری بہن نے بھی تب کال کی جب عاشر نے حقیقت بتائی ورنہ تو شاید اب بھی نہ کرتی کیا کوئی اتنا ظالم ہو سکتا تھا آرزو کو اپنے آپ سے گھٹن محسوس ہوئی۔



تم دونوں کچھ کو پتا چلا؟ وقاص ویڈیو کال پہ ہمایوں اور احمد سے بولا
نہیں۔ احمد نے کندھے اُچکار کر کہا۔

تم لوگوں کو زواہر یاد ہے ہمارا کالج فیلو؟ وقاص نے سسپینس دیا۔
پلس اینی؟ احمد کی بات پہ وقاص ہنس پڑا۔

ہاں وہی۔ وقاص نے تصدیق کی۔

کیا ہوا اس کو؟ ہمایوں کو جاننے کا تجسس ہوا۔

کچھ ماہ پہلے اس کے فادر نے اس کو جائیداد سے عاق کر دیا تھا وجہ وہ دبئی میں کسی
نون مسلم لڑکی سے شادی کر لی تھی وقاص نے بتایا۔
او وہ نون مسلم۔ ہمایوں کو شاک لگا۔

ہاں اور بات ختم یہی نہیں ہوتی وہ نون مسلم لڑکی چور تھی بڑی بڑی چوریاں کرتی تھی
اس نے ساتھ میں زواہر کو بھی ملا لیا زواہر کے پاس پئی سے تو تھے نہیں باپ نے
عاق جو کر لیا تھا اس لیے وہ اپنی بیوی جو نون مسلم تھی اس کی باتوں میں آکر ڈکیٹی کا
کام شروع کیا پہلے انہوں نے دبئی کے بڑے شاپنگ مال میں چوری کی نیت سے
گئی وہاں کامیاب ہو گئی عی اللہ جانے کیسے بھی اس چوری پہ ان کا حرص اور
بڑھا اور انہوں نے بینک لوٹنے کا سوچا پر قسمت ہر دفع تو ساتھ نہیں دیتی نہ اس لیے

پکڑے گئی اور اب وہ اور اس کی نون مسلم بیوی دبئی کی جیل میں ہنی مون منار ہے ہیں۔ وقاص نے کسی فلم کی سٹوری کی طرح ان کو بتاتا گیا ہمایوں اور احمد شاک سے وقاص کی بات سن رہے تھے۔

زاویار چور تو نہ تھا۔ ہمایوں بس اتنا بول پایا۔

ہاں بس نون مسلم لڑکی سے شادی کر کے اپنی زندگی خراب کر دی۔ احمد کو افسوس ہوا۔ زاویار کے باپ کو پتا ہے یہ بات اور تم اتنا سب زاویار کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟ ہمایوں نے پوچھا۔

ہاں پتا ہے انہیں ان کا کہنا تھا وہ اس کو رہائی نہیں دلوائے گے جب سے پیدا ہوا ہے شرمندہ ہی کیا ہے اس لیے اب اپنا کیا کائے دوسری کے میں کیسے جانتا ہوں تو میری اس پہ نظر تھی زیادہ کو جو اس نے بہت ٹائی م پہلے دھمکی دی تھی نہ تو بس میں نے تب سے اس پہ نظر رکھنا شروع کی تھی تو یہ بات پتالگ گئی۔ وقاص نے تفصیل سے بتایا۔

ایسا ہی ہوتا ہے جب انسان دوسرے انسان کا برا چاہتے ہے تو خود مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔ ہمایوں نے کہا۔

مطلب ہماری اسٹوری میں زاویار کا چیپٹر کلوز۔ احمد نے پوچھا۔

بلکل۔ وقاص اور ہمایوں نے یک آواز میں کہا پھر تینوں ہنس پڑے۔



زیاد گھر آیا تو چاروں طرف اندھیرا تھا وہ بنا لائی ٹیس آن کیے اندھیرے میں لڑکھڑاتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا رینگ پہ ہاتھ رکھے وہ ساری سیڑھیاں چرھ کر کمرے کی طرف آیا کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا تو سامنے آرزو بیڈ کے پاس ٹیک لگائے ٹانگیں سیدھی کیے بیٹھی ہوئی تھی سو جھی آنکھیں دیر تک رونے کی چغلی کھا رہے تھے زیاد آہستہ قدم اٹھاتا اس کے پاس آیا آرزو زیاد کی موجودگی محسوس کر چکی تھی مگر اس نے اپنی نظر سامنے دیوار پہ ٹکا دی زیاد جھکا اور اس کے گال پہ اپنے لب رکھے جہاں اس کی انگلیوں کا نشان ابھی تک تھا زیاد کی حرکت پہ آرزو نے اپنی آنکھیں بند کی زیاد چہرہ اُپر کیے آرزو کو دیکھا پھر اپنا سر آرزو کی گود میں رکھا آرزو کچھ گڑبڑا گئی۔ یہ کیا حرکت ہے؟ آرزو نے اٹھنا چاہا پر زیاد نے اس کا ہاتھ کر اپنے دل کے مقام پہ رکھا۔

سوری شاید چھوٹا لفظ ہے مجھے تم پہ ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا پر تم نے بات ایسی کی میرا ہاتھ اٹھ گیا۔ زیاد نے کہنے کے ساتھ آرزو کے ہاتھ پہ بوسہ دیا۔

میں چاہتا تو نکاح کے دن ہی کہہ دیتا کہ میں نے زبردستی نکاح کیا ہے پر میرے دل میں ایک خوف تھا تمہیں کھودینے کا خوف جس نے مجھے اجازت نہیں دی کہ تمہاری

بات کی تصدیق کرو میں بہت چاہنے لگا تھا تمہیں تم ایک منٹ ویٹ کرو۔ زیادہ کو کچھ یاد آیا تو اٹھا آرزو نا سمجھی سے اس کو دیکھنے لگی زیادہ نے آرزو کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کھڑا کیا اور گیلری کے پاس گیا اور وہاں ایک کمرے میں الماری کے پاس آرزو کو کھڑا کیے اس نے ایک الماری کے اندر ایک بیگ نکالا۔

یہ ڈریس میں نے بہت سال پہلے لیا تھا۔ زیادہ نے فراق آرزو کے سامنے کیا جو اس نے یہ سوچ کر لیا تھا کہ کبھی تو وہ آرزو کو دیں گا۔ آرزو نے زیادہ کے ہاتھوں میں وہ ڈریس دیکھا پھر زیادہ کو۔

تمہارے لیے لیا تھا میچنگ جیولری بھی۔ زیادہ نے ایک اور باکس آرزو کے سامنے کیا۔ یہ ٹیشو زیادہ ہے ہماری دوسری ملاقات پہ تم میرے ساتھ تھی گاڑی میں چاکلیٹ کھا رہی تھی سارا چہرے پہ لگنے کی وجہ سے میں نے ٹیشو دیا تھا میں نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ زیادہ ایک کے بعد چیز دیکھا رہا تھا آرزو ہونک بنی زیادہ کو دیکھ رہی تھی جو آج بچہ بنا ہوا تھا۔

زیادہ بس کر دیں۔ آرزو کو شرمندگی ہو رہی تھی وہ اتنی حق دار نہیں تھی جتنی زیادہ اس کے لیے دیوانگی دیکھا رہا تھا۔

تم مجھے چھوڑنا مت امی جان کی طرح۔ زیادہ آرزو کے دونوں بازوؤں سے تھامتا بولا۔

زیاد

آرزو نے کچھ کہنا چاہا۔

میری سنو آج آرزو میں بتانا چاہتا ہوں تمہیں سب کچھ۔ زیاد نے آرزو کا سراپنے سینے
پر رکھ کر اپنا گزرا ہوا وقت بتانے لگا۔



ماضی۔

چچی امی کو کیا ہوا ہے؟ پانچ سالہ زیاد کا نپتی آواز میں ماہی بیگم سے بولا جو اس کو اپنی
آغوش میں چھپائے بیٹھی ہوئی تھی۔
زیاد بیٹا آپ اندر چلو۔ ماہی بیگم اپنے آنسوؤں اندر دھکیلتی زیاد کو گود میں اٹھائے ایک
کمرے میں لے آئی۔

چچی نیچے کون لیٹا ہوا تھا امی نہیں تھیں نہ اتنے سارے لوگ ہمارے گھر میں کیوں
آئی ہیں میری ماں کہا ہیں۔ زیاد روتے ہوئے پوچھنے لگا۔

زیاد آپ اندر ہی رہنا باہر مت آئیے گا۔ ماہی بیگم نے نرمی سے کہا۔

امی کو بھیج دیں نہ وہ کہاں ہیں؟ زیاد ان کا ہاتھ اپنے چھوٹے ہاتھ میں لیتا ہوا بولا۔

زیاد آپ کی امی جنت میں گئی ہے وہ اب کبھی واپس نہیں آئی گی۔ ماہی بیگم زیاد
کو سینے سے لگاتی ہوئی بولی۔

مجھے کیوں نہیں لیکر گئی؟ زیاد نے اپنا سراٹھا کر پوچھا تو ماہی بیگم تڑپ کے اس کو دیکھنے لگی۔

ایسا نہیں کہتے۔ ماہی بیگم نے اس کو سمجھانا چاہا۔

نیچے کون ہے امی ہیں تو ان کے چہرے کو کیا ہوا ہے؟ زیاد پھر سے پوچھنے لگا۔
بھول جاؤ جو تم نے دیکھا۔ ماہی بیگم کی آنکھوں سے آنسوؤں نکل آئے مگر وہ منظر تو زیاد کی آنکھوں میں قید ہو گیا تھا۔



زیاد تم ٹھیک ہوں کیسا فیل ہو رہا ہے؟ اسرار صاحب نے دس سالہ زیاد سے پوچھا جس کی آنکھ کے کچھ اُپر ٹانگے لگے ہوئے تھے۔

آپ یہاں سے جائیں۔ زیاد بنا ان کی طرف دیکھ کر بولا۔

زیاد بیٹا معاف کر دو اپنے باپ کو تھوک دو غصہ۔ اسرار صاحب اس کو پچکارنے لگے۔

میرا کوئی باپ نہیں اب آپ یہاں سے جائے۔ زیاد تیز آواز میں بولا تو اسرار

صاحب افسردہ دل کے ساتھ وہاں سے اٹھ گئی۔



بھائی بھائی کو آپ اکیلا کیوں چھوڑ آئی ہیں تھے لڑائی ہوئی بھی تھی تو بھی آپ

کو آدھی رات میں ان کو سڑک پر چھوڑنا نہیں چاہیے تھا۔ ابرار صاحب نے اسرار

صاحب سے کہا جو لائونج میں ٹی وی پہ نیوز دیکھ رہیں تھے ان کی بات پہ بارہ سال زیادہ جو اسپورٹس ڈریس پہنے فٹ بال گیم کھیلنے باہر جا رہا تھا وہی پلر کے پاس رک گیا تھا۔
پُرانی بات ہے چھوڑ دو اب۔ اسرار صاحب نے ٹالا۔

سات سال سے پوچھ رہا ہوں آپ بتائیوں نہیں دیتے کل کو اگر یہ سوال زیادہ کریں گاتو کیا کریں گے آپ؟ ابرار صاحب نے ان کو سمجھانا چاہا۔

زیادہ دو سالوں سے مجھے ڈیڈ نہیں بول رہا اتنا غصہ ہے اس کو پرنٹس میٹنگ میں مجھے ساتھ لے جانا گوارہ نہیں کرتا اور تم کہہ رہے ہو وہ مجھ سے سوال کریں گا۔ اسرار صاحب طنزیہ بولے ان کی بات پہ زیادہ کی گرفت بال میں سخت ہوئی تھی۔

بھائی آج آپ بتا ہی دے ایس پی بتا رہا تھا رات کے تین بجے کے وقت بھابھی کی زخمی لاش سڑک پہ ملی ان کا بہت بُرا ایکسیڈنٹ ہوا تھا جس سے وہ اسی وقت جان کی بازی ہار گئی تھی ٹرک والا جس کی ٹرک سے بھابھی کا ٹکراؤ ہوا تھا وہ کہہ رہا تھا بھابھی خود سامنے آئی تھی بھاگ کر کیوں کی ان کے پیچھے تین لڑکے پڑے تھے عزت بچانے کے چکر میں وہ اپنی جان کی بازی ہار گئی صرف آپ کی وجہ سے اگر آپ لے آتے ان کو تو آج زیادہ کے پاس اس کی ماں ہوتی۔ ابرار صاحب کا ہر لفظ زیادہ کے اُپر بجلی بن کے گرا تھا بارہ سال کا بچہ اپنی ماں کی ایسی حالت کا سن کر ٹوٹ چکا تھا

اپنے باپ سے حد درجہ نفرت محسوس ہو رہی تھی اس کی ہیزل گرین آنکھیں لال ہو گئی تھیں۔

لڑائی چھوٹی بات پہ تھی میں نے بس ایسے ہی کہہ دیا کہ گاڑی سے باہر پھینک دوں گا تو وہ ضد کرنے لگی کہ میں گاڑی روکوں تو وہ اترے۔ اسرار صاحب رنج کی کیفیت میں بولے۔

میرے دل میں آپ کے لیے نفرت کا پودہ اور مضبوط ہو گیا ہے۔ اچانک زیاد کی بات پہ وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھے۔

زیاد تم۔ اسرار صاحب کارنگ فٹ ہو گیا۔
ہاں میں آج سے میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں نفرت ہے مجھے آپ سے بہت

نفرت۔ زیاد چیخ کے اپنے باپ سے بولا اسرار صاحب اپنی صفائی میں کچھ بول بھی نہیں پائے اس دن کے بعد زیاد اپنی بات پہ ڈٹ کے کھڑا ہو گیا تھا اس نے واقع میں اسرار صاحب سے تعلق ختم کر دیا تھا اور اسرار صاحب ندامت کی گہرائیوں میں اترتے گئے جہاں بس پچھتاوا اور محبوب بیوی کی افیت ناک موت کا زمیدار ہونے کا ملال جو تا عمر ان کے ساتھ رہنا تھا۔



زیاد آرزو کو بتاتے بتاتے آرزو کو صوفے پہ بیٹھایا تھا اور خود پہ وہی بیٹھ گیا تھا زیاد
خاموش ہو کر آرزو کو دیکھا جو سر جھکائے رونے میں مصروف تھی۔
رویامت کرو میرے دل کو کچھ ہوتا ہے۔ زیاد آرزو کی آنکھوں میں اپنے لب رکھ کر
بولا۔

آیم سوری زیاد۔ آرزو نے بس اتنا کہا۔

کس بات کے لیے؟ زیاد آرزو کو اپنے پاس کیے آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔
جتنا بھی میں نے آپ کو تنگ کیا اس سب کے لیے۔ آرزو نے اپنا سر زیاد کے کشادہ
سینے پہ رکھ کر کہا۔
بھول جاؤ سب۔ زیاد اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا بولا۔

زیاد ایک بات مانیں گے میری؟ کافی دیر خاموش کے بعد آرزو نے زیاد سے کہا۔
ہممم کہوں؟ زیاد نے اجازت دی۔

سب کچھ بھول کر اپنی زندگی کی نئی شروعات کریں جس میں آپ کے فادر ہو
بھائی ہو اور بہن سب ہو۔ آرزو زیاد کی بی بی رڈ پہ ہاتھ پھیرا کر بولی تو زیاد نے زور
سے آنکھیں بند کر کے کھولی۔

ممکن نہیں میرے لیے۔ زیاد تکلیف سے بولا۔

ناممکن بھی تو نہیں اگر آپ میری بات مانے گئیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں
گی۔ آرزو نے جیسے لالچ دی اس کی بات پہ زیادہ ہنس دیا۔

وہ تو ویسے بھی میرے ساتھ رہنا ہے اب تم نے۔ زیادہ باور کروایا۔
مطلب میری بات نہیں مانیں گے؟ آرزو نے خفگی سے پوچھا۔

تمہارا ہر حکم سر آنکھوں پہ۔ زیادہ دلکش انداز میں کہتا آرزو کو اپنے ساتھ لگایا۔



کیسی ہو؟ علیدا ان روشنا کو لیے ریستورینٹ لے آیا تھا روشنا نے انکار تو بہت کیا مگر
علیدا ان نے ایموشنلی تقریریں کر کے بلالیا تھا۔

ٹھیک تم کیسے ہو؟ روشنا نے بتا کر پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں تم سے ایک بات کرنی ہے۔ علیدا ان نے کہا

کرو۔ روشنا ہمہ تن گوش ہوئی۔

زیادہ محبت کرتا ہے آرزو سے بہت اس لیے تم آرزو کو یہ مشورہ نہ دو کہ وہ زیادہ سے الگ

ہو۔ علیدا ان نے رسائیت سے کہا۔

میری بہن ہے وہ میں اس کی بھلائی چاہتی ہوں۔ روشنا نے تنک کر کہا

ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں طلاق یافتہ کو کیا سمجھا جاتا ہے یہ تم بھی جانتی
ہوں آرزو کم عمر ہے اور خوش رہے گی زیادہ کے ساتھ اس لیے پلیز تم ان کے معاملے
میں انٹرفیئر نہ کرو۔ علیدا ان نے جیسے بات ختم کی۔

آرزو جو فیصلہ کریں گی میں اب اس کا ساتھ دوں گی پر زیادہ اس بارزبردستی نہیں کریں
گا۔ روشنانے وارن کیا۔

نہیں کریں گا۔ علیدا ان نے یقین سے کہا۔

دیکھتے ہیں۔ روشنانے جواب کہا تو علیدا ان نے ویٹر کو اپنے پاس آنے کا کہا اور آرڈر
لکھوانے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novel



انکل مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ زیادہ ایاز صاحب جس دفتر میں کام کرتے تھے وہاں
آکر بولا۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ ایاز صاحب زیادہ کو دیکھ کر بھرم ہوئے۔

ہم سامنے بنے ہوٹل میں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں آرزو کے مطلق۔ زیادہ آرام سے

بولا۔ آرزو کے نام پہ ایاز صاحب ناچاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ ہوٹل کی طرف

آئیں زیادہ ان کے بیٹھنے کے بعد ساری حقیقت ان کے گوش گزار کر دی ایاز صاحب

کو اپنا وجود زلزلوں کی زد میں آتا محسوس ہوا۔

میری بیٹی بے قصور تھی۔ ایاز صاحب ندامت سے یہی بول پائے۔
 وہ بے قصور ہے آپ اس کو معاف کر کے اپنے سینے سے لگالیں وہ یاد کرتی ہے آپ
 کو۔ زیاد نے کہا تو ایاز صاحب نے غصے سے زیاد کو دیکھا۔
 میری بیٹی ہی ملی تھی تمہیں سب کے سامنے اس کو مشکوک بنا دیا۔ ایاز صاحب سخت
 لہجے میں بولیں۔

انگل پُرانی باتیں دُہرانے کا کوئی ی فائی دہ نہیں میں نے آرزو کو دی قسم پوری کی اب
 آپ کا فرض بنتا ہے اپنی بیٹی کو مان دیں اپنی موجودگی کا احساس کروائے۔ زیاد سنجیدگی
 سے بولا تو ایاز صاحب نے سر کو جنبش دی زیاد نے سکون کا سانس خارج کیا۔
 زیاد گھر آیا تو سب لاؤنج میں خوش گپوں میں مصروف تھے سوائے سمایا بیگم کے زیاد
 نے آرزو کو دیکھا جو مسکرا کر کشملا سے بات کر رہی تھی آرزو کو مسکراتا دیکھ کر زیاد بھی
 مسکرا دیا زیاد چلتا ہوا اسرار صاحب کی طرف آیا جو ابرار صاحب اور اشرف زارون کے
 ساتھ بیٹھے ہوئے تھے زیاد ان کے سامنے آیا تو لاؤنج میں سناٹا چھا گیا تھا سب کی نظر زیاد
 کی طرف ٹک گئی اسرار صاحب خود حیران سے زیاد کو دیکھ رہے ایک آرزو ہی تھی
 جو مطمئن سی زیاد کو دیکھ رہی تھی۔

میں نافرمان بیٹا ہوں آپ کا۔ زیادہ اسرار صاحب کا ہاتھ پکڑتا بولا تو اسرار صاحب نے زیادہ کو دیکھا جس نے بہت سال بعد خود کو ان کا بیٹا کہا تھا عینی اور کشملا حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا زارون اور اشرف بھی حیرت سے زیادہ کو دیکھ رہے تھے جو پہلی بار اسرار صاحب سے ایسے ادب سے بات کر رہا تھا۔

کیا ہوا ہے زیادہ ایسے بات کیوں کر رہے ہو؟ اسرار صاحب پریشان ہوئے۔ مجھے معاف کر دیں ڈیڈ۔ زیادہ اپنے ہاتھ ان کے سامنے جوڑتا بولا تو کتنے ہی پل اسرار صاحب بے یقین سے بیٹھے رہے پھر زیادہ کو زور سے گلے لگا یا زیادہ کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں طاقی سب بھی نم آنکھوں سے باپ بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔ اتنی بڑی تبدیلی۔ ابرار صاحب ماحول میں چھائی کی اداسی کو ختم کرنے کے غرض سے بولے تو سب ہنس دی گئی جب زیادہ کی نظر آرزو پہ گئی جس کی بدولت اس کو وہ سکون ملا تھا جس کی تلاش میں وہ ہمیشہ رہا تھا۔ ہم بہت خوش ہیں زیادہ تم نے دیر نہیں کی آنے میں۔ ماہی بیگم خوش ہوتی ہوئی بولی تو زیادہ مسکرایا۔

ہم بھی آپ کے کچھ لگتے ہیں۔ اشرف نے اپنی طرف دھیان کر دیا تو زیاد اٹھتا عینی اور اشرف کو اپنے پاس آنے کا کہا تو وہ بھاگ کر زیاد کی طرف آئی یں زیاد نے ایک طرف اشرف کو گلے لگایا تھا دوسرے میں عینی کو

ہم آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ عینی رونے کے ساتھ ساتھ مسکرا کر کہا تو زیاد نے نرمی سے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا عینی مسکرا دی۔

میں بھی ہوں۔ کشمالا منہ بنا کے بولی تو زیاد نے ان دونوں کو بھی بولا یا۔ سب مسکرا کر ان بہن بھائی یوں کا ملن دیکھ رہے تھے۔

ایک سیلفی تو ہونی چاہیے۔ آرزو سامنے آکر بولی۔

آزمائش شرط ہے۔ زیاد آرزو کو آنکھ و نک کیے کہا آرزو سب کے سامنے زیاد کی حرکت پہ بس گھور سکی جب کی ان چاروں نے باقائے دہ ہو ٹنگ کی۔

کونسی شرط؟ آرزو نے منہ کے زاویے بگاڑ کر کہا۔

تم میرے ساتھ کھڑی ہوگی۔ زیاد نے کہا تو آرزو بنا دیر کیے زیاد کے پاس آئی اور اپنا فون اشرف کو دیا زیاد آرزو کے گرد حصار قائم کیا تو اشرف نے سیلفی کھینچ لی دو تین تصویریں ساتھ لینے کے بعد وہ اپنی اپنی جگہ پہ بیٹھے۔

اب ہمیشہ آپ ایسے ہی رہے گے نہ۔ کشمالا نے پوچھا۔

بلکل۔ زیاد نے کہا۔

ایک سوال تھا۔ زارون نے کہا۔

کونسا؟ اب کی اسرار صاحب نے پوچھا۔

زیاد بھائی آپ اشرف اور عینی کو نظر انداز کرتے تھے وہ سمجھ آتا تھا پر ہماری ماں سے تو آپ کی بہت بنتی ہے تو ان کی اولاد سے اتنا دور کیوں؟ زارون نے اپنے اور کشملا کی طرف اشارہ کیے کہا تو سب کی سوالیہ نظریں زیاد پہ ٹکی۔

اگر میں تم دونوں کو امپورٹنس دیتا تو میرے بہن بھائی کی حسرت بھری نظروں سے دیکھتے اور مجھے شک تھا کہ ان کی مسکین شکل دیکھ کر میں پگھل نہ جاؤں تب میں پگھلنا نہیں چاہتا تھا اس لیے تم دونوں کو بھی نظر انداز کیا۔ زیاد نے مسکرا کر حقیقت سے پردہ اٹھایا زیاد کی بات پہ اسرار صاحب اور ابرار صاحب مسکرا کر سر جھٹکتے رہ گئی۔

ہائے کتنا خیال تھا آپ کو ہمارا۔ اشرف دل پہ ہاتھ رکھتا بولا تو زیاد نے اس کے بال بگاڑے آرزو نے مسکرا کر زیاد کے چہرے پہ خوشی دیکھی تھی اور دل میں ہمیشہ قائم رہنے کی دعا کی۔

اُداسیوں کے بادل ہٹ چکے تھے اب بس خوشیاں ان کی منتظر تھی۔



آج زیاد اور آرزو کا ولیمہ تھا زیاد نے گولڈن کلر کا کرتا پہنا تھا جب کی آرزو نے گولڈن کلر کی میکسی پہنی ہوئی تھی دونوں ہاتھوں میں گولڈن کلر کی خوبصورت چوڑیاں تھیں گلے میں زیاد کی دی چین تھی بس جس کی ہارٹ شیپ پہ زیاد کی آرزو لکھا ہوا تھا دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر خوبصورت لگ رہے تھے ہر کوئی اسٹیج پہ ان کی طرف دیکھ کر تعریف کر رہا تھا تو کوئی حسد اور رشک بھری نظروں سے ان کا مسکراتا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ ولیمے کا انتظام لان میں کیا گیا تھا پورے لان کو خوبصورت سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔

بھابھی آج آپ خوش لگ رہی ہے ورنہ نکاح کے دن آپ اداس تھی زیاد نے چہرہ دیکھنے بھی نہیں دیا۔ وقاص نے آرزو کو دیکھ کر کہا تو آرزو نے بس مسکراتے پہ اکتفا کیا۔ یہ آپ کے دونوں کے لیے۔ ہمایوں کی بیوی فوزیہ ان کی طرف ایک باکس بڑھا کر بولی تو آرزو نے مسکرا کر تھام لیا۔

زیاد میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے۔ ہمایوں اسٹیج پہ آتا زیاد کے گلے مل کر بولا۔
شکریہ۔ زیاد مسکرایا۔

ہائے آرزو کتنا پیارا کپل ہے تم دونوں کا ماشا اللہ۔ علشہ آرزو کے پاس والے صوفے پہ بیٹھتی ہوئی بولی آرزو کی جواب دیتی جب سامنے اپنے والدین کو دیکھتی آرزو نے حیرت اپنے ساتھ بیٹھے زیادہ کو دیکھا جو آنکھوں سے رلیکس کہتا کھڑا ہو گیا تھا۔

بابا آرزو اپنی جگہ سے اٹھتی ایاز صاحب کے پاس آئی جو منڈھال سے تھے۔

اپنے باپ کو معاف کر دینا میری بچی۔ ایاز صاحب آرزو سینے سے لگائے بولے سب لوگ اب ان کی طرف دیکھ رہے تھے خاص طور پہ بطور مہمان کی حثیت کے آئے ہوئے لوگ اسرار صاحب ابرار صاحب ماہی بیگم بھی ان کے پاس آئے جب کی دور کرنے میں سما یا بیگم کو فت سی بیٹھی فنکشن اٹینڈ کر رہی تھی۔

ایسا نا کہے بابا۔ آرزو نے فورن سے کہا زینہ بیگم بھی اس کو اپنے ساتھ لگائے ماتھا چومتے معافی مانگنے لگی جو آرزو ہنس پڑی۔

آپ بس چپل مارا کریں معافی آپ پہ نہیں سوٹ کر رہی۔ آرزو کی بات پہ سب مسکرا دی ئی زینہ بیگم بھی ہنس دی۔

آپی نہیں آئی کیا؟ آرزو نے پوچھا۔

آئی ہے وہ رہی۔ زینہ بیگم نے سائیڈ کی طرف اشارے کیے بتایا جہاں روشنا عاشر کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

پیاری لگ رہی ہو۔ روشناس کے پاس آکر گلے مل کر بولی۔
 شکریہ آپی۔ آرزو مسکرا دی آرزو خوش دیکھ کر عاشر بھی مطمئن تھا عینی نے عاشر کو
 دیکھا تھا اس کا دل خوشی سے دھڑک اٹھا۔
 اب ہٹو بھی ہم نے بات کرنی ہے۔ زیاد نے تپ کے روشناس سے کہا جو آرزو سے جانے کیا
 باتیں کر رہی تھی جس سے آرزو نے مکمل زیاد کو نظر انداز کیا تھا زیاد کو کہاں برداشت
 تھی آرزو کی نظر اندازی۔

تمہارے ساتھ ہی ہوتی ہے آج میں بات کر رہی ہو تو بھی مسئی لا ہے۔ روشناس نے تیز
 آواز میں کہا سب اسٹیج سے اتر کر نیچے چلے گئی تھیں بس روشناس آرزو کے ساتھ
 تھی۔
 Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

میں بھولا نہیں ہوں ہماری لو اسٹوری میں ویلن کارول پلے کرنے میں تم نے کوئی ی
 کسر نہیں چھوڑی تھی۔ زیاد نے یاد کروانا ضروری سمجھا آرزو نے اپنا سر پکڑ لیا جو بنا لحاظ
 کیے لڑنے بیٹھ گئی تھیں۔

تم تو میری بہن کے قابل ہو ہی نہیں۔ روشناس کو کچھ اور نہ سو جھاتو کہا۔
 بالکل ویسے ہی جیسے تم میرے دوست کے قابل نہیں۔ زیاد نے بھی حساب بے باک
 کیا روشناس نے کہنے کے لیے منہ کھلا ہی تھا کہ زینہ بیگم کو دیکھ کر چپ کر گئی۔

لیڈر اینڈ جینٹل مین پلیز اٹینشن ہی ئی۔ زارون سب کے بیچ کھڑا می یک پہ بولا تو
سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

جیسا کے آپ سب جانتے ہیں آج میرے بھائی اور بھابھی کے ولیمہ ہے اس
خوبصورت شام میں میں آپ کو ایک اور بات بتانا چاہوں گا۔ زارون کی بات پہ سب کو
تجسس ہوا۔

امی جان۔ زارون نے ماہی بیگم کو مسکراتی نظروں سے دیکھا۔
میں نے آپ کے لیے بہوں تلاش کی ہے۔ زارون کی بات پہ سب نے اوو کی آوازیں
کی اور ساتھ میں کلیپنگ کی
کون یے وہ؟ ماہی بیگم نے حیرت سے پوچھا زارون نے ایک دفع تالی بجائی تو پورا لان
جولائی ٹس سے جگمگا رہا تھا اندھیرہ ہو گیا تھا بس ایک داخلی دروازے پہ سپاٹ لائی ٹ
روشن تھی جہاں سے ہیل کی ٹک ٹک سے کوئی لڑکی آرہی تھی آرزو نے جب دیکھا
تو غش کھانے کے در پہ تھی کیوں وہ کوئی اور نہیں بلکہ سلک کی وائی ٹ میکسی پہنے
سومل تھی۔ سومل کے آتے ہی ساری لائی ٹس پھر سے آن ہو گئی تھی زارون سب
سے سومل کو ملو اکرا سیٹج کی طرف آیا۔ سومل مسکراتی ہوئی آرزو کو دیکھنے لگی آرزو کو
عجیب لگا پر خاموش رہی۔

میں نے تم سے اور زیادہ سے بدلا لینے کا سوچا تھا بٹ جب میری زندگی میں زارون آیا تو
میں سب بھول گئی۔ سول آرزو سے گلے مل کر سرگوشی نما میں بول کر دور
ہوئی اور زارون کا ہاتھ پکڑتی نیچے چلی گئی۔

کیا ہوا تھک گئی ہو؟ زیادہ آرزو کو چپ دیکھا تو پوچھا
نہیں تو۔ آرزو نے مسکرا کر کہا تو زیادہ مسکرایا۔

جسے آپ چاہتے ہو اگر وہ نہ ملے تو اس کا ہاتھ تھا مناجا ہے جو آپ کو چاہتا ہو۔ عینی عاشر
کے پاس کھڑی ہو کر بولی۔

میں سمجھا نہیں۔ عاشر نے عینی سے کہا جو پستا کلر کے فراق میں تھی۔
میرا ہاتھ تھام لو کبھی نہ چھوڑنے کے لیے۔ عینی آنکھوں میں امید کے جگنو لیے عاشر
سے بولی۔

وی آر جسٹ فرینڈ۔ عاشر نے جیسے یاد کروایا۔

عاشر میں تمہاری منتظر رہوں گی۔ عینی نے کہا

میری زندگی میں ان چیزوں کی گنجائش نہیں۔ عاشر نے سمجھانا چاہا۔

گنجائش نکالنی پڑتی ہے تم وعدہ کرو میرے پاس آؤ گے جب کبھی کسی کے ساتھ کی

ضرورت پڑی تو۔ عینی اپنا ہاتھ سامنے کیے بولی تو عاشر نے اس کا چہرہ دیکھا جہاں ایک

امید تھی اور عاشق امید کو توڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے اس کا ہاتھ تھا لیا عینی کی خوشی کا
ٹھکانہ نہیں رہا اس کے چہرے پہ آتے رنگ دیکھ کر عاشق مسکرا دیا۔



علید ان مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے پلیز جوائڈریس بھیجا ہے وہاں
آجاؤ۔ وقاص اپنی کہتا کال کاٹ گیا علید ان نے گھور کر فون اسکرین کو دیکھا۔



زیاد ایک بات کرنی ہے اگر فری ہو تو آجاؤ میں نے ایڈریس میسج کر لیا ہے۔ احمد نے
کال پہ زیاد سے کہا۔

اوکے میں آتا ہوں۔ زیاد نے کہا اور کال کٹ کر دی۔

تم یہاں؟ علید ان نے ریسٹورینٹ میں زیاد کو دیکھا تو کہا

ہاں احمد نے بولا یا ہے کوئی بات کرنی تھی تم بتاؤ یہاں کیسے کل سے تمہاری شادی
کے فنکشن شروع ہونے والے ہیں نہ؟ زیاد نے جواب دیں کر پوچھا۔

مجھے وقاص نے بلایا ہے اور خود غائب ہیں۔ علید ان نے بتایا۔

اچھا بیٹھ کر انتظار کرتی ہیں۔ زیاد نے کہتے ہی ایک ٹیبل کے پاس آیا۔

زیاد تم۔ وقاص علید ان کو دیکھ کر ٹیبل کے پاس آیا تھا مگر زیاد کو دیکھ کر گڑبڑا گیا تھا تب تک احمد بھی وہاں آ گیا تھا علید ان کو دیکھ کر اس کی حالت بھی وقاص سے مختلف نہ تھی۔

تم دونوں نے کیا بات کرنی ہے کرو جلدی۔ زیاد نے گھڑی پہ وقت دیکھ کر کہا۔

پہلے وقاص کریں گا۔ احمد نے وقاص کو ہاتھ مار کر کہا

نہیں پہلے تم۔ وقاص سیدھا احمد کو تھپڑ رسید کیے بولا علید ان اور زیاد اکتاہٹ سے ان دونوں کو دیکھنے لگے۔

غلط مت سمجھنا نیت صاف ہے بات یہ ہے کہ مجھے تمہاری بہن پسند ہے شادی کرنا چاہتا ہوں اس سے۔ پہلے دونوں بول نہیں رہے تھے مگر بولے تو ایک ساتھ بولے اور ایک بات بولے۔ زیاد نے حیرت سے دونوں کو دیکھا جب کی علید ان کو سمجھ نہ آیا کون کس کو کیا بول رہا ہے۔

کس کی بہن کی بات کر رہا ہے؟ وقاص نے گھور کر احمد سے کہا۔

سیم ٹویو۔ احمد نے جواب کہا

سرلیس ہو جاؤ مزاق ہر بات پہ نہیں کی جاتی۔ زیاد سنجیدگی سے بولا۔

میں کشملا کی بات کر رہا تھا

اور میں حفصہ کی۔ احمد کے بعد وقاص بولا۔

او۔ زیاد اور علید ان ایک ساتھ بولے۔

رشتہ منظور سمجھے؟ احمد نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

تم دونوں سیریس ہو؟ علید ان نے اُلٹا ان سے سوال کیا۔

شکل سے نظر نہیں آ رہا اب کیا ہسپتال کے بیڈ پہ لیٹ کر بتائی یں کے کتنے سیریس ہیں۔ وقاص جل کے بولا تو زیاد ہنس دیا۔

میری طرف سے احمد کو ڈن ہے میں چچا جان سے بات کروں گا۔ زیاد نے احمد کے اندر

نئی جان ڈالی احمد کا دل کیا زیاد کا منہ چوم لیں مگر ضبط کیے کھڑا رہا

اب تم بھی ڈن کرو۔ وقاص چہرے پہ مسکینیت طاری کیے علید ان سے بولا۔

کاش حقیقت میں تم اتنے معصوم ہوتے۔ علید ان نے وقاص کو چھیڑا

علید ان۔۔۔۔۔ وقاص نے کھینچ کر نام ادا کیا۔

میری طرف سے ڈن ہے امی سے بات کروں گا۔ علید ان نے کہا تو وقاص نے یاہوں کا

نعرہ لگایا۔

سلبریشن تو بنتی ہے۔ احمد نے کہا

تم لوگ کرو آرزو میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ زیاد اٹھتا ہوا بولا تو سب نے معنی خیز نظروں سے اس کو دیکھا۔

میں بھی چلتا ہوں کل مایوں ہے اس لیے روشنا کو آج ہی شاپنگ کروانی ہے۔ علیدا ان بھی اٹھا۔

ہمارے ایسے دن کب آئیں گے؟ وقاص حسرت سے بولا۔
اللہ نے چاہا تو جلد۔ احمد نے حوصلہ دیا۔

پھر وہ دونوں بھی اپنے اپنے راستے چل دیں، ایک نئی امید کے ساتھ کے آنے والا وقت ان کے لیے خوشیاں لے آئی گا۔



ختم شدہ

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔
 ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی
 ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ
 کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے
 ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات
 کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین